نقد و نظر

جلد دوم

تالیف

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب و تہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر ماہنامہ بینات
و أستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی



مکتبہ ختم نبوت

نقد و نظر

جلد دوم

تالیف

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوّر اللہ مرقدہ

ترتیب وتہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر ماہنامہ بینات
واستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ ختم نبوت

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
021-32780337,021-32780340

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم

نام کتاب

نقد و نظر

تالیف

شہیدِ اسلام

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

ترتیب و تہذیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر ماہنامہ بینات

و استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

اشاعت اول اگست 2018ء

ناشر

مکتبہ ختمِ نبوت

دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

021-32780337,021-32780340

فہرست

مقالات ومضامین...مکتوبات اورادبیات

مواعظ وملفوظات اور خطبات وارشادات

جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے وظائف، دواؤں اور غذاؤں سے متعلقہ کتب

رسائل وجرائد

رَدِّ فِرَق و مذاہبِ باطلہ

عقیدۂ حیاتِ انبیاء اور سماعِ موتیٰ

مولانا مودودی اور جماعتِ اِسلامی

اہلِ حدیث مکتبۂ فکر

مولانا احمد رضا خان اور بریلوی مکتبۂ فکر

اِسماعیلی، بوہری اور آغا خانی مذہب

عیسائیت

❊❊❊

تاریخ

تاریخِ اسلام (مکمل تین حصے)

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ، دہلی)۔ عکسی طباعت واعلیٰ کاغذ۔ صفحات: ۳۱۶۔ قیمت (مجلد): ۴/۵۰ روپے۔ پتا: بیت التوحید، ای/۱۳۷، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب (ناظمِ اعلیٰ جمعیت علمائے ہند) کی مشہور ومعروف کتاب ''تاریخِ اسلام'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر ایک مقبولِ عام کتاب ہے، جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ یہ سوال و جواب کے طرز پر سادہ اور سلیس زبان میں خاص بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ بڑی پیاری کتاب ہے۔ حضرت مصنف نے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: حصۂ اوّل مکی دور، حصۂ دوم مدنی دور پر مشتمل ہے، حصۂ سوم میں شمائل شریفہ، اخلاق وعادات اور خدام ومتعلقین کا بیان ہے۔ حصۂ دوم کے شروع میں ''جہاد'' پر ایک مقالہ اور آخر میں غزواتِ نبویہ کا نقشہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب پاک وہند کے بہت سے مکاتب میں داخلِ درس ہے۔ زیرِ نظر ایڈیشن عمدہ اور جلی خط ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

جذب القلوب (اُردو)

تصنیف: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد احمد قادری۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت (مجلد): ۸ روپے۔ پتا: مکتبۃ القادر، بندر روڈ کراچی ۱۔

مدینہ طیبہ اہلِ ایمان کی محبت وعقیدت، والہیت و جاذبیت اور فریفتگی وشیفتگی کا مرکز ہے، عامی سے

عامی مسلمان سے دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھیڑیئے تو اُس پر ایک وجد وحال کی کیفیت طاری ہو جائے گی، آنکھیں پُرنم ہوں گی اور دِل ودماغ عظمت ومحبت کے بے پناہ جذبات سے لبریز ہو جائیں گے، اور کیوں نہ ہو؟ وہاں رسالت ونبوّت اور محبوبیت کے اس تاج دار کی فرماں روائی ہے جس کے سامنے کمالِ انسانیت کی ساری رفعتیں ہیچ، حسن وجمال کی تمام رعنائیاں گرد اور اِنسانی عظمت وجلال کے سب مظاہر سرنگوں ہیں، (بآبائنا هو وامهاتنا صلى الله عليه وسلم)۔

مدینہ طیبہ کے حالات پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، مگر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تالیف "جذب القلوب الی دیار المحبوب" نہ صرف جامعیت وسلاست اور حسنِ بیان کے لحاظ سے منفرد ہے، بلکہ مصنفؒ کے سوز وساز اور عشق ومحبت کی گھلاوٹ نے اسے مزید پُرکشش بنادیا ہے۔

کتاب کا اُردو ترجمہ "مرغوب القلوب" کے نام سے اگرچہ پہلے موجود تھا، مگر قدیم ونایاب تھا، برادرِ محترم مولانا محمد احمد قادری نے اسے نئے اُسلوب میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب عشاقانِ دربارِ نبوی کے لیے عمدہ سوغات اور مسافرانِ حرم کی بہترین رفیق ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۳۸۹ھ)

تاريخ المدينة المنورة

جناب مولانا محمد عبدالمعبود۔ صفحات: ۳۸۶۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحبیب، پھولوں والی مسجد، رحمٰن پورہ، راولپنڈی۔

محبوب کے درودیوار اور گلی کوچے بھی محبوب ہوا کرتے ہیں۔ اہلِ اِسلام کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے "شہرِ مدینہ" سے جو اِیمانی، جذباتی اور عقیدت کا تعلق ہے، وہ دُنیا کے کسی عاشق کو اَپنے محبوب کے درودیوار سے نہ کبھی ہوا، نہ ہوسکتا ہے۔

مدینہ طیبہ کے حالات ومشاہدات اور اُن کا تاریخی اِرتقاء؛ اِسلامی تاریخ کا دِل آویز موضوع رہا ہے، اور اِس موضوع پر متعدد قیمتی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اِس سلسلہ میں عربی میں سیّد سمہودی رحمہ اللہ کی کتاب "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" شہرۂ آفاق ہے، اور فارسی میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب "جذب القلوب الی دیار المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم" بہت مشہور ہے۔ اُردو میں اب تک اس موضوع پر کوئی مستقل تالیف نہیں تھی، اور یہ اُردو کی گویا حرماں نصیبی تھی۔ فاضل مؤلف علم، زبان اور مذہب کی طرف سے جزائے خیر کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے زیرِ نظر کتاب

لکھ کر بیک وقت تینوں کی لائقِ تحسین خدمت کی ہے۔ یہ کتاب مدینہ طیبہ کی ابتدائے تاسیس سے آج تک کی تاریخ بھی ہے، مشاہدہ و مقابر اور آثارِ مدینہ کا دائرۃ المعارف بھی، اور ایمان و عشق کا مرقع بھی...!

حق تعالیٰ نے اسے حسنِ قبول بھی بخشا کہ تین مہینے میں اس کی پہلی اشاعت ختم ہوگئی، ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللّٰہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۸ھ)

تاریخ المکۃ المکرمۃ (مجلد دو جلدوں میں)

جناب مولانا محمد عبدالمعبود۔ صفحات: ۹۶۸۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: مکتبہ الحبیب، پھولوں والی مسجد، رحمٰن پورہ، راولپنڈی۔

جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ نے حرمین شریفین کی مفصل تاریخ لکھنے کی سعادت سے سرفراز فرمایا ہے۔ چند سال پہلے مصنف کے قلم سے ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' شائع ہو کر دادِ تحسین حاصل کرچکی ہے، اور اب دو ضخیم جلدوں میں موصوف نے مکہ مکرمہ (زادھا اللّٰہ شرفًا) کی تاریخ مرتب فرمائی ہے۔ اس موضوع پر اس سے قبل متعدد کتب تصانیف کی گئی ہیں، مگر بایں ہمہ اُردو زبان میں کوئی ایسی قابلِ ذکر کتاب نہیں تھی۔ مؤلف موصوف نے محنتِ شاقہ برداشت کرکے جلد اوّل میں مکہ معظمہ کی تہذیبی، تمدنی، ارتقائی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ جلد دوم کعبۃ اللہ، حرمِ کعبہ اور ان کے ملحقات کی چار ہزار سالہ نادر تاریخی دستاویزات پر مشتمل ہے۔

مؤلف موصوف کی تحریر ''پیش گفتار'' سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری جلد زیرِ ترتیب ہے۔ خدا کرے مؤلف موصوف کی یہ نادر تصنیف مکمل ہوجائے۔ آمین! اُمید ہے ''بیت اللہ العتیق'' سے لگاؤ رکھنے والے تمام اہلِ ایمان اس کو سینہ سے لگا کر اپنی محبت کا ثبوت دیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

تاریخ دعوت وعزیمت (جلد اوّل)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۵۰۶۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اسلام، ا-کے-۳، ناظم آباد مینشن، کراچی۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے دینِ اسلام کی دعوت وتجدید کا ایک ایسا تکوینی نظام قائم ہے، جس سے یہ

شجرۂ طوبیٰ سدا بہار ہے۔ اُمتِ اِسلامیہ کو بہت سے ایسے حادثے پیش آئے جو اس کے وجود وبقاء کے لیے چیلنج بن گئے، اور یہ خطرہ محسوس کیا جانے لگا کہ یہ اُمت بھی گزشتہ قوموں کی طرح اپنے دینی سرمائے سے محروم اور اپنے ملی تشخص سے عاری ہو جائے! لیکن حق تعالیٰ شانہٗ کی حکمتِ کاملہ کے بعد دیگرے ایسی بلند پایہ طاقت ور ہستیوں کو لاتی رہی جنہوں نے طوفانوں کا رُخ موڑ دیا اور دینِ اِسلام اپنی صحیح اور مکمل شکل میں بعد کی صدیوں تک منتقل ہوتا رہا۔ صحیح غور وفکر سے کام لیا جائے تو اسلامی تاریخ کی چودہ صدیاں ارشادِ ربانی: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ"(۱) کی تفسیر ہیں۔

ہمارے ہاں اصلاح وتجدید اور دعوت وعزیمت کی ایک مربوط اور مسلسل تاریخ لکھنے کا اہتمام نہیں ہوسکا۔ عام تاریخوں میں بیشتر تذکرہ بادشاہوں کی رزم وبزم یا اکھاڑ پچھاڑ کا ہوتا ہے، اور اکابر اولیاء اللہ کی سوانح عمریوں میں زیادہ زور اُن کے کشف وکرامات کے تذکرے پر دیا گیا ہے۔

ہمارے مخدوم مفکرِ اِسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدفیضہم کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے ''تاریخِ دعوت وعزیمت'' لکھ کر اس خلا کو پورا کیا۔

زیرِ نظر پہلی جلد میں پہلی صدی سے ساتویں صدی تک کی اصلاحی وتجدیدی کوششوں کا جائزہ ہے، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز، اِمام حسن بصری، دُوسری صدی کے محدثین، فقہاء اور صوفیاء، اِمام احمد بن حنبل، اِمام ابوالحسن اشعری، اِمام غزالی، شاہ عبدالقادر جیلانی، حافظ ابن الجوزی، نورالدین زنگی وصلاح الدین ایوبی، شیخ عزالدین بن عبدالسلام اور مولانا جلال الدین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مفصل تعارف اور ان کے علمی وعملی اور اِصلاحی وتجدیدی کارناموں کی تفصیل اور ان کی دعوت وشخصیت کے اثرات ونتائج کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرتے وقت آدمی محسوس کرتا ہے کہ وہ جناب مصنف کی اُنگلی پکڑے ان گزشتہ صدیوں کی فضا میں گھوم رہا ہے، اور ان اکابر کی نورانی محفلوں میں گویا بذاتِ خود شریک ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

تاریخِ دعوت وعزیمت (جلد دوم)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۴۳۸۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اِسلام، ۱-کے-۳، ناظم آباد، کراچی۔

(۱) الحجر: ۹

''تاریخ دعوت وعزیمت'' جلد اوّل کا تعارف گزشتہ اِشاعت میں آچکا ہے، زیرِ نظر دُوسری جلد آٹھویں صدی کے عظیم مصلح شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہؒ اوراُن کے تلامذہ ومنتسبین کے لیے وقف ہے۔

حضرت مصنف نے حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کے سیاسی، سماجی، اخلاقی اور علمی حالات کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا ہے، اور پھر شیخ کے سوانح قلم بند کرنے کے بعد ان کے کمالات، دِینی خدمات اور اُن کے تجدیدی کارناموں کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے، اور اُن کے تلامذہ میں حافظ ابنِ قیمؒ، حافظ ابنِ عبدالہادیؒ، حافظ ابنِ کثیرؒ اور حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ کا تذکرہ بھی خاصی تفصیل سے کیا ہے۔

حافظ ابنِ تیمیہؒ اوراُن کے مکتبِ فکر پر پہلے بھی کچھ کتابیں پڑھنے کا اِتفاق ہوا، لیکن مولانا ندوی مدظلہٗ کو حق تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ اُن کی یہ کتاب پڑھنے کے بعد حافظ ابنِ تیمیہؒ سے عقیدت ومحبت پیدا ہوگئی ہے۔ گو اُن کے بعض تفردات سے اِتفاق نہیں کیا جاسکتا، لیکن اُن کے علمی تبحر اور اُن کی خدماتِ جلیلہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۰ھ)

تاریخ دعوت وعزیمت (جلد سوم)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مجلس نشریات اسلام، ۱- کے-۳۰۔ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے پہلے دو حصوں کا تعارف اِن صفحات میں آچکا ہے، پیشِ نظر تیسری جلد اِس لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں سلسلۂ چشتیہ کی اُن نامور شخصیتوں کا تذکرہ ہے جن کا تعلق برّکوچک (غیر منقسم ہندوستان) سے ہے، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمہم اللہ تعالیٰ کا مختصراً، اور سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ہی تفصیل سے!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

تاریخ دعوت وعزیمت (جلد چہارم)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۴۳۶۔ قیمت (مجلد): ۳۵ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اِسلام، ۱- کے-۳۔ ناظم آباد، کراچی۔

''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے پہلے تین حصوں کا تذکرہ ان سطور میں آچکا ہے، یہ اسی سلسلہ کی چوتھی جلد ہے، جو اِمامِ ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے تذکرہ پر مشتمل ہے، جس میں حضرت مجددؒ کے سوانح حیات، ان کے دور کے سیاسی حالات اور مذہبی رُجحانات، اکبر کا فلسفۂ دینِ الٰہی اور اس کے اُصول ومبادی، اس پُرآشوب دور میں حضرت مجددؒ کے تجدیدی کام کی نوعیت، ان کے رُوحانی سلسلہ کی مقبولیت واشاعت اور صدیوں تک اندرون وبیرونِ ہند اس کے اثرات کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ پر اتنا کچھ لکھا جاچکا تھا کہ بظاہر علم وتحقیق کے راہ نورد کے لیے کسی نئی چیز کا ڈھونڈ کر لانا مشکل نظر آتا تھا، لیکن اس کتاب سے اندازہ ہوا کہ اس موضوع کے بہت سے گوشے کسی صاحبِ بصیرت مؤرخ کی ژرف نگاہی اور طاقت ورقلم کے منتظر تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے بڑی حد تک اس موضوع کا حق ادا کردیا۔

کتاب کے دیباچہ سے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کے لائقِ صد احترام مصنف نے قلم رکھ دیا ہے، اور اس سلسلہ کو اسی جلد چہارم پر ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے، لیکن کتاب کے آخر میں ولی اللّٰہی سلسلہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے:

''حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے متعلق اس باب میں کچھ لکھنا تو ممکن نہیں کہ ؏

سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

ان کا تذکرہ ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کی ایک مکمل جلد کا طالب ہے جو شاید اس سلسلہ کی پانچویں جلد ہو۔''(۱)

ہماری پُرزور درخواست ہے کہ یہ سلسلہ اِسی جلد پر ختم نہیں ہونا چاہیے، بلکہ بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدیوں کی تاریخِ دعوت وعزیمت بھی اسی انداز سے مرتب ہونی چاہیے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ)

کاروانِ اِیمان وعزیمت

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد ڈائی دار): ۱۸ روپے، (مجلد عام): ۱۲روپے۔ پتا: سیّد احمد شہید اکیڈمی ۳/۱۷۷، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور۔

حضرت امیرالمؤمنین سیّد احمد شہید قدس سرہٗ کی شہادت کے بعد اُن کے خلفاء ومریدین اور اُن کی

(۱) ص:۳۸۱

جماعت نے ایمان وعزیمت، جذبۂ جہاد کی حرارت کو ایک مدت تک قائم رکھا، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے ''سیرتِ سیّد احمد شہیدؒ'' کے آخری باب میں حضرت سیّد رحمہ اللہ کے خلفاء ومسترشدین کا تذکرہ اور اُن کی کوششوں کا خاکہ مرتب کیا تھا، بعد میں جب ''سیرتِ سیّد احمد شہیدؒ'' میں مزید اضافے ہوئے اور کتاب کی ضخامت دو جلدوں پر محیط ہوگئی تو یہ باب کتاب سے حذف کردیا گیا، اب اسے پہلی بار ہمارے مخدوم جناب حضرت سیّد نفیس الحسینی نے ''سیّد احمد شہیدؒ اکیڈمی'' کی طرف سے الگ شائع کیا ہے۔

یہ کتاب حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے ڈیڑھ سو سے زائد خلفاء ومسترشدین کے تذکرہ اور اُن کے اصلاحی وجہادی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ایک لائقِ قدر علمی وتاریخی دستاویز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

مقدمات وبیاناتِ اکابر

مولانا حافظ عبدالرشید ارشدؔ۔ صفحات: ۴۶۴۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

برصغیر پاک وہند کی جنگِ آزادی میں ہمارے بزرگوں نے صبر واستقلال اور ہمت وپامردی سے جو عظیم الشان قربانیاں دِیں، ان میں مقدمۂ کراچی اور مقدمۂ کلکتہ ہماری قومی تاریخ کا اہم سنگِ میل ہے۔

مقدمۂ کراچی کی بنیاد انگریزوں سے ترکِ موالات کی وہ قرارداد تھی جو خلافت کانفرنس کراچی؛ منعقدہ ۹ر جولائی ۱۹۲۱ء میں پیش کی گئی۔ اجلاس مولانا محمد علی جوہرؔ کی صدارت میں ہو رہا تھا اور قرارداد (بشکلِ فتویٰ) مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش کی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ انگریز سے کسی قسم کا تعاون، اس کی کسی قسم کی ملازمت اور اس کی فوج میں بھرتی ہونا شرعاً حرام ہے، اس لیے انگریزی حکومت کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ انگریز کا ان دِنوں ترکی خلافت سے معرکہ تھا اور اسے اسلامی خلافت اور اسلام کے مقاماتِ مقدسہ کو تاراج کرنے اور کعبہ پر گولیاں برسانے کے لیے ہندوستان سے کرائے کے فوجی مطلوب تھے۔ ترکِ موالات کا یہ فتویٰ انگریزی حکومت سے صریح بغاوت تھا، چنانچہ بجرمِ بغاوت ان بزرگوں پر مقدمہ چلا، جس کی سماعت ''خالق دینا ہال کراچی'' میں ہوئی۔ اس مقدمہ کی رُوئیداد خلافت کمیٹی نے دو جلدوں میں بمبئی سے شائع کی تھی۔ زیرِ نظر کتاب میں اس مقدمہ کا پس منظر، فتویٰ ترکِ موالات، مولانا جوہرؔ اور حضرت مدنیؒ کے عدالتی بیانات کا متن، جج کا فیصلہ اور اس پر مولانا جوہرؔ کا تبصرہ شامل ہیں۔

مقدمۂ کلکتہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر ۱۰ر دسمبر ۱۹۲۲ء میں قائم ہوا تھا، جس کی مختصر رُوداد اور عدالت میں مولانا آزادؒ کے بیان کا متن ''قولِ فیصل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، زیرِ نظر کتاب میں مفید اضافوں کے ساتھ اسے بھی شامل کیا گیا ہے۔

یہ کتاب ہمارے اکابر کی حق گوئی و بے باکی، مقصد کے لیے جاں نثاری وقربانی اور برٹش اِستبداد کے مقابلہ میں اِستقلال و پامردی کا تاریخی ریکارڈ ہے۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو محفوظ رکھتی ہیں۔ ''مکتبہ رشیدیہ'' پوری قوم کے شکریہ کا مستحق ہے کہ اُس نے گراں مصارف برداشت کر کے یہ ملی امانت نسلِ جدید کی طرف منتقل کر دی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ)

تاریخ دار العلوم دیو بند

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی (مہتمم دار العلوم دیو بند)۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت (مجلد): ۵/۲۵ روپے۔ پتا: دار الاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبر ۱۔

از ہر الہند دار العلوم دیو بند علومِ نبوت کا وہ شجرۂ طیبہ ہے جس کا سایہ ایشیا و افریقہ تک وسیع ہے، اور جس کی فیض رسانی اور ضیا پاشی ایک صدی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پاکیزہ دِین کے باریک سے باریک گوشوں کی طرف اِنسانیت کے عظیم قافلہ کی رہنمائی کرتی آئی ہے۔

۱۵ر محرم ۱۳۸۳ھ سے دار العلوم نے ایک صدی سے دُوسری صدی میں قدم رکھا تو دار العلوم کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ نے اس امر کی ضرورت محسوس فرمائی کہ دار العلوم کے صد سالہ کوائف و حالات، اس کے اغراض و مقاصد، اس کے اِرتقائی مدارج اور اس کے فیض یافتہ اکابر پر ایک جامع اور مختصر دستاویز مرتب کی جائے، جس کے آئینہ میں دار العلوم کی صد سالہ تاریخ کا ایک ایک پہلو نمایاں نظر آئے۔ ایسے عظیم الشان اِدارہ کی سو سال پر پھیلی ہوئی تاریخ کو ''تاریخ دار العلوم دیو بند'' کے ۱۲۸ صفحات میں سمو دینا سہلِ ممتنع کی اچھوتی مثال ہے۔

کتاب کا پہلا ایڈیشن دار العلوم دیو بند سے شائع ہوا تھا، پاکستان میں پہلی بار شائع کر کے ناشرین نے اَہم ملی خدمت انجام دی ہے۔ کاغذ و طباعت بڑی عمدہ ہے، مگر شاید تصحیح کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا، اِس لیے کہیں کہیں طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ

مولانا محمد اسحٰق بھٹی۔ صفحات: ۴۰۸۔ قیمت (مجلد): ۱۱ روپے۔ پتا: اِدارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب میں فاضل مصنف نے اسلامی ہند میں علمِ فقہ کی تاریخ مرتب کی ہے۔ سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے دور سے عالمگیر (۱۱۱۸ھ) کے دور تک علمِ فقہ کی ترویج و اشاعت کے لیے کیا کیا کوششیں ہوئیں؟ کیا کیا کتابیں لکھی گئیں؟ اور علماء وفقہاء نے اس سلسلہ میں کس محنت وجانفشانی سے کام لیا؟ مصنف نے ان اُمور کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ نیز ہر عہدِ حکومت کے سیاسی وسماجی حالات، طرزِ حکومت اور حکومت کے ساتھ اہلِ علم کے تعلقات واثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''اسلامی ہند'' میں فقہ پر تالیف شدہ گیارہ اہم کتابوں پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ان کے اقتباسات بھی دیے گئے ہیں۔ اور آخر میں ''علم فقہ'' کی اکیاسی کتابوں کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے، یہ وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر مآخذ کی حیثیت سے بار بار آتا ہے، اور جنھیں علمِ فقہ کے مرجع اور مدار کی حیثیت حاصل ہے۔

مقدمہ میں فاضل مصنف نے علمِ فقہ کی تعریف اور اس کے مآخذ کا ذکر کرنے کے بعد صدرِ اوّل میں فقہ کے مراکز اور ائمۂ فقہ کا مفصل تعارف پیش کیا ہے، نیز بتایا ہے کہ ''اسلامی ہند'' میں فقہ کی آمد کب اور کیسے ہوئی؟ کوئی شک نہیں کہ یہ اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد کتاب ہے، جس کی ترتیب وتدوین پر فاضل مصنف نے اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر کے تحقیق وتفتیش کا نیا چراغ روشن کیا ہے۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ)

جندِ حریت

مولانا محمد خلیل اللّٰہ صاحب برکاتی۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مدیر مدرسۃ الاسلام، سلیم آباد، خیر پور میرس، سندھ۔

برصغیر کی آزادی کے لیے سب سے زیادہ قربانی دینے والا طبقہ اگر کوئی ہے تو وہ علمائے کرام کا طبقہ ہے، اِس طبقہ نے قلتِ وسائل کے باوجود جان جوکھوں میں ڈال کر، سینہ سپر ہو کر، انگریز منحوس کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ علمائے کرام کے ان کارناموں کو تاریخ نے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے، لیکن یہ تحریک اتنی ہمہ گیر تھی کہ بہت سے گوشے ابھی پردۂ خفا میں ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں اگر چہ مؤلف نے خصوصیت کے ساتھ تو لدھیانہ کے علماء کی قربانیوں اور مجاہدانہ کارناموں کا ذکر کیا ہے، لیکن ضمناً اِختصار کے ساتھ اُنہوں نے برصغیر کی پوری اِسلامی تاریخ کو سمیٹ لیا ہے۔ یہ کتابچہ بعض پہلوؤں کے اِعتبار سے بڑا اَہم ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

ہندوستان میں وہابی تحریک

ڈاکٹر قیام الدین (پروفیسر تاریخ، پٹنہ یونیورسٹی)۔ ترجمہ: پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی، ایم اے۔ صفحات: ۳۹۴۔ قیمت (مجلد): ۱۸روپے۔ پتا: نفیس اکیڈمی، سٹریچن روڈ، کراچی۔

امیر المؤمنین حضرت سیّد احمد شہید بریلوی قدس سرہٗ (۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ھ) کا شمار اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبها الصلاۃ والسلام) کے اُن نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے جنہیں قدرت پاکیزہ رُوح، فولادی عزم، بلند نگہی، فوق العادۃ رُوحانی قوت اور مقناطیسی جاذبیت سے آراستہ کر کے اِصلاحِ اُمت اور تجدید و اِحیائے دِین کے لیے کھڑا کرتی ہے۔ خانوادۂ نبوّت کا یہ چاند تکیہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی) سے طلوع ہوا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے انوارِ معرفت اور صحبتِ قدسیہ سے مستنیر ہو کر بدرِ کامل بن گیا، اور ایک مدت تک دِلوں کو گرماتا، سوتوں کو جگاتا، طاغوتوں سے ٹکراتا اور ویرانۂ ہند کو منوّر کرتا رہا، بالآخر خود تو بالاکوٹ کی پہاڑیوں میں اوجھل ہو گیا مگر اپنے پیچھے بلاکشوں کے لیے ایک پاکیزہ نصب العین چھوڑ گیا جو مسلمانوں میں ''تحریکِ جہاد'' کے نام سے معروف ہے، اور جسے انگریز اور ان کے حاشیہ برداروں کی اصطلاح میں ''وہابی تحریک'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت سیّد شہیدؒ اور ان کی تحریکِ جہاد - جس کے شعلے پون صدی تک وقتاً فوقتاً اُٹھتے اور انگریزی طاغوت کے متاعِ امن وسکون کو غارت کرتے رہے - ہمیشہ سے اہلِ نظر کا دِلچسپ موضوع رہی ہے، جس پر اُردو، فارسی اور انگریزی میں موافق ومخالف سبھی نے قلم اُٹھایا ہے۔ مولانا غلام رسول مہرؔ مرحوم نے ابھی چند سال پہلے بڑی عقیدت سے اس تحریک کی سب سے جامع اور مفصل تاریخ چار ضخیم جلدوں میں مرتب کی، جو تحقیق و تدوین کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سلسلہ کی جدید ترین تالیف ڈاکٹر قیام الدین صاحب کی انگریزی تصنیف ''ہندوستان میں وہابی تحریک'' ہے۔ یہ دراصل ڈاکٹر صاحب کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری کے لیے ۱۹۶۱ھ میں پٹنہ یونیورسٹی میں پیش کیا تھا اور جسے انہوں نے نظرِ ثانی کے بعد نئی ترتیب اور گراں قدر جدید اِضافوں کے ساتھ ۱۹۶۶ء میں شائع کیا، زیرِ نظر کتاب اس کا اُردو ایڈیشن ہے۔ ترجمہ کے

فرائض ''نفیس اکیڈمی'' کی فرمائش پر جناب پروفیسر محمد مسلم صاحب نے انجام دیے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب- اختصار کے باوجود- نہ صرف اس موضوع کی تمام سابقہ تالیفات پر حاوی ہے، بلکہ بعض اُمور میں ان سے منفرد بھی ہے۔ موصوف نے بہار، کلکتہ اور دہلی وغیرہ کے قومی محافظ خانے کھنگال کر اس وقت کی سرکاری دستاویزوں سے قیمتی معلومات کا سراغ لگایا، دراصل یہی قیمتی معلوماتی مواد اس کتاب کا اصل مبنیٰ ہے، گویا تحریک سے متعلق گورنمنٹ برطانیہ کا تمام خفیہ ریکارڈ پہلی بار اس کتاب کے ذریعہ منظرِ عام پر آیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے خاندانِ صادق پور کے ژولیدہ بوسیدہ نجی کاغذات کریدے اور مختلف ذرائع سے نایاب و گمنام رسائل فراہم کیے، اس طرح انہیں بعض ایسی چیزیں ہاتھ آئیں جو اب تک لوگوں کی دسترس سے باہر تھیں۔ موصوف نے ان مباحث کو بھی چھیڑا ہے جن پر آج تک تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔

انگریز کا بین الاقوامی اُصول ہے کہ ''جھوٹ بولو اور اتنی شدومد سے بار بار بولو کہ دُنیا جھوٹ کو سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائے'' اس اُصول کے مطابق ایک طرف تو انگریزی سرکار ایسے شخص کو- جس کے بارہ میں تحریک سے وابستگی یا ہمنوائی کا ادنیٰ شبہ ہو جائے- اپنا سب سے بڑا دُشمن اور کالے پانی سے کم سزا کا مستحق نہیں سمجھتی تھی، اور دُوسری طرف یہ پروپیگنڈا بڑی شدّت سے کیا گیا کہ سیّد احمد کی تحریکِ جہاد صرف سکھوں کے خلاف تھی، انگریزی حکومت کے لیے تو وہ دُعا گو تھے۔ حد یہ ہے کہ خود تحریک کے بعض چیدہ افراد کی تحریروں میں تحریف دَر آئی۔ فاضل مصنف نے اس نوع کی تمام غلط اندازیوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے متوسلین حنفی مسلمان تھے، انہیں وہابیت سے دُور کا واسطہ نہیں تھا، مگر انگریزوں نے ان کے لیے ''وہابی'' کی اِصطلاح رائج کی۔ ''وہابی'' کی دونالی بندوق سے بیک وقت دو شکار کیے گئے: سرکاری حلقوں میں اس کے معنی ''باغی'' کے تھے، اور عوامی حلقوں میں اسے ''بددِین اور زِندیق'' کے ہم معنی مشہور کیا جاتا تھا، گویا ''وہابی'' ایک رُوحانی ''کالا پانی'' تھا جو ان بلاکشانِ محبت کے لیے بطور سزا تجویز کیا گیا، اور مسلمانوں کے بعض حلقوں نے اسے انگریز سے مستعار لیا۔ یہ تحقیق کا الگ موضوع ہے کہ یہ استعارہ محض غلط فہمی کا لاشعوری نتیجہ تھا، یا اِن اور اُن کے درمیان کسی خفیہ معاہدہ کا شاخسانہ! بہرحال مصنف نے بھی اسی اِصطلاح کو استعمال کیا ہے، مگر اس تصریح کے ساتھ کہ: ''اس لفظ کے غلط مفہوم سے- جو اس لفظ میں پنہاں ہے- مؤلف کو قطعاً کوئی سروکار نہیں۔''

فاضل مصنف نے ''غیر جانب دارتاریخ نویسی'' کی رَوِش اتنی مضبوطی سے اختیار کی کہ کسی جگہ تحریک اور اس کے ارکان سے خوش عقیدگی کی بُو تک نہیں آنے دی۔ یہ رَوِش آج کے جدید دور میں نہایت معقول،

منصفانہ اور محققانہ قرار دی جاتی ہے اور اس سے مصنف کا پایۂ ثقاہت بہت بلند ہو جاتا ہے، اس لیے ان کی کتاب کا ہر حلقہ کی جانب سے خوش آمدید اور پذیرائی کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔ اگرچہ بعض حلقے - جو مصلحین و مجددین کی تاریخ سے اِصلاحی و رُوحانی فوائد کے جویاں ہیں اور جن کے نزدیک ''تاریخ برائے تاریخ'' ایک عبث چیز ہے- اس میں رُوحانی کیف کی تشنگی محسوس کریں گے۔ تاہم مسلمانوں کی اپنے دِین کے لیے جاں نثاری و قربانی اور انگریزوں کی ڈپلومیسی اور عیاری کے بہترین نمونے انہیں میسر آئیں گے۔

بہرحال! یہ کتاب تحریکِ جہاد کی مکمل تاریخ اور جدید معلومات کا گنجینہ ہے، اور بقول فاضل مترجم:

''اب اس موضوع پر ان کی کتاب کم از کم انگریزی میں حرفِ آخر ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۲ھ)

تبلیغی جماعت کی دِینی جدوجہد

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد۔ صفحات: ۸۳۲۔ قیمت: ۳۳۰ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''الرشید''، لاہور، ۲۵، لوئر مال، لاہور۔

برادرم مولانا حافظ عبدالرشید ارشد زید مجدہٗ کو اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں شوق، ولولہ اور جہدِ مسلسل کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کو اپنے اکابر اہلِ حق سے عشق کی حد تک محبت وعقیدت ہے۔ جنون کی حد تک ان کا یہ ذوق ہے کہ ہمارے اکابر اسلاف کے علوم و معارف اور ان کی عبقری شخصیتوں کے مخفی گوشے اُمت کے سامنے لائے جائیں، تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کی رَوِش اپنا کر ایک بھرپور مسلمان کی زندگی گزار سکیں۔

مولانا موصوف بلاشبہ موفق من اللہ ہیں کہ تن تنہا پوری ایک جماعت اور اکیڈمی کا کام سنبھالے ہوئے ہیں، چنانچہ مولانا کے اِدارہ کی دُوسری مطبوعات سے قطع نظر؛ مولانا نے اپنے اکابر و اسلاف کے حالات و واقعات، اُن کے علمی کارناموں اور سیاسی معرکوں پر مشتمل ''بیس بڑے مسلمان'' اور ''بیس مردانِ حق'' ایسی عظیم اور ضخیم کتب لکھ کر دُنیائے علم پر احسان کیا ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ سالوں میں ''الرشید'' کا ''نعت نمبر'' اپنی انفرادیت، خوب صورتی، رعنائی اور دِل کشی میں آج تک بے نظیر ہے۔

پیشِ نظر کتاب بھی مولانا کے اس شوق و جذبہ اور ولولہ کا ایک اور نقش ہے، جس میں ''تبلیغی جماعت کی دِینی جدوجہد'' کے عنوان سے مجددِ دعوت و تبلیغ حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلوی رحمہم اللہ کی خدمات کو نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

مولانا کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے وسیع مطالعہ، ہمہ گیر سوچ، سلامتیٔ فکر اور جہدِ مسلسل سے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد کو کھنگالتے ہیں، اور اس میں سے قابلِ اعتماد مواد لے کر اُمت کے نفع کے لیے یکجا شائع فرماتے ہیں۔ پیشِ نظر کتاب بھی ساڑھے آٹھ سو صفحات کی نہایت عمدہ مواد پر مشتمل لائقِ رشک کوشش ہے۔ بہترین اور نہایت خوب صورت ٹائٹل اور رنگین جلد کے ساتھ کتاب مارکیٹ میں آگئی ہے۔ اہلِ ذوق حضرات اور متعلقین اس اہم دستاویز کو جلد سے جلد حاصل کرنے کی کوشش فرمائیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ)

تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ

جناب محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت: ۳روپے۔ پتا: مکتبہ معاویہ، ۶/۱۱، بی ون ایریا، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

اُمتِ اِسلامیہ کے ذمہ جو فرائض عائد کیے گئے اور جن کے اپنانے سے ہی یہ اُمت ''خیرِ اُمت'' کے عظیم الشان لقب سے سرفراز ہوئی، ان میں ''دعوت الی اللہ'' کا فریضہ سرِفہرست ہے۔ جب تک اُمت ''داعی الی اللہ'' کی حیثیت سے اقوامِ عالم کے سامنے پیش ہوتی رہی، حق تعالیٰ شانہٗ کی عنایاتِ خاصہ اس کے شاملِ حال رہیں، دُنیا بھر کی قومیں اس کے سامنے سرنگوں تھیں، قیصر وکسریٰ کے خزانے اس کے پاؤں کی مٹی تھے، ترقی یافتہ قوموں کی مسلح افواج کی حیثیت اس کی نظر میں بھیڑ بکریوں کے ریوڑ سے زیادہ نہیں تھی، اور پوری دُنیا، اس کے دِل فریب ساز وسامان اور اس کے تمام خزانے اُمت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سنت کے مقابلہ میں بے قیمت تھے۔

لیکن جب اُمت کے ہاتھ سے ''دعوت الی اللہ'' کا رشتہ چھوٹا اور وہ داعی کے مقام سے گری تو تمام برخود غلط قوموں کی دعوتِ باطلہ کا نشانہ بن کر رہ گئی، حق تعالیٰ کی نصرت وحمایت کا تعلق اس سے منقطع ہوگیا، وہ برکاتِ وحی سے محروم ہوگئی، صالحین کی دُعائیں اس کے حق میں بے اثر ہوگئیں، اور اُمت نوع درنوع فتنوں کے عذاب کی چکی میں پسنے لگی۔ بلاشبہ افرادِ اُمت نے دعوت و اِصلاح کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہونے دیا، لیکن یہاں بحث افراد سے نہیں، اُمت سے ہے۔ افرادی قوت وعمل پر افرادی نتائج ضرور مرتب ہوتے ہیں، مگر اُمت کا اِجتماعی فیصلہ اِجتماعی دعوت وعمل پر موقوف ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ ہزار ہزار جزائے خیر دے مجددِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ کو کہ انہوں نے اُمت کی ناکامی کے اسباب کا ٹھیک تجزیہ کیا اور اللہ جل شانہٗ نے ان پر ''اِجتماعی دعوت''

کا راستہ کھولا، اور اس ''دعوت الی اللہ'' کے صحیح اُصول وآداب انہوں نے قرآن وسنت سے اَخذ فرمائے۔ آج یہ کام جو پوری اُمت کا کام ہے، ایک سادہ سے نام ''تبلیغ'' سے معروف ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب قادری صاحب نے اس کام کے آغاز، نشوونما اور تدریجی مراحل کی تاریخ مرتب کی ہے، اور تقریبِ سخن کے طور پر ''ہندوستان میں اسلام کی آمد'' سے اپنی بحث کا آغاز کیا ہے۔ یہ کتاب ''تبلیغی جماعت'' کو سمجھنے میں مفید ہوسکتی ہے، مگر ''دعوت الی اللہ'' کی محنت صرف کتاب سے سمجھنی مشکل ہے، اس کے لیے عملی طور پر نقل وحرکت کی ضرورت ہے۔ کاش اُمت کے تمام باصلاحیت افراد ''اجتماعی دعوت'' کی حقیقی قدر ومنزلت سے آگاہ ہوکر اس کام کو اپنا کام بنالیں تو اُمت کی نجات کی شکلیں پیدا ہوجائیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۲ھ)

دعوتِ اِسلامی؛ تاریخ کے آئینہ میں

مولانا وصی مظہر ندوی۔ صفحات: ۱۰۸۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ صلائے عام، اے ۱۱۳/ ۲۰۸، جیل روڈ، حیدرآباد (سندھ)۔

دعوت الی اللہ کی ضرورت واہمیت اور اس کے تاریخی ادوار اور اس سلسلہ کی اہم ترین شخصیات کے تعارف پر موصوف کی ریڈیو جدہ سے نشر شدہ پندرہ تقریریں! اَندازِ فکر جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری۔ صفحات: ۳۴۰۔ قیمت (غیرمجلد): ۷روپے۔ ناشر: ندوۃ المصنفین، اُردو بازار، جامع مسجد دہلی، نمبر۶، بھارت۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا تسلسل محمد بن قاسم اور سلطان محمود غزنوی رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیانی عرصہ میں عام مؤرخین کے یہاں پوری طرح قائم نہیں رہ سکا اور وہ ان تین صدیوں کی اِسلامی تاریخ اس کی صحیح تفصیلات کے ساتھ مرتب نہیں کرسکے۔

زیرِ نظر کتاب اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے جو اس خلا کو پُر کرتی ہے۔ مصنف نے اس دور کی اسلامی

سلطنتوں (دولت ماہانیہ سندان، دولت ہباریہ منصورہ، دولت سامیہ ملتان، دولت معدانیہ مکران، دولت متغلبیہ طوران) کے عروج وزوال، نظم ونسق اور تہذیب وثقافت کی اعلیٰ درجہ کی تاریخ مرتب کردی ہے، اور اس طویل سفر میں مصنف کا راہنما کون تھا؟ عربی تاریخ کے منتشر ٹکڑے، سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کے غیر مربوط اِشارے، اور سب سے بڑھ کر مصنف کا ذوقِ جستجوئے منزل! ندوۃ المصنفین نے ملت کو جو معیاری اور ذہن ساز لٹریچر دیا ہے، یہ کتاب اس کی چوٹی کی کتابوں میں شمار ہوگی۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۸ھ)

مسلمانوں کا عروج وزوال

مولانا سعید اَحمد اکبرآبادی (ایم اے، صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، اَعظم گڑھ، بھارت)۔ صفحات: ۳۲۹۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، پاکستان چوک، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب کا تعارف لوحِ کتاب پر ان جامع الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''خلافتِ راشدہ کے دور سے لے کر مسلمانوں کی حکومتوں، اُن کی سیاسی حکمت عملیوں اور مختلف دوروں میں اُن کے عام اِجتماعی، معاشرتی اور تمدنی اَحوال وواقعات پر تبصرہ کرکے اُن کے اَسباب وعوامل کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے غیر معمولی عروج وعروج کے بعد لرزہ خیز اِنحطاط وزوال میں مؤثر ہوئے۔''

مسلمانوں کا زوال ایک آنکھوں دیکھی حقیقت ہے، جس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہر مفکر اپنے اپنے زاویۂ نظر اور مبلغ علم کے مطابق اُمت کے اِنحطاط کے اَسباب وعلل کی نشان دہی کرتا ہے۔ مقصد تو بہت مبارک ہے کہ ان اَسباب کی اِصلاح کی جائے لیکن عموماً نتیجہ اس کے برعکس یہ نکلتا ہے کہ اپنی اِصلاح کے بجائے لوگ اپنے اسلاف سے بدظن ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں جو تبصرہ حضرت علی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور مابعد کے دور پر کیا گیا ہے، قاری اُس سے یہی تأثر لے گا۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

دیواریں اور غاریں

حافظ نذر اَحمد صاحب، لاہور۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، ۱۸/۲۹، محمد نگر، لاہور۔

حافظ نذر احمد صاحب اہلِ علم کے لیے محتاجِ تعارف نہیں۔ ''جائزۂ مدارسِ عربیہ'' کے بعد متعدد کتابیں اُن کے قلم سے نکلی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کا موضوع تاریخی مگر دلچسپ ہے۔ کتاب چار حصوں پر منقسم ہے: پہلے حصہ میں چار مشہور دیواریں (سدِ سکندری، دیوارِ گریہ، دیوارِ قہقہہ اور دیوارِ چین) کا تذکرہ ہے۔ دُوسرے حصہ میں پانچ مشہور کنوؤں (چاہِ یوسف، چاہِ مدین، چاہِ بابل، چاہِ زمزم اور چاہِ نخشب) کا ذکر ہے۔ تیسرے حصہ میں مشہور غاریں ہیں یعنی غارِ اَصحابِ کہف، غارِ ثور، غارِ حراء، ایلورا کی غاریں، اَجنتا کی غاریں۔ اور چوتھے حصہ میں چھ وادیاں آتی ہیں: وادیٔ نون، وادیٔ نملہ، وادیٔ قریٰ، شعبِ اَبی طالب، وادیٔ محسر، وادیٔ ایمن۔

آخر میں اُن مآخذ کا ذکر ہے، جن سے کتاب کا مواد اَخذ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

تاریخ مزار شریف واقع بلخ

حافظ نور محمد کہگدائی۔ پتا: قاضی محمد شمس الدین، موضع درویش، ڈاک خانہ، ہری پور ہزارہ، (سرحد)۔

جنابِ قاضی صاحب اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب افغانستان سے لائی گئی ہے اور فوٹو اسٹیٹ پر اس کی ایک سو کاپی چھپوائی ہے، کل قیمت مع محصول ڈاک سترہ روپے ہے۔

یہ کتاب؛ کتب فروشوں کے لیے نہیں ہے، صرف علمی تحقیق کا کام کرنے والے حضرات ایک ایک نسخہ منگوا سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

علمائے اَحناف اور تحریکِ مجاہدین

جناب محمد مبارک صاحب (اُستاذ اِسلامیات، نبی باغ، ضیاء الدین میموریل گورنمنٹ کالج، کراچی)۔ صفحات: ۹۲۔ پتا: احمد عبدالرشید، کھوکھراپار کالونی، ای ۲/۱/۲، ملیر ایکسٹینشن، کراچی۔

مصنف اہلِ حدیث مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے کتابچہ کا خلاصہ یہ ہے کہ علمائے اَحناف نے انگریز کے خلاف تحریکِ جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا، یہ سارا بوجھ تنہا اہلِ حدیث کے نحیف کندھوں کو اُٹھانا پڑا۔ مصنف کا یہ موقف واقعہ کی ترجمانی میں کہاں تک حق بجانب ہے؟ اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

سفرنامہ شیخ الہندؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ۔ صفحات:۲۱۶۔ قیمت:۱۲روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء-۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) شوال ۱۳۳۳ھ کو حج وزیارت کے ارادہ سے عازمِ حرمین ہوئے، قریباً سوا سالہ قیام کے بعد بجرمِ بغاوتِ ''طاغوت'' گرفتار کر کے مالٹا پہنچا دیئے گئے اور رہائی کے بعد رمضان ۱۳۳۸ھ میں مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ نے- جو اِس سفر میں حضرت شیخ الہندؒ کے ہم رکاب تھے-''اَسیرِ مالٹا'' کے نام سے اِس سفرنامہ کی تفصیلات ۱۳۴۰ھ میں قلم بند فرمائیں، مگر کس جگہ؟ اس کی تصریح خاتمہ کلام پر بعنوانِ''عرضِ حال'' خود حضرت مصنف اپنے الفاظ میں فرماتے ہیں:

''چونکہ میں اس وقت جیل کراچی میں حوالات میں تھا اور غالباً کل کو یعنی غرہ ربیع الاول (۱۳۴۰ھ) کو مقدمہ سیشن سے فیصل ہو جائے گا اور ہم کو سزائے قید کا حکم قلم، دوات، کاغذ وغیرہ سے محروم کر دے گا، اِس لیے آخری واقعات میں میں نے تفصیل سے کام نہیں لیا، بعض بعض باتیں چھوڑ دیں۔ میں ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں اور اُمیدوار ہوں کہ جو کچھ مجھ سے غلطیاں واقع ہوئی ہوں، ان سے چشم پوشی فرماتے ہوئے میری مغفرت اور حسنِ خاتمہ کی دُعا فرمائیں۔''

گویا جرمِ وفا کے اَسیروں کا تذکرہ لکھنے کے لیے بھی موزوں ترین جگہ اِحاطۂ اسارت خانہ ہی قرار پائی ع

''ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما''

یہ بابرکت سفرنامہ بہت ہی دِلچسپ، عبرت آمیز اور بصیرت افروز ہے۔ ختم کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ تقسیم سے قبل اس کے متعدد ایڈیشن نکلے، مگر پاکستان میں اس کی طباعت پہلی بار دیکھنے میں آئی۔ ناشرین نے کتاب کی عمدہ ترین طباعت وتجلید میں حسنِ ذوق کے ساتھ حسنِ عقیدت کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی،صفر۱۳۹۵ھ)

جدوجہدِ آزادی اور مولانا اشرف علی تھانویؒ

پروفیسر احمد سعید۔ صفحات: ۱۷۰۔ قیمت (مجلد): ۵/۵۰ روپے۔ پتا: الاشرف مطبوعات، ۳۹- عالم گیر روڈ، اِسلام پورہ، لاہور۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی شخصیت معروف معنوں میں اگرچہ ''غیر سیاسی'' تھی کہ آپ خارزارِ سیاست میں کبھی نہیں اُلجھے، بلکہ اپنی تمام صلاحیتیں دِین کے اِحیا و تجدید اور اُمت کی اِصلاح وتہذیب پرصَرف فرمائیں، تاہم اس دور کی تمام سیاسی تحریکیں اور اُن کا پس منظر و پیش منظر ہمیشہ آپ کے سامنے رہا، ہر تحریک کو شریعت کی ترازو میں تولا اور اُس کے صحیح وسقیم پہلوؤں سے اُمت کو آگاہ کیا۔

تحریکِ خلافت سے تحریکِ پاکستان تک حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا جو سیاسی نقطۂ نظر رہا، اور اس کے لیے آپ نے جو جدوجہد کی؛ زیرِ نظر کتاب میں اسے بڑی مہارت اور سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ لیگ پر حضرتؒ نے کیا اِحسان فرمائے؟ اور لیگ نے حضرتؒ کی ہدایات کو کس طرح پامال کیا؟ لیگ نے حضرتؒ سے کیا وعدے کیے اور کہاں تک ایفا کیے؟ یا واضح لفظوں میں لیگ کو حضرتؒ نے کیا سمجھا اور لیگ بالآخر کیا نکلی؟ ان سوالات کا جواب مصنف کی تحریر کے بین السطور سے ضرور ملتا ہے۔ مگر حضرت تھانویؒ کے سیاسی مؤرّخ کا فرض تھا کہ وہ ان نکات پر بھی کھل کر بحث کرتا کہ اس کے بغیر نہ صرف یہ کہ یہ کہانی ادھوری رہ جاتی ہے، بلکہ نظریۂ پاکستان اور اُمتِ مسلمہ کی قربانیوں کا عظیم مقصد بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ)

ایک اہم علمی تقریر

اِمام العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ ترجمہ: حضرت مفتی سیاح الدین کاکاخیل۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ اشاعت العلوم، جامع مسجد لائل پور۔

آج سے نصف صدی قبل (۲۷ر ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ کو) مصر کے مشہور عالم علامہ سیّد رشید رضا دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، ان کے اِعزاز میں ایک جلسہ دارالعلوم میں منعقد ہوا، جس میں معزز مہمان کو دارالعلوم کے اُصول و مقاصد سے متعارف کرایا گیا۔ اسی تقریب میں امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فصیح عربی میں برجستہ تقریر فرمائی تھی، جس میں شاہ ولی اللہ سے اکابرِ دیوبند تک کے

طریقۂ تعلیم، تطبیقِ ادلہ، طرزِ استدلال اور اندازِ تحقیق پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مولانا مفتی سیاح الدین نے اصل عربی تقریر (سلیس اُردو ترجمہ) کے ساتھ شائع فرمائی ہے۔ بلاشبہ یہ تاریخی تقریر علماء وطلباء کے لیے منارۂ نور ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۸۷ھ)

بہاری مسلمان؛ تاریخ کے آئینہ میں

جناب پروفیسر انور بیگ اعوان۔ صفحات: ۲۳۱۔ تقطیع: $\frac{۲۰×۳۰}{۱۶}$۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: سیّد محمد ابونصر (سیکریٹری، انجمن التعاون) نمبر ۱۰، اسٹریٹ: ۳۷، جی ۶/۲، اسلام آباد۔

سقوطِ ڈھاکہ سے مشرقی پاکستان کے بہاری مہاجرین پر جو گزری، اُس کا دِل گداز منظر دیدنی ہے نہ شنیدنی۔ بہاری مسلمانوں کی اس بپتا سے متأثر ہوکر پروفیسر اعوان صاحب نے بڑی محنت وکاوش اور سلیقہ سے صوبہ بہار اور بہاری مسلمانوں کی تاریخ مرتب کی ہے۔ بہار کا حدودِ اَربعہ، تاریخی پس منظر، آفتابِ اِسلام کا طلوع، انگریز کا منحوس دور، تحریکِ حریت، مسلم لیگ کی تحریکِ پاکستان میں بہاریوں کی دِلچسپی، تقسیمِ ملک اور بہاریوں کی ہجرت اور پھر سقوطِ ڈھاکہ اور بہاریوں کی سرگزشت؛ یہ کتاب کے ابواب کا خلاصہ ہے، جو صرف بہار، یا بہاریوں کی داستان نہیں، بلکہ اِسلامی ہند کے آثارِ شکستہ کا تاریخی مرثیہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ)

رُودادِ برصغیر

شمس القمر قاسمی۔ صفحات: ۱۲۸۔ بہترین عکسی طباعت۔ قیمت (مجلد کارڈ بورڈ): ۳/۷۵ روپے۔ پتا: عزیز پبلیکیشنز، ۵۶-میکلوڈ روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب برصغیر پاک وہند کے بارہ میں ایک تقابلی جائزہ ہے کہ انگریز کی آمد سے پہلے سماجی، معاشی، سیاسی، تجارتی، صنعتی، زرعی، تعلیمی اور اخلاقی اعتبار سے برصغیر کی حالت کیا تھی؟ اور انگریز کا منحوس سایہ یہاں پھیلا تو اس کا کیسا حلیہ بگڑا! آخر میں مختصر بحث تحریکِ حریت سے بھی کی گئی ہے۔ بڑی دِلچسپ اور معلوماتی کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند [(۱)]

جناب حافظ قاری سیّد محمد اکبر شاہ صاحب بخاری۔ صفحات: ۶۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

جناب حافظ قاری سیّد محمد اکبر شاہ بخاری صاحب کا نام حلقۂ اہلِ علم میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف خدا تعالیٰ کے اُن باتوفیق بندوں میں سے ہیں جن کو اپنے اکابر بزرگوں سے خاص عقیدت ومحبت ہے۔ موصوف کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اکابرین کی وفات پر تعزیتی اور سوانحی مضامین میں سب سے پہلے آپ کا مضمون منصۂ شہود پر آتا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب بھی اِسی سلسلہ کی کاوشوں کا ایک حصہ ہے، جس میں بتلایا گیا ہے کہ تحریکِ پاکستان میں اکابر علمائے دیوبند کا کس قدر حصہ ہے! کیونکہ قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں علمائے دیوبند کے مؤثر کردار کے بارہ میں عام طور پر دو طرح کا تأثر پایا جاتا ہے: مخالفین تو سرے سے اس کے قائل ہی نہیں کہ اُنہوں نے بھی کوئی کام کیا ہے، لیکن اپنے بھی اِس سلسلہ میں صرف یہی سمجھتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے ایک طبقہ نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں تصورات اپنی اپنی جگہ غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں تاریخی حوالوں سے اِس پس منظر کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے ۱۷۵۹ء میں احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کے خلاف بلانے والے، اور پھر ۱۸۵۷ء میں انگریزی اِستبداد سے پنجہ آزمائی کے

(۱)

عزیز محترم ومکرم جناب سیّد محمد اکبر شاہ بخاری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ارسال کردہ کتب موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء!

گزشتہ ہفتہ دو کتب ''تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند'' اور ''سیرت مولانا بدرِ عالمؒ'' بذریعہ ڈاک موصول ہوئیں۔ ماشاء اللہ! دونوں کتابیں بہت خوب ہیں۔ ''تحریکِ پاکستان اور علمائے دیوبند'' تو آپ کا عظیم کارنامہ ہے، اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو آپ نے مرتب کی ہے، وقت کا تقاضا تھا کہ اس موضوع پر مفصل کتاب منظرِ عام پر آئے، یہ کام حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ سے لیا ہے، اس کی بڑی ضرورت تھی۔ آپ نے اپنے اکابر سے والہانہ محبت وعقیدت کا حق ادا کیا ہے، اکابر کے سوانح اور حالات وخدمات پر آپ نے جتنی کتب تالیف کی ہیں اس دور میں اور کسی کی اتنی نہیں ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا ہے اور آپ نے متعدد کتب ومضامین کے ذریعہ نئی نسل اور اہلِ علم کو اکابر سے متعلق جو مواد فراہم کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔

کوشش ہوتی ہے کہ آپ کی تالیفات پر مفصل تبصرے وتأثرات ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں لکھے جاتے رہیں، حق تعالیٰ شانہٗ دُنیا وآخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائیں اور مزید علم وقلم میں برکت عطا فرمادیں۔ آمین!

محمد یوسف لدھیانوی

۱۵/۱۲/۱۹۸۷ء

لیے شاملی کے میدان میں علمِ بغاوت بلند کر کے باطل سے ٹکرانے والے، اور آخر میں بالاکوٹ کے سنگلاخ علاقہ میں جامِ شہادت نوش کرنے والے، اور پھر انگریز کے خلاف تحریکِ ریشمی رومال کو پروان چڑھانے والے، یہی اکابرینِ دیوبند ہی تھے، جن کے خاک وخون سے پاکستان کی تعمیر ہوئی، اور اُنہی کی قربانیوں سے آج ہم پاکستان کی شکل میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔

لوحِ کتاب پر کتاب کا تعارف اِس طرح کرایا گیا ہے:

''تحریکِ آزادی اور پاکستان کے ان نامور مجاہدین علمائے دیوبند کے عظیم الشان دینی، علمی، تبلیغی اور سیاسی وملّی کارناموں کی مستند تاریخی دستاویز! جن کی فکری وعملی کاوشوں سے پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔''

کتاب بہت عمدہ تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے، جس میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ سے لے کر مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہٗ تک کے اکابرین کی سیاسی وملّی خدمات کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

نفاذِ شریعت اور پاکستان

مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی (فاضل دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۱۸۸۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: مولانا قاضی محمد نسیم، جامعہ نجم المدارس کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان۔

پاکستان اِسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، مگر افسوس ہے کہ آج تک پاکستان میں نفاذِ اِسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔ گزشتہ دہائی میں پاکستان میں نفاذِ اِسلام کی ایک حد تک اُمید ہو چلی تھی تو حضرات علمائے کرام واکابرینِ ملت نے حسبِ اِستطاعت اَربابِ حکومت کو متوجہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

زیرِ نظر کتاب اِسی سلسلہ کی ایک اَہم کڑی ہے، جو ملک کے نامور عالمِ دین اور قائدِ تحریکِ نفاذِ شریعت جناب حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی صاحب کے اُن مقالات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ''بینات''، ''البلاغ'' اور ''الخیر'' میں شائع ہوتے رہے، جس کا تعارف لوحِ کتاب پر کچھ یوں درج ہے:

''ملک میں نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں اَربابِ حکومت کو پیش کی گئیں اَہم دستاویزات کا مجموعہ! جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے کہ ملک میں نفاذِ شریعت کا عمل موجودہ دور میں بھی نہایت آسان ہے۔''

اس کے علاوہ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ (خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کا ''مسئلہ تقلید پر بعض شبہات اور اُن کے جوابات'' کے عنوان سے ایک اہم مقالہ بھی درج ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! حسنِ ظاہری و باطنی سے مزین ہے۔

اُمید ہے اہلِ ذوق کتاب کی افادیت و اہمیت کے پیشِ نظر اس کی اِشاعت و تقسیم میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر نفاذِ شریعت کے ساتھ اپنی دلی لگن کا ثبوت فراہم کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۹ھ)

اللغة العربية في باكستان دراسةً وتاريخًا

الدکتور محمود محمد عبداللہ مصری۔ صفحات: ۶۰۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: وفاقی وزارتِ تعلیم، اسلام آباد، پاکستان۔

اہلِ علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ لغتِ عربی کا مسلمانوں کے ہاں سیاسی اور دینی اعتبار سے بہت بڑا مقام ہے، اس لیے کہ جہاں یہ قرآن اور صاحبِ قرآن کی زبان ہے، وہاں شریعتِ اِسلامیہ کے مأخذ کی طرف رُجوع بھی اس کے بغیر ممکن نہیں، پھر سیاسی اعتبار سے اِسے یوں اُہمیت حاصل ہے کہ اہلِ اِیمان کے مابین رابطہ کا اُہم ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان- چاہے وہ مغربی بلاک کا ہو یا مشرقی کا- محض اِسی زبان کے اِشتراک سے ایک دُوسرے سے مانوس و مالوف ہوجاتے ہیں۔

لیکن اِس کے باوجود عموماً یہ تأثر ہوتا ہے کہ عربی زبان کی خدمت یا اس کی اِشاعت و توسیع میں جتنا عرب مسلمانوں کی مساعی ہیں، ہندو پاک کے مسلمان اس کو نہیں پہنچ سکتے۔

زیرِ نظر کتاب میں اِس غلط فہمی کو دُور کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہند و پاک کے مسلمان اِس معاملہ میں عرب حضرات سے کسی طور پر بھی پیچھے نہیں، نمونتاً اِس کتاب میں فروغِ عربی کے سلسلہ کی تاریخی اور تدریسی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

کتاب ایک مقدمہ، تمہید اور تین اُبواب اور بارہ فصول پر مشتمل ہے۔ پہلے باب کی فصلِ اَوّل میں فروغِ عربی کے سلسلہ کی سرکاری سطح پر کی جانے والی کوششوں کا ذِکر کرتے ہوئے مؤلف موصوف نے اُن جامعات اور سرکاری مدارِس کے نام گنوائے ہیں، جن میں باقاعدہ عربی شعبے قائم ہیں۔ دُوسری فصل میں غیرسرکاری عربی مدارِس اور دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث ودیگر وفاقوں کے بانی اور اُن کے شاملِ درس نصابوں کی تفصیل موجود ہے۔ دُوسرے باب میں مختلف فنون کی عربی تصنیفات، شروح، تالیفات وتراجم،

لغات، علمی واَدبی مقدے اور پاکستان سے شائع ہونے والے عربی رسائل کا ذکر ہے۔ جب کہ تیسرے اور آخری باب میں عربی نثر، خطبات، اَدیبانہ خطوط اور عربی میں لکھے جانے والے ناولوں کا ذکر ہے۔ کتاب ہر اِعتبار سے دیدہ زیب ہے۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب کی ترتیب میں جس قدر محنتِ شاقہ اُٹھائی ہے وہ قابلِ تقلید مثال ہے۔ خدا تعالیٰ اُن کی اِس نیک سعی کو قبول فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۶ھ)

پاکستان کی موجودہ اِقتصادی صورتِ حال

جناب ثروت جمال اصمعی۔ صفحات: ۷۸۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: اِدارہ معارفِ اسلامی، ا-سی-۱۶۳، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

زیرِ نظر کتابچہ ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' کا مصداق ہے، جس میں مصنف نے بڑی تحقیق اور محنت سے سرکاری اعداد وشمار کے آئینہ میں گزشتہ پانچ برسوں کی اِقتصادی صورتِ حال پیش کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ہم زراعت، صنعت اور تجارت: تمام اقتصادی شعبوں میں تیزی سے اِنحطاط کا شکار ہیں، قومی آمدنی کا تناسب گھٹ رہا ہے، بیرونی قرضوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے، اِفراطِ زر کا عفریت قابو سے باہر ہے، بیرونی قرضوں میں ملک کا بال بال جکڑا ہوا ہے، اور معیشت کی بنیادیں کھوکھلی ہورہی ہیں، مگر ہم ''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کے نظریہ پر عمل پیرا ہیں۔

فاضل مصنف نے اس بگاڑ کی اِصلاح کے لیے چند معقول تجاویز اور ماہرانہ مشورے بھی دیے ہیں۔ ان کی معقولیت اپنی جگہ! مگر توقع نہیں، آج کے شورِ محشر میں ان تجاویز کی طرف چشمِ اِلتفات ہو۔ بہرحال عوامی دور کی عوامی حکومت کے لیے یہ کتاب ایک سوالیہ نشان ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۶ھ)

معمارانِ پاکستان

جناب منشی عبدالرحمٰن صاحب (جہلیک ملتان)۔ صفحات: ۴۶۸۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ پتا: شیخ اکیڈمی، بل روڈ، لاہور۔

کتاب کا پورا نام ہے: ''معمارانِ پاکستان؛ جن کی فکری اور عملی کاوِشوں سے پاکستان معرضِ وجود میں

آیا'' مصنف نے کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: پہلے حصہ میں آزادی کی اُن تحریکات کا ذکر ہے جو انگریزوں کے تسلط سے لے کر قیامِ پاکستان تک وقتاً فوقتاً اُبھرتی رہی ہیں۔اس میں مصنف نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے لے کر تحریکِ پاکستان تک پندرہ تحریکات کا تعارف کرایا ہے۔اور کتاب کے دوسرے حصہ میں ان اٹھارہ حضرات کے حالات ہیں جن کی کاوشوں سے -بقولِ مصنف- پاکستان معرضِ وجود میں آیا،یعنی: حضرت شاہ ولی اللہ،شاہ اسماعیل شہید،سیّد احمد بریلوی،سرسیّد احمد خان،مولانا حالی،شیخ الہند اسیرِ مالٹا،مولانا اشرف علی تھانوی،مولانا ظفر علی خان،مولانا محمد علی جوہر،مولانا عبیداللہ سندھی،قائد اعظم محمد علی جناح، سرآغاخان،ڈاکٹر علامہ محمد اقبال،علامہ شبیر احمد عثمانی،چودھری رحمت الٰہی،نواب بہادر یار جنگ،مولانا ظفر احمد عثمانی اور حمید نظامی۔

بلاشبہ مصنف نے بڑے خلوص سے یہ کتاب مرتب کی ہے،لیکن ان کے اس تخیل سے اِتفاق نہیں کیا جاسکتا جس کے ذریعہ اُنہوں نے سیّد احمد شہید بریلویؒ اور سرسیّد احمد خان،مولانا اشرف علی تھانویؒ اور سرآغاخان،مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور مسٹر محمد علی جناح کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔

اگر پاکستان کا قیام واقعی اِسلام کے لیے ہوا تھا...اور یقیناً اسی کے لیے ہوا تھا...تو سرسیّد احمد خان اور سرآغاخان کون سے اِسلام کی خاطر پاکستان کی تعمیر کر رہے تھے؟ کھلی ہوئی بات ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ آغاخانیوں کو ملتِ اِسلامیہ میں شامل نہیں سمجھتے تھے،جیسا کہ ان کے رسالہ ''**الحکم الحقانی فی الحزب الآغاخانی**'' میں تصریح ہے۔ان کے اس فتویٰ کی آخری عبارت حسبِ ذیل ہے:

> ''سوال میں (آغاخانیوں کے متعلق - ناقل) دو قسم کے اُمور مذکور ہیں: ایک قسم وہ جو یقیناً موجبِ کفر ہیں،جیسے تصویر کی پرستش کرنا یا کرشن کی تصویر عبادت خانہ میں رکھنا،جو شعار کفار کا ہے،یا بجائے بسم اللہ کے ''اوم'' کے لفظ لکھنا کہ یہ بھی ان کا شعار ہے،یا حلول کا قائل ہونا جو سوال کی تمہید اور ترکیبِ نماز کے آغاز میں مذکور ہے۔اور دُوسری قسم وہ جو صرف محتملِ کفر ہیں،جیسے دیوالی سے بہی کھاتہ کا حساب شروع کرنا،یا مقتداؤں کو لفظِ خداوند سے خطاب کرنا،یا ان سے دُعا مانگنا۔
>
> پس قسمِ اوّل پر تو حکم کفر ظاہر ہے،اور قسمِ ثانی کا صدور اگر مسلمان سے ہوتا تو اس میں تأویل کر کے مباح یا معصیت پر محمول کیا جاتا۔مگر جب اس کا صدور کافر سے ہے تو تأویل کی ضرورت نہیں۔اور ان کفریات کے ہوتے ہوئے نہ ایسے شخص کا دعویٰ اِسلام کافی،نہ اس کا نمازی اور روزہ دار ہونا کافی،نہ اس پر نمازِ جنازہ جائز ہے،نہ مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے،اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا،یا اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کرنا جائز ہے،البتہ بلاضرورت کسی سے لڑائی جھگڑا بھی

نہیں کرنا چاہیے، اور ایسے مصالح کی بنا پر ایسی رعایت کرنا ان مصالح سے زیادہ مفاسد کا موجب ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ مصالح تو محض دُنیوی ہیں اور مفاسد دینیہ۔

ان مفاسد کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ان کفریات کے ہوتے ہوئے کسی کو مسلمان کہا جاوے گا تو ناواقف مسلمان کی نظر میں ان کفریات کا قبح خفیف ہو جاوے گا اور وہ آسانی سے ایسے گمراہوں کا شکار ہو سکیں گے، تو کافروں کو اِسلام میں داخل کرنے کا انجام یہ ہوگا کہ بہت سے مسلمان اِسلام سے خارج ہو جاویں گے۔ کیا کوئی مصلحت اس مفسدہ کی مقاومت کر سکے گی؟''(۱)

اسی طرح جناب سرسیّد کے بارہ میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی رائے ان کے رسالہ 'نموذج من معتقدات بعض اھل العوج'' سے ظاہر ہے۔ جو' امداد الفتاویٰ' جلد ششم (مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی) کے صفحہ: ۲۷۵ سے صفحہ: ۳۴۴ تک مندرج ہے۔ اس لیے ایک طرف مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو اور دُوسری طرف جناب سرسیّد اور سر آغا خان جیسے لوگوں کو ''معمارانِ پاکستان'' میں شامل کرنا، ایک اَن مِل اور بے جوڑ بات ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

عصرِ حاضر میں اِسلام کیسے نافذ ہو؟

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)۔ صفحات: ۴۴۷۔ قیمت (مجلد): ۴۰ روپے۔
پتا: مکتبہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

زیرِ نظر کتاب ''البلاغ'' کے اُن اِداریوں کا مرتب مجموعہ ہے جو گزشتہ آٹھ برسوں میں مولانا محمد تقی عثمانی کے قلم سے نکلے۔ ترتیب حسبِ ذیل ہے:

بابِ اوّل: سیاست و مملکت۔ بابِ دوم: معیشت۔ بابِ سوم: تعلیم۔ بابِ چہارم: معاشرت۔ بابِ پنجم: اسلام اور تجدد۔ بابِ ششم: سائنس۔ بابِ ہفتم: عالمِ اسلام۔ بابِ ہشتم: مسلمان اور قادیانیت۔ بابِ نہم: متفرقات۔

مولانا محمد تقی عثمانی، دینیات کے محقق عالم اور علومِ جدیدہ کے گریجویٹ ہیں، قدرت نے اُنہیں بہت ہی متین اور شگفتہ قلم عطا فرمایا ہے، مسائل کا صحیح تجزیہ کر کے اُن پر ٹھنڈے میٹھے اَنداز میں تبصرہ کرنا اُن کا

(۱) امداد الفتاویٰ، ص: ۱۰۸، ج: ۶

مخصوص رنگ ہے، اور وہ بہت سے خصائص میں اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح جانشین ہیں۔

اُمید ہے اُن کے یہ ''البلاغی مقالات''۔ جن میں زندگی کے متنوع گوشوں پر بحث کی گئی ہے۔ ہمارے دانش ور طبقوں کے لیے خاص طور سے مفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

اِسلام اور عصرِ حاضر

مولانا سمیع الحق (مدیر ماہنامہ ''الحق'' و مدرّس جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۶۴۰۔ قیمت: ۲۷ روپے۔ کاغذ و طباعت اعلیٰ۔ خوب صورت جلد۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

ملک کے مؤقر دِینی مجلّہ ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے مدیر مولانا سمیع الحق کا نام نامی علمی، صحافتی، اور دِینی حلقوں کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف نے گزشتہ دس سال میں جن مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور علمی مسائل اور نکات پر ''الحق'' کے اداریوں میں اظہارِ خیال کیا ہے، زیرِ نظر کتاب میں اُن تمام نگارشات کو سترہ ابواب پر مرتب کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب - جو قریباً ساڑھے چھ سو عنوانات پر مشتمل ہے- نہ صرف عصرِ جدید کے جدید مسائل کے بارہ میں اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالتی ہے، بلکہ ملکِ عزیز کے دہ سالہ سیاسی و معاشی اور مذہبی و ملی مد و جزر کا مرقع بھی پیش کرتی ہے۔ اِن دس سالوں میں کن کن فتنوں نے کس کس رُخ سے سر اُٹھایا؟ یہاں کے ''شاہانِ کجلاہ'' اپنے جاہ و تمکنت کے کیسے کیسے مظاہرے دکھاتے رہے؟ پھر اِن کی بساطِ اِقتدار کس کس طرح اُلٹی؟ اہلِ حق کو آزمائش و ابتلا کی کن کن بھٹیوں میں ڈالا گیا؟ یہ اور اِس قسم کے اور بہت سے سوالات کا جواب آپ ''اِسلام اور عصرِ حاضر'' کے بین السطور سے دریافت کر سکتے ہیں۔ اِس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اِسلامی حمیت و غیرت کا درس ہے جو کتاب کی اصل رُوح ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۶ھ)

اِقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ

مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ (مدیر ماہنامہ ''الحق'')۔ صفحات: ۵۳۷۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، صوبہ سرحد، پاکستان۔

ہندوستان کی تاریخ ہی قربانیوں سے عبارت ہے، اور قافلۂ علمائے حق نے اِسلام کی سربلندی اور ترویج ونفاذِ اِسلام کے لیے ہمیشہ سے کوششیں کی ہیں، اور اس کے لیے اکابر علمائے دیوبند نے ہر طرح کی اذیتوں، قید و بند کی صعوبتوں اور تکالیف و مشکلات کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اسی طرح پاکستان میں بھی یوں تو روزِ اوّل سے نفاذِ اِسلام کے لیے کوششیں ہوتی رہی ہیں، لیکن جب سے علمائے حق پاکستان کے ایوانِ بالا سینیٹ اور قومی اسمبلی میں تشریف لے گئے تو یہ عمل تیز تر ہو گیا۔

زیرِ نظر کتاب میں اِسی سلسلہ میں مولانا سمیع الحق صاحب کی جدوجہد کی رُوئیداد کی تفصیل ہے، جس میں مولانا موصوف کی ایوانِ بالا میں تقریریں، بیانات اور پریس کانفرنسوں کا ریکارڈ یکجا کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب کا تعارف ٹائٹل پر یوں درج ہے:

''ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوانِ بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظامِ اِسلام کی جنگ؛ آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لحہ بہ لحہ رُوئیداد اور مستقبل کے لائحۂ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہادِ افغانستان اور اہم قومی وملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے!''

کتاب ہر اِعتبار سے لائقِ تعریف ہے، خوب صورت تجلید اور عمدہ ترتیب سے جاذبِ نظر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

مضامین و مقالات اور تبصرۂ کتب کے سلسلہ میں
مولانا سمیع الحق صاحب سے ہونے والی خط و کتابت

(۱)

مخدومی و مکرمی جناب مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ حق تعالیٰ جناب کے والد ماجد (حضرت مولانا عبدالحق صاحب) کو شفائے کاملہ مستمرہ نصیب فرمائیں۔ میں نے دو وجہ سے خط کی اشاعت سے روک دیا تھا۔

اوّل یہ کہ: تحریرِ خاص اور عام کے اُسلوب میں فطری فرق ہوتا ہے، اس لیے میں نے بلا ربط اُفکارِ پریشان عرض کر دیے تھے، جو میرے خیالی اِشاعتی معیار سے فروتر تھے۔

دوم یہ کہ: میری غیرت کو گوارا نہ ہوا کہ ہماری عدمِ تنظیم اعداء اللہ کے لیے خوش کن ثابت ہو، اور وہ یہ نہ سمجھ پائیں کہ علماء ابھی تک ہمارے تعاقب کی تیاریوں اور تدابیر میں مصروف ہیں۔ میں عام تحریر میں کوشش کرتا ہوں کہ علمائے کرام پر کوئی حرف نہ آنے پائے کہ دشمن کا پہلا نشانہ یہی ہے۔

تاہم آپ اگر مناسب سمجھیں تو شائع کر دیں سچ تو یہ ہے کہ مجھے اب اس کے مندرجات تفصیلاً یاد نہیں۔ بہتر ہوگا کہ نام کے بغیر شائع فرمائیں اور اگر یہی ضروری ہے اور اس کے بغیر فائدہ میں کمی محسوس ہوتی ہے تو مجھے یہ رُسوائی بھی گوارا ہے۔ اس پر تبصرہ کے ضمن میں علماء کو خوب جھنجوڑیں۔ اور ''ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ'' کے قیام کے لیے اپنی اور اپنے ادارہ دارالعلوم حقانیہ کی جانب سے ہرممکن تعاون کی پیشکش کریں۔ میں اپنی تحقیق میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے بڑھ کر فتنہ - جو اپنی قوت و وسعت اور دجل کی گہرائی کی وجہ سے عام نگاہوں سے اوجھل ہے - اب تک یہاں نہیں اُٹھا۔ لا مرزا، ولا پرویز۔

آپ نے آخر میں مضامین کی فرمائش سے شرمسار فرمایا، ماشاء اللہ آپ کا مجلّہ خاصا معیاری ہے اور اچھے لکھنے والے اس کے شریک بزم ہیں، اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ زائد از حاجت فرمائش ہے، تاہم اگر اصرار ہو، تو عذر بھی نہیں، آج کل ''ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ان کے تحقیقاتی فلسفہ کے اُصول'' کے عنوان پر لکھ رہا ہوں۔ بنیادی اُصول پر ۱۶ صفحے کا مقالہ تیار ہے، ان شاء اللہ! چند دنوں میں بھیج دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہوگی کہ آپ کاپی لے کر اصل مسودہ مجھے بھیج دیں، تاکہ ''ترجمانِ اسلام'' کو بھیج سکوں۔ بنیادی اُصول میں، میں نے ثابت کر دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک موجودہ اسلام... معاذ اللہ!... جعلی ہے، اس کے بعد ضمنی اُصول پر کلام ہوگا۔ میری دلی تمنا ہے کہ حضرات اہلِ قلم علمائے کرام اس فتنہ پر اس سنجیدگی، وقار اور قوت کے ساتھ حملہ کریں کہ یہ دامِ پر فتن جہنم ہو کر رہ جائے۔ اُمید ہے کہ مزاجِ سامی بعافیت ہوں گے۔

فقط والسلام

محمد یوسف

اِحیاء العلوم، ماموں کانجن، ضلع لائل پور

یکم رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

(۲)

جنابِ مولانا سمیع الحق صاحب دام مجدہم وزید لطفہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حسبِ حکم مضمون حاضرِ خدمت ہے، اس میں ڈاکٹر صاحب کے ''بنیادی اُصولِ اربعہ'' سے بحث ہے، دوسرے حصہ میں ان شاء اللہ! ''ضمنی اُصول'' سے بحث ہوگی، اگر آپ کے مجلّہ کے معیار سے لگاؤ رکھتا ہو، تو شائع فرمادیں۔ ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔

میں نے اس مقالہ میں یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی ''اسلام اسلام'' کی رٹ یوں ہی سی ہے، ورنہ بحیثیتِ دین وہ اسلام کے قائل نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اُصولِ ثانی پر بحث کے دوران صفحہ ۹ پر تشریعِ نبوی کی بحث ذرا تزاکت اختیار کر گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ میری کم فہمی، بےعلمی اور ناقص تعبیر نے ٹھوکر نہ کھائی ہو۔ اس لیے میں نے اس حصہ کو سرخ قوسین کے درمیان کر دیا ہے، آپ خود یا جناب کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا عبدالحق مدظلہ سے ملاحظہ سے غور فرمالیں کہ یہ حصہ ناقابلِ اشاعت ہو تو حذف کردیں۔ میں کمزور طبع واقع ہوا ہوں، مجھے نفع کی توقع سے پہلے نقصان کا اندیشہ دامن گیر ہو جاتا ہے۔ بہر حال آپ تنقید و تصرف کے پوری طرح مجاز ہیں۔ اُمید ہے کہ نقل کے بعد مقالہ مجھے واپس کر دیا جائے گا۔ تاکہ ''ترجمانِ اسلام'' کو دیا جاسکے، دُعاؤں کا محتاج ہوں۔

فقط والسلام

محمد یوسف

۵ رجمادی الاوّل ۱۳۸۶ھ

(۳)

مکرم و محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نیکسی نظریہ پر آپ کا تردیدی مضمون ''ترجمانِ اسلام'' میں پڑھا، بہت مسرت ہوئی، حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں۔ محترم! ڈاکٹر موصوف جن الحادی نظریات کو استشراقی اسلحہ کے زور سے اسلام کے سر منڈھ رہے ہیں، اور حکومت ان کی جس طرح پذیرائی کر رہی ہے، وہ وقت کا سب سے بڑا مسئلہ اور علمائے کرام کی توجہ کا سب سے زیادہ محتاج ہے۔ ''فکر ونظر'' کے تمام فائل آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ ظالم نے جاہلیت جدیدہ کی ایک ایک چیز کو اسلام کا نام دے ڈالا ہے۔ عائلی قوانین اور منصوبہ بندی نافذ کیے جا چکے ہیں، اور شدید خطرہ ہے کہ ''تحقیقاتِ اسلامیہ'' کی تمام تحریفات قانونی شکل اختیار کر کے ہم پر مسلط ہو جائیں گی۔ ادھر ہمارے جمود یا سکوت کا یہ عالم ہے کہ ان تحریفات کے خلاف ملک گیر چہ معنی، انفرادی آواز بھی بہت کم ہی اٹھائی گئی۔ شرح زکوٰۃ ہی کو لے لیجیے! کتنے علماء کے قلم سے اس کی تردید نکلی ہے؟ میں آپ سے، آپ کے مؤقر مجلّہ ''الحق'' سے، اور آپ کے مدرسہ سے اپیل کروں گا کہ اس شدید تقاضے کے لیے علماء کو بیدار کریں، خط وکتابت، ملاقات اور دیگر تمام ممکن وسائل سے اس فتنہ کے انسداد کے لیے سعی کی جائے۔ جس طرح پرویز کے خلاف متفقہ فتویٰ شائع ہوا، اسی طرح ''فضلی فتنہ'' کے خلاف جب تک اجتماعی مساعی بروئے کار نہ لائی جائے گی، اس وقت تک اس کا انسداد ممکن نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں چند تجاویز معروض ہیں:-

۱:...اولاً ملک کے تمام مذہبی اور دینی رسائل، اخبار اور جرائد کو اس کے خلاف مسلسل تردید، لیکن غیر جذباتی رنگ میں دلائل کی روشنی میں لکھنے پر آمادہ کیا جائے، تاکہ رائے عامہ اس فتنہ کے مہیب عواقب کو سامنے لاسکے۔

۲:...جن موضوعات کو تحریفات کا نشانہ بنایا جا چکا ہے، یا آئندہ بنایا جائے گا، متعدد اہل علم، اور اہل قلم حضرات کے ذمے ایک ایک دو دو عنوان لگائے جائیں، کہ وہ تفصیلاً ان تحریفات کی عقلی اور نقلی دلائل سے نقاب کشائی کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف کے ادارہ نے باقاعدہ ایک گروہ تیار کر رکھا ہے جن سے مختلف موضوعات پر مقالات لکھائے جاتے ہیں، ہمیں بھی یہی کرنا ہوگا، ورنہ ہر مضمون کا جواب ایک ہی آدمی کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

۳:...علمائے کرام کی ایک جماعت مسائل جدیدہ کے صحیح حل پر غور کرنے کے لیے متقرر کی جائے۔ یہی معاشرہ کے مسائل ہیں جن کی آڑ میں تحریفات کا شغل اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی اس کمزوری کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اب تک معاشرتی مشکلات کا حل از روئے اسلام ہم پیش نہیں کر سکے ہیں۔ اگر ہم اس میدان کو خالی چھوڑ دیں گے تو نااہل لوگوں کو موقع مل جانا قدرتی چیز ہے۔ علمائے کرام کی طرف سے ''عوامی ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ'' کا قائم ہونا، وقت کی اہم پکار ہے۔

۴:...جیسا کہ اُوپر اشارہ کر چکا ہوں، حکومت کی زیرِ نگرانی یہ تمام تحریفیں ہو رہی ہیں، اس لیے ہمارے اکابر پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ حکومت کا ذہن صاف کرنے کے لیے ہر قسم کی تدابیرِ ممکنہ کا اقدام کریں، وفود کی شکل میں ملاقاتیں کریں، خط وکتابت کے ذریعہ ان کے شکوک وشبہات کا ازالہ کریں۔

۵:...عربی مدارس کی تعداد میں روز بروز جس قدر اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اسی قدر ہمارے طلبہ اصل اسلامی رُوح سے دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ نئی پود میں تعلیم وتحریر، تبلیغ و افتاء اور درس وتدریس کی صلاحیت ختم ہوتی جا رہی ہے، اور فتنے روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، ہمیں اس نئی جماعت میں سے افراد کا انتخاب کر کے ان میں یہ صلاحیتیں بیدار کرنی پڑیں گی، ورنہ مستقبل قریب میں ''قضیة ولیس لها ابا حسن'' پر صبر کر کے بیٹھ جانا پڑے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تجاویز پیش کر دینا آسان، لیکن عملی جامہ پہنانا مشکل ہوتا ہے۔ تاہم یہ ضرور عرض کروں گا کہ ہمیں یا تو اسلام کے بقا کی تدابیر پر محنت کرنی پڑے گی، خواہ اس کے لیے وقت، مال اور جان جیسی قربانی بھی دینی پڑے، ورنہ ہمیں اسلام کی اس حالت زار پر صبر کرنا پڑے گا۔ ہماری بدقسمتی اور نالائقی کی انتہا ہوگی، اگر ہم اسلاف کے چودہ سو سالہ محفوظ ورثہ کی حفاظت نہ کر سکیں۔

آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

فقط والسلام
محمد یوسف
احیاء العلوم، ماموں کانجن
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

(۴)

مخدوم ومکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موصول ہوا تھا، مگر سالانہ جلسہ کی مصروفیات کی وجہ سے جواب جلد نہ دے سکا، ادارہ تحقیقات کے اہم نظریات پر مشتمل ایک طویل مقالہ حاضرِ خدمت ہے، آپ اسے حسبِ گنجائش قسط وار شائع فرما دیں۔

لیکن احتیاط رکھی جائے کہ ہر قسط میں ایک عنوان پورا ہو جائے۔ مثلاً: پہلی قسط صفحہ۵ کے اختتام تک (حدیثِ نبوی کے عنوان تک)، دُوسری قسط صفحہ۱۱ کے وسط تک (اُمتِ مسلمہ اور اجماعِ اُمت تک)، تیسری قسط صفحہ۱۶ کے رُبع اوّل تک (عقائدِ اسلامیہ کے عنوان تک)، چوتھی قسط صفحہ۲۲ یعنی آخر تک جگہ میں گنجائش کے پیشِ نظر کمی بیشی کرلی جائے۔ لیکن کسی بحث کے خاتمہ پر قسط کو ختم ہونا چاہیے۔

آپ کو ایک زحمت یہ بھی دُوں گا کہ آپ کامل تیقظ کے ساتھ خود مطالعہ فرماکر اغلاط کی تصحیح فرمالیا کریں، کیونکہ میری تحریر میں اغلاط رہ جاتی ہیں۔ ساتھ کے ساتھ کاغذ کے دوطرفہ لکھنے کی "بدعت" پر معذرت کرتا ہوں۔ آئندہ اِن شاء اللہ اس غلطی کا اعادہ نہ ہوگا۔ یہ مقالہ صرف آپ ہی کو بھیج رہا ہوں۔ جناب کے والد ماجد حضرت اقدس مولانا عبدالحق دامت فیوضہم وبرکاتہم کی خدمت میں سلام نیاز اور درخواستِ دُعا عرض کرتا ہوں۔

آنانکہ بنظر خاک را کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

"ترجمانِ اسلام" کو زکوٰۃ کے موضوع پر ایک مقالہ بھیجا ہے، اس میں ایک بحث زکوٰۃ اور ٹیکس کے باہمی فروق کی آگئی ہے، دِل چاہتا ہے کہ "ترجمان" کے حوالے سے آپ وہ بحث ضرور لے لیں۔

نوٹ:...اور اگر ایسا ہو سکے کہ اس مقالہ کی کاپی کے صفحات الگ رکھتے جایا کریں تو "الحق" کی طرف سے ایک پمفلٹ کی شکل بن جائے گی۔

فقط والسلام
محمد یوسف عفا اللہ عنہ
احیاء العلوم، ماموں کانجن
یکم رجب ۱۳۸۶ھ

مولانا سمیع الحق صاحب کا جواب

مخدومی الفاضل المکرم ذوالمجد والسعادۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

گرامی نامہ مع مسلکہ مضمون باعثِ صد تشکر و ابتہاج بنا۔ فتنۂ فعلیہ کے تعاقب میں الحمدللہ! آپ موفق من اللہ ہیں، والحمد للہ علی ذالک۔ اللّٰہم زد فزد!

آپ کا تازہ مضمون بھی ماشاء اللہ! اپنے موضوع پر ہر لحاظ سے کامل ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! کوشش رہے گی کہ جلد از جلد شائع ہو، دو الگ اقساط میں۔ حسب مشورہ اس کی کاپیاں زیادہ چھپوا کر اسے پمفلٹ کی شکل دے دی جائے گی۔ پرنسٹن یونیورسٹی والا مضمون ماہِ رواں کے شمارہ میں شامل ہے، نومبر کے پہلے ہفتہ میں شائع ہو سکے گا ان شاء اللہ! مضمون لکھنے میں کاغذ کے ایک صفحہ وغیرہ کے تکلفات برتنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کو جس طرح سہولت ہو اُس طرح لکھ دیا کریں۔ تحقیقاتی فلسفے والا مضمون اہل علم اور سنجیدہ لوگوں میں بے حد سراہا جا رہا ہے۔ بے شک "ان اللّٰہ یغرس لھذا الدین غرساً" حضرت والد ماجد مدظلہٗ آپ کے ان عنایات کے بے حد ممنون ہیں اور تسلیمات مسنونہ اور دعوات پیش فرما رہے ہیں۔ "ترجمانِ اسلام" اور "چٹان" میں آپ کے افادات نظر سے گزر رہے ہیں، ٹیکس نظریہ کی بھی آپ نے خوب خبر لی ہے۔ جزاکم اللّٰہ احسن الجزاء! اگر گنجائش نکلی تو "ترجمان" کا مضمون "الحق" میں نقل کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ! پروف کا مطالعہ خود کروں گا، کثرتِ اشغال و موانع کی وجہ سے ضروری کام رہ جاتے ہیں، مضمون چھپنے کے بعد پڑھا تو معلوم ہوا کہ کاتب نے "تشریع" کی بجائے "تشریح" اور کئی جگہ بالعکس لکھنے کی غلطی کی ہے، اور پروف ریڈنگ والے کو بھی اس پر تنبیہ نہ ہو سکی، اُمید ہے درگزر فرما دیں گے۔

والسلام
سمیع الحق

(۵)

مخدومی و محترمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارمہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا۔ آپ نے "اخوان اور ناصر" کیس میں میرے نقطۂ نظر کی تائید فرمائی۔ فجزاکم اللّٰہ خیراً! بورے والہ سے ایک بزرگ نے مجھے لکھا تھا کہ مسئلہ اخوان میں "الفرقان لکھنؤ" اور "ترجمانِ اسلام لاہور" میں متضاد قسم کے تبصرے آ رہے ہیں۔ دونوں اپنے اکابر ہیں۔ اس سلسلہ میں صحیح موقف کیا ہے؟ میں نے ان کو لکھا تھا کہ:

"میری رائے ان دونوں کے بین بین واقع ہوئی ہے۔ اخوان کے جو نظریات سامنے آ رہے ہیں، ان کے پیش نظر ان کے مسلک کو مبنی برصواب قرار دینا ذرا مشکل ہے، لیکن ان کے خلاف ناصر کے خونی ڈرامہ کو بھی کسی طرح صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ بالکل ایسا سمجھئے کہ مولانا مودودی اور ان کی جماعت کا مسلک مجموعی طور پر ناقابلِ قبول ہے، (افراد کا علم اللہ کے نزدیک ہے)، لیکن برسراقتدار پارٹی (ایوب و حزبہٗ) کا ان سے اختلاف اس وجہ سے نہیں کہ وہ دینی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں، بلکہ صرف اس لیے ہے کہ وہ ان کو اپنا سیاسی حریف تصور کرتی ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ آج کی مہذب دُنیا میں اپنے سیاسی حریف کو پچھاڑنے کے لیے ہر حربہ کو دُرست اور ہر کارروائی کو واجب اور کارِ ثواب تصور کیا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہی کچھ اخوان کے سر پر گزری۔ والعلم عند اللّٰہ!"

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے اکابر (.....) کا بے حد معتقد ہونے کے باوجود، ان کی جانب سے ناصر کی بے جا حمایت کی توجیہ نہیں کر سکا، نہ اس موقف کی حمایت کے لیے اپنے ذہن کو تیار کر سکا ہوں۔ واللّٰہ ولی التوفیق! اس اجمال سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ میری ذاتی لیکن بے حد ناقص رائے آپ سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ سابقہ عریضہ میں میں نے جو کچھ لکھا تھا، اس کا مقصد "قدم الخروج قبل الولوج" کی طرف اشارہ کرنا تھا، یعنی کسی وقت اخوان کے مسلک اور نظریات پر قلم اُٹھانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لیے ابھی سے گنجائش رکھ لی جائے۔ (مثلاً: آغاز سخن میں اتنی تصریح کر دی جائے کہ: اخوان کا مسلک اور ان کے دینی نظریات اپنی جگہ کیسے بھی ہوں۔ لیکن ناصر کی جانب سے ان کو جور و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور جبر و استبداد کی چکی میں جس طرح پیسا گیا، ہم کسی طرح بھی اسے قابلِ جواز قرار نہیں دے سکتے)۔ "ترجمان" میں زکوٰۃ اور ٹیکس کے مقابلہ پر جو کچھ لکھا، یہ بغیر کسی کتاب کی مراجعت کے بعجلت تمام قلم برداشتہ لکھ دیا گیا، جی چاہتا ہے کہ آپ یا کوئی دُوسرے صاحب بصیرت اس موضوع پر مفصل لکھ دیں تا کہ اللہ کی حجت قائم ہو جائے۔ اس کے بعد لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حی عن بینۃ!

نوٹ:...آپ کے "تحقیقاتی فلسفہ" والے مضمون اور دیگر شائع شدہ مضامین نے مجھے اقتدار کی نظر میں مشکوک اور معتوب کر دیا ہے۔ اس علاقہ کے متعلقہ محکمہ سی آئی ڈی کو حکومت کا گشتی فرمان موصول ہوا ہے کہ وہ میرے احوال وکوائف سے حکومت عالیہ کو آگاہ کرے۔ چنانچہ کوئی بیس پچیس دن ہوئے ہیں کہ وہ متعلقہ اُمور قلم بند کر کے لے گئے ہیں، کاغذات چلے گئے ہوں گے، ماہنامہ "بینات" کراچی کا شائع کردہ ضمیمہ بھی فائل کے ساتھ منسلک کر لیا گیا تھا۔ اب دیکھیے کہ کیا ہوتا ہے! اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم. اللّٰھم علیک بھم!

جن مضامین کو آپ شائع کرنے والے ہیں۔ (پرنسٹن، اور ادارہ کا اسلام) ان کو پڑھ کر خدا جانے کیا حال ہوتا ہے؟ "سنگ ہا رابستہ، سگ ہا را کشادہ" زعائے حفاظت کا خواستگار ہوں۔ ۱۰ر شعبان کو یہاں تعطیلات ہو جائیں گی، اس موقع پر گھر رہوں گا، یا کراچی، (کیونکہ حضرت بنوری مدظلہم کی طرف سے یاد فرمایا گیا ہے) جہاں بھی ہوا اطلاع دوں گا۔ ان شاء اللہ!

والسلام

محمد یوسف

۲۳ر رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

(۶)

مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں اوائل شعبان میں ماموں کانجن سے کراچی چلا گیا تھا، رمضان المبارک سے دو تین دن پہلے وہاں سے گھر آ گیا ہوں، آپ کا گرامی نامہ ماموں کانجن سے ہوتے ہوئے کراچی جا پہنچا تھا، آپ فکرمند کیوں ہوتے ہیں؟ ابھی تک جو مضمون آپ شائع کر رہے ہیں، وہی غالباً دو تین قسطوں میں آئے گا۔ لیجیے! چار مقالے مزید حاضرِ خدمت ہیں، یہ "بینات" کی فرمائش پر لکھے گئے تھے، مگر وہاں جا کے میں نے مقالے آپ کے لیے مانگ لیے ہیں۔ غالباً پانچ چھ ماہ کا مواد آپ کے پاس جمع ہو جائے گا۔ یہ چاروں مقالے عمر احمد عثانی کی عبارتوں کے اقتباسات ہیں، ان میں طرز یہ اختیار کیا ہے کہ متن میں اس کے اقتباس رکھے جائیں۔ اور حاشیہ میں تنقید کی جائے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ آپ کو اس روایت سے ہوگا جو مجھ سے اس شخص نے بیان کی ہے جو واقعہ کا عینی شاہد ہے: روایت یہ ہے کہ عمر احمد عثانی (صاحب زادہ حضرت مولانا ظفر احمد عثانی مدظلہم) کسی شادی کی تقریب میں آئے ہوئے تھے، خاص موڈ میں فرمانے لگے: "میں نے چار مسئلوں پر مقالے لکھے ہیں لیکن آج تک کسی "رسالے" نے جواب نہیں دیا.....الخ"

آپ ان کو جتنی جلد شائع کر سکیں کر دیں۔ ان کے نمبرات درج ہیں، اسی ترتیب سے شائع کریں۔ تمہیدی نوٹ صرف پہلے پر لکھا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہر ایک پر الگ الگ نوٹ لکھ دیا جائے۔ آپ اتنا ضرور کریں کہ ایک مقالہ ایک اشاعت میں بہرحال آ جائے، ورنہ افادیت ختم ہو جائے گی۔ اشاعت کے بعد عمر احمد صاحب کو ضرور بھیجے جائیں۔ تازہ پرچے کی اگر یہاں گھر کے پتے پر ایک آدھ کاپی بھیج دیں تو نوازش ہوگی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں السلام علیکم۔

فقط والسلام

محمد یوسف

۲ر رمضان مبارک ۱۳۸۶ھ

(۷)

مخدومی ومکرمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ ملا تھا، عزت افزائی پر ممنون ہوں، "تلک عاجل بشری المؤمن!" پر آپ کے ارشادات کو محمول کرتے ہوئے حق تعالیٰ سے اجر کا اُمیدوار ہوں، اگر چہ ہماری نیت کا نساد اپنی جگہ حبطِ اعمال کے لیے یہی کافی ہوسکتا ہے۔ حق تعالیٰ مجھے اور آپ کو اِخلاص نصیب فرمائیں۔

یہ مضمون (بلکہ سلسلۂ مضامین) "بینات" کی فرمائش وہدایت پر لکھا گیا تھا، اور اس لیے نہ تو میں ترتیب حسبِ خاطر قائم رکھ سکا، نہ اس کا کوئی نام تجویز کر سکا تھا، یہ کام حضرت مولانا محمد اِدریس صاحب کے حوالے تھا، لیکن مولانا نے فرمایا کہ "بینات" میں ان کی اشاعت کو تاخیر ہوجائے گی۔ اس لیے مناسب ہے کہ "الحق" میں ان کو شائع کر دیا جائے۔ ("بینات" میں ضمنی اُصول کے بعد ہی اس کا نمبر آسکتا) لطیفہ یہ ہے کہ "ماڈرن اسلام" والا مضمون بھی "بینات" نے لکھوایا، مگر آپ کو چھاپنے کا موقع قدرت نے مہیا کر دیا۔ میں نے کراچی میں جا کر دیکھا حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب آپ کے پرچہ کو بھی بہت اہمیت دیتے ہیں۔

بہر حال مناسب یہ ہے کہ اس کا نام "عمر احمد عثمانی کی تحریفات کا اِجمالی جائزہ" رکھ لیا جائے۔ یہ نام چاروں قسطوں میں آتا رہے گا، اس صورت میں پہلی قسط کے پہلے صفحہ پر "عمر احمد عثمانی" (تمہیدی نوٹ کے بعد) کا لفظ کاٹ دیا جائے "ماڈرن اسلام" والا مقالہ اگر فارغ ہو گیا ہو تو واپس بھیج دیجیے۔ اور اگر کچھ بقیہ ہو تو کسی طالب علم سے اس کی نقل کرا کر دو چار دن میں اسے فارغ کرلیں۔

حضرت مولانا عبدالحق دام فیضہم کی خدمت عالیہ میں السلام علیکم اور اِلتجائے دُعا۔ والسلام

محمد یوسف

۱۴ رمضان ۱۳۸۶ھ

(۸)

محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میں اس سال باقاعدہ طور پر کراچی جا رہا ہوں، مراسلت "مدرسہ عربیہ اِسلامیہ نیوٹاؤن، کراچی نمبر ۵" ہی کے پتے پر ہونی چاہیے۔ "ماڈرن اسلام" کی اِشاعت مکمل ہو جانے کے بعد ہی غالباً دُوسرا سلسلہ شروع فرمائیں گے۔ "ماڈرن اسلام" کی تکمیل کے بعد کاپی مجھے بھی بھیج دیجیے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدماتِ عالیہ میں سلام و درخواستِ دُعا۔

کیا میری غیر حاضری میں پرچہ ماموں کانجن جاتا رہا ہے؟ والسلام

محمد یوسف

چک نمبر 335/WB، براستہ قطب پور، ضلع ملتان

۸ رشوال ۱۳۸۶ھ

(۹)

مکرم ومحترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

گرامی نامہ موصول ہوا، میری حاضری پر اظہارِ مسرت پر ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ جناب مولانا سید عبداللہ صاحب کاکاخیل کے ساتھ جناب کے سلام وپیام کا تبادلہ ہوا۔ ان شاء اللہ! حتی الامکان "الحق" کا خادم رہوں گا۔

اِن شاء اللہ "بینات" میں "الحق" پر تبصرہ اپنی ناقص استعداد کے باوجود میں خود لکھوں گا۔ البتہ اس کے لیے ایک دو ماہ کا انتظار کرنا ہوگا، کیونکہ تبصرہ کی کتابوں کا خاصا قرض ہمارے ذمے ہے۔ پہلے اسے چکا دیا جائے۔ گنجائش ہوئی تو کہیں درمیان میں فرصت نکال لی جائے گی۔ اُمید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت عالیہ میں سلام نیاز اور دُعائے مستجاب کی درخواست۔

فقط والسلام

نیازکیش

محمد یوسف

۲۲رشوال ۱۳۸۶ھ

(۱۰)

مخدومی ومکرمی مولانا سمیع الحق زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

مصر سے حال ہی میں ایک کتاب "دیوان الامام الشافعی" کے نام سے چھپ کر آئی ہے۔ جس میں مختلف مآخذ سے اِمام شافعیؒ کے اشعارِ حکمت کو جمع کیا گیا ہے اور ساتھ ہی مختصر تشریح بھی دی گئی ہے۔ میری خواہش تھی کہ اس خزینۂ حکمت کا اُردو ترجمہ ہو جائے۔ میرے ایما پر رفیقِ محترم جناب مولانا محمد اسلم صاحب نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔ پہلی قسط آنجناب کی خدمت میں ہدیہ ہے: ملاحظہ فرما کر قابلِ اِشاعت نظر آئے تو شاملِ اِشاعت فرمالیجیے۔ لفظی اِصلاح بھی فرمالی جائے۔ بقیہ بھی اِن شاء اللہ! حاضر ہوتا رہے گا۔ دُعاؤں کا محتاج ہوں۔

فقط والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۵رذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

(۱۱)

مکرمی ومحترمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موصول ہوا تھا۔ مرسلہ مضمون میں مصنف اپنا مافی الضمیر پوری طرح واضح نہیں کر سکا، بار بار خلطِ بحث سا ہو جاتا ہے۔ ترجمہ کی زبان بھی کمزور ہے۔ میرے خیال میں اس کی اِشاعت چنداں مفید نہیں۔ "امام شافعی اور شعر" پر نظر کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں اصل کتاب نذر ہے، ملاکر دیکھ لیں۔ میں اسی اتوار (ذیقعدہ کی آخری تاریخ) کو گھر جا رہا ہوں۔ تقریباً ۱۵رذی الحجہ تک واپسی ہوگی۔

"بینات" مل گیا ہوگا، اور "الحق" پر تبصرہ پڑھ کر آپ نے یہ شعر ایک بار ضرور گنگنایا ہوگا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا!

فقط والسلام

محتاجِ دُعا

ناکارہ محمد یوسف

۲۶رذیقعدہ ۱۳۸۶ھ

احتیاطاً گھر کا پتا مرقوم ہے:... محمد یوسف چک 335/w-b، براستہ قطب پور، ضلع ملتان

(۱۲)

حبیب مکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زادہ اللہ صلاحاً و ایماناً!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محبت نامہ ملا۔ میں کس طرح آپ سے متعلق جذباتِ محبت کا اظہار کروں، حق تعالیٰ آنجناب کے علم وعمل، خیر وصلاح، فہم وبصیرت اور عقل، ایمان میں بیش از بیش اضافہ فرمائیں۔

میں نے ''الحق'' سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا تھا، وہ حسنِ ظن نہیں، بلکہ وجدان وضمیر کی آواز تھی، اور جو تنقیدی الفاظ استعمال کیے وہ دوستانہ چھیڑ چھاڑ، آدابِ صحافت کی اجازت ہوتی تو آپ کی محبت میں نہ جانے کیا کچھ لکھ ڈالتا!

آپ نے آئندہ ارادے کی خوش خبری کیا دی، کہنا چاہیے کہ میرے منہ سے بات چھین لی، فجزاکم اللہ احسن الجزاء وابلد کم بخاصة الطافه! ''الفرقان'' لکھنؤ کے کسی نمبر میں حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ چھپا تھا، (مولانا گیلانی نے ''الفرقان'' مجدد الف ثانی نمبر میں اکبری دور اور اس کے خود ساختہ دینِ الٰہی کے بارہ میں بڑی تفصیل سے لکھا تھا، ہمارے دور میں صدر ایوب خان بھی اس راستہ پر چل پڑے ہیں) اسے سامنے رکھیے، وہ ان شاء اللہ! بہترین راہبر ثابت ہوگا۔ عنوانات میں ہمارے ماحول کو سامنے رکھیے، ایسا نظر آئے کہ آپ اکبری دور کی نہیں بلکہ ایوبی دربار کی تصویر کشی کررہے ہیں، مگر نام بالکل نہ آئے۔ ہو سکے تو اس مضمون کی دو قسطیں کردیجیے، دُوسرے حصے میں مجدد صاحب کی تنقید یں اور اصلاحِ احوال کی کوششیں ذکر کیجیے۔

میں جسماً و رُوحاً مریض ہوں، ان دِنوں بعض عوارض کی وجہ سے بیٹھنا بھی دُشوار ہے، کسی موضوع پر لکھنے کی ضرورت محسوس ہوا کرے تو ہمیں بھی متوجہ فرماتے رہیں۔ میں صحت وفرصت کا متلاشی ہوں، چاہتا ہوں کہ ''آج اسلامی نظام کیسے بروئے کار لایا جائے'' کے موضوع پر لکھا جائے۔ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ دُعائے صحت فرمائیں، ان شاء اللہ! زُلفِ دراز کا یہ سلسلہ اَز کراچی تا پشاور قائم رہے گا۔ واللہ الموفق! آپ نے سن لیا ہوگا کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دارالعلوم کراچی بھی ''البلاغ'' کے نام سے پرچہ نکال رہے ہیں۔ محرم کا پرچہ آپ کو ملے گا، الحمدللہ! مجھے بڑی راحت ہوئی ہے۔

فقط والسلام

محمد یوسف

۸ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

(۱۳)

حبیبی واخی مولانا سمیع الحق صاحب، وفقه اللہ وایای لما یرضاہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کراچی آئے ہوئے کئی دن ہوگئے، مجھے افسوس ہے کہ بیماری کا کہہ کر میں یہ لکھنا بھول گیا کہ اب بحمداللہ صحت سے ہوں۔ ''الحق'' کا پرچہ پرسوں نورافزائے دیدہ ودل ہوا تھا، میں آنجناب کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر کیا ہی چاہتا تھا کہ گرامی نامہ سے مشرف ہوا، حق تعالیٰ جزائے خیر دیں، آپ نے کافی وشافی لکھا، لیکن میرے معروضہ کو مجھ ہی پر لوٹانے کا داؤ آپ نے خوب سیکھا، میرا خیال ہے کہ ''مجددانہ اصلاحات'' پر بھی آپ ہی لکھیں، مجھے آپ کا طرزِ تحریر بہت پسند ہے، اور اگر آپ کا اِصرار ہو تو ان شاء اللہ! کوشش کروں گا۔ مگر کیا ضرور ہے کہ آئندہ پرچے ہی میں آئے، اِدارت کی مصروفیات سے آپ باخبر ہی ہیں، اور میں تو یہاں دو سبق بھی پڑھاتا ہوں، دُعا کیجیے میں آپ کی حسبِ فرمائش لکھ سکوں۔ الحمدللہ! میں صحت سے ہوں اور آں محترم کی غائبانہ دُعا کا شکرگزار۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدماتِ عالیہ میں سلام ودرخواستِ دُعا۔

فقط والسلام

محمد یوسف

یکم محرم ۱۳۸۷ھ

(۱۴)

مخدومی و مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں ۱۵ دن کے لیے غیر حاضر تھا، گرامی نامہ ملا آپ کا اصرار بسر وچشم، لیکن میری ناتوانی کے ساتھ میری گراں باری پیش نظر ہو تو بعید نہیں کہ آپ کو ترس آنے لگے۔ یوں بھی جہاں آپ ایسے اہل قلم ہوں، وہاں میری ژولیدہ بیانی بالکل متدرک سی چیز ہے۔ ماشاء اللہ آں محترم کی ادارتی نگارشات نے بڑے بڑے اکابر سے لوہا منوالیا ہے، حق تعالیٰ اخلاص، استقامت اور بصیرت میں ترقی دے۔

بڑے لوگوں کو پڑھ کر خیال ہوتا ہے کہ میں تو لکھتا نہیں بلکہ کاغذ اور قلم کو منہ چڑاتا ہوں۔ اذا وسد الأمر الیٰ غیر اھلہ۔۔۔الخ۔

دُعا کا خواستگار ہوں۔ ان شاء اللہ! "اہل الحق" کے جوتوں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوتی ہی رہے گی۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیا جاسکے تو ممنون ہوں گا۔ فقط والسلام

محمد یوسف

۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

(۱۵)

مکرمی و مخدومی مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی! کل (بروز سوموار) یہاں سال کی اقامت کے بعد واپس گھر جارہا ہوں۔ آئندہ سال کے لیے ابھی کچھ طے نہیں کرسکا۔ حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ اپنے فضل واحسان سے اسی امر کے اسباب مہیا فرمادیں، جس میں اس کے نزدیک خیر ہو۔ میں اپنی کوتاہی کی وجہ سے "الحق" سے رابطہ قائم نہیں رکھ سکا، جس کی آپ کو بجا طور پر شکایت اور مجھے ندامت ہے، تاہم معذرت کرلینا اور اسے قبول کرلینا دونوں باتوں میں چنداں مضائقہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ آئندہ خط وکتابت گھر کے پتے پر کی جائے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام عرض کردیجیے، ان کی زیارت سے بلا تعارف مشرف ہوچکا ہوں۔ والسلام

محمد یوسف، کراچی

۱۶ر شعبان ۱۳۸۷ھ

(۱۶)

مخدومی و مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ رمضان مبارک کے مشاغل "پس حدیث این وآں یک گوشہ کن" کے مصداق ہوا کرتے ہیں۔ اس پر اضافہ یہ ہوا کہ یہاں آتے ہی میاں جی کا کام سپرد ہوا۔ یعنی چند بچوں کو قرآن پڑھانا۔ تاہم کوشش کروں گا کہ دو تین صفحوں کا مختصر مضمون بھیج کر "الحق" سے سرخرو ہوجاؤں۔ اور آئندہ معذرت ہی بہتر رہے۔

(مجھے جناب امین احسن اصلاحی صاحب کا یہ فقرہ بڑا پسند آیا کہ آدمی اپنے کو معذور قرار دینے میں بڑا فیاض ہے)۔ میرا خیال ہے کوئی وعظ کی قسم کا مضمون ٹھیک رہے گا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام مسنون اور درخواستِ دُعا۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۷ر رمضان ۱۳۸۷ھ

(۱۷)

مکرم و محترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ سے مشرف ہوا۔ رُوَیت ہلال کا قصہ یہ ہے کہ میں نے ایک مضمون ''اسلام اور کفر کا فیصلہ، اسلام کی عدالت میں'' لکھا تھا، جس میں اُصولِ تکفیر کی وضاحت تھی، نام لیے بغیر رُخ انہی مرتدین کی طرف تھا جنہیں اقتدار کی لاٹھی سے ''پکے مسلمان'' ثابت کیا جاتا ہے، وجہ بتلائے بغیر اسے روک دیا گیا، چار کاپی کا یہ مضمون ابھی نصف لکھا ہے، اور نصف ہنوز فی بطن الشاعر کا مصداق۔

میرے پاس جناب جعفر شاہ پھلواری صاحب کا کتابچہ تبصرہ کے لیے آیا ہوا تھا، میں نے اس پر تبصرہ کیا یہ مضمون ''اسلام اور کفر'' کے کٹ جانے کے بعد اس کی جگہ رکھا، لیکن اسے یہ کہہ کر رَد کر دیا گیا کہ اس میں حکومت پر تنقید ہے۔

بعد میں ہمیں احباب نے کہا بھی کہ اس میں خلافِ قانون کوئی چیز نہیں، تم اس پر احتجاج کر سکتے ہو۔ مگر کراچی میں یہاں تک سختی ہے کہ پریس نے پرچہ چھاپنے سے عذر کر دیا۔ اس لیے پلیٹ سے چپ بے اٹھ گئے۔ اب آپ غور فرمالیں کہ آپ کے یہاں کے حالات کیا ہیں!

آپ کے گرامی نامہ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اصل میں میں شرم ساری کی وجہ سے یہ بھی نہیں لکھ سکا کہ ''الحق'' جامعہ رشیدیہ کے پتے پر بھیجا جائے۔ وہ بدستور گھر آتا ہے اور میں کراچی جا کر زیارت کرتا ہوں۔

میں ہر ماہ دس دن کے لیے کراچی جاتا ہوں اور ۲۰ دن یہاں قیام رہتا ہے، حضرت مولانا کا اصرار تھا اور ہے کہ میں اہل وعیال کراچی لے جاؤں، لیکن میرے لیے یہ ممکن نہیں ہو سکا، اس لیے ''بین ذالک'' کا راستہ اختیار کیا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام و درخواستِ توجہات۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

جامعہ رشیدیہ ساہیوال

۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

(۱۸)

مخدومی و مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عتاب نامہ، ہمرشتہ، کتاب موصول ہوا، مہتممین، (بصیغۂ تثنیہ یا جمع) سے مراجعت کی آپ کو ضرورت کیوں ہو، آپ کا رفیق بھی آخر اسی ''بینات'' میں ہے، بہر حال آپ کو شکایت ہے اور ہونی چاہیے مگر اس کا لہجہ ذرا تیز ہے۔ شاید گرمیٔ موسم، گرمیٔ قلب کے علاوہ گرمیٔ رمضان بھی اس کا باعث ہوا ہے۔ ''دعواتِ حق'' پر تبصرہ لکھ کر کاتب کے حوالہ کر دیا، غالباً اس سے بحرِ اوراق میں ڈوب گیا، اور میں نے کتاب طاقِ نسیاں میں رکھ دی ع

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا!

''دعواتِ حق'' پر رمضان میں تبصرہ آرہا ہے اور آپ کی نئی کتاب پر ان شاء اللہ ذیقعدہ میں۔ رمضان مبارک میں حضرت مولانا کی خدمت میں دُعا طلبی کے لیے عریضہ لکھنا چاہتا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، اب آنجناب ہی کی وساطت سے سلام پیش کرتا ہوں اور درخواستِ دُعا۔

والسلام

محمد یوسف، ملتان

۴ر رمضان ۱۳۹۶ھ

(۱۹)

مکرم و محترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت افضالہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات پر تمام خدام زخم خوردہ و دل شکستہ ہیں۔ حضرتؒ کے مخلصین کا اصرار ہے کہ ان کی شخصیت پر ماہنامہ ''بینات'' ایک خاص نمبر شائع کرے۔ اس سلسلہ میں آنجناب کا قلمی تعاون ہمارے لیے تعزیت و تسلی کا موجب ہوگا۔ یہ خاص نمبر ایک اعلیٰ علمی و تاریخی دستاویز ہوگی۔ کیا آنجناب سے یہ توقع رکھوں کہ اس خاص نمبر کے لیے آپ ایک معیاری مقالہ مرتب فرمائیں گے؟

نوٹ:... یہ مقالہ ہمیں ایک مہینے کے اندر اندر مطلوب ہے۔ اُمید ہے مزاج سامی بعافیت ہوں گے۔ والسلام

محمد یوسف لدھیانوی

۶ رذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(۲۰)

مخدوم و معظم مولانا سمیع الحق دامت فیوضہم و برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے سانحۂ ارتحال کی خبر ریڈیو سے پہنچ چکی ہوگی۔ حضرتؒ ۲۸ رشوال کو صبح ۷ بجے کی پرواز سے ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کے اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ جمعرات، جمعہ کو کونسل کے اجلاس میں ۸-۸ گھنٹے معروف رہے، یکم ذیقعدہ (ہفتہ) کو صبح ۷ بجے دل کی تکلیف شروع ہوئی، مگر یہ زیادہ تشویش ناک نہ تھی، مگر سہ پہر دو بجے بہت ہی شدید حملہ ہوا، اور حضرتؒ کے انکار کے باوجود باصرار آپ کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کر دیا گیا! اتوار کو طبیعت کافی سنبھل گئی تھی، لیکن دوشنبہ کی رات آخر شب میں پھر حملہ ہوا، اور صبح ۵ بجے آپ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، عاش حمیداً ومات شہیداً پنڈی میں تجہیز و تکفین اور جنازہ کے بعد میت کراچی لائی گئی۔ رات ساڑھے نو بجے یہاں نماز جنازہ ادا کی گئی اور مسجد کی دائیں جانب دار القرآن سے چار گز کے فاصلے پر حضرتؒ کی تدفین ہوئی۔ انّ للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل شیء عندہٗ باجل مسمّٰی!

حضرت قدس سرہٗ کے دم قدم سے پاکستان میں اسلام کا رُعب تھا، وقار تھا، عظمت تھی، حضرتؒ کی رحلت سے صرف ہم خدام ہی آغوشِ مادر اور سایۂ پدری سے محروم نہیں ہوئے، بلکہ بلا مبالغہ مسلمانانِ پاکستان یتیم ہو گئے ہیں، اہلِ دل پر جو گزری وہ تو وہی جانتے ہیں، مگر ہم ایسے عامیوں میں سے ہر شخص کی زبان پر یہی سوال ہے کہ اب اسلام کے لیے ماہئ بے آب کی طرح کون تڑپے گا؟ حصارِ دین کی حفاظت کے لیے شیر کی طرح کون گرجے گا؟ ختم نبوت کی پاسبانی کا علم کون تھامے گا؟ ملاحدہ و زنادقہ کی سرکوبی کون کرے گا؟ اعدائے اسلام کی یورش کے سامنے سینہ سپر کون ہوگا؟ کس کی آواز جبابرہ کے قصرِ عافیت میں لرزہ پیدا کرے گی؟ موت حق ہے، مگر افسوس ہمیں خیال تک نہ تھا حضرت اتنی جلدی ہم سے روٹھ جائیں گے! بہر حال دین اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں، وہ اس کی حفاظت کے لیے کسی فرد، کسی جماعت کے محتاج نہیں، وہ اپنے دین کی حمایت و نصرت کے لیے کسی اور کو کھڑا کر دیں گے۔ تاہم بظاہر اسباب تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔

یہ چند الفاظ بے ساختہ زبانِ قلم پر آگئے، عریضہ سے مقصود یہ تھا کہ ماہنامہ ''بینات'' حضرتؒ حضرتؒ نے محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جاری کیا تھا، حضرتؒ کے مخلصین کا اِصرار ہے کہ حضرت کے حالات وسوانح پر ''بینات'' کا ایک خاص نمبر نکالا جائے، اور اس میں اکابر سے افادانی شرکت کی درخواست کی جائے۔ آں مخدوم کے ضعف وعلالت اور بے پناہ معروفیات کے پیش نظر درخواست کرنا گستاخی ہے، مگر ''بینات'' کے خاص نمبر کے لیے آنجناب ایک مقالہ تحریر فرمادیں (خواہ مختصر ہی سہی)، تو ہم ایسے مجروح قلب کے لیے تسکین بخش مرہم ہوگا۔

نوٹ:... آں محترم کے پاس حضرتؒ کے خطوط اگر محفوظ ہوں تو ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بھی درکار ہیں۔ والسلام

ناکارہ محمد یوسف لدھیانوی

خادم ماہنامہ ''بینات'' نیوٹاؤن، کراچی

۶/ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(۲۱)

مخدوم ومکرم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی!

ماہنامہ ''بینات'' کراچی حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ پر ایک ''خاص'' نمبر شائع کر رہا ہے۔ اس کے اشتہار کی فلم ارسالِ خدمت ہے۔ آنجناب سے التماس ہے کہ اسے اپنے مؤقر جریدہ میں شائع فرمائیں۔ اُمید ہے مزاج بعافیت ہوں گے۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

مدیر ماہنامہ ''بینات'' کراچی

۵/نومبر ۱۹۷۷ء-۲۲/ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(۲۲)

مکرم ومحترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت حسناتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی!

کراچی تشریف آوری کے بعد پھر رابطہ قائم نہیں رہ سکا۔ اُمید ہے آنجناب خوش وخرم اور مشغولِ افادہ ہوں گے۔ ''بینات'' کا خاص نمبر آنجناب کو ملا ہوگا۔ اگر ''الحق'' میں اس پر کچھ تحریر فرمادیں تو عنایت ہوگی۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی صحت کیسی ہے؟

والسلام

محمد یوسف

۱۳۹۸/۶/۲۵ھ

(۲۳)

مکرم ومحترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارمہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

’’قلندر نامہ‘‘ ملتان ہوتا ہوا کراچی میں ملا، التفات وعنایت کا شکر گزار ہوں اور دعوات صالحہ کا محتاج۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں دُعا کی درخواست بعد عرض سلام۔

محمد یوسف، کراچی
۱۹ر رجب ۱۳۹۸ھ

(۲۴)

مکرم ومحترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارمہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
مزاج گرامی!

امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی بے نظیر تالیف ’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح‘‘ کے دو نسخے جناب کی خدمت میں برائے تبصرہ مرسل ہیں۔ ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ نے گراں قدر مصارف کے ساتھ یہ کتاب نہایت خوب صورت لباس میں شائع کی ہے۔ مجلس کی خواہش ہے کہ جھوٹے مدعیانِ مسیحیت کا توڑ کرنے کے لیے یہ عظیم الشان کتاب ہر صاحب علم اور طالب علم کے ہاتھ میں ہو، اس لیے اس کی قیمت کم سے کم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عام قیمت: ۲۵، ذی الحجہ کے آخر تک رعائتی قیمت: ۲۰۔ توقع ہے کہ اوّلین فرصت میں اس پر تبصرہ فرما کر اس کار خیر کی اشاعت میں شریک ہوں گے۔ والسلام

محمد یوسف عفااللہ عنہ
۷ر شوال ۱۳۹۸ھ

(۲۵)

برادر مکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کی مندرجہ ذیل مطبوعات آپ کو بذریعہ مولانا نورالحق نور بھجوائی گئی تھیں: ۱:...خاتم النّبیین مترجم، ۲:...مغلظات مرزا، ۳:...عشرہ کاملہ۔

اگر جناب کو یہ کتابیں مل گئی ہوں تو ان پر تبصرہ کا انتظار ہے۔ نیز جناب نے ماہنامہ ’’بینات‘‘ کے خاص نمبر پر تبصرہ کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس کا بھی شدت سے انتظار ہے۔ والسلام

محمد یوسف عفااللہ عنہ
۸ر شوال ۱۳۹۸ھ

(۲۶)

مکرم ومحترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

’’التصریح بما تواتر فی نزول المسیح‘‘ کے دو نسخے تبصرے کی غرض سے آپ کی خدمت میں بھجوائے گئے تھے۔ اُمید ہے کسی قریبی اشاعت میں تبصرہ کرکے ممنون فرمائیں گے۔ اس سے پہلے ’’خاتم النّبیین‘‘ اور دیگر کتابیں بھی بھیجی گئی تھیں، ان پر بھی تبصرہ نہیں آیا۔

والسلام
محمد یوسف
۲ر ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

(۲۷)

مخدوم ومکرم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت حسناتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

حضرت مولانا محمد عبدالغنی پٹیالوی قدس سرہٗ کی بے نظیر تالیف کا نسخہ جناب کی خدمتِ عالیہ میں بطور ہدیہ مرسل ہے۔ جیسا کہ مطالعہ سے معلوم ہوگا حضرت مرحوم نے جس تحقیق وجامعیت اور وضاحت واختصار کے ساتھ اسلامی عقائد کو مبرہن کیا ہے اور قادیانی ہفوات کا جواب دیا ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس کتاب کی نفاست وجامعیت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ کی تحریک پر اس کتاب کو حضرت بنوریؒ کے مدرسہ میں داخلِ نصاب کیا گیا۔ اور مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے بھی اسے اپنے مدرسہ ''جامعہ فاروقیہ کراچی'' میں شاملِ نصاب کرنا منظور فرمایا۔

ان حضرات کی فرمائش پر ہی ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی طرف سے یہ کتاب شائع کی گئی اور چونکہ یہ کتاب طلبہ کی ضرورت کی تھی، اس لیے مجلس نے اس کی قیمت کم سے کم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے فوٹو، طباعت، کاغذ، تجلید وغیرہ کے مصارف ملا کر ہم یہ کتاب اصل لاگت پر مدارسِ عربیہ کو مہیا کر رہے ہیں۔

۱:... ہم جناب سے مستدعی ہیں کہ اس کتاب کو نصاب میں (لازمی مطالعہ برائے امتحان) شامل فرمائیں اور جس قدر نسخے مطلوب ہوں ہمیں تحریر فرمائیں، فی نسخہ بارہ روپے کے حساب سے (علاوہ محصول ڈاک وغیرہ) آپ کو مہیا کی جائے گی۔

۲:... جناب اپنے مدرسہ کے دس ۱۰ ایسے طلبہ کی فہرست بھیجیں جو مستحقِ زکوٰۃ ہوں، اور فی نسخہ سات روپے ادا کرسکیں۔ بقیہ سات روپے ایک صاحب نے بہ مد زکوٰۃ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (محصول ڈاک ان طلبہ کو خود ادا کرنا ہوگا)۔

مرزائیوں کا ہر شخص مبلغ ہوتا ہے (۱۹۷۴ء کے بعد تو ان کی تبلیغی سرگرمیاں اور بھی تیز ہوگئی ہیں)، لیکن ہمارے عوام کیا، نئے فارغ التحصیل کو بھی قادیانیوں کے شبہات اور ان کے جوابات کا علم نہیں ہوتا۔ افریقی ممالک میں مبلغین کی ضرورت اور مانگ ہے، مگر مبلغین ندارد۔ ابھی ہندوستان سے اطلاع ملی ہے کہ قادیانی لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے علماء کو چیلنج کر رہے ہیں۔ ہمیں اس طرف بطورِ خاص توجہ کرنی چاہیے۔ اُمید ہے مزاجِ گرامی بعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۲۹/محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

(۲۸)

مکرم ومحترم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی!

آج کل قادیانی اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹ کر ناواقف نوجوانوں کو ورغلاتے ہیں اور حیاتِ مسیح اور ختم نبوت کے مسائل میں اُلجھا لیتے ہیں۔ آج کل ہمارے نوجوان علماء کو چونکہ اس طرف توجہ نہیں، اس لیے وہ بھی قادیانی وساوس کا جواب دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس قسم کے کئی واقعات اس ناکارہ کے سامنے ہیں۔ اس ضرورت کے پیش نظر اکابر علماء کے مشورے سے یہ کتاب ''اسلام اور قادیانیت'' شائع کی گئی ہے۔ اس میں قادیانیت پر اتنا مواد ہے کہ ایک شخص اس کے مطالعہ کے بعد قادیانی وساوس سے پوری طرح باخبر

ہو سکتا ہے۔ جناب کی خدمت میں یہ کتاب برائے تبصرہ ارسال ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ جناب اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے۔

والسلام

محمد یوسف

۱۳۹۹/۳/۲۳ھ

(۲۹)

مخدوم ومکرم مولانا سمیع الحق صاحب دامت فیوضہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج مبارک!

یہ عریضہ ایک خاص دینی ضرورت کے پیشِ نظر خدمتِ سامی میں پیش کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ اس سلسلہ میں راہنمائی سے محروم نہیں فرمایا جائے گا۔ امام الہند حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے ایک موقع پر تحریر فرمایا ہے:

"اگر گوش شنوا و دل دانا داری سخنے باریک تر بشنو، خدائے تعالیٰ ہمیشہ مدبر عالم است بالہام اُمور حق در قلوب عباد صالحین تا مشیہ مراد او کنند، و موعود او سرانجام دہند، و وے تعالیٰ قصہ خضر با حضرت موسیٰ ذکر نہ کرد مگر برائے افادہ ہمیں نکتہ۔

اما چوں ایام نبوت بود وحی مفترض الطاعۃ در قلب پیغامبر میرسید و شک و شبہ آنجا ہیچ گنجائش نہ داشت و نہ در آخر، و چنانکہ ایام نبوت منقضی شد و وحی منقطع گشت در آمد عباد اللہ الصالحین در کارہائے مطلوب بوجے از فکر واجتہاد یا نوعے از رؤیا والہام و فراست خواہد بود آں ہمہ حجت قائمہ موجب تکلیف ناس نیست، چوں کار بآخر رسید و رشد آں مانند فلق الصبح ظاہر گشت معلوم ہمہ اہل تحقیق شد کہ آں محض حق بودہ است۔"

(ازالۃ الخفاء فارسی ص ۳۵)

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے کی جو دینی ضرورت ہو، اہلِ قلوب عباد اللہ الصالحین کو اس کی طرف متوجہ فرمایا جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ مندرجہ ذیل اُمور کے بارے میں اپنے اکابر کی آرا معلوم کی جائیں، اور ان کو اُمت کے سامنے پیش کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ سوالات یہ ہیں:

۱:... چودہویں صدی جو دم توڑ رہی ہے، اس میں اُٹھنے والے کون کون سے فتنے حضرت کی نظر میں زیادہ اہم ہیں؟ اور ان کی اصلاح کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟

۲:... پندرہویں صدی آئندہ سال سے شروع ہو رہی ہے، اس میں کن کن فتنوں کی توقع ہے اور ان کے مقابلے کے لیے کیا تیاری کی جائے؟

۳:... اُمتِ اسلامیہ جن کمزوریوں میں مبتلا ہے، ان میں بنیادی نوعیت کے اُمور کیا کیا ہیں؟ اور ان کی اصلاح کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں؟

ضروری نہیں کہ ان سوالات کے جواب میں زیادہ تفصیل فرمائی جائے، بلکہ اجمالاً مختصر اشارے بھی کافی ہیں۔ جن کی شرح وتفصیل کی خدمت ہم خدام کے ذمے ہوگی۔ تاہم راہنمائی ضرور فرمائی جائے اور جس قدر تفصیل کے لیے صحت وفرصت متحمل ہو، اس سے سرفراز فرمایا جائے۔ ارادہ یہ ہے کہ اکابر کے ارشادات مرتب کرکے "بینات" کے ایک خاص نمبر میں شائع کردیے جائیں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۰۰/۱/۳ھ

(۳۰)

جناب محترم و مکرم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

معروض آں کہ ماہنامہ "میثاق" لاہور آپ کے پاس آتا ہوگا۔ اس کے ذی الحجہ، اکتوبر کے شمارے میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ۱۹۸۳ء کی تحریک ختم نبوت کے خلاف زہر اگلا ہے۔ اس کی پوری عبارت میں اس خط میں نقل کر چکا ہوں جو ڈاکٹر اسرار صاحب کو لکھا ہے، اور جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ وہ شمارہ خود بھی ملاحظہ کر لیجیے۔ میرے خیال میں اس پر خاموش رہنا شہدائے ختم نبوت کے خون سے غداری ہے۔ انہوں نے تمام اکابر امت کو بدنام کیا ہے۔ کیا آپ اس کا نوٹس لیں گے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم کی خدمت میں سلام اور درخواست دعا۔

والسلام

محمد یوسف

۱۴۰۲/۱۲/۱۸ھ

(۳۱)

مکرم و محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کا محبت نامہ ملا تھا، جواب کسی عذر کی وجہ سے مؤخر نہیں ہوا، بلکہ اس لیے کہ میں لاجواب تھا اور اب بھی ہوں۔ مریض جسم بظاہر نہیں، لیکن "دل کا مریض" ہوں، میں یہاں آیا تھا کہ میری مایوسیوں میں یہاں کے خوش گوار ماحول سے تعدیل ہو جائے گی، لیکن یہاں آ کر عالم اسلام کے ناگفتہ بہ حالات اور انسدادی تدابیر کی عدم کفایت نے مجھے مایوس تر کر دیا۔ میں گھنٹوں سوچتا رہتا ہوں اور سوچتے سوچتے میرا دماغ پک گیا ہے، مگر کوئی صورت، کوئی طرز کلام اور کوئی طریقۂ کار سمجھ نہیں آتا، جس سے انسانی ذہن کو پلٹا جائے۔ میں چند ماہ کی آپ سے رخصت چاہتا ہوں، میں نے جتنی تیزی سے لکھنا سیکھا تھا (ابھی سیکھ ہی رہا ہوں)، اتنی ہی تیزی سے اپنے طرز تحریر سے متنفر ہوتا جا رہا ہوں، کیا لکھوں؟ کس طرح لکھوں؟ کس کے لیے لکھوں؟ کس بات پر لکھوں؟ جہاں بدیہیات اولیہ خود ہدف انکار کا نشانہ بن جائیں، وہاں کسی دقیق مسئلہ پر لکھنے، کہنے، سننے اور سوچنے کی ہمت...؟

میرا خیال ہے کہ انسانیت کی تاریخ میں مسخ ذہنیت کے ایسے تلخ تجربات کم پیش آئے ہوں گے، اور ایسے تاریک ماحول کے لیے ہم جیسے نااہل غلاظت پسندوں سے کام نہیں چلایا جا سکتا، بقول مجدد اس کے لیے اولوالعزم انبیاء کو بھیجا جاتا ہے۔ بہر حال میں نشاط طبع سے محروم ہوں، چند ماہ تک مجھے معذور تصور فرمائیے، آئندہ "مجددانہ اصلاحات" کی آپ فرمائش نہیں کریں گے، بلکہ مجھے فرمائش کا حق دیجیے! حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں میرا اسلام نیاز عرض کر دیجیے، میں گڑگڑا کر دعا کی التجا کرتا ہوں۔

ناکارہ محمد یوسف

(۳۲)

مکرم و محترم مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''الحق'' کا پرچہ (تبادلہ ''بینات'') موصول ہوا۔ عمر احمد عثمانی کی معنوات پر جو میں نے تنقیدی نوٹ لکھے تھے، وہی اصل متن تھی، مگر آپ نے انہیں باریک حاشیہ میں دے دیا، یہ تو گویا قصہ برعکس ہو گیا!

یا تو حاشیہ بھی اسی قلم سے لکھوایئے، جس قلم سے متن لکھوایا جاتا ہے۔ یا مجھے واپس بھیج دیجئے، میں دوبارہ ترتیب دے کر واپس کروں گا، جس میں یہ اصل اور حاشیہ کا قصہ نہیں رہے گا۔ (یہ طرز ترتیب خود میرے ذوق پر گراں تھا، لیکن حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کے حکم سے مجھے یہ ترتیب قائم کرنا پڑی تھی)۔ ''الحق'' پر تبصرہ ان شاء اللہ! ذی الحجہ کے پرچے میں آرہا ہے۔ فقط والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۴؍ذیقعدہ

(۳۳)

مخدوم ومکرم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ موصول ہو کر باعثِ سرفرازی ہوا۔ بہتر ہے بقیہ دو مقالے بھی قدیم ترتیب ہی سے آجائیں، حاشیہ کا قلم ذرا جلی کرا دیجئے۔

رابطہ کے اکابر کے سلسلہ میں ادائے فرض امکانی حد تک مولانا دام مجدہم فرما چکے ہیں، مگر آپ کس کس کی شکایت کریں گے؟ اب تو واقعہ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کا عالم ہے، اور مجھے تو کل اس سے زیادہ بھیانک نظر آرہا ہے، ابھی تو پھر بھی ان اکابر کا دم غنیمت ہے، ورنہ ''قضیۃ لا ابا حسن لھا'' تو بہت دیرینہ مقولہ ہے۔ مولانا محترم! یہی وقت ہے، جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ دین کے خادموں کو تم (صحابہؓ) سے دوگنا اجر ملے گا۔ میں ''الحق'' کے تبصرے میں اسی درد کا اظہار کر چکا ہوں۔ حسب حکم ''الحق'' پر تبصرہ اسی ذی الحجہ کے پرچے میں آرہا ہے، تبصرہ راقم آثم کے قلم سے ہے اور ''خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی'' اس میں آگیا ہے۔

اُمید ہے کہ کرم عالی معاف رکھے گا اور آنجناب کی پسند و ناپسند کا منتظر رہوں گا۔ حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔

مصر سے ''دیوانِ شافعی'' چھپ کر آیا ہے، کسی صاحب نے امام شافعی کے اشعار حکمت کو متفرق مآخذ سے یکجا کر دیا ہے۔

میں نے رفیق محترم جناب مولانا محمد اسلم صاحب سے کہا ہے کہ اس کا ترجمہ اور آسان تشریح کر دیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کو بھیج دیا جائے۔ یوں میری رفاقت بھی ادا ہو جائے گی اور یہ گنجینۂ حکمت لوگوں تک بھی پہنچ جائے گا۔ گو ''بینات'' اس کا زیادہ مستحق تھا مگر ''بینات'' اور ''الحق'' ایک ہی چیز ہیں۔

فقط

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴؍ذیقعدہ

❖❖❖

جائزۂ مدارسِ عربیہ مغربی پاکستان (طبع دوم)

جناب حافظ نذر احمد صاحب۔ صفحات: ۷۲۰۔ قیمت:۱۸ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی ۲۹/۲۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

جناب حافظ صاحب نے مغربی پاکستان کے مدارسِ عربیہ کے احوال وکوائف کا ایک جائزہ ۱۹۶۰ء میں مرتب فرما کر شائع کیا تو علمی خدمت کی حیثیت سے اس کا شان دار خیر مقدم کیا گیا۔ طبع دوم کے لیے (جو اس وقت پیش نظر ہے) فاضل مرتب نے سابقہ معلومات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ بڑی جانفشانی سے مدارسِ عربیہ کے جدید حالات و کوائف اَز سرِنو فراہم کیے، چنانچہ طبع اوّل میں ۱۷۶ مدارس کی فہرست درج تھی، اور ۳۹۲ مدارس کے کوائف دیے گئے تھے، جب کہ زیرِ نظر ایڈیشن میں ۸۹۳ مدارس کی فہرست اور ۵۶۳ مدارس کے کوائف جمع کیے گئے ہیں۔

فاضل مرتب نے اس جائزہ کو دس ابواب پر تقسیم کیا ہے: پہلے چار ابواب علی الترتیب صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد و آزاد کشمیر، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان کے مدارس کے حالات پر مشتمل ہیں، اور بقیہ ابواب میں مدارسِ عربیہ کے تعلیمی و اِنتظامی اُمور سے بحث کی گئی ہے، اور اِس ضمن میں فاضل مرتب نے اپنے فہم اور تجربہ کے موافق کچھ مشورے بھی دیے ہیں، اور آخری باب مدارسِ عربیہ کے اعداد و شمار کے لیے وقف ہے۔ موصوف کی یہ محنت و کاوِش ہر اعتبار سے قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے، بلکہ بشرطِ اِخلاص موجبِ اَجر و ثواب اور ذریعۂ نجات بھی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

تعلیم کا مسئلہ

مرتبین: ظہور احمد، ممتاز احمد، عارف الحق۔ سائز کلاں۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت (بلا جلد سفید کاغذ): ۳ روپے، (نیوز پرنٹ): ۲ روپے۔ ناشر: اِدارۂ مطبوعاتِ جمعیت۔ ۲۳-اسٹریچن روڈ، کراچی۔

برصغیر پاک و ہند (متحدہ ہندوستان) پر جب مغربی سامراج کا جبری تسلط قائم ہوا تو اسے اپنے فاشزم کو پائے دار بنانے کے لیے ایک ایسے نظامِ تعلیم کو رواج دینے کی ضرورت تھی جو اس غلام اور مفتوح قوم کی نسلِ آئندہ کو ذہن و فکر کے اعتبار سے سرکار کی وفادار، احسان شناس اور دست نگر بنا ڈالے۔ مختلف تجربات کے بعد یہ مغربی نظامِ تعلیم ان پر مسلط کیا گیا، جس نے ان کی اسلامیت ہی کو نہیں، اِنسانیت کو بھی کچل کر رکھ

دیا۔ اس نظامِ تعلیم نے بھولے بھالے ہندی مسلمانوں کے مزاج کو بدلا، ذہن کو بگاڑا، قلب کو بے نور کیا، دینی عقائد میں تزلزل پیدا کیا، اسلامی نظریات سے ان کا رشتہ توڑ کر رکھ دیا، اور مشرقی و مذہبی اخلاقی و اعمال سے انہیں قطعاً بیگانہ بنا دیا۔

پھر ان ''غلامانِ وفا کیش'' پر اس تعلیمی دریچہ سے اس نظریۂ حیات، طرزِ تمدن اور فلسفۂ تہذیب کا چوپٹ دروازہ کھلا جو اس نظامِ تعلیم کے ڈھانچہ میں پوری طرح سمو دیا گیا ہے۔ یہ بتدریج اسے اپناتے چلے گئے، تا آں کہ شکل وصورت، نشست و برخاست، تہذیب وتمدن، سیرت وکردار، مزاج وذہنیت؛ الغرض ہر ہر پہلو سے یہ اپنے آپ کو آقایانِ مغرب کے رنگ میں رنگ کر اپنی منفرد ہستی کو کھو بیٹھے اور رنگ وخون کے فطری تفاوت کے ماسوا ''بندہ'' اور ''بندہ نواز'' میں امتیازی نشان نام کو بھی باقی نہ رہا۔ یہ ہماری تاریخ کا ایسا المیہ ہے جس کی ٹیس فتنۂ تاتار سے بڑھ کر ہم اپنے ضمیر ووجدان میں محسوس کرنے پر مجبور ہیں۔

آزادی کا سورج طلوع ہو جانے اور خالص اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر مملکتِ خداداد پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد کچھ اُمید بندھ چلی تھی کہ ہمیں زخمِ جگر کو مندمل کرنے کے مواقع میسر آجائیں گے۔ لیکن آج جب کہ ہماری اسلامی ریاست اپنی عمر کے اٹھارہ اُنیس سال پورے کرنے کے بعد سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے، ہم اپنے نظامِ تعلیم جیسے بالکل بنیادی مسئلہ میں بھی ابھی تک نابالغ ہیں۔ ہمارے ہر شعبۂ زندگی پر بدستور مغربیت کی چھاپ لگی ہوتی ہے، ہم اپنی جسمانی آزادی کے اُنیس جشن منا لینے کے بعد بھی رُوحانی، ذہنی اور فکری غلامی کی انہیں آہنی اور جہنمی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، جن میں ہمارے مغربی آقاؤں نے ہمیں جکڑ دیا تھا۔ یہ ہماری تاریخ کا دُوسرا المیہ ہے، اور زیرِ نظر کتاب ''تعلیم کا مسئلہ'' اسی المیہ کی عبرت ناک داستان ہے۔

یہ ایک یادداشت ہے جو ہماری اُنیسویں سالگرہ کے موقع پر تمام ملت کے سامنے بالعموم اور اربابِ اختیار کی خدمت میں بالخصوص ان نونہالانِ وطن کی طرف سے پیش کی گئی، جو مغربی نظامِ تعلیم کی چکی میں بدستور پستے چلے جا رہے ہیں۔ مجھے اپنے ان عزیز نوجوانوں کا یہ فقرہ نیم بسمل کر گیا:

''تاریخ کی یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ یہ ملک جو حاصل ہی اسلامی تہذیب وتمدن کے بھرپور اظہار کے لیے کیا گیا تھا، وہاں ۱۸ سال بعد اُنیسویں یومِ آزادی پر ہم طالب علم اپنے بڑوں کو۔ جو خوابِ خرگوش میں مگن ہیں۔ جگانے کی کوشش کر رہے ہیں! کبھی بڑے نئی نسلوں کی فکر کیا کرتے تھے، آج ہمیں اپنے بڑوں کو جگانا پڑ رہا ہے! کیا ہمارے بڑے نئی نسلوں کی اس پکار پر بھی لبیک نہ کہیں گے...؟''(۱)

(۱) ص: ۴۴

اس یادداشت میں بہترین تعلیمی مقالات اور جائزوں کو عمدہ ترتیب سے جمع کیا گیا ہے، اور موجودہ نظامِ تعلیم - جو مغربیت کا مین مین چربہ ہے - کی نوع درنوع اُلجھنوں اور کمزوریوں پر بڑی خوش اُسلوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے مندرجات کا اِجمالی تعارف اور ان پر تبصرہ بھی خاصی طوالت کا موجب ہوگا، اس لیے ہم تمام اُصحابِ ذوق اور اہلِ دل سے اس کتاب کے مطالعہ کی درخواست، اور اَربابِ اِختیار کی خدمت میں اپنے عزیز نوجوانوں کی پیشکش پر غور وفکر کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ "مسئلہ تعلیم" پر حرفِ آخر نہیں، اس کے بعض مندرجات سے اِختلاف کیا جاسکتا ہے - جیسا کہ مرتبین نے خود بھی اسے تسلیم کیا ہے - لیکن اس سے صَرفِ نظر کرلینا بھی وقت کی فطری آواز کے خلاف ایک بغاوت ہوگی اور ہماری آئندہ تاریخ ہماری اس کوتاہ فہمی کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔

آخر میں ہم اپنے عزیز نوجوانوں کو صد بار ہدیۂ تبرک پیش کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ ربّ العزت ہم سب کو رُشد وہدایت کی اس شاہراہ پر اِستقامت عطا فرمائے اور ہماری رُوح وجسم کو اِخلاص و ایمان اور صدق ویقین کی دولت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۳۸۶ھ)

دِین واَدب

مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مجلس ادبیاتِ اسلامی، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔

۱۷ ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء تک دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں عربی واسلامی ادب پر ایک مجلسِ مذاکرہ ہوئی، جس میں عرب ممالک کے متعدد فضلاء وادباء اور ہندوستان کی جدید وقدیم دانش گاہوں کے ماہرین اساتذہ نے شرکت فرمائی۔ اس مذاکرۂ علمیہ کے عربی اور اُردو دونوں شعبے الگ الگ تھے۔ عربی شعبہ میں ۴۸ مقالات پڑھے گئے اور دس قصیدے سنائے گئے۔ اُردو شعبہ میں ۲۴ مقالات پیش کیے گئے، ان میں سے پانچ انگریزی میں تھے، ایک فارسی میں، باقی اُردو میں۔

زیرِ نظر کتابچہ اس مذاکرۂ علمیہ کی مفصل رُوئیداد ہے۔ مذاکرہ کے دعوت نامہ کا متن، مذاکرہ کے عنوانات، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا معرکۃ الآرا خطبۂ صدارت، نیز اُردو شعبہ کے مذاکرہ کا اختتامی خطبہ: ان کے علاوہ چند اہم مقالات بھی اس میں شامل ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ)

تحریکِ جماعتِ اسلامی؛ ایک تحقیقی مطالعہ

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (ایم اے، ایم بی بی ایس)۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے۔ صفحات: ۲۳۶۔ ناشر: دار الاشاعت الاسلامیہ، بالمقابل ڈاک خانہ کرشن نگر، لاہور۔

یہ تحریر بقولِ مصنف:

''دراصل ایک بیان ہے جو بحیثیت رُکنِ جماعتِ اِسلامی اُنہوں نے اکتوبر ۱۹۵۶ء میں جائزہ کمیٹی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔''

دس سال کے طویل عرصے تک اس بیان کو منظرِ عام پر نہ لانے کی وجہ مصنف یہ بتلاتے ہیں کہ:

''متذکرہ بالا جائزہ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونے کے فوراً بعد جو ہنگامی صورتِ حال پیدا ہوئی، جس کے نتیجہ میں نہ صرف پوری جائزہ کمیٹی بلکہ مولانا امین احسن اِصلاحی اور کم و بیش پچاس ساٹھ اَرکان جماعت، جماعت سے علیحدہ ہوئے اور پھر اِلزامات اور اُن کے جوابات کا جو تلخ سلسلہ شروع ہوا، اُس نے جماعت کی اندرونی اور اُس کے قریب کی فضا کو اِس درجہ مکدر کر دیا تھا کہ اِس بات کا سرے سے کوئی اِمکان باقی نہیں رہ گیا تھا کہ کسی بھی بات پر ٹھنڈے دِل سے غور کیا جا سکے۔ یہ سلسلہ پورے شد و مد سے کئی سال جاری رہا۔''

اور اَب مصنف کا خیال ہے کہ:

''عام طور پر فضا میں وہ تکدّر باقی نہیں رہا جو کبھی تھا اور نتیجتاً اس کی توقع کی جا سکتی ہے کہ جماعت سے متعلق حضرات میری اِس تحریر کو کسی قدر کھلے دِل سے پڑھ سکیں گے۔ اِسی اُمید پر میں اَب اِس تحریر کو اِشاعتِ عام کے لیے پیش کر رہا ہوں۔''

اِس پیش لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کی اِس تحریر کا اصل محرک اُن کا اِخلاص، جماعت سے ہمدردی، خیر خواہی بلکہ (رُکنیت سے مستعفی ہو جانے کے باوجود) جماعت سے ذہنی وابستگی ہے۔ خدانخواستہ اِس تحریر سے مقصد جذبۂ تنفیر نہیں۔

مصنف نے اپنی بحث میں جماعتِ اِسلامی کو دو اَدوار میں تقسیم کیا ہے: ایک دور قبل اَز تقسیم کا ہے، اور دُوسرا دور ۱۹۴۷ء کے بعد کا ہے۔

مصنف کی اِصطلاح میں وہ دورِ اَوّل میں ایک ''اُصولی اِسلامی جماعت'' تھی، لیکن دورِ ثانی میں وہ نیچے گرتے گرتے ایک ''قومی سیاسی جماعت'' کی سطح پر آ گئی۔ مصنف نے جماعت کا لٹریچر سامنے رکھ کر اُس کے دورِ اَوّل کی بنیادی خصوصیات کو اُجاگر کیا ہے، یعنی وہ نسلی اور اصلی مسلمان کے مابین اِمتیاز کرتی تھی۔ اُس

کی دعوت کا دائرہ غیر مسلموں تک عام تھا، حتیٰ کہ وہ ''اِتمامِ حجت'' سے ''جوازِ تکفیر'' کی قائل نہ تھی۔ ''مسلم قومیت'' کی جگہ حکومتِ اِلٰہیہ کا قیام اُس کا نصب العین تھا، اور اِقامتِ دِین کے علاوہ کسی اور مسئلہ میں دِلچسپی لینا اُس کے نزدیک تضییعِ وقت کے مترادف تھا۔ جماعت کے متعلقین میں ''نومسلمانہ'' جوش اور بے پناہ جذبۂ عمل کارفرما تھا، اُن میں تناقض ونفاق کا وجود نہیں تھا، بلکہ وہ ''رحماء بینھم'' کے مصداق تھے۔ اُن کے نزدیک معیارِ رَدّ وقبول رائے عامہ نہ تھی، بلکہ یہ تھا کہ حق کیا ہے اور ناحق کیا ہے؟ اُن کے نزدیک علمی اِنقلاب، عملی اِنقلاب اور رفاہِ عامہ کے اُمور میں علی الترتیب ''الأھم فالأھم'' کی پابندی پائی جاتی تھی، اور چن چن کر ایسے اَفراد کی رُکنیت قبول کی جاتی تھی جو اِقامتِ دِین کے لیے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرسکیں۔ اور آخری بات یہ کہ اُس دور میں اُن کا مخصوص نظامِ مالیات تھا، جس میں عوامی چندہ لیا جاتا تھا، نہ مبتذل ذرائع فراہمیٔ زَر کے لیے اِستعمال کیے جاتے تھے، اور جو شخص دعوتِ حق کا رُکن نہیں اُس سے ایک کوڑی لینا بھی گوارانہ کیا جاتا تھا، اور اَہم بات یہ کہ بیت المال کے بارہ میں بڑی ذمہ داری اور اِنتہائی احساسِ نزاکت پایا جاتا تھا۔

لیکن دورِ ثانی میں یہ تمام خصائص مٹتے چلے گئے اور اُن کی جگہ اُن کے اضداد نے لے لی۔ مختصر یہ کہ ع

تھا جو ناخوب، وہی بتدریج خوب ہوا!

رہا یہ سوال کہ یہ تبدیلی کیونکر پیدا ہوگئی اور بگاڑ نے کس سوراخ کو اَپنا راستہ بنایا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مصنف فرماتے ہیں:

''میں اگر ایک لفظ میں اس اصل وجہ کو بیان کرنا چاہوں تو وہ ایک لفظ ''عجلت پسندی'' ہے، لیکن چاہتا ہوں کہ ذرا اس کی تفصیل بیان کردوں۔''

خلاصہ اس کا یہی ہے کہ جماعت نے دورِ اَوّل میں نیچے سے اِصلاح کا جو فطری اُصول تجویز کیا تھا، دورِ ثانی میں اُسے چھوڑ کر اُوپر سے اِصلاح کی جلد بازی کرکے سیاست میں کود گئی اور اس جلد بازی میں ''کچھ پانے'' کی جگہ ''جو کچھ پایا تھا'' وہ بھی کھو بیٹھی۔

ہماری رائے میں (جو اگر غلط ہو تو حق تعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں) مصنف نے جماعت کی ''بنائے فساد'' کی تشخیص صحیح فرمائی ہے، یعنی ''عجلت پسندانہ بے اُصولی'' لیکن ہمارے خیال میں جماعتِ اِسلامی کی عجلت پسندی ذرا مفہوم بھی رکھتی ہے اور اُس کی تاریخ بھی کچھ طویل ہے، اس کے لیے ہمیں جناب مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تازہ ترین تالیف ''خلافت وملوکیت'' سے راہنمائی ملتی ہے۔ مولانا موصوف عمالِ عثمانی کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''دُوسرے یہ کہ اِسلامی تحریک کی سربراہی کے لیے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے اُن کو اِتنا فائدہ اُٹھانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ اُن کے ذہن اور سیرت و کردار کی پوری قلب ماہیت ہو جاتی۔ وہ بہترین منتظم اور اعلیٰ درجہ کے فاتح ہو سکتے تھے۔ اور فی الواقع وہ ایسے ہی ثابت بھی ہوئے۔ لیکن اِسلام محض ملک گیر اور ملک داری کے لیے تو نہیں آیا تھا۔ وہ تو اَوّلاً بالذات ایک دعوتِ خیر وصلاح تھا، جس کی سربراہی کے لیے اِنتظامی اور جنگی قابلیتوں سے بڑھ کر ذہنی اور اخلاقی تربیت کی ضرورت تھی، اور اس کے اعتبار سے یہ لوگ صحابہ و تابعین کی اگلی صفوں میں نہیں، بلکہ پچھلی صفوں میں آتے تھے۔''(۱)

مولانا موصوف کا بیان کردہ یہ معیار عمالِ عثمانی پر منطبق ہے یا نہیں؟ یہ ایک الگ بحث ہے، لیکن خود مولانا کی دعوتِ خیر وصلاح - جس نے جماعتِ اِسلامی کی دعوت کی شکل اِختیار کی - اس معیار کی بہترین مثال ہے...!

فیاضِ اَزل نے مولانا مودودی کو بے پناہ اِستعدادوں، بلا کی ذہانت، طبیعت کی جولانی اور قلم کی روانی جیسی گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے، لیکن بقولِ سعدیؒ: ''اِستعداد بے تربیت دریغ'' ان صلاحیتوں کی صحیح تربیت کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے وہ سب کی سب نہ صرف یہ کہ ضائع ہوئیں، بلکہ غیر تربیت یافتہ صلاحیتوں کے ''بے دھڑک اِستعمال'' سے اَوّلاً اِسلام کو، ثانیاً جماعتِ اِسلامی کو اور آخر میں خود مولانا مودودی کو بہت سی مضرتیں ہوئیں۔ عمالِ عثمانی کے بارہ میں مولانا کو یہ شکایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوڑی بہت ''صحبت و تربیت'' ان کے ذہن، سیرت اور کردار کی قلبِ ماہیت نہ کرسکی تھی، اور یہاں یہ قصہ ہے کہ مولانا کو کسی ''نائبِ رسول'' کی صحبت و تربیت سے فائدہ اُٹھانے کا سرے سے موقع ہی نہ ملا۔ ''ذہنی قلبِ ماہیت'' ہوتی تو کہاں سے ہوتی؟ مولانا کی دعوتِ خیر وصلاح یا بلفظ دیگر دعوتِ جماعتِ اِسلامی کسی نائبِ نبی کی صحبت میں تربیت یافتہ ذہن سے نہیں اُبھری، بلکہ وہ تمام تر اُن کے ذاتی اور ''خود رو مطالعہ'' کی پیداوار ہے۔ اُنہوں نے اِسلام اور دیگر نظریہ ہائے حیات کا وسیع مطالعہ کیا اور اسی ''ذاتی مطالعہ'' سے اُنہوں نے اِسلامی کلیات و جزئیات کا ایک ذہنی خاکہ مرتب کیا (جسے وہ بتدریج صفحۂ قرطاس پر بھی لاتے رہے اور لا رہے ہیں)۔ اسی کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے تجدیدی تحریکات کا گہرا اور وسیع مطالعہ کیا اور ان تحریکات میں جہاں جہاں کوئی خامی نظر آتی گئی، اُسے اپنے خود رو مطالعہ کی روشنی میں نوٹ کرتے گئے۔ اس مطالعہ سے اِقامتِ دِین کا نقشہ

(۱) ص:۱۰۹، ۱۱۰

مرتب ہو کر اُن کے سامنے آیا، اور اُسے اُنہوں نے ایک دعوت کے طور پر پیش کیا۔ یہ ''جماعتِ اسلامی کی دِینی دعوت'' تھی۔

الغرض! ''عجلت پسندی'' کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے کہ مولانا نے اپنے افکار ونظریات اور دعوتِ خیر وصلاح کی بنیاد کسی ایسے ذہن، سیرت اور کردار پر نہیں رکھی کہ کسی با قاعدہ صحبت وتربیت سے اُس کی قلبِ ماہیت ہوگئی ہو، بلکہ اپنے ذاتی اور خود رو مطالعہ پر رکھی۔ اور کون نہیں جانتا کہ خود رو مطالعہ ضروری نہیں کہ کسی صحیح نتیجہ پر آدمی کو پہنچا دے، بلکہ خود رو مطالعہ سے آدمی غلام احمد مرزا بھی بن سکتا ہے، اور عبداللہ چکڑالوی بھی، اسلم جیراجپوری بھی بن سکتا ہے اور عنایت اللہ مشرقی بھی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن بھی بن سکتا ہے اور پرویز بھی! اس لیے ہمیں اس پر قطعاً تعجب نہیں کہ مولانا کی تحریک میں غلطیاں کیوں پیدا ہوتی گئیں، بلکہ حیرت اور تعجب اس پر ہے کہ اتنی کم غلطیاں ہی کیوں پیدا ہوئیں؟ اور وہ اپنے خود رو مطالعہ کے نتیجہ میں اہلِ حق سے نسبتاً قریب کیسے رہ گئے؟ دُوسرے لوگ نہ معلوم اس کی کیا توجیہ کریں؟ لیکن مجھے تو یہ مولانا کی نیک نیتی کی کرامت معلوم ہوتی ہے...!

اور عجلت پسندانہ بے اُصولی میں مزید اضافہ اُس وقت ہوا جب مولانا نے اپنے نظریات وافکار کے گرد ''أنـا أعـلـم!'' کا حصار کھینچ لیا۔ اُن کی کسی غلطی پر جب کبھی تنبیہ کی جاتی، اُنہوں نے اس کی پروا کیے بغیر کہ یہ تنبیہ کتنے بڑے فاضل، فقیہ اور خداترس کی جانب سے کی گئی ہے، اسے ''لائقِ توجہ نہیں!'' کہہ کر دِل و دماغ کے تمام راستے بند کرلیے۔ ورنہ جب وہ غیر تربیت یافتہ ذہن کے باوصف اِسلامی تحریک کی سربراہی کر رہے تھے، اگر اس دوران بھی وہ اہلِ صلاح وتقویٰ اور اَصحابِ علم وفضل کی ہدایت پر کان دھرتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جماعت بالآخر اس سطح پر آجاتی جس کی شکایت بڑے دردمند دِل سے آج ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو کرنا پڑی ہے...!

بہرحال! ہماری گزارشات کو ''باہر کی آواز'' قرار دے کر جذبۂ خیرخواہی سے خالی بھی قرار دیا جائے - اگرچہ خدا شاہد ہے کہ اس اُصولی غلطی سے قطع نظر ہمارے دِل میں مولانا کی بے پناہ صلاحیتوں کی بڑی قدر ہے - تاہم ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا تو ایک ایک جملہ ان کے اِخلاص اور خیرخواہی کی شہادت دیتا ہے۔ اس لیے ہم اُمید کرتے ہیں کہ جماعتی احباب اس ''مرقعِ اِخلاص'' کی روشنی میں اپنے موقف پر نظرِ ثانی کے لیے تیار ہوں گے، نیز ''غیر جماعتی'' حضرات کے لیے بھی اس کا مطالعہ ''جماعتِ اِسلامی'' کو سمجھنے کے لیے مفید ہوگا۔

آخر میں ہم مصنف موصوف کے قلم کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُنہوں نے نہایت پیچیدہ مسائل و

مراحل میں بھی متانت، رزانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۸۶ھ)

عالمگیر ضابطہ اِسلام

مولانا شیر محمد ابوہری (اِمامِ مسجد، چک نمبر: ۳۰۹، ڈبلیو، بی، ڈوگرانوالہ، ڈاک خانہ دیناپور، ضلع ملتان)۔ صفحات: ۱۳۲۔ قیمت: ۵۰/۱ روپے۔

رسالہ کا موضوع یہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد اِسلام ہے، اور اسلامی قانون کا نفاذ ہی پاکستان کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ مگر افسوس کہ مصنف کا بیان منقح نہیں!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

عوامی حکومت کا خاکہ

جناب ڈاکٹر اسداللہ خاں (بی، ایس، سی، (علیگ) ہومیوپیتھ)، اکبر روڈ، کراچی نمبرا۔

جناب مصنف نے موجودہ طریقِ انتخاب پر تنقید کرتے ہوئے اسلامی مزاج کے مطابق عوامی حکومت کا خاکہ پیش کیا ہے، جس کے ذریعہ اُخوّت ومؤاسات کی فضا قائم ہوسکتی ہے۔ تجاویز خوب ہیں! مگر سوال یہ ہے کہ انہیں عملی جامہ کون پہنائے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

نصاب ونظامِ دِینی مدارِس

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۵۰/۱ روپے۔ پتا: ناشران قرآن لمیٹڈ، اُردو بازار، لاہور۔

جو حضرات دِینی مدارس کے اَغراض ومقاصد اور اُن کے نصاب ونظامِ تعلیم سے کماحقہٗ واقف نہیں، یا جن کے نزدیک ''دورِ جدید'' میں اِسلام سے وابستگی ووفاداری کا دُوسرا نام ''ملائیت'' اور ''رجعت پسندی'' ہے، ان کے ہاں بلاسوچے سمجھے دِینی مدارس پر تنقید کرنا جدید فیشن یا تفریحی مشغلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دِینی مدارس میں فلاں فلاں علوم کیوں پڑھائے جاتے ہیں؟ فلاں فلاں کیوں شاملِ نصاب نہیں؟ فلاں ضرورت کو

کیوں ملحوظ نہیں رکھا جاتا؟ فلاں چیز کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں سے سندِ فراغ حاصل کرنے والوں کا کیا مصرف ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

زیرِ نظر کتابچہ میں حضرت مفتی صاحب نے دینی مدارس کے مقاصد، ان کی اہمیت وضرورت اور ان کے نصاب کی جامعیت کو خوب تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے اہلِ فہم کو دینی مدارس کی ضرورت اور قدر و قیمت کے بارہ میں اِطمینان ہو جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

تاریخ علمِ نحو

مولانا عبدالبر محمد قاسم (ملتان)۔ صفحات: ۲۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ قاسمیہ، چوک فوارہ، ملتان۔

علمِ نحو کے بیشتر طلبہ علمِ نحو کی تاریخ اور علمائے نحو کے مراتب اور سوانح سے ناواقف ہوتے ہیں، جناب مرتب نے زیرِ نظر رسالہ ان کی ضرورت کے لیے تالیف فرمایا ہے۔ اس میں علمِ نحو کا آغاز، نشو و نما اور اس کے ارتقائی مراحل، مشاہیر علمائے نحو کے طبقات و سوانح اور علمِ نحو کی بنیادی کتابوں کا ذکر ہے۔ آخر میں مولانا عبدالعلی مدراسی کا عربی رسالہ ''ثمرات الحياة في طبقات السحاة'' ملحق ہے، جو تیس اکابر علمائے نحو کے تذکرہ پر حاوی ہے، اور اس کا مسک ختام عارف جامی قدس سرہٗ کا ذکر بالخیر ہے۔

''تاریخ علمِ نحو'' کے فاضل مرتب نے جو کچھ لکھا ہے، بلا حوالہ لکھا ہے، کسی جگہ ماخذ و مرجع کا حوالہ نہیں دیا، علمائے نحو کے تذکرہ میں ان کی ترتیبِ مراتب یا ترتیبِ سنین کی رعایت نہیں فرمائی، جس کو جہاں جی چاہا جگہ دے دی، متعدد جگہ بلا تنقید علمائے نحو کی رقابت و چشمک کے واقعات درج کر دیے، جن سے ان اکابر کا بلند مرتبہ تو قاری پر کیا کھلتا؟ ان کے بارہ میں اچھی رائے قائم کرنے میں دُشواری پیش آتی ہے۔ ضرورت تھی کہ رجال و طبقات کا وسیع مطالعہ کر کے واقعات کو چھان پھٹک لیا جاتا۔ اُمید ہے فاضل مرتب طبعِ ثانی میں ان اُمور کی جانب توجہ فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ)

اِسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج

جناب اسرار عالم۔ صفحات: ۱۱۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ ذکریٰ، مٹیا محل، دہلی ۶۔

اکیسویں صدی میں اِسلام دُشمن تمام فلسفے، چاہے وہ سوشلزم ہو، کیمونزم یعنی اِشترا کیت ہو، یا سرمایہ دارانہ نظام، یا پھر اس دور کا صنمِ اکبر "جمہوریت!" سب کا فسوں اور سحر ٹوٹ چکا ہے، ان میں سے کسی کے اندر ذرّہ بھر کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اب لادِین عناصر اور یہودی لابی کے لیے سب سے بڑا خطرہ اور سب سے عظیم چیلنج اِسلام ہی ہے، اور اب اس کی تمام تر توپوں کے دہانے اِسلام اور اِسلامی اقدار کو بدنام کرنے کی طرف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں -جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے- اسی عنوان پر قلم اُٹھایا گیا ہے۔ مصنف موصوف نے سلیقہ سے اپنے موضوع کو نبھایا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ)

نقوش وتأثرات

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ا روپیہ۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

پاکستان قائم ہوا تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ یہاں کی دِینی وملی ضرورت کے پیشِ نظر دیوبند سے کراچی آمقیم ہوئے۔ تیرہ سال بعد جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ میں دیوبند اور تھانہ بھون کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ زیرِ نظر کتاب دیکھنے میں تو اسی سفر کی رُوداد ہے، مگر بات بات میں پند ونصائح کا دفتر کھلتا چلا گیا، جس سے یہ سفرنامہ دِلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ مرقعِ عبرت بھی بن گیا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۹۱ھ)

"مجلس صیانۃ المسلمین" کا تاریخی پس منظر اور اس کی تبلیغی واِصلاحی خدمات

جناب مولانا وکیل احمد شروانی صاحب۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت: ۸۰ روپے۔ پتا: دفتر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور۔

حضرت حکیم الامت مجدّدِ ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں تجدیدِ دِین کے لیے پیدا فرمایا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کے ذریعہ جہاں دِین کے دُوسرے شعبوں مثلاً: اخلاق و

معاشرت اور معاملات و دینیات میں اِصلاح وتجدید کا کام لیا، وہاں دعوت وتبلیغ کے شعبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے تجدیدی کارنامہ انجام دلایا۔

چنانچہ ہندوستان میں جب فتنۂ اِرتداد کی تحریک زوروں پر تھی تو آپ نے اس کے سدِّباب کے لیے با قاعدہ ایک مجلس قائم فرمائی، جس کا نام ہی ''مجلس صیانۃ المسلمین'' رکھا گیا۔ اور اس کا با قاعدہ کام ہی یہ تھا کہ دُور دراز علاقوں میں جہاں کوئی ایسا فتنہ رُونما ہو، وہاں مجلس کے مبلغین پہنچ کر مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچائیں۔

چنانچہ ۱۹۲۹ء میں اس مجلس کا دستور بنایا گیا اور ۱۹۳۰ء میں با قاعدہ اس کا قیام عمل میں لا گیا۔ مجلس کے سب سے پہلے مبلغین حضرت مولانا عبدالمجید صاحب بچھرانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم صاحب گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ مقرّر ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اس کی بناءِ ثانی حضرت مولانا حافظ جلیل احمد خان صاحب شروانی (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانویؒ) نے فرمائی۔

زیرِ نظر کتاب میں - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - ''مجلس صیانۃ المسلمین'' کا تاریخی پس منظر، اِصلاحی و تبلیغی خدمات، اس کے مبلغین کے اسفار، مناظروں، مکالموں اور ان کی تفصیلات کو نہایت تحقیقی انداز سے بیان فرمایا گیا ہے، جس سے ہمارے اکابر اور خصوصاً حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی اِصلاح وفلاحِ اُمت کی مساعی اور تجدیدی خدمات کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کتاب ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی خوبیوں سے مزین ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ ذوق اپنے اکابر کی خدمات اور تاریخ پر مشتمل اس دستاویز کی قدردانی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۵ھ)

برصغیر پاک و ہند میں اِسلامی نظامِ عدل گستری

جناب پروفیسر محمد عبدالحفیظ صدیقی۔ صفحات: ۲۲۲۔ قیمت (مجلد): ۵/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی، اِسلام آباد۔

برصغیر پاک و ہند میں صدیوں تک مسلمان سلاطین کی حکومت رہی ہے، اور اُصولی طور پر محاکم عدلیہ میں عدل و انصاف کا اِسلامی طریق بھی مروّج رہا ہے، لیکن سلاطینِ دہلی اور دکن حکومتوں کے ''نظامِ عدل'' کی تاریخ کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ زیرِ نظر تالیف میں مصنف نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے،

اس سلسلہ میں مصنف نے عہدِ نبوی، خلافتِ راشدہ، اُموی وعباسی دور کے محکمۂ قضا، دیوانی وفوج داری مقدمات کے نظائر، عہدۂ قضا اور منصب اِفتاء کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے سلطنتِ دہلی اور سلاطینِ دکن کے محکمۂ عدلیہ اور طریقۂ عدل وانصاف سے تفصیلی بحث کی ہے۔

بلاشبہ فاضل مصنف نے مواد کی فراہمی میں بڑی جانفشانی اور کاوش سے کام لیا ہے، اور اسے بڑے سلیقہ سے مرتب کیا ہے، جس کے لیے وہ اہلِ علم کی تحسین کے مستحق ہیں۔ البتہ دورِ غلامی نے مسلمان مفکرین کو مغرب سے مرعوبیت کا جو تحفہ دیا ہے، کہیں کہیں اس کی جھلک ضرور پائی جاتی ہے، چنانچہ صفحہ: ۱۷ پر ''اِسلامی قانون کے مآخذ'' کی تشریح اسی مرعوبیت کی روشنی میں کی گئی ہے، اور یہ ٹھیک اسی شرح کا متن ہے جو گزشتہ دور میں جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ان کے رُفقاء کا مشن رہا ہے۔

ہمارا اُونچی سوسائٹی کا دانش ور طبقہ اِسلام سے ناواقفیت یا مغرب سے مرعوبیت کی بنا پر اسلامی نظامِ عدل سے مایوس ہے۔ اس کے نزدیک اللہ ورسول کا قانون نافذ کرنے کے لیے نہیں، بلکہ ریسرچ کرنے یا پھر اس میں اپنی خواہش کے مطابق تغیر وتبدل اور تحریف کرنے کے لیے نازل ہوا ہے۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک محقق جو اِسلامی نظامِ عدل گستری کی تاریخ مرتب کرنے بیٹھا ہے، وہ اپنے مرعوب ذہن سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ: ''اس طرح تاریخی شواہد سے پتا چلتا ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یا تو (اِسلامی) سزاؤں میں تخفیف ہوتی گئی یا حالات اور ضروریات کے ساتھ ان میں تبدیلی ہوگئی۔'' اور اسی کے ساتھ یہ فتویٰ بھی دیتا ہے کہ: ''یہ اس حق کا استعمال ہے جو مسلمان حکمرانوں کو حاصل ہے۔''

کیا فاضل مصنف سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ ''مسلمان حکمرانوں'' کو یہ حق کس نے اور کب دیا ہے؟ فاضل مؤلف کا مقطعِ سخن بھی ملاحظہ فرمائیے! ارشاد ہوتا ہے:

> ''یہ سخت سزائیں عرب کے ماحول کے لیے نافذ ہوئی تھیں، اب ان کا نفاذ عصرِ حاضر میں مشکل ہوگا۔ مثال کے طور پر تارکِ نماز کا قتل یا سارق کا قطعِ ید ایک اَمرِ محال معلوم ہوتا ہے۔''

یہ ہے دورِ اَیوبی کا وہ فلسفہ جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اِسلام سے ذہنی اِرتداد کی تلقین کی گئی! ''**کبرت كلمةً تخرج من افواههم ان يقولون اِلّا كذبًا**'' کاش! فاضل مصنف ایک مؤرخ کے مقام سے ہٹ کر بیمار ذہنیت کے مفتی (مفتیٔ ماجن) کا مظاہرہ نہ کرتے تو ان کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک دقیق کتاب ہوتی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ

پروفیسر خورشید احمد صاحب۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید، ۱۴۱/۱۶۱، ۱/۱، وحید آباد، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب جناب پروفیسر خورشید احمد صاحب کے ان اداریوں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ''چراغِ راہ'' کراچی کے لیے تحریر فرمائے۔ ناشرین نے انہیں موجودہ اضطراب کی فضا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے زیرِ نظر کتاب کی شکل میں شائع کردیا ہے۔ ان مضامین کی اصل رُوح جماعتِ اسلامی کا فلسفہ: ''لا دین اِلّا السیاسۃ'' ہے، تاہم بعض مضامین بڑے فکرانگیز ہیں۔

کتاب پر جناب پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب کا مقدمہ ہے، جس میں برصغیر میں دورِ غلامی کی تاریخ اور اِحیائے اِسلام کی کوششوں کا جامع خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

اُندلس؛ تاریخ واَدب

ڈاکٹر سیّد محمد یوسف (صدر شعبۂ عربی، کراچی یونیورسٹی)۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت (مجلد): ۶/۲ روپے۔ پتا: مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی۔

دورِ حاضر میں تاریخ نے ایک فلسفہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔ اس کے لیے جہاں اور متعدّد مآخذ تلاش کرلیے گئے ہیں، ان میں عمدہ ترین مآخذ کسی دور کے ادبی ذخائر کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ادیب بے ساختہ اپنے ماحول کی عکاسی کرتا ہے، اور ہر دور کے ادب پر اس وقت کے سیاسی، اِقتصادی، اخلاقی، سماجی اور مذہبی عوامل کی چھاپ صاف دِکھائی دیتی ہے۔ اُندلس میں تین سو سال تک مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا غلغلہ بلند رہا، وہاں سے سینکڑوں فقیہ ومحدث، ادیب وشاعر اور فلسفی ومہندس اُٹھے، اُندلس نے نہ صرف عالمِ اِسلام کو اپنے علمی نوادر سے مستفید کیا، بلکہ وہ وحشی یورپ کے لیے بھی علم وفن کا ''معلّمِ اَوّل'' ثابت ہوا۔

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر سیّد محمد یوسف صاحب (صدر شعبۂ عربی، کراچی یونیورسٹی) نے بعض اہم ادبی مآخذ سے اندلس کی تاریخ وادب کا مرقع پیش کیا ہے، اور ترجمہ کے ساتھ اصل عربی اقتباسات بھی دیے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ مصنف کی یہ اچھوتی پیش کش اہلِ علم وتحقیق کے لیے مشعلِ راہ ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

المعارف (عربی)

ابومحمد عبداللہ بن مسلم۔ صفحات: ۳۷۲۔ قیمت (مجلد): ۳۶ روپے۔ پتا: نور محمد کارخانۂ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم (م: ۲۷۶ھ) کی کتاب "المعارف" - جو "معارف ابنِ قتیبہ" کے نام سے شہرۂ آفاق ہے- ان تمام معلومات کا مختصر سا انسائیکلو پیڈیا ہے جن کا علم ایک عالم محقق کے لیے ضروری ہے۔ مصنفؒ نے اس میں انبیائے سابقین، أنساب عرب، سیرۃ نبویہ، خلفائے راشدین، مشاہیر صحابہؓ، خلفاء و أمراء، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، مشہور اَصحابِ فنون، ملوک عالم، جغرافیۂ عرب اور دیگر بے شمار نوادر نہایت اختصار سے جمع کر دیے ہیں۔ خود مصنفؒ کے الفاظ ہیں:

> **هـذا كتـاب جمعت فيه من المعارف ما يحق على من انعم الله عليه بشرف المنزلة واخرج بالتادب عن طبقة الحشوة، وفضل بالعلم والبيان على العامة ان يأخذ نفسه بتعليمه ويرضها علىٰ تحفظه...... بانّه قل مجلس عقد على خير او اسس لرشد...... او سلک فيه سبيل المروة الّا وقد يجرى فيه سبب من اسباب المعارف."(۱)**

کتاب پر ثروت عکاشہ کا ۶۴ صفحے کا طویل مقدمہ ہے- جو بجائے خود معلومات کا خزینہ ہے- اس کے آخر میں وہ "المعارف" کے بارہ میں اپنی رائے کو ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں:

> **"فكتـاب الـمـعـارف مـوسـوعة تتصف بالتنسيق، مختارة احسن الاختيار، مبوبة اجـمـل التبويب، تلخص التاريخ تلخيصًا من غير اخلال، وتسوق الطرف والملح والـنـوادر عـلىٰ نهـج محبّب شائق، لا يفلت منها شيء ذو خطر..... وقد جمعت هـذه الـمـوسـوعة -اعـنـى كـتـاب الـمـعـارف- كـل ما يعنى الناس ان يعرفوه عن اسلافهم من أخبار وما ينقل اليهم من حديث."**

حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری مدظلہ العالی نے - جو وفاق المدارس العربیہ کے صدر بھی ہیں- وفاق کی جانب سے دورۂ حدیث کے طلباء کے لیے اس کا مطالعہ ضروری قرار دیا تھا۔ ہمارے یہاں چونکہ یہ کتاب نایاب تھی، اس لیے حضرت ہی کی پُر زور فرمائش پر ناشرین نے اسے طبع کیا۔ حضرت کا ارشاد ہے کہ حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو کم از کم "معارف ابنِ قتیبہ" کی معلومات پر حاوی ہونا چاہیے، اسی بنا پر آپ

(۱) ص: ۲

نے یہ کتاب خرید کر مدرسہ کے تمام اساتذہ اور دورۂ حدیث کے طلبہ میں تقسیم فرمائی ہے۔ اُمید ہے اَربابِ مدارس اور دیگر اہلِ علم بھی اس علمی تحفہ کا خیر مقدم کریں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ)

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات)

پروفیسر محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۶۲۴۔ قیمت (مجلد): ۳۶ روپے۔ پتا: پاک اکیڈمی، ۱/۴۸، وحید آباد، کراچی ۱۸۔

جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری نوادر کی جستجو اور فراہمی کے قابلِ رشک حد تک شائق، محنت و ریاض کے خوگر اور تالیف و تدوین کے مشاق ہیں۔ ان کی زیرِ نظر کتاب - جیسا کہ نام سے واضح ہے - ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے متعلق ہے، جس میں نو باب ہیں:

پہلا باب (جسے اُنہوں نے پس منظر کا نام دیا ہے) مفتی محمد عوض کی جنگِ بریلی (۱۸۱۶ء)، تحریکِ مجاہدین (از ۱۸۳۱ء)، مولوی محمد جعفر تھانیسری کی سرگزشت اور جہاد ہنومان گڑھی (۱۸۵۵ء) سے متعلق ہے۔

دُوسرے باب میں روہیل کھنڈ (بریلی، آنولہ، پیلی بھیت، بدایوں، شاہجہان پور، مرادآباد، بجنور) کے واقعات ہیں۔

تیسرے باب میں دوآبہ (سہارنپور، مظفر نگر، بلند شہر، علی گڑھ، فرخ آباد) کے، اور چوتھے میں اودھ اور کانپور کے حالات ہیں۔

پانچوں میں روہیل کھنڈ کے آخری معرکے، چھٹے اور ساتویں میں سقوطِ دہلی کا نقشہ ہے۔

آٹھواں اہم ترین باب چند نادر دستاویزات پر مشتمل ہے، اور نواں اور آخری باب جنگِ آزادی کی سولہ شخصیات سے متعارف کراتا ہے۔ کتاب کے حواشی میں جن شخصیات کا مختصر یا مفصل ذکر آیا ہے ان کی تعداد ۱۶۱ ہے۔

کتاب میں جہاں جاں نثاری و سرفروشی کے قابلِ تقلید نمونے ملتے ہیں، وہاں غداری و ضمیر فروشی کے منحوس خاکے بھی سامنے آتے ہیں۔ مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھتے ہیں:

"فخرالدین (کلال) نامی ایک شخص نے مخبری کی، مولانا گرفتار ہوئے، مولانا کافی پر مختلف اِلزامات

قائم ہوئے، معمولی ضابطہ کی کارروائی کے بعد پھانسی کا حکم ہوا، مولانا نے یہ حکم سنتے ہی خوشی کا اظہار کیا، اور جب مولانا کو پھانسی دینے کے لیے لے جایا گیا تو مولانا کافی نہایت بلند آواز سے اپنی تازہ غزل پڑھتے ہوئے جارہے تھے، جو درج ذیل ہے:

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حَسَن رہ جائے گا
ہم صفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی، سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
نامِ شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنج تن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لولاکؐ کے اُوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہوجائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعتِ حضرتؐ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

فاضل مصنف نے کتاب کی ترتیب میں محنت و ریاض کا کتنا سرمایہ صَرف کیا؟ اس کا صحیح اندازہ وہی کرسکتے ہیں جنہیں اس نوعیت کے تحقیقی کاموں سے سابقہ پڑا ہو! تاہم عام اندازہ کتاب کے ۱۹۶ مآخذ کی اس فہرست سے کیا جاسکے گا جو کتاب کے آخر میں ملحق ہے۔ تقریب کے عنوان سے مصنف کا مختصر دیباچہ بھی بڑا معلوماتی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بارہ میں انگریزوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ۱۸۶۸ء میں صرف انگریزی کتابوں کی ایک فہرست شائع ہوئی ہے جس میں ۹۹۰ مطبوعات، مخطوطات، مقالات اور اخبارات کو شامل کیا گیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ میں جو کام سرکاری یا نجی سطح پر ہوا ہے، اس کی تفصیل پیش کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:

''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی صد سالہ یادگار کے موقع پر پاکستان میں سرکاری سطح پر کوئی کام نہیں ہوا، وزارتِ اطلاعات نے ایک دو مختصر سے پمفلٹ شائع کردیے تھے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ)

تاریخ تصوف

جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔صفحات: ۵۴۰۔ قیمت (مجلد): ۴۵ روپے۔ پتا: علماء اکیڈمی، محکمۂ اوقاف پنجاب، لاہور۔

جناب محمد یوسف گواریہ (ڈائریکٹر علماء اکیڈمی، محکمۂ پنجاب) پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب اس وقت عمر کے اعتبار سے شاید پاکستان کے معمر ترین عالم اور محقق ہیں۔حصولِ علم کے بعد آپ تقریباً پچاس ساٹھ برس سے مسلسل علم وفضل کی خدمت میں معروف ہیں۔عربی، فارسی، اُردو اور دیگر اسلامی اَلسنہ کے ماہر ہیں۔انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں پر عبور رکھتے ہیں، اور شاید ملک کے واحد عالم ہیں جو لاطینی زبان بھی جانتے ہیں، اور انہیں ہندو مذہب وثقافت اور سنسکرت سے بھی شغف رہا ہے۔''

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔مقدمہ میں تصوف کی ماہیت وضرورت اور اس کے ہمہ گیر اثرات سے بحث کی گئی ہے۔پہلے باب میں ہندی تصوف، دُوسرے میں فلاطونی تصوف، اور تیسرے باب میں (جو خاصا طویل بھی ہے اور مصنف کا اصل مقصود وموضوع بھی) اسلامی تصوف سے بحث کی گئی۔ ہندی وفلاطونی تصوف کے ذیل میں فاضل مصنف نے بڑی محنت وجستجو سے قیمتی معلومات جمع کی ہیں، مگر اس کے ساتھ انہوں نے جگہ جگہ ان کو قرآنِ کریم اور کلامِ اقبال سے مبرہن کرنے کی کوشش بھی کی ہے، جس سے اِتفاق کرنا مشکل ہے۔اِسلامی تصوف کے باب میں تصوف کا مفہوم اور اس کی قسمیں، تصوف کے مآخذ اور اس کے عناصرِ ترکیبی، صوفیائے کرام کا مقام اور ان کے کارنامے، ''صوفی'' کی وجۂ تسمیہ اور اس کے اوصاف واخلاق موضوعِ بحث ہیں۔اور کتاب کے چوتھے اور آخری باب میں صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے جو دُوسری صدی سے لے کر دسویں صدی تک پر محیط ہے۔اس سلسلہ میں مصنف نے دس اکابر صوفیا کے حالات اس انداز سے قلم بند کیے کہ ہر شخصیت کے تاریخی ماحول، اس کے اساتذہ وتلامذہ، اس کی تصنیفات وتعلیمات اور اس کی دعوت کے اثرات کا پورا خاکہ قاری کے سامنے آجاتا ہے اور بوقتِ مطالعہ اپنے آپ کو اس ماحول میں اس طرح پاتا ہے گویا یہ سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے گزر رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قدیم وجدید حلقوں میں صوفیائے کرام سے اِنصاف نہیں کیا گیا۔پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی یہ کتاب جس سلامتیٔ فکر کی آئینہ دار ہے، اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بہت سے ذہنوں کو اطمینان کی خنکی عطا کرے گی۔حسین بن منصور حلاج کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

''حلاج ان لوگوں میں سے ہیں جن کی شخصیت ان کی وفات کے بعد محلِ نزاع بن گئی، اور آج تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ یہ سچ ہے کہ مرورِ ایام کی بدولت حلاج کی پُراسرار شخصیت بہت دل کش بن گئی ہے اور آج ہر شخص اس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے اور اس کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہتا ہے، مگر اس کی وفات کے بعد ہی (چوتھی صدی ہجری میں) علماء، عرفاء، صوفیاء، مؤرخین اور محققین کے دو گروہ ہو گئے تھے اور آج تک موجود ہیں۔ ایک گروہ اسے عارف، خدا رسیدہ (خدا مست) اور مردِ مؤمن سمجھتا ہے، دُوسرا گروہ اس کے برعکس اسے ملحد، زندیق (قرمطی) اور کافر قرار دیتا ہے، ان دونوں گروہوں کے علاوہ ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو اس کے بارہ میں توقف کرتا ہے، نہ اسے مؤمن کہتا ہے نہ کافر! میں اسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حلاج کے متعلق جو شہادتیں مجھ تک پہنچی ہیں، ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ذیل میں وہ شہادتیں تاریخی ترتیب کے ساتھ درج کرتا ہوں۔''(۱)

مگر چوتھی پانچویں صدی کے صوفی شیخ ابوسعید بن ابی الخیر کے بارہ میں مصنف کی رائے نرم نہیں، ان کا کہنا ہے کہ: ''ان کی تعلیمات میں غیر قرآنی عناصر پائے جاتے ہیں۔'' اور اس سے مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ''پانچویں صدی ہجری سے تصوف میں غیر اسلامی عناصر داخل ہونے شروع ہو گئے تھے'' اور یہ کہ: ''تمام شیوخِ سلاسل معصوم عن الخطا ہو گئے اور دیگر فنون کی طرح تصوف میں بھی تقلیدِ کور کا بازار ہو گیا۔''(۲)

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ جب مصنف؛ شیخ حسین بن منصور حلاج سے رعایت کرتے ہوئے ان کے بارہ میں توقف اختیار کرتے ہیں تو شیخ ابوسعید کے چند فقروں سے۔ جن میں تاویل کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ مہیب نتائج اخذ کرنے میں وہ کیونکر حق بجانب ہیں...؟

مصنف کا یہ نتیجہ غور طلب ہے کہ: ''پانچویں صدی سے غیر اسلامی عناصر داخل ہونے شروع ہو گئے تھے'' اور یہ کہ: ''دیگر فنون کی طرح تصوف میں بھی ''تقلیدِ کور'' کا بازار گرم ہو گیا تھا'' حالانکہ فاضل مصنف کی یہی کتاب ان کے اس نظریہ کی تردید کرتی ہے۔

''تقلیدِ کور'' یا ''اندھی تقلید'' کا اِلزام اِسلام اور مسلمانوں پر ایک ایسی تہمت ہے جس سے پوری اِسلامی تاریخ حرف غلط ثابت ہو جاتی ہے۔ فاضل مصنف کے مطابق اُمتِ اِسلامیہ پانچویں صدی سے آج تک ''تصوف کی طرح دیگر فنون میں بھی'' آنکھیں بند کیے ''تقلیدِ کور'' کی وادیوں میں بھٹک رہی ہے اور صحیح و غلط کے درمیان اِمتیاز کیے بغیر جو کچھ کسی نے کہہ دیا، اس پر ''ایمان بالغیب'' لا رہی ہے۔ ان میں کوئی دقیقہ رس عالم ایسا نہیں ہوا جو اَپنی اجتہادی صلاحیتوں سے کام لے کر حق و باطل کے درمیان خطِ اِمتیاز کھینچ سکتا۔

---

(۱) ص:۲۵۴ (۲) ص:۵۰۷

یہ مستشرقین کے مکروہ پروپیگنڈے کا لاشعوری اثر ہے جو ایک صدی سے ہمارے نئے مجتہدین کے لوحِ اذہان پر ثبت ہے۔ حیف ہے کہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی ایسا بالغ نظر محقق بھی اس پروپیگنڈے سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

یہ صحیح ہے کہ وقتاً فوقتاً اِسلامی فنون میں غیر اِسلامی عناصر کی آمیزش کی کوششیں بعض سرپھروں کی جانب سے ہوتی رہی ہیں، مگر یہ غلط اور قطعاً غلط ہے کہ اُن کی یہ کوششیں کامیاب بھی ہونے دی گئیں، اور آنے والی نسلیں ''تقلیدِ کور'' کی وجہ سے اِسلامی وغیر اِسلامی عناصر میں تمیز نہ کرسکیں۔ جہاں ایسے زائغین پیدا ہوتے رہے، وہاں بحمداللہ! ہر دور میں وہ مجدّدینِ اُمت بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے ہر اِسلامی فن میں ''دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی'' الگ کرکے اُمت کے سامنے پیش کردیا، اور بتوفیقِ خداوندی اُمتِ اِسلامیہ نے ''تقلیدِ کور'' اگر کی تو انہی حضرات کی، نہ کہ غیر اِسلامی عناصر کی آمیزش کرنے والوں کی۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ)

دریائے کابل سے دریائے یرموک تک

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدفیضہٗ۔ صفحات: ۳۰۴۔ تقطیع: ۱۸×۲۲/۸۔ قیمت (مجلد): ۱۸روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اِسلام، ۱-کے-۳، ناظم آباد نمبر۱، کراچی۔

۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں رابطہ عالم اِسلامی کی جانب سے ایک وفد چھ مسلم ممالک (افغانستان، ایران، لبنان، شام، عراق اور اُردن) کے دورہ کے لیے تشکیل دیا گیا، جس کے رئیس ہمارے مخدوم مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدفیضہٗ تھے۔ موصوف نے اپنا سفرنامہ ''من نھر کابل الی نھر یرموک'' کے نام سے مرتب کیا جو ۱۳۹۴ھ میں ترکی سے شائع ہوا۔ زیرِ نظر کتاب اسی کا ترجمہ ہے، جو پہلے ہندوستان سے اور اب کراچی سے شائع ہوا ہے۔

تاریخ وسوانح مولانا کا خاص موضوع اور دعوت الی اللہ ان کی زندگی کی رُوح ہے۔ اس سفرنامہ میں موصوف نے ان ممالک کے بارہ میں جہاں بہترین تاریخی معلومات مہیا کی ہیں، وہاں ان کی دینی وفکری، سیاسی وسماجی اور معاشی واقتصادی حالات کی بھی عکاسی کی ہے، اس ضمن میں انہوں نے اپنے تأثرات و احساسات اور تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ اس اِمتزاج نے اسے ایک ایسی تاریخی ومعلوماتی کتاب بنادیا ہے، جس کا ہر ورق عبرت وموعظت کا مرقع ہے۔ ضروری نہیں کہ آپ ہر جگہ مصنف کے ذوق ورُجحان سے

اتفاق کریں، لیکن اسلامی ممالک میں آج جو مدوجزر برپا ہے، اور وقت جس چیز کا اسلامی ممالک سے مطالبہ کر رہا ہے، اس کے سمجھنے میں یہ دلچسپ کتاب بڑی کارآمد ہوگی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ)

تذکرۂ جمعیت علمائے اسلام

مولانا مختار احمد الحسینی۔ صفحات: ۲۶۰۔ قیمت: ۲ روپے۔ ملنے کا پتا: مکتبہ تعمیرِ حیات، چوک رنگ محل، لاہور۔

زیرِ نظر کتابچہ میں فاضل مؤلف نے ہمارے ملک کی عظیم دینی قیادت "جمعیت علمائے اسلام" کی تاریخ، مقصد، پالیسی، لائحۂ عمل، دعوت اور اس کی شان دار خدمات کا تذکرہ کیا ہے، نیز اس کی منظم جدوجہد اور سیاسی اور مذہبی میدان میں اس کے صحیح موقف کی نشان دہی پر تفصیلی بحث کی ہے۔

یہ کتاب علمائے حق سے رُوشناس کرانے کے لیے بڑی مفید ہے، اور تمام دین پسند طبقات کے مطالعہ کی چیز ہے۔ مؤلف نے صرف "ترجمانِ اسلام" کے مطبوعہ مواد کے یکجا کر دینے پر کفایت کی ہے، اور ترتیب میں بھی تالیفی مہارت نمایاں نہیں ہو سکی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ)

برصغیر کے علمی، ادبی اور تعلیمی اِدارے (حصہ دوم)

ابوسلمان شاہ جہاں پوری، امیر الاسلام صدیقی۔ صفحات: ۵۰۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: گورنمنٹ نیشنل کالج، کراچی۔

گورنمنٹ نیشنل کالج کے مجلّہ "علم وآگہی" کا ایک خصوصی شمارہ برائے ۱۹۷۳ء شائع ہوا تھا، جو برصغیر کے کوئی چالیس اِداروں کے تعارف پر مشتمل تھا، زیرِ نظر خصوصی شمارہ برائے ۷۵-۱۹۷۴ء اسی کا حصہ دوم ہے، جس میں چھوٹے بڑے سینکڑوں اِداروں کا تذکرہ ہے، ان میں مسلم، غیر مسلم، مؤمن اور ملحد سبھی قسم کے اِدارے شامل ہیں۔ ان بے شمار اِداروں کے بارہ میں جس محنت وعرق ریزی سے معلومات جمع کی گئی ہیں اور جس سلیقہ اور شائستگی سے انہیں مرتب کیا گیا ہے، اس پر حیرت ہوتی ہے۔ خصوصاً جب یہ بات بھی پیش نظر ہو کہ اس شمارہ کی جمع وترتیب کالج کے مصروف ترین اساتذہ وطلبہ کی تحقیقی تگ وتاز کا نتیجہ ہے۔

مجلّہ "علم و آگہی" کی پیش کش نہ صرف ایک علمی و تحقیقی کارنامہ ہے، بلکہ دیگر تعلیمی اِداروں کے لیے روشنی کا بھی مینار ہے، جس پر نیشنل کالج کے اساتذہ اور طلبہ علم واَدب کی بارگاہ سے خلعتِ فاخرہ کے مستحق ہیں۔ مجلّہ کو بہت سی تصویروں سے مزین کیا گیا ہے جو شرعاً حرام کام ہے۔ کاش! ہمارے تعلیمی اِدارے تحقیق کے ساتھ ساتھ دِینی مزاج کی طرف بھی قدم اُٹھاتے...!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ)

کوائف شعبۂ نشر واشاعت دار العلوم نعمانیہ گوجرانوالہ

مولانا ابواحمد عبداللہ مدفیضہٗ۔ ناشر: مولانا عبدالواسع (ناظم نشر واشاعت دار العلوم نعمانیہ، گوجرانوالہ)۔

مولانا ابواحمد عبداللہ لدھیانوی ملک کے ممتاز عالم دِین اور اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذِ رشید ہیں۔ موصوف ایک عرصہ سے درس وتدریس کی خدمت کے ساتھ ایک مخصوص انداز میں تصنیف وتالیف کے ذریعہ دِینی دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ میں دار العلوم کے شعبۂ تصنیف و تالیف کے کوائف پیش کیے گئے ہیں، اس میں یہ تفصیل پیش کی گئی ہے کہ اس شعبہ سے اب تک دو ڈھائی درجن چھوٹی بڑی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے سربراہوں، اعلیٰ حکام اور سفارتی حلقوں میں تقسیم کی گئی ہیں، اور خود اپنے ملک میں دِینی دعوت کا یہ پیغام صدرِ مملکت سے لے کر تمام اہم شخصیتوں تک کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ ہمت کی بات ہے کہ یہ تمام مطبوعات حسبۃً لِلّٰہ بھیجی جاتی ہیں، جن کے مصارف دردمندانِ ملت کے عطیات سے اُٹھائے جاتے ہیں۔ رُوداد میں تقریباً ایک درجن کتابوں کے مسوّدات کی تفصیل بھی دی گئی ہے، جن کی طباعت کے لیے مصارف کی ضرورت ہے۔ حق تعالیٰ مولانا کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور دِینی دعوت کو عصری زبان میں سمجھانے کی مزید توفیق بخشیں۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

خونِ حرمین

مولانا سیّد غفور شاہ الحسامی۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: عامر اکیڈمی، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور نمبر ۱۶۔

خلافتِ ترکیہ کا زوال اور شریفِ مکہ کا حرمین شریفین پر انگریزوں کے ساتھ مل کر فوج کشی کرنا کسی سے پوشیدہ نہیں۔ نام نہاد "شریف" نے مقاماتِ مقدسہ کی جس طرح سے توہین وتذلیل کرائی، اس کو پڑھ کر ضبط وتحمل کے تمام تر بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔

زیرِ نظر کتابچہ میں انگریز اور شریفِ مکہ کے ہاتھوں حرمین شریفین اور شعائرِ دینی کی بے حرمتی کی دل دوز داستان بیان کی گئی ہے، جس کا حرف حرف درسِ عبرت اور سبقِ موعظت ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

۱:...انیل کمار سے مجاہدِ اسلام تک

مجاہدِ اسلام آگردی بھارت۔ صفحات: ۶۴۔ پتا: عامر اکیڈمی، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور نمبر ۱۶۔

۲:...اسلام قبول کرنے کے بعد مجھ پر کیا بیتی؟

مجاہدِ اسلام آگردی بھارت۔ صفحات: ۶۴۔ پتا: عامر اکیڈمی، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور نمبر ۱۶۔

ایمان و اسلام کس قدر قیمتی متاع ہے؟ اس کا اندازہ صحیح طور پر تو ان شاء اللہ! میدانِ محشر میں ہی ہوگا، مگر اَربابِ ذوق اس کی چاشنی اسی دُنیا میں ہی محسوس کرتے ہیں اور امن وسکون کی اس مٹھاس کے حصول میں انہیں دُنیا کی کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔

زیرِ نظر رسالوں میں ایک نوجوان کے قبولِ اسلام کی داستانِ عزیمت کا بیان ہے، جس میں قبولِ اسلام کی رُوئیداد کے علاوہ اس سلسلہ کے مشکلات ومظالم کا نہایت خوب صورت انداز میں تذکرہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

الکامل فی احقاقِ حق و ابطالِ باطل (اُردو، جلد اوّل)

شفیق عبدالرحمٰن القریشی۔ صفحات: ۷۰۴۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ ناشر: ادارہ احیائے سنت، اے-۲۰، سائرہ مینشن، بالمقابل ریڈیو پاکستان، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں - جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے - مصنف نے حق وباطل کے معرکۃ الآرا نظریات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ عصرِ حاضر اور اَدوارِ ماضیہ کا موازنہ کرتے ہوئے معاشرہ کی اکثر و بیشتر بُرائیوں اور خرابیوں کی طرف نشان دہی کی ہے، نیز تاریخ کے حوالہ سے باطل کے اوچھے ہتھکنڈوں اور لادینی طاقتوں کی

اسلام کے خلاف گہری سازشوں کو بے نقاب کیا ہے، عنوانات کی ہمہ گیری کے باوجود خاص طور پر خلافت اور اس کے اقسام وأدوار اور اس کے تحقیقی وتنقیدی پہلوؤں کو خوب اُجاگر کیا ہے۔ چنانچہ کتاب کے مقدمہ میں مضامین کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''خلافت کے دو پہلو ہیں: تحقیقی اور تنقیدی۔

تحقیقی پہلو کے بیان میں خلافت کا مفہوم، خلافت کا مفہومِ مخالف، متضاد نظریات اور خلافت کی اہمیت وضرورت اور وجوب وغیرہ اُمور ہیں، جو اس پہلے حصہ میں زیرِ بحث آئے ہیں۔ خلافت کا دُوسرا سنجیدہ پہلو تنقیدی ہے، جس میں خلافتِ راشدہ اور مابعد کے اَدوار کا آپس میں تجزیہ، خلافتوں کو نقصان پہنچانے والے عناصر کی نشان دہی، خلافتوں کے اَدوار میں مسلمانوں کی عمومی حالت وغیرہ وغیرہ۔''

اب اُمتِ مسلمہ کو بیدار ہوکر حق گوئی ودینی حمیت کا مظاہر کرنا چاہیے اور ان تمام باطل لادینی طاقتوں کا -جو اس دینِ حق کو مٹانے کے لیے اکٹھی ہوتی جارہی ہیں- مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کرلینا چاہیے۔ زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع پر بے مثال ہے، اور اس لائق ہے کہ اس کو زیرِ مطالعہ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے جزیل سے نوازے اور انہیں دینی خدمات کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۶ھ)

جہادِ افغانستان اور فتحِ مبین

جناب مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی صاحب۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۳۳ روپے۔ پتا: اِدارہ صدیقیہ، نزد حسین ڈی سلوا، گارڈن ویسٹ، نشتر روڈ، کراچی نمبر۳۔

زیرِ نظر کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- جہادِ افغانستان کے عنوان پر لکھی گئی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد کے حیرت انگیز واقعات، شہداء کی کرامات، رُوسی فوج کی شکست کے مشاہدات وتأثرات کو ایک نئے انداز سے جمع کیا گیا ہے۔

مؤلف موصوف خود اس میدان میں اُتر کر کفر واسلام کے اس عظیم معرکہ کو نہ صرف دیکھ آئے ہیں، بلکہ عملی جہاد میں حصہ لے چکے ہیں، اس اعتبار سے یہ کتاب اپنے اندر حقیقت کی رعنائی اور صداقت کی تأثیر رکھتی ہے۔

موصوف نے جہاں اپنے مشاہدات وتأثرات قلم بند کیے ہیں، وہاں دیگر مستند کتب سے بھی جہاد کے

فضائل و فوائد اور مقاصد کو بیان کرتے ہوئے بطورِ خاص جہادِ افغانستان کے سلسلہ کا مطبوعہ مواد؛ معاصر رسائل و جرائد اور اخبارات سے اَخذ کر کے زیبِ کتاب کیا ہے۔ اُمید ہے قارئین دلچسپی سے دستِ تعاون بڑھائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۱ھ)

۷ کتابوں کا مجموعہ

جناب ابو عامر قاری اظہر ندیم صاحب۔ صفحات: ۲۵۸۔ قیمت: ۲۷ روپے۔ پتا: سپاہ صحابہؓ اکیڈمی، لاہور، پاکستان۔

زیرِ نظر مجموعہ میں جناب مؤلف نے درج ذیل رسائل جمع فرمائے ہیں:

۱:... ''سپاہِ صحابہ پر مظالم''۔ ۲:... ''(مولانا) حق نواز (جھنگوی شہیدؒ)؛ شخصیت و کردار اور کارنامے''۔ ۳:... ''(مولانا) ضیاء الرحمٰن فاروقی (شہیدؒ) سے انٹرویو''۔ ۴:... ''(مولانا) حق نواز (جھنگوی شہیدؒ)؛ اپنوں اور غیروں کی نظر میں''۔ ۵:... ''(مولانا) حق نواز (جھنگوی شہیدؒ) سے آخری ملاقات''۔ ۶:... ''شیعیت اپنے آئینہ میں''۔ ۷:... ''(مولانا) ایثار القاسمی (شہیدؒ)؛ حالاتِ زندگی اور قربانی۔''

چھوٹے سائز کی یہ کتاب جو کارڈ بورڈ کی جلد میں ہے، مضامین کے اعتبار سے نہایت معقول ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ اس مجموعہ کا کوئی اِبتدائیہ یا تعارف نہیں ہے، اور نہ ہی اُس کی کوئی فہرست ہے، اور اسی طرح ٹائٹل پر مطبوعہ ناموں کی ترتیب سے اندرونی ترتیب بھی مختلف ہے، آخر میں اخبارات کے فوٹو ہیں، جن میں سپاہِ صحابہؓ کے کارکن اور راہنماؤں کی تصاویر بھی ہیں۔ ہمارے خیال میں دِینی جماعتوں کے حضرات کو تصاویر سے اِحتراز کرنا چاہیے۔

بہر حال! کتاب کے مضامین اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت جوش دِلانے والے ہیں۔ نوجوانوں اور اُن لوگوں کے لیے جو روافض کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں، یہ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ مزید یہ کہ تمام رسائل الگ الگ بھی دستیاب ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۳ھ)

نشۂ اِقتدار

جناب مولانا محمد یوسف قریشی (پشاور)۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: جامعہ اشرفیہ، مسجد مہابت خان، پشاور۔

جو لوگ مال و دولت یا اقتدار کے نشہ میں حق اور اہلِ حق کی مخالفت کرتے ہیں، ان میں سے قارون، نمرود، فرعون، ہرقل اور کسریٰ کی عبرت ناک سرگزشت...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

جامعہ عثمانیہ

ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی (سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ) محمد ابراہیم صاحب۔ صفحات: ۱۳۵۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: بہادر یار جنگ اکادمی، سراج الدولہ روڈ، بہادر آباد، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب دراصل تین مقالات کا مجموعہ ہے: پہلا مقالہ ''جامعہ عثمانیہ... آغاز اور نشو ونما کا پہلا دور'' ڈاکٹر رضی الدین صدیقی کے انگریزی مقالہ کا اُردو ترجمہ ہے۔ دُوسرا مقالہ ''جامعہ عثمانیہ... چند باتیں'' بھی ڈاکٹر صاحب ہی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ تیسرا مقالہ ''جامعہ عثمانیہ کا سنہرا دور'' جناب محمد ابراہیم صاحب (سابق ناظم تعمیرات مملکتِ آصفیہ، حیدر آباد، دکن) کا ہے۔ طباعت و کتابت سے ناشرین کے معیاری ذوق کی نشان دہی ہوتی ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں اس بات کا کامل ثبوت موجود ہے کہ اُردو زبان کو اعلیٰ تعلیم خصوصاً سائنس اور فنی تعلیم کا ذریعہ بنانے میں نہ صرف یہ کہ کوئی دُشواری نہیں کہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، دکن کا قیام اُردو زبان میں مختلف علوم وفنون اور سائنس وغیرہ کی اعلیٰ تعلیم کا کامیاب تجربہ ثابت ہو چکا ہے۔ ''بہادر یار جنگ اکادمی'' کی پیش کش کو یقیناً وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۵ھ)

مفتی محمود کا دورِ حکومت

اشفاق ہاشمی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ محمود، دار العلوم انوار الاسلام، محراب خان روڈ، بکرا پیڑی، کراچی نمبر ا۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قریباً ساڑھے نو ماہ (یکم مئی ۱۹۷۲ء سے ۱۵ر فروری ۱۹۷۳ء تک) صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ رہے، اس مختصر سی مدت میں آپ نے اپنے زیرِ اقتدار خطہ میں جو مذہبی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور صحافتی اصلاحات نافذ کیں، اُن کا مختصر مگر جامع مرقع...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

فریب خوردہ شاہین

مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی۔ صفحات: ۳۸۴۔ ناشر: مولانا عبدالواسع (ناظم نشر و اشاعت ادارۂ نعمانیہ، گوجرانوالہ)۔

گزشتہ دو تین صدیوں میں "سائنس اور نصرانیت" کے درمیان جو تصادم رہا، اور جس کے نتیجہ میں سائنس کے مقابلہ میں تحریف شدہ نصرانیت کو مات ہوئی، اس کی تفصیلی داستان ڈاکٹر ڈریپر کی کتاب "معرکہ مذہب و سائنس" میں ذکر کی گئی ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے ضمناً اسلام پر بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، زیر نظر کتاب میں اسی کتاب کو سامنے رکھ کر مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ مغرب کی دین سے بیزاری کے کیا اسباب تھے؟ دانش ورانِ مغرب دعوائے ہمہ دانی کے باوصف اسلامی حقائق سے کتنے ناواقف ہیں؟ کیا اسلام سائنس کے چیلنج کو قبول کرسکتا ہے یا کلیسا کے مصنوعی دین کی طرح وہ بھی دَم توڑ دے گا؟ اور یہ کہ مسلمانوں کے شاہین بچے جو ہر چیز کے صحیح یا غلط ہونے کی سند مغرب سے لانا ضروری سمجھتے ہیں، ان میں ذہنی تبدیلی کیسے پیدا ہوئی؟ یہ کتاب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم کے اس شعر کی گویا شرح ہے ۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاول ۱۳۸۸ھ)

***

مقالات ومضامین
مکتوبات اور ادبیات

بیاضِ اشرفی

حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔صفحات:۲۶۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں مافوق الفطرت صلاحیتوں سے نوازا، یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس دور کے اکابر نے ''حکیم الامت'' کے خطاب سے نوازا۔کوئی علمی اور فنی موضوع ایسا نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اُٹھایا ہو، اور آپ نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا، توفیقِ ایزدی نے ایسا ساتھ دیا کہ اس موضوع کا حق ادا کر دیا اور اس کے ''ما لہ وما علیھا'' اور جزئیات کا ایسا استقصا فرمایا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

زیرِنظر کتاب بھی حضرتؒ کی تصنیف ہے۔ بظاہر یہ تصنیف نہیں بلکہ حضرت کی ذاتی ڈائری اور خصوصی یادداشت ہے، مگر اس میں ایسے ایسے علمی، فقہی اور فنی موادات ہیں کہ قاری کو بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔ کتاب کا تعارف ٹائٹل میں اس انداز سے موجود ہے:

''حضرت تھانویؒ کی مکمل بیاض، زندگی بھر کے علمی، اِصلاحی وطبی حاصل شدہ معلومات کا ذخیرہ اور مجرب تعویذات، بہت سے امراض کے لیے نادر نسخہ جات بھی شامل ہیں۔''

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب حافظ محمد اِسحٰق صاحب کو جنہوں نے اس اہم دستاویز کو اُمت کے ہاتھوں تک پہنچانے کی سعیٔ مبارک کی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۹ھ)

مقالات الکوثریؒ

الشیخ محمد زاہد الکوثری قدس سرہٗ۔ صفحات: ۵۹۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

حنفیت کے ترجمان و وکیل، خلافتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ کی شخصیت حلقۂ اہلِ علم میں محتاجِ تعارف نہیں۔ شیخ کوثری رحمہ اللہ کے تبحرِ علمی، حدیثی اور فقہی خدمات سے اُن کی عبقری شخصیت کے خدوخال نکھر کر سامنے آچکے ہیں۔

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس اللہ اسرارہٗ؛ شیخ اِمام کوثری رحمہ اللہ کی فخامتِ علمی کے بارہ میں اپنے تأثرات کا اِظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے طبقات اِبنِ سعد، ج:۲، ص:۱۰۵ میں مسروق تابعی رحمہ اللہ کا یہ قول پڑھا تھا کہ: ''علومِ نبوّت کے حاملین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیثیت اُس عظیم ذخیرۂ آب کی مانند ہے جس سے ایک دو آدمی حتیٰ کہ رُوئے زمین کے تمام باشندے بھی اپنی ضروریات پوری کرنا چاہیں تو وہ ان سب کو سیراب کرے گا۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے یہ (تبحرِ علمی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔''
اُن کا یہ اِرشاد ہمارے اس دور کے محقق و مدقق اور دانائے راز حضرت شیخ کوثریؒ پر حرف بحرف صادق آتا ہے۔ موصوف دِقتِ نظر، وسعت و تبحرِ علمی، غیر معمولی حافظہ اور حیران کن اِستحضار، حسنِ اَخلاق، تواضع، قناعت، وَرَع و تقویٰ، صبر و سخاوت میں ممتاز تھے۔''

حضرت بنوری قدس سرہٗ کے اِس اِقتباس سے مؤلف موصوف کی جلالتِ قدر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب شیخ کوثری قدس اللہ اسرارہٗ کے اُن متفرق مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات و احوال میں سپردِ قلم ہوئے، جنھیں یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ کا گراں قدر مبسوط تعارفی مقدمہ ہے، اس کے علاوہ شیخ محمد ابوزہرہ مصری کا ایک قیمتی مقالہ موصوف کی حیات و اَفکار اور علمی خدمات پر مبنی بھی شاملِ اِشاعت ہے۔ کتاب پہلی بار مصر سے شائع ہوئی تھی، جو اَب نایاب تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مالکانِ ''ایچ ایم سعید کمپنی'' کو جنھوں نے اِس گوہرِ نایاب کا فوٹو لے کر نہایت ہی آب و تاب سے اس کے شایانِ شان طبع کر کے علمی حلقوں پر اِحسان فرمایا ہے۔ کتاب ہر اِعتبار سے مکمل ہے، ہمارا خیال ہے اِس کتاب کا ہر علمی لائبریری میں ہونا اَز حد ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۸ھ)

المقدمات البنورية

رَشحاتِ قلم: حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ۔ جمع وترتیب: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ صفحات: ۳۷۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: المکتبۃ البنوریہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

محدث العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ نے بہت سی علمی کتابوں کے مقدمے تحریر فرمائے، پیش لفظ لکھے اور تقریظیں فرمائیں، جن میں بعض مختصر ہیں۔ ضرورت تھی کہ ان دُررِ منثورہ کو مرتب کیا جائے۔ حق تعالیٰ رفیقِ محترم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ یہ سعادت اُن کے حصہ میں آئی۔ اُن کی محنت وکاوش زیرِ نظر کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔

۱:... پوری کتاب ۴۷ کتابوں کے مقدموں اور تقاریظ پر مشتمل ہے۔

۲:... مندرجہ ذیل ۲۵ کتابوں کا مقدمہ عربی میں ہے:

۱:...الياقوت والمرجان، ۲:...غاية المستفيد في علم التجويد، ۳:...فيض الباري، شرح صحيح البخاري، ۴:...لامع الدراري شرح صحيح البخاري، ۵:...نصب الراية، تخريج احاديث الهداية، ۶:...أوجز المسالك، شرح موطأ امام مالك، ۷:...بذل المجهود شرح سنن ابي داوٗد، ۸:...فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد، ۹:...الاتحاف لمذهب الأحناف، ۱۰:...فهارس البخاري، ۱۱:...السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، ۱۲:...الفتح الرحماني في فتاویٰ السيد ثابت أبي المعاني، ۱۳:...جزء حجة الوداع، ۱۴:...جزء عمرات النبي صلى الله عليه وسلم، ۱۵:...عقيدة الاسلام في حياتِ عيسیٰ عليه السلام، ۱۶:...موقف الأمة من القاديانية، ۱۷:...القاديانية ومعتقداتهٗ، ۱۸:...الرسالة الحميدية، ۱۹:...النظم الحاوي لعقيدة الامام الطحاوي، ۲۰:...عبقات، ۲۱:...ايقاظ المسلمين الى ما فيه اصلاح المسلمين، ۲۲:...الدروس النحوية، ۲۳:...مقالات الكوثري، ۲۴:...الاستاذ المودودي ونتائج بحوثهٖ وافكارهٖ، ۲۵:...معلومات عن الجامعة العلوم الاسلامية.

اور دو کا فارسی میں: ۱:...سعیِ مشکور۔ ۲:...رفاقت حسین۔

اور مندرجہ ذیل ۲۱ کتابوں کا اُردو میں:

۱:...تفسیرِ عثمانی، ۲:...علوم القرآن، ۳:...فضل الباري شرح صحيح بخاري، ۴:...سنت کا تشریعی

مقام،۵:...اِسلام میں سنت وحدیث کا مقام،۶:...عمدة الفقه،۷:...حجة الوداع وعمرات النبي صلى الله عليه وسلم،۸:...عقد الجيد في ادلة الاجتهاد والتقليد،۹:...اكفار الملحدين، ۱۰:...خاتم النبیین، ۱۱:...مسلک علمائے دیوبند،۱۲:...تسکین الصدور،۱۳:...فیصلہ جیمس آباد،۱۴:...اِیمان و اِیمانیات، ۱۵:...عقدِ اُمّ کلثوم، ۱۶:...معارفِ شمس تبریز، ۱۷:...مجالس ابرار، ۱۸:...علم الصیغہ، ۱۹:...مسئلہ رُوح ونفس،۲۰:...خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت،۲۱:...تجلیاتِ رحمانی۔

عربی تحریریں ٹائپ میں ہیں اور فارسی اور اُردو نستعلیق میں! ترتیب میں تفسیر، حدیث، فقہ، اُصولِ فقہ، تصوف وغیرہ علوم کے درجات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

مقالاتِ سواتی (حصہ اوّل)

اِفادات: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ۔ مرتبہ: صاحب زادہ مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی (نائب مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۳۹۷۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ پتا: اِدارہ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم کی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے غیرمعمولی صلاحیتوں، علم وتحقیق کی حامل گراں قدر تصنیفات، اور طویل تدریسی تجربہ اور اکابرین سے اکتسابِ فیض کی برکت سے درجۂ استناد پر فائز فرمایا ہے۔ آں موصوف کی بیشتر تصانیف پر ان صفحات میں بارہا تعارف وتبصرہ آچکا ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی حضرت موصوف کے متفرق اوقات میں لکھے گئے اُن علمی مقالات کا مجموعہ ہے جو یا تو مختلف علمی رسائل میں شائع ہوچکے ہیں یا ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکے تھے۔

زیرِ نظر کتاب میں بعض نہایت ہی نادر تحقیقات بھی شامل ہیں، مثلاً: مسئلۂ توسل پر ایک نظر! فتنے کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ تمدن کے بگاڑ کے اسباب اور ان کا علاج، تحقیق وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور ان دونوں کے درمیان تطبیق، مسئلۂ وحدۃ الوجود میں راہِ اِعتدال اور اکابر علمائے دیوبند، اور نظریۂ وحدۃ الوجود وغیرہ۔ آخر میں باب الرؤیا میں آپ کے رُؤیا عربی اور اُردو میں درج ہیں۔ کتاب ماشاءاللہ! بہترین رنگین جلد اور عمدہ طباعت سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۴ھ)

تعلیماتِ اِسلام (حصہ اوّل)

مولانا اشرف علی قریشی۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ ملنے کا پتا: ماہنامہ ''صدائے اسلام'' جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود قریشی روڈ، پشاور۔

زیرِ نظر کتاب مولانا اشرف علی قریشی کے مقالات و خطبات کا مجموعہ ہے، جس میں عصرِ حاضر کے مسائل اور اُن کا حل، اِصلاحِ معاشرہ، فرد اور جماعت کی ذمہ داریوں سے متعلق مضامین ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

تہذیب وثقافت

جناب حسام اللہ شریفی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۱روپیہ۔ ناشر: اسلامی اکادمی، ایبک روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب دس اُدباء کے مضامین کا انتخاب ہے: مولانا عبدالحلیم شرر، مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر عبدالحق، مولانا صلاح الدین احمد، مولانا عبدالمجید سالک، شوکت تھانوی، ڈاکٹر محمد شفیع، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، انتظار حسین۔ زبان سب کی معیاری اور مقالات کی ترتیب قابلِ قدر ہے۔ اگرچہ بعض مضامین سے اِتفاق نہیں کیا جاسکتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

فرامینِ نبوی...ترجمہ وشرح...مکاتیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد عبدالشہید نعمانی (اُستاذ شعبۂ عربی، جامعہ کراچی)۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۱۸روپے۔
پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو والا نامے لکھوائے؛ ان کو بھی ٹھیک اسی طرح محفوظ کیا گیا ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اِرشاداتِ عالیہ کو مدوّن کیا گیا ہے۔

مکاتیبِ نبوی بھی سیرتِ طیبہ کا اَہم شعبہ ہے، جس سے نہایت واضح انداز میں اس کی راہ نمائی حاصل ہوتی ہے کہ سلاطین اور اُمراء اور پھر اَپنے ماتحت عمال اور اُمراء کے ساتھ کس نوعیت کا معاملہ کرنا چاہیے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر جس قدر کام ہوا ہے؛ دُنیا کی کسی شخصیت پر اِتنا ہوا ہے اور نہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوا...!

زیرِ نظر رسالہ مکاتیبِ نبوی کے مجموعوں میں شیخ ابوجعفر دیبلی سندھیؒ کے مجموعہ کا ترجمہ ہے، جو اَپنی جگہ مکاتیبِ نبوی میں مستند اور قدیم ترین مجموعہ ہے۔ فاضل مؤلف نے صرف ترجمہ وتشریح پر اِکتفا نہیں کیا، بلکہ مستند کتبِ تاریخ اور کتبِ اَحادیث سے مراجعت کے بعد اس مجموعہ کو ایک مستند ذخیرہ بنادیا ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم حضرات اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

مکتوباتِ صدی (اُردو)

ترجمہ: شیخ نجم الدین احمد شاہ فردوسی وسیّد الیاس شاہ یاس۔ صفحات: ۶۶۴۔ قیمت: ۴۰ روپے۔
ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ بہاری منیری قدس سرہٗ (م: ۶ر شوال ۷۸۲ھ) کے مکتوبات شریفہ کے تین مجموعے (تعدادِ مکتوبات کے لحاظ سے) ''مکتوباتِ صدی''، ''مکتوباتِ دوصدی'' اور ''مکتوباتِ بست وہشت'' کے نام سے معروف ہیں۔ ''مکتوباتِ صدی'' میں سے چالیس کا اُردو ترجمہ سلسلۂ فردوسیہ کے ایک بزرگ شیخ نجم الدین احمد شاہ نے، اور باقی کا اسی سلسلہ کے دُوسرے بزرگ شیخ الیاس شاہ یاس نے کیا تھا۔ پروفیسر سیّد محمد نعیم فردوسی ندوی نے ۱۹۶۸ء میں ان دونوں حصوں کو پہلی بار یکجا شائع کیا تھا، اور اَب دُوسرا ایڈیشن جناب حاجی محمد زکی صاحب نے بڑی آب وتاب سے شائع کیا ہے۔

جن کے بارہ میں شیخ المشائخ نصیرالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہوں کہ: ''مکتوباتِ شیخ شرف الدین کفر'صد سالہ' ابر کف دست نمود!'' آج ان کی رفعت وبلندی کا اَندازہ کون کرسکتا ہے! ان سو مکتوبات میں تصوف وسلوک، عقائد وعبادات اور اَخلاق ومعاملات کے تقریباً تمام مسائل زیرِ بحث آئے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ نے ہر موضوع کو آیات واَحادیث سے مبرہن اور بزرگوں کے اِرشادات وحکایات سے روشن کیا ہے۔

حق تعالیٰ مترجمین، مرتب اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

مکتوباتِ حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ

مترجم: حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ۔ صفحات: ۳۹۹۔ قیمت: ۶۰۰۲ روپے۔ پتا: اِدارہ مجدّدیہ ۵/۲-ایچ، ناظم آباد نمبر۳، کراچی۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل، اِمامِ ربانی، مجدّد الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے مکتوباتِ شریفہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شانِ عالی عطا فرمائی ہے کہ فارسی اَدب میں اس ذخیرۂ علوم و معارف کا ثانی نہیں، بلکہ بعض صوفیاء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ:

''کتابُ اللہ اور اَحادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اِسلامی کتب خانہ میں سب سے افضل مکتوباتِ اِمامِ ربانی ہیں، جن کا پوری دُنیا میں کوئی جواب نہیں۔''

زیرِ نظر کتاب؛ اِمامِ ربانیؒ کے مکتوبات کے دفترِ اوّل کے مکتوب نمبر:۱۰ سے نمبر:۱۷۱ تک کے مکتوبات کا اُردو ترجمہ ہے، جسے سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخِ کامل حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہؒ نے اُردو میں منتقل فرمایا ہے اوران کے خلفاء متعلقین و منتسبین نے اسے نہایت ہی خوب صورت اَنداز میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جب کہ دُوسری جلد زیرِ طبع ہے۔

حضرت اِمامِ ربانی مجدّد الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کے تراجم اس سے پہلے بھی کئی ایک کیے جاچکے ہیں، مگر یہ ترجمہ چند خصوصیات کی وجہ سے اُن سب سے فائق ہے۔

پیشِ نظر ترجمہ میں جن چیزوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے؛ ناشر جناب محمد اعلیٰ صاحب کے الفاظ میں وہ درج ذیل ہے:

''۱:... ہر صفحہ کی پیشانی پر ''دفتر اور مکتوب نمبر'' درج کردیا گیا ہے۔

۲:... جو مکتوبات عربی زبان میں ہیں، اُن کی پیشانی پر لفظ ''عربی'' درج کردیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اصل مکتوب عربی زبان میں ہے، اور جس مکتوب میں عربی و فارسی دونوں ہیں، اُس کی پیشانی پر ''عربی وفارسی'' لکھ دیا ہے۔ نیز مکتوب کا نمبر ہندسوں کے علاوہ الفاظ میں بھی دے دیا ہے۔

۳:... ہر مکتوب جس صفحہ سے شروع ہوا ہے، اس کے فٹ نوٹ میں مکتوب الیہ کا مختصر تعارف دے دیا ہے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ مکتوب الیہ کون بزرگ ہیں، اور کس حیثیت کی شخصیت ہیں، اوران کے نام مکتوبات کی تعداد کتنا اور کس دفتر اور کس نمبر کے مکتوبات ہیں؟

۴:... مکتوب کے اندر بھی جن بزرگوں کا اِسمِ گرامی آیا ہے، اُن کا مختصر تذکرہ اسی صفحہ کے فٹ نوٹ پر دے دیا ہے، البتہ جن حضرات کے حالات معلوم نہ ہوسکے؛ وہاں خاموشی اِختیار کرلی ہے۔

۵:...مکتوبات میں جو آیاتِ مبارکہ آئی ہیں، اُن کا حوالہ آیت کے ساتھ ہی دے دیا ہے، اور ساتھ ہی ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے۔

۶:...بعض اِصطلاح کے معنی اِصطلاح کے ساتھ ہی دے دیے ہیں، اور بعض کی تشریح فٹ نوٹ میں کردی گئی ہے۔

۷:...تخریج اَحادیث کی بھی کوشش کی گئی ہے، اور مولانا نور اَحمد امرتسری علیہ الرحمۃ کے حواشی سے بھی اِستفادہ کیا گیا ہے۔

۸:...مضامین کو واضح کرنے کے لیے حاشیہ پر بھی عنوانات قائم کردیے گئے ہیں۔

۹:...کتاب کے آخر میں اِشاریہ کو حسبِ ذیل عنوانات کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے:

آیاتِ قرآنی.... اَحادیثِ مبارکہ.... عبادات.... مقولے.... مصطلحات.... اَسماء الرجال.... اَسماء الاشیاء.... اَسماء الکتب.... اَسماء البلاد.... سنہ وماہ وغیرہ بڑی کاوش سے ترتیب دیے گئے ہیں۔"(۱)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۹ھ)

تعلیماتِ مجدّدیہ؛ مکتوبات کے آئینہ میں

جناب ملک حسن علی بی اے جامعی۔ صفحات: ۵۶۸۔ قیمت (مجلد): ۱۰ روپے۔ ناشر: انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ، شرق پور۔

مجدّدالفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات شریعت وطریقت اور اسرار وحکم کا بحرِ ذخار ہے۔ ملک صاحب نے بڑی ہمت سے اس کی غواصی کی، اس کی تہہ سے بیش بہا موتی نکال کر لائے اور تعلیماتِ مجدّدیہ کے جواہر پاروں سے مرصع نہایت خوش نما آئینہ اہلِ نظر کے سامنے پیش کردیا۔ فاضل مرتب نے کوشش کی ہے کہ ایسے تمام مسائل جو ''مکتوباتِ مجدّدیہ'' میں بکھرے ہوئے ہیں، انہیں خاص ترتیب سے جمع کردیا جائے۔ بالخصوص ان مباحث میں حضرت مجددؒ کے فیصلے نقل کیے جائیں، جن میں آج کل بلاوجہ نزاع کیا جاتا ہے۔ کتاب چھوٹے بڑے سینکڑوں عنوانات پر مشتمل ہے، جن کے تحت مکتوبات کے اِقتباسات سلیس ترجمہ کے ساتھ دیے گئے ہیں۔

شیخ محی الدین اِبنِ عربیؒ کے علوم کو علامہ شعرانیؒ نے "الیواقیت والجواہر" اور "الکبریت الأحمر" میں مرتب کیا تھا، کچھ اسی نوع کی سعادت جناب ملک حسن علی صاحب کے حصہ میں آئی کہ اُنہوں

(۱) ص:۲۹، ۳۰

نے علومِ مجدّدیہ کے "یواقیت وجواہر" کو "تعلیماتِ مجددیہ" میں مرتب کیا۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم اس "کبریتِ احمر" کی کماحقہٗ قدر فرمائیں گے!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

مکتوباتِ خواجہ محمد معصومؒ

تلخیص وترجمہ: مولانا نسیم اَحمد فریدی۔ صفحات: ۳۱۲۔ قیمت (تقطیع خورد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ سراجیہ، خانقاہِ سعیدیہ، موسیٰ زئی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

کسی شخصیت کی تصنیف یا ملفوظات کا مطالعہ اس کی صحبت وہم نشینی کا بدل ہے، اس لیے اکابر اَولیاء اللہ کے اِرشادات کے مطالعہ سے دِل کو جلا اور رُوح کو صفائی نصیب ہوتی ہے۔

مولانا نسیم اَحمد فریدی امروہی جو صاحبِ قلم بھی ہیں اور صاحبِ دِل بھی! موصوف نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے مکتوبات شریفہ کی تلخیص وترجمہ کا کام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے ایما پر شروع کیا تھا اور یہ سلسلہ "الفرقان" لکھنؤ میں شائع ہوتا رہا۔ بعد میں "الفرقان" نے اسے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا۔ پاکستان میں پہلی بار "مکتبہ سعیدیہ" کی طرف سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

مکتوباتِ معصومیہ کے اس اُردو خلاصہ میں صرف وہی مضامین لیے گئے ہیں، جن کا مطالعہ تعلق مع اللہ کی تحریک پیدا کرتا ہے، جن سے عقائد واَعمال کی اِصلاح ہوتی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ)

ترجمہ مکتوباتِ معصومیہ (جلد اوّل)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ۔ صفحات: ۴۴۸۔ قیمت (کارڈ جلد): ۲۷ روپے۔ پتا: اِدارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

اِمام ربانی مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے فرزندِ گرامی خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ نے حضرت مجدّد کے علوم وانفاس کی نشر واشاعت کا قوی ترین ذریعہ بنایا تھا، اس لیے آپ اپنے والد ماجد کے جانشین تصوّر کیے جاتے تھے اور حضرت مجدّدؒ کی طرح حضرت خواجہ رحمہ اللہ کے مکتوباتِ شریفہ بھی تین جلدوں میں علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف شیخ ہمارے مخدوم حضرت مولانا سیّد زوّار حسین مدظلہ العالی کو حق تعالیٰ نے علوم مجدّدیہ کی اشاعت وترجمانی کا ذوق عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں سے آپ اکثر کا ترجمہ شائع کرچکے ہیں، علاوہ ازیں حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ پر اپنی ضخیم تالیف میں حضرت شاہ صاحب نے مکتوبات مجدّدیہ کے قریباً ایک تہائی حصہ کو (والثلث کثیر) اقتباسات کی شکل میں فارسی سے اُردو میں منتقل کردیا ہے۔ مکتوبات معصومیہ کے دفتر اوّل کا پیش نظر ترجمہ بھی حضرت شاہ صاحب کے اسی ذوق کا مظہر ہے۔ آپ کے ترجمہ کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں لفظی رعایت شدّت سے ملحوظ رہتی ہے، اس کے باوجود ترجمہ کی سلاست وروانگی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ان دونوں چیزوں کو جمع کرنا کافی مشکل ہوتا ہے۔

جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے - جو حضرت شاہ صاحب کے خادم ومنتسب اور اُن کی تالیفات کے کاتب وناشر ہیں - حسبِ معمول اس تالیف کو بھی عمدہ شکل میں شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۹ھ)

اُردو ترجمہ مکتوباتِ معصومیہ (جلد دوم وسوم)

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحبؒ۔ صفحات (جلد دوم): ۲۸۸، (سوم): ۳۳۶۔ قیمت (جلد دوم): ۱۸روپے، (سوم): ۲۱روپے۔ پتا: ادارہ مجدّدیہ ۲/۵، ناظم آباد نمبر۳، کراچی۔

حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے فرزندانِ گرامی میں عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو اپنے والد گرامی قدر کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا، اور ان کی بدولت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ اکناف عالم میں پھیلا۔ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات شریفہ، مکتوباتِ مجدّدیہ کی طرح علوم ومعارف کا گنجینہ ہیں۔ اِتباعِ سنت کی تاکید، علومِ مکاشفہ کی تشریح اور علوم مجدّدیہ کی توضیح ان کا خاص موضوع ہے۔

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحبؒ نے مکتوباتِ معصومیہ کے تینوں دفاتر کو اُردو میں منتقل فرمایا تھا۔ جلد اوّل کا تذکرہ ان سطور میں آچکا ہے، دفترِ دوم اور سوم کا ترجمہ پیش نظر ہے۔ دفترِ دوم میں ۱۵۸ اور دفترِ سوم میں ۲۵۵ مکتوبات ہیں۔

ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اصل کی پابندی اس حد تک کی گئی ہے کہ گویا تحت اللفظ ہے، اس کے باوجود اس کی روانی وتسلسل اور سلاست میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اصل میں جہاں قرآن مجید کی آیات یا احادیث

شریفہ آئی ہیں، انہیں من وعن درج کر کے بین القوسین ترجمہ دیا گیا ہے۔اسی طرح عربی وفارسی اشعار بھی بعینہٖ درج کر کے ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

دفترِ دوم کے آخر میں مکتوباتِ معصومیہ کے ہر سہ دفاتر کے مکتوب الیہم کا اشاریہ درج ہے، جس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کے مکتوب الیہ کون حضرات تھے؟ اور تینوں جلدوں میں ان کے نام کون کون سے مکتوب ہیں؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ)

مکاتیب سیّد اَحمد شہیدؒ

ترتیب: جناب حضرت سیّد اَنور حسین نفیس رقم شاہ الحسینی۔ صفحات: ۳۸۲۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

تیرہویں صدی کے مجدّد، امامِ ربانی، امیر المؤمنین حضرت سیّد اَحمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) کی دعوتِ اِحیائے دِین اور تحریکِ جہاد کی غرض و غایت کا سب سے مستند مأخذ اُن کے وہ خطوط وفرامین ہیں جو اُنہوں نے وقتاً فوقتاً تحریر کرائے۔ مگر یہ خزانہ عام لوگوں کی رسائی سے باہر تھا، خوش قسمتی سے شاہِ خطاطین جناب حضرت سیّد نفیس الحسینی المعروف بہ نفیس رقم مدظلہٗ کو اس کا ایک قلمی نسخہ کا - جو ۱۳۰۱ھ میں لکھا گیا - سراغ ملا، اور وہ اس کے حصول میں کامیاب ہوگئے۔

زیرِ نظر کتاب اِسی قلمی نسخہ کا عکس ہے، جس میں پانچ خطبات ہیں اور حضرت سیّد صاحبؒ اور حضرت مولانا شاہ محمد اِسماعیل شہیدؒ کے مکاتیب کے علاوہ وہ تمام خطوط بھی شامل ہیں جو حکام، والیانِ ریاست، علماء اور دِیگر حضرات نے حضرت سیّد صاحبؒ کے نام تحریر فرمائے۔ اِسی طرح سیّد صاحب نے اپنے زمانۂ خلافت میں جو گشتی فرمان حکام، قضاۃ یا عام مسلمانوں کے نام جاری کیے، وہ بھی اس میں شامل ہیں۔ مکاتیب کے اوراق ۱۵۶ (صفحات ۳۱۲) ہیں، ہر صفحہ میں اُنیس سطریں، کتابت نہایت پاکیزہ۔

''مکاتیب'' سے قبل حضرت نفیس رقم کے قلم سے اس نسخہ کا تعارف اور اس کے حصول کی سرگزشت، مولانا عبدالرشید اَرشد کے قلم سے تقریب، پروفیسر محمد اسلم صاحب (شعبۂ تاریخ پنجاب یونیورسٹی) کا پیش لفظ اور جناب محمد اَیوب قادری کا فاضلانہ مقدمہ۔ مکاتیب کی مکمل فہرست اور اِشاریہ کا قابلِ قدر اضافہ ہے، جس سے کتاب کی اِفادیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

''مکتبہ رشیدیہ'' نے عمدہ اور معیاری کتابیں شائع کرنے میں نام پیدا کیا ہے۔''مکاتیبِ سیّد اُحمد شہیدؒ''، ''مکتبہ رشیدیہ'' کے ذوقِ لطیف کا شاہکار ہے، جس کی اِشاعت پر حضرت نفیس رقم اور مولانا عبدالرشید اَرشدؔ تمام اہلِ علم کی جانب سے تحسین وتبریک کے مستحق ہیں کہ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے یہ گوہرِ بے بہا اہلِ علم کو میسر آیا۔ اس کے مطالعہ سے ٹھیک اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سیّد صاحب کی دعوت اور جدوجہد کا معیار کتنا بلند تھا! اور انگریز اور اس کے حاشیہ برداروں کو اِس تحریکِ جہاد کے اثرات مٹانے کے لیے بہتان واِفترا کے افسانے کیوں اُڑانا پڑے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۶ھ)

لطائفِ رشیدیہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت (مجلد مع گرد پوش): ۶ روپے۔ (مجلد ساتھ مع سنہری ڈائی): ۵۰/۷ روپے۔ پتا: دار المعارف، نوشہر روڈ، گوجرانوالہ۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے چند مکتوبات شریفہ کا مجموعہ، جس میں بعض آیاتِ قرآنی کا مطلب بیان فرمایا ہے۔ یہ گنجینۂ معارف حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے ۱۳۱۸ھ میں تیسری بار طبع کرایا تھا، اور اس کے ساتھ تین مزید مضامین یعنی ''مسئلۂ حجاب از قرآن''، ''مکتوب انوار القلوب''، اور ''فتوائے احتیاط الظہر'' ملحق کیے تھے۔ مدّت سے یہ مجموعہ نایاب تھا، دار المعارف اس کی جدید اشاعت پر اہلِ علم کے تشکر وامتنان کا مستحق ہے۔ کتاب کی کتابت وطباعت اور تجلید کا معیار بہت اُونچا ہے، لیکن قیمت پھر بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ)

مکاتیبِ شیخ الحدیثؒ

ترتیب: حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی۔ صفحات: ۷۸۴۔ قیمت (اعلیٰ ایڈیشن): ۴۵۰ روپے۔ (معیاری ایڈیشن): ۳۰۰ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحرمین، ۱۹۹- بلاک ۴، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور، پاکستان۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ اور قطب الارشاد

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کا آپس کا محبت ومودّت کا تعلق کس سے پوشیدہ ہے؟ اس محبت واُلفت کی ادنیٰ جھلک وہ مکاتیبِ مبارکہ ہیں جو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی خدمتِ اقدس میں بکمالِ عقیدت واِخلاص تحریر فرمائے، چنانچہ پیشِ نظر کتاب ان مکاتیب کا بیش قدر مجموعہ ہے۔

اِن مکاتیب کے مخصوص اور منفرد اُسلوب اور طرزِ مراسلت نے حضرت شمس تبریز اور مولانا روم رحمہما اللہ تعالیٰ کے تعلقِ خاطر اور جذب ومحبت کی یاد تازہ کردی ہے۔ یہ خطوط درحقیقت حضرت شیخ رحمہ اللہ کے کمالِ اَدب واِحترام اور مولانا رُوم رحمہ اللہ کے تتبع میں:

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

کا مصداق اور حضرت شیخؒ کے مخصوص پیرایۂ اِظہار میں اُن کے باطنی سوز وگداز کے آئینہ دار ہیں۔ ان نگارشات کا ہر جملہ قطب الارشاد حضرت رائے پوریؒ کے لیے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے جذبۂ اِحترام ومحبت اور تشکر وامتنان میں ڈُوبا ہوا ہے۔ اُنہوں نے ان مکاتیب میں نہ صرف روزمرّہ کے حالات اور اخبار کو سمو دیا ہے، بلکہ اکثر خطوط میں بہت سے علمی عنوانات کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ کتاب کی فہرست سے موضوعات کا تنوع اور حضرت شیخؒ کی مسائلِ حاضرہ پر گہری نظر اور مجتہدانہ گرفت پوری طرح نمایاں ہے۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز جناب حضرت سیّد اَنور حسین نفیس رقم الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم نے ان مکاتیب کو بے حد عرق ریزی اور محبت سے مرتب ومدوّن فرمایا۔ اُنہوں نے اپنے پیش لفظ اور تعارفی مضامین میں مکاتیب کے مخصوص اُسلوبِ نگارش، اُن کی تاریخی واَدبی اَہمیت، حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے تعلقِ خاطر اور حضرت شیخؒ کی نظر میں حضرت رائے پوریؒ کے مرتبہ ومقام اور اُن کی قدر ومنزلت پر سیر حاصل انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ بلاشبہ اگر ان مکاتیب کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے خودنوشت ملفوظات کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے متعلقین ومنتسبین اور اَربابِ سلسلۂ طریقت وتبلیغ کے لیے اور حضرت رائے پوریؒ کے خدام، رُوحانی اولاد اور باذوق حضرات کے علاوہ دیگر علم دوست حضرات کو اس کتاب کے مطالعہ سے بے شمار رُوحانی اور علمی فوائد حاصل ہوں گے، اور اُنہیں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے خزینۂ علم وعرفاں سے رُشد وہدایت اور فقہی ودینی نکات کے ہزاروں گوہرِ نایاب میسر آئیں گے۔

کتاب کیا ہے؟ ایک نادرۂ روزگار تاریخی، علمی اور تصوف وتزکیہ کے مسائل کا حسین دائرۃ المعارف

ہے! کتاب کا سرِ ورق حضرت نفیس شاہ صاحب زید مجدہٗ کا بنفس نفیس خطاطی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس گوہرِ گراں مایہ کی قدر دانی میں بخل نہیں کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۲۰ھ)

مکتوباتِ شیخؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ثم مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۳/۷۵ روپے۔ پتا: اِسلامی اکادمی، ناشران و تاجران کتب، اُردو بازار، لاہور۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ثم مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پینتیس دِینی و اصلاحی اور علمی و عرفانی مکاتیب کا مجموعہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

مکتوباتِ رئیس الاحرار (سیاسی)

ترتیب: پروفیسر ابوسلمان شاہ جہاں پوری۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۳۸ روپے۔ پتا: ماڈرن پبلشرز، ۸۶- گول ایمپریس مارکیٹ، کراچی۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر ہماری تحریک آزادی کے ہیرو، پُرجوش خطیب، شعلہ نگار صحافی و اَدیب اور مسلمانوں کے عظیم راہنما کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت پر کئی کتابیں اور بہت سے مقالے لکھے گئے ہیں، لیکن ڈھونڈنے والوں کے لیے ابھی بہت سی چیزیں باقی ہیں۔ ان کے مکتوبات کے دو مجموعے قبل ازیں شائع ہوچکے ہیں اور اَب یہ تیسرا مجموعہ ہے جو ان کے ۱۳۹ ایسے خطوط پر مشتمل ہے، جو اس سے قبل کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہوئے، اور جن میں سے بعض اپنی جگہ بڑی تاریخی اَہمیت رکھتے ہیں۔

فاضل مرتب جناب پروفیسر ابوسلمان شاہ جہاں پوری ہمارے ملک کی قابلِ قدر علمی شخصیت ہیں، جن کے قلم سے کئی کتابیں نکل کر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہیں۔ موصوف نے ان خطوط کے جمع اور مرتب کرنے میں جو جانفشانی کی ہے، اس کی قدر تو وہی کرسکتے ہیں جنہیں کبھی ایسے کاموں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اِس مجموعہ کی تین چیزیں خاص طور سے اَہمیت کی حامل ہیں:

ایک:... کتاب کے شروع میں وہ ضخیم مقدمہ جو صاحب مکاتیب کی سیرت و شخصیت پر لکھا گیا ہے۔
دُوسرے:... وہ حواشی جن کے ذریعہ خطوط کے مجمل اِرشادات کی توضیح کی گئی ہے۔ تیسرے:... ان شخصیات کا تذکرہ جن کا خطوطِ جوہر میں ذِکر ہے، اور جن سے مولانا جوہرؒ کو کسی پہلو سے تعلق رہا۔ ہمارے نزدیک جناب شاہ جہاں پوری صاحب کی یہ تالیف ہماری اَدبی، سیاسی اور ملّی تاریخ میں لائقِ قدر اِضافہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

اَنوارِ عثمانی (مکتوباتِ شیخ الاسلام علامہ شبیر اَحمد عثمانیؒ)

مرتب: مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت (جلد کارڈ بورڈ): ۳۰ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ اسلامیہ، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی نمبرا۔

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا شبیر اَحمد عثمانی نوراللہ مرقدہٗ کی شخصیت میں بہت سے محاسن جمع کردیے گئے تھے۔ وہ پاکستان میں علماء و عوام کا آخری مرجع تھے۔ جس وقت آپ رحلت فرمائے عالمِ آخرت ہوئے، مشکل ہی سے کوئی عالم اُس وقت پاکستان میں ایسا ہوگا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو۔ اُن کے قلمی اِفادات میں ''فوائدِ تفسیریہ'' اور ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' ایسے شاہکار موجود تھے، لیکن مدّت سے اہلِ علم کو آرزو تھی کہ مولانا مرحوم کے مکاتیب مرتب ہوجائیں تو اُمت کو مزید نفع ہو! مولانا پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس خدمت کو انجام دیا اور زیرِ نظر مجموعہ میں مولانا مرحوم کے مکاتیب کو جمع کردیا۔ یہ مجموعہ بعض وجوہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے:

ا:... مکاتیب کا رنگ عام تحریر سے نرالا ہوتا ہے، ان میں جس برجستگی، بے تکلفی اور سادگی سے صاحبِ مکتوب اپنے احساسات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتا ہے، اس سے اس کے قلبی تأثرات اور ذہنی احساسات بالکل آئینہ ہوجاتے ہیں۔ علامہ مرحوم کی شخصیت جن بلند و بالا مراتب پر فائز تھی، وہاں تک رسائی کے لیے یہ مجموعہ بہترین زینہ ثابت ہوگا۔

۲:... ۱۹۴۵ء سے مولانا مرحوم نے مسلم لیگ کی تائید اور نظریۂ پاکستان کی حمایت کا باقاعدہ اعلان کردیا تھا، اس پر مولانا مرحوم کے بعض متعلقین نے اپنے خطوط میں بعض شبہات کا اظہار کیا اور مولانا نے ان کا جواب تحریر فرمایا۔ یہ چودہ سیاسی خطوط کا مجموعہ آل انڈیا مسلم لیگ دہلی نے ''مراسلاتِ سیاسیہ'' کے نام سے شائع کیا تھا۔ وہ بھی اس مجموعہ میں شامل کرلیا گیا ہے۔ یہ سیاسی خطوط تاریخِ پاکستان کا اہم حصہ ہیں، ان کے

مطالعہ سے ہماری نئی نسل کو معلوم ہوگا کہ پاکستان کی تحریک کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے اور کن مقاصد کے لیے پاکستان وجود میں آیا تھا؟

۳:...ان ہی سیاسی خطوط میں ایک خط حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ مدیر ''الفرقان'' کا ہے، اس کا یہ اقتباس عجیب انکشاف کا حامل ہے۔ مولانا نعمانی مدظلہٗ لکھتے ہیں:

''کئی سال ہوئے ایک بہت بڑے مسلمان سرکاری عہدہ دار نے (جو غالباً سرکاری خطاب بھی رکھتے ہیں) مجھ سے دورانِ گفتگو کہا تھا کہ آپ لوگ اور آپ کے یہ مذہبی گھروندے (مدرسے اور خانقاہیں) صرف اس لیے ہندوستان میں باقی ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ جس دن پالیسی بھی ہمارے ہاتھ میں آجائے گی، ہم آپ لوگوں اور آپ کے اڈّوں کو ختم کردیں گے۔ اور ''مداخلت فی الدین'' کے نعروں سے آپ عوام میں جو ہیجان انگریز یا ہندو کے خلاف پیدا کردیتے ہیں، ہمارے خلاف نہیں کرسکیں گے۔ ہم جو کچھ کریں گے، مسلمان قوم کو ساتھ لے کر کریں گے اور ''رائے عامہ'' کو اتنا زیادہ تیار کریں گے کہ وہ آپ لوگوں کو اپنے مفاد کا دُشمن اور قابلِ قتل سمجھنے لگیں گے، جیسا کہ ٹرکی میں ہوچکا ہے۔''(۱)

گویا ''ولقد صدق علیھم ابلیسُ ظَنَّہٗ'' کے مطابق ''اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی'' جیسے اِداروں میں سرکاری عہدہ داروں کی طرف سے دِین اور دِینی مرکزوں کے بارہ میں حکومت کو جو ''مخلصانہ'' مشورے دیے جارہے ہیں، جمال ناصر اور کمال اتاترک کے کارناموں کو بار بار پیش کیا جارہا ہے؛ یہ سب کچھ اسی انگریزی دربار سے خطاب پانے والے بزرگ کے خواب کی تعبیر ہے۔ اور بعض اِداروں کی طرف سے خالص شرعی مسائل میں قرآن وسنت کے مقابلہ میں رائے عامہ کو حَکَم قرار دینے کا جو فلسفہ پیش کیا گیا ہے؛ اس کی تہہ میں بھی بقولِ ان بزرگ کے دِین دُشمنی کے لیے رائے عامہ کو تیار کرنے کی کوشش کارفرما ہے۔ ''اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم!''

۴:...حضرت علامہ مرحوم دولتِ خداداد پاکستان میں خلافتِ راشدہ کی جھلک دیکھنا چاہتے تھے۔ افسوس ہے کہ مولانا مرحوم سمیت تحریکِ پاکستان کے صفِ اوّل کے قائدین بہت جلد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ورنہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہاں کا نقشہ کیا ہوتا؟ تاہم مولانا مرحوم نے اس سلسلہ میں جو کچھ کیا، وہ بعد کے لوگوں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جہادِ کشمیر کے سلسلہ میں مولانا مودودی صاحب سے مولانا مرحوم کی مکاتبت، اور قراردادِ مقاصد کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کی محنت کی تفصیل بھی اس مجموعہ

(۱) ص:۱۵۲

میں شامل ہے، جو ہم سب کے لیے سامانِ بصیرت ہے۔

بہرحال! یہ مجموعہ صرف علمی، مذہبی اور سیاسی افادات ہی پر مشتمل نہیں، بلکہ تحریکِ پاکستان کے مختلف مراحل کی مستند دستاویز بھی ہے۔ بعض خطوط محض عام نوعیت کے ہیں، جنہیں اس مجموعہ میں شامل نہ کیا جاتا تو مناسب تھا۔ شاید فاضل مرتب کی نظرِ عقیدت، نظرِ اِنتخاب پر غالب آگئی، اور مولانا مرحوم کا تبرک سمجھ کر اُنہیں بھی شامل کرلیا گیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ)

مکتوباتِ اشرفیہ مع خودنوشت سوانح(۱)

حضرت حاجی محمد شریف صاحب، ملتان۔ صفحات: ۱۱۰۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۱۶۔ قیمت: ۳ روپے ۷۵ پیسے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ہارُون آباد، ضلع بہاول نگر۔

حضرت الحاج ماسٹر محمد شریف صاحب مدظلہٗ (۷۰۹-نواں شہر، ملتان) حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مسترشد اور خلیفہ مجاز ہیں۔ موصوف نے حضرتؒ سے باقاعدہ اور بڑی ہمت و پامردی سے

---

(۱) (ناشر کو بھیجی گئی وصولی کی رسید)

مکرم ومحترم زیدت مکارمہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی!

کل ''شریعت وتصوف'' اور ''مکتوباتِ اشرفیہ'' کا پیکٹ موصول ہوا، دیکھ کر بڑا جی خوش ہوا۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے علوم ومعارف کی اِشاعت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص ذوق وشوق اور سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وعنایت سے شرفِ قبول نصیب فرمائے اور مثمرِ برکات وسعادت بنائے۔

''مکتوباتِ اشرفیہ'' کا پہلا ایڈیشن میں نے پڑھا تھا، مگر نیا ایڈیشن آپ نے بہت دیدہ زیب شائع کیا ہے۔ کل عصر کے وقت کتابیں ملی تھیں، شرعی وطبعی معمولات سے فراغت پر اس کا مطالعہ شروع کیا اور ختم کرکے سویا۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت حاجی صاحب مدّت فیوضہم کے علوم ومعارف اور فیوض وبرکات میں چندور چند اِضافہ فرمائیں اور اُن کا سایۂ عاطفت، صحت وعافیت کے ساتھ دراز فرمائیں۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ان جواہر کو منظرِ عام پر لاکر اُنہوں نے بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اور حضرتؒ کے وصال کے بعد دُوسرے مشائخ سے ربط وتعلق کی رُوئیداد بھی بڑی بصیرت اَفروز اور سبق آموز قلم بند فرمائی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مجھ ایسے نابکاروں کو بھی اپنے مخلص بندوں سے محبت وتعلق کا کوئی شمہ نصیب فرمادیں تو اُن کے کرم سے کیا بعید ہے...! حضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں اس رُوسیاہ کا دست بستہ سلام اور درخواستِ دعواتِ صالحہ عرض کردیں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۰۳/۸/۴ھ

اِصلاح لی اور اِس سلسلہ میں حضرت رحمہ اللہ کو تین سو خطوط لکھے، جو اُن کے پاس محفوظ ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ میں اُنہوں نے حضرت قدس سرہٗ کے انہی اِصلاحی خطوط کے اِقتباسات اپنے حالات کے ساتھ درج کیے ہیں، یا مختصر اَلفاظ میں یہ کہا جائے کہ اپنی ''اِصلاحی سوانح عمری'' لکھی ہے۔ کتاب اِس قدر دِلچسپ اور سبق آموز ہے کہ جب تک اَوّل سے آخر تک پڑھ نہیں لی، ہاتھ سے نہیں چھوٹی۔ خلافت اُنہیں حضرت حکیم الامتؒ ہی نے عطا کردی تھی، مگر اُن کی اِصلاح وتربیت کا کمال یہ تھا کہ حضرت حکیم الامتؒ کی حیاتِ طیبہ میں تو کجا؟ آپ کی رحلت کے بعد بھی اُنہوں نے اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھا، بلکہ حضرتؒ کے اکابر خلفاء حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب، حضرت مفتی محمد حسن امرتسری اور حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہم اللہ سے برابر اِستفادہ کرتے رہے۔ ان اکابر کے تبرکات بھی شاملِ رسالہ ہیں۔ حضرت ماسٹر صاحب کو حق تعالیٰ صحت وعافیت عطا فرمائے اور ان کے فیوضات میں برکت فرمائے، وہ کاروانِ رفتہ کی صدا ہیں۔

کاش! نوجوان نسل کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ چند گنے چنے حضرات اپنے ساتھ کیا دولت لیے جارہے ہیں؟ اور پیچھے رہنے والوں کو اِس نایاب دولت کی کتنی ضرورت ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ)

مکتوبات وملفوظاتِ اشرفیہ

حضرت حاجی محمد شریف صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ریلوے روڈ ملتان، پاکستان۔

حضرت حاجی محمد شریف صاحب قدس سرہٗ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ وقدس سرہٗ کے خلفائے مجازین میں سے تھے۔ زیرِ نظر کتاب درحقیقت اُن کے اور اُن کی اہلیہ محترمہ کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو اُنہوں نے اپنے مرشد ومربی حکیم الامت حضرت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمتِ عالیہ میں لکھے اور پھر حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے مسائلِ سلوک وتصوف کی راہ نمائی پر مبنی حکیمانہ جوابات اور ملفوظات سے نوازا۔

یہ کتاب ایسے نفیس اور قیمتی اِفادات پر مشتمل ہے کہ اسے مکمل کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اندازِ بیان اِس قدر مؤثر اور دِل نواز ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت تھانویؒ خود بالمشافہ تھانہ بھون کی خانقاہ میں تربیت فرمارہے ہیں اور ہم اس سے محظوظ ہورہے ہیں۔ صحیح معنی میں اس کی چاشنی اور لذت کا اندازہ

پڑھے بغیر نہیں لگایا جا سکتا۔ کتاب اپنی اِفادیت، اہمیت اور پسندیدگی کے پیشِ نظر اس سے پہلے چار مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ یہ پانچواں ایڈیشن اِنتہائی دیدہ زیب اور بہت سارے اِضافوں اور خوبیوں سے آراستہ ہے۔ ہمیں جناب ناشر کی اس عبارت سے بجاطور پر اتفاق ہے کہ:

''ان خطوط میں عجیب چاشنی، لذّت اور سرور ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے وابستہ حضرات تو اپنی جگہ محظوظ ہوں گے ہی، لیکن ایک خالی الذہن آدمی کے لیے بھی ان میں بہت کچھ صلاح و فلاح اور خیر و برکت ہے۔''

کتاب میں بعض کتابت کی اغلاط رہ گئی ہیں، جیسے صفحہ: ۷۳ پر خط نمبر: ۹۱ کے ایک سوال کا جواب مذکور نہیں، جو شاید کاپی جوڑتے ہوئے غلطی سے ص: ۷۴ کے شروع میں جوڑ دیا گیا۔ ایسے ہی صفحہ: ۹۰ پر لفظ ''سلام'' کی جگہ ''اسلام'' لکھا گیا ہے اور عبارت یوں بن گئی کہ: ''ترکِ اسلام سے تکبر معلوم ہوتا ہے۔'' جو کتاب اور صاحبِ کتاب کی شایانِ شان اور عظمت کے پیشِ نظر کسی طرح دُرست نہیں۔ ایسے ہی دیگر کئی مقامات پر اغلاط دیکھنے میں آئیں۔ اُمید ہے آئندہ ایڈیشن میں اِصلاح کردی جائے گی۔ باقی ماشاء اللہ! کتاب ہر طرح سے مکمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۶ھ)

مکاتیبِ اَمیرِ شریعتؒ

جناب نعیم آسی۔ صفحات: ۱۴۶۔ قیمت (مجلد): ۱۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، مجاہد روڈ، سیالکوٹ۔

حضرت اَمیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نوّر اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے زبان و بیان کی جو قدرت عطا فرمائی تھی، اس کی مثال نہیں۔ لیکن لکھنے لکھانے اور چھپنے چھپانے سے گریز کے معاملہ میں بھی ان کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔

نصف صدی تک جس شیر کی آواز سے ہندوستان گونجتا اور انگریز تھرّاتا رہا، اس کے اپنے قلم کی تحریر ڈُھونڈنے سے نہیں ملتی۔ جناب نعیم آسی کی کوہ کنی نے زیرِ نظر مجموعہ میں حضرت اَمیرِ شریعتؒ کے نو مکتوبات، دو آٹوگراف اور دو دستخط نہ جانے کہاں کہاں سے ڈُھونڈ نکالے ہیں! حواشی میں ان کا پورا پس منظر اُجاگر کیا گیا ہے اور مقدمہ میں حضرت اَمیرِ شریعتؒ کی شخصیت کا بہترین خاکہ پیش کیا ہے۔ مجموعہ میں حضرتؒ کے دو نایاب اشعار بھی ہیں اور اُن کا پس منظر اور اُن کی شرح بھی۔ اور ضمیمہ میں دو بزرگوں کے مکاتیب شریفہ

حضرت اُمیرِ شریعتؒ کے نام ہیں، ایک:... شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اُحمد مدنی قدس سرہٗ،
دُوسرے:... اِمام الاولیاء حضرت مولانا اُحمد علی لاہوری قدس سرہٗ۔
جناب مصنف کی اِس تحقیق وکاوِش پر انہیں جتنی داد دی جائے کم ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

مکتوباتِ نعمانی

مولانا محبّ الحق (تلمیذ حضرت مولانا مفتی نسیم اُحمد فریدیؒ)۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: کتب خانہ انجمن ترقیٔ اُردو، جامع مسجد، دہلی نمبر ۶۔

بزرگوں کے کلام میں بھی بزرگی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگانہ کلام میں متکلم کے مرتبہ ومقام کے اِعتبار سے لذّت ولطافت اور چاشنی وتأثیر ہوتی ہے، اِسی لیے اکابر فرماتے ہیں کہ: اگر کسی بزرگ کی صحبت میسر نہ ہو تو اُن کی تصنیفات کا مطالعہ کیا جائے تو یقیناً اُن کی صحبت کے فوائد وثمرات حاصل ہوں گے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم (لکھنؤ) کے اُن مکتوبات کا مجموعہ ہے جو اُنہوں نے اپنے ایک عزیز دوست جناب مولوی عزیز اِلٰہی خان حسن پوری صاحب کے نام وقتاً فوقتاً لکھے۔ مکاتبت کا یہ سلسلہ اگرچہ ان دو حضرات کے مابین کسی اِصلاحی تعلق کے بغیر تھا، مگر حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ کے ان مکاتیب سے ان کی شخصیت وعظمت اور تقویٰ وتدین اور للّٰہیت وخدا خوفی اور علوم ومعارف کی جو تصویر جھلکتی ہے، وہ کسی شیخِ کامل اور راہِ سلوک کے شناور سے کسی طور کم نہیں۔

مولانا نعمانی مدظلہٗ کے مکاتیب میں جو لطف واحسان اور خلوص واِخلاص کی چاشنی ہے، وہ میرے جیسے کم سواد کی قدرتِ تحریر میں نہیں آسکتی۔ میری ناقص رائے میں اس کتاب کا تمام علماء اور طلباء کے علاوہ ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا چاہیے، جس سے اِن شاء اللہ تعالیٰ! مفید سے مفید تر نتائج وثمرات برآمد ہوں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ)

مکاتیبِ بہادر یار جنگ (جلد دوم)

صفحات: ۱۷۲۔ قیمت (مجلد ڈائی دار): ۳۰ روپے۔ پتا: بہادر یار جنگ اکادمی، سراج الدولہ روڈ، بہادر آباد، کراچی۔

بہادر یار جنگ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ اپنی متانت ورزانت اور فصاحت وبلاغت اور قادر الکلام اَدیب کی حیثیت سے بجا طور پر بے بدل خطیب تھے۔ زیرِ تبصرہ کتاب سے جہاں قومی اور اِجتماعی مسائل کے سمجھنے میں مدد ملے گی، وہاں خطوط کے اس حسین مرقع سے نواب بہادر یار جنگ کی عظمت، گہرائی اور گیرائی کا بھی اندازہ ہوگا۔ عمدہ طباعت اور رنگزین کی جلد نے کتاب کی خوب صورتی کو دوبالا کردیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۵ھ)

کشکولِ معرفت

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب۔ صفحات: ۱۰۵۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ماشاء اللہ! نوجوان، باصلاحیت وباکردار اور باعمل علماء میں سے ہیں۔ اُن کے اوقات کی برکت اور اُن کی تصنیفات کی اِفادیت وقبولیتِ عامہ ایسے اُمور ہیں جو قابلِ رشک اور باعثِ کشش ہیں۔

زیرِ نظر ''کشکولِ معرفت'' بھی موصوف کی تازہ ترین تالیف ہے، جو درحقیقت ان کے شیخ اور حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ کے تلمیذِ خاص، اور حضرت مولانا اَحمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم کے اُن علمی اور دِینی مکتوبات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً شیخ نے اپنے مسترشد کے نام اِرسال کیے۔ مزید اس میں وہ تحریرات بھی آگئی ہیں جو اُنہوں نے اپنے تلمیذِ تصوف کی کتب کے مقدمات کے طور پر سپردِ قلم کی ہیں۔

اس مختصر کتابچہ میں علوم ومعارف، تصوف وسلوک اور تعلیم وتربیت وغیرہ اہم عنوانات آگئے ہیں، جو بجا طور پر ''کشکولِ معرفت'' کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ)

قاموس الکتب اُردو (جلد اوّل)

مرتبہ: انجمن ترقیٔ اُردو، پاکستان۔ صفحات: ۱۳۸۸۔ قیمت (مجلد): ۴۰ روپے۔ پتا: انجمن ترقیٔ اُردو، پاکستان، اُردو روڈ، کراچی۔

باطن صوفی، ایک نکتہ شناس عارف، ایک آہنی عزم مجاہد اور ایک غریب الوطن شہید فی سبیل اللہ کی حیثیت سے سبھی جانتے ہیں۔ لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے متنوع کمالات اور مدارجِ علیا کے سامنے ان کے فنِ سخن گوئی کی غالبًا اُن کے نزدیک بھی کوئی حیثیت نہیں تھی، شاید یہی وجہ ہے کہ ''کلامِ شہیدؒ'' کی تدوین کا اہتمام نہ اُن کے زمانہ میں ہوا، نہ بعد میں۔ جناب خالد سیف صاحب ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے حضرت شہیدؒ کے متروکاتِ سخن کو تلاش وجستجو کے بعد مرتب کیا۔ زیرِ نظر مجموعہ میں تین نظمیں اُردو کی، اور چار فارسی کی شامل ہیں۔ اُردو میں ''مثنوی سلکِ نور''، ''رسالہ بے نمازاں'' اور ''نسخہ ایمان'' اور حصہ فارسی میں ''مثنوی سلکِ نور''، ''قصیدہ در مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم''، ''قصیدہ در مدح حضرت سیّد اُحمد شہیدؒ'' اور ''خاتمہ رسالہ رد الاشراک'' یہ کہنا مشکل ہے کہ حضرت شہیدؒ کا کلام بس اسی قدر تھا۔

''مثنوی سلکِ نور'' (اُردو) میں نعت کے چند اُشعار ملاحظہ فرمایئے:

خصوصاً کہ جو اکمل اِنسان ہے
وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے
نبی البرایا رسولِ کریم
نبوّت کے دریا کا دُرِّ یتیم
حبیبِ خدا سیّد المرسلین
شفیع الوریٰ ہادیٔ راہِ دِین
محمد ہے نام اس کا، اُحمد (ﷺ) لقب
بیاں ہوسکے منقبت اس کی کب
دِل اُس کا جو ہے مخزنِ سرِّ غیب
مبرّا خطا سے ہے بے شک و ریب
زباں اس کی ہے ترجمانِ قِدَم
ہوا باغِ دِیں جس سے رشکِ اِرم
بظاہر ہے جو مقطعِ انبیاء
حقیقت میں ہے مطلعِ اصفیاء

سو اوّل ہی ہے ہر طرح اُن کا نور
بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور
سو اس میں تأمّل ذرا کیجیے
ابھی نکتۂ باریک پالیجیے
کہ جب سب سے اکمل وہ اِنساں ہوا
تو بے شک وہ تصویرِ رحماں ہوا
سو دستور ہے ناظموں کا تمام
کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام
سو تھا انبیاء کا قصیدہ عجیب
ہوا ختم اس کا بہ نہجِ غریب
تخلص کا موقع تھا یارو! جہاں
سو تصویرِ ناظم ہوئی واں عیاں
ان آنکھوں سے ہر چند وہ جسمِ پاک
بظاہر ہوا مختفی زیرِ خاک
ولے نور اس کا ہے قائم مقام
کہ ہر پاک دِل میں ہے اُس کا مقام
ہوا جلوہ گر آل و اَصحاب میں
جو تھے پیشوا دِیں کے ہر باب میں
ہوا متصل ان کے احباب میں
جو ہیں کامل اِیمان و آداب میں
اِلٰہی! ہزاروں درود و سلام
تو بھیج اس پہ اور اس کی اُمت پہ عام

اِنصاف فرمائیے! کیا یہی ''اسماعیل شہید'' ہے، جس کے بارہ میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ ''وہ وہابی تھا، گستاخِ رسول تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتا تھا، وغیرہ وغیرہ''...؟
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

کلیاتِ شیخ الہندؒ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیو بندیؒ۔ مرتبہ: مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیو بندیؒ۔
صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔

یہ حضرت شیخ الہندؒ کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیو بندی رحمہ اللہ نے ۱۳۴۰ھ میں جمع کیا، وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''تصانیف عالمانہ محققانہ آپ کی، مثل "ایضاح الادلہ" و "احسن القریٰ" و "جھد المقل" وغیرہ عرصۂ دراز سے مطبوع ہوکر شائع ومشتہر ہوچکی ہیں۔ البتہ منظوم کلام آپ کا مختلف کتب ورسائل میں متفرق جگہ منتشر ہے، اور بعض اجزا کے اب تک طبع ہونے کی نوبت بھی نہیں آئی تھی، اس لیے برنظرِ تحفظ اس کی جمع وترتیب کو حضرت الاستاذ نوراللہ مرقدہٗ کی ایک ادنیٰ خدمت سمجھ کر اور اَپنے لیے یادگار وذخیرۂ آخرت خیال کر کے خاکسار فقیر اصغر حسین دیو بندی نے ماہِ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ میں بلاکسی خاص ترتیب کے جمع کر کے طبع کرادیا۔ واللّٰہ الموفق و المعین!''(۱)

اس منظوم کلام میں بیشتر اکابر کے مرثیے ہیں اور ایک دو نظمیں ہیں۔ ان سب میں بلا کی روانی وسلاست ہے، جس سے آپؒ کی شعروسخن سے فطری مناسبت واضح ہوتی ہے۔ پاکستان میں یہ رسالہ نایاب تھا، کچھ عرصہ پہلے ''مکتبہ محمودیہ'' جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور نے دیو بندی نسخہ کا عکس شائع کر کے شائقین کو ممنونِ احسان فرمایا ہے۔

(شخصیات وتأثرات، ج:۲ص:۸۵)

قصیدۂ نعتیہ جن (عربی)

عمرو (جن)۔ شرح: مولانا رحمت العلی السامیؒ۔ صفحات: ۸۰۔ بہترین عکسی طباعت۔
قیمت: ۵روپے۔ پتا: مکتبہ ظفر، ناشر قرآنی قطعات، محلہ فیض آباد، سرگودھا روڈ، گجرات۔

ذِکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسا لذیذ موضوع ہے کہ جن وانس، عرب وعجم، ناطق وصامت، مسلم وکافر سبھی نے اس میں حصہ لیا ہے، زیرِ نظر قصیدہ جو ''عمرو'' نامی ایک جن کی طرف منسوب ہے، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، قصیدہ کی سند حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کے والد ماجدؒ پر جا کر رک جاتی ہے۔ صاحبِ

(۱) ص۔ د

قصیدہ کون ہیں؟ اور مولانا گنگوہی کو کہاں سے دستیاب ہوا؟ اس کا کچھ پتا نہیں چلتا، تاہم مطلب پیڑ سے نہیں پھل سے ہے! اس اعتبار سے یہ قصیدہ بلاشبہ ایک نادرہ ہے۔ مولانا رحمت العلی السائیؒ نے ۔جن کی دو کتابوں کا ذکر ان صفحات میں آچکا ہے۔ مولانا فخرالحسن تھانوی کے اِصرار پر اس کی عربی اور اُردو شرحیں لکھیں، جو نہایت عمدہ ہیں۔ یہ مجموعہ اہلِ ذوق کے لیے واقعی تحفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

کلامِ حکیم

مرتبہ: ڈاکٹر اِفتخار اَحمد صدیقی۔ صفحات: ۱۶۶۔ قیمت (مجلد): ۸ روپے۔ پتا: اِدارۂ ثقافت اِسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

''اِدارۂ ثقافت اِسلامیہ'' کے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مرحوم کے شعروسخن کا مجموعہ! اشعار پر فلسفہ کی گہری چھاپ ہے۔ بعض بہت ہی اچھے ہیں، اور بعض محلِ تنقید۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان، شوال ۱۳۹۴ھ)

کلامِ اَثر

جناب محمد اسلم اثر۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مجلس صیانۃ المسلمین، ہارون آباد، مدنی مسجد روڈ، چشتیاں۔

یہ ۱۶ صفحات پر مشتمل آزاد شعری مجموعہ ہے، جو ''مجلس صیانۃ المسلمین'' ہارون آباد کے ناظم نے مرتب کیا ہے۔ یہ اشعار متعدد رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں، اب انہیں ''کلامِ اثر'' کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)

اَنوارِ سخن

جناب حافظ نور محمد انور صاحب۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبۃ الفاروق، ۱۹/ سلطان پور روڈ، لاہور۔

جناب حافظ نور محمد انور ہمارے پختہ مشق دینی و قومی شاعر ہیں۔ ہفت روزہ ''دعوت''، ''ترجمانِ اسلام''، ''خدام الدین'' اور دیگر پرچوں میں اُن کی نظمیں چھپتی رہی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''انوارِ سخن'' کے تین حصے ہیں۔ یہ حافظ صاحب کا مجموعۂ سخن بھی ہے، اُن کے نام آئے ہوئے گرامی ناموں کا گلدستۂ مکتوبات بھی، اور ''یادِ رفتگاں'' کے عنوان سے اُن کے نثری شذرات کا مجموعہ بھی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

مُنْحَمَنَّا

جناب عبدالعزیز خالد۔ صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: بک لینڈ، ۱۲- محمد بلڈنگ، بندر روڈ، کراچی۔

کتبِ سابقہ میں ''فارقلیط'' کے ساتھ ''منحمنا'' کا لفظ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اِستعمال ہوا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ۱۹۸ نعتیہ اشعار، ۱۲۴ حکیمانہ، ۸۰ مناجاتیہ، ۳۷ ناقدانہ اور ۵ اِختتامیہ؛ کل ۴۴۴ اَشعار پر مشتمل ہے۔ شاعر کا شعری ذوق پختہ، ذہن سلیم اور فکر بلند ہے۔ کتاب کے نام، کاغذ، طباعت اور تجلید؛ غرض ہر چیز میں ''اِنفرادیت'' کی جھلک ہے۔ اشعار میں عربی، فارسی، سنسکرت وغیرہ کے مشکل الفاظ کا اِستعمال تو گویا شاعر کا فطری ذوق ہے، جس سے اِستفادہ کا دائرہ تو ضرور سمٹ جاتا ہے، لیکن شاعر کی عبقریت کا بھرپور اِظہار ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

اِنتظامِ کتب خانہ

شیخ محبوب قریشی۔ صفحات: ۹۴۔ قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے۔ پتا: محبوبیہ کارخانۂ جلد سازی، حیدرآباد کالونی نمبر ۱/۱۷، کراچی نمبر ۵۔

زیرِ نظر رسالہ میں شیخ صاحب نے کتب خانہ کی تعمیر، آرائش وزیبائش، کتابوں کی تنظیم وتقسیم، حفاظت و نگہداشت اور جلد سازی کے بارہ میں اپنے نصف صدی کے تجربات کو سامنے رکھ کر قیمتی ہدایات جمع کردی ہیں، گویا کتب خانہ کا ایک حد تک مکمل نظام اس میں سمو دیا گیا ہے۔ اس کا مطالعہ ہر چھوٹے بڑے کتب خانہ

کے نگران کے لیے بڑا مفید ہوگا۔ جلد سازی شیخ صاحب کا خاص فن ہے، اس کے لیے ان کی دُوسری کتاب ''راہنمائے صحافی'' کے مطالعہ کی دعوت بھی دی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

اَدب منزل بمنزل

سیّدہ انیس فاطمہ بریلوی۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ ناشر: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی نمبر ۱۸۔

سیّدہ محترمہ نے زیرِ نظر کتاب میں اُردو اَدب کے مختلف اِرتقائی مراحل کا تنقیدی جائزہ لیا ہے، اور سرسیّد مرحوم کے دور سے آج تک کی اَدبی شخصیتوں، اُن کے اَدبی رُجحانات اور کارناموں پر بڑا نپا تلا تبصرہ کیا ہے، اور آخر میں ''آزاد ترقی پسند اَدب'' پر عمدہ بحث کی ہے۔ تنقیدِ اَدب پر یہ کتاب اچھا مواد فراہم کرتی ہے۔ کتاب کی اَدبی زبان بجائے خود قابلِ قدر ہے، جو مصنفہ کے مخصوص اَدبی ذوق اور تصنیفی صلاحیت کا مظہر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

***

مواعظ وملفوظات
اور
خطبات وارشادات

الخطبات المأثورة من الآثار المشهورة

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت (کارڈبورڈ جلد): ۹ روپے۔ پتا: اِدارۂ اِسلامیات، ۱۹۰-انارکلی، لاہور۔

یہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا مشہور رسالہ ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے خطبات جمع کیے گئے ہیں، اور آخر میں حضرتؒ نے عیدین، اِستسقاء، نکاح اور حاجت کے خطبات بھی احادیث سے جمع کیے ہیں، اور حاشیہ میں مآخذ کا حوالہ درج فرمایا ہے۔ ترجمہ بین السطور مولانا احمد حسن سنبھلیؒ کا ہے، اور ضمیمہ میں انہوں نے بھی کچھ ماثور خطبات نقل کردیے ہیں۔ رسالہ کے دیباچہ میں حضرتؒ نے خطبہ کے ضروری آداب واحکام بھی - جو احادیث میں وارد ہیں - درج فرمائے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۳۳۴ہجری میں مطبع انوار احمد لکھنؤ سے مولانا احمد حسن سنبھلی کے ترجمہ اور ضمیمہ کے ساتھ شائع ہوا تھا، پیشِ نظر ایڈیشن اسی نسخہ کا عکس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ/رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

خطباتِ ماثورہ

مولانا محمد طاسین (ناظم مجلسِ علمی کراچی)۔ صفحات: ۱۶۴۔ قیمت: ۳ روپے ۵۰ پیسے۔

زیرِ نظر مجموعہ میں کتبِ احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے خطبات؛

اچھوتے انداز میں مرتب کیے گئے ہیں۔ جمعہ، عیدین، نکاح اور استسقاء کے کل ۳۱ خطبات پر یہ مجموعہ مشتمل ہے۔ خطبات کی کتابت جلی قلم سے ہے، اور ہر خطبہ کے بعد اس کا عمدہ سلیس ترجمہ دیا گیا ہے۔ شروع میں فاضل مؤلف کا فکر انگیز مقدمہ ہے، جس میں خطبات کی ضرورت، غرض و غایت اور اسلام کے نظامِ تربیت پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔ یہ مجموعہ خطباء اور واعظین کے علاوہ عام مسلمانوں کی ضرورت کی چیز ہے۔ حق تعالیٰ مؤلف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اُمت کے نفع کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

انیس الارواح

ملفوظات: حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمہ اللہ۔ مرتب: خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ: جناب مفتی غلام سرور قادری۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ساہیوال۔

''انیس الارواح'' حضرت خواجہ عثمان ہرونی قدس سرہٗ کے ملفوظات کا مختصر سا مجموعہ ہے، جو ان کے خلیفہ اعظم خواجۂ خواجگان سلطان العارفین حضرت معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ نے قلم بند کیا تھا۔ اس میں صرف اٹھائیس مجالس کے ارشادات ہیں۔ آغاز میں حضرت اجمیری قدس سرہٗ نے شیخ کی خدمت میں حاضری، بیعت، سفر و سیاحت اور پھر خلافت و اجازت سے سرفرازی کے واقعات بھی ذکر کیے ہیں۔ یہ رسالہ فارسی میں تھا، فاضل مترجم نے اسے اُردو میں منتقل کر کے تعلیقات و حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے، اور شروع میں صاحبِ ملفوظات کا مختصر سا سوانحی خاکہ بھی دیا ہے۔

ان ملفوظات کے مطالعہ کے بعد دو باتوں پر خصوصی تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی: اوّل یہ کہ ان اکابر اولیاء اللہ کے بعض حالات و اَقوال دورِ جدید کی مادّیت زدہ ذہنیت کی سطح سے بلند و بالا ہونے کی وجہ سے بعید اَز قیاس معلوم ہوتے ہیں، اِس سلسلہ میں بعض لوگ تو اِفراط کا شکار ہو جاتے ہیں اور بزرگوں کے انہی حالات و اَقوال سے تمسک کر کے اِلحاد و زندقہ کی وادیوں میں بھٹکنے لگتے ہیں، اور بعض تفریط کے مریض ان اکابر پر لب کشائی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں طرزِ فکر غلط ہیں! ہونا یہ چاہیے کہ عقیدہ و عمل کا مدار تو قرآن و سنت، اِجماعِ اُمت اور اَئمۂ مجتہدین کے فیصلوں پر رکھا جائے، پھر اگر کسی مُسلّمہ بزرگ کی بعض ایسی چیزیں ہماری نظر سے گزریں جو بظاہر میزانِ شریعت پر پوری نہ اُترتی ہوں، تو اَوّل تو ان کی نسبت ہی کو مشکوک سمجھا جائے، ثانیاً: ان میں تاویل کر کے اُنہیں کتاب و سنت کے مطابق بنایا جائے، اور اگر بالفرض

کوئی تأویل سمجھ میں نہ آئے تو اسے غلبۂ حال پر محمول کیا جائے، اور یہ سمجھ کر سکوت کیا جائے کہ خدا جانے ان پر کیا حالت گزری ہوگی جس میں ان سے ایسے اُمور سرزد ہوئے۔ بقولِ عارفِ رُومیؒ۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

الغرض! نہ تو بزرگوں کی شطحیات یا سکریات کو دِین و مذہب کا درجہ دینا صحیح ہے، نہ ان اکابر پر زبانِ طعن کھولنا ہی روا ہے۔ اہل اللہ کی ایسی چیزوں سے تمسک کر کے ظاہر شریعت کو چھوڑ دینا زَندقہ ہے، اور اہل اللہ کے حق میں بےاَدبی و گستاخی سلبِ ایمان کا موجب ہے۔ ان دونوں باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

دُوسری بات جس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ حضراتِ صوفیا کرام (قدس اللہ اسرارہم) کی کتابوں میں جو اَحادیث آتی ہیں، جب تک حدیث کی کتابوں میں اُن کا مأخذ نہ ملے تب تک ان سے تمسک نہیں کرنا چاہیے۔

''انیس الارواح'' میں بہت سی ایسی احادیث مذکور ہیں جو خاصی کھٹکتی ہیں اور تخریج کی محتاج ہیں۔ فاضل مترجم نے (جو ماشاء اللہ! عالم اور مفتی ہیں) بعض جگہ تخریج کی بھی ہے، مگر نہ ہونے کے برابر، بلکہ کئی جگہ اُنہوں نے خود بھی بغیر مأخذ کا حوالہ دیے احادیث درج کردی ہیں۔ اہلِ علم کو اس بارہ میں قطعاً تساہل نہیں برتنا چاہیے۔ حدیث ذکر کرتے وقت مآخذ کا حوالہ ضروری ہے، اگر وہ حدیث شدید الضعف ہو تو اس پر تنبیہ کرنا لازم ہے، اور بغیر تنبیہ کے اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردینا نہایت قبیح ہے۔

کتاب میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو رہ ہی جاتی ہیں، مثلاً حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ''امام حبیبہ'' لکھ دیا۔ (۱)

لیکن کہیں کہیں ترجمہ میں بھی کھٹک محسوس ہوئی، مثلاً:

''پس اے درویش! یہاں غور کر، سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے مِلک ہوگئے تو اللہ تعالیٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوگیا۔'' (۲)

''یہاں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے درویش! جب تجھے معلوم ہو کہ دوست اپنی ملک ہوگیا تو ہر سے اسے کافی سمجھ۔'' (۳)

فاضل مترجم نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''یہ حدیث: ''من کان لِلّٰہِ کان اللّٰہ لہ'' کا مضمون ہے۔''

(۱) ص:۴۸ (۲) ص:۳۵ (۳) ص:۳۶

مضمون خواہ صحیح ہو، مگر عنوان کس قدر متوحش ہے! اصل فارسی متن میرے سامنے نہیں، اگر اصل متن میں بھی یہی الفاظ تھے، تب بھی ترجمہ تو ڈھنگ سے کرنا تھا۔ آئندہ اشاعت میں ''مِلک'' کا لفظ حذف ہو جانا چاہیے! باقی مضمون صاف ستھرا ہے۔

''اولیاء اللہ نہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور نہ جنت کے طالب بلکہ اُن کا مقصود رضائے الٰہی اور قربِ خداوندی ہوتا ہے۔''(۱)

مضمون یہ بھی غلط نہیں، مگر عنوان بہت ہی غلط ہے۔ قرآنِ کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بارہ میں ارشاد ہے:

''إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ''(۲)

اس کے ذیل میں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''لوگ کہتے ہیں: ''جو کوئی اللہ کو پکارے توقع سے یا ڈر سے وہ محبّ تحقیق نہیں'' یہاں سے اس کی غلطی نکلی!''

جب انبیاء (علیہم السلام) رغبت و خوف سے حق تعالیٰ کو پکارتے ہیں تو اور کون ہوتا ہے جو دوزخ سے نڈر اور جنت سے بے نیاز ہو جائے...؟ جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ تو خود سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے۔ جن اکابر اولیاء سے ایسے کلمات منقول ہیں، وہ حسنِ ذاتی کے کشتہ اور حبِ ذاتی کے اسیر تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے جمالِ ذات اور جلالِ بحت کے سامنے اُنہیں ہر چیز ہیچ نظر آتی۔ وہ جس حالت میں یہ بات کہتے ہیں اس حالت میں آدمی اس کے سوا اور کچھ کہہ بھی کیا سکتا ہے...؟ تجلّی ذاتی کوہِ طور کو بھون ڈالتی ہے، وہ تو پھر آدمی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو مدہوش کر دیتی ہے، وہ تو پھر اُمتی تھے۔ تاہم یہ اُن کی خاص حالت ہے، مگر یہ غلبۂ حال دوسروں کے لیے سند نہیں، نہ یہ ہم ایسے سگانِ دُنیا کو زیب دیتا ہے...!

جنت حق تعالیٰ شانہٗ کے جمال کا مظہر اور اُس کی رضا و رحمتِ خاصہ کا محل ہے، اس کی رغبت محض اس لیے نہیں کہ وہاں حظِ نفس کا سامان فراوانی سے ہوگا (گو کہ ہم اس کے بھی محتاج ہیں!) بلکہ اس لیے ہے کہ وہاں حسنِ مطلق کے جمالِ بے مثال کا دیدار ہوگا اور رحمت و رضا کے اِنعامات کی بارش ہوگی۔ اس سے کوئی بے نیاز ہو سکتا ہے...؟ برعکس اس کے کہ دوزخ سے پناہ صرف اسی واسطے نہیں مانگی جاتی کہ وہاں آگ ہوگی، سانپ بچھو ہوں گے، پیپ اور زقوم ہوگا (گو کہ ہم ضعفاء کو اس کی بھی تاب نہیں!) بلکہ اس سے پناہ اس لیے

(۱) ص:۳۵، حاشیہ

(۲) الانبیاء:۹۰

مانگی جاتی ہے کہ وہ قہر وجلال کا مظہر ہے، غضبِ خداوندی کا مقام ہے، وہاں والوں سے خدا تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ناراض ہوگا اور وہ بارگاہِ قدس میں باریابی سے ابدالآباد تک کے لیے محروم ہوں گے۔ آخر اس سے کون نذر ہوسکتا ہے...؟ غلبۂ حال کی بات دُوسری ہے، مگر کمالِ معرفت یہ ہے کہ آدمی حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات کے علاوہ اس کے افعال اور مظاہرِ قدرت پر بھی نظر رکھے۔

فاضل مترجم جناب مفتی محمد غلام سرور صاحب بریلوی مکتبِ فکر سے منسلک ہیں، اس لیے موصوف نے اپنے مخصوص نظریات کو بھی حاشیہ میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کاوش ان کے مخصوص حلقہ میں مستحسن سمجھی جائے گی، مگر ہمارے نزدیک اس سے زیادہ اہم بات تھی کہ وہ ''انیس الارواح'' کے مترجم کی حیثیت سے بزرگوں کے ارشادات کا صحیح محمل بیان کرتے، تاکہ وہ ممکن حد تک لوگوں کے لیے قریب الفہم ہوسکتے۔ نیز جو لوگ ان اکابر کی آڑ میں اِلحاد و زَندقہ پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، اُن کا توڑ کیا جاتا، مگر خیر! ع

''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست''

''انیس الارواح'' میں ایک بزرگ کا کشف نقل کیا ہے، مفتی صاحب اس پر یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی نظر رُوئے زمین کا اِحاطہ بھی کرلیتی ہے۔''(۱)

اور اس کی تائیدِ مزید کے لیے اُنہوں نے عارف جامی قدس سرہٗ کی ''نفحات الانس'' کی ایک عبارت بھی نقل کردی، حالانکہ اس موقع پر مفتی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ ''کشف'' کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ کرتے اور یہ بتاتے کہ کشف برحق ہے، مگر اس سے غیب دانی یا ہمہ دانی لازم نہیں آتی، مثلاً: جس مکان میں آپ فروکش ہیں، اس کی ایک ایک چیز آپ پر منکشف ہے، مگر اس اِنکشاف سے اس کے ایک ایک ذرّہ کا علمِ محیط لازم نہیں آتا، اور حدیثِ معراج اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

انیس الارواح میں شیخ نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور نہایت سکون واستغراق سے بیٹھ کر التحیات پڑھ!''

مفتی صاحب اس پر یوں حاشیہ چڑھاتے ہیں:

''التحیات میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ گاہ میں ''السلام علیک ایھا النبی'' کہے تو آپ کو حاضر وموجود سمجھ کر عرض کرے۔''(۲)

(۱) ص:۵۶ (۲) ص:۸۵

کاش! کہ مفتی صاحب نے یہ مشورہ سیّدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو دیا ہوتا جو ''السلام علیک ایھا النبي'' کے بجائے ''السلام علی النبي'' پڑھا کرتے تھے۔(۱)

جناب مفتی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نمازی کے پاس، ہر جگہ جسم اطہر کے ساتھ حاضر و موجود ہوتے ہیں، یا فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ پاک حاضر و موجود ہوتی ہے؟ اور یہ کہ کیا کسی ذُوجسم کا ہر جگہ ''حاضر و موجود'' ہونا عقلاً ممکن بھی ہے...؟

''انیس الارواح'' میں بعض اکابر کے واقعات ذِکر کیے ہیں کہ اُنہوں نے روضۂ اطہر پر سلام کہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی سے سلام کا جواب مرحمت ہوا، اور اُنہیں بعض اَلقاب سے بھی نوازا گیا۔ اس سے جناب مفتی صاحب نے متعدّد اِعتقادی اور کلامی مسائل کشید فرمائے ہیں، ایک یہ کہ:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنتے اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔''

یہاں تک تو بالکل صحیح ہے! لیکن ساتھ ہی مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صرف قریب ہی سے نہیں، بلکہ جہاں اور جس قدر دُور سے پڑھا جائے آپ بلاواسطہ سنتے ہیں۔''

افسوس ہے! کہ جناب مفتی صاحب کا یہ اِجتہاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل اِرشادات کے منافی ہے:

۱:... ''ان لِلّٰہِ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.''(۲)

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں، وہ مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔''

۲:... ''لا تجعلوا بیوتکم قبورًا ولا تجعلوا قبری عیدًا. وصلوا علیّ فان صلٰوتکم تبلغنی حیث کنتم''(۳)

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ! اور میری قبر کو میلہ نہ بنائیو! اور مجھ پر درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچادیا جاتا ہے، خواہ تم کہیں بھی ہو۔

۳:... ''من صلی علیّ عند قبری سمعتہٗ ومن صلّٰی علیّ نائیاً اُبلغتہٗ.''(۴)

''جو شخص میری قبر پر دُرود پڑھے، اسے خود سنوں گا، اور جو دُور سے پڑھے، وہ مجھے پہنچادیا جاتا ہے۔''

(۱) الصحیح للبخاری، باب الاخذ بالیدین، جلد:۲ ص:۹۲۶، ط: نور محمد کارخانۂ تجارتِ کتب، آرام باغ، کراچی۔

(۲) رواہ النسائی والدارمی عن ابن مسعودؓ

(۳) رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ.

(۴) رواہ البیہقی، فی شعب الایمان

یہ تمام ارشادات حدیث کی متداول کتاب مشکوٰۃ شریف "باب الصلاۃ علی النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم و فضلها" (۱) میں موجود ہیں، جن سے واضح ہوجاتا ہے کہ آپ دُور کا سلام بلاواسطہ نہیں سنتے، ہاں! فرشتوں کی معرفت آپ کی بارگاہِ عالی میں پیش کیا جاتا ہے۔

''انیس الارواح'' میں اذان کے جواب کے ذکر میں تو مفتی صاحب نے حاشیہ میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ بھی درج فرمادیا اور یہاں تک لکھ ڈالا کہ:

> ''حدیث میں ہے کہ محبت سے ایسا کرنے والے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل فرمادیں گے۔ (یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے، اور اُصولِ حدیث کے قاعدہ سے اس کے الفاظ ہی اس کے من گھڑت ہونے کی دلیل ہیں- ناقل) یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت ہے، یہ اہلِ سنت کی علامت ہے، اس پر عمل کرنا ثواب ہے، جیسا کہ معتبر کتابوں میں ہے۔ (چند کتابوں کا نام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:) اس پر عمل نہ کرنا سنتِ صدیقِ اکبرؓ سے محرومی، اور اس کی مخالفت کرنا بدبختی ہے۔''

جناب مفتی صاحب یہ تو جانتے ہیں کہ اذان دن میں پانچ وقت ہوتی ہے، اگر انگوٹھے چومنا اہلِ سنت کی علامت ہوتی تو اذان کی طرح یہ بھی اُمت میں متواتر ہوتی اور حدیث کی کوئی کتاب انگوٹھے چومنے کی فضیلت سے خالی نہ ہوتی۔ عقائد کی کتابوں میں جہاں یہ لکھا ہے: ''ان تفضل الشیخین و ان تحب الختنین'' (۲) یعنی اہلِ سنت کی علامت یہ ہے کہ: ''سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو سب صحابہؓ سے افضل سمجھو اور حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں سے محبت رکھو!'' وہاں اہلِ سنت کا یہ شعار بھی درج ہونا چاہیے تھا کہ اذان کے وقت انگوٹھے چوما کرو۔ عامی سے عامی شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ عمل اہلِ سنت کی علامت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ دن میں پانچ مرتبہ یہ عمل پورے عالمِ اسلام میں دُہرایا جاتا، محدثین اپنی کتابوں میں اسے تواتر کے ساتھ روایت کرتے اور ائمۂ فقہ اس کی سنّیت کا اعلان کرتے۔ لیکن مفتی صاحب کی ''معتبر کتابیں'' جن سے انہوں نے اہلِ سنت کا یہ شعار نقل کیا ہے، ذرا انہیں ملاحظہ فرمائیے!

جن کتبِ حدیث میں محدثین چن چن کر اُن روایتوں کو جمع کرتے ہیں، جنہیں یار لوگوں نے خود گھڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کردیا ہے، انہیں ''موضوعات'' کہا جاتا ہے۔ ہمارے مفتی

(۱) ص:۸۶، ۸۷، ط: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔
(۲) شرح العقائد النسفیة، ص:۱۸۲

صاحب کی یہ روایت انہی ''موضوعات'' میں مسند الفردوس دیلمی کے حوالہ سے درج کی گئی ہے، اور ساتھ ہی یہ تصریح کردی گئی ہے کہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں (لا یصح)۔ اسی طرح متاخرین فقہاء کی کتابوں میں اس عمل کو ''قہستانی'' کے حوالہ سے نقل کرکے اس کے صحیح نہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے، اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ حدیث کی کتب میں ''مسند الفردوس'' اور فقہ کی کتابوں میں ''قہستانی'' دونوں غیر معتبر کتابیں ہیں۔ رطب و یابس اور صحیح و غلط ہر طرح کی روایات کا ذخیرہ موجود ہے، جب تک کسی دُوسرے معتبر ذریعہ سے ان دونوں کتابوں کی نقل کردہ روایت کی توثیق نہ ہو، ان پر اِعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔

مگر ہمارے مفتی صاحب اس جعلی اور من گھڑت روایت کو چشمِ بددُور! اہلِ سنت کا شعار بتارہے ہیں، جس کے بارہ میں حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے:

''الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی الله علیه وسلم عن المؤذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات.''(۱)

''مؤذِن سے کلمۂ شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسمِ گرامی سننے کے وقت اُنگلیاں چومنے اور اُنہیں آنکھوں پر رکھنے کے بارہ میں جو روایتیں مروی ہیں، وہ سب من گھڑت ہیں۔''

جناب مفتی صاحب اس عمل کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت بتاتے ہیں، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس عمل کی ضرورت صرف ابوبکر صدیقؓ کو تھی؟ باقی صحابہ کرامؓ کو اس کی ضرورت نہیں تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پکڑ کر اُنہیں جنت میں داخل کردیں؟ مفتی صاحب ماشاء اللہ! حنفی المذہب ہیں، اگر وہ اِمام ابوحنیفہ، اِمام ابویوسف، اِمام محمد اور دیگر اَئمۂ اَحناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے اس عمل کا ثبوت پیش کردیں تو ہم بغیر کسی بحث و تمحیص کے اسے ''اہلِ سنت'' کی علامت تسلیم کرلیں گے، اور اگر یہ عمل ہمارے اَئمۂ اِجتہاد، خصوصاً اَئمۂ اَحناف سے ثابت نہیں (اور یقیناً نہیں!) تو جناب مفتی صاحب کو بھی بغیر کسی چوں وچرا کے تسلیم کرلینا چاہیے کہ یہ ''اہلِ سنت'' کی علامت نہیں بلکہ ''اہلِ بدعت'' کا شعار ہے، اور اس من گھڑت بدعت پر عمل کرنا موجبِ ثواب نہیں، بلکہ موجبِ عتاب ہے۔ اس کو چھوڑنا بدبختی نہیں، بلکہ اس بدعت کو رواج دینا بدبختی ہے۔ بیہقی کی مرسل روایت میں ہے:

''من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام''(۲)

''جس شخص نے صاحبِ بدعت کی توقیر کی اس نے اِسلام کو ڈھانے میں مدد دی۔''

(۱) تیسیر المقال للسیوطی، منقول از: ''راہِ سنت'' مولانا محمد سرفراز خان صفدر۔

(۲) مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۱، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں "بدعت" کتنی لائقِ نفرت چیز ہے...!

مفتی صاحب انگوٹھے چومنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ٹھہراتے ہیں، سوچنا چاہیے کہ آخر اس "عملِ بدعت" کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کیا واسطہ اور کیا جوڑ؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسمِ گرامی انگوٹھوں پر کندہ ہے کہ اسے تبرکاً چوما جائے...؟

فقہاء تو یہ لکھتے ہیں کہ اَذان کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِسمِ گرامی سن کر دُرود شریف بھی نہ پڑھا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ سے ثابت نہیں۔ ہاں! اَذان ختم ہونے کے بعد پہلے دُرود شریف پڑھا جائے، پھر دُعا پڑھی جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ مگر ہمارے مفتی صاحب انگوٹھے چومنے کو اِظہارِ محبت بتاتے ہیں اور اس کے نہ کرنے کو بدبختی سے تعبیر فرماتے ہیں، شاید وہ نہیں جانتے کہ یہ "بدبختی کا فتویٰ" وہ کن اکابر پر صادر فرما رہے ہیں...!

جناب مفتی صاحب کی خدمت میں یہ بھی گزارش ہے کہ سنت وہ نہیں جو دورِ حاضر کے للّو پنجو اِیجاد فرمالیں۔ سنت وہ ہے جس کا خیرالقرون میں رواج رہا ہو، جس پر صحابہؓ و تابعینؒ نے عمل کیا ہو، جس کا ائمہ دِین نے فتویٰ دیا ہو۔ جو لوگ خیرالقرون کے بعد "سنتیں" اِیجاد فرماتے رہے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتخذ الناس رؤوسًا جُهّالاً." متفق عليه. (۱)

اور جس کا ترجمہ مفتی صاحب نے یہ کیا ہے:

"جب علماء دُنیا سے رُخصت ہوجائیں گے تو جاہل لوگ اپنے سیٹھوں، رئیسوں اور دُنیاداروں سے جاکر مسائل پوچھیں گے، وہ اُن کو غلط بتاکر خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہی میں ڈالیں گے (بخاری و مسلم)۔" (۲)

افسوس ہے! جناب مفتی صاحب کا ترجمہ صحیح نہیں، مفتی صاحب نے حدیث "اُستاذ العلماء، غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں، اِمامِ اہلِ سنت حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور و مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان" (یہ خطابات جناب مفتی صاحب نے اِنتساب کے زیرِ عنوان درج

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۳۳، ط: قدیمی کتب خانہ۔
(۲) ص:۵۹

فرمائے ہیں) سے پڑھی ہے، وہ ماشاء اللہ! بقیدِ حیات ہیں، اُن سے دریافت فرمالیں! کیا یہ ترجمہ صحیح ہے؟
فیا لقبض العلم والعلماء واتخاذ الناس رؤوسًا جهالا...!

جناب مفتی صاحب نے "عرس، فاتحہ، تیجا، ساتواں، چالیسواں اور صلوٰۃ وسلام میں قیام کرنا وغیرہ" کو "رُسومِ مستحبہ" قرار دے کر نصیحت فرمائی ہے کہ: "بلادلیل منع کرنے والوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔"(۱)

گویا جناب مفتی صاحب کے نزدیک کسی چیز کو "رُسومِ مستحبہ" میں شامل کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں، البتہ بدعات سے منع کرنے والوں کو دلیل پیش کرنا چاہیے کہ وہ کیوں ان "بے دلیل رُسوم" کو منع کرتے ہیں؟ جناب مفتی صاحب! آپ "مفتی شرع متین" ہیں، خود شارع نہیں۔ دِین مجھ، آپ پر نازل نہیں ہوا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اسے بعد کی اُمت تک پہنچایا ہے، اَئمہ دِین نے اس کی تشریح فرمائی ہے، اگر یہ مذکورہ بالا اُمور "رُسومِ مستحبہ" ہیں، تو فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے کن کن بزرگوں کا "عرس شریف" کیا تھا؟ کن کن بزرگوں کا "فاتحہ شریف" دِلایا تھا؟ کن کن لوگوں کا "تیجا شریف"، "ساتواں شریف" اور "چالیسواں شریف" کیا؟ صلاۃ وسلام میں کب "قیام شریف" کیا...؟

چلیے! یہ نہیں تو یہی بتائیے کہ اِمام ابوحنیفہ، اِمام ابویوسف، اِمام محمد اور دیگر اَئمہ اَحناف رحمہم اللہ سے کن کن اکابر نے "عرس شریف" سے لے کر "قیام شریف" تک کیے؟ جس چیز کا ثبوت نہ قرآن میں ہو، نہ حدیث میں، نہ فقہ میں، جسے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، نہ صحابہؓ و تابعینؒ نے، نہ اَئمہ مجتہدینؒ نے؛ اسے "رُسومِ مستحبہ" کس منطق سے تسلیم کیا جائے...؟

چلیے اس سے بھی نیچے آجائیے! آپ ماشاء اللہ! فقہِ حنفی کے مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری سلسلہ کے شیخ طریقت بھی ہیں۔ بتائیے! حضرت پیرانِ پیر قطب العالم حضرت جیلانی (قدس اللہ سرہٗ) کس "بڑے پیر" کی "گیارھویں شریف" دیا کرتے تھے؟ کس کا "فاتحہ شریف" دِلایا کرتے تھے؟ اُنہوں نے کن کن لوگوں کا "تیجا شریف"، "ساتواں شریف" اور "چالیسواں شریف" کیا؟ ان کی کتابیں "غنیة الطالبین، فتوح الغیب" وغیرہ موجود ہیں، کیا ان میں ان اُمور میں سے کسی "شریف" کی تعلیم ملتی ہے؟ اگر نہیں تو آپ کو یہ "درسِ عبرت" سب سے پہلے حضرت پیرانِ پیرؒ کو دینا چاہیے! اُن سے پہلے بھی اَئمہ اَحناف کو! اُن سے بھی پہلے صحابہ کرامؓ کو! اور اُن سے بھی پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو...! کیونکہ یہ سب حضرات ان

(۱) ص ۵۳

''رُسومِ مستحبہ'' سے (جن کے ساتھ ''شریف'' کا لاحقہ لگا ہوا ہے) محروم رہے۔ شاید یہ لوگ ''وہابی'' ہوں گے! اور اگر انگوٹھے نہ چومنا، گیارہویں نہ دینا، تیجا، ساتواں، چالیسواں نہ کرنا ہی وہابی کی علامت ہے، تو ہم مفتی صاحب کو پیش کش کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، ائمۂ دِین اور حضرت پیرانِ پیرؒ کی اِقتدا کر کے وہ خود بھی ''وہابی'' بن جائیں۔ ایسی ''وہابیت'' خدا ہر ایک کو نصیب کرے، آمین...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ)

مخزن الولایت

جناب محمد خصلت حسین صاحب صابری۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ ملنے کا پتا: پاک اکیڈمی، ۱/۱۴۱، حیدرآباد، گولیمار، کراچی نمبر ۱۸۔

حضرت شاہ خادم صفی پوری (متوفی: ۱۲۸۷ھ) سلسلۂ چشتیہ، نظامیہ، مینائیہ، صفویہ کے نامور بزرگ ہو گزرے ہیں، ان کے خلیفہ مجاز جناب منشی محمد ولایت علی خاں المعروف حضرت عزیزاللہ شاہ صاحبؒ (متوفی: ۱۳۴۷ھ) نے ان کے ملفوظات کا مجموعہ فارسی زبان میں ''مخزن الولایت والجمال'' کے نام سے مرتب فرمایا تھا، زیرِ نظر کتاب اسی کا اُردو ترجمہ ہے جو مولفؒ کے ایک مرید صفا کیش نے فرمایا۔

کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے: بابِ اوّل میں حضرت شاہ خادمؒ کے حالات، بابِ دوم میں ان کے ارشادات اور اعمال و اخلاق، بابِ سوم میں ان کے کشف و کرامات، اور بابِ چہارم میں ان کے خلفاء کے اِجمالی حالات ذِکر کیے گئے ہیں۔ فاضل مترجم نے شروع میں ایک فاضلانہ اور عارفانہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں حضرت موصوف کے سلسلۂ نسب اور سلسلۂ طریقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کا دُوسرا باب ہی اصل اہمیت کا حامل ہے، اس لیے مولف و مترجم نے اسے ''ملفوظاتِ شاہ خادمؒ'' سے تعبیر کیا ہے۔

کتاب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت شاہ خادم صفی پوریؒ صاحبِ باطن بزرگ تھے۔ (واللّٰہ أعلم بحقیقة الحال!) اس کتاب میں ان کی نسبت جو اقوال وافعال درج ہیں، ان کا کچھ حصہ تو آبِ زَر سے لکھا جانے کا مستحق ہے، لیکن بعض ارشادات اور اعمال کو تأویلاً یا حسنِ ظن کی بنا پر قابلِ تسامح تو قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن انہیں شرعی حیثیت سے قبول کرنا صحیح نہ ہوگا، مثلاً:

''اور کبھی ایسا ہوتا کہ گیارہویں شریف کے فاتحہ کے لیے خرچ کی تنگی ہوتی تو آپ بلاسودی قرض لیتے اور جب پیسہ آجاتا، قرض کی ادائیگی ہوجاتی۔ اکثر بزرگوں کا فاتحہ عرس کو آپ نے شروع کرایا جو پہلے نہ ہوتے تھے۔''(۱)

اوّل تو فاتحہ عرس اور گیارہویں کی مروجہ ہیئت اور پابندی ہی ایسی چیز ہے جسے ''شرعی قانون'' کے تحت لانا مشکل ہے، پھر اس کے لیے قرض تک لینا اس قصہ کو اور زیادہ مشکل کردیتا ہے۔

آگے لکھا ہے:

''عشرۂ محرم الحرام میں نہ خط بنواتے نہ کپڑے بدلتے اور یکم سے لے کر ۱۲ محرم تک غسل بھی نہ فرماتے، مگر ضرورتاً..... آٹھویں محرم کو بچوں کو ناریل اور خشخاش تقسیم کرتے..... نویں محرم کو مجلس کرتے جس میں تقریر الشہادتین شروع سے آخر تک پڑھی جاتی، اور ختم پر قرآن مجید کی پانچ آیتیں پڑھی جاتیں اور فاتحہ ہوتا اور پھر شیرینی تقسیم کی جاتی، دسویں تاریخ کو دوپہر میں شربت پر نذر دی جاتی اور جسے جسے آپ چاہتے، انہیں شربت بھیجا جاتا اور خود بھی اسے نوش فرماتے۔''(۲)

عشرۂ محرم کے ان اعمال پر بنا بر حسنِ ظن تاویلاً اگر سکوت بھی کرلیا جائے تو کیا انہیں کسی شرعی قانون کے تحت لایا جاسکتا ہے؟ بالخصوص یومِ عاشوراء میں روزہ رکھنا سنتِ نبوی اور قانونِ شرعی ہے نہ کہ شربت پر نذر کرنا اور اسے تقسیم کرنا اور خود بھی نوش فرمانا! بلکہ ان اُمور میں ''تشیع'' کا رنگ نمایاں ہے۔

آگے لکھا ہے:

''اور ۱۴ شعبان (یعنی شبِ براءت) کے دِن پٹاخے لڑکوں کو اسی طرح بانٹتے جس طرح اُوپر ذکر کیا گیا۔'' (وغیرہ وغیرہ)

ظاہر ہے کہ شبِ براءت میں پٹاخے بانٹنا بھی کسی قانونِ شرعی میں داخل نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ ہم یہی کرسکتے ہیں کہ ان اُمور میں ان کو ''غلبۂ حال'' کی بنا پر معذور تصوّر کرلیں، لیکن اگر بزرگ کے عمل کی وجہ سے ان ہی اُمور کو سنتِ نبوی اور قانونِ شرعی تصوّر کرلیا جائے تو یہ شریعت پر اور خود اس بزرگ پر ظلم تصوّر کیا جائے گا۔ **یغفر اللّٰہ لنا ولھم!** بزرگوں کے غلبۂ حال یا غلط فہمی کی وجہ سے صادر شدہ اقوال وافعال کے صحیح موقف کو نہ سمجھنے ہی سے ''شریعت اور ہے! اور طریقت اور ہے!'' کا غلط نظریہ قائم کرلیا جاتا ہے۔

رزقنا اللّٰہ فھمًا صحیحًا...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۶ھ)

(۱،۲) ص:۱۰۱

شمس العارفین

ترجمہ: مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی۔ صفحات: ۹۰۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: مکتبہ نجم المعارف، کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

تیرھویں صدی کے مجدد شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ کے ملفوظات آپ کے خلیفہ اَرشد شیخ رؤف احمد شاہؒ نے ۱۲۳۱ھ میں ''دُرّ المعارف'' کے نام سے جمع کیے تھے، زیرِ نظر رسالہ میں ماہِ مبارک کے ۲۹ ملفوظات کو مع اُردو ترجمہ و حواشی شائع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ گنجِ معانی ہے، اور فاضل مترجم کے حواشی سونے پر سہاگہ۔ مگر افسوس کہ ناشرین نے کتابت وطباعت میں اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۲ھ)

صراطِ مستقیم (اُردو)

اِفادات: حضرت سیّد اَحمد شہیدؒ۔ ترتیب: مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ۔ ترجمہ و تزئین: مولانا مجیب الرحمٰن صدیقی۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا: کلام کمپنی، تیرتھ داس روڈ، مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبر ۱۔

''صراطِ مستقیم'' مجاہد فی سبیل اللہ حضرت الشیخ الامام مولانا سیّد احمد بریلوی قدس سرہٗ کے مجلسی افادات وارشادات اور علوم ومعارف کا مجموعہ ہے، جسے ان کے خاص خدام مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی پھلتیؒ بروقت قلم بند کرلیا کرتے تھے۔ مولانا شہیدؒ نے انہیں کتابی صورت میں مرتب کر کے حضرت سید صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیا، حضرتؒ نے تصحیح و تصویب فرما کر اس کا نام ''صراطِ مستقیم'' رکھا۔ اصل کتاب فارسی میں تھی - جو اَب نایاب ہے - کسی نامعلوم الاسم بزرگ نے اسے اُردو میں منتقل کیا تھا، مولانا مجیب الرحمٰن صدیقی نے اس ترجمہ کی نوک پلک دُرست کی اور اسے آج کی مروّجہ زبان میں ڈھالا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

معارفِ یعقوبیؒ

ترتیب: جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، شبہ شرقی نزد مسجد فردوس، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

جس طرح اکابر اہل اللہ اور صلحائے اُمت کی صحبت و معیت اِصلاحِ احوال اور رُشد و ہدایت کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح ان کے فرمودات و ارشادات ان کی صحبت کا بہترین بدل اور مؤثر ذریعۂ اِصلاح ثابت ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہٗ کے کلماتِ حکمت؛ علوم و معارف اور بصیرت افروز ملفوظاتِ طیبات کا انمول ذخیرہ ہے، اور یہ تمام ملفوظات حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے روایت فرمودہ ہیں، جسے جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے اپنے اکابر سے قلبی تعلق کے پیشِ نظر اِصلاحِ عام کے لیے ترتیب دے کر اِفادۂ عام کے لیے پیش فرمایا ہے۔ خدا کرے اہلِ اِسلام ان قیمتی جواہر پاروں کی قدر کرتے ہوئے ان سے اپنی زندگی سنوارنے میں بیش از بیش اِستفادہ کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۱ھ)

جواہر الحسن

مرتبہ: جناب صوفی محمد اِقبال قریشی صاحب۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ایک روپے پچیس پیسے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ہارون آباد، ضلع بہاول نگر۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اکبر تھے۔ آپ نے حضرت کے ملفوظات کا ایک مجموعہ تو ''حسن العزیز'' کے نام سے مرتب فرمایا تھا، (یہ نام حضرت حکیم الامتؒ کا تجویز فرمودہ ہے)، اس کے علاوہ بہت سے ملفوظات ''اشرف السوانح'' میں درج کیے تھے۔

جناب محمد اقبال قریشی صاحب نے - جن کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی کتابوں سے خاص شغف ہے - ان ملفوظات کو چن چن کر زیرِ نظر رسالہ میں ۵۸ عنوانات کے تحت یکجا کر دیا ہے۔ یہ بہت ہی مستحسن کوشش ہے، جس سے اِستفادہ عام ہو جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

اشرف الملفوظات

مرتبہ: مولانا عبدالحلیم قاسمی۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: جامعہ حنفیہ قاسمیہ، گلبرگ، چھوٹی مارکیٹ، لاہور۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرۂ کے مواعظ وملفوظات اکسیرِ ہدایت ہیں، جن کے مطالعہ سے علم وعمل میں ترقی اور فکر وذہن کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں حضرتؒ کے ۱۵۴ ملفوظات؛ مناسب عنوانات کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ ان کا حسنِ انتخاب مولانا قاسمی کے حسنِ ذوق کا مظہر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

سلسلۂ مواعظ حکیم الامت تھانویؒ

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی۔ پتا: مکتبہ اشرفیہ، بیت الحمد، ٹنڈ والہ یار۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرۂ کی تصانیف ومواعظ اِصلاحِ نفس اور تہذیبِ اَخلاق کے لیے اکسیرِ ہدایت کا حکم رکھتے ہیں، ان کے مطالعہ سے علم وعمل میں ترقی ہوتی ہے۔ مواعظِ اشرفیہ کی اشاعت میں ماہنامہ ''الابقاء'' کراچی کا حصہ سب سے نمایاں ہے۔ ملتان سے منشی عبدالرحمٰن جہلیک نے بھی مواعظ کی قریباً ایک درجن ضخیم جلدیں شائع کی ہیں۔ مقامِ مسرّت ہے کہ مولانا محمد مالک کاندھلوی (اُستاذِ حدیث مدرسہ ٹنڈ والہ یار) نے خزائنِ اشرفیہ کی اِشاعت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک ماہانہ سلسلہ ایک سو صفحات کا شروع کیا جائے اور اس میں حضرت قدس سرۂ کے مواعظ وملفوظات شائع ہوا کریں اور قیمت ۲ روپے رکھی جائے۔ چنانچہ پہلی قسط جو اس وقت پیش نظر ہے، اس میں سلسلۂ البلاغ کے دو وعظ ''مظاہر الاَمال'' اور ''مظاہر الاقوال'' نیز ''الافاضات الیومیہ'' کے ۲۴ ملفوظ شامل ہیں۔ ان کے پیش نظر دُوسرا سلسلہ سہ ماہی ہے، جس میں حضرت حکیم الامتؒ کی اَہم تصنیفات کی اِشاعت ہوگی۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ حضرتؒ کے نایاب رسائل کو یکجا کر کے اگر ''معارفِ اشرفیہ'' کے نام سے چار پانچ صد صفحات کی جلدیں بنادی جائیں تو یہ بیش بہا خدمت ہوگی۔ نیز کتابت وطباعت کا معیار بھی کچھ جچتا نہیں، اس کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)

تسہیل المواعظ

اِفادات: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ تسہیل: مولانا انوار الحق امروہیؒ۔ پتا: مولانا نذیر احمد، مدرّس مدرسہ خیر المدارس، ملتان۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ کا مطالعہ علم و عمل کی ترقی اور اِصلاحِ تربیت کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ حضرتؒ کے قریباً چار صد مواعظ میں سے باون کو حضرت کے منشاء کے مطابق آسان زبان میں مولانا انوارالحق امروہیؒ نے ڈھالا تھا۔ مدّت ہوئی! یہ مفید سلسلہ ''تسہیل المواعظ'' کے نام سے شائع ہوا تھا اور اَب ناپید تھا۔ فاضل محترم مولانا نذیر احمد صاحب نے ان تسہیلی مواعظ کو بہت ہی خوب صورت انداز میں دوبارہ طبع کرانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے نو وعظ شائع ہو چکے: ا:...نفس کی اصلاح، قیمت: (۰/۷۰)۔ ۲:...معاصی کا ترک، (۰/۷۵)۔ ۳:...عالموں کی ضرورت، (۰/۸۰)۔ ۴:...مصیبت سے عبرت، (۰/۷۵)۔ ۵، ۶:...اخلاص؛ حصہ اوّل و دوم، (۱/۶۰)۔ ۷، ۸:...دُعا کے شرائط؛ حصہ اوّل و دوم اور ۹:...مسجد کے آداب، (۱/۳۰)۔ ضرورت ہے کہ یہ مواعظ گھروں میں عورتوں اور بچیوں کو پڑھائے جائیں اور کوئی گھر اس سے محروم نہ رہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

تکمیل الاسلام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔ پتا: کتب خانہ اِمدادیہ، جامع مسجد فیڈرل کیپٹل ایریا، کراچی ۱۹۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظِ حسنہ کے مطالعہ سے رُوح و قلب کو جلا ملتی ہے اور علم و عمل میں ترقی ہوتی ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ حضرتؒ کا وعظ ہے، جس میں اِسلام کی حقیقت اور اس کی تحصیل و تکمیل کا بیان ہے۔ مولانا ریاض الحق کلیانوی نے اسے بہت خوب صورت لباس و طباعت میں شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

مواعظِ حسینیہ

مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین اَحمد مدنیؒ، مولانا قاری محمد طیب مدظلہٗ۔ صفحات: ۸۲۔ قیمت (بلاجلد): ا روپیہ ۲۵ پیسے۔ ملنے کا پتا: مکتبہ صدیقیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان۔

اکابر اولیاء اللہ کی صحبت، ان کے انفاسِ قدسیہ، کلماتِ طیبہ اور مواعظِ حسنہ ترقیٔ اِیمان، اِصلاحِ نفس، تہذیبِ اخلاق اور تعلق مع اللہ میں اِضافہ کے لیے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ حکیم الامت حضرت

مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے پانچ مواعظ کا مجموعہ ہے جو عوام وخواص سبھی کے مطالعہ کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۷ھ)

خطباتِ عثمانی

پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی۔ صفحات: ۴۱۶۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دار العلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

جناب پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن صاحب پاک وہند کے معروف صاحبِ قلم اور مشہور مصنف ہیں۔ ''انوارِ قاسمی''، ''حیاتِ اِمداد'' اور ''رُوحِ رمضان'' اُن کے قلم سے نکل کر علمی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی نابغہ شخصیت اُن کا دِل پسند موضوع ہے۔ پہلے موصوف نے حضرت علامہؒ کی علمی سیرت بنام ''تجلیاتِ عثمانی'' شائع کی، پھر حضرت علامہؒ کے مکتوبات کو ''انوارِ عثمانی'' کے نام سے مرتب کیا اور اَب ''خطباتِ عثمانی'' کے عنوان سے حضرت علامہؒ کی سیاسی زندگی کو - جو قریباً پینتالیس سال پر محیط ہے - حضرت علامہؒ کے خطبات، مکتوبات اور اِفادات کی روشنی میں مرتب فرمایا۔

''خطباتِ عثمانی'' میں فاضل مصنف نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے تمام خطبات اور متعلقہ مواد کا بڑی دیدہ ریزی اور جانفشانی سے اِستیعاب کیا ہے، اور خطبات کے باہمی ربط وترتیب اور پس منظر کو اُجاگر کرنے کے لیے ۱۸۵۷ء کے بعد کی ملکی سیاسیات اور لیگ وکانگریس کی کش مکش کا پورا نقشہ اور تاریخی جائزہ مرتب کردیا ہے۔ علاوہ ازیں قیامِ پاکستان سے سقوطِ ڈھاکہ، ''عزلِ یحییٰ'' اور ''صدارتِ بھٹو'' تک مختصر تاریخ پیش کردی ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی بلند وبالا شخصیت نے نہ صرف نظریۂ پاکستان میں جان ڈالی، بلکہ قیامِ پاکستان میں نہایت مؤثر کردار اَدا کیا۔ مؤلف کے لفظوں میں ''خطباتِ عثمانی'' دراصل نظریۂ پاکستان کی ایک ''انسائیکلوپیڈیا'' ہے، جس کا کالجوں، اسکولوں، پبلک لائبریریوں اور خواص وعوام کے پاس ہونا نہایت سودمند ہوگا۔ بہرحال! فاضل مؤلف اپنے اِس کارنامہ پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ناشر نے اندرونِ صفحہ پر مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا ایک فوٹو دِیا ہے، ہمارے نزدیک یہ مولانا مرحوم کی شخصیت اور اُن کے مشن سے بھونڈا مذاق ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۳ھ)

خطباتِ جمعات وعیدین

مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت (مجلد): اروپیہ ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ سیّد احمد شہید، ۱/۱۴۱، وحید آباد، کراچی، نمبر ۱۸۔

مولانا آزادؒ مرحوم کے گیارہ خطبات- جو بالی گنج کلکتہ کی مسجد میں جمعہ اور عید کے موقع پر دیے گئے- جناب سیف صدیقی صاحب نے قلم بند کر لیے تھے۔ ان میں اسلام کے کئی اہم اور نازک موضوعات پر مولانا نے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی بعض تعبیرات سے تبصرہ نگار کا اتفاق نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ مضامین بڑے وقیع ہیں، گویا ان چند اوراق میں اسلام کی رُوح ذہن نشین کرادی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)

خطباتِ مدراس

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ۔ صفحات: ۱۹۴۔ تقطیع: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$۔ قیمت (سفید کاغذ، کارڈ کور): ۱۲ روپے۔ (اعلیٰ کاغذ، ڈائی دار جلد): ۲۴ روپے۔ پتا: ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰- انار کلی، لاہور نمبر ۲۔

''خطباتِ مدراس'' حضرت علامہ سیّد سلیمان ندویؒ کے اُن خطبات کا مجموعہ ہے جو ''اسلامی تعلیمی انجمن'' کی فرمائش پر مدراس کے دلالی ہال میں اکتوبر، نومبر ۱۹۲۵ء کو سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر دیے گئے۔ ان میں پہلا خطبہ ''اِنسانیت کی تکمیل صرف انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے'' گویا تمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد علی الترتیب حسبِ ذیل عنوانات پر گفتگو فرمائی ہے:

۲:...سیرتِ طیبہ کی عالمگیریت۔ ۳:...اس کا تاریخی پہلو۔ ۴:... تکمیلی پہلو۔ ۵:...اس کی جامعیت۔ ۶:...اُس کی عملیت۔ ۷:...آپ کا پیغام۔ ۸.... پیغامِ محمدی۔

یہ خطبات اپنی ادبیت و جامعیت، تفکر و تعقل، زورِ استدلال و حسنِ بیان اور سیرتِ طیبہ کی بہترین نقاشی کے لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہیں، اور غیر مسلموں میں مؤثر دعوت و تبلیغ کا کام دے سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ)

مواعظِ حسنہ

مرتب: مولانا احمد عبدالرحمٰن۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت (اعلیٰ): ایک روپیہ۔ (عام): ۶۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ حکمتِ اِسلامیہ، صدر بازار، نوشہرہ، ضلع پشاور۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی دو تقریروں اور حضرت درخواستی مدفیضہٗ کی تین تقریروں کا مجموعہ! ان مواعظِ حسنہ کو پڑھتے ہوئے ان بزرگوں کے الفاظ ہی نہیں، لب ولہجہ بھی گویا سامنے آجاتا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

خطباتِ ختمِ نبوّت (حصہ دوم)

مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی۔ صفحات: ۳۹۲۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔ پتا: عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

انگریز نے اپنی خاص حکمتِ عملی اور تکنیک سے مسلمانوں کے دِلوں سے اِیمان و اِسلام کے نقوش اور عشقِ نبوی کے جذبات کو کھرچ کھرچ کر صاف کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی...علیہ ماعلیہ...کو خرید کر اُس سے شعائرِ اِسلام اور دِین و شریعت کے خلاف جو کچھ کہلایا! اس کو بیان کرتے ہوئے قلم لرزتا ہے، زبان لڑکھڑاتی ہے، شرافت و دیانت اور شرم و حیا سر پیٹتے ہیں، کلیجہ منہ کو آتا ہے اور اِنسانیت کی پیشانی عرق آلود ہوجاتی ہے۔ اس ملعون نے اِنسانی تاریخ میں جس بے حیائی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اکابرینِ دیوبند اور برصغیر پاک و ہند کے علماء کو! جنھوں نے اس دجالی فتنہ کا ناطقہ بند کردیا اور بحمداللہ! آج وہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے، چنانچہ جہاں سے شروع ہوا تھا، وہیں جاکر دفن ہوگیا ہے۔ اس میدان میں اکابر نے مناظرے، مباہلے اور تقریر و تصنیف کے وہ جوہر دِکھلائے کہ مسلمانانِ عالم کے سر فخر سے اُونچے ہوگئے، اہلِ اِیمان شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخ رُو ہوگئے، اور قادیانیت کا شجرۂ خبیثہ اپنی بیخ و بن سمیت دھڑام سے زمین بوس ہوگیا۔

زیرِ نظر مجموعہ اِسی سلسلہ کی دُوسری کڑی ہے، جس میں مرتب موصوف جناب مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی زید مجدہٗ نے اکابرین کے وعظ و بیان کی کوششوں کو اُجاگر کیا ہے، چنانچہ اس میں قائدینِ تحریکِ ختمِ نبوّت کی اِیمان پرور اور قادیانیت شکن تقریروں کو یکجا کرکے کتابی شکل دی گئی ہے۔ اس حصہ میں اِمام العصر علامہ سیّد محمد انور شاہ کاشمیریؒ، اَمیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، علامہ میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، خطیبِ پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہدِ ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، علامہ دوست محمد قریشیؒ، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، مولانا تاج محمودؒ، خطیب العصر مولانا عبدالشکور دین پوریؒ وغیرہ اکابر کے خطباتِ ختمِ نبوّت کو جمع کیا گیا ہے۔

کتاب پر اکابرین کی تقریظات ثبت ہیں۔ اس میدان میں کام کرنے والے علماء، عوام اور دِین

دوست حضرات کے لیے یہ گوہرِ آب دار بہت ہی اہم اور خاصے کی شئے ہے۔ بجا طور پر اس خدمت پر مصنف موصوف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

فرموداتِ اُمیرِ شریعتؒ

حکیم مختار احمد الحسینی۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت (مجلد): ۲روپے۔ ملنے کا پتا: مکتبہ تعمیرِ حیات، چوک رنگ محل، لاہور۔

مجاہدِ جلیل، اُمیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو حق تعالیٰ نے دلِ حق شناس اور زبانِ حکمت ترجمان سے نوازا تھا، چھوٹے چھوٹے حکیمانہ فقرے اوران میں بلا کی ظرافت اور شیرینی! ان کے لطائفِ حکمت نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ تک سے دادِ تحسین حاصل کی: ''عطاء اللہ کی باتیں تو عطاء الٰہی ہوتی ہیں!'' زیرِ نظر کتاب میں فاضل مرتب نے شاہ جیؒ کے ملفوظات بڑی محنت سے جمع کیے ہیں۔ اگر ہر ملفوظ کے مأخذ کا حوالہ ساتھ کے ساتھ آ جاتا تو کتاب میں استنادی شان پیدا ہو جاتی۔ آئندہ ایڈیشن میں یہ کمی پوری ہو جانی چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

نوادراتِ اُمیرِ شریعتؒ

مولانا منظور احمد کہروڑی۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت: ۵۰/۴۔ پتا: طارق خالد برادران، مکتبہ نشریاتِ اہلِ سنت، محلہ ملتانی والا، کہروڑ پکا، ضلع ملتان۔

اُمیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اِقلیمِ خطابت کے تاج دار تھے۔ اُن کے فکر و عمل کا محور: قرآن، اُن کے جذباتِ عقیدت کا مرکزِ ثقل: حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ خاتمیت، اور اُن کی زندگی کا مشن: انگریز اور اس کے خود کاشتہ پودے (قادیانی نبوّت) کا اِستیصال تھا...!

زیرِ نظر کتاب میں فاضل مرتب نے بڑی دیدہ ریزی سے شاہ جیؒ کی خطابت کے انمول موتی جمع کیے ہیں، اور انہیں نوادارت کی سلکِ مروارید میں بڑے سلیقہ سے پرو دیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

تقاریرِ مجاہدِ ملت ؒ

مولانا منظور احمد کہروڑی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: خالد طارق برادران، خانقاہ مخدوم ملا موسیٰ، کہروڑ پکا، ضلع ملتان۔

مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ ابھی چند دِن ہی تو ہوئے سراپائے علم وعمل، زیرکی و دانائی، تدبر ومعاملہ فہمی، مجاہدہ و جفاکشی، تواضع و انکسار اور ذہانت ومتانت کی شکل میں ہمارے سامنے موجود تھے، ان جیسا بے مثال مقرّر، باوقار خطیب، پُرعزم قائد، نکتہ رس عالم، جفاکش مجاہد، مشفق بزرگ، وعدہ وفا دوست اور مخلص مسلمان آنکھیں ڈھونڈتی رہیں گی، مگر نہیں ملے گا ۔

چونکہ گل رفت وگلستان شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

مولانا مرحوم کی صحبتوں کا بدل اب اُن کی تقریریں ہوسکتی ہیں۔ مولانا منظور صاحب کو حق تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ اُنہوں نے زیرِ نظر رسالہ میں مولانا مرحوم کی چار تقریروں کو ان ہی کے لب لہجہ میں قلم بند کیا ہے، جو بڑی قابلِ قدر خدمت ہے، مگر ہمارے خیال میں اَہم ترین خدمت یہ ہے کہ ''اِفاداتِ محمد علیؒ'' کا گلدستہ ایک جامع کتاب کی شکل میں مرتب کیا جائے اور اس میں مختلف عنوانات کے تحت مولانا مرحوم کی تقریروں کے اِقتباسات پیش کیے جائیں۔ دیکھیے! یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۲ھ)

خطباتِ حکیم الاسلام (جلد۷)

اِفادات: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ۔ ضبط وترتیب: مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری۔ صفحات: ۴۸۰۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ ناشر: دارالکتاب، دیوبند، یوپی۔

''تقریظ''

حضرت مولانا قاری محمد طیب طیب اللہ ثراہٗ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) حکمتِ قاسمی کے وارث وامین تھے۔ وہ اپنے خطبات ومواعظ میں حکمت کے موتی رولتے تھے اور ایسے عجیب وغریب لطائف و معارف کا دریا بہاتے تھے جو عام طور سے کتابوں میں نہیں ملتے، اس لیے بجا طور پر انہیں ''حکیم الاسلام'' کا خطاب حاصل تھا۔

عزیز محترم جناب مولانا الحاج الحافظ القاری محمد ادریس ہوشیار پوری سلمہ اللہ تعالیٰ کوحق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے خطباتِ حکمت کے جمع وتدوین کا شوق نصیب فرمایا، موصوف نے حضرت مرحوم کے خطبات کی کیسٹیں تلاش کرنے اور انہیں کاغذ پر منتقل کرنے کا کام شروع کردیا، ماشاء اللہ! وہ اپنی مہم میں کامیاب ہوئے۔ ''خطباتِ حکیم الاسلام'' کے نام سے چھ جلدیں مرتب کرکے شائع کرچکے ہیں، اس سلسلہ کی یہ ساتویں جلد ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے اِخلاص وللّٰہیت میں مزید ترقی عطا فرمائیں، ان کی اس محنت کو شرفِ قبول نصیب فرماکر دارین میں مثمر برکات بنائیں اور ان خطبات کے قارئین کو بھی اس صدقۂ جاریہ سے متنفع فرمائیں۔

مرقع یوسفی

اِفادات: حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ۔ مرتب: جناب محمد ایوب قادری۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: ۲روپے۔ پتا: مکتبہ معاویہ، ۱۱/۶، بی ون ایریا، لیاقت آباد، کراچی۔

دعوت وتبلیغ کے اَمیرِ ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے ایمان افروز مواعظ، تقریروں اور مکتوبات کا مجموعہ۔ شروع میں فاضل مرتب کے قلم سے ۶۴ صفحے کا فاضلانہ مقدمہ، جس میں پاک وہند میں اِشاعتِ اِسلام کی مختصر، مگر جامع تاریخ، اور میوات میں تبلیغی کام کے اَساطینِ ثلاثہ (مولانا محمد اِسماعیل، مولانا محمد اِلیاس اور مولانا محمد یوسف رحمہم اللہ) کے سوانح اور خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ کتاب جتنی قیمتی اور مفید ہے، کاغذ اور طباعت اتنا ہی ناقص...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

ریڈیو تقاریر

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب۔ صفحات: ۴۳۲۔ قیمت (مجلد): ۳۵روپے۔ پتا: اِدارہ مجدّدیہ، ۲/۵-ایچ، ناظم آباد نمبر۳، کراچی نمبر۱۸۔

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے عالی مقام شیخِ طریقت بھی تھے اور کثیر الافادہ مصنف ومؤلف بھی! اُن کی متعدّد تصانیف کا تعارف اِن سطور میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ان کی ۴۷ ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے، جو تقریباً آٹھ سال کے عرصہ میں وقتاً فوقتاً نشر ہوتی رہیں۔

حضرت مرحوم کے صاحب زادہ جناب سیّد فضل الرحمٰن شاہ صاحب نے ان کو خاص انداز میں مرتب فرما کر ریڈیو پاکستان کی اِجازت سے شائع کیا ہے۔ ان تقاریر میں اَہم ترین مسائل و موضوعات پر بڑی منجھی اور سلجھی ہوئی گفتگو کی گئی ہے، اندازِ بیان داعیانہ و مربیانہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ)

اَذانِ سحر

شمس القمر قاسمی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: عزیز پبلی کیشنز، ۵۶ میکوڈ روڈ، لاہور۔

''جمعیت علمائے اِسلام'' نے پاکستان میں نظامِ مملکت کو اِسلامی خطوط پر لانے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مقدس دِین کو اِس ملک کی اِنفرادی و اِجتماعی زندگی میں نافذ کرنے کے لیے جو مسلسل جدوجہد اور اَنتھک محنت کی ہے، اُس کا اِعتراف نہ کرنا ستم ظریفی ہے۔ اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد بچے کھچے پاکستان کو اِتحاد و اِستحکام کی آکسیجن دینے میں جس نے سب سے مؤثر کردار اَنجام دیا، وہ ''حضرت مولانا مفتی محمود'' ہیں۔

جن عناصر نے طاغوتی قوتوں کے اِشارہ پر مشرق و مغرب کی تفریق کا مکروہ کھیل کھیلا، اُن کا سب سے بڑا ہدف حضرت مفتی محمود صاحب کو راستہ سے ہٹانا ہے، یہ قلعہ فتح ہو جائے کہ سرحد اور بلوچستان کو مرکز سے کاٹ دینا کچھ ایسا مشکل کام نہیں ہے، بلکہ یہ حالات کا منطقی نتیجہ ہوگا جو آج نہیں تو کل مرتب ہو کر رہے گا۔ چونکہ یہ عناصر بدقسمتی سے مرکز کو اَپنے اِعتماد میں لیے ہوئے ہیں اور پروپیگنڈے کی ساری مشینری اس مقصد کے لیے استعمال ہو رہی ہے، اِس لیے طاغوت کے غلط پروپیگنڈے کے سیاہ غبار میں حقائق کا قافلہ کمزور نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اب یہ ملک و ملت کے بہی خواہوں کا فرض ہے کہ اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے ضرورت ہے کہ مفتی صاحب کے خیالات و نظریات اور ان کے مخصوص مشن کو خود انہی سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

زیرِ نظر کتاب اسی کوشش کا ادنیٰ مظہر ہے۔ جناب مرتب تحسین کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے زیرِ نظر مجموعہ ''اَذانِ سحر'' میں مفتی صاحب کے چار اِنٹرویو اور پانچ اَہم تقریریں جمع کر دی ہیں، جن کے آئینہ میں مفتی صاحب کے خیالات کا رُخ روشن بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۲ھ)

منہاج التبلیغ (حصہ دوم)

علامہ دوست محمد قریشی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۳روپے۔ پتا: دفتر تنظیم اہلِ سنت، بوہڑ گیٹ، ملتان۔

علامہ موصوف کی عمر دعوت وتقریر اور بحث ومناظرہ کی دشت نوردی میں گزری ہے، اور قدرت نے انہیں افہام وتفہیم کا مخصوص ملکہ عطا فرمایا ہے۔ موصوف کی قلمی تقریروں کا ایک مجموعہ ''مصباح المقررین'' کے نام سے، اور دُوسرا ''منہاج التبلیغ'' (حصہ اوّل ودوم) کے نام سے شائع ہوا۔ اِس وقت ''منہاج التبلیغ'' (حصہ دوم) پیش نظر ہے، جس میں مختلف چودہ موضوعات پر اِظہارِ خیال فرمایا ہے۔ تحریر میں تقریر وخطابت کا رنگ اور بیان میں منطقی اِستدلال کا پہلو نمایاں ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

خطباتِ عثمانی

مولانا محمد ادریس عثمانی (سابق ایڈیٹر ''البلاغ'' بنگلور)۔ صفحات: ۶۸۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: سعید اینڈ سنز، ۵۱-ڈی اسٹریٹ، بلاک نمبر۶، پی ای سی ایچ سوسائٹی، نرسری کراچی نمبر ۲۹۔

زیرِ نظر رسالہ مولانا موصوف کی دو تقریروں کا مجموعہ ہے:

۱:... ''اُسوۂ اِبراہیمی'' جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اِعلانِ توحید، ذبحِ فرزند اور بنائے کعبہ کا ذکر ہے۔

۲:... ''حسینیت: آغوشِ رسالت میں'' جس میں حضرت حسین سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب، اخلاق وسیرت اور شہادتِ کربلا کا ذکر ہے۔ زبان ادیبانہ، لہجہ والہانہ اور مضامین محبانہ...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

صحبتے با اہلِ حق

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۴۰۶۔ قیمت: ۷۵روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان۔

اہل اللہ کے نفوسِ قدسیہ جس طرح زندگی بھر خلقِ خدا کی نفع رسانی کا ذریعہ ہوتے ہیں، اسی طرح اِنسانیت اُن کے وصال کے بعد بھی اُن کے علمی اور رُوحانی فیض سے محروم نہیں رہتی۔ زندگی میں اگر وہ اپنے جسم و جان اور قول وعمل سے معاشرہ کو مستفید فرماتے ہیں، تو وفات کے بعد اُن کے فرمودات و اِرشادات اُمت کی راہنمائی کا کام دیتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اِسی سلسلہ کی ایک اَہم کڑی ہے، جو محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ، پشاور) کے افادات اور گراں قدر اِرشادات کے نادر خزانہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کے مندرجات کا تعارف ٹائٹل پر یوں درج ہے:

"شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے اُن اِرشادات وملفوظات کا مجموعہ، جن میں عصرِ حاضر کے ذوق ومزاج کے مطابق زندگی کی اِصلاح کا پیغام، اِیمان ویقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان، اور اَحکامات وتمثیلات کے پیرائے میں تصوفِ اِسلامی کا عطر، اور علوم ومعارف کا لب لباب آگیا ہے۔"

ماشاء اللہ! کتاب ایک عمدہ گلدستہ ہے، جس کا ہر ایک پھول اپنی طرف کھینچتا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ)

عبادات وعبدیت

اِفادات: حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)۔ ضبط وترتیب: مولانا سمیع الحق (مدیر ماہنامہ "الحق")۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ الحق، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

حضرت مولانا عبدالحق مدفیضہم کے خطباتِ جمعۃ المبارک (صاحب زادہ مولانا سمیع الحق کی ترتیب کے ساتھ) ماہنامہ "الحق" میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ اس سلسلہ کے گیارہ خطبات پر مشتمل ہے، جس میں اخلاق وعبادات کے اہم شعبوں پر گفتگو کی گئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

دعواتِ حق (جلد اوّل)

اِفادات: حضرت مولانا عبدالحق صاحب (شیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک)۔

ضبط وترتیب: مولانا سمیع الحق (مدیر ماہنامہ "الحق")۔ صفحات: ۶۷۲۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔
پتا: مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

حضرت مولانا عبد الحق مدظلۂ کے مواعظ کا ایک مجموعہ کچھ عرصہ قبل "دعواتِ عبدیت حق" کے نام سے شائع ہوا تھا، زیر نظر کتاب اس کی جامع ترین شکل ہے، جس میں حضرت کے کوئی ساٹھ مواعظ وخطابات بارہ ابواب کے ذیل میں مرتب کیے گئے ہیں۔ عبادات، اخلاق، معاشرت، معیشت اور سیاست وغیرہ زندگی کے قریباً سبھی گوشے زیر بحث آئے ہیں، اور ان پر عالمانہ، عارفانہ اور محققانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حق تعالیٰ نے حضرت مولانا کا حلقۂ افاضہ وافادہ بڑا وسیع بنایا ہے، ہزاروں بندگانِ خدا ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مقامِ شکر ہے کہ ان افادات کی اشاعت سے حاضرین کے ساتھ غائبین بھی مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۶ھ)

دعواتِ حق (جلد دوم)

خطبات ومواعظ: حضرت مولانا عبد الحق (اکوڑہ خٹک)۔ ضبط وترتیب: مولانا سمیع الحق۔
صفحات: ۵۱۰۔ قیمت مجلد: ۴۰ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدفیضہم ان علمائے ربانیین میں سے ہیں جن کا ایک ایک لمحہ دین کی خدمت ودعوت الی اللہ میں صَرف ہو رہا ہے، اور جن کا وجودِ سامی اُمت کے لیے موجبِ برکت ہے۔ آپ کے مواعظ کا ایک مجموعہ "دعواتِ عبدیت حق" کے نام سے ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوا تھا۔ یہ آپ کے ارشادات کا دُوسرا مجموعہ ہے جس میں عقائد، اعمال، اخلاق، سیاسیات، تعلیم وغیرہ مختلف موضوعات پر حضرت کے ۵۶ خطبات ومواعظ ہیں۔ اندازِ بیان بہت سادہ وسلیس، عام فہم اور مصلحانہ ومربیانہ ہے۔ عام مسلمانوں کے علاوہ حضرات خطباء وواعظین اس سے بہت کچھ استفادہ کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۱ھ)

خطباتِ سواتی (جلد اوّل)

افادات: حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی مدظلۂ۔ مرتب: الحاج لعل دین، ایم

اے علوم اسلامیہ۔ صفحات: ۳۷۶۔ قیمت: ۹۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ دُروس القرآن، فاروق گنج گوجرانوالہ، پاکستان۔

وعظ وتقریر، خطبہ اور بیان کا مقصد لوگوں کے عقائد کی اِصلاح، ان کو دِینِ اِسلام کی طرف راغب کرنا، اس کے اَحکام و مسائل سے روشناس کرانا اور فکرِ آخرت کو پیدا کرنا ہے۔ جس کے لیے خطباء، واعظین، مقرّرین اور مبلغین اپنے اپنے انداز میں اپنے مافی ضمیر کو عوام الناس تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ بنی نوعِ اِنسان کی صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی جائے، اور وہ کفر وشرک، بدعات ورُسومات اور خرافات سے نکل کر توحید وسنت کے راستہ کی طرف ہدایت پاکر اَبدی وسرمدی فوز وفلاح پاسکیں۔

اللہ تعالیٰ جناب الحاج لعل دِین صاحب کو جزائے خیر دے کہ اُنہوں نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہٗ کے جمعہ کے خطبات کو کتابی شکل میں جمع کرنا شروع کیا ہے، اور ''خطباتِ سواتی'' کی پہلی جلد منظرِ عام پر آگئی ہے، جو ماشاء اللہ! ۲۲ خطبات پر مشتمل ہے۔ جسے مناسب عنوانات کے ساتھ مثلاً: معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شبِ براءت، رمضان المبارک، عید مبارک، اُونچی گھاٹی پر چڑھنا، آزادی وغلامی میں امتیاز، یہودی عوام وخواص کی خرابیاں، آخرت کا گھر، شرائطِ بیعت، قربانی کا فلسفہ ومسائل، فجر اور دس راتیں، اہل اللہ سے وابستگی، نیکی وبدی میں مقابلہ وغیرہ ایسے عنوانات ہیں جو قرآن وسنت، فقہِ اسلامی اور معتبر تاریخی کتب کے حوالہ سے مزین ہیں۔ ان خطبات کا طرز یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ کریم کی کوئی آیت تلاوت کی جاتی ہے، اس کے بعد اس موضوع پر اَحادیثِ صحیحہ، تعاملِ صحابہؓ، سلف صالحین اور علمائے حق کو بطورِ مستدل پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب اَئمہ وخطباء اور مبلغین حضرات کے لیے قابلِ قدر تحفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ)

خطباتِ سواتی (جلد دوم)

اِفادات: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی دامت برکاتہم۔ مرتب: الحاج لعل دِین ایم، اے۔ صفحات: ۴۱۶۔ سائز: $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$۔ قیمت: ۱۱۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ دُروس القرآن، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

ماہنامہ ''بینات'' میں ''خطباتِ سواتی'' جلد اوّل پر تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''خطباتِ سواتی'' کی دُوسری جلد ہے، اس میں بھی وہی طرز اِختیار کیا گیا ہے جو پہلی جلد میں ہے، البتہ بعض خصوصیات

اس جلد میں نمایاں ہیں۔ مثلاً ۱۹۸۲ء میں آمدہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مواقع پر جو بیان ہوا، انہیں بھی شامل کیا گیا ہے، جن میں عید الفطر کے مسائل و اَحکام اور منکراتِ عید، قربانی، اس کی فضیلت اور فلسفہ، اور مسلمانانِ عالم کی بے حسی پر جرأت مندانہ بے لاگ تبصرہ ہے۔

اس جلدِ دوم میں اکثر خطبات کے آخر میں لوگوں کے دریافت کردہ مسائل کے جوابات ہیں جو نہایت اہمیت کے حامل ہیں، اور بعض بزرگانِ دِین کی وفات پر تعزیتی بیان بھی ہے اور ان کے لیے دُعائے مغفرت کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ خطبات ایک گنجینۂ علوم و معرفت، وعظ و نصیحت اور رُشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ ایک تاریخی یادداشت کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، جس سے ہر خاص و عام اِستفادہ کرسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۶ھ)

ملفوظاتِ عارفیؒ

اِفادات: عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ جمع و ترتیب: مولانا منظور احمد الحسینی، ناظم شعبۂ تبلیغ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ ناشر: کتب خانہ یوسفیہ۔ ملنے کا پتا: مسجد بابِ رحمت، پُرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

سیّدی و سندی، مرشدی و مولائی، قطب الارشاد، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی نوّر اللہ مرقدہٗ؛ حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا وجودِ سامی سایۂ رحمت اور چشمۂ فیض تھا، جس سے نہ جانے کتنی مخلوقِ خدا سیراب ہوتی تھی۔ اُن کی زندگی واقعتاً ایک عارف باللہ، مردِ مؤمن اور ولیٔ کامل کی زندگی تھی۔ مبدءِ فیاض نے اُن کی فطرت میں بہت سے خصائص و کمالات ودیعت فرمائے تھے۔ مرشد تھانویؒ کے فیضِ صحبت و تعلق نے ان کمالات کو جلا بخشی، انہوں نے اپنے شیخ کے ذوق و مزاج اور قال و حال کو اپنی صلاحیت اور اِستعداد کے مطابق پوری طرح اپنے اندر جذب کرلیا تھا، اُن کی ہر اَدا شیخؒ کے ذوق و مزاج میں ڈُوبی ہوئی تھی، اور وہ شیخؒ کی اَداؤں کا مرقع اور اُن کی زندہ تصویر بن گئے تھے۔ اُن کے اِفادات و ملفوظات سے مرشد تھانویؒ کے علوم و معارف جھلکتے تھے، وہ واقعتاً مرشد تھانویؒ کے علوم و اِفادات کے امین تھے، اُن کی صحبت اور وعظ و بیان پر حضرت تھانویؒ کا شبہ ہوتا، اُن سے تعلق و محبت کی برکت سے ہزاروں دِلوں کی کایا پلٹ گئی، وہ اپنی مجلس میں علوم و معارف کے موتی بکھیرتے اور شرابِ عشق کے جام لٹاتے اور زبانِ حال و قال سے فرماتے:

جسے پینا ہو آنکھوں سے وہ میری بزم میں آئے
مرا دِل چشم مست ناز ساقی کا ہے مے خانہ

آپؒ کے ملفوظات آپؒ کی زندگی کا نچوڑ، اور اکابر علمائے اُمت خصوصاً حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے علوم و معارف کا عطر ہوتے۔ ہزاروں اُجڑے ہوئے دِل آپ کے فیضِ صحبت سے خدا آشنا ہوئے، اور سینکڑوں صاحبِ نسبت ہوگئے، اور لاتعداد اَفراد نے آپ کی برکت سے گناہوں سے توبہ کی۔

مگر اے کاش! حضرتؒ کی مجالس کے اِفادات و ملفوظات کو باقاعدہ منصوبہ بندی سے محفوظ نہیں کیا جاسکا، اگر اس طرف توجہ کی جاتی تو علم و حکمت کا ایک بیش بہا خزانہ جمع ہوجاتا! تاہم حضرتؒ کے بعض خدام نے اس طرف توجہ کی اور حضرتؒ کے اِفادات کے چند ایک مجموعے مرتب فرمائے۔

پیشِ نظر کتاب ''ملفوظاتِ عارفی'' حضرتؒ کی ان ہی مجالس میں اِرشاد فرمودہ ملفوظات کا مجموعہ اور اس سلسلہ کی ایک لائقِ تحسین کوشش ہے، جسے رفیقِ محترم جناب مولانا منظور اَحمد الحسینی زِید مجدہٗ نے مرتب فرمایا ہے۔ عجیب اِتفاق ہے کہ پیشِ نظر کتاب میں درج ملفوظات کا اکثر حصہ وہ ہے جو مرتب موصوف نے خود براہِ راست حضرت عارفیؒ کی زبانِ مبارک سے سنا اور ٹیپ سے ریکارڈ کیا۔ پھر ٹیپ ہی کی مدد سے ان کو کاغذ پر منتقل کیا اور ماہنامہ ''بینات'' کراچی اور ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی میں شائع کرانے کا اہتمام کیا۔ حضرت عارفیؒ کی رحلت کے بعد موصوف کو یہ شوق دامن گیر ہوا کہ حضرتؒ کے ملفوظات کو مرتب کرکے کتابی شکل دی جائے، چنانچہ موصوف نے انہیں متعلقہ ابواب پر منقسم کرکے کتابی شکل میں شائع کرکے نہایت سلیقہ سے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرماکر ہم سب کی نجات اور اُمتِ مسلمہ کی اِصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

کتاب کیا ہے؟ حسنِ ظاہر و باطن کا دِلچسپ مرقع ہے۔ کتاب کے شروع میں مصنف نے حضرتؒ کے مختصر حالاتِ زندگی نقل کیے ہیں، اس کے بعد کتاب کو ان ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

ایمان و اسلام، نماز، روزہ، رمضان، ذکر و تلاوت، اِخلاص اور اِصلاحِ عمل، اِتباعِ سنت و شریعت، محبت، رحمت اور معیتِ اِلٰہی، علم و علماء، طریقت و تصوف اور اِصلاحِ ظاہر و باطن، نفس و شیطان، کشف و کرامت، اخلاقیات، حقوق و فرائض، تقویٰ، اِستغفار اور تواضع، گناہوں کے اثرات۔

اُمید ہے اہلِ دِل اس کی قدر دانی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۲۰ھ)

اِفاداتِ حلیم

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۴۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، پشاور۔

حضرت مولانا عبدالحلیم (صدرُ المدرّسین، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) قدس سرہٗ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آنحضرت کا تذکرہ ان صفحات میں ''حیاتِ صدرُ المدرّسین'' کے ذیل میں راقم الحروف کے قلم سے آچکا ہے۔ زیرِ نظر کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- ان کے خلف الرشید اور علمی جانشین جناب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی صاحب کی محنت وجدوجہد کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے حضرت مرحوم کے قیمتی مضامین، ملفوظات اور اہم مقالات کو محنت ولگن سے تلاش کر کے مرتبہ کتابی شکل میں اِفادۂ عام کے لیے پیش کیا ہے۔ یہ کتاب کا دُوسرا ایڈیشن ہے جو نہایت شان دار طریقہ پر شائع کیا گیا ہے۔

فاضل مرتب نے کتاب کے ٹائٹل پر جس انداز سے تعارف کرایا ہے، وہ انہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:

''حضرت مرحوم کے ختمِ بخاری شریف پر اِفادات اور مسلم شریف کے باب الکبائر کی تشریح کے ساتھ ساتھ آپ کی مختصر سوانح بھی شامل ہے۔ اِس نئے ایڈیشن میں دیگر خودنوِشت مضامین اور ملفوظات کے الحاق سے کتاب کی علمی ثقاہت میں مزید اِضافہ ہوا ہے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ)

حدیثِ پاکستان

مفکرِ اِسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: مجلس نشریات اسلام، ۱۰-کے-۳، ناظم مینشن، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

گزشتہ سال جولائی میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی ''اِسلامی ایشیائی کانفرنس'' میں شرکت کے لیے پاکستان تشریف لائے تھے تو کراچی، لاہور، پنڈی، فیصل آباد میں یہاں کے حکومتی وعوامی قریباً سبھی ذمہ دار مجمعوں سے خطاب کرنے کا موقع ملا۔ زیرِ نظر کتاب انہی تقاریر کا مجموعہ ہے۔

حضرت مولانا کو حق تعالیٰ نے اس دور میں غالباً یہ اِنفرادیت عطا کی ہے کہ انہیں ایشیائے کوچک، مشرقِ اوسط، افریقہ، یورپ، امریکا تک بہت سے ممالک کے باشندوں سے براہِ راست خطاب کرنے اور

دورِ جدید میں انہیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کا موقع ملا ہے، اور ان کی ان تقریروں کے کئی مجموعے عربی، اُردو، فارسی اور انگریزی میں چھپ چکے ہیں۔ ان کا ہمسایہ ملک (پاکستان) ابھی تک اس شرف سے محروم تھا۔ الحمدللہ! کہ زیرِ نظر کتاب میں درج شدہ تقریروں کے ذریعہ حضرت مولانا نے یہ قرض چکادیا ہے، اور اَب دیکھنا یہ ہے کہ اہلِ پاکستان مولانا کی اس فکر انگیز اور حکیمانہ دعوت کی پذیرائی کا قرض کب ادا کرتے ہیں...!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۹۹ھ)

خطباتِ موعظت

مولانا مفتی ذاکر حسن پھلتی۔ صفحات: ۲۰۷۔ قیمت (مجلد): ۸روپے۔ ملنے کا پتا: مسلم بک ڈپو، ۲۱-سٹی نیو مارکیٹ، بنگلور نمبر۲، انڈیا۔

اِسلام نے خاص خاص خطبات کے ذریعہ ذکرِ اِلٰہی، تعظیمِ شعائر اللہ، تذکیرِ آخرت، تہذیبِ نفس اور اصلاحِ اُمت کا جو نظام قائم فرمایا ہے، بہت کم خطباء اور سامعین اس کی اہمیت سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ خطبات و مواعظ کا ایک عمدہ مجموعہ مرتب کیا جائے جس سے خطباء اور عامۃ المسلمین مستفید ہوسکیں۔ خداتعالیٰ مولانا ذاکر حسین صاحب کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے "خطباتِ موعظت" لکھ کر ملت کی اس ضرورت کو بخوبی پورا فرمادیا ہے۔

اس مجموعہ میں ۶۰ خطباتِ جمعہ، اور ۶۰ مواعظ کے علاوہ خطبۂ عیدین مع اُحکامِ ضروریہ، خطبۂ نکاح مع مسائل اور خطبۂ اِستسقاء وغیرہ کو مرتب کیا گیا ہے۔ مواعظ میں ہر ماہ کی مناسبت سے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کے تقریباً تمام اَہم مسائل آگئے ہیں۔ زبان شگفتہ، سلیس اور علمی ہے، اور اندازِ بیان ناصحانہ، مشفقانہ اور مصلحانہ ہے۔ شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے، جس میں خطبۂ عربی کی بحث کے علاوہ اَئمۂ مساجد، خطباء اور متولیانِ مساجد کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب (مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (سابق مفتی دارالعلوم دیوبند) نے پوری کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر تقریظ لکھی ہے، اور حسبِ ضرورت اِصلاح بھی فرمائی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کتاب کا مذاکرہ عقائد واَعمال اور اخلاق و معاشرت کی اِصلاح کے لیے بڑا مفید ہوگا۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

خطباتِ قاسمی (حصہ اوّل)

مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب۔ صفحات: ۴۹۸۔ قیمت (مجلد): ۵۱ روپے۔ پتا: مکتبہ قاسمیہ، اے بلاک، غلام محمد آباد، فیصل آباد۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی ہمارے ملک کے بلند پایہ خطیب ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ان کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ تالیف کا مقصد انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

''مجھے اس بات کا ہمیشہ احساس رہتا تھا کہ ایک خطیب کے لیے ہر جمعہ پر کوئی ایسا علمی ذخیرہ ہونا چاہیے؛ جو علمی جواہرات کے ساتھ خطابت کے شکر پارے بھی رکھتا ہو، جس سے ہر آٹھویں دن جمعہ پڑھانے والے کے لیے ایک نیا عنوان اور نیا خطبہ موجود ہو۔''

زیرِ نظر جلد اوّل محرم الحرام سے رجب المرجب تک کے چھبیس (۲۶) خطبات پر مشتمل ہے۔ انداز خالص خطیبانہ ہے۔ توقع ہے کہ خطباء حضرات اس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۴۰۳ھ)

اِصلاحی خطبات (جلد ۱)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ ضبط وترتیب: مولانا محمد عبداللہ میمن۔ صفحات: ۲۲۸۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز: ۱/۱۸۸، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ (خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی قدس سرہٗ) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ مولانا موصوف کو موجودہ معاشرہ کی زبوں حالی، اخلاقی بگاڑ اور تمدنی اِنحطاط کی تشخیص اور علاج کا خداداد ملکہ اور صلاحیت حاصل ہے۔ چنانچہ جہاں وہ ''البلاغ'' کے اِدارتی صفحات میں اُمتِ مرحومہ اور مسلمانوں کی راہ نمائی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، وہاں اپنے اکابر اور مشائخ کے حکم سے مستقل وعظ ونصیحت اور سلوک واحسان کا سلسلہ شروع فرما چکے ہیں۔ چنانچہ کئی سال سے جمعہ کے روز عصر کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اِقبال کراچی میں آپ کی ایک اِصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، جس میں ہر طبقۂ خیال کے لوگ نہایت ہی ذوق وشوق سے شامل ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- آپ کے ان بیانات کا مجموعہ ہے جن کو ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کرنے کے بعد قلم بند کیا گیا ہے۔

یہ اہتمام جناب مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم کے معاونِ خصوصی جناب مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب کے ذوقِ سلیم اور جذبۂ صادق کا مرہونِ منت ہے۔ اِس سلسلہ کے بیانات کی کیسٹیں تو ماشاء اللہ! سو سے بھی متجاوز ہیں، مگر مولانا موصوف نے اِس سلسلہ کے چند ایک اَہم خطابات کو قلم بند فرمایا ہے، جن میں سے آٹھ خطابات اس بہترین کتاب اور نفیس گلدستہ کی شکل میں عمدہ ٹائٹل اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں۔ جب کہ اس کے علاوہ آٹھ خطبات علیحدہ کتابچوں کی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں جو رسائل آئے ہیں، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

عقل کا دائرہ، ماہِ رجب، نیک کام میں دیر نہ کیجیے، سفارش: شریعت کی نظر میں، روزہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ آزادیٔ نسواں کا فریب، دین کی حقیقت، بدعت: ایک سنگین گناہ۔

ماشاء اللہ! تمام مواعظ نہایت ہی پُر تاثیر، سہل، محقق اور بے حد مفید ہیں۔ کتاب ان شاء اللہ! علماء، خطباء، طلبہ اور عوام سب کے لیے اِنتہائی مفید اور گراں قدر تحفہ ثابت ہوگی۔ اُمید ہے اہلِ علم اس کی قدر دانی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۴ھ)

اِصلاحی خطبات (جلد ۲، ۳، ۴)

مولانا محمد تقی عثمانی۔ ضبط و ترتیب: مولانا محمد عبداللہ میمن۔ صفحات حصہ دوم: ۲۶۴۔ سوم: ۲۵۳۔ چہارم: ۲۷۶۔ قیمت حصہ دوم: ۷۲ روپے، حصہ سوم: ۷۲ روپے، حصہ چہارم: ۸۰ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

''بینات'' صفر المظفر ۱۴۱۴ھ میں اس سلسلہ کی جلد اَوّل پر راقم الحروف نے تبصرہ لکھا تھا۔

زیرِ نظر تین جلدوں میں جو رسائل شائع کیے گئے ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

''جلد دوم'':... بیوی کے حقوق، شوہر کے حقوق، قربانی، حج، عشرۂ ذی الحجہ، سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہماری زندگی، سیرت النبی کے جلسے اور جلوس، غریبوں کی تحقیر نہ کیجیے، نفس کی کش مکش، مجاہدہ کی ضرورت۔

''جلد سوم'':... اِسلام اور اِقتصادی مسائل، دولتِ قرآن کی قدر و عظمت، دِل کی بیماریاں اور طبیبِ

رُوحانی کی ضرورت، دُنیا سے دِل نہ لگاؤ! کیا مال و دولت کا نام دُنیا ہے؟ جھوٹ اور اس کی مروّجہ صورتیں، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو؟ بڑوں کی اطاعت اور ادب کے تقاضے، تجارت: دِین بھی اور دُنیا بھی، خطبۂ نکاح کی اہمیت۔

''جلد چہارم'':...اولاد کی اصلاح و تربیت، والدین کی خدمت، غیبت: ایک عظیم گناہ، سونے کے آداب، تعلق مع اللہ کا طریقہ، زبان کی حفاظت کیجیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تعمیرِ بیت اللہ، وقت کی قدر کریں، اِسلام اور انسانی حقوق، شبِ براءت کی حقیقت۔

ماشاء اللہ! اِصلاحی خطبات کی اِن جلدوں میں مجموعی طور پر ۳۹ رسائل آگئے ہیں، جن میں سے ہر ایک رسالہ باوجود اِختصار اور جامعیت کے ایک مفید کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارے خیال میں ایسی علمی اور آسان ترین کتابوں سے کوئی مسلم گھر خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اُمید ہے کہ اہلِ علم اس گوہرِ گراں مایہ کی قدر افزائی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔ لطف یہ ہے کہ ان چار جلدوں میں شامل رسائل الگ الگ بھی دستیاب ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۵ھ)

خطبات و مواعظ

مولانا مشتاق احمد عباسی۔ صفحات: ۵۸۲۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ پتا: اِدارہ صدیقیہ، نزد حسین ڈی سلوا بلڈنگز، گارڈن ایسٹ، نشتر روڈ، کراچی نمبر ۳۔

پنج وقتہ نمازوں میں جمعہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اُمتِ مسلمہ کا ہفتہ واری یہ اِجتماع اپنی اہمیت و عظمت میں اپنی مثال آپ ہے، وعظ و تلقین، تزکیہ و تصفیہ اور تعلیم و تربیت میں اس کا ایک مؤثر کردار ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں ضعف و اِضمحلال آتا گیا۔ یہاں تک کہ ذہنی، فکری اور علمی اِستعدادوں میں بھی اِنحطاط آگیا۔ ایک وہ دور تھا کہ اساطینِ اُمت کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم یہ کہہ کر اِسلام میں داخل ہوجاتے کہ جب اُمتیوں کا یہ حال ہے تو ''صاحبِ اُمت'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہوگا! مگر آج ہم اپنے اکابرین کے علوم و معارف سے کماحقہٗ اِستفادہ کرنے سے بھی قاصر نظر آتے ہیں۔

اِنحطاط کے اس دور میں ضرورت تھی کہ خطباء حضرات کے لیے کوئی ایسی راہ نما کتاب ہونی چاہیے جس سے ہر جمعہ خطیب کو خاکہ مل جائے، جس سے وہ موقع کی مناسبت سے بآسانی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔

ماشاءاللہ! جناب مولانا مشتاق احمد عباسی صاحب نے اس ضرورت واہمیت پر سنجیدگی سے غور وفکر کیا اور اس پر کام شروع کر دیا، کئی سالوں کی محنت اور جہدِ مسلسل کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں اور ایک مفصل کتاب - جو ساٹھ خطباتِ جمعہ پر مشتمل ہے - تیار کر لی۔ خطبات ومواعظ کے مجموعے تو اس کے علاوہ بھی کئی ایک ہیں، مگر یہ اپنی نوعیت کا منفرد مجموعہ ہے، جو مستند مآخذ سے لیا گیا ہے، اور موقع کی مناسبت سے کئی ایک موضوعات جیسے توحید و رسالت، قیامت، اَخلاقِ حسنہ، بدعات ورُسومات، اِصلاحِ معاشرہ اور اِصلاح الرسوم وغیرہ عنوانات پر بہت ہی مفید اور کارآمد مواد یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے ٹائٹل پر اس کا تعارف یوں کرایا گیا ہے:

''تقاریرِ جمعہ: موقع ووقت کی مناسبت سے سال کے ہر جمعہ کی مدلل ومفصل تقریر! مساجد کے اَئمہ وخطیبوں کے لیے بہترین ولاجواب علمی ذخیرہ''

یہ کتاب جہاں خطیبوں کے لیے مفید ہے، وہاں اِن شاءاللہ! دِینی ذوق رکھنے والے تمام مسلمانوں کے لیے بھی بے حد مفید ثابت ہوگی۔ اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات مولانا موصوف کی اس کوشش کی پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۰ھ)

دیکھنا تقریر کی لذّت!

مفتی شکیل احمد سیتاپوری (اُستاذ دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۲۲۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

جیسا کہ نام سے واضح اور اس کے ٹائٹل پر بھی تحریر ہے کہ: ''یہ کتاب نادر اور اَثر انگیز تقریروں کا مجموعہ ہے'' اس کتاب میں درج ذیل موضوعات پر بارہ (۱۲) تقاریر ہیں:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، شمع علم، علم کے پروانے، فاتح اور پیغمبر کا امتیاز، ظہورِ قدسی، مجھے ہے حکم

اَذاں، سنت و بدعت، سائنس اور اسلام، اِصلاحِ معاشرہ، اُسوۂ حسنہ، قوتِ عشق، اِتحاد و اتفاق۔

کتاب کا تعارف اندرونِ ٹائٹل اِس طرح کرایا گیا ہے:

’’ایسی نادر کتاب جس میں ایک درجن پُر مغز اور پُر اَثر تقریروں کے ساتھ ساتھ، فنِ تقریر اور اس کے عناصر اور ارکان اور شرائط و آداب سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔‘‘

خطباء اور مقرِّرین اور نئے فارغ التحصیل علماء کے لیے اِن شاء اللہ! اچھی راہ نما اور مفید و معاون کتاب ہے۔

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی، شعبان ۱۴۱۹ھ)

بزمِ منوّر

اِفادات: مولانا منوّر حسین سورتی۔ باہتمام: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۃ العلم والتحقیق، جامعہ ابو ہریرۃ، خالق آباد، نوشہرہ، صوبہ سرحد۔

پیشِ نظر کتاب۔ جیسا کہ نام سے عیاں ہے۔ مولانا منوّر حسین صاحب کے خطبات کا مجموعہ ہے۔ آپ جامع مسجد بالہم (لندن، برطانیہ) کے خطیب و اِمام اور ذی اِستعداد عالمِ دِین اور بہترین مقرّر ہیں۔ آپ کا ایک حلقہ ہے اور اَربابِ حلقہ آپ کے دُروس و خطبات کیسٹوں کے ذریعہ محفوظ کرتے ہیں۔ جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اپنے دورۂ برطانیہ کے موقع پر ان کے ہاں مہمان ہوئے تو ان کے خطبات کی کیسٹیں ہمراہ لائے، کیسٹ کی مدد سے ان خطبات کو نقل کر کے اپنی نگرانی میں شائع کرایا۔ یہ اس سلسلہ کی پہلی جلد ہے۔ کتاب کا تعارف ٹائٹل پر اس اَنداز سے درج ہے:

’’جامع مسجد بالہم کے خطیب، دِینِ اِسلام کے مخلص داعی حضرت مولانا منوّر حسین سورتی مدظلہ کے خطبات اور مواعظِ جمعہ کا حسین گلدستہ، اکابر علمائے دیو بند کے خطبات کی ایک جھلک، انقلابی تاثیر کا ایک نمونہ، علوم و معارف کا خزینہ، مختلف موضوعات پر علمی و دِینی اور رُوح پرور تقاریر کا دلچسپ مرقع ’’از دل خیزد بر دل ریزد‘‘ کا صحیح مصداق، سلاست و جامعیت میں اپنی مثال آپ، خطباء، واعظین، مبلغین اور عامۃ المسلمین کے لیے نادر تحفہ۔‘‘

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی، شوال ۱۴۲۰ھ)

الدعوة الی الخیر

مولانا محمد یوسف قریشی (مہتمم جامعہ اشرفیہ، پشاور)۔ صفحات: ۲۵٦۔ قیمت: ۱۵روپے۔
ملنے کا پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود روڈ، پشاور۔

مؤلف کے ''صدائے اسلام'' پشاور میں شائع شدہ مضامین، نیز ریڈیو پاکستان وغیرہ کی اصلاحی تقریروں کا مجموعہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

یادر کھنے کی باتیں

شاعرِ اسلام سیّد امین گیلانی۔ صفحات: ۵٦۔ قیمت: ۲۰روپے۔ پتا: ابوعثمان محمد اشرف علی ناصر، مکتبہ محمودیہ، گلی نمبر ۷، شیراز پارک، نشاط آباد، فیصل آباد۔

شاعر اسلام جناب سیّد امین گیلانی صاحب اکابر علمائے دیوبند کے صحبت یافتہ ہیں، ان کو اکابر کی تقاریر، خطبات، مواعظ اور حکمت بھری باتیں ازبر ہیں، ان کے خدام نے ان سے درخواست کی تو انہوں نے یہ ملفوظات - جو درحقیقت اکابر کے فیضِ صحبت کا اثر ہیں - ارشاد فرمائے، یوں یہ عمدہ مجموعہ تیار ہوگیا۔ کتابچہ کے ٹائٹل پر کیا خوب لکھا ہے: ''یہ دیکھو کہ کیا کہا ہے! یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے؟''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ)

نورستان، قرآنِ کریم اور ہماری زندگی

جناب حکیم محمد سعید صاحب۔ صفحات: ۵۴۴۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن: ۱۵۰ روپے۔ عام ایڈیشن: ۵۰روپے۔ پتا: ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

زیرِ نظر کتاب جناب حکیم محمد سعید صاحب کی ان نشری تقریروں کا مجموعہ ہے، جو مختلف اوقات میں ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتی رہیں۔ اندازِ بیان انتہائی سہل اور سادہ ہونے کے علاوہ اس قدر دل کش ہے کہ بغیر کسی اُکتاہٹ کے ہر سطح کا قاری اس سے برابر مستفید ہوسکتا ہے۔ کتاب کے بارہ میں خود مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

''میں نے ان نشری تقریروں میں کوشش کی ہے کہ اپنے دور، اپنے معاشرہ، اپنے ماحول کے مسائل کو قرآن وسنت کے حوالہ سے پیش کیا جائے، عبادات ہوں یا معاملات، اخلاقِ سیئہ ہوں یا اخلاقِ حسنہ؛ ان کی کسوٹی قرآن وسنت ہے۔ چونکہ میرے مخاطب تمام اَفرادِ ملت ہیں، اس لیے میں نے کوشش کی ہے کہ زبان اور پیشکش کا انداز دونوں آسان ہوں۔''

خدا کرے کہ موصوف کی دِلی آرزو پوری ہو، اور اُمتِ مسلمہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۵ھ)

مشرقِ بعید میں طلوعِ اسلام

سیّد قدرت اللہ فاطمی۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۹ روپے۔ پتا: اِدارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

یہ فاضل مؤلف کی ان ریڈیائی تقریروں کا مجموعہ ہے جس میں انہوں نے مشرقِ بعید خصوصاً چین میں اسلام کی روشنی پہنچنے کا جائزہ لیا ہے، اور اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلامی حکومتوں کے چین سے روابط وتعلقات اور چین میں مسلمانوں کی ملی وثقافتی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی ہے۔

خاص بات یہ ہے کہ مصنف نے اسلامی مآخذ کے علاوہ چینی مآخذ سے بھی بھرپور اِستفادہ کیا ہے۔ یہ ایک مستحسن مگر اِبتدائی کوشش ہے، جس سے مزید تحقیق کی راہیں کشادہ ہوں گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

***

اِصلاحی کتب

اِصلاحی نصاب (پہلا ایڈیشن)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۸۳۰۔ قیمت (مجلد): ۳۶ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، ۴-جی-۱/۱۲، ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے رواں صدی میں اِسلام کی تجدید کا منصب عطا فرمایا تھا۔ مسلمانوں کی کوئی اِعتقادی وعملی کمزوری ایسی نہیں جس کی اِصلاح کی طرف آپ علیہ الرحمۃ نے توجہ نہ فرمائی ہو اور دِینی علوم میں کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس میں آپ نے کتاب تالیف نہ فرمائی ہو۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تالیفات میں ضخیم کتابیں بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے رسائل بھی!

زیرِ نظر کتاب میں حضرت قدس سرہٗ کے نو (۹) رسائل کو جمع کردیا گیا ہے: حیاۃ المسلمین، حقوق الاسلام، حقوق الوالدین، آدابِ المعاشرت، اغلاط العوام، جزاء الاعمال، فروع الایمان، تعلیم الدین، تسہیل قصد السبیل۔ واقعی! یہ رسائل ''اِصلاحی نصاب'' کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک مسلمان کو عقائد واَعمال، اَخلاق ومعاشرت اور فلاحِ دُنیا وآخرت کے لیے جن اُمور کی ضرورت ہے اس کا گویا مکمل دستور العمل اس میں سمودیا گیا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کی کتابوں کی یہ تاثیر ہے کہ اُن کے مطالعہ سے ایک طرف علم میں ترقی ہوتی ہے تو دُوسری طرف یادِ آخرت اور اپنی اِصلاح کی فکر کا جذبہ شدّت سے اُبھرتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۹ھ)

اِصلاحی نصاب (دُوسرا ایڈیشن)

حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۵۷۴۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، ۱۳۲ اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

تاریخِ اِسلام میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کا شمار اُن مقتدر شخصیتوں میں ہے جنہوں نے دِن رات، صبح وشام بلکہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اُمت کی صلاح وفلاح میں صَرف کیا۔ حضرت تھانویؒ نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر قلم اُٹھایا اور جہاں جہاں گمراہی یا غلط فہمی کا گمان یا احتمال ہوسکتا تھا اس کی نشان دہی فرما کر اس کا اِزالہ بھی فرمایا۔

زیرِ نظر کتاب حضرت تھانویؒ کی نو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں حیاۃ المسلمین، حقوق الاسلام، حقوق الوالدین، آداب المعاشرت، اغلاط العوام، فروع الایمان، تعلیم الدین، تسہیل قصد السبیل، درج ہیں۔ ان رسائل میں انسان کی گھریلو اور انفرادی زندگی سے لے کر جماعتی زندگی تک، اور حرب وضرب میں کامیابی، جماعتی نظم ونسق کے اُصول، اُصولِ سیاست، حکام اور رعایا کے فرائض وحقوق، غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ، اور دیگر مسائل کو بڑی تفصیل وعمدگی اور انتہائی عام فہم اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ آج کل کی عام بے راہ رَوِی اور گمراہی وضلالت کے دور کے لیے کسی شخص یا جماعت کی اِصلاح وتربیت کے لیے یہ مجموعہ بہترین نسخہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ)

التلخیصات العشر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت درج نہیں۔

پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے دِین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں مسلمانوں کی ضرورت اور کوتاہیوں کی اِصلاح کی طرف توجہ نہ فرمائی ہو، جس سے اس یقین میں اِضافہ ہوتا ہے کہ واقعی حضرت رحمہ اللہ مجدّد تھے۔

حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ نے ۱۳۱۷ھ میں کم فرصت والے حضرات کے لیے ایک مختصر نصاب ''ضمان التکمیل فی زمان التعجیل'' مرتب فرمایا، اس کے اُصول وضوابط وضع فرمائے اور اس کے لیے مختلف علوم وفنون کے دس مضامین کی تلخیص فرمائی، اور ایک رسالہ ''عشرۃ عروس'' خود مرتب فرمایا، اور ان گیارہ رسالوں کا مجموعہ ''تلخیصاتِ عشر'' کے نام سے شائع فرمایا۔ مختصر نصاب تعلیم کے سلسلہ میں اگر حضرت قدس سرہٗ کے ان رسائل سے اِستفادہ کیا جائے تو بہت ہی مفید ہوگا اور موجبِ برکت بھی۔ اِن شاء اللہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

نظامِ دعوۃ الحق

حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۳۲۔ ناشر: حضرت مولانا محمد اللہ صاحب، باغ لال شاہی مسجد، ڈھاکہ، مشرقی پاکستان۔

حکیم الامت مجدّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے مسلمانوں کو دعوت و تبلیغ کے کام کو زندہ رکھنے کے لیے ایک مجلس "دعوۃ الحق" قائم فرمائی تھی، اس کی ضرورت، طریق کار اور مقاصد کو اپنے تین رسائل "دعوۃ الداعی"، "تعلیم المسلمین" اور "تفهيم المسلمين" میں ضبط فرما کر آخر میں لکھا تھا:

''میں اپنے ساتھ خاص تعلق رکھنے والوں کو خاص طور پر مکرر تاکید کرتا ہوں کہ اُمورِ مذکورہ بالا کی پوری پابندی کریں، اس میں ہرگز کوتاہی نہ کریں، اور تمام اہلِ اِسلام سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ اس دستور العمل کو حرزِ جاں بنا کر ہر شخص دینِ الٰہی کی خدمت کے لیے آمادہ اور مستعد ہو جائے۔''

زیرِ نظر کتابچہ حضرتؒ کے ان تینوں رسائل کا مجموعہ ہے، ہر عالم، خطیب، مبلغ بالخصوص تبلیغی جماعت کے احباب کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے، ناشر کے پتے سے بلا قیمت طلب کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

حفاظتِ قرآن مجید

سیّد سعید اللہ (مازارہ)۔ صفحات: ۱۶۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ عربیہ، ہشت نگری، نزد زچگی ہسپتال، پشاور۔

زیرِ نظر مختصر رسالہ میں قرآن مجید کی حفاظت سے متعلق کافی اور مستند مواد جمع کیا گیا ہے، جو ایک باذوق قاری کے لیے دلچسپی کا سامان ہے، البتہ کتابت و صفحات کی اَغلاط ضرور ہیں، اُمید ہے آئندہ اِشاعت میں ان کی اِصلاح کردی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۴ھ)

التبيان في آداب حملة القرآن

شیخ اِمام ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی الشافعیؒ۔ صفحات: ۱۲۶۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی اے ۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی۔

قرآنِ کریم کو یہ شرف واعزاز حاصل ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، غیر مخلوق ہے، قیامت کے دِن اپنے قارئین اور عاملین کا سفارشی ہوگا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ صرف قاری اور حافظ کا اُس دن اعزاز واکرام کیا جائے گا، بلکہ اسے دُوسروں کے لیے سفارش کرنے کا اعزاز بھی بخشا جائے گا۔ انہیں بے شمار فضائل کے پیشِ نظر حضرات علمائے اُمت نے ہمیشہ اس کے فضائل کے علاوہ اس کے آداب بھی بیان فرمائے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ مشہور محدث اِمام شرف الدین نوویؒ کی تالیف ہے، جو دس ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں مندرجہ ذیل عنوانات پر کلام کیا گیا ہے:

تلاوت اور حاملینِ قرآن کے فضائل، قرآنِ کریم کی دُوسری کتبِ سماویہ اور حفاظِ قرآن کی غیر حفاظ پر فضیلت، حاملینِ قرآن کے اِکرام اور انہیں اذیت نہ پہنچانے، معلّم ومتعلّم کے آداب، حاملِ قرآن اور قرآنِ کریم کے آداب، لوگوں کے قرآن کے ساتھ آداب، ان سوَر وآیات کی تفصیل جن کا بعض مخصوص احوال و اوقات میں پڑھنا مستحب ہے، قرآنِ کریم کی کتابت، مصحف کے اِکرام اور قرآنِ کریم کے الفاظ کے ضبط وغیرہ کی تفصیلات کو نہایت شان دار انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے آخر میں شیخ علی بن محمد المعروف ضباع المصری کا رسالہ "فتح الکریم المنان فی آداب حملة القرآن" بھی ملحق ہے۔

کتاب ماشاءاللہ! بہترین ٹائٹل اور خوب صورت عربی کمپوزنگ کے ساتھ جاذبِ نظر ہے۔ جو فضائلِ قرآن پر بہترین مجموعہ ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس گوہرِ گراں مایہ کی قدر دانی میں بخل سے کام نہ لیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)

تعلیم القرآن

مولانا محمد اویس نگرامی ندوی (شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مجلس نشریات اِسلام، ۱-کے-۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ عامۃ المسلمین کے لیے اُردو زبان میں ایک ایسی عام فہم مختصر اور جامع کتاب تصنیف کی جائے جس سے بچے، بڑے، تعلیم یافتہ اور عامی سب برابر مستفید ہوسکیں، زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی کامیاب کوشش ہے، جس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور اُن تمام اَحکام وتعلیمات کو

جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے اَز بس ضروری ہے، عام فہم اور سلیس انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ مؤلف اور ناشر کی اس نیک سعی کو قبول فرمائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۴ھ)

تعلیم و تعلّم اور دعوت کے اِسلامی اُصول و آداب

مولانا نصیب الرحمٰن علوی۔ صفحات: ۱۸۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: زم زم پبلشرز، شاہ زیب سینٹر، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔

''تقریظ''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبرِ رُشد و ہدایت اور معلمِ اِنسانیت بنا کر مبعوث فرمایا گیا، حدیثِ پاک میں ہے: ''بُعثتُ معلّمًا'' (مجھے معلّم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے)۔ اِسی طرح ایک دُوسری حدیث میں ہے کہ: ''بُعثتُ لأتمّم مكارم الأخلاق'' (مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے)۔ مگر آج ہمارے معاشرہ میں سب سے زیادہ علم و اخلاق کی کمی ہے، اس کی تحصیل و تکمیل کے لیے تعلیم و تعلّم اور دعوت و تبلیغ میں نکلنے کی ضرورت ہے۔ پیشِ نظر مجموعہ میں جامعہ بیت العلم کے اُستاذ جناب مولانا نصیب الرحمٰن علوی صاحب سلّمہٗ نے ان دو عنوانات پر مستند مآخذ سے معلومات کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع کردیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے مؤلف، ناشر، قارئین اور سب مسلمانوں کے لیے مفید اور سرمایۂ آخرت بنائے۔ آمین!

روضة الصالحين اُردو (حصہ اوّل)

مولانا محفوظ الحسن صاحب سنبھلی۔ صفحات: ۱۷۲۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اِقبال نمبر۲، کراچی۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہورِ زمانہ اور مقبولِ عام تصنیف ''تنبیہ الغافلین'' مواعظِ حسنہ کا ایک نفیس مجموعہ اور اَمثال و واقعات کا ایک انمول ذخیرہ ہے، مگر چونکہ کتاب کی زبان عربی ہے، اس لیے عامۃ الناس کا اس سے براہِ راست مستفید ہونا مشکل تھا، اس لیے ضرورت تھی کہ اس کا سلیس، بامحاورہ اور آسان ترجمہ کیا جائے۔ مؤلف نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کتاب کے ترجمہ و تلخیص کا کام شروع کردیا ہے، زیرِ نظر حصہ اس سلسلہ کی پہلی کاوش ہے۔ اِختصار کے پیشِ نظر مؤلف نے طویل مباحث

کے بجائے اکثر مقولوں پر اکتفا کیا ہے، چونکہ یہ مواعظِ حسنہ کا مجموعہ ہے، اس لیے حوالہ کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی۔

زیرِ نظر حصہ: اِخلاص، عذابِ قبر، قیامت، جنت، رحمت، اَمر بالمعروف، توبہ، صلہ رحمی، پڑوسی کے حقوق، کذب، چغلی، حسد، تکبر، غصہ اور زبان کی حفاظت کے بیان پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

دُنیا کی حقیقت

جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت (مجلد مع پلاسٹک کور): ۱۵ روپے۔
پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی۔

قرآنِ کریم اور اِرشاداتِ نبویہ میں دُنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی کو جس انداز سے سمجھایا گیا ہے، وہ دُنیا کی واقعی تصویر ہے، لیکن عام اِنسانوں کو غفلت وشہوات کے غلبہ کی وجہ سے اس کا اِستحضار نہیں رہتا۔ اس کے لیے ضرورت ہے کہ ان مضامین کو آسان زبان میں پیش کیا جائے۔

جناب مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے زیرِ نظر کتاب میں مشکوٰۃ شریف سے ان احادیث کو مع ترجمہ وتشریح جمع کیا ہے، جن کے پڑھنے سے دُنیا سے دِل سرد ہوتا ہے، آخرت کا شوق اُبھرتا ہے اور آخرت کی تیاری کا داعیہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ تشریح بہت مختصر ہے۔ اُردو ترجمہ وتشریح دونوں میں بیشتر اعتماد ''مظاہرِ حق'' پر کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

قرآن کا تصورِ تعلیم

محمد حسام اللہ شریفی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۂ فروغِ علم واَدب، ایبک روڈ، لاہور۔

قرآنِ حکیم کی نظر میں علم کی فضیلت، علم کا مفہوم، مقصدِ تعلیم، تعلیمِ نسواں، نصابِ تعلیم وغیرہ مسائل پر محققانہ بحث!

مولانا شریفی صاحب نے سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی اور قدیم وجدید تعلیمی نظریات کو ہضم کرنے کے بعد جو خلاصہ قاری کے سامنے رکھا ہے، اس کی قدر کتاب دیکھے بغیر نہیں ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

تعليم المتعلّم طريق التعليم

برہان الدین زرنوجیؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ صدیقیہ، اِشاعت القرآن، حضرو، ضلع اٹک۔

"تعلیم المتعلّم" شیخ برہان الدین زرنوجی تلمیذ صاحب "ہدایہ" کا شہرۂ آفاق رسالہ ہے، جس میں طلبِ علم کے آداب نہایت ہی سلاست وعمدگی سے بیان کیے گئے ہیں۔ پیشِ نظر اِشاعت مطبوعہ مصر: ۱۳۸۷ھ کا عکس ہے، جو جلی ٹائپ میں ہے اور ناشرین نے اس کے لیے بہترین کاغذ اِستعمال کیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

سلسلۂ اِسلامی تعلیم (چار حصے)

مولانا محمد اِسحٰق خان (اُستاذ دارالعلوم پلندری)۔ پتا: دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری، پونچھ، آزاد کشمیر۔

مولانا محمد اِسحٰق مستعد وحساس اور فعال نوجوان ہیں۔ ماشاء اللہ! تقریر وتحریر سے مناسبت ہے۔ زیرِ نظر سلسلہ موصوف نے اِبتدائی مدارس (پرائمری اسکول) کے لیے تالیف کیا ہے۔ حصہ اوّل دُوسری جماعت سے شروع ہوکر حصہ چہارم جماعت پنجم پر ختم ہوجاتا ہے۔ اسلامی تعلیم میں عقائد، مسائل اور اخلاق وآداب کے تینوں شعبوں کو لیا گیا ہے اور زبان وبیان میں بچوں کی ذہنی بالیدگی کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک مبارک کوشش ہے اور قوم کے نونہالوں کے لیے ایک عمدہ تحفہ۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

خط اِمام غزالیؒ

امام غزالیؒ۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ تھانوی، بندر روڈ، کراچی۔

امام غزالیؒ کا مشہور ومعروف مکتوب: جو آپ نے اپنے ایک عزیز شاگرد کے چند سوالوں کے جواب میں لکھا تھا، بے حد نصیحت آموز اور "دریا بحباب اندر" کا مصداق ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

رُوحانی تحفہ

اِمام غزالیؒ۔ مترجم: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: دارالارشاد، کیمبل پور۔

اِمام غزالیؒ کے مشہور خط کا ترجمہ؛ جو اُنہوں نے اپنے شاگردِ عزیز کے نام لکھا تھا۔ یہ واقعی رُوحانی تحفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

الست بربّکم

مولانا بشیر احمد حسینی۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: لطف اللہ حسن، جامع مسجد حسینی، شورکوٹ چھاؤنی، ضلع جھنگ۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کوشش سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اِنسان دُنیا کے تمام مقاصد کی تحصیل کے لیے تو ہمہ اوقات کوشاں ہے، مگر اس عہد و پیان کو بھول چکا ہے جو عالمِ اَرواح میں اللہ تعالیٰ سے کرآیا تھا۔ زیرِ نظر رسالہ میں اِنسان کو وہ عہد و پیان یاد کرانے، اس کی ضرورت اور اَہمیت سمجھانے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی عمدہ طریق سے دعوت دی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

تعلق باللہ کے ثمرات

منشی عبدالرحمٰن خان۔ صفحات: ۳۴۴۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ پتا: عالمی اِدارہ اِشاعتِ علومِ اسلامیہ چہلیک، ملتان۔

جنابِ منشی عبدالرحمٰن خان مرحوم و مغفور کی شخصیت علم دوست حلقہ میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ اگرچہ کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل سند یافتہ عالم اور کسی کالج و یونیورسٹی سے ڈگری نہ رکھتے تھے، مگر صحبتِ اہلِ دِل سے مشرف ضرور تھے، اس ناتے بے شک وہ عارف تھے۔ ان کی تمام باتوں سے اگرچہ اتفاق نہ ہو، مگر ان کی مساعیٔ جمیلہ اور فکری و عملی کوششوں سے کسی کو اِختلاف کی گنجائش نہیں۔ کچہری کے ماحول میں رہتے ہوئے موصوف نے جو خدماتِ جلیلہ انجام دی ہیں، عقل حیران رہ جاتی ہے۔

موصوف نے مختلف دینی، اخلاقی، تاریخی، سوانحی اور علومِ قرآن پر نہایت گراں قدر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا ہے۔

موصوف کا اندازِ تحریر نہایت سادہ، دلچسپ اور پُر اثر ہے۔ سیاسی طور پر کٹر مسلم لیگی تھے، مگر اکابرین کے سلسلہ میں نہایت باادب واقع ہوئے تھے۔ ''کردارِ قائدِ اعظم'' ان ہی کی تصنیف ہے، مگر اس میں کئی ایک حقائق کا انکشاف کیا ہے جو تاریخی سرمایہ ہیں۔

آپ وحدت میں انجمن کا مصداق تھے۔ آپ نے اپنے ذخیرۂ آخرت کے لیے سو تصانیف چھوڑی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی انہی میں سے ایک ہے، جس میں موصوف نے اپنے مشاہدات، واردات، خوارقِ عادات حقائق و تجربات اور علمی و قلمی کرامات کو محض اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ثمرہ قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرے تو اس کی مشکلات؛ آسانیوں میں، مصائب؛ راحتوں میں، جہالت؛ علم میں اور بے توفیقی؛ توفیق میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اور حقیقت میں وہ اس کا مصداق بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ، کان اور آنکھ بن جاتے ہیں کہ وہ جو کچھ کرتا ہے، سنتا ہے اور دیکھتا ہے، سب اسی کی توفیق اور مدد و رضا سے ہوتا ہے۔

کتاب دلچسپ معلومات کا مرقع ہے۔ اُمید ہے اس سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ)

علیکم بسُنّتِی (میری سنتوں پر عمل کرو!)

مولانا مفتی عبدالحکیم سکھروی صاحب۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم، کراچی نمبر ۱۴۔

انسان کی سعادت اور کامیابی موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی محبت پر، اور یہ اَمر موقوف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اِتباع پر!

زیرِ نظر رسالہ میں نہایت ہی شستہ اور مختصر انداز میں عام مسلمانوں کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ:

> ''صبح سویرے اُٹھنے کے بعد سے سونے کے وقت، اور اس کے بعد صبح صادق تک جتنے کام آدمی کو درپیش ہوتے ہیں، آدمی ان تمام کاموں کو اپنی مرضی اور جی چاہنے کے مطابق یا کسی نہ کسی طرز و طریق

پر کرتا ہی رہتا ہے، کیا ہی اچھا ہو، اور کتنی خوش نصیبی کی بات ہوگی کہ ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا آپ کے بتلائے ہوئے، یا آپ کے کیے ہوئے طریقہ وسنت کے مطابق ادا کریں! کام تو ہونا ہی ہے، جس طریقہ سے ہو جائے، لیکن نور اور برکت، دُنیوی واُخروی فوائد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت میں ملیں گے، وہ بغیر اتباع کیسے نصیب ہو سکتے ہیں...؟

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ہم مسلمان ہی نہ جگائیں گے تو کون لوگ ہوں گے، جو ان کو پھیلائیں گے اور عمل کریں گے؟"(۱)

کتاب اپنی جگہ مختصر مگر جامع ہے، دُوسرے لفظوں میں صبح سے شام تک کی زندگی کو سنت کے مطابق ڈھالنے کے لیے نہایت آسان اور واضح دستورالعمل ہے، جس سے عالم سے عامی اور بڑوں سے لے کر بچوں تک تمام یکساں طور پر مستفید ہوسکیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

مؤمن کے شب وروز

ڈاکٹر محمود صاحب۔ صفحات: ۴۴۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ولایت سنز، ۸۷ نیشنل چیمبرز، آرام باغ، کراچی۔

ڈاکٹر محمود صاحب (جن کا تعلق مغربی بنگال ضلع مرشد آباد سے ہے) قریباً رُبع صدی سے عارف باللہ سیّدی حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہم العالی کی مجالس میں شرکت فرماتے ہیں، اسی کا فیضان ہے کہ ان کے دِل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ایک مسلمان کو صبح سے شام تک کی زندگی (جس میں عقائد، عبادات، معاشرت، معیشت، اخلاقیات؛ سبھی کچھ آجاتا ہے) کس طرح گزارنی چاہیے، تاکہ پوری زندگی سنتِ نبوی میں ڈھل جائے، اس کے لیے وہ حضرت کے اِفادات کے ساتھ ساتھ کتبِ حدیث وفقہ کا مطالعہ کرتے رہے، اور اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہے، اس طرح برس ہا برس کی کاوش ومحنت سے انہوں نے مؤمن کے شبانہ روز زندگی کا مرقع کتاب وسنت اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں مرتب کرلیا، جو زیرِ نظر کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ کتاب ایک مرشد اور راہنما کی حیثیت رکھتی ہے جو قدم قدم پر یہ بتلاتی ہے کہ مسلمان کو فلاں عمل اس طرح کرنا چاہیے، اور اِسلام اس سے اس قسم کی زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم الحرام ۱۴۰۵ھ)

(۱) ص:۷

نزهة المجالس (اُردو جلد اوّل)

شیخ عبدالرحمٰن صفوی۔ صفحات: ۵۱۰۔ قیمت (مجلد): ۲۴ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوکِ کراچی۔

''نزهة المجالس'' شیخ عبدالرحمٰن صفوی شافعی کی مشہور واعظانہ تالیف ہے، جس میں عقائد، اعمال اوراخلاق پر بہت سا ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ مصنف ہر موضوع پر قرآنِ کریم کی آیات، اَحادیثِ مبارکہ، صحابہ و تابعین کے اِرشاد اور بزرگانِ دِین اور اکابر اولیا کے ملفوظات و حکایات کا بہترین گلدستہ مرتب کرتے ہیں، اوراس ضمن میں کچھ لطائف و نکات اور کچھ اَحکام و مسائل بھی ذِکر کرتے ہیں۔ یہ کتاب عام مسلمانوں میں دِینی حرارت پیدا کرنے کے لیے بڑی مفید ہے، اور واعظین حضرات اس سے بہت ہی اِستفادہ کرسکتے ہیں، مگر اس میں بعض ضعیف اور کچی روایات بھی آگئی ہیں، نیز اس میں درج شدہ مسائل مصنف کے اپنے مذہب شافعی کے مطابق ہیں۔ یہ کتاب بھی مطبع مجیدی میں شائع ہوئی تھی، زیرِ نظر ایڈیشن اس کا صاف ستھرا عکس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم الحرام ۱۳۹۴ھ)

معارف الحقائق (عربی)

مولانا حکمت شاہ کاکاخیل۔ صفحات: ۴۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: معلوم نہیں۔

اکابرِ اُمت کا معمول رہا ہے کہ دورانِ مطالعہ تفسیر و حدیث، فقہ و اُصول، وعظ و اِرشاد اور تاریخ و سوانح وغیرہ کے سلسلہ میں کوئی اہم نکتہ سامنے آیا تو اسے یادداشت میں نوٹ کرلیا۔ بسا اوقات یہ قیمتی نوادر شائع بھی ہوتے رہے۔ فاضل مرتب مولانا حکمت شاہ نے زیرِ نظر کتاب میں یہی رَوِش اِختیار فرمائی ہے۔ اُنہوں نے چند کتابوں کے حاصلِ مطالعہ کو بغیر حوالہ کے زیرِ نظر کتاب میں جمع کردیا ہے، اور جگہ جگہ کچھ اپنے مضامین بھی درج کیے ہیں۔ مصنف کی محنت قابلِ داد ہے۔ کاش! کہ مصنف منقول عنہ کا حوالہ دیتے، مضامین کے اِنتخاب میں مزید کاوِش کرتے، کمزور عربیت میں خود اپنے مضامین منتقل نہ کرتے، اور کتاب کسی عمدہ لباس میں پیش کرتے! ان معروضات پر عمل کیا ہوتا تو کتاب کا حجم گوکم ہوجاتا، مگر وزن کئی گنا بڑھ جاتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ)

اُن کی یہ شانِ رِسالت اور ہماری یہ حالت

مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: مکتبہ اِصلاح وتبلیغ، ہیرآباد، مسجد روڈ، حیدرآباد۔

اس مختصر کتابچہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رِسالت اور عظمت ورفعت کو بیان کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں پیدا فرمایا ہے، لہٰذا ایسی شان والے پیغمبر کی نہ صرف اطاعت وفرماں برداری کی جائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادااور حرکت وسکون پر مرمٹنا چاہیے! مگرشومیٔ قسمت کہ ہمارا عمل اس سے بالکل مختلف ہے۔ چنانچہ زیرِ تبصرہ کتابچہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رِسالت، معجزات وکمالات اور اُسوۂ حسنہ کو بیان کرتے ہوئے اپنی نالائقی ونااہلی اور بدعملی وبے عملی کو بیان کرنے کے بعد قارئینِ کرام کو متوجہ کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ شان ہے، مگر ہم ان کی اِتباع اور اُمتی ہونے کے دعویٰ کے باوجود آخر کہاں جارہے ہیں؟ کیا ہماری موجودہ حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے کچھ میل کھاتی ہے؟ بہرحال! کتاب میں معقول اور ٹھوس حقائق ہیں۔ اُمید ہے اہلِ علم اور اہلِ ذوق اس کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۳ھ)

اِطاعتِ رسول

جناب قاضی محمد اشرف صاحب (''ستارۂ خدمت'' بی اے، ایل ایل بی ایڈووکیٹ، ہائی کورٹ، مغربی پاکستان، لاہور)۔ صفحات: ۵۲۔ پتا: محمود اینڈ کمپنی ۳۴، مزنگ روڈ، لاہور۔

اس کتابچہ میں قاضی صاحب نے ''اِطاعتِ رسول'' کا مفہوم اور اس کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے، نیز جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ اِطاعت سے معزول دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی غلط فہمی کی نشان دہی بھی کی ہے۔ رسالہ مختصر، جامع اور لائقِ مطالعہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

حیاۃ المسلمین (عربی، اُردو)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ عربی ترجمہ:

جناب مولانا صوفی محمد سرور صاحب (جامعہ اشرفیہ لاہور)۔صفحات: ۴۰۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ اِسلامیات، ۱۹۰-انار کلی، لاہور۔

''حیات المسلمین'' حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصانیف میں ایک ممتاز شان رکھتی ہے۔خود حضرت حکیم الامتؒ اس کے بارہ میں فرماتے تھے:

''مسلمانوں کی جتنی ذِلت اور پریشانی آج کل ہو رہی ہے، اس کتاب میں ان سب کا علاج ہے۔ مجھے اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال نہیں ہے کہ یہ میری سرمایۂ نجات ہیں، البتہ ''حیات المسلمین'' کے متعلق میرا غالب خیال ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی! اس کو میں اپنی ساری عمر کی کمائی اور ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔''

جناب مولانا صوفی محمد سرور صاحب (جو جامعہ اشرفیہ لاہور میں اُستاذِ حدیث اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نوراللہ مرقدہ سے مجازِ بیعت ہیں) نے عرب بھائیوں کے اِستفادہ کے لیے اسے عربی میں منتقل فرمایا ہے۔ جن آیات واحادیث کا حضرتؒ نے ترجمہ دیا تھا، انہیں اصل مآخذ سے تلاش کرکے درج کیا ہے، اور حضرتؒ نے آیات واحادیث کے ذیل میں جو فوائد درج فرمائے تھے، انہیں بھی عربی میں منتقل کردیا ہے۔ ترجمہ میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اصل کے قریب سے قریب تر ہو، گویا ایک اعتبار سے لفظی ترجمہ کہنا چاہیے۔ اس لیے ترجمہ کی زبان عربوں کی عربی نہیں، بلکہ ہندی عربی نظر آتی ہے، جس سے عرب بھائیوں کو اِستفادہ شاید مشکل ہوگا! ناشرین نے کتاب دو کالموں میں چھاپی ہے: ایک کالم میں اصل کتاب اُردو اور دُوسرے کالم میں عربی ترجمہ۔ چنانچہ مقدمہ میں تین کالم بن گئے ہیں: ایک اصل، دُوسرا اس کا ترجمہ، تیسرا اصل کا خلاصہ! یہ طرز نہ صرف ذوقِ سلیم پر بار ہے، بلکہ اس سے کتاب کی ضخامت بھی بلاوجہ زیادہ ہوگئی ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ''حیات المسلمین'' کو الگ چھاپ دیا جاتا اور اس کا ترجمہ خوب صورت ٹائپ میں الگ چھاپا جاتا، پھر دونوں کو یکجا جلد کردیا جاتا۔ بہرحال! ہمارے اکابر کے علوم کو عربی میں منتقل کرنے کی کوشش لائقِ ستائش ہے۔ حق تعالیٰ جناب مترجم اور ناشرین کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۳ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پچپن (۵۵) وصیتیں

جناب مولانا مفتی کفیل الرحمٰن نشاط۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۷/۵۰۔ پتا: توکل اکیڈمی، الف/۵-۱، جہانگیر روڈ ایسٹ، کراچی نمبر ۵۔

زیرِ نظر رسالہ دراصل شیخ حمزہ محمد صالح عجاج کا مرتب کردہ ہے، جس میں موصوف نے کتبِ حدیث میں موجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پچپن (۵۵) وصیتوں کو جمع فرمادیا ہے جو مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ارشاد فرمائی تھیں۔ یہ قیمتی وصیتیں اگر چہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمائی گئی تھیں، لیکن درحقیقت تمام مسلمانون کے لیے تریاق کا کام دیتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وفعل اور حرکت وسکون قابلِ اتباع، باعثِ نجات اور ذریعۂ فوز وفلاح ہے۔ لیکن بطورِ خاص جس چیز کے لیے آپ نے وصیت کا عنوان اختیار فرمایا ہو، اس سے اس کی افادیت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر یہ اس کا دُوسرا ترجمہ ہے، اس سے قبل جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب (مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی) کے قلم سے اس کا بہترین ترجمہ شائع ہو چکا ہے، جس پر رجب ۱۴۱۰ھ کے ''بینات'' میں تبصرہ بھی آچکا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۲ھ)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پچپن (۵۵) وصیتیں

تالیف: شیخ حمزہ محمد صالح عجاج۔ ترجمہ ونظرِ ثانی: ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن، پی ایچ ڈی۔
صفحات: ۵۶۔ قیمت: ۲۲ روپے۔ پتا: فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی، اُردو بازار، لاہور۔

کسی کتاب یا شخصیت کو جب اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل ہوجاتا ہے تو اس کی مخلوق بھی اس کی طرف بطورِ خاص متوجہ ہوجاتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے محبت وعشق کا ایک مقام، جذبہ اور ولولہ پیدا ہوجاتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کچھ اسی طرز کی قبولیت سے نوازا گیا ہے کہ سب سے پہلے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار، اس کے بعد جناب مفتی کفیل الرحمٰن کشمیری اور پھر اب جناب ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن نے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ فرمائی۔ اس کتاب کا مکمل تعارف ''بینات'' رجب ۱۴۱۰ھ کے حوالہ سے شاملِ اشاعت ہے، البتہ اس نئے ترجمہ کی چند اہم خصوصیات کا تذکرہ نہ کرنا ناانصافی پر مبنی ہوگا۔

زیرِ تبصرہ ترجمہ کا سائز: $\frac{23\times36}{16}$ ہے، اور پھر عربی متن شروع میں نہایت عمدہ ٹائپ سے مکمل عنوانات

اور فہرست سمیت یکجا دے دیا گیا ہے، اس کے علاوہ اُردو کے حصہ کو نستعلیق کمپیوٹر پر نہایت شان دار طریقہ سے ٹائپ کرایا گیا، الغرض! کتاب کو ہر اعتبار سے جاذبِ نظر بنادیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ)

نصیحت نامہ

حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، میاں چنوں ضلع ملتان۔

یہ وہ جامع دستور العمل ہے جو حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالمؒ نے اپنے متوسلین اور عامۂ مسلمین کے لیے ''وصیت نامہ'' کے طور پر آخری دِنوں میں اِملا کرایا تھا، بہترین اِفادات پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

رحمة المتعلّمین

مولانا عبدالرحمٰن اعظم گڑھی۔ صفحات: ۱۷۲۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴۔

یہ رسالہ اِصلاحِ معاشرت کے لیے کافی حد تک ''مکمل نصیحت نامہ'' ہے، جو بہترین مربی اور مرشد کا کام دیتا ہے۔ مصنفؒ نے اسے چار ابواب میں تقسیم کیا ہے:

۱:...نصائح مدرّسین۔ ۲:...نصائح طالبین۔ ۳:...نصائح کاتبین اور ۴:...نصائح عامۂ مؤمنین۔

خاتمہ میں تمام نصائح کا خلاصہ اور عطر آگیا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اسے حرفاً حرفاً پڑھ کر بے حد پسند فرمایا، اس پر تقریظ لکھی اور ''رحمة المتعلّمین'' نام تجویز فرمایا۔ یہ رسالہ مدّت سے نایاب تھا، ''مکتبہ دارالعلوم کراچی'' نے اسے بہترین کاغذ اور عمدہ طباعت کے ساتھ شائع فرما کر بڑی اہم خدمت انجام دی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

عطیہ پاکستان

مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی۔ صفحات: ۳۰۴۔ پتا: مولانا عبدالواسع (ناظم مدرسہ نعمانیہ، گوجرانوالہ)۔

کتاب کے پہلے حصہ میں اِسلامی ممالک کے سربراہوں کو، اور دُوسرے حصہ میں مجاہدینِ اِسلام کو ان کے عظیم مناصب اور گراں بار ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نصیحتیں کی گئی ہیں، اور قرآن وحدیث سے اُن کے فرائض کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ کتاب مدرسہ کے تبلیغی و اِشاعتی سلسلہ کا اٹھائیسواں نمبر ہے۔ ان تمام کتابوں کے لیے اہلِ خیر سے چندہ لیا جاتا ہے اور پھر انہیں مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب

مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی۔ صفحات: ۳۶۶۔ قیمت: ۱۲۵ روپے۔ پتا: عثمانی کتب خانہ، نشتر روڈ، ملتان۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب اُن افعال واعمال کے بیان میں ہے جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب میں الگ الگ قسم کے افعال واعمال کا ذکر ہے جو کفارۂ سیئات بنتے ہیں، مثلاً: تکالیف ومصائب، اَفکار وہموم، نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، توبہ واستغفار، عمدہ اخلاق وغیرہ۔

اصل کتاب ''كفارات الخطايا وموجبات المغفرة'' کے عنوان سے جناب خالد ابراہیم احمد اور محمد حسین العقبی کی تالیف ہے، جو عربی میں تھی۔ جناب مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی زید لطفہٗ نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر نہایت سلیس اور شستہ زبان میں اُردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! حسنِ باطن کے ساتھ ساتھ حسنِ ظاہری یعنی رنگین ٹائٹل اور خوب صورت جلد کے ساتھ عمدہ کاغذ اور بہترین طباعت سے مزین ہے۔

ہمارے خیال میں یہ کتاب ہر مسلمان کے پاس اور ہر گھر میں ہونی چاہیے! خاص طور پر وہ حضرات جو کسی بیماری یا پریشانی یا مصیبت میں مبتلا ہوں، ان کے لیے یہ کتاب ایک مکمل ڈھارس بلکہ نسخۂ شفا ہے۔ اُمید ہے اہلِ اِیمان اور اَصحابِ ذوق اس گوہرِ گراں مایہ کی پذیرائی میں مسابقت سے کام لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۶ھ)

زادِ آخرت

صفحات: ۶۴۔ کاغذ وطباعت: بہترین۔ بلا قیمت۔ ملنے کا پتا: انجمن فلاح المسلمین، کتب خانہ انوار الاسلام، کاغذی بازار، کراچی نمبر۲۔

یہ مجموعہ مندرجہ ذیل پانچ مضامین پر مشتمل ہے:

۱:... زکوٰۃ - از: مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی۔ ۲:... اِتباعِ رسول - از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ ۳:... سفرِ آخرت - از: حضرت اِمام غزالیؒ۔ ۴:... حقوق المعاشرت - از: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ۵:... اِنسانیت کی تکمیل - از: حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ۔

ماشاء اللہ! مضامین سب عمدہ، لائقِ عمل اور اِصلاحی ہیں۔ ''انجمن'' ان کی مفت اشاعت پر مبارک باد کی مستحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

حقوق الوالدین

حافظ احمد دِین جالندھری۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۳۰ پیسے۔ ناشر: مدرسہ دعوۃ الحق، حسین آگاہی، ملتان۔

مدرسہ دعوۃ الحق کی طرف سے تعلیم وتدریس کے علاوہ تبلیغی واصلاحی کتابچے بھی شائع کیے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ پر سلسلۂ مطبوعات نمبر:۱۱ درج ہے، جس میں قرآن وحدیث سے ''والدین کے حقوق اور اُن کی خدمت کے نتائج وبرکات'' کو مختصر اور بہتر انداز میں جمع کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

۱:... اِسلام اور حقوقِ والدین۔ ۲:... والدین پر اولاد کے حقوق۔
۳:... بچوں کے اسلامی اور اچھے نام

حضرت مولانا قاری شریف احمد مدظلہ۔ صفحات: ۲۳۹۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد مدظلہ ان موفق حضرات سے ہیں جو مسلمانوں کی اِصلاح وفلاح کی

غرض سے ایمان واسلام اور اسلامی حقوق کے موضوع پر رسائل وکتب کی تصنیف وتالیف اوران کی اشاعت کا جذبۂ صادق رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر رسائل کا مفید مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی پیش رفت ہے۔ زبان اس قدر عام فہم اور سادہ ہے کہ معمولی پڑھے لکھے حضرات اور بچے بھی بآسانی اس سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر۱۴۰۶ھ)

حقوقِ والدین، حقوقِ اولاد

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب، ایم اے، ایبٹ آباد۔ صفحات: ۶۴ اور ۹۶۔ قیمت: ۱/۵۰، اور ۲/۲۵ روپے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر، ۴۰- اُردو بازار، لاہور۔

جناب حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب کا اسمِ گرامی ان کی متعدّد تالیفات کی وجہ سے علمی حلقوں میں معروف ہے۔ اُنھوں نے دونوں رسائلِ زیرِ تبصرہ میں والدین کے حقوق وآداب اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے مسائل واَحکام بڑی محنت اور سلیقہ سے جمع کیے ہیں۔ دورِ جدید میں والدین کو اولاد سے، اور اولاد کو والدین سے شکایت ہے اور اس دوطرفہ شکایت کے منشا پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان ساری خرابیوں کی جڑ اُن حقوق وفرائض سے بے اعتنائی ہے جو دینِ فطرت نے والدین اور اولاد کے ذمہ عائد کیے ہیں۔

جناب قاری صاحب نے انہیں حقوق وفرائض کی یاددہانی کراتے ہوئے دورِ جدید کے اس پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر۱۳۹۶ھ)

مثالی باپ

مولانا محمد حنیف عبدالمجید۔ صفحات: ۴۲۴۔ قیمت: ۱۳۵ روپے۔ پتا: زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔

اِسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اولاد کی تعلیم وتربیت اور ماں باپ کے اِصلاحی کردار کو خصوصی اَہمیت حاصل ہے۔ اگر ماں باپ اِسلامی اُصولِ حیات سے آگاہ ہوں اور حلال وحرام، جائز وناجائز، عبادات ومعاملات اور اخلاق ومعاشرت میں اَحکامِ شریعت سے واقف ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد اِسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اُن کی معاون نہ بنے۔ مگر شومیٔ قسمت کہ آج کل ماں باپ کو ہی اُصولِ حیات سے

آگاہی نہیں، جس کی وجہ سے اولاد ماں باپ کے نقشِ قدم پر چل کر معاشرہ کی اِصلاح کے بجائے بگاڑ کا سبب بن رہی ہے۔ ضرورت تھی کہ ماں باپ کی اِصلاح اور اولاد کی تعلیم و تربیت پر آسان اور عام فہم زبان میں کوئی کتاب مرتب کی جاتی جو عوام و خواص کے لیے مفید اور کارآمد ہو۔

زیرِ نظر کتاب اسی غرض سے لکھی گئی ہے، کتاب کا تعارف ٹائٹل پر اس طرح کرایا گیا ہے:

''ایک والد کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے؟ بچوں کی مناسب اور معیاری تربیت کے خواہش مند والد کے لیے اپنی نوعیت کی ایک نایاب کتاب (جس میں) پیدائش سے لے کر جوانی تک بچے کی ذہنی، جسمانی اور دِینی و اخلاقی تربیت سے متعلق سنہری اُصول بیان کیے گئے ہیں۔''

کتاب مندرجہ ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

بچے کے لیے دُعائیں، پیدائش پر شکر، اولاد کی قدر و قیمت، اولاد سے نرمی اور رحم کا سلوک، ذہنی وجسمانی تربیت سے متعلق اُصول، اسلاف کے واقعاتِ تربیت، احساسِ کمتری سے بچانے کی تربیت، مثالی باپ کی خصوصیات، وغیرہ۔ کتاب ماشاءاللہ! خوب سے خوب تر ہے، اُمید ہے اہلِ ذوق اس کی پذیرائی میں بخل نہیں کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۲۰ھ)

مسلمان خاوند

مولانا محمد اِدریس انصاری۔ صفحات: ۱۱۲ (خورد سائز)۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کلام کمپنی، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبر۱۔

اسلامی اَحکام سے غفلت کے نتیجہ میں جہاں زندگی کے دُوسرے شعبے متأثر ہوئے ہیں، وہاں ہمارے یہاں عموماً طور پر عائلی زندگی بھی ابتری کا شکار ہے۔ اِزدواجی رشتہ میں منسلک ہوجانے کے بعد میاں بیوی کے ذمہ ایک دُوسرے کے کیا کیا حقوق ہیں؟ عائلی زندگی کو رضائے اِلٰہی کے مطابق خوش گوار بنانے کے لیے محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہروں کو کیا کیا ہدایت فرمائی ہیں؟ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ کیا ہے؟ زیرِ نظر رسالہ میں ان مسائل کا اِختصار کے ساتھ حل پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

مسلمان بیوی

مولانا محمد اِدریس انصاری۔ صفحات ۱۲۸ (خورد سائز)۔ قیمت (مجلد): ۲/۲۵ روپیہ۔ پتا: کلام کمپنی، تیرتھ داس روڈ، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا۔

یہ رسالہ تین مضامین کا مجموعہ ہے: حصہ اوّل مولانا محمد اِدریس صاحب انصاری کا ہے؛ جس میں خواتینِ اِسلام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ہدایات جمع کر دی گئی ہیں، جن کی ضرورت عائلی زندگی میں انہیں پیش آتی ہے۔ حصہ دوم مولانا رحم اِلٰہی نقشبندی کے قلم سے ہے، جس میں بلیغ اور مؤثر انداز میں مسلم خواتین کو حسنِ معاشرت کے طریقے بتلائے گئے ہیں۔ اور حصہ سوم حضرت حکیم الامت مجدِّدِ ملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا (''بہشتی زیور'' سے مأخوذ) ہے جس میں ''بعض باتیں سلیقہ اور آرام کی'' ذکر کی گئی ہیں۔ یہ رسالہ مسلم خواتین کے لیے عائلی زندگی کا بہترین دستور العمل ہے۔ زبان بہت آسان اور سادہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

شوہر کے حقوق اور اُس کی حیثیت

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہٗ۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ۱۷ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز ۱/۱۸۸، لیاقت آباد، کراچی۔

جب شریعت اور دِین سے دُوری ہو اور جہالت و لاعلمی کا دور دورہ ہو تو ہر ایک دُوسرے پر حکمرانی کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بڑا اور چھوٹا، امیر و غریب، مرد و عورت ایک دُوسرے کے لیے جذبۂ خیرخواہی سے عاری اور بغض و عداوت اور عناد و کینہ کا پاسبان ہوتا ہے۔ شوہر؛ بیوی کے، اور بیوی؛ شوہر کے حقوق کو پامال کرتی ہے۔ اسلام نے شوہر کے کیا حقوق رکھے ہیں، اور شوہر کا کیا مقام ہے؟ اس سلسلہ میں جناب مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ نے اپنے ایک اصلاحی بیان میں جو کچھ فرمایا، وہ کیسٹ سے نقل کرکے ''میمن اسلامک پبلشرز'' کے اربابِ بست و کشاد پیش فرماتے ہیں۔ پڑھیے اور داد دیجیے! کتاب کیا ہے؟ ایک بہترین گلدستہ ہے! خوب صورت رنگین ٹائٹل اور عمدہ کمپوزنگ نے کتاب کو بے مثال بنادیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۴ھ)

بیوی کے حقوق اور اُس کی حیثیت

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی۔ صفحات: ۲۷۔ قیمت: ۱۷ روپے۔ پتا: میمن اسلامک پبلشرز ۱/۱۸۸، لیاقت آباد، کراچی۔

قبل از اسلام عورت مظلومیت کی چکی میں پستی تھی، اسے معاشرہ میں کوئی مقام اور کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا، دُوسرے اموال کی طرح قابلِ فروخت تصوّر کی جاتی تھی، میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں تھا، شوہر کے مرجانے پر اسے بھی دُوسرے مال کی طرح میراث میں تقسیم کردیا جاتا اور جس کے حصہ میں آتی، وہ بھی اس میں ہرطرح کے تصرف کا مجاز تھا۔

اِسلام نے عورت کو نہ صرف وہ تمام حقوق دیے جن کی وہ مستحق تھی، بلکہ اسے جینے کا حق دیا۔ عورت کو مرد کی ضرورت اور اس کا لباس، اس کے گھر کی پاسبان، اس کی عفت و پاک دامنی کا نگہبان قرار دیا، اور عورت کو تقدس کے درجاتِ اعلیٰ پر فائز فرمایا۔ اس لیے کہ عورت خواہ ماں ہو یا بہن، بیٹی یا بیوی: ہر اعتبار سے قابلِ احترام قرار دی گئی، اور "الجنة تحت أقدام الأمهات "(۱) فرماکر لسانِ نبوّت نے ماں کے عنوان سے عورت کی خدمت کو جنت میں داخلہ کی شرط قرار دے دیا۔

زیرِ نظر رسالہ میں نہایت شان دار انداز میں اور دِل سوزی سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ عورت کو محض اپنی خادمہ اور نوکرانی نہ سمجھا جائے، بلکہ وہ گھر کی ملکہ اور آپ کی رفیقۂ حیات ہے، اور آپ کی راز دار اور خلوت وجلوت کی ساتھی ہے۔

نہایت خوب صورت ٹائٹل اور عمدہ کمپیوٹر کمپوزنگ نے کتاب کو چار چاند لگادیے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

تحفۂ دُلہن

مفتی محمد حنیف عبدالمجید۔ صفحات: ۵۰۰۔ ناشر: مکتبہ بیت العلم، اُردو بازار، کراچی۔

"تقریظ"

حق تعالیٰ شانہٗ نے مرد و عورت کا جوڑا بنایا، تاکہ دونوں حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے موافق زندگی گزارنے کے لیے ایک دُوسرے کے بہترین معاون اور مددگار ہوں، اس کی برکت سے دُنیا کی چند روزہ

(۱) رواه الخطيب في الجامع عن أنس رضي الله عنه، حاشية "مشكاة المصابيح"، ص:۴۲۱، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

زندگی بھی عافیت سے گزرے اور اس کی بدولت آخرت میں بارگاہِ الٰہی کے سامنے سرخ رُو ہوں اور جنت کی دائمی راحت میسر آئے، اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ دونوں ایک دُوسرے کے حقوق کو رضائے الٰہی کے لیے اَدا کرنے والے ہوں۔ اور پھر میاں بیوی کے درمیان جوڑ اور اُلفت ومحبت کا زیادہ مدار بیوی کی خوش اخلاقی، تحمل مزاجی اور دانائی پر ہے۔ نیک سیرت بیوی کی برکت سے دُنیا کا گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے اور بیوی کی بدمزاجی گھر کو جہنم کدہ بنادیتی ہے، جس میں نہ صرف وہ خود جلتی ہے، بلکہ شوہر اور دونوں خاندان بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

میرے عزیز دوست جناب مولانا مفتی محمد حنیف سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے یہ رسالہ تالیف فرمایا ہے، تاکہ شادی شدہ جوڑے اس سے روشنی حاصل کریں اور اَپنے گھروں میں باہمی اُلفت ومحبت اور راحت وسکون کی فضا پیدا کرکے دُنیا وآخرت کی سعادتوں سے مالا مال ہوں۔ اس ناکارہ نے جستہ جستہ اس کو دیکھا ہے، اُمید ہے باقی مضامین بھی صحیح ہوں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اُمت کے لیے نافع بنائیں۔ "رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا." (۱)

تحفۃ النکاح

مولانا محمد ابراہیم پالن پوری۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

یہ مختصر سا کتابچہ۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ شادی بیاہ کے سلسلہ میں غلط رِواجات اور جاہلیت کی رُسوم کے خلاف ایک اچھی پیش رفت ہے، جو منگنی، شادی سے لے کر ولیمہ، عقیقہ تک میاں بیوی کے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں زندگی گزارنے کے اُصول، طرق اور آداب کا بہترین مجموعہ ہے، بلکہ اولاد کی پروَرِش، تربیت اور نگرانی کے اُصول وضوابط بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

مسلمان عورت کا بلند مقام اور اِسلامی پردہ

مولانا محمد عبدالحلیم قاسمی۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مدرسہ جامعہ حنفیہ قاسمیہ، گلبرگ نمبر ۲، لاہور۔

(۱) الفرقان: ۷۴

مؤلف موصوف نے اس مختصر رسالہ میں مسلمان عورت کے مقام اور اسلامی پردہ کی اہمیت وافادیت کو نہایت مختصر اور خوش گوار پیرایہ میں پیش کیا ہے۔ یہ رسالہ تمام مسلمانوں کی ضرورت کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

المرأة المسلمة (مسلمان عورت)

المعروف عورت پر اسلام کے احسانات

حافظ ارشاد احمد دیوبندی (فاضل درسِ نظامی) وعلامہ حافظ خلیل الرحمٰن راشدی (ایم اے اسلامیات)۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ پتا: دار التصنیف مکتبۃ الخلیل، چنوں موم، تحصیل وضلع سیالکوٹ۔

قرآن میں اِرشادِ اِلٰہی ہے: ''واذا الموءدة سئلت بأی ذنب قتلت''[1] اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کیوں قتل کیا گیا۔

اس آیت مبارکہ میں زمانۂ جاہلیت میں عورت سے برتے جانے والے سلوک کی نشان دہی فرمائی گئی ہے کہ عورت کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا، اسے پیدا ہوتے ہی یا کچھ عرصہ بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اور عورت کو کوئی اِنسانی حقوق حاصل نہیں تھے، حتیٰ کہ اس سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا گیا تھا۔ اسلام نے عورت کو مردوں کے برابر جینے کا حق دیا، عورت کو تحفظ دیا، اس کو جائیداد کا حصہ دار بنایا اور ''الجنة تحت أقدام الأمهات''[2] (جنت ماؤں کے قدموں میں ہے) کہہ کر اس کے تقدس کا اعلان فرمایا۔ مگر افسوس کہ آج عورت اپنے اس اعزاز کو بھول گئی ہے اور دورِ جاہلیت کی طرح ظالم سماج نے اسے بکاؤ مال سمجھ کر بازاروں اور منڈیوں میں لاکھڑا کیا۔

زیرِ نظر کتاب۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ مسلمان عورت اور اس پر اِسلام کے اِحسانات کے نام سے مختلف دُروس پر مشتمل ہے، جس میں حضرات اکابر ومعاصرین کی کتب، مقالات اور مضامین سے بھرپور اِستفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مفید بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)

(۱) التکویر: ۸، ۹

(۲) رواه الخطيب في الجامع عن أنس رضي الله عنه، حاشية "مشكاة المصابيح"، ص: ۴۲۱، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اِسلامی پردہ سے آزادی؛ شعارِ اِسلام کی بربادی

جنابِ مولانا سیّد محمد ابراہیم زیدی، دربار سیکریٹری، ٹونک اسٹیٹ۔

غیرت وحمیت، عصمت وعفت اور حیاوشرم وہ اعلیٰ انسانی اقدار ہیں، جن کے بغیر انسان مہذب حیوان تو کہلاسکتا ہے، لیکن اسے انسان کہنا خود اِنسانیت کی توہین ہے۔ مغرب کی تقلید میں ہمارا معاشرہ بے حجابی، عریانی اور حیاسوزی میں دِن بدن غرق ہوا جاتا ہے، اور نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا آخری انجام کیا ہوگا؟ زیرِ نظر کتاب میں کہن سالہ مصنف نے پردہ کے شرعی، اخلاقی، عمرانی اور تمدنی پہلوؤں کو خوبی سے اُجاگر کیا ہے۔ کتاب کی زبان اعلیٰ ادب کا بہترین نمونہ ہے۔ ''پیش لفظ'' میں مصنف نے بہنوں بھائیوں سے اپیل کی ہے کہ اس ''پندِ پیرِ دانا'' کے بارہ میں ان کا جی چاہے تو عزّت وعظمت کے بجائے نفرت وحقارت کا ہی فیصلہ کریں، لیکن اَزراہِ کرم اسے ایک نظر دیکھ ڈالنے سے دریغ نہ فرمائیں۔ ہم قارئین ''بینات'' تک موصوف کا یہ پیغام پہنچاتے ہوئے یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مصنِّف اور مصنَّف دونوں تحقیر کے نہیں، بلکہ تحسین کے مستحق ہیں...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

عورت کا تقدس اِسلامی معاشرہ میں

چودھری مشتاق احمد اشتیاق ڈھول۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ضیاء ہاؤس، چک نمبر: ۳۳۸، ج۔ب، نیالاہور، تحصیل گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، پاکستان۔

اس اِلحاد وبے دِینی کے دور میں قرآنِ کریم اور اَحادیثِ نبوی اور اُسوۂ حسنہ کو اَپنانا، انگاروں کو ہاتھ میں لینے کے مترادف ہے، لیکن بایں ہمہ زیرِ نظر تالیف میں اِنتہائی سلیقہ اور شائستگی کے ساتھ اِسلامی معاشرہ میں عورت کا جو مقام ہے، اس کو اُجاگر کرنے کی حسین کوشش کی گئی ہے۔ فاضل مؤلف نے جابجا قرآن وحدیث، صحابہ کرامؓ کے عمل اور اکابر محققین اور بزرگانِ دِین کے ملفوظات کے حوالے دے کر کتاب کو مستند بنادیا ہے۔ کتاب کے چیدہ چیدہ عنوانات یہ ہیں:

۱:...عورت زمانۂ قدیم میں، ۲:...عورت تاریخ کے آئینہ میں، ۳:...اِسلامی نظریۂ حیات میں عورت کا مقام، ۴:...جدید معاشرہ میں عورت کا بھیانک کردار، ۵:...عورت اور آزادی، ۶:...تعلق ازواج کا قانونی رشتہ، ۷:...کیا پردہ تحفظ ہے یا عدمِ تحفظ؟ ۸:...عورت کا اصل زیور۔

اور ان جیسے بیسیوں عنوانات ہیں۔ واقعی کتاب دینی اور اسلامی معلومات کا حسین مرقع ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف مؤلف کی مساعی کو قبول عام سے نوازیں۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

اسلام اور عورت

مرتبہ: انجمن فلاح المسلمین۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت کچھ نہیں۔ پتا: انجمن فلاح المسلمین، کتب خانہ انوار الاسلام، کاغذی بازار، کراچی نمبر۲۔

یہ "انجمن فلاح المسلمین" کی چھٹی تبلیغی پیش کش ہے، جس میں متفرق کتب ورسائل سے خواتینِ اسلام کے لیے اچھے مضامین جمع کردیے گئے ہیں، مگر انتخاب "انجمن" کے سابقہ معیار پر نہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

تحفۂ خواتین

جناب مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجرِ مدنی۔ صفحات: ۱۰۶۰۔ قیمت: ۱۴۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دار العلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

جناب مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدفیضہم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں! حق تعالیٰ شانہٗ نے اُن کو علومِ ظاہری و باطنی میں بلند مقام عطا فرمایا ہے، اس کے ساتھ وہ علوم نبوی کی نشر و اشاعت اور تشریح وتفہیم کے لیے بھی موفق ہیں۔ متعدد علمی کتابیں اور مفید اصلاحی رسائل ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ ۱۳۸۷ھ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی سرپرستی اور جناب محترم مولانا محمد تقی عثمانی کی اِدارت میں ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی سے جاری ہوا تو مولانا موصوف نے "خواتینِ اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں" کے عنوان سے ان احادیث کے ترجمہ وتشریح کا سلسلہ شروع کیا جن کا تعلق بطورِ خاص خواتینِ اسلام سے ہے۔ یہ سلسلہ - جو بے حد مفید اور اِصلاحی تھا - مولانا کی ہجرتِ مدینہ تک جاری رہا۔ ضرورت تھی کہ اس سلسلۂ مضامین کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے، چنانچہ مولانا نے اس کی تکمیل فرمائی، جو "تحفۂ خواتین" کی صورت میں پیش نظر ہے۔

کتاب میں عقائد، عبادات، معاملات، حسنِ معاشرت، ادب اور اخلاق سے متعلق احادیثِ طیبہ کا اچھا

خاصا ذخیرہ سلیس ترجمہ، عام فہم تشریحات اور ہر باب کے اَحکام و مسائل کے ساتھ جمع ہوگیا ہے۔ یہ کتاب مغز ہی مغز ہے۔ اسے بجا طور پر ''اِصلاحی نصاب'' کہا جاسکتا ہے۔ ہم حضرت مصنف اور ناشرین کو اس کتاب کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہیں، نیز مصنف کی درخواست کی پُر زور تائید بھی کرتے ہیں کہ:

''کتاب کو صرف الماری کی زینت نہ بنائیں بلکہ اس کو بار بار پڑھیں، اور روزانہ آپس میں مل کر بیٹھا کریں اور اس کتاب کو سنیں، بچوں کو بھی ساتھ لے کر بیٹھیں۔ اور خاص طور پر انہیں کتاب کے مضامین سمجھائیں، پھر دُوسرے دِن پوچھیں کہ کل کیا بیان گزرا تھا؟ بلکہ سبقاً سبقاً پوری کتاب گھر میں سب کو پڑھادیں اور اس کے مضامین یاد کرادیں اور عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش کریں۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ)

نوجوانوں سے خطاب

جناب ڈاکٹر اسداللہ خاں، بی ایس سی، علیگ۔ صفحات: ۳۰۲۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔
پتا: ڈاکٹر اسداللہ خاں، بی ایس سی، ہیومیو پیتھ، اکبر روڈ، کراچی نمبرا۔

نوجوانوں کو سنِ بلوغ سے ماں باپ بننے اور بچوں کی پرورش کرنے تک جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، ان کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں شفیقانہ ہدایات قلم بند کی ہیں۔ ہمیں ڈاکٹر صاحب کی بعض آراء سے اختلاف ہے، اس سے قطعِ نظر انہوں نے بعض کمزور روایات کو بھی لیا ہے، اور بعض آیات کی تفسیر مضحکہ خیز بھی کی ہے، یہ نہ ہوتا تو یہ کتاب ہمارے عزیز نوجوانوں اور ان کے تربیت کنندگان کے لیے بڑی قابلِ قدر تھی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ)

۱:...بچوں کے لیے قرآن

ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب، پی ایچ ڈی (لندن)۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت (مجلد): ۵/۵۰ روپے۔

۲:...بچوں کے لیے حدیث

ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب، پی ایچ ڈی (لندن)۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت (مجلد): ۵/۵۰ روپے۔

۳:... بچوں کے خطرے

ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب، پی ایچ ڈی (لندن)۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۶/۲۵ روپے۔

بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کی جسمانی، تہذیبی، اخلاقی اور رُوحانی نگہداشت ہمارا صرف اخلاقی مذہبی فرض ہی نہیں، بلکہ انسانی فرض بھی ہے۔ اور اس کا احساس بھی۔ جب سے اِنسانی سلسلہ چلا ہے۔ کم و بیش سبھی کو رہا ہے، مگر دورِ جدید نے تربیتِ اطفال کو ایک سائنس بنادیا ہے اور اس کے سائنٹفک اُصول و قواعد مرتب کردیے ہیں۔ بایں ہمہ یہ دورِ جدید کی بدقسمتی ہے کہ جس تیزی سے نسلِ جدید میں جسمانی و اخلاقی گراوٹ اور معاشرتی و تمدنی بگاڑ رُونما ہوا ہے اور جس کا سلسلہ کسی نقطہ پر تھمتا نظر نہیں آتا، اس کی مثال قرونِ مظلمہ میں ڈھونڈنا بھی شاید مشکل ہوگا۔

جناب ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب کو قدرت نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ بچوں کی نفسیات اور ان کی تربیت کے متخصص، حاذق، تجربہ کار اور عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ موصوف کی زیرِ تبصرہ تین کتابیں اس موضوع پر ان کی اہم ترین تالیفات میں سے ہیں۔

پہلی کتاب ''بچوں کے لیے قرآن'' میں چھ ابواب کے تحت قرآنِ حکیم کی پاکیزہ ہدایات کو منتخب کیا گیا ہے اور ۵۳ عنوانات پر۔ جو بہت ہی دل کش اور موزوں ہیں۔ انہیں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا تحت اللفظ ترجمہ درج کرنے کے بعد اس کی دِل نشین تقریر کی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں ۱۲ صفحے کا مقدمہ ہے، جس میں قرآنِ کریم کا تعارف اور اس کی ضرورت و برکت ذہن نشین کرائی گئی ہے۔

دُوسری کتاب ''بچوں کے لیے حدیث'' میں اسی طرز پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ میں سے ۱۱۹ اَحادیث کا انتخاب ۱۲ اَبواب اور ۳۵ عنوانات کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ شروع میں ۱۷ صفحے کا مقدمہ ہے، جس میں حدیثِ پاک کی عظمت اور اہم کتبِ حدیث کا تعارف کردیا گیا ہے۔

تیسری کتاب ''بچوں کے خطرے'' مصنف کے وسیع تجربات کا نچوڑ ہے۔ جس میں بچوں کے بساطِ حیات پر قدم رکھنے سے لے کر زندگی کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے تک ان کو جو خطرات پیش آتے یا آسکتے ہیں، ان پر محققانہ بحث کرتے ہوئے اُن کی اِصلاح و تدبیر کی جانب توجہ دِلائی گئی ہے۔

مصنف کی دِقتِ نظر کا اندازہ اس سے ہوگا کہ اُصول و کلیات سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ جزئیات تک ان کی نظر سے اوجھل نہیں، اور جن جن راستوں سے بچوں کے جسمانی و رُوحانی اور اخلاقی و تہذیبی ارتقا میں خلل آسکتا ہے، وہ بڑی خوبی سے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے اصلاحی تدابیر پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے

مصنف کی یہ کاوش بنظرِ استحسان دیکھی جائے گی اور اس انسانی مسئلہ میں ان کے پختہ تجربات سے استفادہ کیا جائے گا۔

اِدارہ ''فیروز سنز'' نے ان کتابوں کو اپنے روایتی معیار کے مطابق طبع کیا ہے، البتہ انسانی تصاویر کی ضرورت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ لوگ اس سلسلہ میں خواہ کتنی ہی آزاد رَوِی یا وسیع النظری کا ثبوت دیں، لیکن ہم انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی روشنی میں شرعاً حرام اور معاشرہ کے لیے مہلک زہر سمجھتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

''اِسلام کا معاشرتی نظام'' یعنی ''پڑوسیوں کے حقوق'' (حصہ اوّل)

مولانا مفتی نظام الدین شامزئی (اُستاذِ حدیث ونگران شعبۂ تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: درج نہیں۔ پتا: اِدارہ دعوتِ اِسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، شرف آباد سوسائٹی، کراچی۔

زیرِ نظر کتاب ایک عربی رسالہ ''حق الجار'' کا ترجمہ ہے، جو ایک مصری عالم طٰہٰ عبداللہ عفیفی کی تصنیف ہے۔ کتاب چونکہ اہم معاشرتی مسائل پر مشتمل تھی اور عموماً اس سلسلہ میں تساہل، سستی اور غفلت و بے پرواہی کا مظاہر کیا جاتا ہے، اس لیے بعض حضرات کے متوجہ کرنے پر جناب مفتی نظام الدین شامزئی صاحب نے اس کی اہمیت و اِفادیت کے پیشِ نظر اس کا ترجمہ وتشریح کرنا شروع کردی۔ مضامین کی عمدگی اور زبان کی سلاست کے تحت راقم الحروف نے اسے ''بینات'' میں دینا شروع کردیا، جسے بحمداللہ! خوب خوب قبولیت حاصل ہوئی، جسے بعد میں اِدارۂ ہذا نے الگ کتاب کی شکل میں شائع کیا، مگر یہ اس سلسلہ کا حصہ اوّل ہے۔

کتاب کے مضامین کی قبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی شش ماہی میں کتاب کا یہ دُوسرا ایڈیشن ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ایک صاحبِ دِل نے جناب مفتی صاحب ہی کے نام سے شائع کرایا تھا، اب بھی مکتبوں سے دستیاب ہے۔

اُمید ہے عوام وخواص اس سے خوب سے خوب تر فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ کتاب علماء اور عوام دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۳ھ)

الاسلام

جناب حسام اللہ شریفی۔ صفحات: ۱۱۲۔ پتا: جمعیت دعوت و تبلیغ، ۱۱-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

زیرِ نظر کتابچہ کا نقطۂ نظر دعوت ہے، جو ابتدائی نگارشات کے بعد دس آیات اور چالیس احادیث کی تشریح پر مشتمل ہے۔ مضامین عمدگی اور دردمندانہ اصلاح کا مظہر ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

دینی دعوت کے قرآنی اُصول

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدفیضہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۱۳۲۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ قیمت (مجلد): ۲/۲۵ روپے۔ پتا: مجلس معارف القرآن، دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت موصوف نے آیتِ دعوت: ''اُدع الی سبیل ربک'' (۱) کو اس طرح پھیلایا کہ اس سے دعوت و تبلیغ کے ۷۲ سے زیادہ اُصول نکل آئے۔ پھر ان اُصولِ دعوت کو اس طرح مرتب فرمایا کہ دعوت و تبلیغ ایک مستقل فن بنتا چلا گیا۔ پھر نہ دُور از کار تاویل، نہ تعسف نہ تکلف، اوّل سے آخر تک ایک بے ساختگی، سلاست اور سادگی، اندازِ بیان اِس قدر حکیمانہ کہ کتاب صرف اُصول و قواعد کا مجموعہ نہیں رہی، بلکہ سراپا دعوت و تبلیغ بن گئی۔ (متع اللہ المسلمین بطول بقاءہ)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

اُصولِ دعوت و تبلیغ

اِفادات: مولانا عبدالرحیم صاحب دہلوی۔ مرتبہ: مولانا نور محمد چندینی۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ا روپیہ۔ پتا: کتب خانہ رحیمیہ، اُردو بازار، جامع مسجد دہلی نمبر ۶۔

یہ ایک تقریر ہے جو موصوف نے مدرسہ حسینیہ تاؤلی، ضلع مظفرنگر کے جلسہ میں کی، جسے ان کے ایک مخلص مولانا نور محمد صاحب نے قلم بند کیا اور مقرر کی نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا۔ اس میں اِرشادِ خداوندی ''اُنـا

(۱) النحل: ۱۲۵

نحن نزلنا الذکر وانّا له لحفظون''(۱) کی روشنی میں بتلایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم اور دیگر علوم شرعیہ کی حفاظت کا جو وعدہ اس آیت میں فرمایا ہے، اس کا ظہور کس شکل میں ہوا؟ اسی ذیل میں علمائے اُمت کی خدمات، اُن کے فضائل اور معاہد دینیہ کی ضرورت کا بیان آیا ہے۔ نیز واضح کیا گیا ہے کہ دعوت و تبلیغ کے عظیم الشان کام سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پختہ علم اور گہری بصیرت درکار ہے اور۔موصوف کے بقول۔معروف تبلیغی جماعت میں علماء سے استغنا اور دینی مدارس سے بے اعتنائی کا جو مخفی ذہن پرورش پا رہا ہے، اُس پر تنقید کی گئی ہے۔تنقید کا لہجہ خواہ کتنا خیر خواہانہ اور ناصحانہ ہو، مگر اس میں تلخی کی آمیزش بہرحال ہو ہی جاتی ہے، زیرِ نظر تقریر بھی اس سے خالی نہیں...!

تبلیغی نقل وحرکت کے آثار و برکات اب کسی دلیل کے محتاج نہیں رہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگانِ خدا کو فسق آلود دامن نچوڑ کر رشکِ ملائکہ بن جانے کی توفیق اسی کی برکت سے ہوئی۔ اس لیے اگر بعض کم فہموں سے بے اُصولی سرزد ہوتی ہے تو اس کی اِصلاح ضرور ہونی چاہیے، لیکن یہ احتیاط شدّت سے ملحوظ رہنی چاہیے کہ اس سے دعوت وتبلیغ کا کام متأثر نہ ہو۔ ہماری رائے میں اِصلاح کا کام نجی ذرائع سے ہی ہوسکتا ہے، اس کے لیے اسٹیج اور پریس کا استعمال مفید نہیں، بلکہ مضر ہوگا اور ''**اعجاب کل ذی رای برایه**'' میں اس سے اضافہ ہوگا۔مثل مشہور ہے کہ پانی سے کسی نے پوچھا تھا کہ تم لکڑی کو کیوں نہیں ڈبوتے؟ اس نے کہا: مجھے حیا آتی ہے کہ جسے میں نے خود پروان چڑھایا، اسی کو غرق کروں۔جن مخلصین کی قربانیوں سے دعوت و تبلیغ کا کام چمکا۔اور صاحبِ تقریر اور ان کے رُفقاء کا شمار بھی ان ہی میں ہے۔انہیں اِصلاح کے لیے ایسی تدابیر اختیار نہیں کرنی چاہئیں جن سے سانپ مرنے کے بجائے لاٹھی ٹوٹ جائے!''**ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثًا**''(۲)

ہم تبلیغی احباب سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ جس طرح فضائل کی کتابوں کا مذاکرہ کرتے ہیں، اس کتاب کا بھی مطالعہ بلکہ مذاکرہ کریں، اور جن قابلِ اِصلاح اُمور کی نشان دہی اس میں کی گئی ہے، ان کی اِصلاح کریں، اور تلخی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں کہ داروئے شفا کی تلخی اور نشترِ جراح کی چبھن بہرحال گوارا کی جاتی ہے: ''شفا بایدت داروئے تلخ نوش۔''

بالخصوص جماعت کے ذی اَثر ذمہ دار بزرگوں کا فرض ہے کہ اس کام میں لگنے والے سعادت مندوں کو اِفراط وتفریط سے بچانے کی ہرممکن کوشش کریں۔کام کے پھیلاؤ سے زیادہ اس کی گہرائی مطلوب ہے۔ تبلیغی نقل وحرکت کی یہ مخصوص شکل اُصول کی پوری پابندی کے ساتھ بلاشبہ مفید اور ضروری ہے، اور یہ کام جتنا

(۱) الحجر:۹ (۲) النحل:۹۲

پھیلے گا، اُمت میں اتنی ہی خیر پھیلے گی۔ لیکن سب کچھ اسی کو سمجھ لینا اور دینی خدمت کے باقی شعبوں کو ''کچھ یوں ہی سا'' خیال کرنا تبلیغی کام میں رُسوخ کی نہیں، تنگ نظری کی علامت ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ)

دعوت و تبلیغ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۴۵۶۔ قیمت (مجلد اعلیٰ کاغذ): ۴۰ روپے۔ (چارسدہ کاغذ): ۳۶ روپے۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ریلوے روڈ، ملتان۔

ان صفحات میں یہ ذکر آچکا ہے کہ ''اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان'' نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرۂ کے مواعظ شریفہ کی ترتیب و تدوین کے ساتھ اِشاعت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس سلسلہ کی زیرِ نظر جلد نمبر: ۱۳ ''دعوت و تبلیغ کی اَہمیت و ضرورت اور اس کے اَحوال و آداب'' سے متعلق ہے، جو مندرجہ ذیل آٹھ مواعظ پر مشتمل ہے:

۱:...الدعوة الی اللہ، ۲:...آدابِ تبلیغ، ۳:...تواصی بالحق، ۴:...تواصی بالصبر، ۵:...تبلیغ، ۶:...اِتباعِ علماء، ۷:...التبشیر (آدابِ اِصلاح)، اور ۸:...الاستقامت۔

ناشرین نے اِس سلسلہ کو مفید سے مفید تر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جگہ جگہ عنوانات قائم کرکے مضامین کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور کتاب کی طباعت و تجلید میں بھی خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اِس بابرکت سلسلہ سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

اِصلاحِ اِنقلابِ اُمت

حکیم الامت مجدِّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۳۱۰۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: اِدارۃ المعارف، دارالعلوم، کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

''اِصلاحِ اِنقلابِ اُمت'' حضرت حکیم الامت مجددُ الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

کی وہ عدیم النظیر تالیف ہے، جس میں شریعتِ مطہرہ کا شفاف آئینہ سامنے رکھ کر اُمتِ اِسلامیہ کے ایک ایک داغ کی نشان دہی اور اس کے سر سے پاؤں تک کے اَمراض کی نہ صرف تشخیص فرمائی گئی ہے، بلکہ ہر مرض کے اسباب وعلل کی تشریح کرتے ہوئے اس کے لیے نسخۂ شفا بھی تجویز فرمایا گیا ہے۔ تمہید میں کتنے درد کے ساتھ فرماتے ہیں:

''افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ جس مرتبہ کا انقلابِ عظیم آحادِ اُمت میں واقع ہوا ہے۔

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق ومغرب خراب

اس اِنقلاب کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہاتھ میں ایک کتاب تفاصیلِ اَحکامِ شرعیہ کی لے لیجیے اور ایک نظر سے ایک ایک حکم جزئی کو دیکھتے جایئے اور ایک نظر سے کسی غیر مطیع اُمتی کی ایک ایک حالت کو -جو اس جزئی کا محمل اور متعلق ہے- دیکھتے جایئے! تو ایک حیرتِ عظیم ہوگی کہ یا اللہ! ان حالتوں کے مرتکب کو کیا ان اَحکام سے کچھ مس معلوم ہوتا ہے؟''

اُمتِ اِسلامیہ کی نشو ونما اور صحتِ مزاج کی نمایاں علامت یہ ہے کہ اس کا ہر عمل حق تعالیٰ کے نازل کردہ دِین اور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے تابع ہو، اس کی زندگی کا ہر نقشہ حدودِ الٰہی کے مطابق ہو، اور جب یہ دیکھا جائے کہ اُمتِ مرحومہ کا کوئی فرد اپنے کسی عقیدہ وعمل میں دِینِ رحمت اور ہدایتِ ربانی سے پہلو تہی کرتے ہوئے ہوائے نفسانی کی پیروی کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ مزاج فاسد اور ذہنیت مریض ہے۔ یہی وہ اِنقلابِ اُمت ہے جس کی اِصلاح کا فریضہ علمائے ربانیین اور مجدّدینِ اُمت ہمیشہ انجام دیتے رہے ہیں۔

ہمارے دور میں یہ ''اِنقلاب'' جس شدّت کے ساتھ ظہور میں آیا، اس کی نظیر قرونِ سابقہ میں نظر نہیں آتی۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے زیرِ نظر کتاب ''اِصلاحِ اِنقلابِ اُمت'' میں اس فساد کی اِصلاح کا واقعتاً کامل ومکمل نصاب تجویز فرمایا ہے۔ سب سے پہلے اُمت کے اَمراضِ کلیہ اور اُن کے اَسباب و علامات کی تشریح فرماکر اس کی اِصلاح کے لیے عوام وخواص، خواندہ ونا خواندہ اور مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ دستور العمل تجویز فرمایا۔ یہ مختصر سا نسخۂ شفا (جو کتاب کے قریباً دس صفحات پر محیط ہے) اس قدر جامع اور نافع ہے کہ فکرِ اِصلاح کے ساتھ اس کا استعمال کیا جائے تو ان شاء اللہ! پوری اُمت کی اِصلاح کے لیے کافی وشافی ہوگا۔ تاہم حضرت حکیم الامتؒ نے صرف اس کلیاتی اور اِجمالی بیان پر اِکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت، معاملات اور اخلاق کے ایک ایک شعبہ کی باریک سے باریک

جزئیات کی نشان دہی بھی فرمادی ہے، جن میں اُمت سے کوتاہیاں سرزد ہورہی ہیں۔ زیر نظر حصہ اوّل صرف عبادات پر مشتمل ہے، اوراس کے اہم ابواب یہ ہیں: قرآنِ کریم کے حقوق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، نذر، فدیہ، صدقۂ نافلہ، تبرعات، اَحکامِ مرض، اَحکامِ میت، وصیت، اَحکامِ سفراور تعلیم وتعلّم۔

ان ابواب پر ہی ایک نظر ڈال لینے سے کتاب کی جامعیت وافادیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا یہ اِصلاحی نصاب کسی زمانہ میں ماہنامہ ''القاسم'' دیوبند میں قسط وار شائع ہواتھا ع

اذ الناس ناس والزمان زمان!

اور بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوا،لیکن کچھ عرصہ بعد ایسا نایاب ہوا کہ تلاشِ بسیار کے بعد اس کا ایک نسخہ تک فراہم کرنا مشکل ہوگیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ مولانا محمد تقی عثمانی کو جزائے خیر دیں کہ انہوں نے اس گوہرِ نایاب کی اِشاعت کا اِہتمام کرکے اہلِ علم کو خصوصاً اور اہلِ اِسلام کو عموماً ممنون فرمایا۔ احسن اللہ جزاءھم!

طبعِ جدید میں ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے، جگہ جگہ پیراگراف بنائے گئے ہیں، قرآن مجید کی آیات اور عربی اشعار کا ترجمہ دیا گیا ہے۔ بہرحال! اس نفیس ترین کتاب کا ایک حصہ مدّت کے اشتیاق واضطراب کے بعد دیکھنا نصیب ہوا، خدا کرے دُوسرا حصہ بھی جلد شائع ہوجائے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ علم اور مصلحینِ اُمت اس کی قدر کریں گے اوراسے حرزِ جان بنائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ)

وحدتِ اُمت

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت (قسم اوّل): ۸۰ پیسے۔ (قسم دوم): ۶۰ پیسے۔ ناشر: مکتبۃ المنبر، جناح کالونی، لائل پور۔

اُمت کا اِتحاد کتنی بڑی نعمت ہے، اس کے لیے کن تدابیر کو اِختیار کرنا چاہیے اور کن اُمور سے وحدتِ اُمت میں شگاف پیدا ہوتا ہے؟ یہ سوالات تو اس کتابچہ کا اصل موضوع ہیں، مگر ضمنی طور پر دیگر قیمتی افادات بھی آتے گئے ہیں۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات، وعظ وارشاد اور درس واِفتاء سے

اُمت کو بے حد نفع ہوا ہی ہے، مگر زیرِ نظر رسالہ میں جس سوز وگداز اور حکمت وبصیرت سے انبیاء علیہم السلام کے اُصولِ دعوت الی اللہ کی وضاحت فرمائی ہے، وہ ایک منفرد شان رکھتی ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ زیرِ نظر رسالہ حضرت موصوف کے حکیمانہ تجربات کا بہترین خلاصہ ہے۔

یہ رسالہ دراصل ایک تقریر تھی جسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا تھا اور حضرت کی نظرِ ثانی کے بعد اسے شائع کیا گیا ہے، اور یہ سب کچھ جناب مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف (مدیر ''المنبر'') کی مساعیٔ جمیلہ سے ہوا ہے۔ فجزاہ اللّٰہ تعالیٰ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ)

اُمت کے اِختلاف میں اِعتدال واِنصاف

مولانا حکیم انیس احمد صدیقی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: مجلس اِشاعت اسلام، صدیق نگر، ٹاؤن شپ روڈ، لاہور۔

اِسلام اُمتِ مسلمہ کو اِتفاق واِتحاد کی دعوت دیتا ہے، مگر اُمت مختلف ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے بڑی دِل سوزی سے اس اختلاف کی حدود کو مٹا کر اُمتِ واحدہ بننے کی دعوت دی ہے۔ مصنف کی کوشش مبارک ہے، مگر ہمارے خیال میں ''وحدتِ اُمت'' کا بنیادی نقطہ وحدتِ مقصد ہے، اور وہ ہے ''دعوت الی اللہ'' یہی وحدتِ اُمت کی رُوح ہے، اسی پر اُمت، اُمت بنی اور اسی پر جمع ہوسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)

تمام اَقوامِ عالم کو دعوتِ فکر

مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری۔ صفحات: ۶۳۔ قیمت: ۷/۵۰ روپے۔ پتا: ملک سنز، تاجران وناشران کتب خانہ بازار، فیصل آباد۔

زیرِ نظر رسالہ ایک اِصلاحی جذبہ کے تحت تصنیف کیا گیا ہے، جس میں نہایت ہی اِخلاص اور دِل کی گہرائی سے اس کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ ہرانسان اپنی روزمرّہ زندگی کے بارہ میں سوچے کہ میں جس طریقہ سے اپنی زندگی گزار رہا ہوں! یہ طریقہ موت کے بعد کامیابی کا ذریعہ بنے گا، یا ناکامی کا؟ اور جس دِین

پر ہوں، وہ دِین اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دِینِ حق کون سا ہے، جس کو اَپنا کر اپنی نجات کا سامان کیا جاسکے؟ کتابت، طباعت اور کاغذ معیاری ہے۔ رسالہ بلا اِمتیاز ہر فرقہ اور طبقہ کے افراد کے لیے حد درجہ مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ)

رُوحِ اِسلام

ڈاکٹر صاحب زادہ محمد حسین انصاری للّٰہی۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: ادارہ معارف الاسلام، آستانہ عالیہ چشتیہ قادریہ، گوجرخان۔

ڈاکٹر صاحب قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں، اور موجودہ اِلحاد و بے دِینی کے دور میں اُمتِ مرحومہ کی ناگفتہ بہ حالت پر مضطرب ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

موصوف نے زیرِ نظر رسالہ میں اپنے اِحساسات کو اَلفاظ کا جامہ پہنا کر واضح کیا ہے کہ ایمان و اِسلام کا تحفظ اور بچاؤ صرف اور صرف تعلق مع اللہ سے ممکن ہے، اس کے علاوہ قربِ قیامت میں رُونما ہونے والے فتنوں سے بچاؤ کی صرف یہی صورت ہے کہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے اور ذِکرِ اِلٰہی سے دِل کی دُنیا کو آباد رکھا جائے اور نت نئے اُٹھنے والے فتنوں کی طرف توجہ نہ دی جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

الانتباھات المفیدہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، مکران، ضلع بلوچستان۔

''الانتباھات المفیدہ عن الاشتباھات الجدیدۃ''- ان شبہات کے حل میں جو جدید طبقہ کو پیش آتے ہیں- نہایت نفیس رسالہ ہے، جس میں سب سے پہلے سات اُصولِ موضوعہ ذِکر کیے گئے ہیں، اس کے بعد سولہ عنوانات کے تحت تمام جدید شبہات کا جواب سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ یہ رِسالہ ایسا ہے کہ نہ صرف پڑھے لکھے مسلمان اس کا مطالعہ کریں، بلکہ ضرورت ہے کہ اس کا باقاعدہ درس دیا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

شامتِ اَعمال

حضرت حافظ ڈاکٹر تنویر احمد صاحب۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دفتر مجلس صیانۃ المسلمین، مدرسہ تعلیم القرآن اشرفیہ واختریہ، اقبال کالونی، لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدرآباد۔

موجودہ حالات میں مسلمانوں کی زبوں حالی، آپس کا اختلاف وافتراق، بغض وعناد، عصبیت وجہالت کے مظاہرے، قتل، ڈکیتی، خون ریزی، ایک مسلمان کا دُوسرے مسلمان کے ہاتھوں قتل ہونا، آئے دِن فسادات کا رُونما ہونا، اندرونی اور بیرونی خلفشار کی کیفیت نے ہر دردمند دِل اور صاحبِ ایمان کو بے چین کر رکھا ہے۔

اس کے اسباب کیا ہیں اور اس کا تدارک کیونکر ہوسکتا ہے؟ یہ دو اہم سوال ہیں جن کے جوابات ہر شخص اپنی اپنی سوچ کے مطابق دینے کی کوشش کرتا ہے، مگر اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی ہدایات کی روشنی میں اس کا مختصر جواب ہے: ''شامتِ اَعمال'' اور اس صورت سے چھٹکارا کی واحد شکل ہے: ''اپنے اعمال کی اِصلاح اور اپنا محاسبہ!'' زیرِ نظر رسالہ اسی نقطہ کی تفسیر وتشریح ہے، جسے حضرت مولانا مسیح اللہ خان مدظلہ کے خلیفہ ارشد جناب ڈاکٹر حافظ تنویر احمد مدظلہ نے نہایت دردِ دِل سے اپنی فکر کو اس میں سمودیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

راہ نما

جناب ظفر محمود شیخ۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: گرین گائیڈ اکیڈمی، ضمیرالدین میموریل آرگنائزیشن، ڈی ۱۱۲، سائٹ، کراچی۔

یوں تو پاکستان میں بہت سارے ایسے اِدارے اور انجمنیں ہیں جو حتی المقدور تعمیرِ اخلاق کی مقدس کوششوں میں مصروف ہیں، اور کسی حد تک تصنیفی شعبہ میں سیرت واَخلاق کے ہمہ گیر موضوع پر کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے بھی کچھ تحریری سرمایہ ہونا چاہیے! اس سلسلہ میں ''ضمیرالدین میموریل'' اور ''گرین گائیڈ اکیڈمی'' قابلِ صد مبارک باد ہیں کہ اُنہوں نے مقدس اَنبیاء علیہم السلام کے واقعات آسان، عام فہم، دِلچسپ اور سادہ زبان میں مرتب کرائے ہیں۔ اِس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اکابر کی تحریروں کو ہم کافی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مفتیٔ

اعظم پاکستان جناب مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی مدظلہ لکھتے ہیں:

''آپ بازاروں میں کتابوں اور رسالوں کی دُکانیں دیکھیے! وہ فحش لٹریچر سے اَٹی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہاں بچوں کا لٹریچر بھی ملتا ہے، لیکن وہ جاسوسی کہانیوں اور جن و پریوں کے قصوں سے پُر ہیں۔ یہ قصے بچوں کو حقائق سے نکال کر فرضی تخیلی زندگی کی راہوں میں ڈال دیتے ہیں۔

''ضمیر الدین میموریل آرگنائزیشن'' قابلِ مبارک باد ہے کہ اُنہوں نے بچوں کے لیے اَنبیاء علیہم السلام کے قصے بچوں کی زبان میں لکھوائے ہیں۔ سادہ ذہنوں پر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کی سیرتوں کا اِنعکاس پڑ گیا تو اُن کی دُنیا وآخرت بن جائے گی۔''

مولانا محمد تقی عثمانی اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''جناب ظفر محمود شیخ صاحب اور جناب محمود غزنوی صاحب نے زیرِ نظر کتاب ''راہنما'' اِسی مقصد کے لیے ترتیب دی ہے۔ زبان بہت آسان اور طرزِ بیان دِل کش ہے، جس کے ذریعہ بچے اپنی دِلچسپی برقرار رکھتے ہوئے بڑے سادہ اَنداز میں حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات سے باخبر ہوتے چلے جائیں، ان کے دِلوں میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد بھی پختہ ہوتے جائیں گے اور نیکیوں کی طرف رغبت اور بُرائیوں سے نفرت پیدا ہوگی۔''

الحمدللہ! کتاب ہر اِعتبار سے دیدہ زیب ہے۔ یہ ایک لائقِ اِعتماد اور قابلِ قدر ذخیرہ ہے جو بچوں کے علاوہ بڑوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع بنا کر قبولیتِ عامہ سے نوازے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۶ھ)

قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اَخلاق

جناب مولانا سمیع الحق صاحب (مدیر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۹۲۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ الحق، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

محبِ محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب کا مقالہ؛ جو تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کی کانفرنس۔ منعقدہ فروری ۱۹۶۸ء۔ کے لیے لکھا گیا تھا، اور جس میں بڑی خوبی کے ساتھ اِسلام کے نظریۂ اخلاق اور اس کے اُصول ومبادی کی تشریح کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ)

اخلاقِ سلف

حضرت مولانا محمد اَحمد صاحب پرتاب گڑھی دامت برکاتہم ۔صفحات: ۲۴۰۔ قیمت درج نہیں ۔ پتا: کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، پوسٹ بکس: ۱۱۱۸۲، کراچی ۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ دسویں صدی کے مشاہیر واکابر اولیاء میں سے تھے۔ان کا ایک اِصلاحی رسالہ ''تنبیہ المغترین من القرن العاشر فیما خالفوا فیہ سلفھم الطاھر'' جس میں ایک ایک عنوان کے تحت اُنہوں نے سلف صالحین اور بزرگانِ دِین کے اَقوال و اِرشادات جمع کیے ہیں، اس کا ایک قدیم ترجمہ ''اَخلاقِ سلف'' کے نام سے کسی زمانہ میں چھپا تھا (راقم الحروف کے پاس اس کا نسخہ موجود ہے) اَب حضرت مولانا محمد اَحمد صاحب پرتاب گڑھی کے قلم سے اس کی جدید تلخیص وترتیب شائع ہوئی ہے۔اس رسالہ کے بارہ میں حضرت مدظلہٗ نے بالکل بجا ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب اپنے مضامین کے لحاظ سے اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبھا الصلاۃ والتسلیمات) کے لیے ایک مہتم بالشان دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے، اور بلاشبہ اس قابل ہے کہ اس کی ایک ایک بات کو حرزِ جان بنایا جائے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

الیسریٰ؛ دِین کی آسان راہ

الحاج اخلاق احمد عثمانی ۔صفحات: ۱۰۴۔ پتا: دبستان عثمانیہ، اے/۱۳۰، بلاک سی/۱۳، گلشن اقبال، کراچی نمبر۴۷۔

جناب مؤلف کی کئی اِصلاحی کتابوں کا تعارف متعدّد بار اِن سطور میں آچکا ہے۔ زیرِ نظر تازہ ترین تصنیف میں بھی موصوف نے عامۃ المسلمین کی راہنمائی کو پیش نظر رکھا ہے، چنانچہ موصوف اپنی تالیف کے محرکات یوں بیان فرماتے ہیں:

''بے علم یا کم علم، لیکن خوفِ خدا رکھنے والے عامۃ المسلمین کی ایسی مؤثر راہ نمائی کرنا جس کے ذریعہ ضروری علمِ دِین بھی حاصل ہوسکے اور علم، اِخلاص اور فکرِ آخرت کی توفیق بھی نصیب ہوسکے۔''

کتاب میں مندرجہ مضامین کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الیسریٰ یعنی دِین کی وہ آسان راہ جو اِنسان کی فطرت وساخت اور اس کی جبلت کے عین مطابق

ہے؛ اس کی پیروی کرنا لوگوں کے لیے آسان اور سہل ہو جائے اور دُنیا و آخرت کے فوز و فلاح سے محروم نہ رہیں بلکہ دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔“(۱)

غرض موصوف کی یہ کتاب ”الدین یسر“ کی ایک جھلک ہے۔

دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لیے متلاشیانِ حق کو جس راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، زیرِ نظر تالیف اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حسبِ معمول یہ کتاب بھی مندرجہ بالا پتے سے مفت طلب کی جا سکتی ہے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، صفر ۱۴۰۷ھ)

اُصولِ زندگی

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: عوامی کتاب گھر، متصل مسجد حق نواز، بنوں۔

زیرِ نظر کتابچہ میں حضرت درخواستی مدظلہٗ کے اِرشاد فرمودہ ۱۰۰ اُصولِ زندگی درج ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے: دس فرائض طالب علموں کے، دس اساتذہ کے، دس مبلغین کے، دس مجاہدین کے، دس سالکین کے، دس مرشدوں کے، دس وزیروں کے، دس سربراہانِ مملکت کے، دس ماں باپ اور اولاد کے اور دس میاں بیوی کے۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

اسلامی زندگی کے راہنما اُصول

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب۔ ترجمہ وتشریح: مولانا زاہد الراشدی صاحب۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ پتا: دفتر جمعیت علمائے اِسلام، رنگ محل، لاہور۔

عربی رسالہ ”الاصـــــول“ (جس کا تعارف ”بینات“ کے کسی گزشتہ شمارہ میں آچکا ہے) کا ترجمہ و تشریح۔

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ)

(۱) ص:۲

اِسلامی تہذیب

حضرت مولانا عبدالکریم قریشی دامت برکاتہم۔صفحات:۹۴۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مدرسہ عربیہ سراج العلوم، بیرشریف، لاڑکانہ۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب (بیرشریف، لاڑکانہ) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کے تقویٰ، طہارت اور تصلّب فی الدین کی دُنیا معترف ہے۔آپ بیک وقت متبعِ سنت شیخ، اکابر کے علوم ومعارف کے امین اور اسلاف کی روایات کے پاسبان ہیں۔

زیرِ نظر کتاب درحقیقت حضرت مولانا موصوف کی ایک تقریر ہے جو ۲۱ راگست ۱۹۸۶ء کو امروٹی مسجد لاڑکانہ میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمائی تھی، جس کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر حضرت کے متعلقین اور ''علمی مجلس سندھ'' کے اَربابِ حل وعقد نے اُمتِ مسلمہ کے نفع کی غرض سے اسے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے، اور موضوع کی مناسبت سے ذیلی عنوانات قائم کرکے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔

کتاب میں جہاں بزرگانہ عظمت اور عالمانہ رنگ نمایاں ہے، وہاں اُمتِ مسلمہ کو اَپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی کے لیے موجودہ دور کے فتنوں سے اِجتناب اور اُن کی سرکوبی کے لیے خوب متوجہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حضرت کے علوم وفیوض سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق بخشیں۔آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۵ھ)

اِسلامی تہذیب وتمدن

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند)۔صفحات:۳۲۰۔ قیمت (مجلد):۲۷ روپے۔ پتا: اِدارۂ اسلامیات، ۱۹۰-انارکلی، لاہور۔

اِسلام نے مسلمانوں کے لیے غیرقوموں کی مشابہت کو ممنوع قرار دیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی مشہور ہے:

''من تشبّہ بقوم فھو منھم''(۱)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے۔''

(۱) رواہ احمد وابو داؤد، مشکاۃ المصابیح ص:۳۷۵، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔

زیرِ نظر کتاب میں (جو نصف صدی پہلے لکھی گئی تھی، اور جو "التشبہ فی الاسلام" کے نام سے بارہا چھپی ہے) اس مسئلہ کے حدود اور جزئیات کو اتنی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کہ اس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ کتاب پر حکیم الامت حضرت تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ اور دیگر اکابر کی تقریظات ہیں۔ یہاں حضرت حکیم الامتؒ کی تقریظ تبرکاً نقل کی جاتی ہے۔

انگریزی تہذیب وتمدن۔ جس کی اِصلاح کے لیے یہ رسالہ لکھا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ آزادی کے بعد بھی ہم پر مسلط ہے، بلکہ آزادی کے بعد شاید اس میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ رسالہ مسلمان قائدین کے ہاتھوں میں پہنچے اور وہ مسلم قوم کو انگریزی تہذیب ومعاشرت کی لعنت سے نکالنے کی تدابیر کریں۔ واللہ الموفق!

"بعد الحمد والصلاۃ! اس احقر نے رسالہ ہٰذا کو حرفاً حرفاً دیکھا۔ ایک ایک حرف کے ساتھ قلب میں سرور اور آنکھوں میں نور بڑھتا جاتا تھا۔ تشبہ کا مسئلہ ایسا مکمل ومفصل ومدلل لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ جن لطائف تک ذہن جانے کا احتمال تک نہ تھا، وہ منصۂ شہود پر آگئے۔ بعید سے بعید شبہات تک کا قلع قمع کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ رسالہ کو نافع ومقبول فرماکر اس کلم طیب کے عموم میں داخل فرمائے، جس کی شان میں: "الیہ یصعد الکلم الطیب" (۱) (اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے) وارِد ہے، اور صاحبِ رسالہ کو اس جماعت میں داخل فرمائے جس کی شان میں: "وھدوا الی الطیب من القول وھدوا الیٰ صراط الحمید" (۲) (ان کو کلمہ طیب کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس کے راستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائقِ حمد ہے) وارد ہے۔

اشرف علی

لمنتصف جمادی الاخریٰ ۱۳۴۸ھ

اضافہ در تقریظ:

اوّل اصل رسالہ کو دیکھا گیا جس کا عالمانہ ہونا اصل تقریظ میں ظاہر کیا ہے، اس کے بعد مقدمہ اور خاتمہ کو دیکھا، ان کی نسبت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ مقدمہ اگر عالمانہ ہے تو خاتمہ عاشقانہ! پس اس بنا پر مجموعہ رسالہ عالمانہ بھی ہے اور عاشقانہ بھی، اس لیے اصل تقریظ کی دُعا کو پھر دہراتا ہوں۔

اشرف علی

لاوائل شعبان ۱۳۴۸ھ۔"

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

(۱) فاطر: ۱۰ (۲) الحج: ۲۴

اِسلامی زندگی

جناب حاجی امیرالدین صاحب (ملتان)۔ صفحات: ۲۴۸۔ قیمت (غیر مجلد): ۳ روپے۔
پتا: ۱:... جامعہ ربانیہ، ملتان ۲:... مکتبہ اِمدادیہ، نزد خیرالمدارس، ملتان۔

بچوں کی نفسیات کی فہم، اُن کی تعلیم و تربیت کا طویل تجربہ اور ان کی اصلاح کا خاص ذوق مصنف کو حاصل ہے۔ موصوف نے مکتبی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اِسلام کے ضروری عقائد و اعمال اور اخلاق کا بہت ہی عمدہ اور مفید مجموعہ مرتب فرمایا۔ کئی مکاتب میں داخلِ درس ہے، اور ہونی چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

کیا آپ موت کے لیے تیار ہیں؟

جناب محترم نثار احمد خان فتحی (خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ)۔ صفحات: ۱۷۶۔
قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ڈی ۴۳۷، گارڈن ایسٹ، لسبیلہ، کراچی۔

موت ایسی حقیقت ہے کہ اس سے کسی مسلمان و کافر اور منکرِ خدا کو بھی اختلاف نہیں، البتہ اہلِ ایمان اس کے ساتھ مابعد الموت کی زندگی کے بھی قائل ہیں، اور اس کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ جب کہ مشرک و کافر اور بے خدا قومیں موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے، اس لیے وہ اس کی تیاری بھی نہیں کرتے۔

زیرِ نظر کتاب میں اہلِ ایمان کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر ہمارا ''بعث بعد الموت'' پر اِعتقاد و یقین ہے تو ہم نے اس کے لیے کچھ توشۂ اعمال اور زادِ راہ بھی تیار کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو شاید ہم موت کے لیے تیار نہیں ہیں!

اِس مناسبت سے کتاب میں موت کی تیاری، عذابِ قبر کے واقعات، توبہ اور اس کی اقسام کو نہایت مؤثر انداز سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کی بعض فروگزاشتوں سے متعلق مرتب موصوف سے عرض کر دیا گیا ہے، اُمید ہے آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

کتاب یوں تو عوام و خواص سب کے لیے بے حد مفید و مؤثر ہے، مگر خصوصاً وہ لوگ جو رِقّتِ قلب سے محروم ہیں، ان کے لیے یہ کتاب تریاق سے کم نہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۲۰ھ)

موت کے عبرت انگیز واقعات

مولانا عبدالمؤمن فاروقی۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ ناشر: دار الفکر، کراچی۔

عام طور پر لوگ خواب کی باتوں کو سراسر وہم وخیال اور نا قابلِ اعتبار چیز خیال کرتے ہیں، یہ بات صحیح نہیں! ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کا خواب قابلِ اعتبار بھی نہیں ہوتا۔ شریعتِ اسلامیہ میں سچے خوابوں کو ایک خاص مقام عطا کیا گیا ہے اور انہیں رُؤیا صادقہ کے نام سے نبوّت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی اس کی شہادت میں نقل فرماتے ہیں:

"عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه أنّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: "رؤيا المؤمن جزءٌ من ستة وأربعين جزءًا من النبوة."(۱)

امام سیوطیؒ نے بھی خوابوں کی تعبیر کے سلسلہ میں مشہور بزرگ حضرت عبداللہ بن سیرینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: مردہ خواب میں آ کر کچھ بیان کرے، اسے سچ جاننا چاہیے، کیونکہ اب وہ سچے گھر کا باشندہ ہوگیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے تمام واقعات عالمِ برزخ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ موت کے بعد سے قیامت تک کے زمانہ کو "برزخ" کہتے ہیں۔ "برزخ" کے لغوی معنی پردہ اور آڑ کے ہیں، چونکہ یہ زمانہ دُنیا اور آخرت کے درمیان ایک آڑ ہوتا ہے، اس لیے اس کو "برزخ" کہتے ہیں۔ کتاب کے مصنف مولانا عبدالمؤمن صاحب فاروقی برصغیر کے مشہور عالمِ دین امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ موصوف کی متعدد دینی وعلمی تصنیفات ہیں، جن میں سے اکثر شائع ہوچکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی دراصل آپ کا ایک اہم مضمون تھا، جسے بعد میں کتاب کی شکل دی گئی اور اس کا نام "برزخ کی باتیں" تجویز کیا تھا، اور اسی نام سے اب تک شائع ہوتی رہی، مگر اب اس ایڈیشن میں اس کو مزید جاذبِ توجہ بنانے کے لیے "موت کے عبرت انگیز واقعات" کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔

اس کتاب میں کتبِ معتبرہ کے حوالہ سے صرف ان تاریخی اور سچے واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے، جن میں اس دُنیا سے جانے والوں نے زبانِ حال سے یا کسی دُوسرے شخص کو خواب میں آ کر عالمِ برزخ کے احوال بیان کیے ہیں اور بعض مخصوص اعمال کی سزا وجزا کا انکشاف کیا ہے۔ ان سبق آموز واقعات کو پڑھنے سے دل میں خوف ورجا کی ایک ایسی ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جس کے ذریعہ نیک اعمال کی توفیق اور

(۱) جامع الترمذي، الجزء الثاني، ص: ۵۳، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

بُرے کاموں سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موت کے تذکرے اور اس کی یاد سے دِل میں نرمی، آخرت سے اُنس اور دُنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا ایک ایسا یقین پیدا ہو جاتا ہے، جس سے بہت سے گناہوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ احباب کتاب خرید کر مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ)

موت کا منظر؛ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

خواجہ محمد اِسلام۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: تبلیغی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور۔

خواجہ محمد اِسلام صاحب کی مرتب کردہ یہ مشہور کتاب درج ذیل آٹھ حصوں پر مشتمل ہے:
موت کا منظر... احوالِ برزخ... احوالِ قیامت... احوالِ جہنم... جنت کے نظارے... ایمان پر اخلاقی جرائم کا اَثر... علاماتِ قیامت... سچے موتی (حکیمانہ اَقوال)۔

''موت کا منظر'' میں دُنیا کی بے ثباتی کے متعلق اَحادیث، نیک اور بدلوگوں کی حالتِ نزع کے واقعات، اور ''تجہیز الاموات'' کے عنوان سے میت کی تجہیز وتکفین کے شرعی مسائل آٹھ فصلوں میں ذِکر کیے گئے ہیں۔ اِس دُنیا میں موت سے کسی کو مفر نہیں، یہ گھاٹی ہر شخص کو بہرحال عبور کرنی ہے، اور اس زندگی کے نیک وبداَعمال کے مطابق ہر شخص کو موت اور موت کے بعد حالات کا سامنا کرنا ہوگا۔
زیرِ نظر کتاب بہت ہی عبرت آموز ہے، جسے پڑھ کر اَگلی زندگی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر شخص اس کا عبرت وموعظت کی نیت سے مطالعہ کرے اور مساجد اور گھروں میں مسلسل سنائی جاتی رہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۷ھ)

سفرِ آخرت

اعجاز احمد سنگھانوی، ایم اے۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: کتب خانہ انور شاہ، ۶۸۲/بی، حضرت عثمان غنیؓ روڈ، کورنگی ٹاؤن شپ، کراچی نمبر ۳۱۔

اِنسانیت موت کے دروازہ پر ہے مگر نامعلوم کیوں تیاری کا احساس نہیں؟ موت ایک حقیقتِ ثابتہ اور

عقیدۂ "بعث بعد الموت" اسلامی عقائد میں ایک نمایاں اختصاص کا مالک ہے۔ مؤمن اس کا قائل اور کافر اس کا منکر ہے۔

موت بہر حال آنی ہے، آغوشِ لحد میں بالآخر جانا ہے، مگر کامیاب وکامران ہے وہ شخص جو اس کی حقیقت کو پہچان کر اس کی تیاری میں لگ گیا، اور ناکام ہوا وہ جس نے اس کو ناقابلِ التفات سمجھا۔

زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ہماری موت، نمازِ جنازہ، قبر، ایصالِ ثواب، عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت کے تفصیلی حالات ومسائل کا بیان کیا گیا ہے۔ دُوسرے الفاظ میں یہ سفرِ آخرت کا زادِ سفر ہے، جسے ہر مسلمان کو - جو عالمِ آخرت کا مسافر ہے - اپنے ہمراہ لے کر چلنا چاہیے۔ اُمید ہے اہلِ اِسلام اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

راہِ نجات

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب دامت برکاتہم۔ صفحات: ۲۳۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، کراچی۔

حضرت مولانا قاری شریف اَحمد صاحب مدظلہٗ کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ حضرت شیخ الاسلام واِمامِ اِنقلاب مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ کے تلمیذِ رشید ومسترشدِ خاص ہیں۔ آپ کے علوم ووقت میں جو برکات ہیں، بلاشبہ اس میں آپ کے اکابر اساتذہ کی دُعاؤں اور توجہات کا خصوصی اثر ہے۔ آپ ایسے موفق من اللہ ہیں کہ حفظ وتجوید کی بھرپور تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کے قلم فیض رقم سے نہایت ہی عمدہ تالیفات معرضِ وجود میں آئی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی آپ کی ان گراں قدر تصنیفات میں سے ہے جو اپنی جامعیت واِفادیت سے کئی کتب پر بھاری ہے۔

کتاب میں موت سے پہلے، موت کے وقت، بیمار کی عیادت کے آداب، توبہ، رُوح قبض ہونے، سکراتِ موت، موت کی کیفیت اور شدّت وغیرہ کے احوال اور اَحکام کو شرعی نقطۂ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ان اوقات میں مسلمان کو کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟ اس کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

کتاب میں موت اور سکرات اور مرنے کے وقت کے پیش آمدہ عبرت آموز واقعات کو اس انداز سے

بیان کیا گیا ہے کہ اس کو پڑھ کر کوئی آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس کی پذیرائی میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۹ھ)

جنت کا منظر

خواجہ محمد اِسلام۔ صفحات: ۸۰۰۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: تبلیغی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور۔

یہ خواجہ محمد اِسلام صاحب کی مرتب کردہ دُوسری واعظانہ کتاب ہے، جس میں جنت (جو اہلِ ایمان کا اصلی وطن ہے) کے حالات کے ساتھ ان اعمال کی تفصیل بھی پیش کی گئی ہے، جن پر جنت کی نعمت مل سکتی ہے یا جن کے اِرتکاب سے یہ نعمت چھن سکتی ہے۔ کتاب کے جلی عنوانات حسب ذیل ہیں:

اللہ سے محبت... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت... والدین سے محبت... میاں، بیوی کی محبت... بچوں کی تربیت... صلہ رحمی... پاک دامنی... علم و اِخلاص... رضا و توکل... خوش خلقی... صبر و شکر... سچائی، بُردباری... فروتنی... سخاوت و اِیثار... اعضاء کی حفاظت... توبہ... جہاد... خوفِ خدا... دُنیا کی مذمت اور اُس سے بے رغبتی... عبادات... ذِکراللہ... آخری منظر۔

کتاب جابجا آیات، اَحادیث، بزرگوں کے اَقوال اور گزشتہ لوگوں کے واقعات و حکایات سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۷ھ)

برزخ کی باتیں

حضرت مولانا عبدالمؤمن فاروقیؒ۔ پتا: مولانا عبدالحی فاروقی ایم اے، حرم بک ڈپو، پاٹا نالہ لکھنؤ نمبر ۳۔

اس کتابچہ میں احادیثِ طیبہ، آثارِ صحابہؓ اور بزرگانِ دِین کے خواب اور مشاہدات سے ایسے ۹۶ واقعات جمع کیے گئے ہیں، جن کا تعلق موت یا موت کے بعد کی زندگی سے ہے، اور ہر واقعہ کو اس تأثر کے زیرِ عنوان کر دیا گیا ہے، جو اس سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ دِلچسپ بھی ہے اور عبرت آمیز بھی!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

معرکۂ ایمان و مادّیت

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ ترجمہ: مولانا سیّد محمد الحسنی ندوی۔ صفحات: ۱۴۴۔ کاغذ وطباعت اعلیٰ۔ قیمت (مجلد): ۶ روپے۔ پتا: ملک برادرز تاجران کتب، کارخانہ بازار، لائل پور۔

دجالِ اکبر جس کی خبر اَحادیث میں دی گئی ہے؛ اس کے کفر ودجل کا سب سے بڑا ہتھیار مادّیت کی خوش نما دِل فریبی ہوگا، اس وقت کے تمام مادّی وسائل پر اسے پورا کنٹرول حاصل ہوگا، اور اس کے کھلے کفر کے باوجود صرف مادّی فوائد اور روٹی اور پیٹ کی خاطر اللہ کی مخلوق اس کے دامِ اِستدارج کی اَسیر ہوتی جائے گی۔

دورِ حاضر کے حالات پر نظر کی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ دجالِ اَعور کے فتنۂ دجالیت کے لیے زمین بڑی تیزی سے تیار ہورہی ہے۔ آج کی دُنیا میں تمام ممالک پر -خواہ وہ اِشتمالی ہوں یا رأسمالی، ترقی یافتہ ہوں یا ترقی پذیر، اور پھر اسلامی ہوں یا غیر اسلامی- مادّیت کا قابوس کچھ اِس طرح مسلط ہے کہ آج کا اِنسان مادّی اَغراض، سفلی خواہشات اور جسمانی تقاضوں سے آگے سوچنے سے معذور ہے۔ اس کے تمام تر علوم و فنون کا منتہائے پرواز مادّیت کی ظاہری سطح ہے۔ اِسی کا کرشمہ ہے کہ آج مذہب کی خالص مادّی تعبیر پر زور دیا جاتا ہے، اِیمان باللہ کی جگہ تسخیرِ کائنات کی دعوت، وحی ورِسالت کی جگہ سائنسی اِیجادات کی دعوت، عقیدۂ آخرت کی جگہ وسائلِ ترقی پر اِیمان...!

زیرِ نظر کتاب میں -جو مولانا ندوی مدظلہٗ کی عربی کتاب "الصراع بين الايمان والمادية" کا اُردو ترجمہ ہے- فاضل مصنف نے طوفانِ مادّیت کے اَسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے سورۃ الکہف کی روشنی میں اس زہر کے تریاق کی نشان دہی کی ہے۔ ضمناً سورۃ الکہف سے متعلقہ اَہم تفسیری، حدیثی اور تاریخی موضوع بھی زیرِ بحث آئے ہیں۔ بعض اُمور میں مصنف محترم کے نقطۂ نظر سے اِتفاق کرنا مشکل ہے، تاہم کتاب کے مطالعہ سے جہاں قرآنِ کریم میں غور وفکر کی نئی راہ کھلتی ہے؛ وہاں موجودہ ترقیٔ مادّیت اور اس کے علم برداروں کی قابلِ رحم حالت کا پورا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ ہر پڑھے لکھے شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

تازیانۂ شیطان

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت (مجلد ریگزین): ۲۸ روپے۔ قیمت (کارڈ): ۱۶ روپے۔ پتا: قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، کراچی۔

شیطان اِنسان کا ازلی دُشمن ہے، اور کسی طرح وہ اِنسان کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اس سے آگاہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ''اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا''(۱) (شیطان تمہارا دُشمن ہے، سو اُس کو اپنا دُشمن ہی سمجھو)۔ لہٰذا اس بات کی ضرورت تھی کہ شیطان کے مکروفریب اور مکائد و وساوس، حیلوں اور چالوں کا پردہ چاک کرکے انسانیت کو اس کے دامِ تزویر سے بچایا جائے۔ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے یہ مختصر مگر جامع کتاب لکھ کر اُمت کے بھولے بھٹکے انسانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ کتاب تقریباً پچپن (۵۵) سال پہلے ایک مرتبہ ان کی زندگی میں شائع ہوئی تھی، مگر قدیم مطبوعہ نسخہ میں بکثرت اغلاط تھیں، حال ہی میں مالک ''قدیمی کتب خانہ'' جناب معراج محمد صاحب نے نظرِ ثانی کرکے کتاب کی شان وشوکت میں اِضافہ کردیا ہے۔ کتابت اور طباعت ہر طرح سے معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)

اِصلاحی وتبلیغی رسائل

محمد منصور الزمان صدیقی۔ پتا: جمعیت دہلی صدیقی برادری، پاکستان ٹھٹائی کمپاؤنڈ، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔

اِس پُرفتن دور میں اِس اَمر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ دِینی ذہن سازی کے لیے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور رسائل فلاحی اِداروں کی جانب سے عام تقسیم کیے جائیں، یا بہت کم قیمت پر فروخت کیے جائیں۔ ''جمعیت صدیقی برادری'' گزشتہ دو سال سے متذکرہ بالا رسائل ایک لاکھ سے زیادہ ملک بھر میں طلبہ، خواتین اور کاروباری حضرات کو پیش کرچکی ہے۔ ماشاء اللہ! کام نہایت ہی مستحسن اور قابلِ تبریک ہے، البتہ اِس سلسلہ میں ایک بات ضرور پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ یہ کام کسی مستند اور جید عالمِ دِین کی نگرانی میں ہو، ورنہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ دانستہ یا نادانستہ ایک دیوار کی تعمیر کرتے ہوئے دُوسری دیوار کو گرادیا گیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

تاج منزل کے مطبوعہ رسائل

جناب ظہیر احمد تاج صاحب نے حسبِ ذیل مفید کتابچے شائع فرمائے ہیں، جو ان کے پتے سے مفت مل سکتے ہیں:

---

(۱) فاطر:۶

ا:...أسوۂ أسلاف (یعنی حضرت مولانا سیّد حسین أحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت مولانا أحمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اشعار)۔۲:...تدبر فی القرآن۔۳:...مسلم کی تعریف۔۴:...عصرِ حاضر اور إسلام۔ ۵:...راہِ عمل۔۶:...علم وخبر۔۷:...پھول ہی پھول (نظم)۔۸:...فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۹:...إشارات۔۱۰:...معاشیات اور إسلام۔۱۱:...مقامِ عدالت۔۱۲:...نورِ قرآن۔۱۳:...فکر و فلاح۔۱۴:...عظمتِ قرآن۔۱۵:...حمد ومناجات۔۱۶:...مقامِ شعر۔

ملنے کا پتا: ۲/۶۵، تاج منزل، ایم غزالی روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی نمبر ۲۹۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

مفتاح الحجاز فی فضائل الحفاظ
(فضائل حفاظ القرآن)

مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنی۔ صفحات: ۱۳۳۴۔ ناشر: إدارۂ اسلامیات، کراچی۔

''تقریظ''

میرے مخدوم ومحترم جناب الحاج الحافظ القاری المقری مولانا محمد طاہر رحیمی مدنی دامت فیوضہم وبرکاتہم کی تالیفِ جدید "مفتاح الحجاز" اگرچہ فضائلِ حفاظ میں ہے، لیکن عجیب وغریب نوادر کا بے مثال مجموعہ ہے۔ مرض کی وجہ سے میرا تو ہاتھ کام نہیں کرتا، اِس لیے زیادہ لکھنے سے قاصر ہوں، حق تعالیٰ شانہٗ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کے علم وعمل اور إفادات میں برکت فرمائیں اوراس کلامِ پاک کے خدام میں ان کا بھی شمار فرمائیں۔ یہ ناکارہ بھی اُمیدوارِ عنایات والطاف ہے، جناب قاری صاحب زیدلطفہٗ کے ساتھ اس کو ملحق فرماویں، بلطفہ وکرمہ ومنّہ وبرحمتہ بندہ اُمیدوارِ اِنعام محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ. فی آخر ساعة وآخر یوم من الشهر المبارک رمضان ۱۴۱۷ھ۔

فضائلِ علم وعلماء

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ صفحات: ۲۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ مدنیہ، ۱۷۰- اُردو بازار، لاہور۔

قرآن وحدیث میں علم اور علماء کے فضائل نہایت ہی شان دار حروف میں بیان کیے گئے ہیں۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ایمان کا لباس ہی علم ہے، علم کے بغیر ایمان گویا عریاں ہے۔ علم انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث اور عباداللہ الصالحین کی پہچان ہے۔ علماء کی توہین واہانت پر غضبِ الٰہی اور اکرام وتکریم پر رحمتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔

لیکن شومیٔ قسمت کہ اس اِنعامِ اِلٰہی کی صحیح معنی میں قدردانی مفقود ہوتی جارہی ہے، جس کی نحوست اور وبال کسی بیان وتشریح کا محتاج نہیں۔ آئے دِن کا اِختلاف وانشقاق اور کبر ونخوت، لڑائی جھگڑا، قتل وغارت اور لوٹ مار؛ سب لاعلمی، جہالت اور علم وعلماء کی ناقدری کا نتیجہ ہیں۔

زیرِنظر کتاب -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- اسی مضمون پر ہے۔ مؤلف موصوف مخدومی جناب حضرت ڈاکٹر محمد اِسمٰعیل میمن مدنی زیدمجدہم ہمارے شیخ، قطب العالم، برکۃ العصر، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے مسترشدِ خاص اور خلیفہ مجاز ہیں۔ اُنہیں طویل عرصہ تک حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کی صحبت کے اَنفاسِ طیبہ سے اِس قدر اِستفادہ کیا کہ حضرت شیخؒ کے ذوق ومزاج میں پوری طرح ڈھل گئے۔ حضرتؒ کے وِصال کے بعد اِصلاح واِرشاد اور اِشاعت علوم کے کام میں یکسوئی سے مشغول ہیں۔ کینیڈا میں ایک عظیم الشان دارُالعلوم کی بنیاد رکھی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اُن کی مساعیٔ جمیلہ میں برکت فرمائیں اور حضرت شیخؒ کی وراثت کی تقسیم کا زیادہ سے زیادہ کام اُن سے لیا جائے۔

پیش نظر رسالہ ''فضائلِ علم وعلماء'' اُن کی تازہ ترین تالیف ہے، جسے تین اَبواب پر تقسیم کیا گیا ہے: پہلے باب میں وہ آیات واَحادیث مذکور ہیں جن میں علم اور اہلِ علم کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اِس باب میں آیات کا ترجمہ ''معارفُ القرآن'' سے، اور اَحادیث کا ترجمہ جناب مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلندشہری زیدمجدہم کے رسالہ ''فضائلِ علم'' سے لیا گیا ہے، اور بعض فوائد بھی اِسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

دُوسرے باب میں علمائے کرام کی اِہانت وبے ادبی کا وَبال ذِکر کیا گیا ہے۔ یہ حصہ تمام تر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''اَلْاِعْتِدَال فِیْ مَرَاتِبِ الرِّجَالِ'' سے ماخوذ ہے۔

تیسرا باب ہے ''علمائے کرام کی ذمہ داریاں'' اِس بارہ میں بھی اَحادیث اور اُن کے فوائد مستند مآخذ سے لیے گئے ہیں۔ اِس ناکارہ نے اِس رسالہ کا کچھ حصہ خود پڑھا، اور کچھ حضرت مؤلف زیدمجدہٗ سے

لفظاً لفظاً سنا، بحمداللہ! تمام مضامین صحیح ہیں اور یہ رسالہ گویا درسِ اِصلاح ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قبول فرمائیں اور اُمت کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں۔

ماشاءاللہ! کتاب ظاہرو باطنی ہر طرح کی خوبیوں سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۰ھ)

فضائلِ اَعمالِ صالحہ

مولانا محمد خالد صاحب مہاجرِ مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۳۹۸۔ قیمت: ۶۶ روپے۔ پتا: اِدارۂ اِسلامیات، ۱۹۰-انارکلی، لاہور، پاکستان۔

ساتویں صدی کے مشہور محقق حضرت الامام حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ جو شام کے محدث اور بلند پایہ حنبلی المسلک شیخ تھے، موصوف اَپنے دور کے اعیانِ اہلِ علم میں تھے۔ موصوف کی تصانیف میں ''المختارۃ'' اور ''فضائل الاعمال'' کو جو شہرت ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔

فضائلِ اَعمال پر یوں تو کئی ایک کتب اور مجموعے مرتب ہوئے، مگر موصوف کی یہ کتاب اِس اِعتبار سے ممتاز ہے کہ اس میں فضائل پر مشتمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات کو فقہی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ مثلاً: طہارت، صلوٰۃ، جنائز، صیام، زکوٰۃ، صدقات، حج، جہاد، نکاح، حلال کمائی، قرآن، علم، ذِکر اللہ، اچھے اخلاق اور دِیگر فضائل کو متعلقہ عنوان کے تحت یکجا کردیا گیا ہے۔ یہ کتاب عربی سے اُردو میں جناب مولانا محمد عاشق اِلٰہی بلند شہری زید مجدہم کی نگرانی اور سرپرستی میں منتقل ہوئی اور پھر انہی کی نظرِ ثانی اور تقدیم سے شائع ہوئی ہے۔

عبادات اور اَعمال کے علاوہ روز مرّہ زندگی کے معمولات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فضائل بیان فرمائے ہیں، وہ ہر ایک اپنے اپنے عنوان کے تحت باآسانی مل جاتے ہیں۔ کتاب ماشاءاللہ! ظاہری اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ)

علماء اور اُن کے فرائض

مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی۔ صفحات: ۶۸۔ کاغذ: ردّی۔ طباعت وکتابت ناقص۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔ ملنے کا پتا: اِدارۂ معارفِ اِسلامیہ مبارک پورہ، سیالکوٹ۔

مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی ایک عالم، مصنف اور صحافی کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ زیرِ نظر کتابچہ میں انہوں نے ماضی کے اہم فتنوں اور ان کے استیصال کے لیے اہلِ حق کے شاندار کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے دورِ حاضر کے اہم فتنوں کی نشان دہی کی ہے، اور علمائے اُمت کی طرف سے اِنفرادی طور پر جو دِفاعی کوشش کی جارہی ہے، اس کا اعتراف کرتے ہوئے اسے ناکافی قرار دیا ہے۔ اور بڑی گہری تڑپ سے علمائے اُمت کو اَنتھک، لگاتار اور اِجتماعی کوششیں بروئے کار لانے کی دعوت دی ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ ان کی دعوت بڑے غور و فکر کی حامل ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۸۷ھ)

وارثینِ انبیاء سے خطاب

مولانا ابو احمد عبداللہ لدھیانوی۔ صفحات: ۱۱۲۔ ناشر: مولانا عبدالواسع، ناظم دارالعلوم نعمانیہ، گوجرانوالہ۔

ایک طرف اُمتِ محمدیہ (علی صاحبھا الف صلاۃ وسلام) پر فتنوں کی یلغار ہے، ہر نیا دِن ایک نیا فتنہ ساتھ لے کر طلوع ہوتا ہے، دُوسری طرف اُمت کے ذمہ دار طبقات میں دن بدن قوتِ مقاومت کا اِنحطاط رُونما ہے۔ حکام، مشائخ، علماء اور عوام کی اکثرت نے دِینی ذمہ داری کا احساس گویا ترک کردیا ہے۔ بس یہی وہ ناگفتنی صورتِ حال ہے جس نے اللہ کے بعض مقبول بندوں کو بے چین کر رکھا ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ کے ذریعہ مؤلف نے علمائے حق کی خدمت میں اسی درد و کرب اور بے چینی کا اظہار فرمایا ہے۔ کتاب بڑے قیمتی افادات پر مشتمل ہے اور عوام و خواص سبھی کے لیے لائقِ توجہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

اَربابِ علم و کمال اور پیشہ رزقِ حلال

مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۲۲۹۔ قیمت: ۵۱ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان۔

جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نوجوان علماء میں بحمداللہ موفق من اللہ ہیں کہ مختصر اور تھوڑے عرصہ میں اُن کی کئی ایک کتابیں منصۂ شہود پر آکر تلقی بالقبول کے شرف سے مشرف ہوچکی ہیں۔ مولانا کا اندازِ تحریر سلیس، دِل کش اور سلجھا ہوا ہے۔

''اربابِ علم وکمال اور پیشہ رزقِ حلال'' بھی مولانا کی تصنیفات کے سلسلہ کی بہترین کوشش ہے، جس میں مصنف نے جدید طرز سے نئے اور اچھوتے انداز میں اپنے موضوع کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

مولانا نے اس میں خوش اُسلوبی سے مولانا عبدالکریم سمعانی کی کتاب ''الانساب'' کے اہم مضامین اور واقعات کو اُردو کے قالب میں ڈھال کر ان اربابِ علم وکمال کا تعارف کرایا ہے جو مختلف پیشہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ جہاں جہابذۂ علم اور آسمانِ علم کے یہ درخشندہ ستارے اگر کچھ اُمراء وزراء میں سے تھے تو کچھ ایسے بھی تھے جو روغن ساز و روغن فروش، پارچہ باف، قصاب، قلعی گر، حلوائی، لوہار، مزدور، لکڑہارے، شکر ساز، خوش نویس، صابن ساز، شیشہ گر اور بڑھئی کے پیشہ سے تعلق رکھتے تھے۔

مؤلف موصوف کی اس کوشش نے قرآنِ کریم کے اس اعلان کو واقعاتی دُنیا میں ثابت کر دکھایا ہے کہ پیشہ اور قومیت پر شرافت وبزرگی کا انحصار نہیں، بلکہ علم وتقویٰ اور کسبِ کمال ہی انسان کو آسمانِ عظمت کا ماہتاب بنادیتے ہیں۔ کتاب ہر اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

بشارتِ عظمیٰ فی فضیلت العلماء

مولانا محمد عبدالمالک شاہ چاغی۔ صفحات: ۱۳۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: جامع مسجد مچھ، بولان، بلوچستان۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس کتاب میں علم، اہلِ علم، طلبہ اور دینی علوم کے فضائل قرآن وحدیث اکابر علمائے اُمت کی تصریحات کی روشنی میں نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ زبان وبیان کا انداز معقول ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر احساس ہوگا کہ طلبہ وعلماء اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین کی جماعت ہے۔ ایسے طلبہ وعلماء اور اہلِ دین جو اس سلسلہ میں احساسِ کمتری کا شکار ہیں، یہ کتاب بطورِ خاص ان کے لیے تریاق سے کم نہیں! اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ)

محبت

جناب صوفی محمد اقبال صاحب، مدینہ منورہ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۱/۵۰ روپے۔ پتا نمبر۱:...دفتر ماہنامہ ''بینات'' نیوٹاؤن، کراچی۔ نمبر۲:...صوفی محمد اقبال صاحب، ص ب: ۲۱۵، مدینہ طیبہ، سعودی عرب۔

یہ رسالہ اِرشادِ خداوندی: ''والذین امنو اشد حبًا للّٰہ''(۱) کی گویا شرح ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ فرماتے ہیں:

''اِس ناکارہ نے صوفی اِقبال صاحب کا رسالہ سنا، ماشاء اللہ! بہت اُونچے مضامین کو بہت آسان طریقہ سے سمجھایا گیا ہے۔ باتیں تو بہت اَہم اور کارآمد ہیں؛ بشرطیکہ لوگوں کو اِس پرعمل کی توفیق ہو اور اللہ جل شانہ سے محبت کا ذریعہ بنے۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ)

معراج المؤمنین

مولانا محمد عبدالمعز رحمانی۔ صفحات: ۹۶۔ پتا: حاجی عبدالرشید، اے بہار کالونی، مسلم سوسائٹی، بلاک نمبر۷، ۸ کراچی نمبر۸۔

مصنف مرحوم؛ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے فیض یافتہ تھے، زیرِ نظر رسالہ میں انہوں نے ''نماز میں خشوع کیسے حاصل ہو؟'' کے موضوع پر اپنے شیخؒ کے افادات کو قلم بند کیا ہے، اور ضمناً نماز سے متعلق اور بھی بہت سے مفید نکات آئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۹۵ھ)

مقامِ صدق وکذب

مولانا عبدالمجید۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت (اعلیٰ): ۳ روپے۔ (ادنیٰ): ۲ روپے۔ پتا: انجمن اشاعۃ السنۃ، چوک منڈا، ضلع مظفر گڑھ۔

جھوٹ اِسلام کی نظر میں بے حد گندا، قابلِ نفرت اور بدبودار گناہِ کبیرہ ہے، لیکن آج کے مسلم

(۱) البقرۃ: ۱۶۵

معاشرے سر سے پاؤں تک اس گندگی میں غرق ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج جھوٹ اور دغا فریب کی فضا میں کسی کو کسی پر اعتماد نہیں رہا، پورا معاشرہ بداعتمادی اور مکر وفن کی آگ میں جل رہا ہے۔ جناب مولانا عبدالمجید کو حق تعالیٰ جزائے خیر دے! اُنہوں نے اس کتاب میں جھوٹ کی نحوست وذلت، اور دُنیوی واُخروی سزا کو پوری طرح نمایاں کر دیا ہے۔ ضمناً کئی علمی مباحث (تقیہ، اِمکانِ کذب، توریہ) اور مشکل احادیث کی تشریحات بھی آ گئی ہیں۔ بہرحال! یہ اپنے موضوع پر جامع، مفید اور آسان کتاب ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اسے زیادہ سے زیادہ تعداد میں پڑھیں، سنیں اور عمل کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

شراب خانہ خراب

مولانا محمد اجمل صاحب (لاہور)۔ صفحات: ۲۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اشاعت اسلام، جامع مسجد رحمانیہ، قلعہ گوجر سنگھ، عبدالکریم روڈ، لاہور۔

اس مختصر رسالہ میں شراب (خمر) کی رُوحانی، جسمانی اور معاشرتی قباحتوں کو قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ اور ائمۂ اِسلام کے اقوال کی روشنی میں بہت ہی دِل نشین انداز میں ذِکر کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ اس لائق ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے اور لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر اسے اُونچی سوسائٹی کے ایک ایک فرد تک پہنچایا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۲ھ)

غریبوں کی تحقیر نہ کیجیے!

مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۵۴۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: میمن اِسلامک پبلشرز ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی۔

مال و دولت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، مگر غربت وافلاس بھی عطائے اِلٰہی سے کم نہیں، اس لیے کہ مسلمان فقراء؛ دولت مند مسلمانوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس لیے کسی غریب کی تحقیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ وہ تو مال داروں سے کئی اعتبار سے ممتاز ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ عام

طور پر مال ودولت کے جھمیلوں سے آزاد، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے، جب کہ قیامت کے دن اُسے کسی مال وغیرہ کا کوئی حساب بھی نہیں دینا ہوگا۔ اس مضمون کو شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ نے اپنے ایک بیان میں جس طرح سمجھایا ہے، وہ بجا طور پر ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہے، عوام وخواص سب کے لیے یکساں اکسیرِ اعظم ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ)

''الایام ڈائری'' ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء

صفحات: ۲۸۸۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$۔ قیمت: ۱۶/۵۰ روپے۔ پتا: الایام، ناشرانِ کتب اِسلامی، اُردو بازار، لاہور۔

بازار میں جو مختلف قسم کی ڈائریاں ملتی ہیں، وہ دِینی ضروریات سے عاری اور اِسلامی فکر سے خالی نظر آتی ہیں، مگر ''الایام ڈائری'' خالص دِینی ذہن کی عکاس ہے۔ اس میں اسلامی مہینوں کو اصل قرار دے کر عیسوی اور دیسی مہینوں کو ان کے تابع رکھا گیا ہے۔ ایک مسلمان کی عام ضروریات: نماز، اَدعیۂ ماثورہ، خطبات، سوانحِ اکابر، آدابِ سفر، تبلیغ اور آدابِ تبلیغ وغیرہ کے علاوہ اسے آیات واحادیث سے مزین کیا گیا ہے۔ اُمید ہے تمام دِین دار حلقے اسی کو ترجیح دیں گے، جو صرف ایک ڈائری نہیں، بلکہ ایک رفیقِ سفر اور معلّم بھی ہے۔ ناشرین نے اسے ہر اعتبار سے دیدہ زیب ودِل کش بنانے کی کوشش کی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۷ھ)

مختصر حزب الاعظم

جناب صوفی محمد اِقبال صاحب۔ صفحات: ۱۵۶ (جیبی سائز)۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: مکتبۃ الشیخ ۳/ ۳۶۷، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

''حزبِ اعظم'' حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مشہور تالیف ہے، جس میں قرآنِ کریم اور اَحادیث وآثار کی دُعائیں جمع کی گئی ہیں، جو مشائخ کے معمولات میں شامل ہے۔ چونکہ اس کی ضخامت زیادہ ہے، اس لیے مشغول لوگوں کے لیے ضرورت کے پیشِ نظر ہمارے مخدوم ومعظم جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مشورہ سے اس کا زیرِ نظر خلاصہ مرتب کیا ہے۔ دُعائیں نہایت جامع، مختصر اور

آسان منتخب کی گئی ہیں۔ ہر دُعا کا ترجمہ اور اس کی مختصر فضیلت بھی ذکر کی گئی ہے۔ دُعاؤں کا یہ مجموعہ مشغول لوگوں کے لیے گویا نسخۂ کیمیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

تخریج حزبِ اعظم

مولانا سیّد محمد طیب ہمدانی، قصور۔ صفحات: ۳۳۶۔ تقطیع خورد۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: شیخ اِمداد احمد، ۸-۱ اے، قائداعظم روڈ، ملتان چھاؤنی۔

''الحزب الاعظم'' اَدعیۂ ماثورہ کا مشہور مجموعہ ہے، جو حضرت شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا، اور اُس وقت سے اَب تک مشائخ کے معمولات میں شامل ہے۔ حضرت مولانا سیّد محمد بدرِ عالم میرٹھی ثم مدنی رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا تھا اور اس کی کچھ اَحادیث کی تخریج بھی فرمائی تھی۔ مولانا محمد طیب ہمدانی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس کی مکمل تخریج فرمائی ہے، حضرت میرٹھیؒ کے ترجمہ پر کچھ فوائد کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔

کتاب کی طباعت اس طرز پر کرائی ہے کہ یومیہ معمول میں اس کو بلاتکلف پڑھا جاسکتا ہے۔ ترتیب یہ ہے کہ ہر دُعا الگ الگ نمبروں کے ساتھ دے کر اس کا ترجمہ اور اس سے متعلق فائدہ درج کیا گیا، اور ہر دُعا کو لکیر کے ذریعے الگ کردیا گیا ہے۔ اور تخریج - جو تمام تر عربی میں ہے - انہی نمبروں کی ترتیب سے آخر میں ملحق کردی گئی ہے۔ چونکہ یہ تخریج حضرت میرٹھیؒ کی خواہش پر کی گئی ہے، اس لیے اس کا نام بھی اسی مناسبت سے ''ارشاد البدر العالم لتخریج الحزب الأعظم'' رکھا ہے۔

حق تعالیٰ مولانا ہمدانی کی اس علمی و تحقیقی خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۰ھ)

شرح اسماءِ الحسنٰی

تصنیف: عارفِ کامل حضرت مولانا اصغر علی روحی۔ خواص و اسرار: مجدّدِ ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ادارہ تالیفاتِ اَشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

قرآنِ کریم میں ہے: ''وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ''(۱) (اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں، سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو)۔

دُوسری جگہ ارشاد ہے: ''قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ''(۲) (آپ فرمادیجیے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکاروگے، سواس کے بہت سے نام اچھے اچھے ہیں)۔

اس طرح حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو شخص اُن کو یاد کرے، جنت میں داخل ہوگا۔''(۳)

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی عظمت و برکت اور خصوصیات میں سے ہے کہ جو شخص ان تمام ناموں یا ان میں سے کسی ایک کے وِرد کا معمول بنالے، اللہ تعالیٰ اس کے طفیل اس کی تمام حاجات کو پورا فرماتے ہیں۔ اسمائے حسنیٰ کی اہمیت و اِفادیت کے پیشِ نظر اس سلسلہ کے کئی مجموعے شائع شدہ دستیاب ہیں۔ زیرِ نظر اہم کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے، مگر یہ کئی اعتبار سے دُوسرے مجموعوں سے فائق اور مستند ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کتاب کے مصنف جناب پروفیسر اصغر علی روحی ان اکابر کے تربیت یافتہ اور قابلِ اعتماد بزرگ تھے کہ جن کی تائید و توثیق کی اِمام الزاہدین حضرت مولانا اَحمد علی لاہوری قدس سرہٗ جیسے اکابر کو بھی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ حضرت مولانا اَحمد علی لاہوری قدس سرہٗ کے کئی رسائل ایسے ہیں جن پر جناب پروفیسر اصغر علی روحی قدس سرہٗ کی تقریظات ثبت ہیں۔ اسی طرح ان اسمائے حسنیٰ کے خواص و اسرار حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے رسالہ ''اَعمالِ قرآنی'' سے مستفاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب الحاج حافظ محمد اسحٰق ملتانی زِید حیاتہٗ کو کہ انہوں نے اس گوہرِ نایاب کو تلاش کیا اور نہایت آب و تاب سے اسے بے حد خوب صورت ٹائٹل اور عمدہ کتابت و کمپوزنگ سے شائع کرکے مسلمانانِ ہند و پاک پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

اس کتاب میں ایک اضافی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسمائے حسنیٰ کے خواص و اسرار کے سلسلہ میں متعلقہ نام کی خاصیت اور اس کے اثرات سے متعلق اگر کسی زمانہ میں اس کی تاثیر سے متعلق کوئی واقعہ پیش آچکا ہے تو

(۱) الاعراف:۱۸۰

(۲) بنی اسرائیل:۱۱۰

(۳) متفق علیه، مشکاة المصابیح، ص:۱۹۹، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اسے بھی اس نام کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے، اس سے قارئین کے ایمان ویقین اور دلچسپی میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ بہر حال کتاب ہر اعتبار سے لائق تحسین اور قابل تحصیل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

دُرِّ یزدانی

مولانا حافظ عبدالمجید شاکر (خطیب جامع مسجد کہروڑ پکا، ضلع ملتان)۔ صفحات: ۵۲۔ قیمت: ۲ روپے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ معروف ہیں، زیر نظر رسالہ میں ہر اسم پاک کی تشریح، خاصیت اور مخصوص مقاصد کے لیے اس کے وِرد وظیفہ کا ذکر ہے، ہر اسم کا خاص نقش بھی دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

زادالسعید

حکیم الامت مجدِّدِ ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوَّر اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۵۶۔ عکسی طباعت۔ قیمت: ۶ پیسے۔ پتا: کتب خانہ اِمدادیہ، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا معروف رسالہ ''زادالسعید'' اِختصار کے باوجود اپنے موضوع پر جامع ترین اور مفید ترین ہے، جس میں دُرود شریف کے فضائل، خواص، نکات، حکایات اور صیغے بڑی حسنِ ترتیب سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ آخر میں حضرتؒ کا دُوسرا رسالہ ''نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' مع نقشِ نعل شریف، اور تیسرے رسالے ''اتمام المقال فی بعض احکام التمثال'' کا آخری حصہ ملحق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

دُرود وسلام علیٰ خیر الانام

مولانا محمد قاسم قاسمی۔ صفحات: ۲۷۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مولانا محمد قاسم قاسمی خطیب جامع مسجد نور، نزد مدرسہ انوار القرآن، بیرون غلہ منڈی جدید، احمد پور شرقیہ، بہاول پور۔

زیرِ نظر رسالہ اگرچہ مختصر سہی، مگر اپنے موضوع کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ جس میں سادہ اور عام فہم لہجہ میں برکات وفضائل درود وسلام اور حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی پیارے انداز میں ثابت کیا گیا ہے۔ کتابت کی غلطیاں ضرور ہیں، اُمید ہے آئندہ اِصلاح کردی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

الصلاة والسلام علٰی رحمة للعالمین (حصہ اوّل)

جناب رشید اللہ یعقوب صاحب۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: صدقۂ جاریہ۔ پتا: رحمۃ للعالمین ریسرچ سینٹر، مکان نمبر ۸، زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳، زمزمہ کلفٹن، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنا ایسی اہم ترین عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اہلِ ایمان کو اس کا حکم دیا ہے۔ درود شریف پڑھنا محبتِ رسول کی علامت اور مقبول عنداللہ ہونے کی نشانی ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک بار درود شریف پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں:

"عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلّى علي صلاة واحدة صلّى الله عليه عشر صلوات وحطت عنه عشر خطيئات ورفعت له عشر درجات." رواه النسائي.(۱)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی کے آنے پر جو شخص درود شریف نہ پڑھے وہ بخیل ہے:

"عن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البخيل الذى من ذكرت عنده فلم يصلّ عليّ." رواه الترمذي.(۲)

اور اس کے لیے جبریل امین علیہ السلام نے ہلاکت کی دُعا فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمائی ہے:

"قَالَ (جِبْرِيْلُ): بَعُدًا لِمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْکَ، قُلْتُ: آمِيْنَ."(۳)

درود شریف کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اکابر علمائے اُمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلقین

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۸٦، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۲) مشكاة المصابيح، ص:۸۷، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
(۳) المستدرک للحاکم، ج:۴، ص:۱۵۳، ط: دار الفکر، بیروت.

فرمودہ درود شریف کی روشنی میں اپنے اپنے دور میں شفاعتِ نبوی کی تحصیل کی غرض سے درود سلام کے مجموعے مرتب فرمائے ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں درود وسلام کے صیغے مستند ماٰخذ سے جمع کیے گئے ہیں، اس مجموعہ کو مرتب موصوف نے نہایت محبت وعقیدت سے شائع کیا ہے۔

کتاب کو پانچ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے: بابِ اوّل میں قرآن پاک میں درود شریف کا حکم۔ بابِ دوم میں درود وسلام کی فضیلت اور درود نہ بھیجنے پر وعید کا ذکر ہے۔ بابِ سوم میں درود کے صیغے لکھے گئے ہیں۔ اور بابِ چہارم میں سلام کے صیغے نقل کیے گئے ہیں۔

کتاب اعلیٰ آرٹ پیپر پر کئی رنگ کی بیلوں سے مزین ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر درود شریف کی اعلیٰ کتابت کے ساتھ ساتھ اس کا آرٹ رنگین ڈیزائن بھی دیا گیا ہے۔ کتاب مفت اور صدقۂ جاریہ کے طور پر مذکورہ بالا پتے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مرتب، ناشر اور معاونین اور ہم سب کے لیے نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ)

الصلاۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعالمین (حصہ دوم)

جناب رشید اللہ یعقوب صاحب۔ صفحات: ۳۰۵۔ قیمت: صدقۂ جاریہ۔ پتا: رحمۃ للعالمین ریسرچ سینٹر، مکان نمبر ۸، زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳، زمزمہ کلفٹن، کراچی۔

درود شریف کے فضائل وبرکات سے متعلق مستند صیغوں پر مشتمل جلد اوّل پر اس سے قبل ان صفحات میں تبصرہ آچکا ہے، یہ اس سلسلہ کی دُوسری حسین کوشش ہے جس میں آٹھ ابواب ہیں۔ کتاب "قرآنِ کریم میں درود وسلام کا حکم، درود وسلام کے فضائل اور نہ پڑھنے والے پر وعید، اَذان کے بعد درود ودُعا، مقامِ محمود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے شفاعت، جمعہ کے دن درود کے فضائل، فضائلِ ذکر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منسوب درود شریف" وغیرہ اہم عنوانات پر مشتمل ہے۔ کتاب نہایت ہی آب وتاب سے شائع کی گئی ہے جو یقیناً مرتب کی عقیدت ومحبتِ نبوی کا شاہکار ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ)

فضائلِ درود شریف

جناب ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۷۵ پیسے۔
پتا: جمعیت قوت اسلام، الممتاز، کچہری روڈ، لاہور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت پر بہت سے حقوق ہیں، ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ آپ پر کثرت سے درود بھیجا جائے۔ درود شریف کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و رضا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وشفاعت کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں درود شریف کے فضائل کا تذکرہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ)

صلاة و سلام
بالأسماء الالهية و الألقاب النبوية

مولانا محمد یوسف متالا۔ ناشر: دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، ہولکمب بری، برطانیہ۔

''تقریظ''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت پر اتنے اِحسانات ہیں کہ ہم ساری زندگی آپ کا احسان نہیں اُتار سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اِحسانات پر اِظہارِ تشکر کے لیے درود شریف ایک ایسا ذریعہ عطا فرمایا جس سے اِنسان ایک طرح سے تسکین محسوس کرتا ہے۔ درود شریف کے کچھ صیغے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور کچھ تابعین رحمہم اللہ سے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر اکابرِ کرام نے بھی اپنے اپنے اذواق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا معمول بنایا۔ ہر دور کے علمائے کرام نے اُن درود شریف کو مجموعہ کی شکل میں مرتب کر کے اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کا پابند کیا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ومحبت پیدا ہو۔ ہمارے ممدوح مولانا محمد یوسف متالا، جو ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے نورِ نظر خلفاء میں سے ہیں، اُنہوں نے ایک ایسا درود شریف پسند فرمایا جس میں اسمائے حسنیٰ کو بنیاد بنا کر منظوم انداز میں درود شریف مرتب کیا گیا ہے، اور اس کو معمول بنانے سے ان کو دینی ترقیات بھی محسوس ہوتی ہیں۔ اِس اِعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اِن شاء اللہ!

حضرت شیخؒ کے متعلقین اور عام مسلمانوں کو اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ اس کو شائع کرنے کی سعادت حاجی موسیٰ ڈیسائی، ختیجہ بائی ٹرسٹ کو حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مرحوم حاجی موسیٰ ڈیسائی اور ان کی اہلیہ مرحومہ ختیجہ بائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اِستغفار کی ستر (۷۰) دُعائیں مع ستر (۷۰) دُرود شریف

علامہ قطب الدینؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد حنیف عبدالمجید۔ ناشر: بیت العلم، ST-9E، بلاک نمبر ۸، گلشنِ اقبال، کراچی۔

''تقریظ''

اِستغفار کے معنی ہیں: ''حق تعالیٰ شانہٗ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا'' بندہ خطاکار ہے، اور حق تعالیٰ شانہٗ بخشش کنندہ ہیں، گناہ اور خطائیں دِل کا میل ہے اور توبہ و اِستغفار اس کا صابن ہے۔ مبارک ہیں وہ بندے جن کو کثرتِ اِستغفار کی توفیق ہوجائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

"طوبیٰ لمن وجد فی صحیفته استغفارًا کثیرًا۔"(۱)

اِستغفار کے سب سے افضل و بلیغ صیغے وہ ہیں جو قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، پھر وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے منقول ہیں، پھر جو اکابر اولیاء اللہ سے منقول ہیں۔

شیخ ملا علی القاریؒ کی کتاب "ارشاد الساری" کے آخر میں شیخ قطب الدین حنفیؒ کا رسالہ "ادعیة الحج والعمرة" ملحق ہے، اسی میں حضرت اِمام حسن بصری رحمہ اللہ سے منسوب ستر (۷۰) اِستغفارات ہیں جو ذوالحجہ کی ساتویں، نویں اور دسویں رات کو پڑھے جاتے ہیں اور ان کا نام "المنقذة من النار" رکھا گیا ہے۔

پیشِ نظر رسالہ میں جناب مولانا محمد حنیف عبدالمجید زید علمہٗ وعملہٗ نے اِستغفار کے ان ستر (۷۰) صیغوں کا ترجمہ کرکے اس رسالہ کو سات منزلوں پر تقسیم کردیا ہے، تاکہ ایک منزل روزانہ پڑھ لی جائے اور مذکورہ بالا مبارک راتوں میں تمام صیغے پڑھ لیے جائیں تو اِستغفار کی برکات میسر ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں۔ والحمد للّٰہ اَوّلاً وآخرًا!

---

(۱) مشکاۃ:۲۰۶

اللہ کی رحمت کا خزانہ

جناب نذیر احمد صاحب نقشبندی مجدّدی۔ صفحات: ۱۹۲۔ کتابت وطباعت عمدہ (مع پلاسٹک کور)۔ پتا: انجمن نصرۃ القرآن، جامع مسجد مدینہ، مدنی محلّہ، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

زیرِ نظر کتابچہ ان اَدعیۂ ماثورہ کا مجموعہ ہے جو مستند کتابوں سے لی گئیں، نیز یازدہ سورۃ، فضائلِ نماز، طریقۂ حج، اور فضائلِ درود شریف کے اضافوں سے مزین ہے۔ مرتب کی سعی لائقِ تحسین ہے۔ اُمید ہے اہلِ طلب اس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

فضائلِ اِستغفار

حکیم الامت مجدّد الملّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ اشرفیہ، معرفت جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے معروف رسالہ ''الاستبصار فی فضل الاستغفار'' کا نیا ایڈیشن؛ جس کی مختصر تمہید میں اِستغفار کی ضرورت اور اس کے بعد قرآن وحدیث سے اِستغفار کے صیغے اور فضائل، ذکر فرمائے گئے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ کی دُوسری کتابوں کی طرح یہ چھوٹا سا رسالہ بھی نہایت مفید اور قابلِ وظیفہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ)

''فضائلِ توبہ واِستغفار'' مع رسالہ ''گناہوں کی فہرست'' (مجلد)

مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجرِ مدنی۔ صفحات: ۳۰۱۔ قیمت: ۳۶ روپے۔ پتا: المکتبۃ الحمادیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر۲، کراچی۔

رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مصنف مدظلہم نے اسے چار ابواب پر تقسیم کیا ہے: پہلے باب میں توبہ واِستغفار سے متعلق بیس آیات کی تشریح ہے۔ دُوسرے اور تیسرے باب میں چالیس احادیث کی مفصل شرح ہے، جن سے توبہ کی حقیقت اور ان کی ضرورت واہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ چوتھے باب میں توبہ واِستغفار کے وہ الفاظ ہیں جو قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ میں وارد ہیں۔

اسی کے ساتھ ایک رسالہ ''گناہوں کی فہرست'' بھی شامل ہے، جس میں ۱۴۷ احادیث ان گناہوں کے بارہ میں ذکر کی گئی ہیں، جن میں آج کل عام طور پر اِبتلا ہے۔ یہ رسالہ خالصاً اِصلاحی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان گھروں میں اس کو بار بار سنایا جائے۔ اگر ائمۂ مساجد اس کو کسی نماز کے بعد تھوڑا تھوڑا سنادیا کریں تو بہت ہی نفع کی توقع ہے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ)

فضائلِ اِستغفار وتوبہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۵۸۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: مکتبہ اصلاح وتبلیغ، ہیرآباد، جامع مسجد روڈ، حیدرآباد، سندھ۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی شہرۂ آفاق تالیف ''معارف الحدیث'' کی پانچویں جلد کا ایک باب جس میں ۱۲۵ اَحادیث ترجمہ وتشریح کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۳ھ)

مطبوعات مکتبہ قادریہ:

وظائفِ نبوی

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۵/۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

دُرود وسلام کے فضائل وبرکات

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: ۲/۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

درویشی کی حقیقت اور اس کے اشغال

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

اِیصالِ ثواب

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۶۷۔ قیمت: ۴/۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

جنت کی بشارت

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

اِرشاداتِ عالیہ حضرت رائے پوریؒ

مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

مقام واَنجام

مولانا حکیم محمد اسلم صاحب۔ صفحات: ۱۶۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، واہگہ لاہور، پاکستان۔

موجودہ دور میں جب کہ ہرطرف اِلحاد وزندقہ اور بے دِینی کا دوردورہ ہے، بے شرمی و بے حیائی کی وبا عام ہے، شرافت و دیانت کا جنازہ نکل چکا ہے، جہالت و بدعملی کے بادوباران نے خرمنِ علم وعمل کو نابود کر دیا ہے، رہی سہی کسر رُسومات و بدعات نے پوری کردی، اور اُمت آخرت سے یکسر غافل ہو کر رہ گئی۔ تو ضرورت تھی کہ مسائل وفضائل، ذِکرِ الٰہی، فکرِ آخرت، جنت وجہنم کی تشویق وتخویف پر مشتمل رسائل وکتب عام کی جائیں، جنھیں پڑھ کر آخرت کی فکر، جہنم کا خوف اور جنت کا شوق پیدا ہو، اور اِصلاحِ نفس کا مرحلہ آسان ہوجائے۔ نیز ایسے اَعمال و وظائف کی بھی نشان دہی کی جائے جن سے مایوسی کی گھٹائیں چھٹ جائیں اور رضائے اِلٰہی کی منزل قریب سے قریب تر نظر آنے لگے۔

جناب مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مذکورہ بالا رسائل مرتب فرمائے اور اپنی تالیفات میں نہایت اہتمام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات کی روشنی میں ان اوراد و وظائف کا خاص طور پر ذِکر کیا ہے، جن کے پڑھنے سے گناہوں کی مغفرت اور جنت کا وعدہ ہے۔ نیز مبتدعین اور متبعینِ سنت کے اَنجام ومقام اور موت ومیت کے اَحکام، بیعت وتصوف کی ضرورت

وحقیقت اور اِصطلاحات کا نہایت سلیقہ سے بیان فرمایا ہے۔ گویا اُنہوں نے یہ ثابت کردیا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہے تو ان واضح ہدایات کی روشنی میں اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات اس کاوِش کو سراہیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۶ھ)

محبوبِ خدا کی دُعائیں

خواجہ محمد اِسلام۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: تبلیغی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور۔

مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دُعائیں کیں یا جن دُعاؤں کی اُمت کو تعلیم فرمائی، اُن کے بہت سے مجموعے مرتب کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ بھی اِسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں روزمرّہ ضرورت کی دُعائیں جمع کی گئی ہیں۔ اِس مجموعہ کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی کتاب ''سیرتِ محمدی: دُعاؤں کے آئینہ میں'' سے اَہم مضامین کی تلخیص کی گئی ہے اور ہر عمل کی دُعا کے ساتھ اس کے مختصر فضائل بھی درج کیے گئے ہیں۔ کتابت وطباعت نفیس اور کارڈ بورڈ پلاسٹک کور بہت ہی دِل کش۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

تحفۂ دُعا (مکمل دو حصے)

مولانا عبدالسبحان شآد۔ صفحات: ۳۳۵۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: مولانا عبدالسبحان خطیب جمن شاہ مسجد، ٹنڈو آدم، ضلع سانگھڑ، سندھ۔

عبد ومعبود کے مابین ہم کلامی کا نام دُعا ہے۔ دُعا ''مخّ العبادات'' ہے۔ اس کی عظمت کے لیے یہ کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں طریقِ دُعا اور ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان''(۱) میں تشویقِ دُعا کی تلقین فرمائی۔ پھر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ صرف اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے کی تعلیم دی، بلکہ قریب قریب ہر شعبۂ زندگی کی اِنسانی حاجات پر مبنی تمام ضروری اَدعیہ سکھلائیں، یہاں تک کہ معرکۂ بدر واُحد میں اس کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔

(۱) البقرۃ: ۱۸۶

زیرِ نظر مجموعہ بھی -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں دُعا کے لغوی اور شرعی معنی، اِفادیت، حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی اَدعیہ کا ذِکر اور دُعا پر متجددین کے وارد کردہ اعتراضات کا مکمل اور شافی جواب ہے، جب کہ مختلف اوقات میں مانگی جانے والی اَدعیۂ ماثور کو کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔ کتاب ہر اِعتبار سے دیدہ زیب ہے، زبان عام فہم اور سادہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۶ھ)

اَذکارِ جمعہ

مرتبین: علمائے مدرسہ بیت العلم، گلشن اقبال، کراچی۔ صفحات: ۱۱۷۔ قیمت: ۸۰ روپے۔ پتا: بیت العلم ٹرسٹ، گلشن اِقبال، کراچی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اِس کتاب میں جمعۃ المبارک کے دن کے فضائل اور یہ کہ جمعۃ المبارک کے دِن کیا پڑھا جائے؟ الغرض! جمعہ کے دِن کے مسنون اعمال واذکار اور اس دِن کو قیمتی بنانے کی تدبیریں سلیقہ سے بتلائی گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۱ھ)

دُعائیں

حافظ قاری فیوض الرحمٰن۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۸۰ پیسے۔ پتا: پاکستان بک سینٹر، اُردو بازار، لاہور۔

قرآن وحدیث کی چند دُعاؤں کا مجموعہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

آداب الدعاء

مولانا محمد اجمل، لاہور۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اِشاعتِ اسلام، جامع مسجد رحمانیہ، قلعہ گوجر سنگھ، عبدالکریم روڈ، لاہور۔

دُعا کے فوائد وثمرات اور آداب وشرائط پر مبسوط، مستند اور محققانہ بحث۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

العروۃ الوثقیٰ

قاضی عبدالحی چن پیر ہاشمی۔ صفحات: ۹۰۔ بلا قیمت۔ پتا: تعلیم القرآن ٹرسٹ، گوجرانوالہ کینٹ۔

یہ رسالہ اسم با مسمّٰی ہے، جس میں دُعا اور درود شریف کی فضیلت، قرآنِ کریم کی ۲۲ دُعائیں اور مختلف اوقات کی ساٹھ مسنون دُعائیں درج ہیں، بعد ازاں ''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں'' کے عنوان سے ایک سو دس احادیثِ طیبہ مندرجہ ذیل بڑے بڑے چار عنوانات کے تحت لکھی گئی ہیں:

۱:...اعتقادات، ۲:...عبادات، ۳:...معاملات و معاشرت، ۴:...تصوف و اخلاق۔

ہر حدیث کا حوالہ اس کے ساتھ دینے کے بجائے دیباچہ ہی میں مأخذ ذکر کر دیا۔ رسالہ گویا ایک مسلمان کے لیے مختصر سا دستور العمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۳ھ)

فلسفۂ دُعا

پروفیسر فضل احمد عارف، ایم اے۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت (مجلد): ۴ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال (منٹگمری)۔

دُعا (اللہ سے مانگنا) اِنسانی فطرت کی آواز، بندگی کا اصل جوہر، عبادت کا مغز، مقبولانِ بارگاہ کا خاص ہتھیار اور مصائب و آلام کا تسکین بخش علاج ہے۔ جس سعادت مند کو ''سب کچھ دینے والے'' سے سب کچھ مانگنے کا ڈھنگ آ گیا، وہ دُنیا و آخرت کی ہر خیر کو حاصل کر سکتا ہے، اور جو اس دولت سے بدنصیب ہے، اس کی حرماں نصیبی کا اندازہ کون کر سکتا ہے...! سکون و اِطمینان اور امن و راحت کی پیاسی اِنسانیت نے فضائے بسیط کی ایک ایک انچ کی پیمائش کر ڈالی، معمورۂ عالم کا چپہ چپہ چھان مارا، لیکن ''سکونِ قلب'' کے گنجِ گراں مایہ کی تلاش میں ناکام رہی۔ اس لیے کہ اس نے اس کی کنجی بلند و بالا عمارتوں، حسین و جمیل گاڑیوں، وسیع و عریض کارخانوں، خوش نما کلبوں اور تفریح گاہوں میں تلاش کرنے میں وقت ضائع کیا۔

پروفیسر فضل احمد کو حق تعالیٰ جزائے خیر دیں کہ انہوں نے ''فلسفۂ دُعا'' لکھ کر اِنسانیت کی اس ''متاعِ گم گشتہ'' کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ اس کتاب میں عارف صاحب نے فطری، طبعی، عقلی، سائنسی اور نفسیاتی اُصولوں کی روشنی میں دُعا کی حکمت و افادیت کو اُجاگر کیا ہے، اور اِسلام کے اِمتیازی تصوّر: دُعا،

قبولیتِ دُعا کی شرائط و آداب اور قرآنی دُعاؤں کے خصائص واسرار پر منفرد انداز میں بحث کی ہے۔ دُعا کے موضوع پر ایسی جامع اور تحقیقی کتاب اُردو زبان میں ہماری نظر سے نہیں گزری۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ)

شرح قصیدہ بردہ

جناب علی محسن صدیقی (اُستاذ تاریخِ اِسلام، کراچی یونیورسٹی)۔ صفحات: ۱۷۲۔ قیمت (مجلد): ۳/۷۵۔ پتا: مکتبہ اِسحاقیہ، جونا مارکیٹ، پھول چوک، کراچی نمبر۲۔

اِمام محمد بن سعید بوصیریؒ کے مشہور اور بابرکت قصیدہ ''بردہ'' کی عالمانہ تشریح۔ شروع کے ۳۶ صفحات میں فاضل شارح نے صاحبِ قصیدہ کی شخصیت، اُن کی شاعری اور ان کے قصیدے پر محققانہ بحث کی ہے۔ کتابت وطباعت بڑی معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

اُردو قصیدہ بردہ (پہلا ایڈیشن)

جناب عبداللہ ہلال صدیقی۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی۔

یہ اِمام بوصیریؒ کا مشہور نعتیہ قصیدہ ''بردہ'' کا اُردو منظوم ترجمہ ہے۔ ایک صفحہ پر اصل عربی قصیدہ ہے، اور اس کے مقابل صفحہ پر ترجمہ۔ محترم ترجمہ نگار کی محنت قابلِ قدر اور سرمایۂ سعادت ہے، لیکن نظم کی تنگ دامانی کے ساتھ اصل مضمون کا نبھانا بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ یہ تو خیر عام بات ہے کہ کہیں اصل شعر کا پورا مفہوم اَدا نہیں ہوگا، اور کہیں محض بھرتی کے الفاظ لانے ہوں گے، مگر بعض جگہ خلافِ مقصود کا ایہام ہوتا ہے:

''خوبیوں میں یوں منزہ ''احمد بے میم'' ہے''(۱)

یہ ''احمد بے میم'' خالص مشرکانہ اِصطلاح ہے، جس کے ذریعہ ''اَحد'' اور ''اَحمد'' کو پردۂ میم میں ایک کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور یہ خالص عیسائی تثلیث کا چربہ ہے۔ لطف یہ کہ اس سے بالکل متصل اگلا شعر اس کی تردید کردیتا ہے۔

(۱) ص: ۲۳

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم
جو نصاریٰ کہتے ہیں اپنے نبی کو تو نہ کہہ!

حالیؔ کا مشہور شعر ہے ؎

''نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں''

جسے مترجم نے اپنے دیباچہ میں بھی نقل کیا ہے، کیا اسی ''نظریۂ بے میمیت'' پر بھرپور تنقید نہیں...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

اُردو قصیدہ بردہ (دُوسرا ایڈیشن)

جناب عبداللہ ہلال صدیقی۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: عائشہ باوانی وقف بینک، ہاؤس نمبر ا، حبیب اسکوائر، جناح روڈ، کراچی۔

اِمام بوصیریؒ کا شہرۂ آفاق نعتیہ قصیدہ- جو ''قصیدۂ بردہ'' کے نام سے مشہور ہے- لطافتِ تعبیر اور حُسنِ تخیل کے اعتبار سے بے نظیر ہے، مختلف زبانوں میں اِس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں، بہت سے حضرات نے اِسے اُردو نظم میں بھی منتقل کیا۔

جناب ہلال صدیقی کا زیرِ نظر منظوم ترجمہ اِس سلسلہ کی کامیاب کوشش ہے۔ ناشرین نے مفت تقسیم کے لیے بہت عمدہ شائع کیا ہے، فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ)

انور بردہ شرح قصیدۂ بردہ

پروفیسر فضل احمد عارف۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔ ملنے کا پتا: علمی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور۔

زیرِ نظر کتاب اِمام محمد بن سعید بوصیریؒ کے مشہور قصیدہ ''بردہ'' کی شرح ہے۔ پہلے تین ابواب میں صاحبِ قصیدہ کے حالات و کمالات اور علمی و عملی سوانح کا تذکرہ، قصیدۂ بردہ کی خصوصیات پر جامع تبصرہ اور شارحینِ قصیدہ کا تعارف ہے۔ بابِ چہارم سے قصیدہ کی شرح شروع ہوتی ہے، جس میں ایک ایک شعر کے تمام مفردات کی تشریح کے بعد شعر کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔

کتاب اوّل سے آخر تک کیف آور، وجد آفرین اور جذب آمیز ہونے کے ساتھ ساتھ تحقیق وتفتیش کا مرقع ہے۔ البتہ بعض اشعار کی شرح فاضل علامہ کی نظرِ ثانی کی مستحق ہے۔ ص: ۲۵، ۴۷، ۴۸ پر آیات کی کتابت صحیح نہیں ہوئی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

مجموعۂ فضائل (حصہ اوّل)

صفحات: ۳۷۸۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ محمدیہ، نزد خیر المدارس، ملتان۔

زیرِ نظر مجموعہ درج ذیل رسائل پر مشتمل ہے:

۱:...فضائلِ کلمہ طیبہ، اَز: مولانا محمد ادریس انصاری۔ ۲:...فضائلِ بسم اللہ، اَز: مولانا منظور احمد تونسوی۔ ۳:...فضائلِ وضو، اَز: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی (ماخوذ اَز: معارف الحدیث)۔ ۴:...فضائلِ مسواک، اَز: مفتی مظفر حسین سہارنپوری۔ ۵:...فضائلِ مسجد، اَز: مولانا صدر الدین انصاری۔ ۶:...فضائلِ اَذان و اِقامت، اَز: حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی۔ ۷:...فضائلِ جمعہ، اَز: حضرت مولانا قاری محمد طیب، مہتمم دار العلوم دیوبند (تقریر)۔ ۸:...فضائلِ اُمتِ محمدیہ، اَز: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔

یہ ''مجموعۂ فضائل'' اُمت کے لیے بہت ہی نافع چیز ہے، اور ان چھوٹے چھوٹے رسائل کو مرتب کرکے یکجا شائع کرنے میں ناشر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

اللہ تعالیٰ کے پیارے نام

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب زیدمجدہم۔ صفحات: ۹۵۔ قیمت: درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

زیرِ نظر کتابچہ۔جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اسمائے حسنیٰ، ان کے معانی، خصوصیات اور اُن اسمائے حسنیٰ پر مشتمل آیات کا حسین گلدستہ ہے، جس میں وضاحت وصراحت سے بتلایا گیا ہے کہ کن کن اَمراض واَسقام کے لیے کون کون سے اسمائے حسنیٰ کا وِرد یا تعویذ لکھ کر پیا جائے تو وہ مرض (خواہ رُوحانی ہو یا جسمانی) ان شاء اللہ! زائل ہوجائے گا۔ نیز بڑے سلیقہ سے یہ بھی باور کرایا گیا ہے کہ بارگاہِ صمدیت میں

ابتہال وتضرّع، اِخلاص وخلوص اور گناہوں سے توبہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کے ذریعہ مانگنا، دستِ سوال دراز کرنا، بڑا مفید اور اِجابتِ دُعا کے لیے اَقرب ترین ذریعہ ہے۔

ہمارے خیال میں یہ مختصر مجموعہ بہت سی موٹی موٹی اوراد و وظائف اور عملیات کی نسبت مسلمانوں کی مشکلات و مسائل کے حل کے لیے کافی ووافی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

فضائلِ آیۃ الکرسی

تالیف: شیخ یوسف بن عبداللہ الاصیونی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ صفحات: ۲۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

آیۃ الکرسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین و آسمان اور جنت و جہنم سے عظیم ترین قرار دیا ہے، جس کے پڑھنے سے غربت و افلاس دُور ہو، اور شیطان کے شر سے حفاظت ہو، اور جسے آیاتِ قرآنیہ کی سردار اور سراپا خیر قرار دیا۔

زیرِ نظر کتاب درحقیقت شیخ یوسف بن عبداللہ الاصیونی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، جسے ہمارے مخدوم ومکرم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب (مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن) نے اُردو کے قالب میں ڈھال کر اُردو خواں حضرات پر اِحسان کیا ہے۔ اُمید ہے کہ افادیت کے پیشِ نظر اسے ضرور قبولِ عام ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۵ھ)

چالیس حدیثیں

مرتبہ: حضرت شیخ حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۳۷۔ قیمت: درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

چہل احادیث کے یاد کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ اسی فضیلت کے پیشِ نظر بیشتر اکابر محدثین

وعلمائے اُمت نے مختلف عنوانات پر چالیس حدیثیں جمع فرمائی ہیں۔

زیرِ نظر مجموعہ چہل حدیث حضرت شیخ حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ہے، جو مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی، احسان، حسنِ سلوک اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی؛ ایسے اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب نے اس کا ترجمہ کر کے عامۃ الناس کے لیے اس سے اِستفادہ کرنا آسان فرمادیا ہے۔ بہترین خوب صورت اور رنگین ٹائٹل اور عمدہ کتابت وطباعت سے آراستہ اور جاذبِ نظر ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۱۰ھ)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پچپن (۵۵) وصیتیں

تالیف: شیخ حمزہ محمد صالح عجاج۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی)۔ صفحات: ۱۰۱۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

زیرِ نظر رسالہ دراصل شیخ حمزہ محمد صالح عجاج کا مرتب کردہ ہے، جس میں موصوف نے کتبِ حدیث میں موجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن پچپن (۵۵) وصیتوں کو جمع فرمادیا ہے جو مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمائی تھیں۔ یہ قیمتی وصیتیں اگرچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِرشاد فرمائی گئی تھیں، لیکن درحقیقت تمام مسلمانوں کے لیے تریاق کا کام دیتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول وفعل اور حرکت وسکون قابلِ اِتباع، باعثِ نجات اور ذریعۂ فوز وفلاح ہے، لیکن بطورِ خاص جس چیز کے لیے آپ نے ''وصیت'' کا عنوان اختیار فرمایا ہو، اس سے اس کی افادیت واہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے...!

مترجم محترم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص یہ ذوق ودلچسپی عنایت فرمائی ہے کہ مفید سے مفید تر مضامین عوام تک آسان اور عام فہم اُردو زبان میں پہنچائے جائیں۔ زیرِ نظر ترجمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

راہِ ہدایت وعمل

تالیف: شیخ احمد عزالدین البیانونی۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۲۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اِسلام نے انسان کے تمام مسائل کا حل عطا فرمایا ہے، چاہے وہ معاش کے ہوں یا معاشرت کے، اِنفرادی ہوں یا اِجتماعی، فرد کے ہوں یا کنبے کے، دُنیوی ہوں یا اُخروی! شریعتِ مطہرہ نے انسان کی ہر موڑ اور ہر مشکل میں راہنمائی فرمائی ہے۔

زیرِ نظر رسالہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں اختصار کے ساتھ طہارت، وضو، غسل، نماز، صدقات، روزہ، حج، جہاد، تلاوتِ قرآنِ کریم، ذِکر، دُعا، خرید وفروخت، نکاح، لباس، کھانے پینے، امارت، حدود، صلہ رحمی، نیکی اور اَخلاق وآداب سے متعلق اہم اہم اُمور واَحکامات کا ذِکر کیا گیا ہے۔

اصل عربی رسالہ شیخ احمد عزالدین البیانونی کا ہے، جسے ہمارے محسن جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار نے اُردو ترجمہ کرکے عام وخاص کے لیے مفید بنادیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

کامیابی وکامرانی

تالیف: شیخ عبداللہ ناصح علوان۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۷۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی ۵۔

دُنیا دارالعمل ہے اور یہاں کا ایک ایک لمحہ آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں اس قدر قیمتی ہے کہ وہاں کی پوری زندگی بایں معنی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی کہ دُنیا کی زندگی کے ایک لمحہ سے (جس میں کلمۂ توحید کی تصدیق واِقرار ہو) آخرت کی پوری زندگی کی راحت میسر آجاتی ہے، اور اس کے برعکس اگر کوئی دُنیا کی زندگی کی ناقدری کرتے ہوئے ایمان نہ لایا تو آخرت میں کروڑوں، اربوں سال کے رونے پر بھی عافیت میسر نہیں ہوگی اور جہنم سے خلاصی نہ ہوسکے گی۔

زیرِ نظر مجموعہ میں اسی راہِ کامیابی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ایمان واعمال اور تقویٰ وطہارت کا میدان

اور کامیابی وکامرانی کا راز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شریعتِ مطہرہ کی اتباع میں مضمر ہے، اور ان تمام عیوب ونقائص کی نشان دہی کی گئی ہے جو اُخروی ہلاکت و بربادی کا باعث بن سکتے ہیں۔ اصل رسالہ شیخ عبداللہ ناصح علوان کا ہے، جسے ڈاکٹر صاحب نے سہل اُردو میں تبدیل فرما کر اُردوداں طبقہ پر اِحسان فرمایا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۱ھ)

قلب

تالیف: شیخ احمد عزالدین البیانونی۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ قیمت قسمِ اوّل: ۱۶ روپے۔ قسمِ دوم: ۸ روپے۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

انسانی اعضاء میں دِل کو جو رِیاست وسیادت کا مقام حاصل ہے، وہ اعزاز کسی اور عضو کو حاصل نہیں، پورے بدنِ انسانی کی نظری اور فکری قیادت اسی کے پاس ہے، اگر اس میں خیر ہو تو دُوسرے تمام اعضاء اس کی اِقتدا میں خیر کی طرف راغب ومائل ہوتے ہیں، اور اگر اس میں بگاڑ آجائے تو پھر پورے جسمِ انسانی سے بگاڑ والے اعمال کا ظہور وصدور ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی رئیس الاعضاء کی دُوسرے اعضاء کے مقابلہ میں اصلاح، سکون اور دِل کی بیماریوں اور اُن کے علاج کی نشان دہی کی گئی ہے۔ شیخ احمد عزالدین البیانونی کا یہ عربی رسالہ اپنی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر اس کا متقاضی تھا کہ اس کا اُردو میں ترجمہ کردیا جائے تاکہ اس سے ہر خاص وعام مستفید ہوسکے۔ مترجم موصوف نے اسے عمدہ اور اچھی زبان دے کر جان دار کتاب بنادیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

جنت کی نعمتیں اور اُن تک پہنچنے کا راستہ

تالیف: الشیخ علی حسن علی عبدالحمید۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دارالتصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

زیرِ نظر رسالہ درحقیقت حضرت الشیخ علی حسن علی عبدالحمید کی تالیف ہے، جس کا ترجمہ مترجم موصوف نے بہترین انداز میں فرمایا ہے۔ مولانا موصوف کا اس موضوع پر خود مستقل رسالہ ''جنت'' آچکا ہے، اور اس

کا تعارف بھی ان صفحات میں آچکا ہے، جو اپنی افادیت اور حسن وخوبی کے باعث اس قابل ہے کہ اسے روزانہ گھر پر تھوڑا تھوڑا کر کے سنایا جائے۔

زیرِ تبصرہ رسالہ میں بھی اس عنوان کو کھول کر وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، جس میں قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ کے حوالہ سے جنت کی نعمتوں کی تفصیلات اس انداز سے بیان کی گئی ہیں کہ جنت منقش ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ عمدہ کاغذ اور رنگین ٹائٹل سے کتاب مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

جنت کی چالیس راہیں

مصنف: جناب شیخ خالد سیّد علی۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (جامعہ علوم اسلامیہ)۔ صفحات: ۱۱۴۔ قیمت: ۲۲ روپے۔ پتا: القادر پرنٹنگ پریس، کراچی، پاکستان۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور جنت کی سکونت عنایت فرمائی، مگر تکوینی طور پر اس کائنات کو بسانے کے لیے انسان کو زمین پر آنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میرے بندے اپنی آبائی میراث (جنت) دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اس کی خاطر سلسلۂ نبوت اور رُشد و ہدایت جاری فرمایا، جس کے ذریعہ غایت شفقت سے یہ واضح فرمایا گیا کہ جہنم سے بچنے اور جنت کے حاصل کرنے کی کون کون سی راہیں ہیں؟

زیرِ نظر کتاب میں – جیسا کہ نام سے ظاہر ہے – اس سلسلہ کی چالیس راہوں کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کو اپنا کر مسلمان بسہولت جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اصل کتاب عربی میں ہے، جسے اُردو کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ مترجم مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب افتتاحیہ میں کتاب کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''صاحبِ کتاب نے اس کتاب میں چالیس ایسی چیزیں اور اَعمال جمع کیے ہیں جو اِنسان کو جنت دلاتے ہیں۔ اُن کا کرنا بھی مشکل نہیں اور نہ اس میں کوئی زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے، لیکن ان پر اَجر وثواب بہت ملتا ہے۔ صاحبِ کتاب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں! اُنہوں نے اعلیٰ ترین معاشرتی اخلاق وفرائض اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا اور خیر کی طرف دعوت دی۔''

مصنف جناب شیخ خالد سیّد علی صاحب مدظلہٗ نہایت بسط وتفصیل سے مسلمانوں کے اَخلاق وعادات

واطوار کو اُسوۂ نبوی کی روشنی میں منقح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ ہی بتایئے کہ اِنسان کا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول اور اس کی ملاقات سے شرف یابی اور جنت میں داخلہ کے علاوہ اور کیا مقصود ومطمحِ نظر ہو سکتا ہے؟ یہ باتیں اور خصلتیں نہایت آسان اور ہلکی پھلکی ہیں، جن میں سے اکثر کو ہم کر بھی گزرتے ہیں، لیکن یا ہمیں اُن کا پتہ نہیں چلتا یا ہم اس کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتے، اور بعض اوقات ہم ان کو بہت معمولی سمجھتے ہیں.... اس لیے میں ہر مسلمان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ان شان دار باتوں اور خصلتوں کو اَپنائے۔''

ہمارے خیال میں یہ کتاب اِس لائق ہے کہ ہر گھر میں اس کا ہونا اور چھوٹے بڑے تمام گھر والوں کو اس کا مطالعہ اَز بس ضروری ہے۔ زبان نہایت سلیس، شستہ، انداز عام فہم! جس سے ہر سطح کے اَفراد یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۹ھ)

جنت

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اسلامی)۔ صفحات: ۸۵۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، جامعہ علوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

دُنیا دَنی مصائب وآلام کا گھر اور اِضطراب کی آماج گاہ ہے، مگر ہر شخص امن واطمینان وسکون کا طالب وجویا اور متلاشی ہے، اس دُنیاوی عیش وآرام کے حصول کے لیے وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں صَرف کرتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ پھر بھی اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ رہا آخرت کا معاملہ! اَوّلاً تو نفس وشیطان ادھر متوجہ ہو کر اپنے لذائذ کو کھٹا کرنا گوارہ نہیں کرتا، اور بھول چوک سے خیال وذہن منتقل ہو بھی جائے تو اُسے فوراً یہ کہہ کر جھٹک دیا جاتا ہے کہ (نعوذ باللہ!) آگے معاملہ کس نے دیکھا ہے؟

قرآنِ کریم اور اَحادیثِ نبوی میں نہ صرف اس حقیقتِ ثابتہ کو مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے، بلکہ وہاں کے اِنعام واِکرام اور عزوشان، راحت وچین اور کمال وتکمیل کے تمام مراحل کو کھول کھول کر سمجھایا گیا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں اس کی حکمت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''انّ الجنّة تُزيَّن من الحول الى الحول۔''(۱)

(۱) كنز العمال، ج:۸، ص:۴۷۶، رقم الحديث: ۲۳۷۱۳، ط: دار الفكر، بيروت.

اللہ تعالیٰ جنت کو شروع سال سے آراستہ وپیراستہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بندے اپنے گناہوں کا بوجھ پھینک کر ادھر متوجہ ہوں۔

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب مدظلہٗ نے اپنے ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' رسالہ میں کتاب وسنت سے جنت کی تعریف، نعمتیں اور وہاں کی زندگی کے شب وروز کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ جنت کا واقعاتی نقشہ آنکھوں کے سامنے منقش ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عظیم نعمت کے حصول کے لیے محنت وجذبہ سے سرشار فرماوے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولی ۱۴۱۰ھ)

دوزخ

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ہمیشہ کے خسران میں مبتلا کر کے اسے اللہ کے دشمنوں کی فہرست میں لا کھڑا کرے، وہ اگر ہمیشہ کے لیے نہ سہی تو کچھ وقت کے لیے ضرور دوزخ کا مستحق قرار پائے۔ مگر اللہ پاک نہیں چاہتے کہ کوئی انسان اس کا مستحق ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی حقیقت کو اپنے انبیاء ورُسل کے ذریعہ انسانوں پر کھول کر بیان فرمایا کہ کوئی انسان اس کا ایندھن نہ بنے۔

زیرِ نظر کتاب میں جہنم کے لغوی اور شرعی معنی، اس کی آگ، لعنت، پیپ، لباس، خوراک اور جہنم میں کفار ومشرکین کو پیش آنے والی سزاؤں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

کتاب قرآن وحدیث اور مستند مآخذ کا نچوڑ ہے۔ کتاب پڑھنے سے واقعی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بڑے بچے، معمولی نوشت وخواند پر قدرت رکھنے والے اور پڑھے لکھے؛ سب اس سے برابر مستفید ہو سکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۰ھ)

نصیحتیں اور وصیتیں

مصنف: شیخ حسن بن محمد المشاط۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت

وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۶۹۔ قیمت قسم اَوّل: ۱۶روپے، قسم دوم: ۱۰روپے۔ پتا: دار التصنیف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، جمشید روڈ، کراچی ۵۔

اہل اللہ کی رفتار وگفتار اور چال ڈھال، ہر حرکت وسکون میں برکت وعظمت ہوتی ہے، اُن کے منہ سے نکلی ہوئی بات میں اُن کی قربانی اور جہدِ مسلسل کے اَثرات اور خوش بومحسوس ہوتی ہے، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کی باتوں میں اَثر ہوتا ہے اور اُن کا طرزِ عمل دِل میں اُتر جاتا ہے، اور دِل ودماغ کو اپیل کرنے والا ہوتا ہے، اسی لیے ان کی باتوں اور نصیحتوں سے بھی وہی فائدہ ہوتا ہے جو اُن کی مجلس وصحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب مکہ مکرمہ کے محدثِ جلیل شیخ حسن بن محمد المشاط کی اُن نصیحتوں اور وصیتوں کا مجموعہ ہے جو اُنہوں نے اپنے تلامذہ اور متعلقین سے اِرشاد فرمائیں، جسے مولانا نے اُردو کے قالب میں ڈھال کر ہم ایسے لوگوں کے لیے اِستفادہ کا سامان کردیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ)

آرزوئیں اور حرص ولالچ

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (مہتمم جامعہ علوم اِسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی وصدر مجلس دعوت وتحقیق اسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۵۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: يهرم ابن آدم ويشبّ منه اثنان: الحرص على المال والحرص على العمر.'' متفق عليه(۱)

''آدمی بوڑھا ہوتا ہے، مگر اس کی دو چیزیں جوان ہوتی جاتی ہیں: ایک مال کی حرص اور دُوسرا عمر کی طوالت کی تمنا۔''

مگر اَفسوس! کہ یہ سلسلہ زیادہ دیر نہیں چلتا کہ اس کو موت آلیتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ انسان اس فانی دُنیا کی جھوٹی رعنائیوں کو چھوڑ کر فکرِ آخرت میں جت جائے۔

زیرِ نظر رسالہ میں یہی مضمون قرآن واحادیث کی روشنی میں سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۴۹، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

چنانچہ عورت ماں ہو یا بیٹی، بیوی ہو یا دادی اور نانی؛ کسی بھی حالت میں اِسلام نے اسے اپنی معاش کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا، بلکہ ان عزیزوں کو اُس کے اِخراجات کا کفیل ٹھہرایا جو اُس سے زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ بالفرض! اگر ایسا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو شریعت حکومتِ اِسلامی کے بیت المال کو اُس کا کفیل قرار دیتی ہے۔ مگر دُشمنانِ دِین مظلوم عورت کو اپنی ہوس رانی اور خواہش پرستی کے لیے آزادی، خود مختاری، حقوق کی جنگ، حقوقِ نسواں؛ غرض مختلف رنگین اور کھوکھلے نعروں کے ذریعہ گھر کی چار دیواری سے باہر نکالنے میں کامیاب ہوگئے اور پھر اس حسین پردہ کی آڑ میں وہ طوفانِ بدتمیزی کھڑا کیا کہ الأمان و الحفیظ!

زیرِ نظر رسالہ میں ان حقائق کو اُجاگر کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ اِسلام نے عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے ہیں کہ مغربی معاشرہ کے بدمست اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صحیح معنی میں اس کا اِدراک اسی کو ہوسکتا ہے جو معاشرہ کی ان ستم ظریفوں کا مشاہدہ کر چکی ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے لائقِ صد تعریف ہے۔ انداز بہت سہل، نفیس اور عمدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ)

مسلمان نوجوان

مصنف: شیخ عبداللہ ناصح علوان۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (نائب رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن)۔ پتا: جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

ہر انسان عموماً اور نوجوان خصوصاً قدرے لااُبالی پن کا شکار ہوتا ہے۔ ''جوانی حیوانی'' کی کہاوت مشہور ہے، یعنی جوانی میں عموماً اِنسان اپنی پیدائش کے مقصد، اِتباعِ شریعت اور اِحساسِ ذمہ داری سے عاری ہوتا ہے۔ اِسی لیے ایک بزرگ کا شعر ہے کہ:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبر ایست
وقتِ پیری گرگِ ظالم می شوی پرہیزگار

''جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے، بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے!''

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے مسلم نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے اُنہیں اپنے مقام و مرتبہ کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور بتلایا ہے کہ مسلم نوجوان کو کیسا ہونا چاہیے؟ اس کے فرائض، ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اِسلام نے

اس پر کیا کیا ذمہ داریاں ڈالی ہیں؟ دینِ اسلام کی خصوصیات اور امتیازات کیا ہیں؟ یہ اور اس طرح کے دُوسرے مباحث پر بہت ہی عمدگی سے بحث کی ہے۔

اصل کتاب شیخ عبداللہ ناصح علوان کی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے دردِ دل اور دینی محبت سے نوازا ہے، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ موصوف اپنے اس دینی جذبہ سے کئی ایک مفید کتب تصنیف فرما چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت ڈاکٹر صاحب کو! جو ان کی مفید از مفید کتب کے نہایت عمدگی سے تراجم فرماتے رہتے ہیں۔

کتاب ماشاء اللہ! ہر اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔ اس بے دینی کے دور میں کتاب کی اہمیت بڑھ کر دوبالا ہوجاتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ)

علماء، مبلغین اور مجاہدین کے نام

تالیف: الشیخ عبداللہ ناصح علوان۔ مترجم: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس دعوت وتحقیق اسلامی، کراچی)۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: دارالتصنیف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر۵۔

اس دور میں جب کہ اِلحاد وزَندقہ اور اِباحیت وگمراہی روز افزوں ہے، اور معاشرہ منکرات وفواحش کی زہرآلود فضا سے مسموم ہوچکا ہے، اِنسانیت اور شرافت کا جنازہ اُٹھ چکا ہے، بے راہ روی اور باطل افکار ونظریات کی بھرمار ہے، اور بے دینی وبددیانتی اور بے حیائی کی اس قدر یلغار ہے کہ ایمان وعقیدہ کا تحفظ مشکل ہورہا ہے، ایسے پُرآشوب دور میں علمائے کرام اور مبلغین کا کیا کردار ہونا چاہیے؟

زیرِ نظر کتاب اسی سوال کا تفصیلی جواب ہے، جس میں مؤلف جناب الشیخ عبداللہ ناصح علوان نے اپنے مخصوص انداز میں علمائے کرام کو اِحساسِ ذمہ داری دِلاتے ہوئے علمائے اِسلام کے بہادرانہ کارنامے اور حضرات صحابہؓ کے جہاد کے چند واقعات اور فتح وکامرانی اور قربانی کے تلازم کو بیان فرمایا ہے، جس کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب نے نہایت عمدہ انداز میں ترجمہ کردیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ)

اصل کتاب عربی میں ہے، حضرت مولانا نے اسے اُردو کے قالب میں اس انداز سے ڈھالا ہے کہ ترجمہ کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

اِسلام اور تربیتِ اولاد (کامل دو جلدیں)

مصنف: شیخ عبداللہ ناصح علوان۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار (رئیس مجلس دعوت وتحقیق اِسلامی، کراچی)۔ صفحات جلد اوّل: ۵۹۶، جلد دوم: ۴۲۹۔ قیمت فی سیٹ: ۲۵۰ روپے۔ پتا: دار التصنیف، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

اِنسانی تمدن اور معاشرتی مزاج کے رُخ کی نشان دہی کرتے ہوئے قرآن وحدیث میں واضح ہدایات موجود ہیں، جس کا حاصل اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مختصر سے عنوان کے تحت کافی حد تک اَدا ہو جاتا ہے، چاہے اس کی تفسیر وتشریح میں تعبیرات کا اِختلاف کیوں نہ ہو؟ مختصر یہ کہ جب اِنسان یہ باور کرلے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اَپنا خلیفہ اور نائب بناکر مبعوث فرمایا ہے اور اُسے اللہ اور رسول کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے، پھر وہ خالق ومخلوق کے حقوق کی اَدائیگی بھی سیکھ لے تو معاشرہ اَمن واَمان کا گہوارہ اور ماحول محبت ومودّت کا مثالی نمونہ ہوگا، پھر زمین میں فساد کے بجائے اِصلاح اور عداوت کے بجائے اُلفت کا دور دورہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ معاشرہ کو ان خطوط پر کس طرح اُستوار کیا جائے؟ تو بلاتکلف اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حسنِ تربیت سے اَفراد پر محنت کی جائے، کیونکہ معاشرہ اَفراد کی اِجتماعی شکل کا نام ہے، جب اَفراد راہِ راست پر آجائیں گے تو معاشرہ خود ہی دُرست ہوجائے گا، اور حسنِ تربیت سے اَفراد پر محنت کرنے کی بہترین شکل ہے: اِسلامی طریقہ پر اَپنی اولاد کی تربیت کرنا۔ اِس لیے کہ اگر ہر مسلمان اپنی اولاد کو اِسلامی طرزِ زندگی سے رُوشناس کراتے ہوئے اُس کی پرورش کرے تو ہر مسلمان بچہ صالح معاشرہ کا رُکن ثابت ہوکر اِصلاحِ معاشرہ میں مؤثر کردار اَدا کرسکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اَپنے موضوع پر ایک اَہم اور مستند ذخیرہ ہے۔ ہمارے خیال میں اِس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں جامع اور مفید ترین ہے۔ کتاب کس قدر جامع، مفید اور اَہم مباحث پر مشتمل ہے! اس کی تفصیل مؤلفِ موصوف جناب شیخ عبداللہ ناصح علوان نے مقدمہ طبع اوّل

میں درج کردی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''میں نے اِس کتاب کو تین اَقسام پر تقسیم کیا ہے، جن میں سے ہر قسم کے ضمن میں مختلف فصلیں ہیں اور ہر فصل کے تحت مختلف موضوع اور عنوانات ہیں، جن کا خاکہ درج ذیل ہے: ......

مثالی شادی اور اس کا تربیت سے باہمی تعلق۔ بچوں سے متعلق نفسیاتی شعور واحساسات۔ بچے کی ولادت کے وقت مربی کو کیا کرنا چاہیے؟ بچے کا نام رکھنا اور اس کے اَحکام۔ بچے کا عقیقہ اور اس کے اَحکام۔ بچے کا ختنہ اور اس کے متعلق اَحکام۔ بچوں میں اِنحراف اور فساد پیدا ہونے کے اَسباب اور اُن کا اعلاج۔ مربیوں کی نظر میں بڑی بڑی مسئولیات اور ذمہ داریاں۔ اِیمانی تربیت کی مسئولیت۔ اخلاقی تربیت کی ذمہ داری۔ جسمانی تربیت کی ذمہ داری۔ عقلی تربیت کی ذمہ داری۔ نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری۔ معاشرتی و اِجتماعی تربیت کی ذمہ داری۔ جنسی تربیت کی ذمہ داری۔ تربیت کے مؤثر وسائل۔ بچے کی تربیت کے سلسلہ میں بنیادی قواعد۔ تربیت کے سلسلہ میں چند ضروری تجاویز وغیرہ۔

کتاب میں ذکر کردہ مضامین کا یہ ایک خاکہ ہے۔ اس کے علاوہ ہر فصل میں نہایت ہی اَہم مباحث اور مفید موضوعات بھی زیرِ بحث آئے ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کے سلسلہ میں صحیح تربیت کا بہترین راستہ واضح کردیا جائے اور بچوں کو معاشرہ کا صالح وکارآمد عضو بنایا جائے، تاکہ وہ اِسلام کا طاقت ور لشکر بن سکیں اور ایسے مثالی نوجوان بن جائیں جن میں قربانی، اِیثار اور شرافت اعلیٰ پیمانے پر جھلکتی ہو۔''

مندرجہ بالا خاکہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتاب کس قدر جامع اور مفصل ہے! یقیناً یہ کتاب اپنے موضوع پر کامل و مکمل ہے، جس میں بچے کی ولادت سے بالغ ہونے تک کے زمانہ کی تربیت کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اِس اعتبار سے بھی جامع ہے کہ مؤلف موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ اِبنِ قیم جوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفة المودود فی احکام المولود'' سے اِستفادہ کرتے ہوئے اپنی کتاب میں اس کے مباحث کو بھی شامل کرلیا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں ہمارے مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم کو! جنھوں نے کتاب کی اَہمیت و اِفادیت کے پیشِ نظر عرق ریزی اور شبانہ روز کی محنتِ شاقہ سے اپنی تالیفی وتدریسی مصروفیات کے باوجود اِس قدر مفصل کتاب کو نہایت سہل اور عام فہم انداز میں اُردو کے قالب میں منتقل فرماکر ایک اَہم دِینی خدمت سرانجام دی ہے۔ کتاب حسنِ باطنی کے علاوہ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے۔ کتابت وطباعت کے علاوہ تجلید خوب سے خوب تر ہے۔ کہیں کہیں مترجم موصوف نے نہایت ہی مفید اور جان دار حواشی کا اِضافہ بھی کیا ہے، جو اَپنی جگہ ایک مفید علمی سرمایہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۹ھ)

مختصر تربیتِ اولاد اور اِسلام

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار۔ صفحات: ۳۲۶۔ ناشر: دار التصنیف، جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی رُبوبیت کا اعتراف انسان کی فطرت کی آواز ہے، جس کی تخم ریزی عالمِ ارواح میں اللہ رَبّ العالمین نے وعدۂ الست کے ساتھ ہی بنی نوعِ انسان کے تمام افراد میں کردی تھی۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے:

"عن أبی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما من مولود يولد على الفطرة فأبواه يهوّدانه أو ينصّرانه أو يمجّسانه."(۱)

''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرتِ اِسلام پر پیدا ہوتا ہے، پس آگے اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں۔''

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اولاد کی تربیت میں والدین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اللہ رَبّ العالمین (جو سارے جہانوں کے پالنے والے اور تربیت کرنے والے ہیں) نے والدین کے قلوب میں اولاد کی محبت وشفقت کے کچھ ایسے نیک جذبات موجزن فرمائے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے ماں باپ بچوں کی دیکھ بھال، ان کی ضروریات کے لیے تگ ودو، پُرسکون زندگی کی تلاش اور روشن مستقبل کی جدوجہد کرتے ہی رہتے ہیں۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ والدین اپنی اولاد کو جو سب سے بڑا عطیہ یا تحفہ دیتے ہیں، وہ اچھی تعلیم وتربیت ہے۔

اِسلام وہ عالمگیر مذہب ہے جس میں زندگی کے ہر گوشہ کے متعلق اَحکامات دیے گئے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں شریعتِ مطہرہ نے اولاد کی تربیت کے بارہ میں مفصل اَحکامات وہدایات دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم ومکرم جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار مدظلہم کو جزائے خیر عنایت فرمائیں کہ موصوف نے وقت کی اِنتہائی اہم ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے زیرِ تبصرہ کتاب ''مختصر تربیتِ اولاد اور اسلام'' مرتب فرمائی ہے۔ یہ اصل میں اختصار ہے ایک بڑی کتاب کا جو عربی میں ہے، جس کا اُردو میں ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا

(۱) متفق علیه، مشکاة المصابیح، ص: ۲۱، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی

ہے: بنام ''اسلام اور تربیتِ اولاد'' جو دو جلدوں میں ہے، اور کافی طویل اور مفصل ہے۔ کتاب کی طوالت بعض مرتبہ اس سے فائدہ اُٹھانے میں رُکاوٹ بنتی ہے۔ اس مشینی دور میں ویسے بھی ہر شخص مصروف ہے، دینی کاموں کے لیے مشکل ہی سے وقت ملتا ہے، لہٰذا ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان دو جلدوں کو مختصر فرما کر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے، جس سے ہر شخص بخوبی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کتاب ''مختصر تربیتِ اولاد'' تین قسموں پر منقسم ہے:

قسم اَوّل میں چار فصلیں ہیں۔ قسم دوم (جو مربیوں کی ذمہ داریوں پر مشتمل ہے) میں سات فصلیں ہیں۔ تیسری قسم میں تین فصلیں، ایک خاتمہ ہے۔

قسم اَوّل کی چار فصلوں کے جلی عنوانات درج ذیل ہیں:

۱:...مثالی شادی اور تربیت سے ربط وتعلق، ۲:...بچوں کے متعلق نفسیاتی شعور، ۳:...نومولود سے متعلق اَحکام، ۴:...بچوں میں اِنحراف کے اسباب اور اُن کا علاج۔

ہر فصل کے ذیلی عنوانات مثلاً: الف:...شادی اِنسانی فطرت ہے، ب:...شادی معاشرتی ضرورت، ج:...شادی خوب سے خوب تر کے انتخاب کا نام ہے۔

ہر ذیلی عنوانات کے تحت بعض جلی سرخیاں کچھ یوں ہیں، مثلاً: بنی نوعِ اِنسان کی بقاء، نسب کی حفاظت، معاشرہ کی اخلاقی گراوٹ سے محفوظ رہنا، معاشرہ کا بیماریوں سے محفوظ رہنا، رُوحانی ونفسیاتی سکون، خاندان کی تعمیر اور بچوں کی تربیت، ماں باپ ہونے کے جذبہ کا بیدار ہونا، رشتہ کے اِنتخاب کا معیار دِین کو بنانا، اِنتخاب شرافت وحسب ونسب کی بنیاد پر ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایسے زرّیں عنوانات ہیں جنہیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب دراصل اپنے موضوع پر ایک دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کی حیثیت رکھتی ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب کے مؤلف ڈاکٹر صاحب موصوف ''پیش لفظ'' میں رقم طراز ہیں:

''اس کتاب میں تربیت کے بنیادی اُصول، عمومی تربیت کے آداب وقواعد نہایت آسان اُسلوب میں ذکر کیے ہیں۔ یہ کتاب تربیت کے ہر گوشہ سے بحث کرتی ہے۔ اس میں ایسے بنیادی قواعد متعین کیے گئے ہیں جو بچے کی اِیمانی، اخلاقی، رُوحانی، عقلی اور جسمانی تربیت کر سکیں اور اس کی شخصیت کو اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے صحیح قالب میں ڈھال سکیں۔ یہ کتاب ہر مربی اور گھر کے بڑے کے لیے اولاد کی صحیح اسلامی تربیت میں مشعلِ راہ کا کام دے گی۔ اس میں قوم کی تعمیر، مضبوط بنیادیں،

تربیت کے قیمتی اُصول اور فرد کی تیاری کے شان دار مشورے موجود ہیں، لہٰذا یہ گوہرِ نایاب اس لائق ہے کہ ہر گھرانے میں موجود ہو اور ہر شخص اسے پڑھے اور فائدہ اُٹھائے۔"

اِس کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ مکمل ہو رہا ہے، ماہنامہ ''بینات'' میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔ مترجم ہیں: حاجی رفیق عبدالرحمٰن (شعبۂ انگریزی ماہنامہ ''بینات'')۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۷ھ)

مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار زید مجدہم۔ صفحات: ۵۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دار التصنیف، جامعہ علومِ اِسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

اس مادّیات کے دور میں کیا مسلمان کیا کافر؟ ہر ایک دُنیوی ترقی میں دُوسروں سے سبقت لینا چاہتا ہے، اچھے مستقبل کے سہانے خواب نے اس قدر مفلوج کر دیا ہے کہ دِین و ایمان یا اِسلام و مذہب کے تحفظ و تقدس کی اہمیت ہی قلوب سے نکل چکی ہے۔ اس واہیات تصوّر کے ساتھ مشنری اسکولوں نے جلتی پر تیل کا کام دیا کہ وہ اپنی اِسلام دُشمنی میں نام نہاد اچھے ماحول اور اچھی تعلیم کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے مستقبل سے کھیلنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی بھاری فیسوں کے عوض محض نام و نمود اور اچھی ڈگری کی دُھن میں ہم یہ سوچنا بھول گئے کہ یہ مسلمانوں کے ازلی دُشمن ہیں، اور جو کام وہ پیسے دے کر کرنا چاہتے ہیں، بدقسمتی سے ہم اسی کام میں پیسے دے کر ہی ان کی معاونت کر رہے ہیں، انجامِ کار مسلمان بچہ پل بڑھ کر جب جوان ہوتا ہے اور ''تعلیم'' سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اِسلام اور اِسلامی اَقدار سے بھی باغی و منحرف ہو چکا ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی درد کو نہایت سنجیدگی سے مسلمانوں کے دل و دماغ میں اُتارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب ہر اعتبار سے معیاری ہے۔ بچے کی تعلیم کے لیے اسکول، مدرسہ، ماحول اور اساتذہ کے اِنتخاب سے قبل -ہمارے خیال میں- مسلمان ماں باپ کو اس کتاب کا پڑھ لینا ازبس ضروری ہے، تاکہ وہ کسی ''سینٹ پیٹرکس'' یا ''ماما پارسی'' کے بجائے اچھے کردار اور دِینی اقدار کے حامل اسکول و مدرسہ کا اِنتخاب کرسکیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے
وظائف، دواؤں اور غذاؤں سے متعلقہ کتب

فیضِ کثیر

مولانا مشتاق احمد عباسی۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ''ادارۂ صدیقیہ''، نزد حسین ڈی سلوا، گارڈن ویسٹ، نشتر روڈ، کراچی۔

جب کسی فن کے ماہر نہ ہوں تو عطائی قسم کے لوگوں کی بڑی مانگ ہوتی ہے، خاص کر جب جہالت و بے دینی عام ہو جائے اور صحیح و سقیم اور نیک و بد کی تمیز اُٹھ جائے تو پھر شریفوں کے بھیس میں ڈاکو اپنا کاروبار خوب چمکاتے ہیں۔

تعویذات وعملیات کا درجہ اگر چہ علاج سے زیادہ نہیں، مگر جاہل عاملوں نے سحر و جادو اور سفلی عمل سے اس کاروبار کو ایسا پھیلایا کہ ہر دُوسرا شخص اس سے متاثر نظر آتا ہے، جس سے جاہلوں اور ٹھگوں کی خوب بن آئی ہے۔ ضرورت تھی کہ صحیح اور مناسب طرح کا کوئی ایسا مجموعہ مرتب ہونا چاہیے، جس سے ضرورت مند اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کر سکے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب مولانا مشتاق احمد عباسی صاحب کو جنہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس ضرورت کو محسوس کیا، اکابرین علماء وصوفیاء کے مرتبہ اوراد و وظائف سے ماخوذ اس مجموعہ کو مرتب کیا۔ وہ اس پر بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ کتاب کے شروع میں ماخذ کے ناموں کی تفصیل درج ہے۔ اُمید ہے اس ''فیضِ کثیر'' کا فیض عام ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

بیماری اور اُس کا رُوحانی علاج

ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اِسحاقیہ، جونا مارکیٹ، کراچی نمبر۲۔

جس طرح جسمانی اَمراض کے خاتمہ اور اُن سے نجات حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹروں اور حکیموں نے مختلف اُدویہ اِیجاد کی ہیں، اِسی طرح ان اَمراض کے رُوحانی علاج کے لیے علمائے کرام نے اپنے تجربات کی بنا پر آیاتِ اِلٰہی کو جمع کیا، جس کا مؤثر ہونا برحق ہے۔

مؤلف نے بھی عوام الناس کے فائدہ کے لیے مختلف اَمراض اور مصائب و آلام کے علاج کے لیے قرآنِ حکیم کی بعض آیات اور اَحادیث کو یکجا کر دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ۱۳۹۸ھ)

گلدستۂ طب وصحت (حصہ اوّل)

جناب حکیم نور اَحمد صاحب۔ صفحات: ۲۵۸۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتہ: مکتبہ نور الصحت، عبدالکریم روڈ، قلعہ شاہ فیصل، لاہور۔

جناب حکیم نور اَحمد صاحب ایک کہنہ مشق طبیب ہیں۔ عمر کا اکثر حصہ پھلوں، پھولوں، سبزیوں اور جڑی بوٹیوں کے خواص واَثرات معلوم کرنے اور مزمن اَمراض کی تحقیق میں گزارا ہے، چنانچہ اپنے عظیم تجربہ اور مشاہدہ کے پیش نظر اِفادۂ عام کے لیے اپنے ان مشاہداتی معلومات کو منظرِ عام پر لانے کا پروگرام بنایا ہے۔ گلدستۂ طب وصحت (حصہ اوّل) اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہر پڑھے لکھے کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ۱۳۹۸ھ)

دوائیں اور اِسلام

جناب ڈاکٹر اسد اللہ خاں، بی ایس سی (علیگ) ہومیو پیتھ، اکبر روڈ، کراچی نمبر۱۔

مروّجہ طریقہ ہائے علاج جو دوائیں استعمال ہوتی ہیں، ان میں حلال وحرام کی تمیز نہیں رکھی جاتی، خصوصاً انگریزی ادویہ کسی طرح ہمارے معاشرہ سے میل نہیں کھاتیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں اس صورتِ حال کی

اِصلاح پر زور دیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ مصنف سے بلا قیمت طلب کیا جا سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

طبِ نبوی

جناب حافظ نذر احمد صاحب (پرنسپل شبلی کالج، لاہور)۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت (مجلد): ۴/۵۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، نذر منزل ۲۹/۲۸ محمد نگر، علامہ اقبال روڈ، لاہور۔

صحت و حفظانِ صحت اور علاج الامراض کے سلسلہ میں حدیث کی کتابوں میں ایک مستقل عنوان ''کتاب الطب'' دیا جاتا ہے، اور ''طبِ نبوی'' پر متقدمین ومتأخرین کی مستقل کتابیں بھی موجود ہیں۔ جناب مصنف کی سعادت ہے کہ انہوں نے محنت وجستجو کے ساتھ ایسی احادیثِ مبارکہ کو، جن کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق طب سے ہے، جدید انداز سے مرتب کیا۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر اِنسانیت ان نبوی ہدایات کو اپنالے تو بہت سی بیماریوں سے نجات مل جائے۔ مصنف نے بالکل صحیح لکھا ہے:

''اُمی لقب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دُنیا جہان کی حکمتیں نثار ہوں! وہ ہر روگ کا مداوا اور ہر دُکھ کا درماں بن کر آئے، ان کی کوئی بات حکمت سے خالی نہ تھی، لیکن طبابت ان کا منصب نہ تھا، مریضوں کا علاج کرنا ان کی بعثت کا منشا نہ تھا، عالمِ انسانیت پر ان کے ہزاروں اِحسانات میں سے یہ ایک اِحسان ضرور تھا۔''

کتاب میں عربی الفاظ کی اِملا میں بہت سی غلطیاں ہیں، کہیں کہیں نفسِ مطالب میں بھی سہو ہوا ہے۔

آخر میں ایک زِندیق کا حوالہ پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوگئے، دِل جل گیا اور آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ حدیثِ نبوت کا پاکیزہ موضوع! اور باغیٔ نبوّت مرتد کا حوالہ! ''ایں چہ بوالعجبیست...!''، ''طبِ نبوی'' کے مصنف نے حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم (روحی وعرضی فداہ) کے غدار کی سند لاکر، اور ''اللہ کریم ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے'' کی دُعا میں شامل کرکے ''رُوحِ نبوی'' کو اَذیت دی ہے، اور اس طرح اپنی کتاب کو بے نور، ثقاہت سے عاری اور خیر و برکت سے محروم کرلیا ہے۔ ''لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ.''(۱)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ)

---

(۱) المجادلۃ: ۲۲

ارمغانِ جواہرات (جلد اوّل)

جناب حکیم محمد یعقوب شمیم قریشی۔ صفحات: ۳۱۸۔ کاغذ وطباعت ناقص۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: منیجر لاثانی کیمیکل ورکس، سیالکوٹ۔

یہ ایک طبّی فارماکوپیا ہے، جس میں مشہور دواخانوں اور تجارتی کمپنیوں کے پیٹنٹ نسخہ جات، ان کے اجزائے ترکیبی، ترکیبِ ساخت، طریقۂ استعمال اور فوائد بڑی محنت سے درج کیے گئے ہیں، ہر نسخہ کے آخر میں ان اطباء کی تصدیقات بھی درج ہیں، جنہوں نے ذاتی طور پر اس کا تجربہ کیا ہے۔ مصنف نے کوشش کی ہے کہ کوئی ایسا نسخہ درجِ کتاب نہ ہو، جسے تجربہ کی کسوٹی پر جانچ کرنہ دیکھ لیا گیا ہو۔ بعض نسخوں میں شراب اور دیگر حرام اشیاء بھی شامل ہیں، مسلمانوں کے لیے ان کا استعمال کرنا اور کرانا دونوں حرام ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۱ھ)

جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں

الحاج جناب سیّد رضی الدین احمد فخری۔ صفحات: ۵۱۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: قاسم سنز، ۱۶/ نیا اُردو بازار، نزد بندر روڈ، کراچی۔

اِس پُرفتن دور میں ہر دوسرا آدمی پریشان اور چین وسکون کا متلاشی ہے، لیکن شومئ قسمت کہ اسے امن واطمینان اور چین وسکون کہیں نہیں ملتا، جس کی وجہ سے بعض حضرات اس نفسیاتی دباؤ کے باعث پاگل ہوجاتے ہیں اور بعض مذہب ومعاشرہ اور قوم وملت حدیہ کہ انسانیت سے بھی باغی ہوجاتے ہیں۔ دورِ جدید کے تمام تر سائنسی آلات اور تحقیقی تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ امن وسکون اور چین واطمینان صرف اور صرف پیغامِ الٰہی اور اطاعتِ خداوندی اور ذکرِ الٰہی میں ہے۔

زیرِ نظر کتاب ایک صوفی باصفا اور امراضِ رُوحانی کے ''معالج'' جناب الحاج سیّد رضی الدین احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم فخر الدین الٰہ آبادی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، جس میں نفسیاتی امراض اور ان کا بہترین علاج بیان فرمایا گیا ہے۔ لوحِ کتاب پر کتاب کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:

> ''اس دور میں جسمانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ نفسیاتی بیماریوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، اس کتاب میں نفسیاتی بیماریوں کا علاج آیاتِ قرآنی واَحادیثِ نبویہ سے نہایت آسان اور مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے، جس پر عمل سے ان شاء اللہ! مایوسیاں جلد اُمید وراحت سے بدل جائیں گی۔''

کتاب: اِبتدائیہ، ضمیمہ اور ۹ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اَوّل میں ذہنی واعصابی بیماریوں کا ذکر ہے، اور باب دوم میں ذہنی بیماریوں کا علاج بیان کیا گیا ہے، بابِ سوم میں جذبات میں اعتدال، اور بابِ چہارم میں زندگی کو کامیاب اور مفید بنانے کے اُصول، اور بابِ پنجم میں گھریلو زندگی اور جذبات، اور چھٹے باب میں جنسی بلوغت، اور ساتویں باب میں جدید اقتصادی نظام، اور آٹھویں باب میں ضعیفی، اور نویں باب میں اعمال وحاجات کو نہایت بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

نہایت بہترین کتابت اور عمدہ طباعت سے مزین گلدستہ اس قابل ہے کہ پریشان اور مایوس طبقہ اس گراں قدر جوہر سے بھرپور فائدہ اُٹھائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ)

علاجِ قرآنی (یعنی) قرآن وحدیث سے بیماریوں کا علاج

مصنف: الشیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی۔ مترجم ومرتب: مولانا نصیب الرحمٰن علوی، فاضل جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن۔ صفحات: ۱۵۰۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ ٹائٹل: عمدہ ودیدہ زیب۔ ناشر: درخواستی کتب خانہ، بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی، ۷۴۸۰۰۔

زیرِ تبصرہ کتاب وظائف وعملیات کا نادر مجموعہ ہے، جس میں قرآنِ کریم اور صحیح احادیث سے جملہ امراض کا علاج بیان کیا گیا ہے، ہر مسلمان گھرانے کی اہم ضرورت ہے۔

آج کل عام طور پر لوگ صرف ظاہری دوا کی طرف رجوع کرتے ہیں، یعنی طبیبوں اور ڈاکٹروں کے ہاں چکر لگاتے ہیں اور جب ہر طرف سے مایوس ہوجاتے ہیں تو پھر علماء اور رُوحانی علاج کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حالانکہ شروع ہی سے قرآنی ورُوحانی علاج کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اور ربِّ کائنات جو شافی وکافی ذات ہے، اسی کی طرف رُجوع کرنا چاہیے، اور اسباب کے درجہ میں دوا دارو بھی سنت پر عمل کرنے کے لیے کرتے رہنا چاہیے تو پھر اِن شاء اللہ تعالیٰ! شفا یقینی ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے برادرم محترم مولانا نصیب الرحمٰن علوی فاضل جامعہ ہذا کو کہ انہوں نے ایک عربی رسالہ کا ترجمہ مع اِضافاتِ جدیدہ کے مرتب فرمایا، جس میں قرآن وحدیث اور اکابر علماء واولیاء اللہ کی کتابوں سے رُوحانی علاج وعملیات کو منتخب فرماکر یہ گنجینۂ صحت پیش کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب کے ''پیش لفظ'' میں کتاب کا تعارف کچھ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

''خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ادعیہ وغیرہ میں ہر بیماری کا علاج موجود ہے اور چونکہ علمائے کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ووارث ہیں، لہٰذا ان سے منقول اعمال وادعیہ بھی فائدہ اور اثر سے خالی نہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اعمالِ قرآنی وادعیۂ ماثورہ کے ذریعہ اپنی ہر مشکل کو حل کرے۔ گزشتہ دنوں شیخ سعید بن علی بن وہف القحطانی مدظلہ العالی (جو سعودی عرب کے مقتدر علماء میں سے ہیں) کا ایک عربی رسالہ ''العلاج بالرقی من الکتاب والسنۃ'' ہاتھ لگا، مطالعہ کرتے ہوئے طرزِ بیان بہت پسند آیا، موضوع بھی نہایت اہم اور مفید تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے عوام الناس کے لیے اس رسالہ کا ترجمہ لکھا، ارادہ یہی تھا کہ صرف یہ چھپوادیں مگر بعض احباب کا اصرار ہوا کہ اس میں اسی موضوع پر کچھ اضافہ کیا جائے.....''

عملیات پر تو بے شمار کتابیں ہیں، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے یہ اپنے طرز کی واحد کتاب ہے، جس میں تمام امراض کے علاج کو بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے اور اس کا نام ''علاجِ قرآنی'' رکھا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۸ھ)

مستند علاجِ قرآنی (کامل دو حصے)

ترجمہ واضافات: مولانا حسین احمد نجیب ومولانا حضرت علی ترابی۔ صفحات: ۴۰۴۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔ پتا: درخواستی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی سے ماخوذ تعویذات اور علاج کا مستند مجموعہ ہے۔ جس میں جسمانی اور رُوحانی تمام بیماریوں کے ساتھ ساتھ مرگی اور دیگر موجودہ دور کے موذی اَمراض اور مشکل مسائل کے حل مثلاً: رشتہ ناتہ، جن، جادو وغیرہ دُوسرے متعدی اَمراض کے لیے بہترین تعویذات اور علاج درج ہیں۔ کتاب پر حضرات اکابر کی تصدیقات ثبت ہیں۔

کتاب کا حصہ اَوّل ایک عرب عالم شیخ احمد بن محمود الدیب کا تصنیف کردہ ہے، جس کا ترجمہ ان دو حضرات کی کاوش سے معرضِ وجود میں آیا۔ جب کہ حصہ دوم ایک مستقل تالیف ہے۔ بہرحال! کتاب نہایت ہی قابلِ قدر ہے، علماء اور عوام کے لیے بے حد مفید ہے، خصوصاً وہ حضرات جو تعویذات وعملیات کے شعبہ سے منسلک ہیں، ان کے لیے خاصے کی چیز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ)

اعجازِ قرآنی

جناب حافظ عبدالمجید شاکر چغتائی۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: حافظ عبدالشکور، جامع مسجد عربی، کہروڑ پکا، ضلع ملتان۔

قرآنِ حکیم دراصل مریض قلوب وارواح کا علاج ہے، مگر آیاتِ مبارکہ سے جسمانی امراض سے شفایابی کا تجربہ بھی احادیثِ طیبہ سے ثابت ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں حافظ صاحب نے ان تمام آیاتِ شریفہ کو جمع کر دیا جن کو امراضِ بدن میں مجرّب پایا گیا۔ اس ذوق کے حضرات اس سے بہتر استفادہ کر سکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۷ھ)

معرکہ شیطان و انسان

مولانا اخلاق احمد عثمانی۔ صفحات: ۷۲۔ پتا: دبستانِ عثمانیہ، مکان نمبر ۱۳۰-اے، بلاک نمبر ۱۳/سی، گلشنِ اقبال، کراچی نمبر ۲۴۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ کے خلیفہ مجاز مولانا اخلاق احمد عثمانی قبل ازیں متعدّد دینی کتب مرتب فرما کر مفت تقسیم کر چکے ہیں اور اس کالم میں ان کا تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب بھی ان کے اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ فاضل مؤلف کا مقصد انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

> ''حق تعالیٰ شانہٗ جملہ ناظرینِ کرام کو اس رسالہ سے بھرپور استفادہ کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں تاکہ شیطانی اغواء اور نفسانی ہوا و ہوس سے باخبری کے ساتھ مجتنب و محتاط رہ کر محفوظ و مامون انداز میں صراطِ مستقیم پر - کہ جادۂ حق ہے - کامیابی اور کامرانی کے ساتھ گامزن ہو سکیں اور اس طرح فلاحِ دارین کے مستحق بن سکیں۔''

یہ کتاب جناب مؤلف کے پتے سے بلا قیمت طلب کی جا سکتی ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ طلب اس سے اِستفادہ کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۲ھ)

✻✻✻

رسائل و جرائد

ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

سرپرست: حضرت مولانا عبدالحق صاحب۔ مدیر: مولانا سمیع الحق صاحب۔ سالانہ بدلِ اشتراک: ٦ روپے۔ مقامِ اشاعت: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی حکمتِ بالغہ ہر دور میں اس کے مناسب حفاظت دین کے اسباب بروئے کار لاتی رہی ہے۔ موجودہ دور نے وسائلِ رسل و رسائل اور ذرائع نشر و اشاعت کی فراوانی کے زیرِ اثر مخصوص پروپیگنڈائی مزاج حاصل کرلیا ہے۔ آج کا انسان کسی چیز کے حسن و قبح کو عقل و دیانت اور اخلاق و آداب کے معیاروں پر پرکھنے کی زحمت مول لینا نہیں چاہتا، وہ صرف تشہیر، اشاعت، چرچا اور پروپیگنڈے کے فیتے سے ہر چیز کے طول و عرض کو ناپنے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس کی یہی تکنیک اُفکار و نظریات سے گزرتی ہوئی دین و مذہب کے بارہ میں فیصلے دیتی ہے، اس لیے حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ علمائے اُمت تحریر کے میدان میں اُتریں اور خداداد بصیرت و جرأت سے کام لے کر دورِ حاضر کے فاسد مزاج کا نفسیاتی تجزیہ کریں، حق و باطل کے درمیان نشانِ اِمتیاز قائم کریں، غلط نظریات کی اِصلاح کریں اور یوں اس دور والوں پر بھی اِتمامِ حجت کر ڈالیں۔ الحمدللہ! کہ اَب یہ ضرورت عام طور سے محسوس کی جانے لگی ہے اور مدارسِ عربیہ دُوسری عظیم الشان خدمات کے ساتھ اس طرف بھی خاص توجہ دینے لگے ہیں۔

زیرِ نظر ماہنامہ ''الحق'' بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس ماہنامہ کی ترتیب بڑی دل کش اور مضامین اِیمان افزا ہوتے ہیں۔ اِداریہ میں مسائلِ حاضرہ پر شگفتہ زبان، سنجیدہ اُسلوب اور متین اَندازِ بیان میں شرعی نقطۂ نظر سے بصیرت اَفروز تبصرہ، مقالات میں تنوع، عالمِ اِسلام کے کوائف، عالمی مسائل اور ان کا صحیح حل اور تازہ مطبوعات پر جان دار تبصرہ؛ اِس مجلہ کے خصوصی مشمولات ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی ''دعواتِ عبدیتِ حق'' کے عنوان سے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدفیضہٗ کے مواعظ بھی آتے ہیں۔ یہ عنوان غالباً

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک سلسلۂ مواعظ ''دعواتِ عبدیت'' سے لیا گیا ہے اور ''عبدالحق''، ''سمیع الحق''، ''الحق'' اور ''حقانیہ'' کا تناسب باقی رکھنے کے لیے اِس پر ''حق'' کا اِضافہ کرکے ''دعواتِ عبدیت حق'' کا عنوان تجویز کرلیا گیا ہے۔ تبصرہ نگار کے خیال میں اِس تکلف کا اہتمام نہ کیا جانا مناسب تھا، دِینی رسائل کی اَصل رُوح صرف وقیع مضامین یا ناموں کی قافیہ بندی نہیں، بلکہ جذبۂ للٰہیت اور فوق العادۃ تواضع ہے۔ مجلّہ کے ملاحظہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ لکھنے والوں کی زیادہ تعداد باہر کے حضرات کی ہے جو اَپنے ذوق اور صلاحیت کے معیار سے مضامین دیتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ''دارالعلوم حقانیہ'' جیسے عظیم الشان اِدارہ کے اَصحابِ فضیلت کی بھاری تعداد خود اَپنے وقیع مجلّہ ''الحق'' کے لیے بھی قلمی تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ تبصرہ نگار کا یہ اِستنباط اگر صحیح ہے، تو یہ بات ''الحق'' کے لیے بڑی صبر آزما ثابت ہوسکتی ہے۔

ہم ''دارالعلوم حقانیہ'' کے باکمال اہلِ علم سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ دورِ حاضر کے جدید فتنۂ اِلحاد اور فتنۂ اِباحیت کو سامنے رکھ کر ''الحق'' کا ایک مرکزی ہدف متعین کریں اور پھر تقسیم کار کے اُصول سے اَہم موضوعات پر مقالات مدوّن کرائیں اور اس کے لیے باقاعدہ اِدارۂ تصنیف و تالیف کی تشکیل کریں، جس میں باصلاحیت مدرّسین کے علاوہ منتہی طلبہ کو بھی معلوماتی اور تحقیقی مقالات ترتیب دینے کی تربیت دی جائے۔

یہ دور صرف زبان کا نہیں رہا، بلکہ اَصل مقام قلم حاصل کرچکا ہے۔ اہلِ علم کا فرض ہے کہ وہ جلد اَز جلد اِس خلا کو پُر کریں! اِس خدا بےزاری کے دور میں اُمید کی جاتی ہے کہ مؤقر ماہنامہ ''الحق'' دِینی نقوش کو اُجاگر کرنے میں بلند مقام حاصل کرے گا۔ واللہ ولی الاُمور!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ)

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی

سرپرست: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ مدیر: مولانا محمد تقی عثمانی۔ صفحات: ۶۴۔ سالانہ چندہ: ۶ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''البلاغ'' دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

قیامِ پاکستان کے بعد ہمارے یہاں علمی اور دِینی مجلات کی جو کمی تھی، وہ اَب تدریجاً پوری ہورہی ہے، زیرِ نظر علمی مجلّہ گزشتہ سال سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں دارالعلوم کراچی سے نکلنا شروع ہوا ہے، ماشاء اللہ! ایک سال کی مختصر مدت میں اس نے دِینی حلقوں میں وقیع مقام پیدا کرلیا ہے۔

ہمارے پیش نظر سالِ دوم کا پہلا شمارہ (بابت ماہِ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ) ہے، جس میں ''چمن بچاؤ غمِ آشیاں کا وقت نہیں!'' کے زیرِ عنوان اداریہ ہے، جس میں بڑے درد و سوز سے فروعی اختلاف کو بھول کر الحاد و بددینی کے مقابلہ کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ تالیف تفسیر ''معارف القرآن'' کا سلسلہ ہے، جس میں ''قرآنِ کریم اور علم فلکیات'' پر بحث کی گئی ہے۔ پھر ''اسلام کا نظامِ تقسیم دولت'' کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کا عالمانہ مقالہ ہے، جس میں اسلام، کیپٹل ازم اور کمیونزم کے معاشی نظریات کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے اسلامی نظریہ کی برکات کو واضح کیا گیا ہے۔ مستقل عنوانات میں ''دربارِ رسالت''، ''خواتین اسلام سے''، ''ہلالی دُنیا''، ''آپ کے سوال'' اور ''نقد و تبصرہ'' جیسے ضروری اور مفید مضامین شامل ہوتے ہیں۔ الغرض! یہ مجلّہ ہر پہلو سے قابلِ قدر اور لائقِ مطالعہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ)

ماہنامہ ''صدائے اسلام'' پشاور

مدیر: مولانا اشرف علی قریشی۔ ماہانہ صفحات: ۵۶۔ سالانہ چندہ: ۷۷ پیسے۔ مقامِ اشاعت: جامعہ اشرفیہ، پشاور، صوبہ سرحد۔

مقامِ مسرت ہے کہ سرحد سے اچھے اُردو ماہ نامے نکلنے لگے ہیں، انہی میں ایک ماہنامہ ''صدائے اسلام'' ہے، جو مولانا محمد یوسف قریشی کی سرپرستی میں جامعہ اشرفیہ پشاور سے نکلا ہے۔ اس کا ساتواں شمارہ بابت ماہِ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ پیش نظر ہے۔ ماشاءاللہ! مضامین متنوّع اور مفید ہیں اور لکھنے والوں میں مولانا شمس الحق افغانی، مولانا ظفیر الدین مفتاحی اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم جیسے حضرات شریکِ محفل ہیں۔ اگر اس کی ترقی کے لیے اراکین نے عزم و ہمت اور لگن سے کام لیا تو توقع رکھنی چاہیے کہ یہ پرچہ ان شاءاللہ! معیاری مجلّات کی صف میں ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ)

ماہنامہ ''الارشاد'' اٹک

مدیر: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی۔ صفحات: ۴۸۔ سالانہ چندہ: ۸ روپے۔ پتا:

دفتر ''الارشاد'' متصل جامعہ مدینہ، کیمبل پور۔

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی شیخ التفسیر اِمام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کے درسِ قرآن، درسِ حدیث اور خطباتِ جمعہ اکثر و بیشتر ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ موصوف نے اپنے متوسلین کے اِصرار پر مستقل ماہنامہ ''الارشاد'' کا اِجرا کیا ہے، تاکہ موصوف کے درسِ قرآن، درسِ حدیث، خطباتِ جمعہ، مجالس ذکر وغیرہ کی اِشاعت وسیع پیمانے پر ہوسکے۔ اُمید ہے عام مسلمان اس ماہنامہ سے بہتر طور پر مستفید ہوسکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ)

ماہنامہ ''فاران'' لندن

ایڈیٹر: جناب اظہر صدیقی۔ صفحات: ۳۸۔ سالانہ چندہ (پاکستان کے لیے): ۳ پونڈ۔

مغربی ممالک میں جو مسلمان موجود ہیں، ان کے لیے سب سے بڑا مسئلہ مفید اِصلاحی و دِینی لٹریچر کا ہے۔ کتنے باہمت اور مبارک ہیں وہ حضرات جو ظلمت کدۂ لندن میں دِین کی شمع فروزاں کیے ہوئے ہیں! ''فاران'' ہماری نظر میں منفرد ماہنامہ ہے، جو تین سال سے دِینی، اِسلامی، اخلاقی اور رُوحانی قدروں کا علم بلند کررہا ہے، اس عرصہ میں اس نے بہت ہی مفید علمی اور اِصلاحی مضامین شائع کیے ہیں، معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری شکل و صورت، کتابت و طباعت بھی بڑی دِل کش ہے۔ یہ پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا کہ کفرآبادِ لندن میں اِسلام کا یہ نقیب مالی مشکلات میں مبتلا ہے، پاکستان کے جن حضرات کے عزیز و اقارب اور دوست احباب لندن میں قیام پذیر ہیں، انہیں یہ ماہنامہ ضرور جاری کرانا چاہیے اور اس سے ہر ممکن مالی تعاون دِین کی بہت بڑی خدمت ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

سہ ماہی ''الفاروق'' کراچی (عربی)

المشرف العام: مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم۔ رئیس التحریر: مولانا محمد عادل خان۔ صفحات: ۹۲۔ سالانہ چندہ: ۳۰ روپے۔ ناشر: جامعہ فاروقیہ، کراچی۔ پتا: جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی نمبر ۲۵۔

پاکستان میں اُردو زبان میں علمی، اَدبی اور معیاری جرائد ورسائل کی کمی نہیں، البتہ عربی زبان میں ایک ایسے علمی معیاری اور ادبی رسالہ کی ضرورت ایک عرصہ سے اِنتہائی شدّت سے محسوس کی جارہی تھی، جو عربی صحافت کے میدان میں اعلیٰ معیار پر پورا اُتر سکے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جامعہ فاروقیہ کے مہتمم مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو کہ اُنہوں نے اس مشکل اور دُشوار گزار راستہ میں قدم رکھتے ہوئے اِس عظیم کام کو سرانجام دینے کا تہیہ کیا اور بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، اور سہ ماہی ''الفاروق'' عربی صحافتی میدان میں جلوہ گر ہے، جس کا ہر صفحہ جاذبِ نظر، مضامین میں تنوّع؛ گویا ایک حسین گلدستہ ہے، جو علمی ادبی حلقوں خصوصاً عربی ذوق رکھنے والے حضرات، دِینی مدارس کے اساتذہ وطلبہ، اسکول وکالج کی لائبریریوں، عربی دینیات اور اِسلامیات کے اساتذہ اور پروفیسران کے لیے ایک نادر انمول تحفہ ہے۔ ہم قارئین سے اُمید کرتے ہیں کہ وہ اِس تبلیغی، اِصلاحی اور تاریخی معلومات کے حسین مرقع کی پذیرائی فرمائیں گے۔

ہم اِس پر مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور ''الفاروق'' کی مجلسِ اِدارت کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۶ھ)

ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی (اُردو)

سرپرست: مولانا سلیم اللہ خان۔ مدیر: مولانا عبیداللہ خالد۔ صفحات: ۶۴۔ زرِ سالانہ: ۵۰ روپے۔ ناشر: جامعہ فاروقیہ کراچی۔ پتا: پوسٹ بکس نمبر ۱۱۰۰۹، جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، کراچی نمبر ۲۵۔

چند ماہ پیشتر ربیع الاوّل ۱۴۰۶ ہجری کے شمارہ میں جناب مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی اِدارت میں شائع ہونے والا ایک وقیع مجلّہ ''الفاروق'' (عربی) کا تذکرہ راقم الحروف نے لکھا تھا۔

الحمدللہ! مولانا موصوف نے جہاں عربی صحافت میں محسوس کی جانے والی کمی اور خلا کو پورا کرتے ہوئے عربی مجلّہ کے اِجرا کا مبارک قدم اُٹھایا، وہاں عوام الناس کی دِلچسپیوں کا خیال فرماتے ہوئے محرم الحرام ۱۴۰۶ ہجری سے ایک اُردو ماہنامہ کا بھی اِجرا فرمایا، جو اَپنی جگہ اُردو ماہ ناموں میں نرالی حیثیت کا مالک ہے۔

اس میں جہاں حالاتِ حاضرہ پر نقد وتبصرہ ہوتا ہے، وہاں اخبارِ عالم، پورب، پچھم، اتر، دکن، پیوستہ رہ شجر سے، مظاہرِ قدرت، ایوانِ عام، ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں، مسلم ہیں ہم بہشت کے باسی، جواں فکر

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟ جیسے عنوانات پر مشتمل دلچسپ عام فہم اور سادہ زبان میں معیاری مضامین پیش کیے جاتے ہیں۔

اُمید ہے کہ باذوق قارئین اس کی پذیرائی فرما کر توسیعِ اشاعت میں معاونت اور ملّی جذبہ کا بھرپور مظاہرہ فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)

ماہنامہ ''النصیحة'' پشاور

مدیرِ اعلیٰ: مولانا سیّد محمد گوہر شاہ۔ مدیر: مولانا غلام محمد صادق۔ صفحات: ۴۸۔ زرِ سالانہ: ۴۰ روپے۔ پتا: دارالعلوم اسلامیہ، چارسدہ، ضلع پشاور، پاکستان۔

قربِ قیامت کے باعث شیطانی کارندوں نے اپنی تکنیک تبدیل کرکے واہیات اور لچر قسم کے لٹریچر کے ذریعہ گمراہی پھیلا کر ذہنوں کو مسموم کرنا شروع کر دیا ہے، اس لیے اس دور میں زیادہ سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ حقائق پر مبنی ٹھوس اور مثبت انداز میں تحریری مواد فراہم کیا جائے۔

خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے دارالعلوم الاسلامیہ، چارسدہ کے مہتمم جناب مولانا سیّد گوہر شاہ صاحب کو کہ اُنہوں نے اس ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے اپنے جامعہ کی طرف سے ایک معیاری، اَدبی اور علمی اُردو ماہنامہ کا اِجرا فرمایا ہے، جس پر وہ ہماری طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ماہنامہ ''النصیحة'' محرم الحرام ۱۴۰۶ھ سے جلوہ آرا ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ مدیرِ موصوف اس کی ظاہری خوب صورتی کے علاوہ مضامین کے انتخاب میں علمی اور اَدبی معیار کے ساتھ ساتھ ان کی نوک پلک سنوارنے اور اُنہیں زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں گے۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِس دینی رسالہ کو دِن دونی، رات چوگنی ترقی عطا فرماویں اور کارکنوں کو اِخلاص کے ساتھ اِس فریضہ کو نبھانے کی توفیق بخشیں۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)

ماہنامہ ''الاسلام'' برطانیہ

مدیر: الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب۔ پتا: اِدارہ اِشاعت الاسلام، ۱۵-اسٹریشن روڈ، گلاسٹر، یو کے۔

اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد اِس کا مکلف ہے کہ وہ دینِ اِسلام پر خود بھی عمل کرے اور ممکنہ حد تک دُوسروں تک اِس پیغام کو پہنچانے کی کوشش کرے اور یہی منشا ہے قرآنِ کریم کی آیت:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ "(۱)

کا کہ: "تم بہترین اُمت ہو، نکالے گئے ہو لوگوں کی نفع رسانی کے لیے، حکم کرتے ہو بھلائیوں کا، اور روکتے ہو بُرائیوں سے۔"

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے تبلیغِ دِین کی بھاری ذمے داری سے عہدہ برآ ہو۔ قابلِ صد تبریک ہیں جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب جنہوں نے دارالکفر میں بیٹھ کر نہ صرف اس ذمہ داری کو نبھایا، بلکہ ماہنامہ "الاسلام" رسالہ نکال کر دُوسروں کے لیے ایک مثالی نمونہ پیش کیا ہے۔

ماہنامہ "الاسلام" کے ایک سے پانچ تک کے شمارے دیکھ کر اِنتہائی خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ! سادگی اور سلاست سے قرآن وسنت اور بزرگانِ دِین کے حوالہ سے اِصلاحِ اَعمال کی صورتیں متعین کی گئی ہیں۔ رسالہ کے مضامین کی ترتیب میں قرآنِ کریم کی تفسیر وتشریح، اَحادیثِ مبارکہ کا درس اور ملفوظاتِ بزرگان اور صالحین کی حکایات وغیرہ ایسے وقیع عنوانات پر نہایت عمدگی سے مختصر اور مفصل مضامین پیش کیے جاتے ہیں۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۰۸ھ)

ماہنامہ "الہادی" کراچی

مدیرِ اعلیٰ: مولانا حافظ مشتاق اَحمد عباسی۔ زرِ سالانہ: ۹۰ روپے۔ پتا: اِدارہ صدیقیہ، نزد حسین ڈی سلوا، گارڈن ویسٹ، نشتر روڈ، کراچی، پاکستان۔

دِینی رسائل اور جرائد کی جتنی اس دور میں ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی، کیونکہ گندی صحافت اور زہریلے لٹریچر عوام کے ذہنوں کو مسموم کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ کا انہی اَغراض ومقاصد کے تحت اِجرا کیا گیا ہے۔ زیرِ تبصرہ پہلا شمارہ ہے، جس میں مختصر، عام فہم اور ہلکے پھلکے مضامین شاملِ اشاعت ہیں، مثلاً:

اسمائے حسنیٰ، اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حادثات سے بچنے کا عمل، مناجاتِ صدیقؓ، مناجاتِ علیؓ، جہاد کی فضیلت، بدری صحابہؓ کے ناموں کی تفصیل، آرزو، سات آیات منجیات، دُعائے خیر و برکت

(۱) آل عمران: ۱۱۰

وحفاظت، نمازِ اِستخارہ، حکایاتِ نصیحت، مناجات، بے برکتی کے اسباب، برکت کے شرعی نسخے، محرم کی فضیلت اور منکرات کا تذکرہ۔

اکثر مضامین دُوسری جگہ سے مأخوذ اور عکس ہیں۔خوب صورت ٹائٹل اور متوسط طباعت کا یہ رسالہ اِسلامی رسائل میں اَیک خوش آئند اِضافہ ہے۔اللہ تعالیٰ اسے دن دوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے مدیرِ محترم اور کارکنان کو دِینِ متین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۳ھ)

ماہنامہ ''البنوریہ'' کراچی

مدیرِ مسئول: مولانا محمد نعیم۔مدیر: مولانا سیف اللہ ربانی۔صفحات: ۶۴۔ قیمت فی پرچہ: ۱۰ روپے۔زرِ سالانہ ۱۰۰ روپے۔پتا: ماہنامہ البنوریہ، جامعہ بنوریہ، سائٹ ایریا، کراچی۔

ماہنامہ ''البنوریہ'' جامعہ بنوریہ، سائٹ ایریا، کراچی کا ترجمان رسالہ ہے، جو رسالہ کے مدیرِ مسئول جناب مولانا محمد نعیم صاحب کی عقیدت ومحبت کا مظہر ہے۔

اس دور میں۔جسے قلم کے فتنہ کا دور کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا- آزادئ تحریر کے گمراہ کن فلسفہ نے ہر ایک ملحد و بے دِین کو بے باک وجری کردیا ہے، جس کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ آزادئ پریس کی آڑ میں قرطاس وقلم کے حوالہ کردیتا ہے، اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے حیاباختہ، سوقیانہ اور زہریلے نظریات سے گمراہ کرتا ہے، مگر اس کے منہ میں لگام دینے والا کوئی نہیں۔کسی کی مجال نہیں کہ اس سے باز پُرس کرے، کسی کو جرأت نہیں کہ اسے للکارے، کوئی قانون نہیں جو حرکت میں آئے۔ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں ایسے رسائل وجرائد اور دِینی کتب عوام تک پہنچائی جائیں، جن میں متین، سنجیدہ اور ٹھوس طرز کی تحریریں اور صحیح اِسلامی خطوط پر مبنی مواد ہو، تاکہ عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کے اِیمان کو بچایا جاسکے۔اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جناب مولانا محمد نعیم صاحب نے ''البنوریہ'' کا اجرا فرمایا ہے، جو اپنی جگہ دِینی اور اِسلامی صحافت میں ایک خوش آئند اِضافہ ہے۔

''البنوریہ'' ماشاء اللہ! چونسٹھ صفحات کا بہترین میگزین ہے، جو نئے دور کے نئے تقاضوں کا آئینہ دار، نہایت جان دار اور بہترین مضامین پر مشتمل حسین گلدستہ ہے، تمام تر کتابت کمپیوٹر کی ہے، مگر عنوانات نہایت سلیقہ سے کتابت کرائے گئے ہیں، حالاتِ حاضرہ پر موٴثر اور مفید تجزیہ اور نہایت ہی مناسب تنقید بھی ہے۔

چار رنگا آفسٹ ٹائٹل پر شمارہ میں شامل اہم مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے۔ سب سے اہم اور خوبی کی بات جو ہمارے دینی رسائل میں عام طور پر نہیں پائی جاتی یہ ہے کہ ان چونسٹھ صفحات میں آخر کے سات صفحات انگریزی مضامین کے لیے وقف ہیں۔ یورپ و امریکہ کے قارئین جو اُردو نہیں جانتے، ان شاء اللہ! وہ بھی اس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔

اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات اس نومولود مجلّہ کی بھرپور قدر افزائی کریں گے۔ اب تک ''الطور یہ'' کے دو شمارے آچکے ہیں اور ماشاء اللہ دونوں معیاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے اربابِ حل وعقد کو آئندہ بھی اس کا معیار برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ)

ماہنامہ ''الفرقان'' مظفر آباد، آزاد کشمیر

مدیرِ مسئول: قاضی محمود الحسن اشرف۔ مقامِ اِشاعت: دارالعلوم الاسلامیہ، چھتر دومیل، مظفر آباد۔

ماہنامہ ''الفرقان'' مظفر آباد، کشمیر سے گزشتہ ایک سال سے معیاری، اِصلاحی اور علمی مضامین کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد بلکہ پورے آزاد کشمیر میں اہلِ حق کا یہ پہلا معیاری دینی مجلّہ ہے۔

یہ مجلّہ اِمام العصر محدثِ اکبر حضرت علامہ سیّد محمد اَنور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ اور برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی یاد، اور شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف خان کی زیرِ سرپرستی، اور جامعہ علومِ اِسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور دارالعلوم الاسلامیہ مظفر آباد کے مدیر جناب قاضی محمود الحسن اشرف کے زیرِ اِدارت شائع ہوتا ہے۔ یہ مجلّہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہے، جس میں اِنقلابِ اِسلامی کی دعوت اور فکرِ اِسلامی کی تشہیر و ترویج ہوتی ہے۔

زیرِ نظر شمارہ نمبر: ۸-۹، ۸۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں آوازِ حق، سیرتِ صدیق اکبرؓ، جہاد کی اہمیت اور آداب، عورت کی سربراہی، دعوتِ دِین کی اَہمیت، شوقِ جہاد، علماء اور قومی سیاست، پاکستان کا عدمِ اِستحکام؛ جیسے تحقیقی اور ترغیبی مضامین ہیں، جو ممتاز اہلِ علم وقلم سے منسوب ہیں، جو مجلّہ کی اہمیت کے لیے سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مجلّہ مذکورہ کی قیمت ۱۰ روپے ہے، جب کہ کاغذ سفید ۵۵ گرام اور خوب صورت ٹائٹل پر اہم مضامین کے عنوانات رسالہ کی خوب صورتی میں اضافہ کا موجب بنے ہیں۔ اُمید ہے کہ مجلّہ مذکورہ اپنا معیار نہ صرف قائم رکھے گا، بلکہ بہتر بنانے کی سعی بھی ہوگی۔

علاوہ ازیں مجلّہ مذکورہ کے سنجیدہ معیار کے پیش نظر حکومتِ آزاد کشمیر نے تمام تعلیمی اداروں کے لیے منظوری دی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۱۴ھ)

ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ

بانی وسرپرست: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی۔ مدیرِ اعلیٰ: مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی۔ مدیرِ مسئول: مولانا حافظ عزیز الرحمٰن۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ شمارہ: نمبرا، نومبر ۱۹۹۵ء۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۶ھ۔ جلد: نمبرا۔ ناشر: محمد فیاض خان سواتی۔ پتا: ادارہ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پاکستان۔

ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا ایک دینی، علمی، اِصلاحی جریدہ کا پہلا شمارہ ہے، جو حالات وواقعات کے لحاظ سے ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل ہے، چنانچہ جناب مولانا ابوعمار زاہد الراشدی زید مجدہٗ مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ ''الشریعہ'' زیرِ نظر ماہنامہ کا تعاف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مادرِ علمی مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف سے علمی دینی مجلّہ ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ کا اجرا میری ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل ہے۔ عرصہ سے ملک میں ایک ایسے مجلّہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو خالصتاً علمی بنیاد پر علمائے دیوبند کی ترجمانی کرے اور دینی مسلکی مسائل پر سنجیدہ اور باوقار انداز میں علمائے کرام اور عام مسلمانوں کی راہ نمائی کا خلاپُر کرے، بحمد اللہ تعالیٰ! صحیح جگہ سے اور صحیح لوگوں کے ہاتھوں اس کام کا آغاز ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' کے کارپردازوں کی نیت اور عمل کو خلوص و برکت سے نوازیں اور انہیں اپنے نیک عزائم میں مؤثر پیش رفت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۶ھ)

دو ماہی مجلّہ ''زم زم'' غازی پور

مدیرِ مسئول: جناب مولانا محمد ابو بکر غازی پوری۔ صفحات: ۶۴۔ زرِ سالانہ: ۱۰۰ روپے۔
پتا: مکتبہ اثریہ، قاسمی منزل، سیدواڑہ، غازی پور، یوپی، انڈیا۔ پاکستان میں ملنے کا پتا: ابو محمد ایاز ملکانوی، جامعہ سراج العلوم، عیدگاہ، لودھراں۔

موجودہ دور شرور وفتن کا دور ہے، ایک فتنہ ابھی ختم نہیں ہوتا کہ دُوسرا اس شدّت سے اُبھرتا ہے کہ اہلِ ایمان کے دِین و ایمان کا سورج ڈُوبتا نظر آنے لگتا ہے، الغرض! بعد میں آنے والا ہر فتنہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک اور مہلک ہوتا ہے۔ کہیں اِلحاد و تجدد پسندی ہے، تو کہیں اِنکارِ حدیث و اِنکارِ دِین، کہیں نیچریت ہے تو کہیں قادیانیت، اگر کچھ لوگ اِبداع فی الدین میں مبتلا ہیں تو کچھ عبد و معبود میں فرقِ مراتب کے روادار نہیں، کہیں اَسلاف بے زاری کا درس ہے تو کہیں حضرات صحابہ کرامؓ کے اِیمان و یقین اور خلوص و اِخلاص میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی ناروا جسارت...!

کسی سیدھے سادے مسلمان کا ان شرور وفتن اور بے دِینی کے سیلاب میں اپنے دِین و اِیمان کو بچانا یقیناً مشکل اور بہت ہی مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے لوگ جو ہمدرد بن کر دُشمنی کریں، یا رہبری کے نام سے رہزنی کریں، اُن کے کید و مکر سے جب تک آگاہی نہ ہو، اُن سے محفوظ رہنا اَزحد مشکل ہے۔

زیرِ نظر مجلّہ اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں ایسے ہی فتنوں کی نشان دہی، اُن کا سدِّباب اور بھرپور تعاقب کیا جاتا ہے۔ مجلّہ نہایت وقیع، سلجھی ہوئی، محقق، مدلل اور مسکت وشافی تحریروں سے مزین ہے۔ زیرِ نظر شمارہ نمبر۲ جلد اوّل کا دُوسرا شمارہ ہے، جس میں اِفتتاحیہ، معارفِ مدنیہ، اِسلام میں سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت، ''حقیقۃ الفقہ'' کتاب پر ایک نظر، جنت کی نعمتیں، قرآنِ حکیم جو ایک روشنی ہے، اِنسان کی زندگی میں دُعا کا اَثر، قراءت خلف الامام کے بارہ میں غیر مقلدین کے اِستدلالات پر ایک نظر، خمارِ سلفیت، بادِ صبا اُڑا کر وغیرہ عنونات پر سلیقہ سے لکھا گیا ہے۔

اہلِ علم اور خصوصاً سلفیت زدہ حضرات کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔ اُمید ہے کہ باذوق قارئین اس کی قدردانی میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)

ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی

سرپرست: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب۔ صفحات: ۲۴۔ جلد: ا، شمارہ: ا۔ فی پرچہ: ڈیڑھ روپیہ۔ سالانہ: ۶۰ روپے۔ پتا: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، جامع مسجد باب الرحمت، ایم اے جناح روڈ، پُرانی نمائش چورنگی، کراچی۔

قال تعالیٰ: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ." (۱)

''اے ایمان والو! جو شخص تم میں اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر، جہاد کرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں، بڑے علم والے ہیں۔'' (۲)

حریم نبوّت کی پاسبانی اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کی نگہبانی ہر مسلمان کا دینی وملی فریضہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے ختمِ نبوت کے قزاق اَسودِ عنسی کو خنجر سے موت کے گھاٹ اُتارا اور بارگاہِ نبوّت سے "فاز فیروز!" کا تمغہ حاصل کیا، اور وصالِ نبوی کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے فتنۂ اِرتداد ہی کا قلع قمع کیا، اور یمامہ کے جھوٹے مدعیٔ نبوّت مسیلمہ کذاب کو اس کی ذُرّیت سمیت "حدیقة الموت" میں واصلِ جہنم کیا۔

''مجلس تحفظ ختمِ نبوّت'' (اپنی بے مائیگی اور بے سروسامانی کے باوصف) صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے اسی مقدس مشن کی علمبردار ہے۔

تیغ براں بہر ہر زندیق باش
اے مسلماں پیرو صدیقؓ باش

خدامِ مجلس کی دعوت و داعیہ یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جس کے دِل میں ایمان کا نور ہے، اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق وعقیدت ہے، اسے لازم ہے کہ اپنی اِستطاعت کے مطابق ختمِ نبوّت کی

(۱) المائدۃ: ۵۴ (۲) ترجمہ حضرت تھانویؒ۔

پاسبانی کا فریضہ انجام دے۔ امامُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ جب بہاول پور کے مشہور مقدمہ کے سلسلہ میں بہاول پور تشریف لائے تو جامع مسجد میں نمازِ جمعہ کے بعد حاضرین سے فرمایا:

''میں بواسیر خونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جان تھا، نیز ڈابھیل جانے کے لیے پابہ رکاب تھا کہ اچانک شیخ الجامعہ کا مکتوب مجھے ملا۔ جس میں بہاول پور آکر مقدمہ میں شہادت دینے کے لیے کہا گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس زادِ آخرت تو ہے نہیں، شاید یہی چیز ذریعۂ نجات بن جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا جانب دار بن کر یہاں آیا ہوں۔''

یہ سن کر مجمع بے قرار ہوگیا۔ حضرتؒ کے ایک شاگرد حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ بے اِختیار کھڑے ہوگئے اور کہا کہ: اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں، تو پھر اِس دُنیا میں کس کی مغفرت کی توقع ہوگی؟ اور حضرت کی تعریف وتوصیف میں اُنہوں نے کچھ بلند کلمات اور بھی فرمائے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے پھر مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''ان صاحب نے ہماری تعریف میں مبالغہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم ختمِ نبوت کا تحفظ نہ کرسکیں۔''(۱)

نیز اپنے آخری لمحاتِ حیات میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

''میری چارپائی دارالعلوم دیوبند لے چلو''، وہاں اساتذہ وطلباء اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کا ایک بڑا مجمع تھا۔ حضرت نے اپنے تمام تلامذہ اور دیگر علماء وطلباء کو ختمِ نبوت کے تحفظ کی تاکیدیں فرمائیں اور فرمایا: ''جو شخص چاہتا ہے کہ کل فردائے قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کریں، اسے چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کی پاسبانی کا حق ادا کرے۔''

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و خمِ طرۂ یارے گیرند!

امامُ العصر حضرت شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے اسی سوزِ دروں کا نتیجہ تھا کہ حضرت اُمیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور اُن کے رُفقاء نے اپنی زندگی کا موضوع ہی اس مقدس مشن کو بنالیا اور اس کے لیے ''مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت'' کا اِدارہ قائم فرمایا۔ حضرت اُمیرِ شریعت کے بعد حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اَختر، حضرت مولانا محمد حیات اور محدثُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری... رحمہم اللہ... علی الترتیب اِس قافلہ کے میرِ کارواں ہوئے اور

(۱) نقشِ دوام، ص:۱۹۰

آج بھی بحمد اللہ! شیخ طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف) کی قیادت میں یہ کاروانِ ایمان وعزیمت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ ختم نبوّت کے پیغام کو عام کرنے کے لیے ''ختم نبوّت'' ہی کے نام سے ایک ''ہفت روزہ'' جاری کیا جائے۔ لیکن یہاں کی کسی ''اسلامی حکومت'' نے اس نام سے پرچہ جاری کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ حکومتی وسائل عقیدۂ ''ختم نبوّت'' کے تحفظ کے بجائے سارقینِ ختم نبوّت کی حفاظت ومدافعت میں صَرف ہوتے رہے۔ جب باڑھ ہی کھیت کو کھانے لگے تو اس سے فصل کی کیا توقع کی جاسکتی ہے...؟ تاہم یہاں کے ناخداؤں کی حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سردمہری ہمارے ولولوں کو سرد نہیں کرسکی۔ بقولِ غالب ؎

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا! یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟

ہماری کوششیں جاری رہیں۔ بالآخر موجودہ حکومت نے اپنے دینی وملی فریضہ کا احساس کرتے ہوئے ''ہفت روزہ ختم نبوّت'' کی اشاعت کی منظوری دے دی ہے۔ ہم بارگاہِ ربُّ العزّت میں سجدۂ شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ہمارے موجودہ حکمرانوں کو اس کی توفیق وسعادت نصیب فرمائی ہے۔

''مجلس تحفظ ختم نبوّت'' کا موضوع ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کی طرف اپنے مسلمان بھائیوں کو دعوت دینا۔ اسلامی اتحاد کی صفوں کو دُرست کرنا۔ وہ تمام لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوّت سے وابستہ ہیں، اُنہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔ مسلمانوں میں دینی وملی احساس بیدار کرنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمنوں کا ہر موقع اور ہر محاذ پر تعاقب کرنا'' یہی اغراض ومقاصد اِن شاء اللہ! ''ہفت روزہ ختم نبوّت'' کے ہوں گے، اور ہم حق تعالیٰ شانہٗ کی توفیق وعنایت سے یہ کوشش کریں گے کہ دین وہدایت کے اس خوانِ یغما پر قارئین کے ذہن وقلب کی بہتر سے بہتر غذا مہیا کریں۔ اس کے لیے ہم اپنے باتوفیق قارئین سے بھرپور تعاون اور مخلصانہ وعاقلانہ مشوروں کی درخواست کرتے ہیں۔

۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے اسٹیشن ربوہ پر جو حادثہ پیش آیا، وہ تحریکِ ختم نبوّت کا پیش خیمہ ثابت ہوا، جس سے حق وباطل کے درمیان امتیاز ہوا۔ مناسب سمجھا کہ ہم اسی تاریخ سے اپنے اشاعتی سفر کا آغاز کریں۔ ہم بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہیں کہ ان حقیر مساعی میں خلوصِ کامل نصیب فرمائے اور اس بضاعتِ مزجاۃ کو شرفِ قبول عطا فرماکر دارین میں اپنی رضا ورحمت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(افتتاحیہ ہفت روزہ ''ختم نبوت''، جلد۱، شمارہ۱، ۱۹۸۳ء)

رسائل و جرائد کے خصوصی نمبر

ماہنامہ ''الرشید'' لاہور ''نعت نمبر''

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد۔ صفحات: ۱۴۸۰، مع اشاریہ۔ آرٹ پیپر، چار رنگ چھپائی، (خوب صورت ڈبہ میں بند)۔ قیمت قسم اوّل: ۱۵۰۰ روپے۔ قسم دوم: ۸۰۰ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''الرشید'' ۲۵-لوئر مال، لاہور۔

نومبر ۱۹۹۲ء بمطابق جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ میں ماہنامہ ''الرشید'' لاہور نے دو جلدوں میں ایک ضخیم اور طویل ''نعت نمبر'' شائع کیا ہے۔ اِس ''نعت نمبر'' کے چھپنے کی دُھوم تو پچھلے دو ڈھائی سالوں سے مچی ہوئی تھی، مگر یہ علمی، ادبی اور دینی شاہکار ایک صبر آزما انتظار کے بعد اَب منصۂ شہود پر آیا ہے۔ بقولِ اقبالؒ ع

''اقبال دیر سے تو آیا ہے، مگر خوب آیا ہے''

نعت نمبر کیا ہے؟ حسن ہے، رعنائی ہے، عقیدت ہے، بصیرت ہے، ادب ہے، تعظیم ہے، ایمان ہے، ایقان ہے، محبت ہے، خلوص ہے، ہدیہ ہے، نذرانہ ہے، ہوشیاری ہے، بیداری ہے، اِحترام ہے، اِکرام ہے، سامانِ بخشش ہے، پیانِ وفا ہے، بے تعصبی ہے، بے ریائی ہے۔ ''نعت نمبر'' صرف '' کاغذ و حرف'' کا مجموعہ نہیں، جذبہ اور گرمی کا مظہر ہے، کوشش اور لگن کا اِظہار ہے، عقیدت کیشی اور وفا شعاری کا ثبوت ہے۔

''الرشید'' کے مدیرِ شہیر جناب مولانا حافظ عبدالرشید اَرشد صاحب کے آج تک کے علمی و قلمی کارناموں میں سب سے زیادہ وقیع اور رفیع کارنامہ ہے۔ ان کے لیے یہ کارنامہ نہیں ''اِعزاز'' ہے، مگر میرے نزدیک اُن کی بخشش کا سامان ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ''خوشنودی'' ہے۔ بقولِ شاعر ؎

اِیں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نعت نمبر کی جلد اوّل صفحہ: ۱ تا ۷۳۶ پر مشتمل ہے، اور دُوسری جلد صفحہ ۷۳۷ تا صفحہ- مع اشاریہ-: ۱۴۸۰ پر مشتمل ہے-

مدیرِ مسئول مولانا حافظ عبدالرشید ارشد صاحب ہیں، جب کہ مشاورتی ارکان میں بلاتعصب فرقہ ومسلک ہر طرح کے نعت گو شعراء وعلماء موجود ہیں- مثلاً: رئیسِ مشاورت مولانا محمد اشرف خان- ارکان میں جناب حفیظ تائب، جناب حافظ لدھیانوی، جناب خالد بزمی، جناب علیم ناصری، ڈاکٹر فیوض الرحمٰن، جناب محمد جمیل خان، جناب فضل الرحمٰن افضل، سیّد محمد کفیل بخاری، جناب عزیز الرحمٰن فیروزوی- ان صاحبانِ علم وذکاء کے علاوہ مجلسِ اِدارت کے صدر مشہور شاعر اور علمی شخصیت جناب سیّد نفیس الحسینی ہیں-

نعت نمبر سیّد اَنور حسین نفیس رقم کے خوب صورت ''قطعات'' سے مزین ہے، جو بذاتِ خود ایک حسن وخوبی ہے- بڑے سائز کی جلد اَچھے مضبوط گتے سے بنائی گئی ہے، جس پر سرورق پر گنبدِ خضریٰ آیۃ ''رفعنا'' کے اُردو ترجمہ کے ساتھ دعوتِ نعت گوئی ونعت خوانی دے رہا ہے- کاغذ اِنتہائی قیمتی (آرٹ پیپر) اِستعمال ہوا ہے، جس کی تحسین وتزئین بھی مدیر صاحب کے اعلیٰ ذوق کا نمونہ ہے- غرض یہ کہ نعت نمبر صوری ومعنوی خوبیوں کا مجموعہ ہے، وہ اِس طرح کہ:

۱:...ہر صفحہ کی پیشانی پر ''نفیس رقم'' کے ماہر قلم سے نمونۂ خطاطی ''آیۃ رحمۃ للعالمین'': ''**وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**''(۱) بہت دل کش انداز میں ہے-

۲:...ہر صفحہ کے نیچے خطاطی کے مختلف اندازوں میں مشہور عربی نعتیہ شعر دیا گیا ہے- جو بجائے خود ایک حسن ہے- شعر یہ ہے:

مولاي صل وسلم دائمًا ابدًا

علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

(اس مصرعہ کی جگہ یہ مصرعہ بھی لکھا گیا ہے: ''**یا ربّ صل وسلم دائمًا ابدًا**'')

۳:...ہر صفحہ پر تیرہ مرتبہ اِسم مبارک ''**محمد صلی اللہ علیہ وسلم**'' کے گرد ۷۰ دفعہ ''**صلی اللہ علیہ وسلم**'' کا تین رنگ میں دِل کش حاشیہ-

۴:...ہر صفحہ تین رنگا؛ جس پر چار رنگوں میں لکھائی، کتابت اور خطاطی کے طغرے، ہر صفحہ پر ''الرشید''-

۵:...مضبوط جلد، رنگین سرورق پر گنبدِ خضریٰ، آیۃ **رفعنا (ورفعنا لک ذکرک)**(۲) کے اُردو ترجمہ سے مزین-

---

(۱) الانبیاء: ۱۰۷ (۲) الانشراح: ۴

نعت نمبر میں صنفِ نعت سے متعلق صرف تین مقالے شامل ہیں۔ جلد اوّل کا آغاز مقالہ سے ہوا ہے، جس کا عنوان ہے: ''قرآنِ کریم میں نعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم'' جو صفحہ: ۱۵ تا صفحہ: ۴۷ تک ہے (۳۳ صفحات)۔ عربی کلام: صفحہ: ۴۹ تا ۳۹۹ کو محیط ہے، جب کہ فارسی کلام صفحہ: ۴۰۱ تا صفحہ: ۵۱۲ کو محتوی ہے، باقی تمام حصہ اور جلد دوم میں اُردو، پنجابی، پشتو، براہوی، گوجری، کشمیری، بلوچی، سندھی زبانوں کا نعتیہ کلام ہے۔ تیرہ غیر مسلم نعت گو شعراء کا کلام بھی جلد دوم صفحہ: ۱۳۵۵ تا ۱۳۶۰ میں موجود ہے۔ ''نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے ڈاکٹر ریاض مجید کا معلوماتی، فکری اور علمی مقالہ تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے، جب کہ سیّد شبیر حسن شاہ زاہد کا مقالہ: ''عقیدۂ ختمِ نبوّت اور نعتیہ ادب'' تقریباً تیس صفحات پر حاوی ہے، جس پر سات صفحات کا مدیرِ مکرم کا اضافہ ہے، صرف ''ختمِ نبوّت'' کے عنوان پر بیس نعتیں ایک جگہ دی گئی ہیں۔

''الرشید'' لاہور کے نعت نمبر میں حصہ عربی میں ''اشعار الصحابۃ'' ہیں، اور پھر عربی قصائد بھی دیے گئے ہیں۔ حصہ فارسی میں أسمائے مبارکہ، صلاۃ وسلام، مدینہ، قصائد، مثنوی، ردیف وغیرہ کے تحت کلام جمع کیا گیا ہے۔ اُردو میں اسمائے مبارکہ، صلاۃ وسلام، مدینہ، قصائد، مثنوی، ردیف، تاریخی، غیر منقوط، فوق النقاط، تحت النقاط، پوربی، مخمس، مسدس، تضمین، متفرقات، مستورات، آزاد، قطعات و رُباعیات، علاقائی کے عنوانات کے تحت نعتیہ کلام جمع کیا گیا ہے۔ عربی نعتیہ کلام میں ہندوستانی مسلمانوں کا عربی کلام بھی جمع کیا گیا ہے، جب کہ اس سے پہلے عربی کلام غیر ہندوستانی شعراء تک محدود رہتا تھا۔ عربی، فارسی، اُردو اور علاقائی زبانوں میں اٹھارہ سو نعتوں کا مجموعہ ہے۔ غرض یہ کہ یہ گزشتہ چودہ صدیوں کا مکمل ترین انتخاب ہے۔

مذکورہ نعت نمبر اپنی مثال آپ ہے۔ ملکِ عزیز میں اب تک متعدد ''نعت نمبر'' اور ''انتخاب'' شائع ہو چکے ہیں، مثلاً: ''شام وسحر'' کے سات ''نعت نمبر''، ''نقوش'' رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر کی جلد دہم (مکمل نعت نمبر)، لیکن ماہنامہ ''الرشید'' لاہور کا ''نعت نمبر'' سب میں حسین وجمیل ہے اور مکمل ترین نعت نمبر! اگرچہ نعت بذاتِ خود ایک ''خوبی'' ہے، جس سے رسائل و جرائد کی شان ووقار میں اضافہ ہوتا ہے، مگر ''الرشید'' کا ''نعت نمبر'' ظاہری و باطنی خوبیوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ جو مدیرِ محترم مولانا عبدالرشید ارشد صاحب کی شب و روز کی کاوشوں، وسیع طباعتی تجربے اور علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مولانا عبدالرشید ارشد صاحب نے اس ''نعت نمبر'' کی تیاری میں جو اَنتھک محنت اور مخلصانہ کوششیں کیں، اس کا کچھ کچھ اندازہ مجھے ہے۔ اسفار کے علاوہ اہلِ قلم حضرات کے ہاں بار بار حاضری، مواد کی چھان پھٹک کے لیے ماہرین ومحققین سے رابطہ، اور طباعت کے سلسلہ کی تمام ضرورتوں کے لیے مولانا کی صباح

ومساء کی فکر و پریشانی۔ اگر مولانا کے معتدل مزاج دیوبندی ہونے کا کوئی ثبوت چاہیے تو مذکورہ ''نعت نمبر'' زندۂ جاوید ثبوت ہے، جس میں دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور دُوسرے نعت گوحضرات کی نعتیں بلاتفریق شامل کی گئی ہیں۔

قصہ مختصر! یہ ''نعت نمبر'' مولانا عبدالرشید ارشد صاحب کا ایک شاہکار لازوال ہے، اور یقینی وسیلۂ بخشش ہے۔ اب رہ گئی قیمت کی بات! تو قیمت بظاہر کچھ زیادہ بلکہ بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے، مگر نعت نمبر کی دونوں جلدوں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قیمت تو کم بلکہ بہت ہی کم ہے۔

آج کے دور میں کتاب کا قیمتاً حاصل کرنا دل گردہ کا کام ہے۔ اسی چیز کو مدنظر رکھ کر مولانا نے کتاب کی دو قسم کی قیمتیں مقرر کی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ)

ماہنامہ ''الرشید'' لاہور ''مدنیؒ و اقبالؒ نمبر''

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد۔ صفحات: ۴۷۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ ملنے کا پتا: جامعہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

ماہنامہ ''الرشید'' پاکستان کی مشہور و معروف دِینی درس گاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کی طرف سے عرصہ چھ سال سے علمی، ادبی، دِینی، سیاسی، اِصلاحی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔ قبل ازیں مجلہ مذکور نے عالمِ اِسلام کی عظیم دِینی درس گاہ ''دارالعلوم دیوبند'' پر ایک عظیم و تاریخی نمبر نکال کر علمی اور دِینی حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔

زیرِ نظر نمبر نکالنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کچھ عرصہ سے پاکستانی صحافت میں مسئلۂ قومیت زیرِ بحث ہے۔ اِس سلسلہ میں بعض لوگ دانستہ اور بعض نادانستہ جناب ڈاکٹر علامہ محمد اِقبالؒ کے اُن اشعار کو اپنے لیے بطورِ سند پیش کرتے ہیں جو اقبال نے شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ کی ایک تقریر کی غلط رپورٹ ملنے پر لاعلمی میں کہے تھے، اور حقیقتِ حال معلوم ہونے کے بعد اُن سے رُجوع بھی کرلیا تھا، لیکن اس رُجوع اور معذرت کے باوجود بعض حضرات جان بوجھ کر ان اشعار کو تحریر و تقریر میں لاکر علماء کی توہین و تحقیر کے درپے ہیں۔

ایسی صورت میں اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ کوئی ایسی شخصیت سامنے آئے جو اس اختلاف اور اس کے پس منظر سے واقف ہو، اس سلسلہ میں علامہ طالوت مرحوم کا نام لیا جاتا ہے، جنھوں نے طرفین سے خط

وکتابت کے ذریعہ حقیقتِ حال معلوم کی، لیکن اس بات کا بہت کم حضرات کو علم ہوگا کہ علامہ طالوت کے ساتھ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب (مدیر ماہنامہ ''الرشید'') بھی اس کارِ خیر میں شریک تھے۔ زیرِ نظر نمبر میں موصوف نے اِس اِختلاف اور اس کے پس منظر کو پوری تفصیل کے ساتھ درج کرایا ہے، جس کے بعد اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

مجلّہ ''برگِ گل'' کراچی ''اِقبال نمبر''

ناشر: وفاقی گورنمنٹ اُردو کالج، بابائے اُردو روڈ، کراچی۔ صفحات: ۵۴۴۔

گورنمنٹ اُردو کالج کے مجلّہ ''برگِ گل'' کے زیرِ نظر نمبر میں اقبال کی سیاست، اقبال کی شاعری، اقبال کے خطبہ اِلٰہ آباد، اقبال کے خطوط، اقبال کے غیر مطبوعہ کلام، اقبال کے عمرانی فلسفہ، اقبال کے نظریۂ تعلیم وغیرہ وغیرہ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ قبل ازیں مجلّہ مذکور مسٹر جناح پر بھی ایک نمبر نکال کر سرکاری حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''شیخ الحدیث نمبر''

مدیر: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ مرتب: مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ ہندوستان میں ملنے کا پتا: دفتر ماہنامہ ''الفرقان'' ۳۱-نیا گاؤں، مغربی نظیر آباد، لکھنؤ۔ پاکستان میں ملنے کا پتا: صرف ۶۹ روپے اِدارہ اِصلاح وتبلیغ، آسٹریلین بلڈنگ، لاہور کو اِرسال کر کے، منی آرڈر کی رسید منیجر ''الفرقان'' لکھنؤ کو روانہ کریں۔

ہمارے علمی مجلات میں ''الفرقان'' پہلا پرچہ ہے جس کا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہٗ پر خصوصی نمبر سب سے پہلے سامنے آیا۔ یہ حضرتؒ کی جامع وعالی مقام شخصیت کے متعلق ایک تاریخی دستاویز اور آپ کا مستند تذکرہ ہے۔ اسے تین ابواب پر مرتب کیا گیا ہے: پہلے باب میں (سوانح حیات اور صفات واِمتیازات) دس مضامین پر مشتمل ہے۔ ان میں مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کا مضمون ''حضرت شیخؒ کے اجداد، صحیح نسب نامہ اور کمالات'' بڑا وقیع ہے، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کے قلم سے حضرت شیخؒ کی

''آپ بیتی'' کی تلخیص کا ایک حصہ شائع کیا گیا ہے، جو بہت ہی مفید ہے، یہ پوری تلخیص الگ بھی شائع ہونی چاہیے۔ ''حضرت شیخ کی زندگی کے کچھ اہم پہلو'' حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے قلم سے ہے جو ان کی کتاب (سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) کا ایک حصہ ہے، اور جو بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔
دُوسرے باب (حضرت شیخؒ: ایک عالم ومحدث) میں مولانا تقی الدین مظاہری ندوی، مولانا ضیاء الدین اصلاحی اور مولانا برہان الدین سنبھلی کے مضامین ہیں، جن میں حضرت شیخؒ کے درسِ حدیث اور تصانیف پر تبصرہ ہے۔ اور تیسرے باب (حضرت شیخؒ: ایک عارف ومصلح) میں حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود گنگوہی مدظلہ کا عالمانہ مضمون ہے۔ جناب مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کے قلم سے حضرتؒ کے سفرِ برطانیہ کے تأثرات ہیں، اور حضرت شیخؒ کے ملفوظات اور مکتوبات کا جدید مگر حسین اِنتخاب ہے۔
یہ خاص نمبر معنوی خوبیوں کے علاوہ کاغذ اور کتابت وطباعت کے لحاظ سے بھی دیدہ زیب ہے۔
جناب مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے فرزندار جمند ہیں، اور اس نمبر کی تیاری میں اُنہوں نے بڑے ذوق، لگن اور محنت سے کام لیا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء! یہ حسنِ اِتفاق ہے کہ حضرتؒ کی سوانح اور ''الفرقان'' کا یہ خاص نمبر قریب قریب ایک ہی وقت میں پہنچے۔
(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۳ھ)

ماہنامہ اِقرأ ڈائجسٹ ''قطب الاقطابؒ نمبر'' (حصہ دوم)

مدیر: مولانا محمد جمیل خان۔ جلد: ۲۔ شمارہ: ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۶ء۔
قیمت درج نہیں۔ ناشر: اِقرأ روضۃ الاطفال، کراچی۔

''پیش لفظ''

۱:... حق تعالیٰ شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ماہنامہ اِقرأ ڈائجسٹ ''قطب الاقطابؒ نمبر'' کا دُوسرا حصہ بھی شائع ہوگیا ہے۔ لکھنے والوں نے اپنی ہمت وحوصلہ کے مطابق لکھا، اور خوب لکھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی رحمت کے شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔
۲:... ممکن ہے بعض بالغ نظر قارئین کو شکایت ہو کہ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا) نوراللہ مرقدہٗ جیسی عبقری شخصیت کے کمالات کا اِحاطہ نہیں ہوسکا۔ یا اُن کی پوری ترجمانی وتصویرکشی نہیں ہوسکی۔ اُن کی خدمت میں بطورِ معذرت یہ عرض کردینا کافی ہوگا:

اگر مصور صورتِ ان دلستان خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چرا خواہد کشید

اور خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہا است بتان را کہ نام نیست

۳:...مقبولانِ بارگاہِ اِلٰہی کے جو حالات وسوانح لکھے جاتے ہیں، اُن سے مقصود محض قصیدہ خوانی نہیں ہوتی۔ اور نہ تاریخ میں اُن کا نام زندہ رکھنے کے لیے زحمت اُٹھائی جاتی ہے۔ اِس لیے کہ وہ ان تمام اُمور سے مستغنی ہیں، اُنہیں بارگاہِ خداوندی سے: "یٰایتھا النفس المطمئنة ارجعی الیٰ ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی." [۱] کا مژدۂ جانفزا مل چکا ہے، اور وہ رحمت ورضوان کے ان مراتبِ علیا پر فائز ہیں، جن کا تصوّر بھی اِس دُنیا میں رہتے ہوئے کسی کے لیے ممکن نہیں، جب کہ حدیثِ قدسی میں اِرشاد ہے:

"اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علیٰ قلب بشر." [۲]

ترجمہ: "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دِل میں ان کا خیال ہی گزرا۔"

اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے بعد انہیں اہلِ دُنیا کی مدح وتوصیف کی کیا حاجت؟ وہ اس کے بھی محتاج نہیں کہ تاریخ میں ان کا نام روشن رکھنے کے لیے رسالوں کے نمبر اور اخباروں کے ایڈیشن نکالے جائیں، اِس لیے کہ وہ تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں، تاریخ خود ان کی شخصیت سے رعنائی وزیبائی حاصل کرتی ہے اور عشقِ اِلٰہی کی بدولت ان کا نام جریدۂ عالم پر ثبت ہے:

ہرگز نہ میرد آں کہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

۴:...آپ کہیں گے کہ پھر یہ ساری محنت کس کے لیے ہے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان کے لیے نہیں بلکہ خود لکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے ہے۔

اہل اللہ کا تذکرہ رحمتِ اِلٰہی کے نزول کا سبب ہے، اور ان کے حالات وواقعات پڑھنے سے ان کے

(۱) الفجر: ۲۷-۳۰

(۲) متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۹۵

ساتھ رشتۂ عقیدت ومحبت مستحکم ہوجاتا ہے، اور اہل اللہ سے تعلق ومحبت وہ دولت ہے جس پر "المرء مع من أحبّ" (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہو)، "أولٰئک قوم لا یشقٰی بھم جلیسھم" (یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا) کی بشارت دی گئی ہے۔ اہل اللہ کے انفاسِ قدسیہ مردہ دِلوں کی مسیحائی کا کام دیتے ہیں، اُن کی زندگی کے واقعات اِنسانیت کے لیے مینارۂ نور ہوتے ہیں اور اُن کا نقشِ قدم آئندہ نسلوں کے لیے جادۂ منزل بن جاتا ہے، اُن کے حالات وکمالات کے مطالعہ سے سلیم الفطرت لوگوں میں اُن کا راستہ اپنانے اور اُن کا طریقۂ زندگی اِختیار کرنے کا شوق اور داعیہ پیدا ہوتا ہے، اُن کے حالات کے آئینہ میں اپنی زندگی کا جائزہ لینے اور اپنے اخلاق واعمال کو سنوارنے کی توفیق ہوجاتی ہے۔ بزرگانِ دِین کے حالات وسوانح کے مطالعہ کا سب سے اہم مقصد یہی ہے۔ اگر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے حالات پڑھ کر کسی شخص کے دِل میں تعلق مع اللہ کی طلب پیدا ہوجائے تو اِن شاء اللہ! محنت ٹھکانے لگ گئی۔

۵:... اکابر اہل اللہ سے محبت وتعلق کا ایک پہلو یہ ہے کہ اُن کے اِحسانات کو یاد رکھا جائے اور اُن کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعا واِستغفار کا ہمیشہ اہتمام رہے۔ بزرگوں کی حیات میں اُن کی خدمت میں ہدیے پیش کرنے کو سعادت سمجھا جاتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ:

"وإنّ ھدیۃ الأحیاء إلی الأموات الاستغفار لھم۔"[1]

ترجمہ: "زندوں کا ہدیہ مرنے والوں کے لیے دُعا واِستغفار ہے۔"

اِس لیے ماہنامہ اِقرأ ڈائجسٹ کے باتوفیق قارئین سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ وہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ان ہدایا کے پیش کرنے کا ہمیشہ اہتمام رکھیں گے، اور یہ بھی خود اُن کی اپنی سعادت ہوگی۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقبول بندے ایسے ہیں کہ اگر دُعا میں اُن کو شریک کرلیا جائے تو اُن کی برکت سے خود اپنی دُعائیں قبول ہوجاتی ہیں۔ یہ تو دُعا واِستغفار اور قولی وبدنی عبادات کے ذریعہ سے اِیصالِ ثواب ہوا۔ اِسی طرح صدقہ وخیرات، حج وقربانی وغیرہ مالی عبادات کا ہدیہ پیش کرنے کا بھی اہتمام رہنا چاہیے۔

۶:... کسی کو جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے، وہ اس کو فقیر ومحتاج سمجھ کر نہیں دیا جاتا، بلکہ اس سے محض حقِ محبت ادا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ بحمداللہ! اپنے پیچھے بہت سے صدقاتِ جاریہ چھوڑ گئے ہیں، اُن کے ہزاروں شاگرد علمی خدمات میں مشغول ہیں، اُن کے لاکھوں مسترشدین ذِکرِ اِلٰہی میں مصروف ہیں، اُن کی کتابوں سے بے شمار اِنسانوں کی زندگیاں سنور رہی ہیں، اور یہ سب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے لیے

(۱) رواہ البیھقی فی شعب الایمان، مشکاۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

صدقۂ جاریہ ہیں۔ اس صدقۂ جاریہ کی ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں: حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے قلم سے ہزاروں صفحات پر مشتمل شروحِ حدیث کی کتابیں نکلیں (ان میں فضائل کے رسائل بھی شامل ہیں)، جن سے عوام وخواص مستفید ہورہے ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ ان کتابوں میں کتنی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی آیا ہوگا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِسمِ گرامی پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے ہر جگہ بڑے ہی اہتمام سے "صلّى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وسلم تسليمًا" تحریر فرمایا ہے، یہ لاکھوں مرتبہ کا تحریر فرمودہ دُرود شریف حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے صدقۂ جاریہ کا ایک شعبہ ہے۔ برکت وسعادت اور صدقۂ جاریہ کے ایسے نہ جانے کتنے شعبے حضرت نوراللہ مرقدہٗ کو عطا کیے گئے ہوں گے! کیا کوئی اس کا اندازہ کرسکتا ہے؟ ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء!

۷:... حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے لیے اِیصالِ ثواب اور صدقۂ جاریہ کا ایک اہم شعبہ ہم سب کے لیے یہ ہے کہ دِین کی جتنی لائنیں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے دم قدم سے زندہ تھیں، اُن میں اِضافہ کیا جائے۔ ان میں تین شعبے بہت ہی اہم اور نمایاں ہیں:

اوّل:... "علمِ دِین" کی اِشاعت کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔

دوم:... "ذِکرِ اِلٰہی" کے حلقے قائم کیے جائیں اور قلوب میں ذِکرِ اِلٰہی کو پیوست کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

سوم:... "دعوت وتبلیغ" کے نام سے جو نقل وحرکت ہورہی ہے، اُس کو پوری اُمت میں عام کرنے اور اُمت کے افراد کو دِین پر جوڑنے کی محنت کی جائے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی پوری زندگی انہی شعبوں کے لیے وقف رہی اور حضرتؒ سے تعلق ومحبت رکھنے والے ان شعبوں میں جس قدر ترقی کریں گے، اِن شاء اللہ! حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی رُوحِ مبارک کو اس سے فرحت وشادمانی ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مدارجِ عالیہ میں مزید ترقیات عطا فرمائے۔ اور حضرتؒ کے تعلق سے آپ کے تمام خدام ومتوسلین اور منتسبین ومحبین کو زیادہ سے زیادہ مرضیات کی توفیق نصیب فرمائے اور تمام مکروہات سے حفاظت فرمائے۔ فاطر السمٰوٰت والأرض انت ولي في الدنيا والآخرة توفني مسلمًا والحقني بالصالحين!

ماہنامہ "البلاغ" کراچی "مفتیٔ اعظمؒ نمبر"

نگران: مولانا محمد رفیع عثمانی۔ مدیر: مولانا محمد تقی عثمانی۔ نگرانِ کتابت: سیّد نفیس الحسینی۔ صفحات: ۱۳۷۶۔ قیمت: ۶۰ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مفتیٔ اعظم پاکستان کی رحلت (شوال المکرم ۱۳۹۶ھ) کے بعد ''البلاغ'' نے اُن کی سیرت وشخصیت پر ایک خصوصی اِشاعت کا اِعلان کیا تھا، جو آج شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں ایک ضخیم دستاویز کی شکل میں شائع ہوئی ہے۔ یہ خصوصی اِشاعت حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی وعملی کمالات وافادات پر مشتمل ہے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی شخصیت کے تقریباً سبھی پہلوؤں کو اس میں نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہت سے مشاہیر اہلِ قلم نے اس بزم میں شرکت کی ہے، ان میں مولانا محمد رفیع عثمانی، مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا محمد اشرف خان کے مقالے بہت مبسوط بھی ہیں اور گراں قدر بھی!

صاحب زادہ مولانا محمد رفیع عثمانی نے حضرتؒ کا سوانحی خاکہ اِتنی تفصیل سے قلم بند کیا ہے کہ بجائے خود ایک مستقل سوانح کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔ یہ مقالہ ۱۶۰ صفحوں پر محیط ہے۔ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی کے دو مقالے ایک ہی تسلسل میں شاملِ اشاعت ہیں: ''حضرتؒ کے شیوخ واکابر'' اور ''میرے والد، میرے شیخ''، ان دونوں مقالوں میں مولانا محمد تقی عثمانی نے حضرتؒ کے شیوخ واکابر اور خود حضرتؒ کے اوصاف وکمالات، اُن کے علمی وعملی مقام اور اُن کے علمی اِفادات کو بڑی خوب صورتی، دقیقہ رسی اور ذہنی سلامتی کے ساتھ جمع کیا ہے۔ راقم الحروف کا تأثر یہ ہے کہ ان دونوں مقالوں کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار پڑھا جانا چاہیے اور یہ ہر خاص وعام بلکہ اخص الخواص کو بھی پڑھنا چاہیے۔ مولانا محمد اشرف خان (پشاور یونیورسٹی) نے حضرت مفتی صاحبؒ کے مختصر سوانح اور اُن کے علمی مقام کی طرف اِشارات کیے ہیں۔ مگر اس مقالہ کی خاص چیز حضرت مفتی صاحبؒ کی تصنیفات کا مبسوط تعارف ہے۔

کسی دِینی شخصیت پر اِتنے ضخیم نمبر کی یہ پہلی مثال ہے، اگر ان چودہ سو صفحات کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا جاتا تو پڑھنے والوں کے لیے آسانی رہتی۔

جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے اپنے مقالہ میں بعض سیاسی معاملات پر بھی تبصرہ فرمایا ہے، اور اسی ذیل میں گزشتہ دور کے ''مشاجرات'' کا تذکرہ بھی آتا ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ ہم خوردوں کو ''تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ'' (۱) کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے، لیکن مولانا محمد رفیع عثمانی کا محتاط قلم اس کی نزاکتوں کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھ سکا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ لیگ اور کانگریس کی سیاست کا طوفانی ریلا ۳۲ سال ہوئے گزر چکا ہے، اور اس سے اُمت نے جو کھویا اور جو پایا، وہ بھی سب کے سامنے آچکا ہے۔

(۱) البقرۃ:۱۴۱

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر میں سے جو حضرات جس طرف تھے وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے اسی پہلو کو مفید سمجھتے تھے، ان میں سے ہر ایک کا منشا حق تعالیٰ کی رضا جوئی، ملتِ اسلامیہ کی خیر اندیشی اور دینِ اسلام کی سر بلندی تھا، ان میں سے ایک پہلو کو ''دراصل کفر کی حمایت'' سے تعبیر کرنا شدید بے احتیاطی ہے، اور اکابر اولیاء کے حق میں ادنیٰ سوءِ ظن یا رشحۂ قلم بھی بڑی سخت بات ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''بانیٔ الفرقان نمبر''

ترتیب: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ صفحات: ۶۷۶۔ عام قیمت: ۱۵۰ روپے۔ اعلیٰ ایڈیشن: ۲۰۰ روپے۔ پتا: دفتر ''الفرقان''، ۱۱۴/۳۱، نظیر آباد لکھنؤ، انڈیا۔

جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ، محقق العصر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ نے جس رسالہ کو آج سے ۶۷ سال قبل اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی، علومِ نبوت کی اشاعت، فِرَقِ باطلہ کی تردید اور اِحقاقِ حق کے لیے جاری فرمایا تھا، اپنی حیاتِ مستعار کے ۶۵ سال اِس گراں قدر علمی اور تحقیقی مجلّہ کی خدمت سرانجام دینے کے بعد سوئے منزل روانہ ہوگئے۔ حضرت مرحوم نے اِس مجلّہ کو اپنی محنت و لگن، اَنتھک کوشش اور آہِ سحر گاہی سے معیار کے جس بامِ عروج پر پہنچایا، اُس پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دِکھانے کے مترادف ہے۔

پیشِ نظر اشاعت اس کے بانی کی حیاتِ مستعار کی سوانح، علمی، تحقیقی اور تجدیدی خدمات، اُمتِ مسلمہ کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے اُن کے سینہ میں دِل اور دِل میں درد کی داستان ہے، جو بانیٔ ''الفرقان'' کی تاریخ ساز شخصیت، عہد آفرین تجدیدی کارناموں کی جیتی جاگتی تصویر اور تقریباً ایک صدی کی سراپا جہد و عمل کی دستاویز ہے۔

حضرت مولانا مرحوم اپنے وقت کے اُن اکابر میں سے تھے جن پر بجا طور پر حلقۂ دیوبند کو ناز تھا۔ تصنیف و تالیف اور سلوک و احسان کی مسند اُن سے مزین تھی، علم و تحقیق کی محفلیں اُن سے آباد تھیں، حق اُن پر نازاں اور باطل اُن سے لرزاں تھا، رافضی فتنہ ہو یا بریلویت کا مرض؛ سب کا اُن سے پتّا پانی ہوتا تھا، خصوصاً آخری دور میں تردیدِ رفض میں اللہ تعالیٰ نے اُن سے جو کام لیا، وہ اُن کا تجدیدی کارنامہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کی تحریر میں جو مٹھاس، چاشنی، سلاست و روانی رکھی تھی، اس کے پیشِ نظر آپ کی تحریر پڑھ کر متعصب و متعنت مخالف بھی آپ کی عظمت کا قائل ہو جاتا۔ آپ کی رس گھولنے والی تحریریں عام فہم اور سادہ،

مگر پُر وقار ہوتیں، اَندازِ تخاطب ایسا دِل نشین ہوتا کہ آپ کی بات نقش کالحجر ہو جاتی۔ ''معارفُ الحدیث'' کے عنوان سے آپ کی خدمتِ اَحادیث کو اللہ تعالیٰ نے جو قبولِ عام عطا فرمایا اور اس سے مخلوقِ خدا کو جس قدر راہ نمائی ہوئی، بجائے خود یہ آپ کے اَعمالِ حسنہ میں ایک بے مثال اِضافہ ہے۔

الغرض! اِس اِشاعتِ خاص میں متعدد اَکابر اہلِ علم نے اپنے اپنے انداز میں ان کی شخصیت کے مختلف کمالاتِ علمی و ملّی کو قلم بند فرمایا ہے۔ اِسی طرح ملکی اخبارات کی خبروں، اِدارتی کالموں، علمی مجلات کے مقالات و مضامین اور ہند و پاک کے اکابر کے تأثرات، حضرت مرحوم کے صاحب زادگان کے تأثرات، ''آئینۂ الفرقان میں فکرِ نعمانی کی جھلکیاں'' کے عنوان سے بانیٔ الفرقان کے رشحاتِ قلم، یادگار تحریریں، بیانات اور علمی و اِصلاحی مکتوبات کو بھی شاملِ اِشاعت کیا گیا ہے۔

یہ خاص اِشاعت ہر اِعتبار سے حسنِ ظاہری و باطنی سے مزین ہے۔ اَربابِ علم و دانش اور خاص کر حلقۂ دیو بند کے لیے قابلِ قدر علمی سوغات ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۲۰ھ)

ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' راولپنڈی ''شیخ القرآنؒ نمبر''

صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔ ملنے کا پتا: دار العلوم تعلیم القرآن، راجا بازار، راولپنڈی۔

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان نوّر اللہ مرقدہٗ کا شمار اَرضِ پاکستان میں ان علمائے حق میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی بغیر کسی لالچ و رغبت یا طمع و حرص کے دِینِ حق کی سربلندی کے لیے وقف کی ہوئی تھی، بالخصوص مسئلۂ توحید، رَدِّ شرک و بدعت میں جو خدمات آپ نے انجام دیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ زیرِ نظر شمارہ اُن کی علمی، تدریسی، تبلیغی خدمات کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ حضرتؒ کی پوری زندگی اس میں آگئی ہے، البتہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مرحوم کی زندگی کے بہت سے پہلو۔ جو عام لوگوں کی نظر سے مخفی تھے۔ وہ اس آئینہ میں جلوہ گر ہیں۔ مرتبین نے بڑی محنت اور سلیقہ سے یہ نمبر ترتیب دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ)

ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' ملتان ''اَمیرِ شریعتؒ نمبر'' (حصہ دوم)

مرتب: مولانا سیّد عطاء المحسن شاہ بخاری۔ مدیرِ مسئول: سیّد محمد کفیل شاہ بخاری۔ صفحات: ۵۷۶۔

ناشر: سیّد محمد کفیل شاہ بخاری، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔

حضرت اَمیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نوّراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی سے کون ناواقف ہے؟ ''اَمیرِ شریعت'' کا نام آتے ہی تصوّر میں ایک ایسی شخصیت آجاتی ہے، جس کے بارہ میں سوچنے سے رُوح کو سکون اور دِل کو سرور ملتا ہے! قلب کو ایک ایسا جذبہ عطا ہوتا ہے جو اس تصوّر سے قبل جیسے تھا ہی نہیں۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

وہ ذات جس نے اپنی ساری زندگی کو تحفظِ دِین اور ملت کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر دیا تھا، جس نے اپنی اعلیٰ فراست و ذہانت اور ہمہ گیر جذبۂ اِحساس کو دِینِ مصطفوی کے اِرتقا کے لیے بےلوث پروانہ وار نثار کیا۔ خلاقِ عالم نے جس کی تخلیق ناموسِ پیغمبر کی حفاظت اور دُشمنانِ ختمِ نبوّت کی ہلاکت کے لیے فرمائی اور قدوسی محاسن واعلیٰ صلاحیتوں سے نواز کر فقرِ ''بوذرؓ''، عزمِ ''حیدرؓ''، جمالِ ''عثمانیؓ'' اور جلالِ ''فاروقیؓ'' کا مظہر بنایا۔

جنھیں دیکھنے سے خدا یاد آئے!

فطرت میں اِسلام کی محبت اور اَعدائے اِسلام کی عداوت اللہ نے فیاضی سے ودیعت فرمائی، اور تبلیغ کی دُنیا میں خطابت کا وہ اعلیٰ منصب عطا فرمایا جو وہ اپنے بندگانِ خاص کو اِعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اِمتیازی طور پر دیتا چلا آیا ہے، جیسا کہ پروردگارِ عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے بدخواہوں مسیلمہ کذاب اور اَسودِ عنسی کی سرکوبی اور اُن کے دجالانہ دعوائے نبوّت کے خاتمہ کے لیے دُنیا کو صدیقؓ و فاروقؓ عطا فرمائے، بعینہٖ اِسی طرح چودھویں صدی کے مسیلمہ کذاب قادیانی کے جانشینوں کا ستیاناس کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ملتِ اِسلامیہ کو ''سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ'' جیسے جاں باز و اِرتداد کش مجاہد عطا فرما کر اِحسان فرمایا، الحمد للہ والمنّۃ! جو عزم و توکل کے گھوڑے پر سوار ہو کر اور کتاب اللہ کے آسمانی اسلحہ سے لیس ہو کر برطانوی فرنگی اِستعمار پر حملہ آور ہوا، اور اس کے خود کاشتہ پودے کفرِ مرزائیت کے سیاسی فراڈ کا پردہ چاک کیا اور اپنی کفرسوز گرمی سے تاج و تختِ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے لیے سرفروشانِ ختمِ نبوّت کا ایک لشکرِ جرار بنالیا۔

وہ اکیلے ہی چلے تھے جانبِ منزل مگر
لوگ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

آج شاہ صاحبؒ ہم میں موجود نہیں، مگر اُن کے زرّیں کارنامے، اُن کی اُجلی سیرت کے نقوش، اُن کا

عقیدۂ فکر اور اُن کی جماعت ''مجلس احرارِ اسلام'' ہم میں موجود ہے۔

چنانچہ اِسی ''مجلس'' کے ترجمان ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کے مدیر اپنی اِس خصوصی اِشاعت ''امیرِ شریعتؒ نمبر'' کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''شاہ صاحب کی شخصیت و کردار، سوانح و خدمات اور آثار و افکار کے حوالہ سے جتنا بھی تحریری کام کیا گیا، اس میں اکثر و بیشتر ایک ادھورے پن، ایک تشنگی، ایک کمی اور ایک خلا کا احساس ہوتا ہے، مختصر یہ کہ شاہ جی کے لسانی اور ادبی جذبات، شاہ جی کے تاریخی شعور، شاہ جی کی سیاسی بصیرت، شاہ جی کی دینی جدوجہد اور سب سے بڑھ کر شاہ جی کی خطابت کے حوالہ سے جو کام کیا جانا چاہیے تھا، وہ ہنوز نہیں ہوسکا، ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کا یہ خصوصی سلسلۂ اِشاعت ایسی ہی کوتاہیوں کے ازالہ اور ایسی ہی ضرورتوں کی تکمیل کی جانب ایک بروقت پیش رفت ہے اور سراسر خلوص و دیانت پر مبنی کاوش!

جنوری ۱۹۹۲ء میں ہم آپ کی خدمت میں ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' کا ''امیرِ شریعتؒ نمبر'' (جلد اوّل) پیش کر چکے ہیں، الحمدللہ! ہماری اس کاوش و محنت کو سنجیدہ و مخلص حلقوں میں پذیرائی ملی اور ہم ان کی دُعاؤں کے مستحق ٹھہرے۔

آج ۱۹۹۵ء میں ''امیرِ شریعت نمبر'' (حصہ دوم) منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہو چکا ہے۔ میرے عزیز بھائی سیّد محمد ذوالکفل بخاری اس اشاعتِ خاص کی ترتیب و تہذیب میں اگر میری معاونت نہ کرتے تو شاید یہ گلدستہ میں آپ کی خدمت میں اس طرح سجا کر پیش نہ کر سکتا۔''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۶ھ)

ماہنامہ ''حق چاریار'' لاہور ''فخرِ اہلِ سنت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ نمبر''

مدیرِ مسئول: جناب حکیم حافظ محمد طیب۔ صفحات: ۳۴۰۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ پتا: ماہنامہ ''حق چاریار''، متصل جامع مسجد برکت علی، مدینہ بازار، ذیل دار روڈ، اچھرہ، لاہور۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کا علم و عرفان، جہد و مجاہدہ، درس و تدریس اور وعظ و اِصلاح قابلِ تقلید اور باعثِ رشک ہے۔ آپ کے اصاغر سے کہیں زیادہ آپ کے اکابر اور معاصرین نے آپ پر بھرپور اِعتماد کیا۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے علاقہ میں جو خدمات انجام دیں، جہالت و بے دینی کا جس انداز سے مقابلہ کیا، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ وعظ و بیان کے علاوہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا قاضی

عبداللطیف مرحوم نے سیاسی اور مذہبی میدان میں اِعلائے کلمۃ الحق کی اپنے اکابر کی رَوِش کو زندگی بھر اپنائے رکھا، اس کے لیے اُنہوں نے ہر طرح کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

پیشِ نظر ماہنامہ ''حق چار یار'' لاہور کی اِشاعتِ خاص حضرت مولانا مرحوم کے حالات و واقعاتِ زندگی اور اُن کی ملّی، مذہبی، دینی اور سیاسی خدمات پر مشتمل بہترین مجموعہ ہے، جس میں سب سے اہم مقالہ قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین زید مجدہم کا ہے، جس میں آپ نے حضرتؒ کی زندگی کے تقریباً تمام گوشوں پر عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ یہ اِشاعتِ خاص ہر اِعتبار سے قابلِ دید ہے۔ اہلِ حق اور باذوق علماء وعوام اس سے بھرپور انداز سے نفع اُٹھانے کی کوشش کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ)

ماہنامہ ''الرشید'' لاہور ''حکیم محمد سعید شہیدؒ نمبر''

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد۔ بابت: ماہِ دسمبر ۱۹۹۸ء۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۷۵ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''الرشید'' لاہور، ۲۵-لوئر مال، لاہور۔

جناب حافظ حکیم محمد سعید دہلوی شہیدؒ ایک ہمدردانسان اور جامع الصفات شخص تھے، انہوں نے ملک وقوم کی جس قدر خدمت کی ہے، وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھائیوں کا انہیں شہادت کی صورت میں بدلہ عطا فرمایا، البتہ ان لوگوں کا مقدر سیاہ ہوگیا جنہوں نے ان کے قتل جیسے گھناؤنے جرم کا اِرتکاب کیا۔

مرحوم حکیم محمد سعید شہیدؒ کی شہادت پر ہر دردمند دِل آزردہ ہوا، اور ہر مسلمان متأثر ہوا، مگر ہمارے جناب مولانا حافظ عبدالرشید ارشد زید مجدہٗ نے اس کا کچھ زیادہ ہی اثر لیا، چنانچہ انہوں نے حکیم سعید صاحبؒ کی یاد میں ماہنامہ ''الرشید'' کا یہ نمبر نکالا ہے، جس میں خوبی یہ ہے کہ اس نمبر کی اِشاعت سے پہلے تک اِس سلسلہ میں لکھے گئے تقریباً تمام مضامین کو شامل کردیا گیا ہے۔ اس طرح ایک عمدہ سوانحی خاکہ پر مشتمل اچھا تأثراتی مجموعہ تیار ہوگیا۔

اس نمبر کی لوح پر درج ذیل نہایت خوب صورت عنوانات دیے گئے:

''ہمدردِ ملت، ہمدردِ اِنسانیت، خدمت کا صلہ: تین گولیاں، سعید بھی، شہید بھی، ایک نیا رازی، ایک نیا غزالی، اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا، آہستہ برگ گل بہ فشاں بر مزار ما۔''

الغرض! اس نمبر میں حکیم محمد سعید شہیدؒ پر بہت سارا مواد جمع ہوگیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ)

ماہنامہ ''الرشید'' لاہور ''دار العلوم دیوبند نمبر''

مدیر: مولانا حافظ عبدالرشید ارشد۔ صفحات: ۸۰۰۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، ۳۲-اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، اور جامعہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

مولانا حافظ عبدالرشید ارشد زِیدمجدہٗ کو دار العلوم دیوبند اور اکابرِ دار العلوم سے جو ربط و محبت ہے، اس کا نقشِ اوّل ''بیس بڑے مسلمان'' تھا، اور ''الرشید'' کا پیشِ نظر ''دار العلوم دیوبند نمبر'' اس کا نقشِ دوم ہے، جس میں دار العلوم کے مختلف اور متنوّع پہلوؤں پر ۶۷ مقالات اور ایک درجن نظمیں شامل ہیں، تقریباً ستر معروف اَصحابِ قلم اور اَربابِ نگارش حلقۂ معرفت میں شریکِ بزم ہیں۔ دار العلوم کے ہمہ جہتی کمالات اور کارناموں کا اِحاطہ تو خیر ضخیم دفاتر میں بھی ممکن نہیں، مگر مرتبین نے کوشش کی ہے کہ لیلائے دیوبند کی ہر اَدا، ہر ناک نقشہ اور تمام خدوخال عشاق کے سامنے آجائیں۔

یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ دار العلوم پر سب سے منفرد اور جامع ترین تاریخی دستاویز ہے، جس پر اِدارہ ''الرشید''، جامعہ رشیدیہ اور مولانا عبدالرشید ارشد صاحب، تمام منتسبینِ دار العلوم کی جانب سے تشکر ومبارک باد کے مستحق ہیں۔

دار العلوم دیوبند کی مثال اُس شجرۂ طوبیٰ کی ہے جس کا صد سالہ فیضان آفاقِ عالم پر محیط ہے، اور جس کی شاخیں بسیطِ اَرض پر پھیلی ہوئی ہیں، اور یہ اس کے پاک باز، فرشتہ خصلت بانیوں کی للّٰہیت واِخلاص کا ثمرہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ)

''عزمِ نو'' کا ''اِسلامی نظامِ تعلیم نمبر''

نگرانِ اعلیٰ: میاں محمد عارف۔ مدیر: جناب منظور احمد جاوید۔ صفحات: ۶۷۲۔ قیمت: ۳۰ روپے۔

ہماری جدید دانش گاہوں میں مغربی نظامِ تعلیم رائج ہے، مگر اس کے بجائے یہاں اِسلامی نظامِ تعلیم رائج کرنا ہماری اَہم ترین قومی وملی ضرورت ہے۔ عزیز طلبہ کے آرگن ''عزمِ نو'' نے زیرِ نظر ''اِسلامی نظامِ تعلیم نمبر'' میں اسی اہم ترین سوال کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے۔ اس بزم میں تقریباً ساٹھ حضرات شریک ہیں، جن میں قدیم بھی ہیں اور جدید بھی، مسٹر بھی ہیں اور مولانا بھی۔

جہاں تک نظریاتی طور پر مباحث، تجاویز، خاکوں اور شکلوں کا تعلق ہے! وہ تو فاضل اہلِ علم و قلم نے سب کچھ پیش کر دیا ہے، ضرورت ہے کہ خداتعالیٰ ناخدایانِ تعلیم کو "اِسلامی نظامِ تعلیم" کی سمت کوئی مثبت قدم اُٹھانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ "تیسرا اِنتخاب نمبر"

مدیر: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: دفتر ماہنامہ الفرقان، ۳۱-نیا گاؤں، مغربی نظیر آباد، لکھنؤ نمبر ۱، انڈیا۔

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ کی اِدارت میں چوالیس سال سے ایک مخصوص تبلیغی و اِصلاحی رنگ میں شائع ہو رہا ہے، اِس طویل عرصہ میں بہت سے مضامین اس کے صفحات کی زینت بنے، ان میں سے بعض مقالات ایسے تھے کہ اُنہیں الگ کتابی شکل میں مدوّن کیا جانا ضروری تھا۔ اِدارہ "الفرقان" نے اس کی صورت یہ تجویز کی کہ الفرقان کے "اِنتخاب نمبر" شائع کیے جائیں، چنانچہ پہلا "اِنتخاب نمبر" ۱۹۷۴ء میں اور دُوسرا ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا، جن میں "الفرقان" کی قدیم فائلوں سے چیدہ چیدہ مضامین کا اِنتخاب کیا گیا، اِسی سلسلہ کا یہ تیسرا اور آخری "اِنتخاب نمبر" ہے جو ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا ہے، جس میں (سخن ہائے گفتنی، نگاہِ اوّلیں اور تبصرۂ کتب کے علاوہ) ۲۴ مضامین و مقالات کا گلدستہ پیش کیا گیا ہے۔

گزشتہ دونوں "اِنتخاب نمبر" ہماری نظر سے نہیں گزرے، مگر زیرِنظر تیسرے "اِنتخاب نمبر" سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ بھی حسنِ اِنتخاب کا مرقع ہوں گے۔ "الفرقان" کے "مجدّدالفِ ثانیؒ نمبر"، "شاہ ولی اللہؒ نمبر"، "اِفاداتِ گیلانیؒ نمبر" وغیرہ بھی بڑے نادر اور معیاری تھے، مگر ان تین اِنتخاب نمبروں میں "الفرقان" کی چوالیس سالہ فائلوں کی رُوح پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ)

ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ "وفیات نمبر"

مدیر: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: دفتر "الفرقان" ۳۱-نیا گاؤں، لکھنؤ۔

ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ نے اپنے چوالیس سالہ دور میں جو علمی و دینی خدمات انجام دی ہیں اور چوٹی کے اہلِ علم کے جو بلند پایہ مقالات شائع کیے ہیں، وہ اہلِ علم کو معلوم ہیں۔ ۱۹۷۴ء سے ''الفرقان'' کے ''اِنتخاب نمبر'' کا سلسلہ شروع کیا گیا، جن میں گزشتہ چالیس برس کے چیدہ چیدہ مقالات کو یکجا شائع کیا گیا۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کے تین ''اِنتخاب نمبر'' شائع ہو چکے ہیں اور زیرِ نظر ''وفیات نمبر'' اس سلسلہ کی چوتھی اور شاید آخری کڑی ہے جو ۳۷ مرحومین پر تعزیتی مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ سلسلہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ سے شروع ہو کر شیخ الحدیث مولانا فخر الدین احمد رحمہ اللہ پر ختم ہوتا ہے، ان میں دو مقالے (حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمہما اللہ پر) مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کے قلم سے ہیں، چھ مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کے، اور باقی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی کے تحریر فرمودہ ہیں۔

مولانا نعمانی مدظلہٗ نے مرحومین کے محاسن اس خوب صورتی مگر بے ساختگی سے جمع کیے ہیں کہ یہ ''وفیات نمبر'' نہ صرف ''گلدستۂ محاسن'' کہلانے کا مستحق ہے، بلکہ ہم سب کے لیے ایک قیمتی لائحۂ عمل بھی۔ ''نگاہِ اَوّلیں'' میں مولانا محترم نے خود اَپنا سوانحی خاکہ بھی قلم بند کیا ہے، جس میں پڑھنے والے کے لیے بس سبق ہی سبق ہے۔ ''وفیات نمبر'' میں ایک بڑا خلا یہ محسوس ہوا کہ کئی مرحومین کی تاریخ وفات نہیں لکھی گئی، بس اتنا لکھ دیا گیا کہ ''......کی وفات کی خبر قارئین کو اخبارات سے مل چکی ہوگی۔'' جب یہ تعزیتی مقالے لکھے جارہے تھے، تب تو شاید تاریخِ وفات لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ہو، اور نہ اس کی کچھ اَہمیت ہو، لیکن جب ''وفیات نمبر'' کو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے شائع کیا جارہا تھا، اُس وقت تو اس کی اہمیت وضرورت سامنے آنی چاہیے تھی، اور تاریخِ وفات معلوم کر کے اس کا اِضافہ کیا جانا ضروری تھا۔ اگر یہ ''وفیات نمبر'' دوبارہ شائع ہو–اور ہونا چاہیے–تو اس کی تلافی ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ ''ماں نمبر''

ایڈیٹر: مولانا سیّد محمد ثانی حسنی ندوی۔ معاون: محترمہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ۔ صفحات: ۸۸۔ سالانہ چندہ: ۵ روپے۔ اِس پرچہ کی قیمت: ایک روپیہ ۲۵ پیسے۔ پتا: ماہنامہ ''رضوان'' گوئن روڈ، لکھنؤ۔ پاکستان میں ترسیلِ زَر کا پتا: سیّد حسن حسنی، قافلہ اِسٹریٹ: ۱۳۳، قاسم آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا گھرانہ علم وعمل، دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتعلّم میں ماشاء اللہ! ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق ہے۔ اُن کے یہاں جو کئی پرچے نکلتے ہیں، اُن میں ایک ماہنامہ ''رضوان'' بھی ہے، جو یوں بھی مسلم خواتین کا دِینی معلّم ہے، مگر ''ماں نمبر'' تو بہت ہی پیارا نمبر ہے۔ لکھنے والے بڑے بڑے! مگر مضامین چھوٹے چھوٹے، ہلکے پھلکے، دِل کش اور عبرت آموز۔ خواتین کا یہ دِینی مجلّہ ہر مسلم گھرانے میں پڑھا جانے کے لائق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۸ھ)

''دامنِ سرحد'' پشاور ''پندرھویں صدی ہجری نمبر''

''دامنِ سرحد'' یونیورسٹی پبلک اسکول، پشاور یونیورسٹی کا ایک علمی وادبی مجلّہ ہے۔ قبل ازیں اس مجلّہ نے ''قائدِاعظم نمبر''، ''اِقبال نمبر'' اور سر سیّد سرحد نواب سر صاحب زادہ عبدالقیوم کی یاد میں ''سر صاجزادہ نمبر'' شائع کر کے سرکاری اور ''سَر'' پسند حلقوں کی طرف سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔ زیرِ نظر شمارہ ''پندرھویں صدی ہجری نمبر'' ہے، جس میں ملک بھر کے علمائے کرام اور اَصحابِ فکر نے حصہ لیا ہے، جو قابلِ ستائش اور لائقِ تحسین کوشش ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ ''فروغِ علم وجہاد نمبر''

مدیر: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات: ۶۴۔ زَرِ سالانہ: ۱۲۰ روپے۔ پتا: جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، اڈہ زڑہ میانہ، ضلع نوشہرہ، صوبہ سرحد، پاکستان۔

مسلمان اس وقت جہاں دُوسرے فتنوں کی زد میں ہیں، وہاں میڈیا، اخبارات ورسائل، فحش لٹریچر اور مخربِ اخلاق کتب ورسائل کا ایک سیلاب ہے جو نئی نسل کو بہا کرلے جارہا ہے، اس کے سدِّباب کے لیے ایسے اخبارات ورسائل وجرائد اور اِسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے جو باطل کے سامنے بند باندھ سکے۔

زیرِ نظر ماہنامہ انہی مقاصد کے لیے جاری کیا گیا ہے جو ملک کے معروف محقق ومشہور اسکالر جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی سرپرستی کا حامل ہے اور رسالہ اپنی اِشاعت کے دو سال مکمل کر رہا ہے۔

پیشِ نظر شمارہ: ۸-۹، جلد: ۲ ''فروغِ علم وجہاد نمبر'' پر مشتمل ہے، جس میں: اداریہ، خصوصی اِشاعت کا تعارف، علومِ نبوّت، بنی آدم کا اِمتیاز، دِینی مدارس: برکات وثمرات، فروغِ علم وجہاد: اَوّلین فرض، دُنیا رُوحانیت کی پیاسی ہے، امریکی جارحیت، عراق اور اُسامہ، حق کی ضیاء پاشیاں، طالبان کا کردار اور اہلِ علم کا وقار، امریکی جارحیت، طالبان کا نیا ولولہ، اِسلامی نظامِ حکومت کا قیام، اِسلامی نظامِ حکومت کی تشکیل، فروغِ علم وجہاد کانفرنس کی جھلکیاں؛ ایسے اَہم مضامین شامل ہیں۔

اِس اِشاعتِ خاص کے علاوہ اس جریدہ کی ہر اِشاعت علمی وتحقیقی مضامین پر مشتمل ہوتی ہے۔ عام طور پر اس کے مشمولات میں حالاتِ حاضرہ پر جان دار تبصرے، تجزیے، فِرَقِ باطلہ کی تردید وتعاقب، عالمِ اِسلام، اِسلامی تحریکوں خصوصاً طالبانِ افغانستان اور مجاہدینِ کشمیر کی خبروں اور اَکابر علماء ومشائخ ومحققین کے رَشحاتِ قلم اور تحقیقات ہوتی ہیں۔ اہلِ ذوق قارئین کو اس نومولود مگر سنجیدہ طرزِ تحریر کے حامل مجلّہ کی بھرپور سرپرستی اور قدر دانی کرنی چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)

ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''شیعیت نمبر'' (پہلا حصہ)

مدیر ومرتب: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ۔ شمارہ: دسمبر ۱۹۸۷ء۔ صفحات: ۲۲۲۔
قیمت درج نہیں۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''الفرقان'' ۳۱- نیا گاؤں، مغربی نظیر آباد، لکھنؤ۔

حضرت خاتم النبیین سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دِین کا نام اِسلام ہے۔ جو شخص اِسلام کے تمام متواترات ومُسلّمات کو مانتا ہو وہ مسلمان کہلاتا ہے۔ جو شخص ضروریاتِ اِسلام میں سے کسی ایک کا منکر ہو، وہ پورے دِین کا منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذب ہے۔ اس لیے دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔

عام غلط فہمی یہ ہے کہ شیعہ مذہب بھی اِسلام کے اندر مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ہے۔ یہ غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ شیعہ مذہب پر تقیہ کی سیاہ چادر تنی رہی، ورنہ شیعہ مذہب نہ صرف یہ کہ بے شمار ضروریاتِ دِین اور متواتراتِ اِسلامی کا منکر ہے، بلکہ اس کا کلمہ بھی جو دِین کی اَوّلین اساس ہے، مسلمانوں سے الگ ہے۔ اور قرآنِ کریم جو دِین کا سرچشمہ ہے، یہ اس کی تحریف کا بھی قائل ہے، جس گروہ کا کلمہ اور قرآن تک مسلمانوں

سے الگ ہو، اُن کو ''مسلمان'' کہنا، خود اِسلام کی نفی ہے...!

شیعہ مذہب اِسلام کے بالمقابل کفر و اِرتداد، اِلحاد و زَندقہ اور نفاق وشقاق کی وہ پہلی تحریک ہے جو اِسلام کو مٹانے کے لیے کھڑی کی گئی، اور چاہا گیا کہ اس کے ذریعہ بعد کی اُمت کا رابطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، قرآنِ کریم سے اور "السابقون الأولون من المهاجرين والأنصار" سے کاٹ دیا جائے، تا کہ بعد کی اُمت کو اِسلام کی کسی بات پر اور قرآنِ کریم کے کسی حرف پر اِعتماد نہ رہے اور ''نظریۂ اِمامت'' پیش کیا گیا تا کہ مسلمانوں کا قبلۂ اِیمان ہی تبدیل ہو جائے۔

''شیعیت'' اپنی اِسلام دُشمنی اور نفاق پروَری کے باوجود ہمیشہ تقیہ کے سیاہ دبیز پردوں میں مستور رہی، جب اُس نے نمود وظہور کی ذرا سی کوشش کی، اُس کے کفریہ عزائم ہر کس وناکس کے سامنے کھل گئے اور وہ فوراً دوبارہ تقیہ کی نقابِ سیاہ اوڑھنے پر مجبور ہوگئی۔ یہی حادثہ شیعیت کو ہمارے دور میں شیعہ اِمام؛ جناب خمینی کے ذریعہ پیش آیا، جناب خمینی نے مرکزِ شیعیت ''اِیران'' میں اِقتدار حاصل کیا تو نظریۂ ''ولایتِ فقیہ'' کے تحت شیعیت نے پرپُرزے نکالنے شروع کیے، ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ العالی نے ''اِیرانی اِنقلاب؛ اِمام خمینی اور شیعیت'' لکھ کر خمینی وشیعی تحریک کے اصل خط و خال اُجاگر کر دیئے، اور اَب اس موضوع پر یہ اُن کی دُوسری کتاب ہے جو ''الفرقان لکھنؤ'' کے خاص نمبر کی شکل میں آئی ہے۔ اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ یہ پندرھویں صدی کے اوائل میں وہ خاص تجدیدی کارنامہ ہے جس کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت موصوف کو ارزانی فرمائی ہے۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادین ۱۴۰۸ھ)

ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''شیعیت نمبر'' (دُوسرا حصہ)

مدیر ومرتب: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ۔ شمارہ: مئی تا جولائی ۱۹۸۸ء۔ صفحات: ۱۳۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دفتر ماہنامہ ''الفرقان'' ۳۱- نیا گاؤں، مغربی نظیر آباد، لکھنؤ۔

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ (دسمبر ۱۹۸۷ء) میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی نے ایک طویل اِستفتاء اور اس کی روشنی میں اکابر اہلِ فتویٰ کا یہ متفقہ فیصلہ درج فرمایا تھا کہ:

''شیعہ اثناعشریہ اپنے تین عقیدوں کی وجہ سے قطعی کافر اور ملتِ اسلامیہ سے خارج ہیں:

۱:...وہ قرآنِ کریم کو تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔

۲:...خلفائے راشدینؓ اور اُن سے بیعت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو کافر و منافق اور مرتد جانتے ہیں اور....

۳:...ان بزرگوں کو جنھیں وہ ''ائمہ معصومین'' کہتے ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل و بالاتر قرار دیتے ہیں۔''

''الفرقان لکھنؤ'' نے اسی سلسلہ کا دُوسرا حصہ مئی تا جولائی ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہ تمام شکوک و شبہات اِن شاء اللہ! رفع ہوجائیں گے جو اس مسئلہ میں بعض لوگوں کو پیش آتے ہیں۔

واللّٰه الموفق لكل خير وسعادة!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ)

***

صَرف ونحو ودیگر فنونِ درسِ نظامی پر مشتمل کتب

معلّم الدین (فارسی)

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب (خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن، کراچی)۔ صفحات: ۲۸۲۔ قیمت: ۱۶/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، نزد پاکستان چوک، کراچی۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کے سلسلہ میں موفق بنایا ہوا ہے، موصوف خاموش دینی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ''معلم الدین'' موصوف کا آسان اور عام فہم انداز میں دینی معلومات پر مشتمل اُردو میں ایک بہترین رسالہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب اس کا فارسی ترجمہ ہے، جو فارسی دان حضرات کے لیے ایک گراں قدر تحفہ سے کم نہیں، جس میں اِختصار سے اِسلامی عقائد، فضائل، مسائل نماز، اسمائے حسنیٰ، چہل حدیث، فضائلِ درود شریف اور دیگر مفید مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

بہارستان؛ شرح اُردو گلستان

مولانا ظہیر احمد (صدر شعبۂ فارسی، دارالعلوم دیوبند، یوپی)۔ صفحات: ۳۴۲۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبہ شرکت علمیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان۔

کسی زمانہ میں درسی کتابوں پر حواشی کو بھی معیوب سمجھا جاتا تھا اور اساتذہ کے نزدیک اس سے طلبہ کی اِستعداد متأثر ہوتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ فارسی اور عربی کتابوں پر فارسی و عربی حواشی لکھنے کا رواج ہوا، اور اسے ایک ناگزیر ضرورت سمجھا جانے لگا، مگر اَب کچھ عرصہ سے اُردو میں شروح وحواشی کا رواج چل نکلا ہے، اور بڑی شدت سے اس کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، تا آں کہ ''کریما'' تک کی شرحیں لکھی گئیں۔

زیرِ نظر کتاب ''گلستانِ سعدیؔ'' کی شرح ہے، جو فارسی کے ماہر اُستاذ جناب مولانا ظہیر احمد صاحب نے اپنے وسیع ترین تدریسی تجربہ کی روشنی میں تحریر کی ہے۔ طرزِ تشریح یہ ہے کہ گلستان کے فارسی متن کا کچھ حصہ درج کر کے ''حل الفاظ'' کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معانی درج کیے جاتے ہیں، اور پھر ''ترجمہ مع مطلب'' کا عنوان دے کر اتنا حصہ عبارت کا جچی تلی زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے، اور بقدرِ ضرورت کوئی تشریحی فقرہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس شخص کو فارسی سے معمولی مناسبت بھی ہو، وہ اس کی مدد سے ''گلستان'' کے ایک ایک لفظ کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ شروع کے چھ صفحوں میں شیخ سعدیؒ کے حالات وسوانح ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

پند نامہ (مترجم)

ترجمہ وتشریح: مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی۔ صفحات: ۸۶۔ قیمت: ۳/۳۷ روپے۔ پتا: مکتبہ شرکت علمیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان۔

شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ کی معروف مثنوی ''پند نامہ'' کا ترجمہ وتشریح۔ اشعار کا ترجمہ بین السطور ہے، اور ہر شعر کا نمبر دے کر حاشیہ میں اس کے ایک ایک لفظ کی تشریح کی گئی ہے، ترجمہ تحت اللفظ اور بامحاورہ کے گویا بین بین ہے، اور زبان وبیان میں مبتدی ذہن کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

نصائح فارسی

مولانا حبیب اللہ صاحب سلطان پوری (فاضل دیوبند)۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۶۲ پیسے۔ ناشر: کتب خانہ محمودیہ، دیوبند۔

دیباچہ میں مصنف فرماتے ہیں:

''مکاتب میں فارسی حکایات ولطائف کے رسائل رائج ہیں، جن سے فارسی استعداد کے علاوہ اخلاقی فوائد حاصل نہیں ہوتے، اس جامع مقصد کے پیشِ نظر میں نے یہ رسالہ تالیف فرمایا، جس میں کل یک صد نصیحت آموز حکایتیں درج ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱تا۶ ''متداول رسائل'' سے، ۷تا۲۹ ''دیباچہ کلیاتِ سعدی'' سے، ۳۰ویں ''نفحات الانس'' سے، ۳۱ تا ۵۰ ''قاآنی'' کی ''پریشان'' سے (بحذف بعض قطعات مشکلہ) ۵۱ تا ۷۵ ''خوانی'' کی

''خارستان'' سے، ٦۷تا ۱۰۰ ''جامی'' کی ''بہارستان'' سے۔''

ہر حکایت کے شروع میں وہ نصیحت درج کی گئی ہے جو اس سے حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ کتاب فارسی کے درجہ وسطیٰ میں قابلِ تدریس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۷ھ)

مفتاح الصرف

مولانا محمد سیف الرحمٰن۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ حنیفہ، اُردو بازار، گوجرانوالہ۔

زیرِ نظر کتاب - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - علم صَرف کو مبتدی طلبہ کے لیے آسان اور سہل انداز میں پیش کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ لوحِ کتاب پر فاضل مصنف نے تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

''یوں تو فنِ ''صرف'' کے بیان میں بے شمار کتابیں موجود ہیں، کسی میں اِختصار زیادہ ہے، کسی میں اِجمال بہت ہے، بعض کتابوں میں طوالت زیادہ ہے۔ اس کتاب میں اس فن کے مسائلِ کثیرہ فن کی مستند کتابوں سے لے کر ایسی ترتیب سے لکھے گئے ہیں جو مبتدی اور منتہی ہر کسی کے لیے مفید ہیں۔ اس کے علاوہ ''صرف'' کے مشکل ترین صیغوں کے نکالنے کے لیے ایک مفصل ضابطہ ذکر کردیا ہے.....

کتاب کے آخر میں ''تمرین الصرف'' کے نام سے جو مثالیں لکھی گئی ہیں، ان سے قوانین کا اِجرا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ صفت مشبہ مبالغہ وغیرہ کی پوری گردانیں ذکر کی گئی ہیں۔ ہر مشکل مقام پر ایسی ترتیب دے دی گئی ہے، جس سے یاد کرنا نہایت ہی آسان ہوجاتا ہے۔''

یہ کتاب ماشاءاللہ! فنِ صرف پر جدید انداز میں لکھی گئی ہے، جو اِن شاءاللہ! طلبہ علوم اِسلامیہ کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

بیان الصرف

مولانا عبدالرحمٰن ظفر۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۵۰/۱ روپے۔ پتا: کتب خانہ اشرفیہ، چوبارہ روڈ، لیہ، ضلع مظفر گڑھ۔

علمِ صَرف تمام علومِ عربیہ کی بنیاد ہے، جس کے بغیر علم کا مسافر ایک قدم آگے نہیں چل سکتا۔ اس فن پر

تقریباً ہر زبان میں مختصر و مطوّل کتابیں لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں فنِ ''صرف'' کو جامع اور سہل ترین انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس سے نوآموز طلبہ آسانی سے فنی اِستعداد بہم پہنچاسکیں گے۔ مصنف نے ''صحیح''، ''معتل''، ''اجوف'' اور ''مہموز'' کے تمام مسائل کو ۱۵ ضابطوں میں سمجھایا ہے۔ اُمید ہے کہ علماء و طلبہ اس سے بہتر اِستفادہ کرسکیں گے۔ واللّٰہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

اعجاز الصرف

مولانا محمد عیسیٰ خاں تونسوی۔ صفحات: ۹۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: سیّد بشیر احمد، کتاب مرکز، فاروق گنج، گوجرانوالہ۔

یہ رسالہ علمِ صَرف کے تمام اہم مباحث پر حاوی ہے، بالخصوص ہفت اقسام، قواعد و تعلیلات اور صیغ مشکلہ کی تشریح بڑی مہارت سے کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ)

معارف الصرف؛ شرح "ارشاد الصرف"

مولانا عبدالقیوم قاسمی (فاضل جامعہ خیرالمدارس، ملتان)۔ صفحات: ۱۰۹۔ قیمت: ۷۰ روپے۔ پتا: مدرسہ معارفِ اِسلامیہ، متصل جامع مسجد غانم بن عبدالرحمٰن، نیوسعید آباد، سیکٹر ۸-ڈی، بلدیہ ٹاؤن، کراچی نمبر ۱۵۔

علمِ صَرف کو دِینی علوم کی تحصیل میں مرکزیت اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے، چنانچہ فہمِ قرآن کے لیے جن اٹھارہ علوم میں مہارتِ تامہ کا ہونا شرط ہے، ان میں علمِ صَرف کی مہارت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ یہ مقولہ مشہور ہے کہ: ''الصرف أم العلوم والنحو أبوھا'' یعنی علمِ صَرف باقی علوم کے لیے بمنزلہ ماں کے، اور ''نحو'' بمنزلہ باپ کے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دِینی مدارس میں اِبتدائی صَرف و نحو پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت سے حضرات نے اس فن کو آسان اور سہل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ہمارے اکابر کے ہاں فنِ صَرف میں عربی اور فارسی زبان کی کتب شاملِ درس تھیں، ان میں سے بطورِ خاص ''ارشاد الصرف'' کو بیانِ قوانین میں اُساس کا درجہ حاصل تھا۔ مگر ہمارے اس دور میں جب کہ فارسی جاننے اور سمجھنے کا رُجحان کم

ہوگیا، تو حضرات اساتذہ نے اس نہج پر غور وفکر شروع کیا کہ جو طلبہ فارسی نہیں جانتے اُنہیں قوانینِ نحو وصَرف کے لیے ان فارسی کتب پڑھانے سے ان پر دُوہرا بوجھ پڑتا ہے: ایک فارسی سمجھنے اور پڑھانے کا، اور دُوسرا قوانینِ صرف ونحو کو محفوظ کرنے کا! طلبہ کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے حضرات اساتذۂ کرام نے فارسی کتب کو آسان اُردو میں ڈھال کر ایک حد تک طلبہ کی مشکل کو حل کردیا۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جو "صَرف" کی مشہور ومتداول کتاب "ارشاد الصرف" کی مفصل ومدلل شرح ہے۔

مصنف موصوف نے نہایت ہی عرق ریزی سے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ کئی بار مسوّدے بدلے اور اسے کئی ایک ماہرینِ علمِ صَرف کی نظر سے گزارا ہے، خصوصاً جناب مولانا منظور احمد نعمانی (مہتمم مدرسہ عربیہ احیاء العلوم، ظاہر پیر) اس فن کے ماہر اور اِمام ہیں، اسی طرح جناب مولانا شبیر الحق کشمیری (اُستاذ جامعہ خیر المدارس ملتان) مشہور ماہرِ صَرف نے اس کتاب پر ماہرانہ اور ناقدانہ نظر ڈالی ہے، اور ان کی تقریظ بجائے خود سند کا درجہ رکھتی ہے۔

مصنف موصوف نے اس کتاب میں درج ذیل اُمور کا اہتمام کیا ہے:

۱:... موصوف نے کتاب کے شروع میں مبادیاتِ علمِ صَرف پر مشتمل بیش قدر اِبتدائیہ لکھا ہے، جس میں "صَرف" کی اہمیت واِفادیت اور مقامِ علمِ صَرف کے سلسلہ میں مستند مآخذ سے مفید کلام کیا ہے۔

۲:... "اِصطلاحاتِ ضروریہ" کے عنوان سے مبتدی طلبہ کے لیے بالکل اِبتدائی باتیں سہل انداز میں پیش کی ہیں۔

۳:... پوری کتاب کے ترجمہ وتشریح کا اِلتزام کیا ہے۔

۴:... عام طور پر شارحین کتاب کے ترجمہ وتشریح پر اِکتفا کرتے ہیں، مگر موصوف نے طلبہ کی نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر قانون کا عنوان دیا ہے، قانون کا حکم اور شرائط واضح انداز میں بیان کی ہیں، نیز قانون کی احترازی اور مطابقی مثالیں نقل کی ہیں اور ہر قانون کا خلاصہ الگ سے بیان کیا ہے تاکہ طلبہ کو یاد کرنے میں سہولت رہے۔

۵:... موصوف نے اپنے علم وفہم پر اِعتماد کرنے کی بجائے اکابر علماء کی تحقیقات سے اِستفادہ کرتے ہوئے جگہ جگہ ان مآخذ کا حوالہ دیا ہے، جن سے اِکتسابِ فیض کیا گیا ہے۔

الغرض! موصوف نے فنِ صَرف کی ایک ایسی کتاب کو - جسے مشکل تصوّر کیا جاتا ہے - آسان پیرایہ میں حل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، جو ان شاء اللہ! اساتذہ اور طلبہ دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید ثابت

ہوگی۔ اُمید ہے موصوف کی اس کوشش کی حوصلہ افزائی اور پذیرائی کی جائے گی۔

کتاب کے آخر میں خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کا رسالہ ''مصادر تیسیر الابواب'' - جو اگرچہ مختصر ہے، مگر مصادر وابواب کے اعتبار سے ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے- بطورِ ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عجالہ کو نافع بنائے اور مصنف و ناشرین اور تمام معاونین کے لیے باعثِ نجات بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۹ھ)

مفتاح الصرف

مولانا محمد الیاس کوہاٹی۔ صفحات (حصہ اوّل و دوم): ۴۷۔ قیمت: ۲ روپے۔ صفحات (حصہ سوم وچہارم): ۱۰۴۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

ہمارے مدارسِ عربیہ میں علمِ صَرف کے لیے ''میزان الصرف'' سے ''فصولِ اکبری'' تک متعدد کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، مگر تجربہ شاہد ہے کہ فنی مہارت کے لیے کتب خوانی سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ طلبہ کو قواعد نہایت آسان اور عام فہم زبان میں سمجھائے جائیں اور پھر مشق وتمرین پر اتنا زور دیا جائے کہ قواعد پوری طرح راسخ ہو جائیں۔

ہمارے علم میں ''مفتاح الصرف'' اُردو میں پہلی کتاب ہے، جس میں علم صَرف کے تمام اہم قواعد ومسائل اور تصریفات وتعلیلات کو بڑی جامعیت اور نہایت سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مسائل میں تدریج وحسنِ ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور زبان سلیس اور عام فہم ہے۔ رسالہ چار حصوں پر مشتمل ہے: پہلے حصہ میں ماضی، مضارع، اَمر، نہی، اور اسمائے مشتقہ کے قواعد اور گردانیں ہیں۔ دُوسرے حصہ میں مجرد ومزید کے ابواب مع قرآنی مصادر۔ تیسرے حصہ میں ہفت اقسام کے قواعد، تصاریف اور تعلیلات۔ اور چوتھے حصہ میں اوزان، خاصیاتِ اَبواب اور تثنیہ جمع اور تصغیر وغیرہ کے قواعد ہیں۔

فاضل مؤلف نے اس رسالہ کو سال ہا سال کی عرق ریزی و جانفشانی، ذاتی تجربوں اور اکابر کے مشوروں کی روشنی میں آخری شکل دی ہے۔ یہ رسالہ اگر اِبتدائی نصاب میں شامل کرلیا جائے تو تبصرہ نگار کے خیال میں تمام کتب درسیہ کا بدل ہوسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

علم الصیغه اُردو (پہلا ایڈیشن)

تصنیف: مولانا مفتی عنایت اَحمدؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد رفیع عثمانی (اُستاذ دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۱۴۰۔ قیمت (بلاجلد): ۳روپے۔ پتا: کلام کمپنی، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبرا۔

''علم الصیغہ'' ہمارے درسِ نظامی کی بنیادی کتاب ہے جو اپنی جامعیت، حسنِ ترتیب اور سلیس بیانی کے اعتبار سے عدیم النظیر ہے۔ کتاب کی زبان فارسی ہے، جس کا ذوق دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔ حق تعالیٰ مولانا محمد رفیع عثمانی کو جزائے خیر دیں! اُنہوں نے بڑی خوبی سے اسے سلیس اُردو میں منتقل کرکے طلبہ کے لیے آسانی پیدا کردی ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ حواشی دیے گئے ہیں، جن میں بعض تشریح طلب اُمور کی وضاحت کے علاوہ مشکل صیغوں کی تعلیل کی گئی ہے۔ اِن شاء اللہ! یہ ترجمہ مبتدی طلبہ کے لیے بہت نافع ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

علم الصیغه اُردو (دُوسرا ایڈیشن)

تصنیف: مولانا مفتی عنایت اَحمدؒ۔ ترجمہ: مولانا محمد رفیع عثمانی۔ پتا: اِدارۃ المعارف، دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

''علم الصیغہ'' علم صرف میں متداول رسالہ ہے جو اَپنے اِختصار، جامعیت اور حسنِ ترتیب کی بنا پر درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

چونکہ اصل رسالہ کی زبان فارسی تھی، اِس لیے جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے اِرشاد پر اسے اُردو میں منتقل کردیا، تاکہ جو طلبہ فارسی زبان سے ناآشنا ہیں، اُن کی تدریس میں دِقت پیش نہ آئے۔ مزید اِفادہ کے لیے موصوف نے رسالہ پر ضروری حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور شروع میں فن کے مبادیات اور حالاتِ مصنف پر مشتمل ایک مختصر سا مقدمہ رقم فرمایا ہے۔ مولانا کی یہ علمی خدمت لائقِ قدر اور مستحقِ تحسین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ)

کتاب الصرف

مولانا محمد مدنی۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت: ۴ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مولانا محمد مدنی، محلّہ کلاں کوٹ، متصل گبول باغ، کراچی نمبرا۔

تعلیمی تجربہ یہ ہے کہ مبتدی بچوں کے لیے ابتدائی ''صَرف'' کی تعلیم میں نصابی کتابوں سے زیادہ اُستاذ کا تعلیمی ذوق اور شغف، ملکۂ تفہیم اور طرزِ تعلیم قوی اور مؤثر عامل ثابت ہوتے ہیں۔ تاہم زیرِ تدریس کتابوں کے حسنِ ترتیب اور طرزِ بیان کو بھی یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے فارسی اور عربی میں اچھی سے اچھی کتابوں کی کمی نہیں، اور اُردو میں بھی بعض اچھی کتابیں وجود میں آچکی ہیں، مگر زیرِ نظر کتاب اپنی جامعیت، سلاست، حسنِ ترتیب کے لحاظ سے اُردو میں علم صَرف کی ممتاز تالیف کہلانے کی مستحق ہے۔

کتاب کے چار حصوں میں ''میزان'' سے ''فصولِ اکبری'' تک قواعد، گردانیں، تعلیلیں اور دُوسرے اُمہاتِ مسائل اچھے سلیقہ سے جمع کیے گئے ہیں۔ مدارسِ عربیہ کے اساتذۂ کرام اور عزیز طلبہ سے اس سے اِستفادہ کی سفارش کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

کنز النوادر فی القوانین والمصادر

(اُردو شرح ''اِرشاد الصرف'')

افادات: مولانا نصراللہ خان صاحب۔ ترتیب: مولانا عبیداللہ خضداری (فاضل دیوبند)۔ صفحات: ۱۵۱۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسۃ العلوم الشرعیہ کوشک، پوسٹ بکس ۱۴، خضدار، بلوچستان، پاکستان۔

دینی مدارس میں ''صَرف'' کے موضوع اور عنوان میں ''اِرشادالصرف'' کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ کتاب دریا بکوزہ کی مانند اپنے اِختصار کے باوجود مسائل و قوانینِ صَرف کی جامع ہے، اِس لیے اس کی تعلیم و تدریس پر خوب توجہ دی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی کئی ایک شروح لکھی گئی ہیں، ہر ایک شارح نے اپنے اپنے انداز میں اس کی خدمت کی ہے۔

پیش نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں ''حصہ قوانین'' کی شرح لکھی گئی ہے۔ شرح کی زبان صاف، شستہ اور عام فہم ہے، جس سے ہر ایک فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں ''بحر الجواهر فی کشف المصادر'' کے نام سے مصادرِ ابواب کے معلوم کرنے کے لیے ایک مفید رسالہ شامل کیا گیا ہے، جب کہ اس سے ملحق ایک اور رسالہ بھی ہے، جس کا خوب صورت عنوان ہے: ''امتحان الطلبة فی صیغ المشکلة'' اس اِعتبار سے کتاب کی اِفادیت و اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ کتاب کی مقبولیت و افادیت

کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ سے لے کر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ تک کتاب کے دو، دو ہزار کے چھ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ کتاب ہر اعتبار سے کامل اور مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۲۰ھ)

تسهيل الأبواب (اوّل)

مولانا قاری جلیل احمد (ایم اے، ایم او ایل)۔ صفحات: ۴۲۸۔ نفیس کتابت، اعلیٰ طباعت، سفید کاغذ اور ڈائی دار مضبوط وخوب صورت جلد۔ قیمت: ۸۵ روپے۔ پتا: مکتبہ سلیمی برادرز، ۱۴۴/سی، غلام محمد آباد، فیصل آباد۔

اس سہل پسندی کے دور میں جہاں علومِ عربیہ اور اس کے متعلق فنون کے بارہ میں طلبہ کو یہ شکایت ہے کہ صَرف ونحو کے قواعد - خاص طور پر قواعدِ صَرف - میں مشکلات ہیں، جن کی تسہیل ضروری ہے، وہاں ان فنون کے ماہرین کی قلت نے اساتذہ کے لیے بھی یہ موقع فراہم کردیا کہ طلباء کی ذہنی استعداد کے مطابق متعلقہ علوم کو مرتب کیا جائے۔

زیرِ نظر کتاب ''تسہیل الابواب'' میں علمِ صَرف کے کسی قدر مشکل حصہ ''معتل'' کو مبتدی طلبہ کے لیے عام فہم اور آسان زبان میں ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اس کتاب میں خاص طور پر یہ بات قابلِ قدر ہے کہ ''معتل'' کی تعلیلات کے قواعد کے علاوہ ''معتل'' کے تمام ابواب کی مکمل صَرفِ صغیریں اور صَرفِ کبیریں دی گئی ہیں، جس سے اِن شاءاللہ! طلبہ کے لیے خاصی سہولت ہو جائے گی، کیونکہ 'صَرف' کے قواعد کی دُوسری کتابوں میں ایسے تمام قوانین یا تو عربی زبان میں ہیں، یا فارسی زبان میں، اور اِبتدائی درجات کے طلبہ کے لیے فارسی یا عربی سمجھنے کے علاوہ ان قواعد کو یاد کرنے کے لیے دوہری محنت کرنا پڑتی تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا موصوف کو! جنھوں نے اس کتاب میں ہر باب کے اِختتام پر اس باب کی مکمل گردان اور مکمل تعلیلات سلیس اُردو میں تحریر فرما کر بہت ہی عمدہ خدمت سرانجام دی ہے۔ کتاب ماشاءاللہ! ہر اِعتبار سے عمدہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۰ھ)

الرحیم اکیڈمی کی چند مفید کتابیں

علومِ عربیہ کا نصاب جو ''درسِ نظامی'' سے معروف ومشہور ہے، پاکستان کے اکثر مدارسِ عربیہ، معاہدِ

علیہ اور جامعات میں یہی نصاب رائج ہے، جن کی بنیادی کتابوں میں میزان منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر مشہور ومعروف ہیں، فارسی زبان میں ہیں۔ گو ان کتابوں کے اُردو ترجمے اور شرحیں بھی لکھی گئی ہیں، لیکن پاکستان میں فارسی زبان کا وہ عام چلن نہیں رہا جو پہلے تھا۔ عربی مدارس میں فارسی نصاب بہت مختصر ہے، ایک نئی زبان کو دُوسری نئی زبان کے ذریعہ سیکھنا ویسے بھی بوجھل ہوتا ہے، ان میں عملی مشق کا حصہ بہت ہی کم ہے۔

ان کتابوں کی جگہ ''عربی نصابِ جدید'' مذکورہ کتابوں کی خوبیوں کو سمیٹے ہوئے ہے، اور اس میں عملی مشق کا کافی حصہ ہے۔ یہ نصابی ضروریات کی تکمیل کا بہت مفید سلسلہ ہے، اسی سلسلہ کی مختصر ومفید چار کتابیں حسبِ ذیل ہیں:

۱:... معلّم الصرف۔ ۲:... تبویب الصرف۔ ۳:... تعلیل الصرف۔ ۴:... معلّم النحو۔

ان چاروں کتابوں کے صفحات بالترتیب ۶۴، ۸۴، ۸۸، ۸۸ ہیں۔

یہ مجموعہ مفتیٔ پنجاب مولانا فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی (مدیر جامعہ دارالسلام، مالیرکوٹلہ پنجاب) نے جدید اور انوکھے انداز میں ترتیب دیا ہے، اور مذکورہ بالا کتابیں اس لائق ہیں کہ ان کو مدارسِ عربیہ کے نصاب میں داخل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر دام ظلہم کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے اِدارہ سے ان مفید کتابوں کو شائع کرکے عام طلبہ مدارسِ عربیہ پر بڑا احسان فرمایا، اور خاص کر ان شائقین کے لیے جو عربی بول چال سیکھنے کے خواہش مند ہیں، بڑی آسانی اور سہولت پیدا کردی ہے۔

محترم موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ایسا غیرمعمولی شوق وذوق اور لگن عنایت فرمائی ہے، جو بغیر کسی دُنیوی لالچ وطمع کے محض اِشاعتِ علومِ عربیہ کے جذبہ سے سرشار ہوکر ایسے علمی وتحقیقی نایاب جواہر پارے منظرِ عام پر لارہے ہیں، جن کی طرف عام ناشرانِ کتب کی توجہ بھی نہیں جاتی۔ اللّٰھم زد فزد!

مذکورہ بالا چاروں کتابیں مندرجہ ذیل پتے سے حاصل کی جاسکتی ہیں: الرحیم اکیڈمی اے-۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر۱۹۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۶ھ)

الرحیم اکیڈمی کی چند اہم اور مفید مطبوعات

اہلِ علم جانتے ہیں کہ ''النحو فی الکلام کالملح فی الطعام'' ''علمِ نحو کو کلامِ عربی ولغتِ عربی میں

اہم مقام حاصل ہے، ادبِ عربی کا حسن و جمال اسی فن سے قائم و دائم ہے، کلام اللہ و حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لفظی و معنوی حفاظت اور دین کے ان دونوں اہم مراجع کو لفظی و معنوی خطا و غلطی سے بچانے میں ایک حتمی ذریعہ ہے۔ چنانچہ علم و فنِ ''نحو'' کی حفاظت درحقیقت قرآن وسنت کی حفاظت کا ضامن ہے، لہٰذا علمائے اسلام و اہلِ لغت نے ہر قدیم و جدید دور میں اس علم کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھ کر بڑی خدمت انجام دی ہے، حتیٰ کہ علم نحو کو تمام علومِ عربیہ کے لیے ''باپ'' کی حیثیت قرار دیا ہے۔

چوتھی، پانچویں، چھٹی صدی ہجری لغوی علوم کی تدوین اور جدید نصاب کی ترتیب کے عروج کا دور ہے، اس میں جدید نصاب کو مرتب کیا گیا اور کئی کتابیں ترتیب دی گئیں، وفاق المدارس العربیہ کے درسِ نظامی کے نصاب میں یہ کتب داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں محترم ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کو! موصوف نے جس طرح علم صرف پر کئی جدید انداز کی کتب شائع کی ہیں، اسی طرح اپنے ادارہ ''الرحیم اکیڈمی'' سے علم نحو پر بھی کئی درسی متداول کتب شائع کر کے تشنگانِ علومِ عربیہ پر احسان فرمایا۔

مندرجہ ذیل کتب، درسِ نظامی کے ابتدائی درجات میں پڑھائی جاتی ہیں:

الکافیة فی النحو۔ مؤلف: ابن الحاجب۔ صفحات: ۲۶۹۔ قیمت: ۶۰ روپے۔

هدایة النحو۔ مؤلف: سراج الدین۔ صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔

التسهیل فی شرح ابن عقیل۔ مؤلف: قاضی بہاء الدین عبداللہ بن عقیل۔ صفحات: ۳۵۰۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ ٹائٹل: خوب صورت۔ طباعت: بہترین ٹائپ۔

مرآة النحو المعروف الضریری. مؤلف: الشیخ المحقق ابو الحسن حمید الدین القندزی۔ تقدیم و تسہیل: الشیخ محمد انور بدخشانی۔ صفحات: ۷۰۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: الرحیم اکیڈمی ۷/۷۔ اعظم نگر، لیاقت آباد، کراچی۔

آخر الذکر دو کتابیں اصل کتاب سے مختصر اور آسان کی گئی ہیں۔ شرح ابنِ عقیل کی تلخیص ہے اور اوّل ثانوی کے نصاب کے لیے مقرر کی گئی ہے، گویا نصاب کا اہم اور ضروری حصہ اس میں آگیا ہے۔ ''مرآة النحو'' جو ''الضریری'' کے نام سے مشہور ہے، اس کی تلخیص جامعہ علومِ اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کے اُستاذِ حدیث جناب مولانا محمد انور بدخشانی زید مجدہٗ نے کی ہے اور مقدمہ بھی لکھا ہے۔ کمپیوٹر پر طباعت ہے، علم نحو میں جو ضروری اور اہم مواد ہے، وہ بہت آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے، طلبہ و اساتذہ کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کتابوں کو قبولِ عام نصیب فرمائے، آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ)

هداية النحو

علامہ شیخ سراج الدین بن عثمان الاودھی۔ صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۱۹۔

علامہ شیخ سراج الدین بن عثمان اودھی کی کتاب ''هداية النحو'' کو علم نحو میں جو حیثیت ومقام حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مدارسِ دینیہ کے درسی نصاب میں اسے نحو کی اساس اور اس کا بنیادی پتھر کہا اور سمجھا جاتا ہے۔

زیرِ نظر ایڈیشن جناب ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کی محنت اور لگن سے نہایت آب وتاب سے شائع ہوا ہے، جس میں درج ذیل خصوصیات ہیں:

۱:... اس ایڈیشن میں تصحیح کا خاص کر لحاظ رکھا گیا ہے۔

۲:... جناب سیّد قاسم الحسینی صاحب کی تعلیقات سے کتاب کے مشکل الفاظ اور دیگر ضروری چیزوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۳:... سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب پہلی بار خوب صورت عربی ٹائپ میں اور پیراگرافوں کے ساتھ دیکھنے میں آئی ہے۔ کتاب ماشاء اللہ! مجموعۂ محاسن ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کو جنھوں نے اپنی دِلچسپی سے اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے کی سعیٔ بلیغ فرمائی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)

كتاب النحو

مولانا محمد مدنی۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مولانا محمد مدنی، محلہ کلاں کوٹ، متصل گبول باغ، کراچی نمبرا۔

مولانا محمد مدنی کی کئی کتابوں پر ان صفحات میں تبصرہ ہو چکا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''نحو'' کی مشہور کتاب ''نحو میر'' کا سلیس ونفیس ترجمہ ہے، حواشی میں مصنف نے آسان تشریح، عمدہ فوائد اور جملوں کی ترکیبوں کا گراں قدر اضافہ کیا ہے، آخر میں نظم ''مائة عامل'' ملحق ہے۔ جناب مصنف اپنی بزرگی اور پیرانہ سالی کے باوجود جس اخلاص، محنت اور جانفشانی سے ہمارے عربی نصاب کو آسان سے آسان اور جدید سے جدید شکل میں پیش کر رہے ہیں، وہ علماء، طلباء اور تمام علم دوست برادری کی طرف سے قدر وتحسین اور تعاون کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۰ھ)

اسباق النحو

جناب خالد مسعود۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: حلقۂ تدبر قرآن، خالد منزل، رحمٰن اسٹریٹ، مسلم کالونی، سمن آباد، لاہور۔

''اسباق النحو'' میں۔جس کی بنیاد جناب مولانا حمید الدین فراہی مرحوم کی ''کتاب النحو'' پر ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے عربی قواعد (صَرف ونحو) کو نئے انداز میں مرتب کیا گیا ہے، جس میں ضروری مسائل کی جامعیت، مشق وتمرین اور اُسلوبِ جدید کا رنگ نمایاں ہے۔ تاہم یہ کتاب نہ تو تمام مسائل کی جامع ہے، نہ اسے پڑھ کر طلبہ میں اتنی اِستعداد ہی پیدا ہوسکتی ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا ترجمہ پڑھ کر دِین کے مسائل پر اَز خود غور کرنے لگیں، جو''حلقۂ تدبرِ قرآن'' کی اصل خواہش ہے...!

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ)

''اسعاد النحو'' شرح اُردو ''نحومیر''

حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دائرۃ المعارف الاسلامیہ، آسیا آباد، تمپ مکران، بلوچستان (پاکستان)۔

''اسعاد النحو'' نحومیر کی اُردو شرح ہے جو حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانویؒ وسابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) نے اپنے صاحب زادہ کے لیے تحریر فرمائی تھی۔ مسائل کی عام فہم وضاحت اور مشقیہ مثالوں کے لحاظ سے طلبہ کے لیے بہت مفید ہے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

''النحو الیسیر'' شرح ''نحومیر''

مولانا نذیر اَحمد صاحب (فیصل آباد)۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، حبیب شہید کالونی، فیصل آباد۔

جناب مولانا نذیر احمد صاحب (شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ اِسلامیہ اِمدادیہ، فیصل آباد) کو نحو کی تدریس سے خصوصی مناسبت بھی ہے اور مہارت بھی۔

زیرِ نظر رسالہ میں موصوف نے ''نحو'' کے مشہور رسالہ ''نحومیر'' کی اس انداز سے شرح لکھی ہے کہ اگر

اس کے مطابق ''نحومیر'' طلبہ کو ضبط کرادی جائے تو انہیں نحو میں اچھی خاصی بصیرت پیدا ہوسکتی ہے۔ تمرین کے لیے مشقیہ جملے اکثر و بیشتر قرآنِ مجید اور اَحادیث شریفہ سے لیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۴ھ)

''المصباح المنیر'' شرح ''نحومیر''

حضرت مولانا سیّد حسن (مدرّس دارالعلوم دیوبند)۔ صفحات: ۱۶۸۔ پتا: مکتبہ کریمیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان۔

''نحو'' کے مشہور فارسی رسالہ ''نحومیر'' کی اُردو شرح ہے۔ طرز یہ ہے کہ ہر صفحہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: سرلوح اصل متن جلی قلم سے ہے، دُوسرے حصہ میں سلیس ترجمہ اور نیچے کے حصہ میں تشریح کے عنوان سے شرح۔ شرح میں مبتدی ذہن کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، بقدرِ ضرورت ترکیب اور مشقی جملوں کا ہتمام کیا گیا ہے، شروع میں مختصر مقدمہ ہے جس میں علمِ نحو کی تعریف، غرض و غایت، موجد اور مصنف کے حالات کا بیان ہے۔ مستعد طلباء اور مبتدی اساتذہ کی رہنمائی کے لیے یہ رسالہ مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ)

''مطر غزیر'' اُردو شرح ''نحومیر''

اِفادات: مولانا غلام ربانیؒ۔ ترتیب وتحقیق واضافہ: مفتی عبدالرؤف میانوی۔ صفحات: ۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ ربانیہ، جامعہ ربانیہ، وقار ٹاؤن، بھلوان شہر، ضلع سرگودھا۔

''نحومیر'' کی اُردو میں کئی شروح چھپ کر بازار میں آگئی ہیں، ان میں سے بعض آسان اور سہل ہیں۔ ا شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مولانا غلام ربانی رحمہ اللہ (سابق صدر مدرّس مدرسہ عربیہ دارالسلام ۔ان، ضلع سرگودھا) کے اِفادات پر مشتمل ہے اور ترتیب وتحقیق اور اضافے ۔ناب مفتی عبدالرؤف میانوی ۔در مدرّس مدرسہ عربیہ دارالسلام، بھلوان، فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ہیں، جس نے اس شرح کو مفید تر کر دیا ہے۔

اس شرح میں نحوی قواعد کو نہایت اِختصار و جامعیت سے بیان کیا گیا ہے۔ طلبہ عموماً اور اساتذہ خصوصاً ۔ سے زیادہ فائدہ اُٹھاسکتے ہیں، مثالیں اور مشقیں بھی دے دی جاتیں تو یہ شرح زیادہ مفید ہو جاتی۔ مدارس

کے طلبہ واساتذہ کو اس شرح کا مطالعہ کرنا چاہیے، یہ مفید معلومات سے آراستہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۷ھ)

شرح مأته عامل

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا منیر احمد صاحب (جامعہ مدنیہ وہاڑی)۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ فاروقِ اعظم، بلاک ۱۴، بالمقابل قاضی شاپنگ سینٹر، سرگودھا۔

شرح مأته عامل علمِ نحو کی مشہور اور بنیادی کتب میں سے ہے، جسے عموماً بڑے اہتمام اور محنت سے پڑھایا اور یاد کرایا جاتا ہے، اِس لیے کہ اس کے اُصول و قوانین محفوظ ہو جائیں تو پھر طلبہ کو بحمد اللہ! کسی بھی مرحلہ میں پریشانی نہیں ہوتی۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس سے طلبہ عربی کی عبارت اور ترکیب کرنا شروع کرتے ہیں اور یہیں سے قوانین کا اِجرا شروع ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں شیخ التفسیر والحدیث جناب مولانا منیر احمد صاحب (صدر مدرّس جامعہ مدنیہ وہاڑی) نے اپنی زندگی بھر کے تجربات کی روشنی میں ایک مقدمہ اور حاشیہ اور ایک تکملہ لکھ کر کتاب کی تدریس و تفہیم کو اساتذہ اور طلبہ کے لیے یکساں مفید بنا دیا۔

کتاب کے مقدمہ ''ارشاد العاقل الی عرفة المعمول والعامل'' میں کتاب پڑھنے، پڑھانے اور ترکیب کرنے، کرانے کے علاوہ بہترین مفید اور علمی باتیں آگئی ہیں، اسی طرح حاشیہ ''الخیر الکامل فی ضوابط شرح مائة عامل'' میں ۱۱۲ نہایت شان دار ایسے ضابطے تحریر فرمائے ہیں کہ اگر انہیں محفوظ کرلیا جائے تو حلِ ترکیب میں کوئی پریشانی نہ ہوگی، جب کہ تکملہ ''فرائد نجیبة فی اعراب غریبة'' میں مختلف عجیب قسم کے کلمات کے اِعراب کو بیان کیا گیا ہے، جیسے: هلم جراً، من ثم اور لا سیما وغیرہ۔ اُمید ہے کہ طلبہ اور اساتذہ اس سے اِستفادہ کر کے اپنی علمی اِستعداد میں اِضافہ کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۳ھ)

گلدستۂ عربی

جناب سیّد فضل الرحمٰن شاہ صاحب۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ مجدّدیہ، ۲/۵، ایچ ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔

یہ رسالہ دراصل "معجم القرآن" کے مقدمہ کے طور پر لکھنا تجویز کیا گیا تھا، تاکہ صَرف ونحو کے ضروری اُصول وقواعد پر عبور ہونے کے بعد قرآنِ کریم کے الفاظ کے معنی ومفہوم کے سمجھنے میں بصیرت پیدا ہوسکے، لیکن مضامین اندازہ سے زیادہ ہوگئے، تو اسے الگ شائع کرنا مناسب سمجھا گیا۔

اِس رسالہ میں صَرف ونحو کی اَہم اِصطلاحات، صَرف ونحو کے ضروری قواعد مع تمرینات وتعلیلات ذِکر کیے گئے ہیں۔ آخر میں چھوٹی چھوٹی اَحادیث کا ایک مجموعہ ہے، اور عربی کے ایسے فقرے جو ضرب المثل کے طور پر اِستعمال ہوتے ہیں۔

اِس موضوع پر اگرچہ متعدّد رسائل لکھے جاچکے ہیں، مگر جناب مصنف نے مضامین کو آسان سے آسان انداز میں پیش کرنے کی سعیٔ بلیغ فرمائی ہے، تاکہ کسی کو اِستفادہ میں دُشواری پیش نہ آئے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۷ھ)

سراج النحو

مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی (مفتی دار العلوم دیوبند)۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۶۰ روپے۔
پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰۔

"هداية النحو" فنِ نحو کی اِبتدائی مگر بنیادی کتاب ہے۔ درسِ نظامی میں بارہا تغیرات آئے مگر جدید وقدیم تمام حضرات نے اس کی اِفادیت اور جامعیت کے پیشِ نظر اسے داخل درسِ نظامی رہنے دیا۔ یہ کتاب اپنی اِفادیت اور جامعیت کے ساتھ ساتھ نہایت ہی عجیب چاشنی رکھتی ہے، اور ہمیشہ سے حضرات اساتذہ کرام "هداية النحو" اور "كافية" کی تدریس پر خصوصی توجہ دیتے رہے ہیں۔ اور بعض اکابر اور معاصر حضرات نے - اب جب کہ زیادہ تر اُردو شروحات کا زور ہے - ان فنی اور بنیادی کتابوں کو مروّج اُردو زبان میں مشرح کرنا اپنا علمی فریضہ تصوّر فرمایا۔ زیرِ نظر شرح اسی غرض سے مرتب کی گئی ہے۔

کتاب نہ صرف طلبہ کے لیے مفید ہے، بلکہ حضرات اساتذہ کے لیے بہترین راہ نما ثابت ہوگی۔ اس سے حضرات اساتذۂ کرام کو طرزِ تدریس میں سہولت اور اندازِ بیان میں حشو وزوائد سے اِحتراز اور نفسِ مسئلہ سمجھانے میں معاونت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ جناب ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے اس علمی ذخیرہ کو اہلِ پاکستان کے لیے مہیا فرمایا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۴۱۹ھ)

شرح ابن عقیل علی الفیہ ابن مالک مع شرح السیوطی

شیخ جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک الطائی الاندلسی الجیانی (المتوفیٰ: ۶۷۲ھ) علومِ عربیت کے بلامدافعت اِمام ہیں۔ علمِ نحو میں ان کا الفیہ "الفیہ ابن مالک" کے نام سے شہرۂ آفاق ہے، اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، جن میں ابن الناظم، ابن ہشام، ابن عقیل، اشمونی اور سیوطی کی شرحیں زیادہ شہرت رکھتی ہیں۔

شیخ ابنِ عقیل ابو محمد بہاء الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد القرشی الہاشمی (المتوفیٰ: ۷۶۹ھ) - جو حضرت عقیل ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے "ابنِ عقیل" کہلاتے ہیں - فقہ وتفسیر، علمِ نحو اور دیگر علومِ عربیت میں فائق الاقران تھے۔ اِمام ابو حیان نحوی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"ما تحت ادیم السماء انحیٰ من ابن عقیل"

(آسمان کی چھت کے نیچے ابنِ عقیل سے بڑا کوئی نحوی نہیں۔)

"الفیہ ابن مالک" پر ان کی شرح عبارت کی متانت وجزالت اور فنی مسائل کی تفہیم وتوضیح کے لحاظ سے عدیم النظیر ہے، عرب ممالک میں تو یہ صدیوں سے زیرِ درس چلی آئی تھی، مگر عرصہ ہوا کہ "وفاق المدارس العربیہ" کے نصاب میں بھی اس کو شامل کرلیا گیا۔ اس کے باوجود معدودے چند مدارس کے! اسے ہمارے یہاں رواج عام نہیں ہوسکا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پاکستان میں اس کا حصول دُشوار تھا، "ایچ ایم سعید کمپنی" نے اسے شائع کرکے طلبہ کی اس اہم ترین ضرورت کو پورا کردیا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ جو مدارس "وفاق المدارس العربیہ" سے ملحق ہیں، وہ اس کی تدریس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس کے حاشیہ پر حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی "شرح الفیۃ ابن مالک" ہے، جو نفسِ متن کے حل میں بہت ہی مفید ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

"شرح شواھد ابن عقیل"

علامہ عبدالمنعم الجرجاویؒ، علامہ الشیخ قطۃ العدویؒ۔ صفحات: ۲۶۴۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

"الفیہ ابن مالک" کی شرح میں علامہ ابنِ عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے نحوی مسائل پر عرب اُدبا کے جن اشعار سے اِستشہاد کیا ہے، اور جن کی تعداد چار سو دس کے قریب ہے، طلبہ کو ان کا مفہوم سمجھنے اور محلِ

اِستشہاد متعین کرنے میں دِقت پیش آتی ہے، اس لیے شیخ علامہ ابوبکر عبدالمنعم بن عبدالرحمٰن بن عبدالمنعم بن احمد بن محمد الجرجاوی (یکے از علمائے ازہر) نے اسی کی شرح لکھی، جن میں مندرجہ ذیل اُمور کا التزام کیا گیا ہے:

۱:... جن اشعار کے قائل کا علم ہوسکا، ان کے قائل کی تعیین۔

۲:... جن اشعار کے مفہوم کا سیاق وسباق سے تعلق ہے، ان کے سیاق وسباق کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۳:... اشعار کے مشکل الفاظ کی تشریح اور نحوی تراکیب کے بعد شعر کا مفہوم ذکر کیا گیا ہے۔

۴:... اور ہر شعر میں محل کا تعین کرکے زیرِ بحث نحوی مسئلہ کو اس پر منطبق کیا گیا ہے۔

خاتمہ پر مصنف نے لکھا ہے کہ جب انہوں نے ۱۲۴۴ھ میں جامعہ ازہر میں شرح ابنِ عقیل پڑھی تھی، اُسی وقت ان شواہد پر نوٹ لکھ دیے تھے، بعد میں احباب اور طلبہ کے اِصرار پر اُنہوں نے رمضان المبارک ۱۲۷۱ھ میں یہ شرح لکھی۔ حاشیہ پر علامہ قطۃ العدویؒ کی ''شرح شواهد ابن عقيل'' ہے، یہ بھی جرجاوی کے ہم عصر ہیں، انہوں نے اپنی شرح کا نام ''منح الجليل شرح شواهد ابن عقيل'' رکھا ہے، اور وہ اس کی تسوید سے ۹ رجمادی الاخریٰ ۱۲۷۰ھ بروز بدھ فارغ ہوئے۔ یہ دونوں شرحیں طلبہ کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

''تسهيل الفوائد'' ابن مالك

اِمام جمال الدین ابوعبداللہ محمد۔ ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

اِمام جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک الطائی الاندلسی ''نحو'' کے بلامدافعت اِمام ہیں۔ ''نحو'' میں ان کے ارجوزۂ ''الفيه ابن مالك'' کو جو شہرت حاصل ہے، وہ ''كافية ابن حاجب'' سے کسی طرح کم نہیں۔ ان کی کتاب ''تسهيل'' اور ''شرح تسهيل'' کے حوالے کتابوں میں بکثرت پڑھے تھے، لیکن متن یا شرح کی زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

حق تعالیٰ شانہ بعض مخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے ''تسهيل'' کا مطبوعہ نسخہ کہیں سے ڈھونڈ نکالا اور ''ایچ ایم سعید کمپنی'' سے اس کے شائع کرنے کی فرمائش کی۔

پیشِ نظر نسخہ مکتبہ ''میریہ مکہ مکرمہ'' آج سے نوے سال قبل ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا تھا۔ کتاب پر خود مصنف کی شرح اور علامہ دمینی کی ''شرح تسهيل'' سے اِنتخاب کردہ حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ اس کتاب

کی اشاعت ایک اہم علمی خدمت ہے، اگر اس کی شرح بھی شائع ہو جائے تو یہ عظیم الشان خدمت ہوگی۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

کافیہ مع حاشیہ شریفیہ

میر سیّد شریفؒ۔ قیمت: ۲۸ روپے۔ شائع کردہ: ایچ ایم سعید کمپنی، پاکستان چوک، کراچی۔

یہ ناکارہ جامعہ خیر المدارس، ملتان کا طالبِ علم تھا، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ خیر المدارس تشریف لائے، ان سے کسی نے پوچھ لیا کہ ''نحو'' کی کون سی کتاب سب سے اچھی ہے؟ انہوں نے اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا:

''مولوی صاحب! مشرق و مغرب کے کتب خانے دیکھ ڈالے، مگر ''کافیہ ابنِ حاجب'' اور ''شرح جامی'' سے بہتر کوئی کتاب نہیں دیکھی۔''

میر سیّد شریف علی بن محمد جرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۱۶ھ) کا نام علمی حلقوں میں شہرۂ آفاق ہے۔ اُن کی ''صرفِ میر''، ''نحو میر''، ''شرح مائۃ عامل'' ''اِستعمالِ اطفال ہیں، اور انہی کی ''شرح مواقف'' ذی اِستعداد علماء کی دسترس سے بھی باہر ہے۔ میر صاحب نے کافیہ کی فارسی شرح تحریر فرمائی تھی۔ نہایت نفیس اور آسان، گویا شعر کی زبان میں سہل ممتنع!

قریباً اَسّی سال قبل حاجی محمد سعید صاحب (تاجرِ کتب کلکتہ) نے ''کافیۃ ابن حاجب'' کا ایک نسخہ بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا، جلی خط، بین السطور بڑے قیمتی حواشی اور ہندسوں کے ذریعہ مرجع ضمائر کا اِظہار! اسی کے حاشیہ میں میر سیّد کی فارسی شرح شائع کی تھی، یہ نسخہ ایک عرصہ سے ناپید تھا، ''ایچ ایم سعید کمپنی'' نے اسی خوب صورت نسخہ کا عکس شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۸ھ)

شرح الکافیۃ للمصنف

شیخ ابنِ حاجبؒ۔ قیمت (مجلد): ۳۲ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

شیخ ابنِ حاجب (جمال الدین ابوعمروعثمان بن عمر المالکی النحوی، التوفی: ۶۴۶ھ) کے نحوی رسالہ ''کافیہ'' کی بے شمار شرحیں لکھی گئی ہیں، جن میں رضی الدین محمد بن حسن الاستر آبادی (التوفی: ۶۸۶ھ) کی شرح ''رضی شرح کافیہ'' کے نام سے مشہور ہے، اور مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ (التوفی: ۸۹۸ھ) کی شرح ''فوائد ضیائیہ'' شہرۂ آفاق ہے، ان شروح میں خود مصنف کی شرح ۱۳۱۱ھ میں استنبول سے شائع ہوئی تھی اور بالکل نایاب تھی، ''ایچ ایم سعید کمپنی'' نے اس کا عکس شائع کر کے علم اور اہلِ علم کی بہترین خدمت انجام دی ہے۔ پاکستان میں علمی میراث کے اِحیاء میں متعدد اِداروں کی مساعیٔ جمیلہ لائقِ تشکر ہیں، جن میں ''ایچ ایم سعید'' کا نام سرفہرست ہے۔ اس اِدارہ سے بہت سی ایسی علمی کتابیں شائع ہوئی ہیں، جن کے لیے اہلِ علم کی آنکھیں ترستی تھیں، چنانچہ **بدائع الصنائع، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، فتح المعین شرح کنز، شرح نقایۃ مُلّا علی قاری، ردالمختار شامی** وغیرہ اس اِدارہ سے شائع ہوئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ)

شرح جامی (مجیدی)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ۔ صفحات: ۴۰۸۔ تقطیع: کلاں۔ قیمت: ۲۴ روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

کافیہ اِبنِ حاجب اور اس کی شرح اَز مولانا جامی (نوراللہ مرقدہما) ہمارے درسِ نظامی کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ بیسیوں کوششیں ان کو نصاب سے خارج کرنے کی ہوچکی ہیں، مگر شاید من جانب اللہ قبولیت کا اثر ہے کہ اہلِ مدارس اس پر کسی طرح راضی نہیں ہوتے۔ شرح کا ایک بہترین نسخہ ''کتب خانہ مجیدی'' کانپور نے تیار کرایا تھا، جس کی اِمتیازی خصوصیات کی بنا پر اسے بے حد مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ حاشیہ عظام صفحہ بہ صفحہ، حواشی جدیدہ اَز مولانا عبدالعلی آسی کے علاوہ اس کے شروع میں ''**ثمرات الحیاۃ طبقات النحاۃ**'' اَز مولانا آسی، ''**تمرین الأدب فی ترقین العرب**'' اَز مولانا عبدالاوّل جونفوری، ''**کشف القناع عن وجوہ الاوضاع**'' اَز مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹی، ''**التقریر المعقول فی بیان الحاصل والمحصول**'' اَز مولانا خادم احمد، اور ''**تیسیر الوصول لطالب الحاصل والمحصول**'' (فارسی) اَز مولانا احمد الحق عثمانی کے اضافے؛ اس نسخہ کے مخصوص اِمتیازات تھے۔ زیرِ نظر نسخہ اسی مجیدی نسخہ کا عکس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

ترغیب الاخوان فی ترکیب القرآن

مولانا منظور احمد نعمانی صاحب (مہتمم مدرسہ إحیاء العلوم، ظاہر پیر)۔ صفحات: ۱۰۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مولانا منظور احمد، مہتمم مدرسہ عربیہ إحیاء العلوم، ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان۔

علم نحو کی اہمیت اور إفادیت کسی سے پوشیدہ نہیں، کیونکہ ''المعنی تحت اللفظ'' کے مصداق معانی کا إدراک الفاظ کی صحت پر موقوف ہے، اور یہ صَرف و نحو جانے بغیر ممکن ہی نہیں، اس لیے اس عنوان پر بہت ہی زیادہ توجہ دی جاتی ہے، کیونکہ اگر نحوی قواعد وضوابط سے واقفیت نہ ہو تو قرآن وحدیث تو کیا کسی بھی عربی کتاب سے إستفادہ ممکن نہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس میں قرآنِ کریم کی آیات کی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں۔

مؤلف موصوف چونکہ اس فن کے شناور اور اُستاذ العلماء حضرت مولانا غلام رسول پونٹویؒ کے بلاواسطہ تلمیذ رہے ہیں، اس لیے اس فن سے خاص شغف ودلچسپی رکھتے ہیں۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، جس میں حصہ اوّل دو ابواب پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل کے پہلے باب میں ایسے ضروری نحوی اُصول وقوانین کو ذکر کیا گیا ہے، جن پر یا تو ترکیب موقوف ہے یا وہ نکات کتبِ متداولہ میں مذکورہ نہیں ہیں۔ چنانچہ اس باب میں معرب، مبنی، عوامل اور معمولات وغیرہ اہم عنوانات مذکور ہیں۔ دُوسرے حصہ میں قرآنِ کریم کے آخری پارہ کے رُبعِ آخر کی تراکیب اور لغات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔

باوجود إختصار کے کتاب میں اُصول وقوانین نحویہ کسی حد تک شافی مقدار میں ہیں، اس میں بڑی بڑی کتابوں کے مسائل مل جاتے ہیں۔ کتاب إجرا کرانے والے اور دورۂ نحو پڑھانے والے اساتذۂ کرام کے لیے نہایت ہی شان دار اور محقق مجموعہ ہے، جس میں جہاں بعض ضروری مسائل ''نحو میر'' کے موجود ہیں تو وہاں نہایت سہل اور مختصر انداز میں کافیہ اور شرح جامی کے مسائل بھی مل جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب مدرّسین کے لیے ایک نادر، انمول اور نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۱ھ)

عنوان الشرف الوافی فی الفقه والنحو والتاریخ والعروض والقوافی

کتاب کے مصنف شیخ شرف الدین اسماعیل ابن ابی بکر الحسینی الیمنی الشافعی رحمہ اللہ (التوفی: ۸۳۸ھ)

ہیں جو"ابن المقری" کے نام سے مشہور ہیں، ان کا شمار اپنے دور کے اذکیاء علماء میں ہوتا تھا۔ ان کی زیرِ عنوان کتاب اپنی نوعیت کا ایک منفرد اعجوبہ ہے۔ مصنفؒ نے ایک عبارت میں پانچ علوم سمو دیئے ہیں، جس کا انداز یہ اختیار کیا ہے کہ کتاب کی اصل عبارت "علم فقہ" میں ہے، ہر سطر کے اِبتدائی حروف یا الفاظ جمع کرتے جائیں تو ایک مسلسل عبارت بنتی جائے گی، جو"علم عروض" میں ہوگی، ہر سطر کے آخری حروف یا الفاظ کو جمع کیا جائے تو "علم قوافی" کی عبارت مرتب ہو جائے گی، ہر سطر کے وسطِ اوّل کے الفاظ یا حروف سے یمن کے ملوک "بنوالرسول" کی تاریخ مرتب ہو جائے گی، اور ہر سطر کے وسطِ ثانی سے "علم نحو" تیار ہو جائے گا۔ وسطِ اوّل وثانی متعین کرنے کے لیے کتاب تین کالموں میں تقسیم کردی گئی ہے اور وسطِ اوّل وثانی کے مطلوبہ حروف والفاظ کو خطین گیارہ (۱۱) کے درمیان کردیا گیا ہے۔

بہرحال! اس کتاب کو عجائباتِ عالم میں شمار کیا جاسکتا ہے، جو اس کے مصنف کی اعلیٰ ترین ذکاوت وذہانت کی دلیل ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۴۰۶ھ)

تسهيل العروض والقوافی

مولانا فضل محمد یوسف زئی (اُستاذ جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۱۵۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: بیت الجہاد، نزد جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

دینی اور عربی مدارس میں جہاں دیگر علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں، وہاں علومِ عالیہ کے فہم وادراک اور ان میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے اور ان کے محاورات اور اَدبی رُموز واِشارات سمجھنے کے لیے صَرف ونحو کے علاوہ معانی، بلاغت، منطق وفلسفہ اور اَدبِ عربی کی تعلیم کو خصوصی اہمیت سے پڑھایا جاتا ہے۔ عربی اَدب میں سے نثر نگاری اگرچہ اپنی جگہ مشکل ہے، مگر عربی اَدب میں سے نظم واشعار کو بطورِ خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہرفن کے کچھ اُصول وضوابط ہوتے ہیں اور انہیں اُصول وضوابط کی بنا پر اس فن کی مہارت وعدمِ مہارت کا پتا چلتا ہے۔

عروض وقوافی بھی دراصل شعروسخن کے وزن اور قافیہ کے پرکھنے کا معیار اور کسوٹی ہے، جس سے کسی شاعر کے کلام کے حسن وقبح اور معیاری وغیر معیاری ہونے کا پتا چلایا جاتا ہے۔

عروض وقوافی کا فن چونکہ عام طور پر مشکل اور صعب مشہور ہے، اور اس پر لکھی گئی کتب بھی اسی معیار کی ہیں، پھر اب جب کہ اِستعداد میں بھی کمزوری اور اِنحطاط ہے، اور اس فن سے بے اعتنائی بھی عام ہوگئی ہے تو

ضرورت تھی کہ اس فن کو باقی رکھنے کے لیے اس کی تسہیل کی جاتی۔ چنانچہ رفیقِ محترم جناب مولانا فضل محمد صاحب (اُستاذ جامعہ علوم اِسلامیہ) نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اس فن کی تسہیل فرمائی، کتاب کا تعارف کراتے ہوئے مؤلف موصوف لکھتے ہیں:

''میں نے اپنی اس تالیف میں اور کچھ نہیں کیا، صرف ان حضرات کی تشریحات آسان انداز سے پیش کی ہیں، جس کتاب میں مجھے جو بحث سب سے زیادہ آسان لگی، اس کو یہاں درج کیا، اور ان مذکورہ کتابوں (شروح) کے تمام مشہور اور فن سے متعلق اشعار کو نقل کر کے اس کی تقطیع کی اور ہر بحر میں جو زحافات وعلل تھیں، ان کا تذکرہ کیا، اگر کوئی شعر ان سب کتابوں میں مشترک تھا تو حوالہ دے کر ایک ہی شعر پر اِکتفا کیا اور اگر مثال پیش کرنے میں ان کتابوں میں اَشعار واَبیات کا اِختلاف تھا تو میں نے ہر کتاب کے شعر کی الگ تقطیع کی اور کتاب کا حوالہ دیا، البتہ اس فن کے مسائل علم صَرف کے مسائل کی طرح طویل الذیل بھی ہیں اور اس کی کڑیاں ملانا دُشوار بھی ہے، خاص کر جب کتاب کا مصنف شاذ اور مخفی ودقیق مسائل کے پیچھے پڑ جائے، پھر تو فن غیر فن میں غائب ہو جاتا ہے، لہٰذا میں نے انہی اشعار کی تقطیعات کا اہتمام کیا ہے جو مشہور تھے، شاذ ابواب کے شاذ اشعار کو میں نے نہ نقل کیا ہے اور نہ تقطیع کی ہے۔ ''متن الکافی'' اور ''نقطة الدائرہ'' نے شاذ مسائل سے کلی طور پر اِجتناب کیا ہے۔''

ماشاءاللہ! کتاب اپنے فن کی بہترین اور نافع کوشش ہے، طلبہ اور علماء کے لیے برابر مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ)

غاية البراعة فی معرفة علم البلاغة (عربی)

المعروضات الکافیة فی معرفة علم العروض والقافیة (عربی)

مولانا رحمت علی خان سکریالویؒ۔ صفحات (بالترتیب): ۳۱۰-۸۸ (متوسط سائز)۔ پتا: مولانا محمد نصراللہ خان، لوگانڈا اسلامک پبلیکیشنز، کنجاہ روڈ، گجرات۔

پہلی کتاب میں فاضل مؤلفؒ نے علم بلاغت کی اہم کتابوں کے اِنتخاب سے مسائلِ بلاغت کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ ترتیب دِل کش، عبارت بے حد سادہ وسلیس، تمام مسائل ابواب وفصول اور قواعد واُصول کے سلسلہ میں منضبط، ہر مسئلہ کی مثال مع انطباق؛ الغرض کتاب خالص درسی اور طالب علمانہ ذوق کی ہے، البتہ کتابت وطباعت زیادہ اچھی نہیں۔

اسے طبع ہوئے بھی کوئی تیس سال ہوئے ہوں گے، اب تو غالباً ناشرین کے پاس ذخیرہ بھی ختم ہوگا، اور اگر آئندہ طباعت کی ہمت ناقدری کی نذر ہوکر رہ جائے تو متقدمین کے لاکھوں خزانے جس طرح گم ہوگئے، یہ مفید کتاب بھی زاویۂ خمول کی زینت بن جائے گی۔ اگر پاک وہند کے اہلِ علم توجہ فرمائیں اور مؤلف مرحوم کے فاضل خلف الرشید مولانا نصر اللہ خان صاحب اسے نظرِ ثانی کے بعد جدید اعلیٰ معیار پر طبع کردیں تو علماء وطلباء کو بے حد نفع ہوسکتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اسے ''مختصر المعانی'' کی جگہ یا اس سے قبل و بعد داخلِ درس کرلیا جائے۔

دُوسری کتاب علمِ عروض وقوافی پر ہے، اور مذکورہ بالا تمام خصوصیات کی حامل! یہ "محیط الدائرہ" سے آسان تر بھی ہے اور جامع تر بھی!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۸۷ھ)

حاشیہ مختصر المعانی

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔

مختصر المعانی کا حاشیہ معروف ومتداول اور ہر قسم کے تعارف سے بے نیاز ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ نے یہ حاشیہ مطبع مجتبائی کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا، جو سب سے پہلے ۱۳۴۴ھ میں مطبع مجتبائی سے شائع ہوا اور اب پاک وہند میں یہی حاشیہ رائج ہے۔ حضرتؒ نے ''مختصر المعانی'' کی دونوں شرحوں ''تجرید'' اور ''دسوقی'' کی ایسی تلخیص فرمائی ہے کہ اصل شروح کی بہ نسبت اس حاشیہ کا اِفادہ بڑھ گیا ہے، جس کا جی چاہے اصل شروح اور ان کی اس تلخیص کا مقابلہ کرکے دیکھ سکتا ہے۔ راقم الحروف نے مشہور روایت "اطلبوا العلم ولو بالصین" کے بارہ میں "قال ابن حبان: لا اصل له" سب سے پہلے اسی حاشیہ میں دیکھا تھا۔

(شخصیات وتأثرات، ج:۲، ص:۸۲)

منتخبات من الأدب العربی

سیّد وصی مظہر ندوی۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت (قسم اوّل): ۲ روپے ۲۵ پیسے۔ (قسم دوم): ایک روپیہ ۷۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ اِصلاح وتبلیغ، ہیرآباد، جامع مسجد روڈ، حیدرآباد، پاکستان۔

(۱) مختصر المعانی، ص:۱۵۴

یہ مجموعہ درمیانی اِستعداد کے عربی طلبہ کی قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔ ترتیب میں خاص لحاظ اس امر کا رکھا گیا ہے کہ اِنتخاب اعلیٰ اِسلامی و اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہو، تمام اصنافِ اَدب کے کچھ کچھ نمونے شامل کرلیے جائیں اور زبان آسان اور قابلِ اِستناد ہو۔ مؤلف کا حسنِ اِنتخاب ان کے حسنِ ذوق کی ثقہ شہادت پیش کرتا ہے۔ مجموعہ ایسا ہے کہ اسے بلا تأمل داخلِ نصاب کیا جاسکے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۳۸۷ھ)

اعراب الجزء الثلاثین

مولانا حسین قاسم (رفیق شعبۂ دارالتصنیف، جامعہ علوم اِسلامیہ، بنوری ٹاؤن)۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ ناشر: دارالتصنیف، جامعہ علوم اِسلامیہ، بنوری ٹاؤن۔

صَرف و نحو کی اِبتدائی کتب کی تعلیم و تدریس کے دوران اساتذۂ کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ طلبہ کو وہ قرآنِ حکیم سے ہی صیغوں کا اِجراء اور ترکیبِ نحوی کی مشق و تمرین کراتے چلے آئے ہیں، اور یہ طریقہ نہایت مفید اور آسان ثابت ہوا ہے، اس سے طلبہ میں صَرف و نحو کی اِستعداد بھی مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے اور آگے چل کر تفسیر کی متداول کتب مثلاً: جلالین، بیضاوی شریف کو پڑھتے وقت انہیں سہولت اور آسانی میسر آجاتی ہے۔

درسِ نظامی کے نصاب میں اِبتدائی درجات مثلاً ''ثانویہ عامہ'' ہی سے پارہ عم کے ترجمہ کی اِبتدا ہوتی ہے، اور قسط وار مختلف درجات میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر پڑھائی جاتی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں مبتدی طلبہ کی دِقت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جامعہ کے اُستاذ اور شعبۂ دارالتصنیف کے رفیقِ کار عزیز القدر جناب مولانا حسین قاسم صاحب حفظہ اللہ نے بڑی جاں فشانی سے پارۂ عم کی نحوی ترکیب بہت عمدہ اور نہایت سہل انداز سے مرتب کر کے طلبہ کی اس مشکل کو آسان کردیا، ہر سورۃ کو مستقل عنوان سے اور ہر آیت کی واضح شکل میں ترکیبِ نحوی بیان کی ہے۔ طلبہ و اساتذہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس قرآنی خدمت و کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور طلبہ و اساتذہ کے لیے زیادہ مفید بنائے۔ آمین!

پیشِ نظر کتاب ''اعراب الجزء الثلاثین'' ہر خاص و عام کے لیے مفید قیمتی تحفہ ہے، طلبہ و اساتذہ خرید کر اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۶ھ)

نفحة العرب (عربی)

شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی قدس سرہٗ۔ صفحات:۱۰۸۔ قیمت:۱۵روپے۔
پتا: الرحیم اکیڈمی، اے-۷/۷، اعظم نگر، پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۱۹۔

زیر نظر کتاب-جیسا کہ مؤلف موصوف کے ابتدائیہ سے واضح ہے- اُن کی ادبی دلچسپی سے زیادہ نصح وخیر خواہی اور اصلاح کے جذبہ کا شاہ کار ہے۔ یوں تو عربی ادب میں ایک سے ایک شاعر کا کلام موجود ہے، مگر کہیں ابوزید سروجی ہے، تو کہیں متنبّی ہے، کہیں حسیناؤں کی مدح وستائش ہے تو کہیں انعام واکرام اور نوازشات کی لالچ پر زمین وآسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ ضرورت تھی کہ اَدب عربی میں کوئی ایسا مجموعہ ہو جس سے جہاں اَدبی ضروریات پوری ہوں، وہاں وہ مبتدی طلباء کے قلوب واذہان کی اسلامی تربیت اور اصلاح میں نمایاں کردار اَدا کرے۔

بحمد اللہ! اِس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مؤلف موصوفؒ نے قرآن وحدیث، اور صحیح حکایات، اور اسلاف کی سیرت سے مستفاد ادبی نثر ونظم کو جمع فرما کر اُمتِ اسلامیہ پر اِحسانِ عظیم فرمایا۔ قابلِ مبارک باد ہیں ''الرحیم اکیڈمی'' کے اربابِ بست وکشاد! جنھوں نے اِس نادر مجموعہ کو نہایت عمدہ کاغذ اور خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ نہایت ہی آب وتاب کے ساتھ شائع کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۷ھ)

الافاضات شرح مقامات

مولانا اِفتخار علی۔ صفحات:۲۳۶۔ قیمت:۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ شرکت علمیہ، بیرونِ بوہڑ گیٹ، ملتان۔

مقاماتِ حریری ہمارے درسِ نظامی میں علم اَدب کی معروف کتاب ہے، جو مشکل لغات کی بنا پر شہرہ رکھتی ہے، اور طلباء اس کے حل کرنے میں بڑی محنت کرتے ہیں، اور اَساتذۂ کرام کو بھی شروح وحواشی کی ضرورت پیش آتی ہے۔

زیر نظر کتاب حضرت مولانا محمد اِفتخار علی صاحب (سابق اُستاذ دارالعلوم دیوبند) نے طلبہ کی اِسی ضرورت کے پیش نظر مرتب فرمائی ہے، اور یہ مقامات کے پچاس میں سے تیس مقاموں کی شرح ہے۔ مصنف کا طرزِ تشریح یہ ہے کہ اصل متن کا ایک حصہ درج کرکے پہلے اس کا مشرح ترجمہ کرتے ہیں، اور پھر

لغات کا عنوان دے کر ایک ایک لفظ کا ماخذ، باب، محل استعمال وغیرہ ذکر کرتے ہیں۔ ایک متوسط استعداد کا طالب اس شرح کی مدد سے بڑی آسانی سے کتاب حل کرسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ)

مقامات حریری (مترجم ومحشّٰی)

الشیخ صدیق احمد انوردی۔ صفحات: ۱۴۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: الرحیم اکیڈمی، اے ۷/۷، اعظم نگر، پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹۔

''مقاماتِ حریری'' اور ان کے مصنف عالی قدر جناب ابومحمد قاسم بن علی بن عثمان الحریری البصری کسی تعارف کے محتاج نہیں! موصوف کی کتاب ''مقاماتِ حریری'' اپنی ہمہ گیر ادبیت، معنویت اور فصاحت وبلاغت کے باعث ہر دور کے اہلِ علم فضلا اور ادیبوں کی منظورِ نظر رہی ہے، چنانچہ متعدد زبانوں میں اس کے تراجم اور حواشی لکھے گئے ہیں، اور ہر زمانہ میں عربی ادب کی تدریس وتعلیم سے منسلک حضرات کی توجہات کا مرکز رہی ہے۔ چنانچہ مدارسِ عربیہ میں عام طور پر اس کے دس مقامے داخلِ درسِ نظامی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب انہیں دس مقاموں کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے، جسے ''الرحیم اکیڈمی'' نے شائع کر کے اہلِ علم اور طلبہ کے لیے سہولت کا انتظام کردیا ہے۔ مترجم موصوف جناب مولانا صدیق احمد انوردی شیخ الادب حضرت اقدس مولانا اعزاز علی قدس سرہٗ کے شاگردِ رشید ہیں، جنہیں اس فن سے بطورِ خاص لگاؤ اور اِدراک ہے۔ اُمید ہے کہ اس علمی خدمت کو پذیرائی سے نوازا جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

''المراۃ'' شرح المقامات

مولانا حکمت شاہ کاکاخیل۔ صفحات: ۲۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتا: انوار الاشاعت، پشاور۔ ۲:... مکتبہ رحیمیہ، محلہ جنگی، پشاور۔

مقاماتِ حریری صدیوں سے علماء وطلبا کی مخدوم رہی ہے۔ چند سال پہلے تک عام رواج تھا کہ ذہین اور مستعد طلبہ مشہور اساتذہ کی خدمت میں مقامات کا درس لیتے وقت شیخ کے اِفادات بڑے اہتمام سے قلم بند کیا

کرتے اور مدّت العمر ان سے استفادہ کرتے، گویا ایک ایک شیخ کے حلقۂ درس میں ہر سال شرح مقامات کے متعدد نسخے وجود میں آجاتے تھے۔

دار العلوم دیوبند میں شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علیؒ کا ادبی حلقۂ درس خاص امتیازی شان رکھتا تھا، مولانا خلیل الرحمٰن ہزاروی اور مولانا خادم محمد زیارتی کو حضرت مرحوم سے مقامات پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان دونوں حضرات نے خاص اہتمام سے حضرت شیخ کے درسی افادات کو قلم بند کیا، زیرِ نظر تالیف کی اساس یہی افادات ہیں، مگر مؤلف محترم نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (حال کراچی) سے مقامات کا درس لیا تھا اور کچھ افادات قلم بند کیے تھے، انہیں بھی اس تالیف میں شامل کرلیا گیا ہے۔ نیز حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے عربی حواشی مقامات سے بھی مدد لی گئی ہے، اس لیے یہ تالیف بیک وقت ان مشائخِ ثلاثہ کے علوم و افادات کا مجموعہ ہے، جو طلبہ عربیت کے لیے قابلِ قدر تبرک ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

قرآن اور عربی زبان

مولانا عزیز الرحیم صاحب (معلم عربیت، درس گاہ دینیات، حیدرآباد)۔ صفحات: ۶۴۔ کاغذ وطباعت بہترین۔ قیمت: ا روپیہ ۱۲ پیسے۔ ملنے کا پتا: پاکیزہ دار الکتب، نزد ٹاور، جیل روڈ، حیدرآباد، مغربی پاکستان۔

زیرِ نظر کتابچہ میں فاضل مرتب کا طرزِ ترتیب یہ ہے کہ قواعدِ نحویہ کے عنوانات کے تحت انہوں نے آسان قرآنی جملے نقل کردیے ہیں، جن سے ایک طرف اجرائے قواعد میں مدد مل سکتی ہے، دُوسری طرف قرآنی نظم (عبارت) کے ساتھ اتنی مناسبت پیدا ہوسکتی ہے کہ اس کتاب کے بعد طالبِ علم کو ترجمہ قرآن مجید شروع کرایا جاسکے، پھر انہوں نے مثالوں میں تنوّع کا خاص اہتمام کیا ہے، مثلاً: جملہ اسمیہ کے عنوان کے تحت مبتدا کی مختلف انواع کی طرف اشارہ آجاتا ہے۔ اگر معلّم اور متعلّم دونوں کی طرف سے محنت ہو تو یہ مفید مجموعہ عربی زبان کی تعلیم کے لیے آسان ذریعہ ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۷ھ)

عربی

مولانا عبدالرحمٰن سورتی۔ صفحات: ۳۶۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: ۱۹/۲۸، محمد نگر، علامہ اِقبال روڈ، لاہور۔

عربی زبان کی اہمیت اور قدر و منزلت اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ یہ آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان ہے، اور آخری کتاب بھی اسی زبان میں اُتاری گئی، اکثر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی بھی یہی زبان تھی، نیز اَحادیث، فقہ، اُصولِ فقہ اور اُن کی بنیادی شروح اور قرآن کی بنیادی اور مرکزی تفاسیر بھی عربی زبان میں ہی ہیں، لیکن یہاں معاملہ تو ع

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم!

والا ہے، کہ مسلمانوں کا سب کچھ عربی میں ہے، لیکن برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت اس سے بالکل ناواقف ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف نے عربی کو آسان طریقہ سے سکھانے کی کوشش کی ہے، ہر سبق کے ساتھ اِمتحانی مشقیں، اَشیائے خورد و نوش، اَعضائے جسمانی، رشتے اور رشتہ دار، اَجناس (غلہ پھل)، حیوانات، خط و کتابت، گنتی، گردانوں کے چارٹ وغیرہ کو درج کیا گیا ہے جو ایک مفید کوشش ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

اساس عربی

جناب محمد نعیم الرحمٰن (ایم اے، لیکچرار عربی و فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی)۔ صفحات: ۳۲۴۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: نور محمد کتب خانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی۔

عربی زبان کو حق تعالیٰ نے قرآنِ عربی اور نبیٔ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بدولت حیاتِ جاوید بخشی ہے۔ مسلمانوں کے لیے تو اس کا پڑھنا پڑھانا موجبِ سعادت ہی نہیں، جزوِ ایمان بھی ہے، لیکن دُوسری اقوامِ عالم بھی علومِ عربیت کی خدمت کو مایۂ فخر سمجھتی ہیں۔ علومِ عربیت میں بنیادی اہمیت صَرف و نحو کو حاصل ہے، اس لیے ہر زمانہ کے ذوق کی رعایت کے مطابق ان میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے صَرف و نحو کو ''ٹیچر کی عربی گرامر'' کی بنیاد پر مرتب کیا ہے، جس میں سہل

انداز میں قواعد کی تفہیم کے ساتھ ساتھ ضروری لغات اور مشقی جملوں کو اس طرح جمع کر دیا گیا ہے کہ پوری کتاب پڑھ لینے کے بعد طالب علم کو نہ صرف قواعدِ عربیت پر عبور ہو جائے، بلکہ عربی تقریر و تحریر سے بھی بڑی حد تک مناسبت ہو جائے۔ یہ تالیف یونیورسٹیوں کے نصاب میں خاص اہمیت کی حامل ہے، جس سے ہمارے مدارسِ عربیہ کے طلبہ بھی خوب اِستفادہ کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ)

ماۃ دروس (عربی)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۱۵۰۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔

تالیفاتِ اشرفیہ میں "ماۃ دروس" کا نام ضرور پڑھا تھا، مگر مطبوعہ شکل میں اس کی زیارت کی سعادت پہلی بار اب ہوئی۔ اس کی تالیف حضرتؒ نے اپنے برادر خورد محمد اختر مرحوم کے لیے ۱۳۴۴ھ میں فرمائی تھی، ۵۶ صفحات طبع بھی ہو گئے تھے، مگر نامعلوم وجوہ سے اس کی طباعت مکمل نہ ہو سکی۔ حضرتؒ کے برادر زادہ حضرت مولانا شبیر علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ کی مطبوعہ کتابوں اور غیر مطبوعہ مسوّدات کا جو ذخیرہ کتب خانہ دارالعلوم کراچی میں جمع کرایا تھا، ان ہی میں "ماۃ دروس" کے کئی سو ناقص نسخے بھی تھے، تلاش کرنے پر اس کا مکمل مسوّدہ بھی ان ہی میں دستیاب ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ نے غیر مطبوعہ حصہ کو طبع کرا کر پہلی بار مکمل کتاب شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء!

"ماۃ دروس" میں مختلف علوم و فنون، اخلاق و آداب، اخبار و لطائف اور حکایات و حوادث کو یک صد اسباق پر تقسیم کیا گیا ہے، مضامین نہایت عمدہ اور مفید منتخب کیے گئے ہیں، عربی طلبہ کے لیے بڑے کام کی چیز ہے، ضرورت ہے کہ اسے درسِ نظامی کے کسی درجہ میں داخل کیا جائے۔

یہاں حضرت مفتی صاحب مدفیضہٗ سے یہ گزارش کرنے کو جی چاہتا ہے کہ "ماۃ دروس" کی طرح ممکن ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی کسی اور تالیف کا مسوّدہ بھی ان کے کتب خانہ میں موجود ہو جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی، اس قسم کے مسوّدات کا شائع ہونا بہت ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

حرفِ شیریں

مولانا نور عالم خلیل امینی۔ ناشر: اِدارۂ علم وادب، افریقی منزل قدیم، دیو بند، انڈیا۔ سال اِشاعت: ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۷ء۔ صفحات: ۱۲۲۔ قیمت: ۴۴روپے۔

یہ اُستاذِ اَدبِ عربی ومدیر ماہنامہ ''الداعی'' دارالعلوم دیو بند (انڈیا) جناب مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب کی ایک تقریر ہے جو موصوف نے ''النادی'' (عربی انجمن جامعہ قاسمیہ، سہ ماہی، مراد آباد) میں عربی ادب سے وابستہ طلبہ کی بزم میں کی تھی، جس کے تمام پہلوؤں اور عنوانات کی وضاحت مولانا نور عالم نے ان الفاظ میں کی ہے:

''عربی زبان وادب کی ایک بزم میں کی گئی ایک اہم اور درازنفس تقریر! جس میں عربی زبان کی اہمیت، اس کو تحریراً وتقریراً سیکھنے کے طریقوں، جملہ نگاری سے مضمون نگاری تک کی منزلوں، عربی کو عربوں کے لہجے میں بولنے کی تدبیروں، خوش خطی کے فوائد، بدخطی کے نقصانات، تحریر کی مختلف شکلوں کے حوالہ سے علمائے نفسیات کے اخذ کردہ نتیجوں، عربی اور اُردو میں عصرِ حاضر میں استعمال کردہ رُموز واوقاف، عربی میں ہمزہ کی کتابت کے ضروری قواعد وامثال، عربی عبارت کو صَرفی ونحوی غلطی سے پاک کرنے کی راہوں کی دلچسپ وپُرلطف اور برجستہ انداز میں نشان دہی کی گئی۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ زبان وادب کے تمام شائقین کے لیے ایک تحفۂ پیام اور ناگزیر ضرورت ہے۔''

مولانا نور عالم نے ''حرفِ شیریں'' میں جو لکھا ہے، اس کے عنوانات کی نشان دہی مذکورہ بالا سطور میں کی ہے۔ موصوف کو اپنے خیالات کو اچھے انداز میں بیان کرنے کا اچھا سلیقہ ہے، اور جن باتوں کی طرف طلبہ اور اہلِ علم کی توجہ مبذول کرائی ہے، وہ لائقِ توجہ ہیں، کام کی باتیں ہیں، ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انہیں کسی موقع پر اس فن سے متعلق کتابوں کی طرف بھی رہنمائی کرنی چاہیے تھی اور اہلِ علم کی نگارشات کی طرف بھی! تا کہ کم درجہ کی کتابیں پڑھنے میں طلبہ کا وقت ضائع نہ ہو۔

اُردو کے الفاظ کے اِملا کے سلسلہ میں اہلِ علم کا موصوف سے اِتفاق ضروری نہیں، اس قسم کی تجاویز پہلے بھی آتی رہی ہیں، مگر اُردو زبان کے اداشناسوں نے ان تجاویز کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا، اور نہ زمانہ نے ان کی باتوں کو قبول کیا۔ مولانا کا اُردو زبان کا ذوق اچھا ہے، پھر بھی یہ لکھ گئے:

''ان طلبہ کو جو شریک پروگرام ہوئے تھے۔''(۱)

عربی، انگریزی یا عربی، ہندی الفاظ میں اضافت، کیا ذوقِ سلیم پر گراں نہیں گزرتی؟

---

(۱) ص: ۳۶

ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں:

''اس لیے وہ عمومی حکم نامہ کے ذریعہ سبھوں کو اس سے منع کرتے ہیں۔''

''حرفِ شیریں'' میں عصری تقاضوں کا پورا خیال رکھا گیا ہے، اِشاریہ بھی آخر میں دیا گیا ہے، طباعت بھی خوب ہے، سرورق بھی خوب ہے۔ کتاب اچھی اور اپنے موضوع پر منفرد ہے، دِل سوزی اور خلوص اس کی اہم خصوصیت ہے۔ طلبہ، اہلِ علم اور شائقینِ ادبِ عربی کے لائقِ مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو خیر و عافیت سے رکھے اور اپنا کام لے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۱۹ھ)

كيف تعلم اللغة العربية لغير الناطقين بها

مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر (اُستاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)۔ صفحات: ۶۱۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: دارالعلم کراچی۔ پتا: مکتبہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

زیرِ نظر رسالہ -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- عربیت کے ماہر اور محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے خادم و معتمدِ خاص جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر صاحب کے اُن محاضرات کا مجموعہ ہے جو موصوف نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے فارغ التحصیل طلباء کو مختلف اوقات میں دیئے۔ بلاشبہ یہ مختصر سا رسالہ جناب ڈاکٹر صاحب کے تدریسی تجربہ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، اور ان حضرات کے لیے بے حد مفید ہے جو غیر عرب حضرات کو عربی سکھانے کا شوق رکھتے ہوں۔ رسالہ چونکہ عربی زبان میں ہے، اس لیے اس سے علماء و طلباء ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)

لسان القرآن

اساتذہ مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، گلستانِ جوہر، کراچی۔ صفحات: ۳۶۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، گلستانِ جوہر، کراچی۔

عربی زبان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرف و سعادت حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول،

آخری کتاب (قرآن) اور اہلِ جنت کی زبان ہے، اس لیے محبت واُلفت اور عقیدت واحترام کا رشتہ جتنا اس سے اُستوار رہا ہے، شاید ہی کسی اور زبان سے رہا ہو، اور جتنی اس کی خدمت کی گئی ہے شاید ہی کسی اور زبان کے حصہ میں یہ سعادت آئی ہو۔

ہر دور میں عربی کی مختلف انواع واقسام سے خدمت کی جاتی رہی، خاص کر اُمتِ مسلمہ اپنی قلبی اور جگری عقیدت کے پیش نظر اپنی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کو اس پر صَرف کرنا اپنی سعادت سمجھتی رہی۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جسے مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات کے اساتذہ نے اپنے تدریسی تجربہ کے تحت مرتب کیا ہے۔ کتاب "النحو الواضح" کے طرز پر مرتب کی گئی ہے۔ ہر سبق کے شروع میں زیرِ بحث موضوع کے قوانین بیان کیے گئے ہیں، اس کے بعد معتد بہ تمرینات دی گئی ہیں، تاکہ طالبِ علم مذکورہ قاعدہ کی عملی تطبیق کی مشق کرسکے۔

اس کے علاوہ اُردو سے عربی میں جملے بنانے کے لیے بھی تمرینات دی گئی ہیں، اکثر تمرینوں میں ایسی آیاتِ قرآنیہ دی گئی ہیں، جن پر سبق کے متعلقہ قوانین چسپاں کیے جاسکیں۔ ماشاء اللہ! کتاب اپنے موضوع پر بہترین مواد پر مشتمل ہے، اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ)

مفتاح لسان القرآن

اساتذہ مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، گلستانِ جوہر، کراچی۔ صفحات: ۱۵۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ عائشہ صدیقہ للبنات، گلستانِ جوہر، کراچی۔

"مدرسہ عائشہ صدیقہ" بچیوں کی عربی تعلیم کے لیے ماشاء اللہ! ایک معیاری اِدارہ ہے، جس نے چند سالوں میں تعلیمی میدان میں نہایت قابلِ قدر اور نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔

اس اِدارہ نے اپنے مدرسہ کے قابلِ قدر اساتذۂ کرام کی سعی وجہدِ مسلسل سے تیار شدہ عربی قواعد وتمرینات پر مشتمل کتاب "لسان القرآن" کو شائع کرکے عربی سکھلانے والے اساتذہ کا کام نہایت سہل اور آسان کردیا ہے۔

اس سے بڑھ کر ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس انداز کو مزید چار چاند لگانے کے لیے اپنے ہی انداز کی تمرینات پر مشتمل ایک نئی کتاب "مفتاح لسان القرآن" کے نام سے مرتب کی ہے، جو درحقیقت "لسان القرآن" کی تمرینات کا حل ہے، مگر "لسان القرآن" کی مدد سے پڑھانے والے

اساتذہ اور پڑھنے والے طلباء کے لیے نہایت ضروری ہے، میں سمجھتا ہوں کہ "مفتاح لسان القرآن"، "لسان القرآن" کے لیے اسم بامسمّٰی کے مصداق واقعی 'چابی' کا کام دے گی۔ اُمید ہے اہلِ ذوق اس کی پذیرائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ)

معین المنطق

جناب مفتی محمود حسن۔ صفحات (حصہ اوّل): ۴۸۔ قیمت: ۱/۵۰ روپے۔ صفحات (حصہ دوم): ۱۲۸۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: مفتی محمود حسن، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نزد عیدگاہ ریلوے کالونی، کوئٹہ۔

منطق ایک خشک فن ہے، اس لیے مبتدی طلبہ نہ اسے دلچسپی سے پڑھتے ہیں، نہ ٹھیک سمجھتے ہیں۔ پھر عام طور سے جو رسائل شروع میں پڑھائے جاتے ہیں، ان کی زبان بھی فارسی یا عربی، یوں ان کی مشکل اور بڑھ جاتی ہے۔ اس ضرورت کی بنا پر سب سے پہلے حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ نے ''تیسیر المنطق'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا، جو بیشتر مدارسِ عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کی مقبولیت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ اور حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب نے اس پر حواشی لکھے۔

اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کچھ عرصہ قبل جناب مولانا مفتی محمود حسن صاحب نے زیرِ نظر رسالہ تحریر فرمایا اور تعلیمی تدریج کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ میں ''مرقاۃ'' اور ''ایساغوجی'' کی سطح کے مسائل ہیں، اور دُوسرے حصہ میں ''تہذیب'' اور ''شمسیہ'' کی سطح کے! یہ رسالہ بھی اکابر علماء نے بہت ہی پسند کیا اور اسے نصاب میں داخل کرنے کی سفارش فرمائی۔ مصنف کے معینی سلسلہ کے دو رسالے اور ہیں: ۱:... معین الحکمت۔ ۲:... معین الفرائض۔ اُمید ہے اہلِ مدارس جناب مصنف کی اس سعیٔ جمیل کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

"الشریفی" شرح "ایساغوجی"

جناب مولانا محمد اشرف قریشی۔ صفحات: ۸۳۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اشاعت اِسلام، ۱۸۱-کے ایریا کورنگی، کراچی۔

''ایساغوجی'' منطق کی ابتدائی مگر بنیادی کتاب ہے، جو مدارسِ عربیہ کے ابتدائی نصاب میں شامل ہے۔ ''ایساغوجی'' چونکہ فنِ منطق کی پہلی عربی کتاب ہے جو مبتدی طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے، اس لیے ضرورت تھی کہ اسے طلبہ کے لیے سہل زبان میں پیش کیا جائے، چنانچہ مولانا محمد اشرف قریشی صاحب نے اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے کتاب کا عربی متن برقرار رکھتے ہوئے اُردو ترجمہ اور تشریح کر کے اسے مفید شرح میں تبدیل کر دیا ہے، جس میں منطق کی اِصطلاحات کی عام فہم انداز میں تشریح کی گئی ہے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ! طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ)

''تشریحات سواتی'' علیٰ ''ایساغوجی''

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی (مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: ۶/۵۰ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

شیخ اثیرالدین ابہری کے معروف رسالہ ''ایساغوجی'' کی مبسوط اُردو شرح۔ وجہ تالیف میں مصنف لکھتے ہیں:

''چند اِبتدائی جماعتوں کے بچوں کو 'ایساغوجی'۔ جو علم منطق میں بہت معروف اور قدیم رسالہ ہے۔ پڑھانے کا اِتفاق ہوا، کچھ مفید باتیں اس سلسلہ میں سامنے آئیں، اس خیال سے کہ منطق کی تحصیل کرنے والوں کے لیے مفید ہوں گی، ان کو جمع کر دیا گیا۔''

شروع میں علم منطق کے مبادیات و اِصطلاحات پر ۳۷ صفحے کا طویل مقدمہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

مبادیاتِ فنِ مباحثہ

ابوالاعجاز حفیظ صدیقی۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت (مجلد): ۷/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، ۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔

نقطۂ نظر کا اختلاف ایک فطری امر ہے، اور کسی مختلف فیہ نقطہ پر تبادلہ خیال ایک ناگزیر ضرورت! اس لیے ''مباحثہ'' کی تاریخ بھی شاید اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود حضرت انسان کی! اہلِ دانش کو ہمیشہ اس کا اہتمام رہا کہ ''مباحثہ'' اُصول وآداب کے دائرہ میں رہے، اور بے اُصولے پن سے اسے ''کج بحثی'' میں

تبدیل ہونے سے بچایا جائے، یونانیوں نے اس کی خاطر فکر ونظر کے پیمانے وضع کیے، مسلمانوں نے ''فنِ مناظرہ'' کے قواعد مرتب کیے، اور دورِ جدید میں اہلِ مغرب نے اس کے اُصول وآداب متعین کیے۔

زیرِ نظر کتاب اُردو میں پہلی کتاب ہے، جس میں ''فنِ مباحثہ'' کے اُصول وقواعد اور آداب کو بہت ہی شستہ انداز میں ضبط کیا گیا ہے، اور لطف یہ کہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے فنی خشکی کا احساس نہیں ہوتا، بلکہ قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ ایک بلند پایہ مجلسِ مباحثہ میں بیٹھا ہے، اور شرکائے مباحثہ کے بیانات پر صدرِ محفل کے ماہرانہ تبصرہ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

مصباح اللغات

مولانا ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی۔ صفحات: ۱۰۵۲۔ قیمت (مجلد): ۴۴ روپے۔ پتا: ایچ، ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

عربی اُردو لغت کی معروف کتاب! جسے فاضل مصنف نے دس برس کی محنتِ شاقہ سے اُمہاتِ کتب کی روشنی میں "المنجد" کی زمین پر مرتب فرمایا تھا، اور جو ''مکتبہ برہان، دہلی'' سے شائع ہوکر اہلِ نظر سے دادِ تحسین وصول کرچکی ہے۔ کچھ عرصہ سے پاکستان میں بالکل نایاب تھی، اس لیے ''ایچ ایم سعید کمپنی'' نے اسی ''مکتبہ برہان، دہلی'' کے نسخہ کو فوٹو آفسٹ پر دوبارہ شائع کیا ہے، اور آخر میں "القاموس العصری" اور "المنجد الجدید" سے منتخب کرکے دو ہزار جدید الفاظ کا بھی بطورِ ضمیمہ اضافہ کیا گیا ہے، اس طرح یہ کتاب قدیم وجدید کا حسین مجموعہ بن گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

ترازوئے قلم

حضرت مولانا محمد عبداللہ روابند (پشین، ایران)۔ صفحات: ۱۱۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، آسیا آباد، تمپ، مکران۔

جناب مصنف نے ''علم الحساب'' کو فارسی نظم میں منظوم فرمایا، اور پھر فارسی ہی میں اس کی شرح فرمائی۔ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''درسیات یا اُمورِ معاش میں مشغولی کے سبب فنِ حساب کے سیکھنے کا مستقل وقت لوگوں کو نہیں ملتا، اس لیے علمِ حساب کے چند قوانین۔ جن سے کسی طرح استغناء نہیں ہو سکتا۔ بطورِ مقدمہ لکھے ہیں۔''

مصنف نے تعلیم کی مدّت تین مہینے مقرّر کی ہے، اور اساتذہ کو تاکید فرمائی ہے کہ جب تک ایک قانون طلبہ کو اَز بر نہ ہو جائے، دُوسرا شروع نہ کرایا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۲ھ)

التسهيل لعلم التوريث (عربی)

مولانا محمد مدنیؒ۔ صفحات: ۷۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ۱:... مولانا محمد مدنیؒ، محلّہ کلاں کوٹ، متصل گبول باغ، کراچی نمبر ۱۔ ۲:... مکتبہ اسلامیہ، بندر روڈ کراچی، نمبر ۱۔

زیرِ نظر رسالہ علمِ میراث کا قابلِ قدر مختصر متن ہے، جو ''سراجی''، ''شریفية لجرجانی'' اور ''جواهر الفوائد الفرضية للتفتازانی'' کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے۔ عبارت اختصار کے باوجود مغلق نہیں، بلکہ بہت سادہ، سلیس اور سہل ہے۔ مؤلف نے اُصولِ تصحیح کی جگہ ''بنوں'' کا حسابی طریقہ اختیار کیا ہے، جس سے ''تصحیحِ مسائل'' کا راستہ بے حد مختصر ہو جاتا ہے۔ ص: ۱۹ پر دو جگہ ''ابو مسعودؓ'' کا لفظ آیا ہے، اس کی جگہ ''ابنِ مسعودؓ'' ہونا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ)

التوضيح لعلم التوريث

مولانا محمد مدنی (سابق مدرّس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ)۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ڈیڑھ روپیہ۔ پتا: مولانا محمد مدنی، محلّہ کلاں کوٹ، گبول باغ، کراچی ۱۔

قبل ازیں مصنف محترم کا ایک رسالہ ''التسهيل لعلم التوريث'' کے نام سے ''علمِ فرائض'' میں شائع ہو کر اہلِ علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے، مگر اس میں تصحیحِ مسائل کے لیے کسور (بنوں کا) حسابی طریقہ استعمال ہوا تھا، چونکہ بعض طلبہ اس سے واقف نہیں تھے، اور انہیں اس سے اُلجھن ہوتی تھی، اس لیے مصنف نے زیرِ نظر رسالہ مرتب کیا، جس میں تصحیح کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ''علمِ فرائض'' میں معروف ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

میراث کی آسان کتاب

مولانا محمد مدنی (سابق مدرّس مسجد الحرام، مکہ مکرمہ)۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مولانا محمد مدنی، محلہ کلاں کوٹ، گبول باغ، کراچی نمبرا۔

زیرِ نظر کتابچہ مولانا کے سابق عربی رسالہ "التسهيل لعلم التوريث" کا ترجمہ ہے۔ زبان بالکل صاف اور آسان گویا سہل ممتنع! ضرورت ہے کہ مولانا محترم کے یہ دونوں رسالے داخلِ درس کیے جائیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

تیسير أصول الفقه (عربی)

مولانا محمد انور بدخشانی (اُستاذ جامعہ علوم اِسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن)۔ صفحات: ۱۹۹۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷ ڈی، گارڈن ایسٹ، کراچی ۵۔

کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اُصولِ فقہ کو آسان انداز میں سمجھانے اور پڑھانے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔

مؤلف موصوف جہاں جامعہ علوم اسلامیہ کے اُستاذ ہیں، وہاں بیرونی ممالک سے آمدہ طلباء کی عربی کلاسوں کے شعبہ میں تدریس اُصولِ فقہ کے مسئول ونگران بھی ہیں۔ مگر جامعہ میں جب عربی کلاسوں کا اِجرا ہوا اور اُصولِ فقہ کی تدریس مولانا موصوف کے سپرد ہوئی تو اس کے لیے انہیں ایسی کوئی جامع اور سہل کتاب نہ مل سکی جو براہِ راست طلبہ کو پڑھائی جاسکتی، اس لیے موصوف نہایت عرق ریزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر روز کے سبق کے لیے مختلف کتب سے ایک سہل درس تیار کرتے اور بچوں کو پڑھادیتے، اور پھر اسے اپنی بیاض میں محفوظ بھی کرلیتے۔ اس طرح یہ ایک جامع، مفید اور سہل مجموعہ تیار ہوگیا، جس کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر مالکانِ "اِدارۃ القرآن" نے نہایت شان دار انداز سے عمدہ ٹائپ اور رنگین جلد کے ساتھ مزین کرکے اہلِ علم کے لیے ایک بہترین کتاب تیار فرمائی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۱۱ھ)

زبدة الاصول (عربی) (پہلا ایڈیشن)

مولانا حمید اللہ جان صاحب۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: شعبۂ تصنیف، دار العلوم الاسلام، لکی مروت، ضلع بنوں (مغربی پاکستان)۔

یہ رسالہ واقعتاً اسم با مسمّٰی ہے۔ اُصولِ فقہ کے اُمہات مسائل بڑی پیاری زبان میں عمدہ سلیقہ سے اس میں سمو دیے گئے۔ "اصول الشاشی" سے قبل یا بعد اس مختصر متن کو ضبط کرا دیا جائے تو طلبائے اُصول کے لیے بے حد مفید ہوگا۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ)

زبدة الاصول (عربی) (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا حمید اللہ جان صاحب۔ صفحات: ۵٦۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ دعوۃِ اِسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ، شرف آباد سوسائٹی، کراچی ۷۴۸۰۰۔

"تقریظ"

شیخ الحدیث مولانا حمید اللہ جان صاحب زیدلطفہٗ کا رسالہ "زبدة الاصول" آج سے تقریباً ۳۲ سال پہلے "بینات" میں تبصرہ کے لیے آیا تھا، اُس وقت میں نے اُس پر تبصرہ لکھا تھا۔ اب اس کتاب کو جناب مولانا حسن الرحمٰن زیدلطفہٗ اس کی اہمیت کی خاطر شائع کرنا چاہتے ہیں، میری اب بھی یہی رائے ہے، اس مفید رسالہ سے طلبائے اُصولِ فقہ کو ضرور مستفید ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر کو اِخلاص وخلوص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

کشاف اصطلاحات الفنون

الشیخ العلامہ قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ۔ ناشر: سہیل اکیڈمی، اُردو بازار، لاہور۔

بارہویں صدی کی ایک نامور شخصیت قاضی محمد اعلیٰ رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۱۹۱ھ) کا نام ان کی شہرۂ آفاق کتاب "کشاف اصطلاحات الفنون" کی وجہ سے روشن ہے، بلا مبالغہ جس کی نظیر پورے اسلامی کتب خانہ میں نہیں۔

کتاب کا نام کتابوں میں پڑھتے اور اساتذہ کی زبان سے سنتے آئے تھے، لیکن ہمارے دور میں یہ کتاب کمیاب بلکہ نایاب ہو چکی تھی، اس لیے زیارت کا شوق کبھی پورا نہ ہوا۔ "سہیل اکیڈمی" کے جوان عزم اور جواں ہمت بانی برادرم جناب محمد اسلم سہیل نے۔ جن کے لیے "شیرینِ علم کے فرہاد" کا خطاب موزوں

ہوگا - چند سال پہلے یہ مژدہ سنایا کہ ''سہیل اکیڈمی'' کی روایتی سج دھج کے ساتھ وہ ''کشاف اصطلاحات الفنون'' کی جوئے شیر کھودر ہے ہیں، اور گنجِ گراں مایہ کو وقف کیا چاہتے ہیں۔ بحمد اللہ! برسوں کے انتظار کے بعد حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہوا، اور ہم اس کتاب مستطاب کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے۔

برادرِ موصوف تبصرہ کے لیے کتاب لے کر بنفسِ نفیس تشریف لائے۔ کتاب دیکھ کر اس ناکارہ کو ایسی مسرت ہوئی کہ جس کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں! جی چاہتا تھا کہ اس عظیم علمی خدمت پر ان کی خدمت میں کوئی بڑا انعام پیش کروں، لیکن ''جُهد المُقلّ دُموعُه'' کے مصداق اس ناکارہ نے قدرافزائی کے طور پر اُن سے دو نسخے مزید خرید لیے۔ فجزاهم الله احسن الجزاء!

یہ کتاب تمام مروّجہ علوم وفنون کی اصطلاحات کو محیط ہے، جس کی تالیف میں جناب مصنف علیہ الرحمۃ نے تیس برس تک علمی اعتکاف کیا اور جس کے لیے ہزاروں دفاتر کھنگال ڈالے، اور جب ۱۱۵۸ ہجری میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس دائرۃ المعارف کو "کشاف اصطلاحات الفنون" کے نام سے موسوم کیا۔ کتاب ایک صدی سے زائد عرصہ تک مخطوطہ کی شکل میں رہی، محرم الحرام ۱۲۷۸ھ میں اصل کتاب کی، اور رجب المرجب ۱۲۷۸ھ میں اس کی الف بائی فہرست کی طباعت ''ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ'' میں تکمیل پذیر ہوئی۔

کتاب پر ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں تمام علومِ مدوّنہ کا تعارف، ان کی تعریفات اور تقسیمات ذکر کی گئی ہیں۔ یہ مقدمہ بجائے خود ایک وقیع کتاب ہے۔ افسوس کہ فرصت کے لمحات میسر نہیں، ورنہ جی چاہتا تھا کہ اس مقدمہ کی تلخیص پیش کی جاتی۔ ''سہیل اکیڈمی'' نے اس کتاب کو منصۂ شہود پر لا کر ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے۔

اُمید ہے کہ اہلِ علم اس کی قدر افزائی کریں گے اور دینی مدارس اور جدید دانش گاہوں کے کتب خانے اس کتاب سے محروم نہیں رہیں گے۔ والله الموفق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ)

سبيل الرّشاد فی تحقيق الضاد

اُستاذ القراء قاری محمد شریف صاحب۔ صفحات: ۱۷۲۔ قیمت: ۳ روپے۔ مکتبۃ القراۃ، متصل مدرسہ دار القراء، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

عربی کے حروف تہجی میں "ضـاد" کے مخرج اور ادا میں بعض لوگوں نے خواہ مخواہ کا اختلاف پیدا کرلیا ہے، بعض لوگ اسے پُر دال کی آواز میں پڑھتے ہیں، بعض اسے "ظـا" بنادیتے ہیں، حالانکہ علم تجوید کے مطابق یہ ایک مستقل حرف ہے جو نہ دال کی آواز سے پڑھنا صحیح ہے نہ بالکلیہ "ظـا" کی آواز سے! زیر نظر کتاب میں - جو دراصل ایک اِستفتاء کا جواب ہے - حضرت قاری صاحب نے اس مسئلہ پر اس قدر تحقیق وتفصیل فرمائی کہ شاید یہ موضوع کی مبسوط ترین کتاب کہلا سکے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ)

کعب بن زہیر اور قصیدۂ بانت سعاد

جناب محسن علی صدیقی۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ اسحاقیہ، جونا مارکیٹ، کراچی۔

حضرت کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ) شاعرِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اِسلام لانے سے قبل ہجوگوئی کی بنا پر مباح الدم قرار دیا تھا، یہ اپنے بھائی کی تحریک پر اچانک بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہوئے، اَمان طلب کی، اور قصیدہ "بـانـت سعاد" سنایا۔ یہ قصیدہ - جو اَدبِ جاہلی کا بہترنمونہ ہے - عربیت کے نصاب میں داخل ہے، مگر لغات وتراکیب کے اعتبار سے اتنا مشکل کہ اسے حل کرنا طالبِ علم کے بس سے باہر ہے۔ جناب مؤلف شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس مشکل کو حل کردیا۔ کتاب کا مقدمہ - جس میں حضرت کعبؓ کی شخصیت اور شعر پر گفتگو کی گئی ہے - جدید تحقیق کا نادر نمونہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۳۸۹ھ)

تاسیس النظر

اِمام ابوزید دبوسیؒ۔ صفحات: ۹۱۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

اِمام ابوزید عبیداللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسیؒ (م: ۴۳۲ھ) اپنے دور کے عظیم ترین اِمام وفقیہ تھے، نکتہ رسی ودقیقہ سنجی میں ضرب المثل تھے۔ ان کا زیرِ نظر رسالہ "علم الخلاف" میں ہے۔ جس میں فقہائے اُمت کے

اِختلافات کے اُصول اوران کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں، اس سے اختلاف کا منشا سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے، اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اختلاف کس اُصول پر مبنی ہے؟ اس کے آخر میں امام ابوالحسن کرخی (م:۳۴۰ھ) کا مختصر رسالہ ''رسالہ اُصول'' ملحق ہے، جس کی مثالوں کی تخریج اِمام ابوحفص نسفیؒ (م:۵۳۷ھ) نے فرمائی تھی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ رسالہ طلباء کو سبقاً سبقاً پڑھایا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

التعریفات (عربی)

السید الشریف علی بن محمد بن علی السید الزین ابی الحسن الحسینی الجرجانی الحنفی۔ صفحات: ۲۳۲۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبۃ الحمادیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی نمبر ۲۵۔

زیرِ نظر کتاب اس نسخہ کا عکس ہے جو تقریباً آج سے ۲۹ سال پہلے ۱۳۷۵ھ میں قاہرہ سے طبع ہوا تھا، اس کی ضرورت اور افادیت کے پیشِ نظر ''مکتبہ حمادیہ'' کے اَربابِ اِختیار نے اس کی طباعت کا انتظام فرمایا جو درحقیقت بہت بڑی علمی خدمت ہے، کیونکہ کتاب مذکور فقہائے متکلمین، نحویین، صرفیین اور مفسرین کے ہاں استعمال ہونے والے اِصطلاحی الفاظ اور کلمات کی شرح کے لیے ایک معجم کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ مؤلف موصوف خطبہ میں رقم طراز ہیں:

''پس میں نے کچھ کتابوں سے چند اِصطلاحات اور تعریفیں لے کر الفابٹ سے مرتب کردی ہیں، تاکہ طلباء اور (دیگر) رغبت رکھنے والوں کو (مستفید ہونے میں) آسانی ہو۔''

اُمید ہے کہ اہلِ علم اس دُرِّ یکتا کی قدر کریں گے! نیز اس کے آخر میں مزید ۱۲ صفحات کا ایک مختصر رسالہ صوفیاء کی ان اِصطلاحات کی شرح میں ہے جو رأس الاصفیاء شیخ محی الدین ابنِ عربی کی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' میں استعمال کی گئی ہیں۔

گویا کتاب سے تشنگانِ علوم ظاہری اور باطنی؛ دونوں برابر محظوظ ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور ناشرین کے لیے اس کو رَفعِ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۴ھ)

اقرأ (تین حصے) عربی زبان کی تعلیم کے لیے جدید عربی ریڈر

مولانا محمد بشیر صاحب۔ پتا: دارالعلم، ماڈرن وے بلڈنگ، آب پارہ، اِسلام آباد۔

کتاب کے تین حصے ہیں: الجزء الاوّل، الثانی، الثالث۔

پاکستان میں جدید عربی زبان سکھانے کے لیے متعدّد کوششیں ہو رہی ہیں، اور مختلف اِدارے اور تعلیمی حلقے اس سلسلہ میں کافی محنت کر رہے ہیں، جگہ جگہ عربی کلاسیں شروع ہیں، جن میں کافی لوگ دِلچسپی لے رہے ہیں، ان مراکز سے فارغ ہونے والوں کو اپنی ضرورت کے لیے کسی قدر عربی بولنا اور لکھنا آجاتا ہے اور اگر کسی کو مزید شوق اور فرصت ہو تو آگے بھی ترقی کرسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں مولانا محمد بشیر صاحب نے بھی عربی سکھانے کے لیے ایک سلسلہ (اقــرا کا) شروع کیا ہے، جس کے تین حصے شائع ہوچکے ہیں، جو جدید عربی سیکھنے والوں کے لیے بہت مفید ہیں، جن میں فاضل مصنف نے کافی حد تک تدریج کا خیال رکھا ہے، اور جہاں کہیں تھوڑی بہت تشنگی ہے، اُمید ہے کہ آئندہ نئے ایڈیشن میں اس کی بھی اِصلاح کردی جائے گی۔ کتاب میں مشکل الفاظ اور ضروری قواعد کی کمی تھی جس کو مصنف نے الگ گائیڈ کی شکل میں لکھ کر پورا کردیا ہے، اس طرح کتاب سے اِستفادہ کرنا زیادہ آسان ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو عربی زبان کی اس خدمت پر جزائے خیر دے اور عربی زبان سیکھنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۵ھ)

***

رَدِّفِرَق و مذاہبِ باطلہ

فضائلِ اَعمال پر اِعتراضات کے محققانہ جوابات (پہلی قسط)

مولانا مفتی اصغر علی ربانی (مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت درج نہیں۔
پتا: ربانی اکیڈمی، دارالعلوم کراچی۔

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے متفرق اوقات میں فضائلِ اَعمال پر مشتمل چند رسائل مرتب فرمائے، جنہیں بعد میں "تبلیغی نصاب" کے نام سے غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی، جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

لیکن بعض حضرات کو اس غیر معمولی مقبولیت اور شہرت سے بے حد تکلیف ہوئی، چنانچہ اُنہوں نے اس کی مقبولیت کو کم کرنے کے لیے نقد وتنقید اور بحث و اِعتراض کا نشانہ بنایا اور جناب "تابش مہدی" نام کے ایک صاحب نے باقاعدہ "تبلیغی نصاب: ایک مطالعہ" کے نام کی کتاب تصنیف کر ڈالی۔

زیرِ نظر کتاب میں - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - تابش مہدی صاحب کی کتاب کا مفصل ومحقق جواب ہے اور یہ اِس سلسلہ کی پہلی قسط ہے۔ کتاب میں جس انداز سے مخالف کے اِعتراضات کو اَکابر واَسلاف کی تحقیق کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح غلط ثابت کیا گیا ہے، اس کو پڑھ کر کوئی شخص مؤلف محقق کی محنت وجدوجہد اور تحقیق کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہماری دُعا ہے کہ کتاب اپنی اسی تحقیقی شان سے مکمل ہو کر اہلِ اِنصاف وتحقیق کے ہاتھوں تک پہنچ کر قبولِ عام حاصل کرے۔ آمین!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

جهد المقل فی تنزیہ المعز و المذل

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ مدنیہ، اُردو بازار، لاہور۔

یہ حضرت شیخ الہندؒ کی محققانہ کتاب ہے، جو کانپور کے مشہور معقولی عالم مولوی احمد حسین پنجابی کے رسالہ "تنزیہ الرحمٰن" کے جواب میں لکھی گئی۔ "تنزیہ الرحمٰن" کے مصنف نے اہلِ بدعت کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے متبعین کو "فرقۂ مزداریہ" میں شمار کیا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ خلافِ واقع جملہ کا صدور قدرتِ الٰہیہ میں داخل نہیں، کیونکہ ممتنع بالذات ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اس کے جواب میں یہ ثابت فرمایا کہ: ظلم، سفہ اور کذب وغیرہ کو ممتنع بالذات قرار دینا معتزلہ کا مذہب ہے، اہلِ سنت کے نزدیک یہ جملہ اُمور ممکن بالذات ہونے کی وجہ سے قدرتِ خداوندی میں داخل ہیں، کیونکہ اگر ان کو داخل تحت القدرت قرار نہ دیا جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے عجز ومجبوری کی نسبت لازم آتی ہے، البتہ چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات تمام قبائح وشرور سے منزّہ ہے، اس لیے یہ تمام اُمور ممتنع بالغیر ہوں گے۔ حضرتؒ نے اس کتاب کو چند مقدمات اور تین ابواب پر تقسیم فرمایا، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

> "اَب مناسب یہ ہے کہ مطلب ضروری لکھتے، مگر اوّل ہم چند اُمور بطورِ مقدمہ ذکر کرتے ہیں، جن کو ایضاحِ مطالب واِثباتِ مدعا اور رفعِ اِلزامِ خصم میں دخل ہو، اور مقدمہ سے فراغت پاکر جملہ کتاب میں تین باب ذکر کریں گے۔
>
> اوّل باب میں تو اُپنے مدعا کے مثبت دلائلِ نقلیہ وعقلیہ ہوں گے، اور دُوسرے باب میں اِن شاء اللہ! ان اِعتراضاتِ عقلیہ ونقلیہ کا جواب عرض کیا جائے گا جو اِعتراضات ہمارے بعض دلائل پر فریقِ ثانی نے پیش کیے ہیں، باقی رہا بابِ ثالث؛ سو اس میں ہماری جانب سے ان دلائل پر اِعتراضات پیش کیے جائیں گے جو دلائل مؤلفِ "تنزیہ" نے اپنے اِثباتِ مدعا کے لیے ذکر فرمائے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین!"(۱)

غرضِ تالیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

> "اور احقر کو بخدا اس تالیف سے بجز اِعانت وحمیتِ اہلِ حق اور کچھ مقصود نہیں، نہ فہرستِ مصنفین میں داخل ہونے کو دِل چاہتا ہے، نہ کسی سے تحسین کی اُمید ہے، اگر ہے تو اندیشۂ لعن وطعن ہے، اور اظہارِ علمیت کا تو سوسو کوس بھی خیال نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ علماء کا کام ہے، اور اپنی یہ کیفیت ہے کہ عالم ہونا تو

(۱) ص:۱۱

درکنار، پوری طرح سے جاہل ہونا بھی میسر نہیں۔ بقول شخصے:

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ کروں کسبِ کمال
بے کمالی میں بھی افسوس میں کامل نہ ہوا"(۱)

ہمارے اکابر پر فقہ وحدیث اور علومِ قرآن وسنت کا ذوق غالب تھا، معقولات اور فلسفہ ومنطق سے ایک گونہ وحشت وتنفر تھا، لیکن "جهد المقل" کے مطالعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ معقولات میں بھی ہمارے اکابر کا مقام کتنا بلند تھا! اور یہ کہ حضرتؒ نے بتوفیقِ خداوندی معقولات کی گتھیاں کس طرح سلجھائی ہیں...!

(شخصیات وتاثرات، ص:۸۶)

مناظرۂ عجیبہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۱۵۰۔ قیمت: ۹ روپے۔
پتا: مکتبہ قاسم العلوم، جے ون-۱۴۰، کورنگی، کراچی نمبر ۳۱۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے رسالہ "تحذیر الناس" کی بعض عبارتوں پر حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ نے چند علمی اِشکالات کیے تھے، حضرت نانوتویؒ نے ان کے جواب تحریر فرمائے اور پھر جواب در جواب کا سلسلہ شروع ہوا، بالآخر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب نے آپ سے اتفاق فرمایا۔

یہ دلچسپ مکاتبت "مناظرۂ عجیبہ" کے نام سے چھپے تھے۔ زیرِ نظر ایڈیشن نئے عنوانات اور پیراگرافوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

مسلک الاعتدال فی رفع الاضطراب والجدال

یعنی دورِ حاضر کے چند مشہور اِختلافی مسائل کے متعلق اکابر علمائے دیوبند کا مسلک
مولانا ہدایت الرحمٰن قاسمی (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۱۹۴۔ پتا: مکتبہ فیض القرآن، صدف پلازہ، محلہ جنگی، پشاور۔

(۱) ص:۱۰

''تقریظ''

جناب مولانا ہدایت الرحمٰن صاحب نے "مسلک الاعتدال فی رفع الاضطراب والجدال" کے عنوان سے پیش نظر رسالہ مرتب کیا ہے، جس میں فروعی مسائل جیسے مسئلۂ توسل، سماعِ موتیٰ، حیاتُ النبی، دُعا بعد الفرائض والسنن اور قضائے عمری وغیرہ دُوسری مروّجہ رُسومات کے سلسلہ میں اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات نقل کی ہیں۔ کتاب میں سے چیدہ چیدہ مقامات دیکھنے کا اِتفاق ہوا، مجموعی اِعتبار سے اس رسالہ کو مفید پایا۔ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اُمت کے لیے نافع بنائے اور مرتب اور ناشر اور ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

مولانا وحید الدین خاں؛ اِسلام دُشمن شخصیت

محمد متین خالد۔ صفحات: ۳۴۳۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز، 7-C، ماتھرا اسٹریٹ، ۹/لوئر مال، لاہور۔

''مقدمہ''

علمائے کرام اِس بات پر متفق ہیں کہ دِینِ اِسلام کے مآخذ: قرآن و سنت اور فقہ و اِجماع ہیں، مگر اس اَمر کو اگر ایک دُوسرے زاویہ سے دیکھا جائے تو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ دِینِ مبین کا ایک ہی مأخذ ہے اور وہ مأخذ ہے: ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

کیونکہ مسلمانوں کے پاس جو بھی حقائق، عقائد، اُصول، نصائح، اَحکام و اقدار ہیں، اُن کا منبع یہی ذاتِ اقدس ہے۔ مسلمانوں کے پاس زندگی کا جو ایک مخصوص، مکمل اور ہمہ گیر تصوّر ہے، وہ بھی اسی ہستی کا عطا کردہ ہے۔ مسلمانوں کے پاس آج غور و خوض، فکر و تدبر، سوچ و بچار، تحلیل و تجزیہ، اِستنباط و اِستقراء اور تطبیق و تجربہ کے جو بھی اُسلوب اور طریقے ہیں، وہ بھی اسی ذاتِ والا صفات سے مأخوذ ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں تہذیب و تربیت، تعلیم و تمدّن کے جتنے بھی پہلو ہیں، وہ بھی سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرہونِ منت ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کا یہی وہ ہمہ گیر تعلق ہے، جس کی بنا پر ہر وہ تحریک، ہر وہ گروہ اور ہر وہ شخص جو مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا آرزومند ہو، وہ سب سے پہلے مسلمانوں کے اسی اساسی تعلق پر حملہ آور ہوتا ہے۔ چودہ صدیوں کی تاریخ اُٹھا کے دیکھیے! آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ مسلمانوں کے درپے آزار ہر تحریک، جماعت اور شخصیت کے درمیان یہ اَمرِ مشترک ضرور موجود ہے۔

۱۹۲۶ء کا سال برصغیر کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ ہندو قوم اس سال تحریر کے راستہ سے مسلمانوں کے اس تعلق پہ حملہ آور ہوئی۔ سوامی شردھانند نے ''رنگیلا رسول'' (معاذ اللہ!) نامی دِل آزار کتاب لکھی، ایک مسلمان نوجوان نے - جسے تاریخ ''غازی علم دِین شہیدؒ'' کے نام سے جانتی ہے - اُس بدبخت کو قتل کردیا اور خود بخوشی تختۂ دار پر جھول گیا، غازی علم دِین شہیدؒ کا یہ عمل مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ بن گیا، یہاں تک کہ ڈاکٹر علامہ محمد اِقبالؒ جیسا فہیم وفطین دانش ور اپنی حسرت کو ان الفاظ میں ظاہر کیے بغیر نہ رہ سکا:

''اسیں تے گلاں ای کردے رہ گئے، ترکھاناں دامنڈا بازی لے گیا!''

مگر دُوسری طرف اُس وقت قادیانی گروہ کا سردار مرزا محمود احمد (خلیفہ قادیان)، غازی علم دِینؒ کے اس مبارک عمل پہ ان الفاظ میں طنزیہ تبصرہ کر رہا تھا:

''انبیاء کی عزّت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہوسکتی، وہ نبی بھی کیا نبی ہے؟ جس کی عزّت کو بچانے کے لیے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں؟ جس کے بچانے کے لیے اپنا دِین تباہ کرنا پڑے! یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزّت کے لیے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ (غازی علم دِین شہید) جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں، وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دُشمن ہیں، اور جوان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، وہ بھی قوم کا دُشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راج پال کا) قاتل ہے جو گرفتار ہوا ہے، تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہوسکتا ہے جو اس کے پاس جاوے اور اسے سمجھائے کہ دُنیوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی، لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے، تمہیں چاہیے صلح کرلو، اس کی خیر خواہی اسی میں ہے اسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔''(۱)

مرزا محمود کے اس بیان کو پڑھیے اور پھر وحیدالدین خان کے اس بیان پہ نظر ڈالیے:

''ہوا یہ کہ ملک کی تاریخ میں اس (شردھانند) کو شہید کا مقام دیا گیا، حقیقت میں اس قسم کے کسی عمل کو ناموسِ رسول کے نام پر بے فائدہ جان دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموسِ رسول کی حفاظت کا نام نہیں دیا جاسکتا، یہ قربانی نہیں نادانی ہے، جس کا تعلق نہ عقل سے ہے، نہ اِسلام سے۔''

اگرچہ ان دونوں بیانات کے درمیان کم وبیش ستر برس کا فاصلہ حائل ہے، مگر بنظرِ غائر دیکھیں تو وحیدالدین خاں کا یہ بیان مرزا محمود کے بیان کا ہی جدید ایڈیشن معلوم ہوتا ہے، بلکہ الفاظ کے معمولی سے تغیر وتبدل کے ساتھ اس کا چربہ ہے، اور اسی راگ کو دُوبارہ الاپا گیا ہے۔

(۱) خطبہ جمعہ، مرزا محمود احمد، مندرجہ اخبار الفضل قادیان، جلد:۱۶، نمبر:۸۲، ص:۷-۸، مؤرخہ:۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء۔

میں نے جب وحیدالدین خاں کی کتاب ''شتمِ رسول کا مسئلہ'' کا مطالعہ کیا تو مجھے بار بار اس کی سوچ وفکر کے ڈانڈے قادیانیت سے ملتے ہوئے محسوس ہوئے، اس لیے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وحیدالدین خاں کی آواز قادیانی سوچ وفکر کا ہی اِک نیا تسلسل ہے۔

وحیدالدین خاں کی پوری کتاب ایک ہی اِستدلال کے گرد مختلف انداز سے چکر کاٹتی نظر آتی ہے، اور وہ اِستدلال یہ ہے کہ: ''مسلمان ایک داعی قوم ہے، مسلمانوں کا فرضِ منصبی دعوت ہے، اس قسم کے جذباتی مظاہر سے دعوت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔'' یہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ مسلمان ایک داعی قوم ہے اور اس کا فرضِ منصبی واقعتاً دعوت ہی ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایک داعی انسان بے غیرت، بے حمیت، بزدِل وکمزور بھی ہوتا ہے؟ دعوت اور بزدلی، دعوت اور بے غیرتی، دعوت اور بے حمیتی، دعوت اور مدافعت کے درمیان آخر کون سی قدر مشترک ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑے داعی آج تک پیدا نہیں ہوئے، لیکن تاریخ باوجود پوری کوشش کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بزدل، کمزور اور مدافعت پسند ثابت کرنے سے معذور ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اندر دعوت وتبلیغ کی شان بھی پورے جمال کے ساتھ نمایاں ہے تو اُن کے اندر غیرت وحمیت، شجاعت واِستقلال کا رنگ بھی پورے جلال کے ساتھ روشن ہے، کہیں سے بھی اس امر کا کوئی اِشارہ تک نہیں ملتا کہ اُنہوں نے اپنی دعوت پہنچانے کے لیے اپنے اُصول وقوانین اور اپنی اساس یعنی محبتِ رسول کو قربان کر ڈالا ہو، اور وہ کرتے بھی کیوں؟ جب کہ اُنہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس قسم کی مصالحت کے جواب میں یہ واضح اِرشاد فرما دیا تھا کہ:

''اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دُوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیا جائے تو میں اپنی بات کہنے سے باز نہ آؤں گا، اِلا یہ کہ یا میری جان چلی جائے، یا یہ لوگ میری بات مان لیں۔''

دعوت کو بے حمیتی اور بے غیرتی کے رنگ میں پیش کرنا وحیدالدین کا ہی خاصہ ہے، وحیدالدین خاں پہ تو دعوت کے رُموز واسرار آج نمایاں ہونے لگے ہیں، مگر پچھلے ساٹھ ستر برس سے تبلیغی جماعت پورے عالم میں دعوت کا کام کر رہی ہے، مگر اُس جماعت کے بانی یا اکابر کی طرف سے کبھی کوئی ایک اِشارہ تک نہیں ملتا کہ دعوت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کو خاموشی سے برداشت کرتے چلے جائیں، اِس طرزِ اِستدلال کی بنیاد قادیانیت نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر رکھی تھی، اور وہ ہی ایک صدی سے اس کی آب یاری کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس اِستدلال کے پھیلاؤ سے ان کے لیے اپنا کام کرنا اِنتہائی سہل ہو جاتا ہے، مگر قادیانیت کی تاریخ سے واقف حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ان کا یہ اِستدلال بھی صرف آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے لیے ہی مخصوص ہے، ورنہ ان کے خلیفوں کے بارہ میں

زبان کھولنے والے باہمت قادیانی بھی ان کے بدترین ظلم وجبر اور تشدّد کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اُن کے معاشی وسماجی بائیکاٹ سے لے کر قتل تک سارے ہتھکنڈے اور حربے اِستعمال کیے گئے، جرم صرف یہ تھا کہ اُنہوں نے ان کے ''حضرت صاحب'' کی مالی وجنسی بدعنوانیوں سے پردہ اُٹھانے کی جرأت کی تھی۔ بے شمار سابق قادیانی ایسی داستانیں سنانے کے لیے آج بھی موجود ہیں اور عزیزی محمد متین خالد کی کتاب ''قادیانیت سے اِسلام تک'' میں بھی ایسی بہت سی شہادتیں محفوظ ومرقوم ہیں۔

بزعم خود دعوت کے رُموز واسرار کے ماہر وحید الدین خاں اپنی کتاب میں.....دعوتی انداز اختیار کرنے سے عاری نظر آتے ہیں، وہ مسلمانوں کو ''احمق''، ''نالائق''، ''نادان'' اور ''بے عقل'' کہنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے، اور مسلمانوں کی محبتِ رسول کے مظہر کو ''لغو''، ''فضول''، ''شور وغل'' اور ''چیخ وپکار'' کہنے سے بھی نہیں جھجکتے، اور اس سب کے ساتھ خود کو دعوت کا ''اِمام وقائد'' ثابت کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے، یہ تضاد انہی کی ذات کا خاصہ ہے اور یقیناً انہیں ہی زیب دیتا ہے...!

جناب وحید الدین خاں کی فکر سے متفق حضرات اگر واقعتاً علمی تحقیق میں مخلص اور غیر جانب دار ہیں، تو اُن کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ بھی یقیناً علم کے نئے پہلو روشن کرنے کا باعث بنے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ حضرات علامہ اِبنِ تیمیہؒ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، علامہ تقی الدین سبکیؒ کی کتاب "السیف المسلول علی من سبّ الرسول"، علامہ زین العابدین شامی کی "تنبیہ الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الأنام"، اور علامہ اِبن الطلّاع اندلسی کی تالیف "اقضیة الرسول" کا بالاستیعاب مطالعہ فرمالیں تو شاید جناب وحید الدین خاں صاحب کی روشن جہالت اُن پہ منکشف ہونے میں دیر نہ لگے۔ اور ان سب سے بڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا بنظرِ غائر مطالعہ تو یقیناً ان کے تمام شکوک وشبہات دُور کردے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور حرمت کے بارہ میں سگے باپ کی زبان سے اتنا سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ: ''مدینہ جاکر ہم عزت والے ان ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے!'' اور جب تک باپ کی زبان سے یہ کہلوا نہ لیا کہ: ''یقیناً میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھی عزّت والے ہیں!'' تو اُس کو مدینہ داخل نہ ہونے دیا! یہ جاننے کے بعد بھلا کون مسلمان ایسا ہوگا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کے بارہ میں اپنے جذبات واحساسات کو وحید الدینی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھائے گا؟ کیونکہ ایسا کرنے سے اسے اس حدیث کی رُو سے اپنا اِیمان جاتا ہوا محسوس ہوگا کہ جس میں اِرشاد فرمایا گیا ہے کہ:

"لا یؤمن احدکم حتّٰی اکونَ احبَّ الیه من والده وولده والناس اجمعین."

(صحیحین بہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ)

''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اسے مجھ سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) ماں، باپ، اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔''

"لا یؤمن احدکم حتّٰی اکونَ احبَّ الیه من اهله وماله."

''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے اہل وعیال اور مال سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

اور جب ان اَحادیث کے پس منظر میں اسے قرآن مجید کی آیات بھی روشنی پھیلاتی ہوئی نظر آئیں گی، تو پھر یقیناً وہ اسی رَدِّعمل کا اِظہار کرے گا جو''رُشدی'' کے مسئلہ پر اہلِ ایمان نے کیا تھا۔

کچھ دانش وروں کے اس اِستدلال نے بھی مجھے حیرت و اِستعجاب کی وادی میں دھکیل دیا کہ جو کہتے ہیں کہ: ''رُشدی کی بکواسات اور ہفوات پر حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس سے قبل رُشدی سے کئی گنا بڑھ کر ایسی ہفوات بعض صوفیا کی کتب میں موجود ہیں، جب مسلمان ان کو برداشت کرتے ہیں تو رُشدی کو آخر کیوں نہیں کرتے؟''

ہم ایسے اِستدلال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! صوفیا کی فلسفیانہ باتوں اور ان کی شطحیات کی اکابر علماء مختلف تشریحات کر چکے ہیں، لیکن صوفیا کی تحریروں میں یہ کہاں ملتا ہے کہ اُنہوں نے ...نعوذ باللہ!... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہراتؓ کو''طوائف'' (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہا ہو؟ یا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو ''قحبہ خانہ'' کہا ہو؟ رُشدی کے دِفاع میں یہ دانش ور کہاں تک جا سکتے ہیں، اس کی یہ معمولی سی مثال ہے...!

اللہ کریم سے دُعا ہے کہ اللہ ہمیں محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی معیار پر قائم و دائم رکھے جس پر صحابہؓ نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں، اور محبتِ رسول کے وحید الدینی معیار اور دعوتِ دین کے وحید الدینی اُصول سے اپنی پناہ میں رکھے!

عزیزی محمد متین خالد اپنی اس کاوش کے لیے یقیناً قابلِ ستائش ہیں، اللہ ان کے ایمان و اعمال میں ترقی نصیب فرمائے، یہ ایک فرضِ کفایہ تھا جو اُنہوں نے پوری اُمت کی طرف سے ادا کر دیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بہت سے سادہ لوح بہکنے سے بچ جائیں اور بہت سے مخلص محققین اپنے اِستدلال سے رُجوع کر لیں۔

وما توفیقی الا باللّٰه!

كلمة عن الالحاد و كتاب التذكرة لأحد ملاحدة المشرق وجهود علماء الهند فى هٰذا الصدر

محدثُ العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ

آج سے قریباً نصف صدی پہلے پنجاب وسرحد میں جناب عنایت اللہ خان مشرقی کا غلغلہ بلند تھا، ایک طرف ان کی بیلچہ دار "چپ وراست" کی گونج در و دیوار سے ٹکرا رہی تھی تو دُوسری طرف اُن کے "عسکری اِسلام" نے ذہنی فضا میں ایک ہیجان پیدا کر رکھا تھا۔

دُنیا کے بڑے بڑے اَئمۂ ضلال اور دُعاۃِ فتنہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بعض چیزیں ان میں قدرِ مشترک نظر آئیں گی، مثلاً: بلا کی ذہانت، غضب کی قائدانہ صلاحیت، بے پناہ کبروغرور، اِنتہائی خودرائی وخودپسندی، سلف صالحین کی تحقیر، ہر بات میں نئی اِختراع کا شوق، نمود ونمائش کا جذبہ اور تعمیر کے نام پر دِین واِیمان اور قوم ووطن کی تخریب۔

عنایت اللہ خان مشرقی بھی اس گروہ کے سرخیل تھے۔ وہ اپنے تئیں "علامہ" کہتے تھے۔ اُنہیں غلط فہمی تھی کہ قرآن کے مفہوم ومعانی عرشِ معلیٰ سے پہلی بار انہی کے دماغ پر نازل ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے اسی غرہ میں قرآنِ کریم پر مشق شروع کردی۔ پہلے "تذکرہ" نامی کتاب لکھی۔ یہ اُن کے اِلحاد کا نقشِ اَوّل تھا، پھر کچھ عرصہ خاموشی کے بعد "اِشارات" لکھی۔ "خاک سار" تنظیم کی بنیاد ڈالی، ایک پرچہ جاری کیا اور بالآخر "مولوی کا مذہب غلط" نامی کتابچہ کے نمبر نکالنا شروع کردیئے۔ یہ اُن کی ساری ذہنی وفکری صلاحیتوں کا ماحصل تھا۔

چونکہ جناب عنایت اللہ خان مشرقی پشاور کی انگریزی درس گاہ میں مدرّس رہ چکے تھے، اس لیے وہاں اُن کا خاصا حلقۂ اَثر تھا، اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد پشاور پہنچے تو مشرقی نظریات اور علماء کے درمیان معرکۂ کارزار برپا تھا۔ حضرتؒ آتے ہی اس میدانِ جہاد میں کود گئے، خاک ساروں کو "هل من مبارز؟" کا چیلنج کیا اور جلسوں اور تقریروں سے مشرقی فتنہ کا ناطقہ بند کردیا، خاک ساروں کا دعویٰ تھا کہ:

"مشرقی صاحب کو علمائے مصر نے "علامہ" کا خطاب دیا ہے۔ علمائے ہند اس کے مقام ومرتبہ کو تو کیا پہنچتے، اُس کی باتیں سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔"

حضرت بنوریؒ، مشرقی کے اس منبع علامیت کو خشک کرنا چاہتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں آپ مجلسِ علمی ڈابھیل

کے مندوب کی حیثیت سے ''نصب الرایہ'' اور ''فیض الباری'' چھپوانے کے لیے مصر گئے تو مشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' علمائے مصر کو دکھائی اور اس کی تحریفات وکفریات سے انہیں آگاہ کیا۔ اس پر بعض علمائے مصر نے ایک استفتاء مرتب کیا اور علمائے ازہر کی جماعت کے ایک رُکن اور ''الازہر'' کے مفتی شیخ یوسف دجوی نے اس کا جواب لکھا، جس میں مشرقی نظریات پر شدید تنقید کی گئی اور انہیں صریح کفر والحاد قرار دیا گیا۔ غالباً مصر میں اس فتویٰ سے علمائے ہند کے بارے میں یہ تأثر لیا گیا کہ اُنہوں نے ایسے گمراہ شخص کا کیوں نوٹس نہیں لیا؟ اس پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے صورتِ حال کی وضاحت کے لیے ایک مختصر سا مضمون لکھا جو وہاں کے مجلّہ ''الاسلام'' جلد ۷، شمارہ ۴۱، ۲۴ رشوال ۱۳۵۷ھ، مطابق ۱۶ ردسمبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ مقالہ کا عنوان تھا: ''كلمة عن الالحاد و كتاب التذكرة لأحد ملاحدة المشرق و جهود علماء الهند في هذا الصدد'' حضرت کا یہ تاریخی مقالہ اُن کی دینی حمیت اور تب تاب کا مرقع ہے، دینِ اسلام پر ملاحدہ کی دست درازیوں کا شکوہ کرتے ہوئے اسلام کی بے کسی کا نقشہ کس درد سے کھینچا ہے:

''اصبح الدين كثلة غنم لا راعي لها، او مرتع خصب لا ذائد عن حماه، او يتيم مات ابواه فاصبح من لا يجد من يربيه ويحنو عليه، او مريض مدنف اشرف على الموت لا يلقى طبيبًا يداويه بجرعة من دواء.''

''آج دین کی حالت اُس ریوڑ کی سی ہے جس کا کوئی گلہ بان نہ ہو، یا اس سرسبز چراگاہ کی سی ہے جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو، یا اس بے کس یتیم کی سی ہے جس کے ماں باپ مر چکے ہوں اور بھری دُنیا میں اُسے کوئی مربی اور شفیق میسر نہ آئے، یا اس لاغر اور جاں بلب مریض کی سی ہے جسے کوئی طبیب نہ ملے جو اُس کے منہ میں دوائی کا ایک گھونٹ ہی ڈال دے۔''

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس مقالہ میں بتاتے ہیں کہ دین ملاحدہ کے نرغہ میں ہے، اس پر چہار جانب سے یورش ہو رہی ہے، مگر مسلمان ہیں کہ وہ خوابِ غفلت میں مست، دین سے بے فکر، معاشی دوڑ میں منہمک اور عیش پرستی میں مگن ہیں۔ اسلامی شعائر پامال ہو رہے ہیں اور خود مسلمان اسلام کے بجائے مغرب کے شعارِ کفر پر فخر کر رہے ہیں۔ اس گراوٹ کو دیکھ کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار چیخ اُٹھتے ہیں:

لمثل هذا يذوب القلب من كمد
ان كان في القلب اسلام و ايمان

''اس حالت میں دل غم سے پگھل جاتے ہیں۔ اگر دل میں اسلام وایمان ہو!''

اور پھر مسلمانوں کو عموماً اور علمائے کرام کو خصوصاً غیرت دلاتے ہیں:

"عارا والله على الذين يحملون لواء الدين وينؤون بثقل اعبائه على اكتافهم ان يسكتوا عن مثل هذه الحالة المنكرة الفظيعة، او يقصروا في القيام للدفاع بالقدر الذي يستحقهٔ هذا الفشل وتتطلبهٔ تلک الفوضٰی."

''جولوگ دِین کے علمبردار اور اُس کے بار کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں، بخدا! اُن کے لیے بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ ایسی قبیح اور گھناؤنی حالت دیکھ کر سکوت اِختیار کریں، یا یہ طوفان اور لاقانونیت جس قدر مقابلہ کی مستحق ہے اس کے اَدا کرنے میں کوتاہی کریں۔''

اور پھر عنایت اللہ مشرقی کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ جب مشرقی کے کفر واِلحاد کا طومار سامنے آیا تو علمائے ہند اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہوئے اور دِین کی پاسبانی کا حق ادا کردیا:

"ودعاه العلماء للبحث والمناظرة مرات وراقم هذه السطور من الذين دعوا هذا الرجل وحزبه للمناظرة لكنه جبن ولم يحضر."

''اور علماء نے اس کو کئی بار بحث ومناظرہ کی دعوت بھی دی، خود ان سطور کا راقم اُن لوگوں میں ہے جنھوں نے اُس کو اور اُس کی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج کیا، مگر اُسے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔''

مشرقی کے مقابلہ میں علمائے ہند کی کوششوں کے ضمن میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجلس احرارِ اِسلام'' اور اُس کے جواں سال مجاہدین مولانا بہاء الحق قاسمی اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کا خصوصی تذکرہ فرمایا ہے:

"فللعلماء الهند في هذا السبيل جهود تشكر دائما، فهم لم يغفلوا ولم يتغافلوا، ولم يحجموا.... ولم يقصروا، وعلى الأخص "جماعة احرار الاسلام" في الهند، فان لها مجهودات كبيرة، ومن المبرزين في هذه الجماعة السابقين الى الغايات الاستاذ الفاضل بهاء الحق القاسمي وصديقنا الفاضل الاستاذ غلام غوث الهزاروي، فانهما قد القماه احجارًا في فيه، وسدا عليه كل حيلة بحتالها، وتركا فتنته بين انياب الاسد، فنشكر لهما جليل خدمتهما ودفاعهما عن الدين والاسلام، ولقهما الله للخدمة الصحيحة وبارك الله في مساعيهما المنجحة، وجهودهما المثمرة."

اِسی مقالہ کے آخر میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتایا کہ شیخ یوسف دجوی ''مفتی الازہر'' نے

مشرقی کے کفر و الحاد کا جو فتویٰ لکھا ہے، اُس پر مولانا نے دیگر علمائے مصر کی تصدیقات بھی لے لی تھیں:

"وعلى الجواب توقيعات وعبارات عدة من الأكابر من اجلّة العلماء بالقاهرة محفوظة عندي."

''اس فتویٰ پر قاہرہ کے بہت سے اکابر اور جلیل القدر علماء کی عبارتیں اور مہریں بھی ثبت ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں۔''

یہ فتویٰ لے کر حضرت مولاناؒ مصر سے ہندوستان آئے اور یہاں اس کی اِشاعت ہوئی تو یہ بات واضح ہوگئی کہ علمائے ازہر کی نظر میں عنایت اللہ مشرقی کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے نظریات کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ مصر سے واپسی پر حضرت مولاناؒ پشاور آئے تو خاک ساروں سے پھر معرکے ہوئے اور مانسہرہ میں گرفتاری کی نوبت بھی آئی، بالآخر مشرقی فتنہ فرو ہوگیا اور حضرتؒ نے اپنے اس مقالہ میں جو آخری فقرہ لکھا تھا وہ پوری طرح صادق آیا:

"اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل"

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مصر جانے سے پہلے حضرت اِمام العصر مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مشکلات القرآن" کا مقدمہ "یتیمة البیان" کے نام سے لکھا تھا (جسے حال ہی میں دوبارہ طبع کیا گیا ہے) اس میں مشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' پر بحث کرتے ہوئے اس کے افکار ونظریات کا بڑا اچھا خلاصہ نقل کردیا ہے۔

(اشاعتِ خاص ماہنامہ ''بینات'' کراچی، بیادِ حضرت بنوریؒ، ص:۲۸۵ تا ۲۸۸)

بغية الاريب في مسئلة القبلة والمحاريب

محدث العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نوّر اللہ مرقدہٗ

جناب عنایت اللہ خان مشرقی صاحب نے ایک فتنہ (جو شاید اَپنی نوعیت کا سب سے زیادہ سنگین فتنہ تھا) یہ اُٹھایا تھا کہ ہندوستان کی مساجد قبلہ رُخ نہیں ہیں، اس لیے کسی کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ مشرقی صاحب کا یہ فتویٰ اگرچہ قواعدِ شرعیہ سے جہل وناواقفی اور کبر واعجاب کا نتیجہ تھا، مگر اس سے ہندوستان بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور علمائے اُمت کے پاس بکثرت سوالات آنے لگے، چنانچہ ایک سوال حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی آیا اور آپ نے اس کے جواب میں "بغية الاريب في مسئلة القبلة والمحاريب" کے

نام سے ایک رسالہ لکھا، جسے اپنے موضوع پر حرفِ آخر کہنا چاہیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بارہا اَز راہِ تشکر فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بیان القرآن'' میں میری اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

(اشاعتِ خاص ماہنامہ ''بینات'' کراچی، بیادِ حضرت بنوریؒ، ص:۲۸۸)

ذِکری مذہب اور اِسلام

مولوی عبدالمجید قصرقندی۔ صفحات:۱۲۸۔ قیمت: ساڑھے چار روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی۔

اخبارات و رسائل میں بلوچستان کے ذِکری فرقہ کا تذکرہ اور اعمال وعقائد کا خاکہ آتا رہتا ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ میں فاضل مؤلف نے (جو ذِکریوں کے ہم وطن ہیں اور جنھیں ذِکریوں کی زندگی کا بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے) ذِکریوں کی مستند کتابوں اور قلمی مخطوطوں کی مدد سے ذِکری مذہب کی تفصیلات قلم بند کی ہیں۔

آخر میں ذِکریوں کے بارہ میں علمائے کرام کے فتاویٰ بھی درج کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ ذِکری مذہب پر ایک اچھی دستاویز ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ)

***

عقیدۂ حیاتِ انبیاء اور سماعِ موتیٰ

الآیات البینات

علامہ نعمان آلوسی۔ فیصل کتاب گھر، سرگودھا۔

اس رسالہ کا پورا نام "الآیات البینات فی عدم سماع الأموات علی مذهب الحنفية السادات" ہے، یعنی حنفی مذہب کے مطابق مُردوں کے نہ سننے کے دلائل۔ مصنف علامہ سیّد محمود آلوسیؒ "صاحب رُوح المعانی" کے صاحب زادہ ہیں۔ انہوں نے فقہِ حنفی اور دیگر مذاہب کی بعض کتابوں کے حوالہ سے بتایا ہے کہ مُردے زندوں کی بات نہیں سنتے۔

سماعِ موتیٰ کا مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ جمہور قائل ہیں اور بہت سے اکابر منکر۔ مسئلہ اگر حدود کے اندر رہتا تو یہ محض ایک علمی بحث تھی، لیکن بعد میں دونوں طرف اِفراط وتفریط ہوئی، بعض نے سماع کی آڑ لے کر مُردوں کو مشکل کشائی کے لیے پکارنا شروع کردیا، اور بعض نے عدمِ سماع کے نظریہ کو آگے بڑھا کر ان کی حیاتِ برزخی اور قبر کے عذاب اور راحت کا بھی انکار کردیا۔ بہرحال! اس رسالہ میں قائلینِ عدمِ سماع کی بھرپور ترجمانی کی گئی ہے۔

مقدمہ اور تعلیق مشہور غیر مقلد محقق شیخ ناصرالدین البانی کی ہے۔ یہ رسالہ موصوف ہی کی کوشش سے پہلے سعودیہ میں چھپا تھا، جس کا فوٹو "فیصل کتاب گھر، سرگودھا" نے شائع کیا ہے۔ طبعِ اوّل میں مقدمہ کے صفحے الگ تھے اور اصل رسالہ کے الگ، زیرِ نظر طباعت میں ان صفحات کو مسلسل کردیا گیا ہے، حالانکہ حاشیہ اور فہرست میں حوالے طبعِ اوّل کے ہیں، جس سے اُلجھن پیدا ہوگئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۴۰۳ھ)

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (پہلا تبصرہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہٗ۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ ملنے کا پتا: دارالارشاد، اٹک شہر۔

صاحبِ ''حسام الحرمین'' نے جب مختلف مسائل اپنی طرف سے لکھ کر ان کو علمائے دیوبند کی طرف منسوب کیا تو اس کی تردید کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے "المهند على المفند" لکھ کر ''حسام الحرمین'' کے جھوٹ اور کذب بیانی کا پول کھول دیا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے عقائد علمائے دیوبند میں دیگر مسائل کے علاوہ مسئلہ ''حیاتُ النبی'' بھی درج کیا کہ: ''علمائے دیوبند برزخ میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے بجسدِ عنصری حیات کے قائل ہیں۔'' باوجود اتنی صراحت اور وضاحت کے ہمارے بعض علماء نے اس مسئلہ میں دُوسرا راستہ اِختیار کیا اور وہ غیرمقلدین کے ہم نوا بن گئے۔ اس صورتِ حال کو سامنے رکھ کر جن علماء نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور مسلک دیوبند کی ترجمانی کی، اس میں بہرحال اَوّلیت حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ کو ہی حاصل ہوئی۔ موصوف نے زیرِ نظر کتاب میں فریق مخالف کے نقطۂ نظر کی۔ متانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ نہایت پختہ دلائل سے تردید فرمائی ہے۔ کتاب کے شروع میں چار صفحات پر نامور علمائے دیوبند کی اس کتاب کے بارہ میں آرا درج ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ)

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (دُوسرا تبصرہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی زید مجدہٗ۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت (مجلد): ۱۰۰ روپے۔ (غیرمجلد): ۸۰ روپے۔ پتا: قاضی محمد ثاقب الحسینی، دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس دُنیا سے اِنتقال فرمانے کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے، وہ رُوحِ مبارک کے تعلق سے اِسی دُنیوی جسدِ اَطہر کے ساتھ ہے جو روضۂ اَنور میں محفوظ ہے، اور اِسی تعلقِ رُوح کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اَنور پر پڑھے گئے دُرود وسلام کو بغیر کسی واسطہ کے خود سماعت فرماتے ہیں۔ اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر نے "المهند على المفند" میں حیاتِ دُنیویہ برزخیہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اسی پر اکابر کے دستخط ثبت ہیں۔ مگر شومئ قسمت کہ بعض حضرات اس کے نہ صرف منکر ہیں، بلکہ

گستاخی کی حد تک نہایت نامناسب انداز سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں، اور حیاتِ برزخیہ پر دال صحیح احادیث کی تکذیب واستخفاف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں ''عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو قرآن وسنت اور فقہائے اُمت کی مستند تصریحات کی روشنی میں شان دار انداز سے ثابت کیا گیا ہے۔ بلاشبہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع، مستند اور مدلل ذخیرہ ہے، جس پر اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات ثبت ہیں۔ کتاب کا یہ آٹھواں ایڈیشن ہے اور لطف یہ کہ ہر ایڈیشن پہلے سے خوب سے خوب تر ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس عظیم علمی سرمایہ کی قدردانی کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی کوشش کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (تیسرا تبصرہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۴۰ روپے۔ پتا: دارالارشاد، مدنی روڈ، اٹک شہر، پاکستان۔

جمہور اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر کے پاس سے پڑھے گئے صلاۃ وسلام کو خود بنفسِ نفیس سماعت فرماتے ہیں، اور دُور سے پڑھے گئے دُرود وسلام کو ملائکہ پہنچاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات بعض اعتبار سے اس دُنیوی حیات سے بھی اکمل ہے۔

لیکن جمہور کے اس اِجماعی عقیدہ کے برعکس بعض لوگ ادب واحترام کے تمام تر تقاضوں سے بے نیاز ...نعوذ باللہ!... اَنبیاء علیہم السلام کے اَجسام کو اپنی قبور میں محفوظ ماننے کو تیار نہیں۔

حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم نے قرآن وسنت اور فقہائے اُمت کے اقوال کی روشنی میں جمہور اہلِ سنت کے مسلک کو مبرہن فرمایا ہے، جو اپنے موضوع پر جامع اور مدلل کتاب ہے۔

کتاب کا یہ جدید ایڈیشن ہے، جس میں کئی اِضافے بھی ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن کوئی بیس بائیس سال پہلے شائع ہوکر دادِ تحسین حاصل کرچکا ہے۔ نئے ایڈیشن میں کتاب سے متعلق تمام اکابر کی گرامی قدر آرا شاملِ اشاعت کرلی گئی ہیں۔ کتابت وتجلید کی عمدگی نے کتاب کو چار چاند لگادیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

تسکین الصدور فی تحقیق أحوال الموتٰی والقبور

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب۔ صفحات:۴۳۲۔ قیمت (مجلد): ۴۰روپے۔ پتا: إدارہ نشر و اشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

موت فنائے مطلق کا نام نہیں، بلکہ مرنے کے بعد بھی رُوح کا ایک گونا تعلق جسم سے باقی رہتا ہے۔ جو برزخی ثواب وعذاب کا مدار ہے۔ اِسی تعلق کو حیاتِ برزخی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حیات اپنے آثار کے لحاظ سے حضراتِ شہداء میں کامل ہوتی ہے، اِسی لیے انہیں قرآن مجید میں أحیاء (زندہ) کہا گیا ہے، اور ان سے کامل تر حضرات صدیقین کی حیات ہے، ان سے کامل تر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات ہے، جن کی بدولت أفرادِ اُمت کو صدیقیت وشہادت کے مراتب نصیب ہوتے ہیں، اور ان سب سے اکمل ترین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہے جو اپنے آثار وأحکام کے لحاظ سے حیاتِ دُنیوی کے مماثل بلکہ بڑھ کر ہے۔ یہی مسئلہ ہے جو خواص وعوام میں حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے معروف ہے۔ اہلِ حق سلف وخلف میں اس کا کوئی منکر نہیں تھا، مگر اس دور کے بعض حضرات نے اس کا شدومد سے انکار کیا اور بعض اِنتہا پسندوں نے اس اِنکار کے نتیجہ میں قبر کے ثواب وعذاب سے اِنکار کیا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کو حق تعالیٰ نے زمانۂ حال میں اہلِ حق کا ترجمان بنایا ہے۔ اُن کی تمام کتابیں (جہاں تک اِنسانی طاقت کام کرتی ہے) تحقیق وتدقیق اور مسلکِ حق کی ترجمانی کرتی ہیں، لیکن زیرِ نظر کتاب اِس اِعتبار سے ممتاز ہے کہ یہ اُنہوں نے اَزخود نہیں لکھی، بلکہ اکابر علماء کے حکم اور فیصلے پر تحریر فرمائی ہے۔ اور پھر جید علمائے کرام کی ایک مجلس نے اسے حرفاً حرفاً سن کر اس کی تصدیق وتصویب فرمائی ہے۔ نیز چیدہ وبرگزیدہ اکابر نے اسے ملاحظہ فرما کر اس پر تقریظیں لکھی ہیں۔ کتاب میں جو مسائل زیرِ بحث آئے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱:...قبر میں راحت وآرام۔ ۲:...اس راحت وعذاب کا رُوح اور بدن دونوں سے متعلق ہونا۔ ۳:...قبر میں مردے کے لیے ایک گونہ حیات، جس سے بدن راحت واَلم کا اِدراک کرسکے۔ ۴:...اَنبیائے کرام علیہم السلام کا قبورِ طیبہ میں حیاتِ کاملہ سے سرفراز ہونا۔ ۵:...روضۂ أطہر پر پیش کیے جانے والی صلوٰۃ وسلام کا استماع۔ ۶:...مسئلہ توسل واستشفاع۔ ۷:...سماعِ موتیٰ۔

حضرت مصنف نے فقہاً وحدیثاً ان مسائل پر تحقیق کا حق اَدا کردیا ہے، اور اِس قدر عمدہ نقول جمع کردی

ہیں جو دفاتر کھنگالنے سے بھی دستیاب نہیں ہوسکیں۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی اِس کا اِفراط وتفریط سے پاک ہونا اور جادۂ اِعتدال پر قائم رہنا ہے۔

طبعِ دوم میں (جو اِس وقت پیشِ نظر ہے) ان حضرات کے موقف سے بھی تعرض کیا گیا ہے جو ان مسائل میں جادۂ اِعتدال اور مسلکِ حق سے منحرف ہیں، اور ان کے شبہات کا کافی وشافی جواب دیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مؤلف محترم نے سماعِ موتیٰ کے اصل مسئلے کو کتاب وسنت کے دلائل سے واضح کرتے ہوئے تمام شبہات کا جواب دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر جامع، مدلل اور بہترین کتاب ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۸۹ھ)

سماع الموتیٰ (پہلا ایڈیشن)

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۳۸۶۔ قیمت (مجلد): ۱۲روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

سماعِ موتیٰ کا مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے مختلف فیہ چلا آتا ہے، بعض حضرات اس کے منکر ہیں اور اکثر اکابرِ اُمت مثبت! محققین کا فیصلہ یہ ہے کہ فی الجملہ سماعِ موتیٰ حق ہے۔ بہرحال یہ ایک مختلف فیہ فروعی مسئلہ ہے، کوئی اِعتقادی مسئلہ نہیں، جسے غیرضروری بحث ومباحثہ کا موضوع بنایا جائے۔ مگر شاید دورِ جدید کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ نہ صرف اِختلافی مسائل کو نزاع وجدال کا اکھاڑہ بنایا جائے، بلکہ جو مسائل ہمیشہ سے مُسلَّم اور متفق علیہ چلے آئے ہیں اُنہیں مجادلہ ومکابرہ کا تختۂ مشق بنایا جائے۔ بعض حضرات نے - سماعِ موتیٰ کا مسئلہ جن کے ذوق سے ہم آہنگ نہیں - اِنکار میں یہاں تک غلو کیا کہ... نعوذ باللہ!... انبیائے کرام علیہم السلام تک کو قبروں میں جمادِ محض ثابت کرنے کی کوشش کی، اور جو اکابرِ اُمت سماعِ موتیٰ کے قائل ہیں، اُن کی مراد میں تحریف، یا اُن کی تجہیل وتحمیق سے بھی گریز نہیں کیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب نے - جنہیں حق تعالیٰ نے علمِ صحیح سے نوازا ہے، اور جن کا سنجیدہ قلم کج رَوی کے خلاف ہمیشہ معروفِ جہاد رہتا ہے - زیرِ نظر کتاب میں اِس مسئلہ پر قرآن وحدیث اور اکابرِ اُمت کے تعامل سے روشنی ڈالی ہے اور جو حضرات اِس مسئلہ میں غلو کے مرتکب ہیں،

اُن کے مغالطوں کا شافی جواب دیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں (جوخاصا طویل ہے) اُنہوں نے اس مکتبِ فکر کے خیالات کا جائزہ لیا ہے، اور اُن کی غیر عملی رَوِش پر گرفت کی ہے۔ بابِ اوّل میں سماعِ موتیٰ کے دلائل اور دُوسرے باب میں منکرینِ سماعِ موتیٰ کے دلائل کا جواب ہے۔

یہ کتاب اگرچہ ایک مختلف فیہ مسئلہ پر ہے، مگر اِس کا اُسلوب خالص علمی وتحقیقی ہے، اور ضمناً بہت سے عمدہ علمی فوائد بھی زیرِ قلم آئے ہیں۔ افسوس ہے کہ کتاب میں طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں اور صفحہ:۱۴۳ پر "معارِفُ السنن" کی عبارت کا صحیح مفہوم ادا نہیں ہوا، "انهم" سے مراد ابنِ تیمیہ وغیرہ نہیں بلکہ سابق الذکر چار حضرات ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

سماع الموتیٰ (دوسرا ایڈیشن)

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔

پتہ: اِدارہ نشر واشاعت، نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

"سماعِ موتیٰ" کا مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے، دونوں طرف بڑے بڑے اکابر ہیں، اس لیے اس میں کسی ایک جانب کو قطعی حق، اور دُوسری کو یکسر باطل کہنا، نادرست ہے۔ مگر ایک عرصہ سے اس میں اِفراط وتفریط شروع ہوئی اور بعض لوگوں نے "سماعِ موتیٰ" کی نفی کو قطعی اور اس کے قائلین کو... نعوذ باللہ... گمراہ کہنا شروع کردیا۔ یوں یہ ایک خالص علمی مسئلہ نظریات وعقائد کے دائرہ میں داخل کرلیا گیا، اور اس نظریہ کو مستحکم کرنے کی خاطر مدفون جسم کو جمادِ محض قرار دے کر اس سے ثواب وعقاب کا رشتہ بھی منقطع کردیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ نہ صرف نظریاتی کج رَوِی ہے، بلکہ اس سے بہت سی نصوصِ شرعیہ کو مسترد کرنے، یا ان میں بے جا تأویل کا راستہ بھی کھلتا ہے، اور ان اکابرِ اُمت کی تضلیل وتفسیق بھی لازم آتی ہے جو "سماعِ موتیٰ" کے قائل تھے۔ حاشا هم عن ذالک!

زیرِ نظر رسالہ اس نظریاتی زیغ کی اِصلاح کے لیے لکھا گیا ہے، جس میں مسئلہ کے ما لهٗ وما علیه سے سیر حاصل بحث کرتے ہوئے بہتر نقول کو یکجا کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ)

سماعِ موتیٰ

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارہ نقشبندیہ اُویسیہ، چکوال، ضلع جہلم۔

''سماعِ موتیٰ'' کا مسئلہ سلف سے مختلف فیہ چلا آیا ہے، مگر بعض مبتدعہ نے افراط سے کام لیتے ہوئے ''سماعِ موتیٰ'' پر بدعاتِ قبیحہ کی عمارت کھڑی کرلی ہے، اس کے برعکس بعض متعنتین نے تفریط سے کام لیتے ہوئے نہ صرف ''سماعِ موتیٰ'' کا، بلکہ بعض مُسلّماتِ دینیہ (عذابِ قبر وغیرہ) تک کا اِنکار کر ڈالا۔ والجاهل امّا مفرِط او مفرّط۔ زیرِ نظر کتاب میں۔ جو منکرین کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس مسئلہ کے اثباتی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ)

ارشاد العلماء الٰی تحقیق مسئلة سماع الموتٰی وحیات الأنبیاء علیهم الصلٰوة والسلام

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب۔ صفحات: ۸۴۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: اِدارۂ نشر و اشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ، پاکستان۔

مؤلف موصوف مولانا عبدالقدیر دامت برکاتہم (سابق مدرّسِ حدیث جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل (انڈیا)، حال شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی) ایک بلند پایہ اور تجربہ کار اُستاذِ حدیث ہیں۔ آپ کی خداداد صلاحیتوں کے پیشِ نظر جب شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''تسکین الصدور'' پر ان کی رائے معلوم کرنا چاہی تو اس سلسلہ میں انہوں نے جن ٹھوس حقائق کا اِظہار فرمایا، وہ ایک مستقل مقالہ بن گیا، جسے مدرسہ نصرۃ العلوم کی طرف سے شائع کردیا گیا۔

رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں منکرینِ ''سماعِ موتیٰ'' کا دلائلِ نقلیہ کے ساتھ ثبوت، اور منکرین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ جب کہ بابِ دوم میں ''حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے نہایت ہی عالمانہ انداز سے مبرہن کیا گیا ہے۔ اور تیسرے باب میں فریقِ ثانی کی بعض

بے باکیوں اور اِنکارِ حدیث کو ایک مثال سے سمجھایا گیا ہے کہ نظریات کے خلاف بخاری کی حدیث بھی قابلِ قبول نہیں، آخر کیوں...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۸ھ)

دعوة الانصاف فی حیاة جامع الاوصاف

مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: دفتر مدرسہ عربیہ عزیز العلوم، شجاع آباد، ملتان۔

''حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے بارہ میں اکابر دیوبند اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہر خاص وعام کو معلوم ہے۔ بعض متشدّدین نے - جو اپنے آپ کو زُمرۂ اہلِ سنت میں شمار کرتے اور دیوبندی کہلاتے ہیں - دیگر چند مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی زائغین ومنحرفین کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ یہ حضرات ''جمعیۃ اشاعت التوحید والسنہ'' کے نام سے ... بزعمِ خود... دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ فاضل مصنف اس جمعیۃ کے ناظم اعلیٰ تھے، مگر وہ اپنے ان رُفقاء کے غلط نظریات کو برداشت نہ کر سکے۔ اس تنظیم سے الگ ہو کر انہوں نے اپنے رُفقاء کی اصلاح کے لیے یہ رسالہ تالیف فرمایا ہے۔ جس میں ''حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو دلائل سے مبرہن کیا گیا ہے۔ اس رسالہ میں منکرینِ حیات کے ایسے اقوال نقل کیے گئے ہیں کہ سن کر بدن کانپ کانپ جاتا ہے۔ رسالہ پر حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا سیّد نور الحسن شاہ بخاریؒ، مفتی عبداللہ صاحب، مفتی عبدالستار صاحب اور دیگر اکابر کی تصدیقات ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

حیاتِ اَنبیاء (پہلا ایڈیشن)

مولانا اللہ یار خان صاحب۔ مرتبہ: حافظ عبدالرزّاق، ایم اے۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ ملنے کا پتا: اِدارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال، ضلع جہلم۔

حیاتِ انبیاء کے ثبوت کے دلائل، منکرین کے اِعتراضات اور شکوک وشبہات کا اِزالہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

حیاتِ انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت (مجلد): ۱۰ روپے۔ پتا: اِدارہ نقشبندیہ اویسیہ، چکوال۔

قبر کا ثواب وعذاب اہلِ حق کا اِجماعی عقیدہ ہے، اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ رُوح کا بدن سے ایک نوع کا برزخی تعلق تسلیم نہ کیا جائے، اسی تعلق رُوح مع البدن کا نام ''برزخی حیات'' ہے، اور قرآنِ کریم میں شہداء کو ''احیاء'' فرمایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حیات دُوسروں سے ممتاز ہے، اور حضراتِ صدیقین اور انبیائے کرام علیہم السلام کا مرتبہ شہداء سے بلند وبالا ہے، تو ان کی حیات شہداء سے بھی قوی تر ہوگی۔ اس لیے اہلِ حق کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام) اپنی قبور شریفہ میں حیاتِ حسی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کی یہ حیاتِ طیبہ؛ حیاتِ دُنیوی سے بھی فائق اور قوی ہے۔ اس مسئلہ میں قدیم وجدید زائغین کا نزاع مشہور ہے۔ شروع میں شاید تعبیر اور بیانِ کیفیت کا اختلاف رہا ہو، مگر رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ روضۂ مطہرہ میں جسدِ اطہر کو... نعوذ باللہ!... جمادِ محض کے درجہ تک پہنچا دیا گیا، اور ہر قسم کے آثارِ حیات کی بالکلیہ نفی کردی گئی، جو صریح اِلحاد وضلالت اور نصوصِ قرآن وسنت واِجماع کے خلاف ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں حیاتِ انبیائے کرام علیہم السلام کا دلائل سے اِثبات کیا گیا ہے، اور کہیں کہیں مخالفین کے شبہات سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ)

هداية الحيران فى "جواهر القرآن"

مولانا سیّد عبدالشکور ترمذی (ساہیوال ضلع سرگودھا)۔ صفحات: ۲۲۰۔ قیمت: ۶ روپے۔ پتا: ۱:... ناظم مدرسہ حسینیہ حنفیہ، سلانوالی، ضلع سرگودھا۔ ۲:... مولانا عبدالشکور ترمذی، مدرسہ حقانیہ ساہیوال، ضلع سرگودھا۔

زیرِ نظر کتاب میں جناب مولانا غلام اللہ خاں صاحب (راولپنڈی) کی تفسیر ''جواہر القرآن'' کے ۷ مقامات پر تفصیلاً، ۲۵ مقامات پر اجمالاً اور بقیہ تمام کتاب پر اُصولاً تنقید کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ''جواهر القرآن'' میں جابجا جمہور مفسرین اور مسلکِ اہلِ حق سے اِنحراف واِعتزال پایا جاتا ہے۔ مصنف

کی گرفت بڑی مضبوط، متین اور برمحل ہے، اور اُنہوں نے تنقید میں ذہانت وفراست، سلیقہ مندی اور شرافتِ نفس کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد صاحب ملتان (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً سن کر اس کی تصویب فرمائی ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ جن حضرات کی نظر سے ''جواھر القرآن'' گزری ہو، انہیں ''ھدایۃ الحیران'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ہمارے اکابر کی خاص روایت یہ رہی ہے کہ جب کسی علمی لغزش پر اُنہیں متنبہ کیا گیا، اُنہوں نے اس سے فوراً رُجوع کرلیا۔ اس کے برعکس زائغین کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار جو بات ان کے قلم سے نکل گئی، اس سے رُجوع کرنے کو اُنہوں نے اپنی توہین سمجھا اور متنبہ کرنے والوں کو اپنا حریف تصوّر کیا۔ ہمیں توقع ہے کہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب اہلِ حق کی سنتِ دائمہ پر عمل پیرا ہوں گے اور ''جواھر القرآن'' کے جن مقامات کو مخدوش قرار دیا گیا ہے، ان سے براءت کا اعلان فرمادیں گے، اور متنبہ کرنے والوں کے ممنون ہوں گے۔ اور یہ ان کی اِنصاف پسندی، عالی ظرفی اور حق پسندی کی دلیل ہوگی، واللّٰہ ولی التوفیق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ)

حیاتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

مولانا مفتی سیّد عبدالشکور ترمذی زیدمجدہم۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ اشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، فیروز پور روڈ، لاہور نمبر ۱۶۔

بدقسمتی سے بعض مسائل جن میں کوئی اِختلاف نہ تھا، بعض متشدّدین نے قیامِ پاکستان کے بعد ان کو اِس انداز سے پیش کیا کہ وہ نہ صرف نزاعی بن گئے، بلکہ منکرین قائلین کے، یا قائلین منکرین کے زیغ وضلال کے مدعی بن بیٹھے، اور پھر رفتہ رفتہ اسے کفر وشرک کی بنیاد تصوّر کیا جانے لگا، اور یہ مسئلہ تحقیق سے نکل کر منبر واسٹیج تک آپہنچا۔ اہلِ درد کو اس شوریدہ ذہنیت کا جب احساس ہوا تو نہایت شائستگی سے اُسے سلجھانے کی سعیٔ بلیغ کی، مگر بدقسمتی سے اس وقت جن بوتل سے باہر نکل چکا تھا اور قابو نہ آسکا۔ اس پر تحقیقی انداز سے متعدّد کوششیں ہوتی رہیں اور ہورہی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اس سلسلہ کی ایک کوشش ہے۔ اور وہ مسئلہ ہے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات بعد الوفات، سماع اور عذابِ قبر وغیرہ کا۔ اس موضوع پر جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا ہے کہ اس سے قبل متعدّد چھوٹی بڑی کتب تالیف کی جاچکی ہیں۔ زیرِ موضوع کتاب ان تمام سے اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس میں

اس اختلاف کے مبدأ اور بانی اور پھر اس سلسلہ میں اکابرینِ احرار کے ساتھ نزاع اور درمیان میں حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری صاحب (خلیفہ ارشد حضرت تھانوی)، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی...قدس اللہ اسرارہم...کی ثالثی اور اس اختلاف کے بانیوں کی نفسیات اور فرار کا اجمالی خاکہ آگیا ہے۔ اور سب سے خوش کن بات یہ ہے کہ حضرت مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری...قدس سرہما... جو اُس وقت علمائے دیوبند کی نمائندگی کر رہے تھے، ان کے بیانات کی مکمل فائل تا حال محفوظ ہے، اور اس کتاب کا کافی حصہ اس سے مأخوذ ہے، اور کتاب میں دُوسری تحقیقات کے علاوہ یہ حقیقتِ حال کو سمجھنے کے لیے اپیل کرتا ہے۔ اُمید ہے اہلِ تحقیق اس طرف توجہ فرماویں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

حیاةُ الانبیاء (عربی)

اِمام بیہقیؒ، علامہ تاج الدین سبکیؒ اور حافظ سیوطیؒ۔ صفحات: ۲۷۔ عمدہ کاغذ، بہترین عربی ٹائپ۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ ناشر: اِدارۂ معارفِ اِسلامیہ، مبارک پورہ، سیالکوٹ۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اِنسان - بلکہ مایۂ فخرِ انسانیت - ہیں، اس لیے عوارضِ بشریت ان پر بھی طاری ہوتے ہیں، لیکن منصبِ نبوّت سے سرفراز اور پیغامِ خداوندی سے براہِ راست مشرف ہونے کی وجہ سے حق جل مجدہٗ انہیں بہت سے دُنیوی، برزخی اور اُخروی خصائص بھی عطا فرماتے ہیں، اس لیے وہ عام بنی نوعِ انسان سے بدرجہا بلند اِمتیازی مقام رکھتے ہیں۔ انہی خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ: اس عالم سے رحلت کے بعد انہیں ایسی برزخی زندگی عطا کی جاتی ہے جو بعض آثار کے اعتبار سے دُنیوی زندگی کے مشابہ اور بعض آثار کے لحاظ سے اس سے بھی اعلیٰ وارفع ہوتی ہے۔ یہ حیات چونکہ عام لوگوں کے فہم و اِدراک سے بالاتر تھی، اور بعض متکلمین اس کا انکار کرتے رہے، اس لیے علمائے متقدمین ومتأخرین نے اس پر رسائل لکھے، جن میں اِمام بیہقیؒ، تاج الدین سبکیؒ اور حافظ سیوطیؒ کے رسائل اہلِ علم کے حلقہ میں عام طور پر معروف ہیں۔

ہمارے ملک میں یہ رسائل نایاب تھے، مولانا حکیم محمود احمد ظفر شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی توجہ سے یہ تینوں رسائل یکجا اہلِ علم کی خدمت میں پہنچ سکے۔ مزید برآں موصوف کے عالمانہ حواشی سے کتاب کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ زبان عربی ہے، اہلِ علم اس عجالۂ نافعہ سے اِستفادہ کرسکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۸۷ھ)

ضرب المهند علی القول المسند

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ امدادیہ، معرفت مسلم دندان ساز، کشمیری بازار، شہر ڈیرہ اسماعیل خان۔

علمائے دیوبند کے مسلک و مذہب کو منقح و مبرہن کرنے کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہٗ کی تالیف لطیف "المهند علی المفند" حرفِ آخر ہے، تقریباً تمام اکابرِ دیوبند اس پر متفق ہیں۔

"المهند" میں مندرجہ دُوسرے عقائد کے علاوہ "مسئلہ حیات النبی" کے بارہ میں بھی اکابرِ دیوبند کا مسلک واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے، حتیٰ کہ پاکستان کے اکابر علماء و اساطینِ علم کے دستخطوں سے باقاعدہ ایک اِشتہار شائع کیا گیا تھا کہ "مسئلہ حیات النبی" کے بارہ میں ہمارا وہی مسلک ہے جو "المهند" میں درج ہے، جس پر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد حسن جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا محمد رسول خان، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد صادق بہاول پوری... رحمہم اللہ تعالیٰ... جیسے اکابر کے دستخط ثبت ہیں۔(۱)

(۱) ملاحظہ ہو "پیامِ مشرق" ستمبر ۱۹۶۰ء

لیکن شومیٔ قسمت کہ آج سے کچھ عرصہ قبل کچھ حضرات کو اپنے اکابر کی تحقیقات سے اِختلاف ہوا اور اُنہوں نے دبے لفظوں میں اپنے اسلاف کے نظریہ سے اِنحراف کی راہ اختیار کی، لیکن اس دور کے اکابر نے اس سلسلہ کو مزید آگے نہ بڑھنے دیا۔ مگر چند سال سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو اکابر کی تحقیقات کی تغلیط میں عظمت وفخر محسوس کرتے ہیں، انہی "محققین" میں سے ایک جناب مولوی عبدالکریم میرانی صاحب ہیں، جنہوں نے عقائد علمائے دیوبند پر مشتمل مستند و محقق دستاویز اور مبنی بر اعتدال کتاب "المهند علی المفند" کا "القول المسند فی رد علی المهند" کے نام سے رَدّ لکھ کر سورج پر تھوکنے کی کوشش کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب- جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- اس رسالہ کا محقق وشافی جواب ہے، جس میں "مسئلہ حیات النبی" کو قرآن وحدیث اور اکابر کی تحقیقات سے مبرہن کیا گیا ہے۔ نیز اس نزاع اور جھگڑے کے پس منظر کو بھی اپنے مخصوص انداز سے اُجاگر فرمایا گیا ہے۔ کتاب میں تاریخی مواد اور تحقیقی انداز لائقِ رشک ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس کی قدر دانی میں مؤلف موصوف کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی

مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت (پہلا تبصرہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، ہرنولی، ضلع میانوالی۔

یہ حضرت شیخ مدنی قدس سرہٗ کا ایک گرامی نامہ ہے جو دارالعلوم کے ایک منتسب کے نام لکھا گیا۔ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کا حسب ذیل صرف ایک فقرہ اس پر جامع ترین تبصرہ ہے:

> ''حضرت شیخ کا یہ ارشاد نامہ سلسلۂ عقائد وأفکار کے لیے ایک مکمل میزان اور متوازن ترازو کی حیثیت رکھتا ہے، جس میں موجود زمانہ کے حدود سے گزرے ہوئے أفکار وخیالات کو عموماً اور مودودی نقطۂ نظر کے مزعومات ومعتقدات کو خصوصاً تول کران کے حق وباطل کا فیصلہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔''(۱)

یہ رسالہ حضرت حکیم الاسلام کے حکیمانہ مقدمہ کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکا ہے، مگر زیر نظر اشاعت نہ صرف یہ کہ بہت خوب صورت ہے، بلکہ اس میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا ۲۲ صفحے کا طویل مقدمہ مستزاد ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

مودودی دستور وعقائد کی حقیقت (دُوسرا تبصرہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت: ۶/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نزد مدرسہ حنفیہ اشرف العلوم، ہرنولی، ضلع میانوالی۔

(۱) ص: ۲۷

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا مشہور رسالہ ہے جو بار ہا طبع ہوا، اور جس میں دلائل و براہین کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا کہ مولانا مودودی کا اہلِ حق سے اختلاف فروعی قسم کا نہیں، بلکہ اُصولی ہے۔ رسالہ پر حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کا فاضلانہ مقدمہ ایک مستقل اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اور طبع جدید میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی کا پیش لفظ بعنوان ''عرضِ حقیقت'' بیس صفحات پر مشتمل مودودی نظریات کو سمجھنے میں خاصا مفید ہے۔

(ماہنامہ 'بینات' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

فتنۂ مودودیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۸۲۔ قیمت: ۶/۵۰ روپے۔

پتا: کتب خانہ مظہری، ۴ جی، ۱۲/۱، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

دینی نقطۂ نظر سے کسی تحریک کے مفید یا مضر ہونے کو جانچنے کے کئی پیمانے ہیں:

ایک یہ کہ:... بانیٔ تحریک کی شخصیت کا نفسیاتی مطالعہ کیا جائے اور اس کے رُجحانات ونظریات کا جائزہ لیا جائے۔

دوم یہ کہ:... تحریک کے پیدا کردہ ذہنی آثار ونتائج پر غور کیا جائے اور تحریک سے وابستہ افراد کے عمومی مزاج کو زیرِ بحث لایا جائے۔

سوم:... یہ دیکھا جائے کہ اکابر اولیاء اللہ اور بالغ نظر علمائے دین نے اس تحریک کے بارہ میں کیا رائے قائم کی؟

جناب مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی تحریک - جسے وہ ''تحریکِ اقامتِ دین'' یا ''اسلامی تحریک'' کہتے ہیں - کو اہلِ نظر نے مختلف زاویوں سے دیکھ کر اس پر بے اطمینانی کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے لیے یہ چند وجوہ مضر قرار دیا۔

زیرِ نظر کتاب دراصل حضرت شیخ مدظلہٗ کا ایک خط ہے، جو حضرت نے اپنے ایک رفیقِ قدیم اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اُستاذ کے نام اِرتجالاً تحریر فرمایا تھا۔ (یہ بزرگ مولانا مودودی کی تحریک سے متأثر تھے، ایک عرصہ ہوا اُن کا انتقال ہوچکا ہے) اس کے مطالعہ سے مولانا مودودی کی ''اسلامی تحریک'' کی اصل ماہیت مشخص ہوجاتی ہے، اور یہ واضح ہوجاتا ہے کہ عقائد وعبادات سے لے کر اِجتہاد اور اِجتہادی مسائل

تک میں مولانا مودودی کا نقطۂ نظر اہلِ حق سے جدا ہے۔ کتاب پر مقدمہ اور حواشی حضرت شیخ مدظلہٗ کے نواسہ جناب مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری نے تحریر کیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۶ھ)

شواہدِ تقدس

حضرت مولانا محمد میاں صاحب۔ صفحات: ۲۲۲۔ قیمت: ۱۲روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور۔

مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں خلیفہ مظلوم حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو بے سروپا الزامات عائد کیے گئے ہیں، ان کی تردید میں بہت سے بزرگوں نے قلم اُٹھایا ہے، مگر زیرِ نظر کتاب اس موضوع پر اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس میں مولانا مودودی کے اِلزامات کا تاریخی نقطۂ نظر سے جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ موصوف کے اِلزامات تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، اور پھر تاریخ کے ٹھوس شواہد اور حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ...... ''خلافت وملوکیت'' کے مصنف نے صحابہ کرامؓ کے بارہ میں صحیح طرزِ فکر سے کام نہیں لیا، اور نہ تاریخ فہمی میں اپنے علم وفہم ہی سے انصاف کیا ہے۔

کتاب کا انداز مناظرانہ نہیں، بلکہ محققانہ ہے، جس سے قاری کے ذہن کو خاص طمانیت نصیب ہوتی ہے اور اسی سے اس مشکل ترین سوال کے سمجھنے میں بھی آسانی ہوجاتی ہے کہ ملوکیت، خلافت کی جانشین کیسے ہوئی اور اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ)

براءۃِ عثمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانیؒ۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۶/۵۰۔ پتا: مکتبہ صدیقیہ، سبزی منڈی، حضرو، ضلع اٹک۔

یہ رسالہ مولانا مودودی کی ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں لکھا گیا ہے، جو اپنے اِختصار کے باوجود ضخیم کتابوں پر بھاری ہے، البتہ کہیں کہیں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کی طرف جھکاؤ محسوس ہوتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

الاستاذ المودودی وشیء من حیاته وافکاره

محدثُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہٗ۔ ناشر: مجلس دعوت وتحقیق، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

محدثُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے آخر میں مولانا مودودی کے ''افکار ونظریات'' کے خلاف علَم جہاد بلند کیا، جو کبھی ''تجدید واحیائے دِین'' کے نام سے اُبھرے، اور کبھی ''اِقامتِ دِین'' اور ''حکومتِ صالحہ'' کے نعرے سے!

یہ ایک عجیب اِتفاق ہے کہ جن اکابر علماء ومشائخ اور اَربابِ قلوب کے زمانہ میں مولانا مودودی کے یہ افکار ونظریات سامنے آئے، وہ سب اس کے خلاف متفق، اس کے اثرات ونتائج سے بے چین اور اس کی اِصلاح کی طرف متوجہ رہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اِبتدا ہی میں فرمادیا تھا کہ: ''میرا دِل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا!'' شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ کس قدر بے زار تھے؟ وہ اُن کے مکتوبات اور رسائل سے واضح ہے۔ قطب العالم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا اَحمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، اَمیرِ شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اَکابر سب کے لیے ان کے اَفکار ونظریات نا قابلِ برداشت رہے، اور وہ مقدور بھران کی اِصلاح کے لیے کوشاں رہے۔ بعض اکابر کو اِبتدا میں اس تحریک سے کچھ حسنِ ظن تھا، لیکن بہت جلد اُن پر اصل حقیقت منکشف ہوگئی، چنانچہ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سیّد مناظر اَحسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اِبتدا میں اس تحریک کے خیر خواہ تھے، لیکن بہت جلد اس سے بے زار ہوگئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر اَحمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتیٔ اَعظم حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارہ میں خاصا نرم سمجھا جاتا تھا، لیکن جن لوگوں کو ان حضرات کے آخری دور کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی ہے، وہ گواہی دیں گے کہ ان پر اس کی حقیقت کس قدر عیاں ہوگئی تھی۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے جب اپنا رسالہ ''مقامِ صحابہؓ'' تالیف فرمایا تو راقم الحروف نے اُنہیں مبارک باد پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ: ''مولانا مودودی صاحب کی آخری دور کی تصنیف ''خلافت وملوکیت'' ہے، جس میں اکابر صحابہؓ اور خلفائے راشدینؓ تک پر کیچڑ اُچھالی گئی ہے، اس کے برعکس آں جناب کو خداتعالیٰ نے آخری عمر میں ''مقامِ صحابہؓ'' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کا نقش اُجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔''

الغرض! ہمارے دور کے وہ تمام اکابر جن کے خلوص وتقویٰ، جن کی دیانت واَمانت اور جن کی سلامتی

علم و فہم کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اور جن کی مقبولیت عنداللہ ان کے اوراقِ زندگی سے عیاں اور اُن کی پیشانی کے آثار و انوار سے واضح ہے، مولانا مودودی کی تحریک کو ایک ''عظیم فتنہ'' قرار دینے پر اُن سب کا اتفاق رہا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ رُسوخِ علم، حذاقت و تجربہ اور صفائے باطن کی بدولت ان اکابر کے لیے دینی حقائق گویا چشم دید مشاہدہ کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ اور پھر جب دُنیا سے اِنقطاع کا زمانہ قریب آ جاتا ہے تو ان پر انقطاع الی اللہ کی کیفیت غالب آ جاتی ہے۔ حب فی اللہ کے ساتھ ساتھ بغض فی اللہ اُن کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے، اُن پر انبیائے کرام علیہم السلام کے مقامِ رفیع کا اِنکشاف ہو جاتا ہے، اور یہ کہ وہاں تک انبیائے کرام علیہم السلام کے سوا کسی فرد و بشر کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

> ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے دین کا مدار ہیں، وہ اُمت کے معلمِ اوّل ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے درمیان وہی رابطہ اور واسطہ ہیں، ان ہی کی ذات پر دین کی نقل و روایت کی ساری عمارت کھڑی ہے، اور پھر ان کے بعد وہ تمام اکابرِ اُمت بھی ہمارے محسن ہیں جن کی رہنمائی کے طفیل ہمیں دینِ قیم کے چشمۂ صافی تک رسائی نصیب ہوئی۔''

یہ تمام حقائق ان حضرات کے سامنے بالکل کھل جاتے ہیں اس بنا پر انہیں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَسلافِ اُمت سے تعلق خاطر بڑھ جاتا ہے اور اُن کی عظمت و محبت کا نقش اُن کے مقدس نفوس پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔

برعکس اس کے مولانا مودودی کی تحریک کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس سے جس قدر زیادہ وابستہ ہوگا، اسی قدر اس کی لوحِ قلب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَسلافِ اُمت، بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ''کمزوریوں'' کا نقش ثبت ہوتا جائے گا، اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر جب آدمی ''فنافی المودودی'' ہو جاتا ہے تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام جناب مولانا مودودی صاحب سے، بلکہ خود اپنی ذات سے بھی فروتر نظر آنے لگتا ہے۔ وہ خود تو اس چودھویں صدی میں ''اِقامتِ دین'' کے داعی اور علم بردار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ''ٹھیٹھ اِسلامی نظام'' کو برپا نہیں کر سکے۔ وہ ''ٹھیک منہاجِ نبوت'' پر قائم نہیں رہ سکے، اُن کے دور میں جاہلیت کے فلاں فلاں جراثیم در آئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فلاں فلاں غلطیاں ہوئی تھیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار پر جاہلیت کے فلاں فلاں داغ دھبے تھے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اِقامتِ دین کے بجائے ڈپلومیسی (سیاسی چالوں) سے کام لیا۔ وغیر ذالک من الخرافات، اعاذنا اللہ منہا!

گویا یہ دو الگ الگ راستے ہیں، ایک طرف اکابر اولیاء اللہ کا راستہ اور دُوسری طرف مودودی تحریک کا راستہ۔ یہ دونوں نہ صرف مختلف ہیں، بلکہ بالکل متضاد سمتوں کو نکلتے ہیں۔ ایک کا رُخ کعبہ کی طرف ہے تو دُوسرے کا ترکستان کی طرف۔ ایک انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت، صحابہ کرامؓ کی عظمت اور اَسلافِ اُمت کی محبت پر ختم ہوتا ہے، تو دُوسرا اُن کی حقارت و نفرت پر۔ ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت و شفاعت سے وابستہ کرتا ہے، اور دُوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متنفر کرکے ''رسولِ خدا کے سوا کسی کو معیارِ حق نہ سمجھے'' کی وادیوں میں بھٹکا دیتا ہے۔

اکابر اہل اللہ پر جو مودودیت سے نفرت و بےزاری کا ایک خاص حال طاری رہتا ہے، اور وہ کبھی کبھی ایک طوفان کی شکل میں بہہ پڑتا ہے۔ اس کی توجیہ میرے ناقص خیال میں یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام کو "رضي اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ" کا تاجِ کرامت پہنے ہوئے صدر نشینِ مقامِ قرب و رضا دیکھتے ہیں، اور یہ حقیقت اُن پر کھل جاتی ہے کہ اُمت اسی وقت اُمت ہے جب کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دامنِ رِسالت سے وابستہ ہو۔ جن لوگوں کو وہ دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احسان نافراموش ہیں، وہ ان حضرات کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹے ہوئے ہیں، اُنہیں اُن کے سلبِ اِیمان کا خطرہ بےچین کردیتا ہے۔ یہ راز ہے اُن کی مودودیت سے نفرت و بےزاری کا۔ عام سطح کا آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بزرگ خواہ مخواہ ایک ''داعیٔ حق'' اور ''مفکرِ اسلام'' کے پیچھے پڑ گئے ہیں، مگر انہیں کون بتائے کہ یہ حضرات لوگوں کو ''داعیٔ حق'' سے نہیں ہٹاتے بلکہ ''داعیٔ برحق'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں، اور جس سراب میں یہ لوگ بھٹک رہے ہیں، اس سے اُنہیں نکالنا چاہتے ہیں۔

مولانا بنوریؒ ہمیشہ مودودی تحریک کے مخالف رہے، اور ایک عرصہ سے اس پر فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتے تھے، اُس کے لیے انہوں نے مودودی لٹریچر اور ضروری مواد بھی فراہم کرلیا تھا، مگر اس خیال سے رُک رُک جاتے تھے کہ کہیں موجودہ احوال و ظروف میں یہ خلافِ مصلحت نہ ہو، تاآنکہ وہ وقت آپہنچا کہ انہیں اپنا پیمانۂ عمر لبریز ہوتا نظر آیا، اور انہوں نے آخری وقت میں اس فریضہ سے سبک دوش ہونے کا فیصلہ کرہی لیا۔

خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وکنت برھة من الدھر تعوقني طبیعتي عن الکتابة في الموضوع.... حتی قرب الرحیل الی دیار الآخرة وکان الأمر کما قیل:

قرب الرحيل الى ديار الآخرة

فاجعل الٰهی! خير عمری آخره

....قمت بعد الاستخارات وتفكير طويل الى الانتقاد، ذبًا عن حريم الدين، ابتغاءً لوجه اللّٰه الكريم. دون اىّ جنوح الى مطامح الدنيا ومطامعها، وكفى بالمرء شقاوةً جاوز سنّه سبعين عامًا ولا يزعه وازع عن سخط اللّٰه.''(۱)

ترجمہ: ''ایک زمانہ سے میری طبیعت مجھے اس موضوع پر قلم اُٹھانے سے روکتی رہی.... تا آں کہ دیارِ آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب آ پہنچا اور وہی حالت ہوگئی جو ایک شعر میں ذکر کی گئی ہے کہ:

''آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب آلگا ہے، الٰہی! میری عمر کا بہتر حصہ آخری حصہ کو بنا''.... پس میں بہت سے اِستخاروں اور طویل غور وفکر کے بعد مودودی اَفکار پر تنقید کے لیے کھڑا ہوا، مقصود محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے حریمِ دین کی پاسبانی ہے، کوئی دُنیوی مفاد قطعاً پیشِ نظر نہیں، آدمی کی شقاوتِ قلبی کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی عمر ستر سے اُوپر ہو، لیکن اس کے باوجود اسے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نہ روک سکے۔''

اور اس کی ظاہری تقریب یہ ہوئی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ العالی کا رسالہ ''فتنۂ مودودیت'' چھپ کر آیا تو مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائش ہوئی کہ اس کا عربی ترجمہ کرادیا جائے اور اس پر ایک مقدمہ تحریر فرمادیا جائے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کا کام جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر کے سپرد فرمایا اور خود اس پر مقدمہ لکھنے بیٹھے تو وہ مستقل رسالہ بن گیا:

''افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد''

یہ رسالہ ''الاستاذ المودودی وشیء من حياته وافكاره'' کے نام سے شائع ہوا۔ حضرت مولاناؒ کا اِرادہ تھا کہ اس سلسلہ کے دس حصے رقم فرمائیں۔ دو شائع ہوچکے ہیں اور تیسرا زیرِ قلم تھا کہ خاتمہ بالخیر کا پیغام آ پہنچا اور حصہ دوم کا یہ شعر اِلہامی ثابت ہوا:

قرب الرحيل الى ديار الآخرة

فاجعل الٰهی خير عمری آخره

اگر حق تعالیٰ نے کسی کو نورِ ایمان اور چشمِ بصیرت عطا کی ہو تو ان دو حصوں میں حضرتؒ نے جو کچھ لکھ دیا ہے، وہ موعظت وعبرت کے لیے کافی ہے۔ حصہ اوّل میں سب سے پہلے مولانا مودودی کا مرقعِ زندگی پیش

(۱) الاستاذ المودودی، ص: ۲/۲

کرتے ہوئے اُن کے زیغ وضلال کے منبع کی نشان دہی فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ موصوف کو کسی باخدا عالم محقق کے جوتے سیدھے کرنے کی سعادت میسر نہیں آئی، اُن کی ذہنی وقلبی تربیت کسی اُستاذ کے یہاں نہیں ہوئی، بلکہ دیگر کج رووٴں کی طرح اُن کی معلومات کا سارا سرمایہ خود اُن کے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے، اُن کے ذہن میں اِسلام کا جو خاکہ ہے وہ بھی اُن کا خود اَپنا مرتب کردہ ہے، اور اُن کے نزدیک حق وباطل اور صحیح وغلط کا معیار بھی خود اُن کی اپنی پسند وناپسند ہے، اُن کا علم قلب کا نہیں، بلکہ قلم کا ہے، اِس لیے ان کا طرزِ فکر علمائے راسخین کا نہیں بلکہ زائغین کا ہے۔

بدقسمتی سے مولانا مودودی کو ناپختہ عمری میں نیاز فتح پوری جیسے ملحد کی دوستانہ صحبت میسر آئی، جس نے غیرشعوری طور پر اُن کی قلمی صلاحیت کو بھی زیغ آلود کردیا، اور ذاتی مطالعہ میں جو سلامتیٴ فکر کی توقع کی جاسکتی تھی، وہ بھی جاتی رہی۔ اسی حالت میں مولانا مودودی نے قلم کو ''ذریعہٴ معاش'' بنانے کی ٹھان لی اور اس دن سے آج تک وہ یہی شغل فرمارہے ہیں۔ مولانا مودودی کا یہ اِقتباس اُن کی شخصیت کا شفاف آئینہ ہے:

''ڈیڑھ سال کے تجربات نے یہ سبق دیا کہ دُنیا میں عزّت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونا ضروری ہے، اور معاشی اِستقلال کے لیے جدوجہد کے بغیر چارہٴ کار نہیں، فطرت نے تحریر و اِنشا کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا، عام مطالعہ سے اس کو اور تحریک ہوئی۔ اسی زمانہ میں جناب نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات ہوئے اور ان کی صحبت بھی بوجہ تحریک بنی، غرض ان تمام وجوہ سے یہ فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلہٴ معاش قرار دینا چاہیے۔''(۱)

الغرض! ان کی ذہنی ساخت میں بنیادی طور پر دو نقص تھے:

۱:... ایک صحیح تربیت کا فقدان۔

۲:... دُوسرے ناپختگی کے عالم میں ایک ملحد کی صحبت و رفاقت۔

ان دو باتوں کے ساتھ جب قلم کی سلاست ہم آہنگ ہوئی تو نتیجہ "انـا ولا غیـری!" کی شکل میں نکلا۔ چنانچہ یہی شخص جو عنفوانِ شباب سے دُنیا میں عزّت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لیے مضطرب اور ''معاشی اِستقلال کی جدجہد'' کے لیے فکرمند تھا، اور جس نے نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات اُستوار کیے اور اُس کی صحبتِ ''کیمیا اَثر'' سے متأثر ہوکر قلم کو ''وسیلہٴ معاش'' بنانے کا فیصلہ کیا، اس نے جب بدقسمتی سے اسلامی موضوعات پر ''مشقِ ناز'' شروع کی تو اَپنے تئیں مجتہد سمجھ لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر حضرت مجدّدالفِ ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سیّد اَحمد شہید رحمہم اللہ ایسے اکابر اسے ''گم راہ'' نظر آنے لگے،

(۱) الاستاذ المودودی، حصہ اوّل ص:۷، بحوالہ مولانا مودودی: اسعد گیلانی، ص:۴۲

اوراس کا ''وسیلۂ معاش''، قلم نہ صرف ایک ایک کے نقائص اُگلنے لگا، بلکہ یہاں تک اِرشاد ہوا کہ دِینِ اِسلام کے چار میں سے تین حصے زمانۂ رسالت کے بعد لوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آئے۔ گویا تین چوتھائی دِین کا اِنکشاف پہلی مرتبہ نیاز فتح پوری کے رفیق وہم نشین کو ہوا...! اس پر حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی حمیتِ دِینی جوش میں آتی ہے، فرماتے ہیں:

"هل يكون جهل فاضح من هذا؟ لم يعرفه احد من العرب ولا من العجم من اللغويين والمفسرين والمحدثين وارباب البلاغة وائمة العربية من اقدم العصور الى اليوم، وانما فهمهما رجل عجمي لا يجيد اللغة العربية لا نطقاً ولا كتابةً، ولا يكاد يفهمها الا بشق النفس بمعونة التراجم الاردويه.... فهل رأيت يا سبحان الله! كلامًا ابعد عن العقول من هذا الدعوىٰ."(۱)

ترجمہ: ''اس سے بڑھ کر بھی کوئی رُسوا کن جہل ہوگا؟ قرنِ اَوّل سے لے کر آج تک تو ان اُمور کو کسی نے نہ جانا، نہ کسی عربی نے، نہ عجمی نے، نہ اہلِ لغت نے، نہ مفسرین ومحدثین نے، نہ اَربابِ بلاغت اور اَئمۂ عربیت نے، ان کو سمجھا تو ایک ایسا عجمی سمجھا جو لغتِ عربی سے واقف نہیں، نہ عربی بول سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے، بصد مشکل عربی سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی اُردو ترجموں کی مدد سے......

اِنصاف کیجیے! کیا اِس دعویٰ سے بڑھ کر بھی آپ نے کوئی غیر معقول بات کبھی دیکھی سنی؟''

مولانا مودودی کی شخصیت کا جائزہ اور اُن کی ذہنی وفکری سطح کا جو حدودِ اَربعہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے، وہ مولانا مودودی کی تحریک کی حقیقت وماہیت کو سمجھنے کے لیے کافی وشافی ہے۔ اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ کے دونوں حصوں میں مولانا مودودی کے اَفکار کا جائزہ لیا ہے اور ان پر عالمانہ انداز میں بحث کی ہے۔ یہاں اگر ان مباحث کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے تو غیر ضروری تطویل کا موجب ہوگا۔ اِس لیے قارئین کو اصل رسالہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیتے ہوئے یہاں چند اِقتباسات پر اِکتفا کرتا ہوں۔

مولانا مودودی کی شخصیت واَفکار کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد حضرت بنوریؒ اپنی رائے ان الفاظ میں قلم بند کرتے ہیں:

"وقد دعت الحال الى ان انادى على رؤوس الأشهاد ان الرجل زائغ، ضال، مضل. فى كتبه ورسائله طامّات، منها ما يوجب الفسق، ومنها ما يوجب الابتداع

(۱) ج:۱،ص:۱۹

في الدين، ومنها ما يوجب الحاد، ومنها ما يوجب ما اسكت عنه، وفي بعضها دلالة علٰى جهله بالدين، وغباوته علی اليقين، وتضارب وتهافت في بياناته وكتاباته وتجهيل للسلف الصالحين من اقدم العصور الٰى يومنا هذا. فهذا الحط عن جهود السلف الصالحين والمؤاخذة عليهم يدل علٰى اعجاب رأيه ما لا يتحمل، وكبر له في سجيته ما لا يستساغ."

''حالات کا تقاضا ہے کہ میں علیٰ رؤوس الاشہاد اعلان کردوں کہ یہ شخص کج رو، گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ اس کی کتب و رسائل میں طامات ہیں، ان میں سے بعض فسق کی موجب ہیں، بعض ابتداع فی الدین کی موجب ہیں، بعض الحاد کی موجب ہیں اور بعض ایسی چیز کی موجب ہیں، جس سے میں سکوت کرتا ہوں۔ اس کی بعض تحریریں اس کے جہل بالدین اور غباوت علی الیقین پر دلالت کرتی ہیں، اس کے بیانات اور تحریروں میں تضارب اور تہافت اور قدیم تر زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام سلف صالحین کی تحمیق وتجہیل پائی جاتی ہے، پس سلف صالحین کی کوششوں کو گرانا اور ان اکابر پر مؤاخذہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ اس کی رائے میں نا قابلِ برداشت خود پسندی ہے اور اس کی فطرت میں ایسا کبر ہے جو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔''(۱)

ایک جگہ مولانا مودودی کی کج رَوی پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وكلامه هذا يدل علٰى انه رجل ما له صلة بالاسلام، او هو حديث عهد بالاسلام، لا يعرف النبوة ولا النبي ولا الرسول ولا حقائق التعبيرات القرآنية."(۲)

ترجمہ: ''اور اس کا کلام یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یا وہ نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے، جو نہ نبوّت کو جانتا ہے، نہ نبی کو، نہ رسول کو، اور نہ قرآنی تعبیرات کے حقائق کو۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"وقام في هذا المقام مقام رجل ليس في قلبه ايمان. ينتقم من الاسلام والمسلمين."(۳)

ترجمہ: ''اس مقام میں مودودی ایک ایسے شخص کا پارٹ ادا کر رہا ہے جس کے دل میں ایمان نہ ہو، اور جو اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لے رہا ہو۔''

(۱) حصہ اوّل، ص:۱٦ (۲) حصہ دوم، ص:۳۳ (۳) ص:۳٦، حصہ دوم

ایک اور جگہ حدیثِ نبوی کے مقابلہ میں مولانا مودودی کی گستاخی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم هو يكذب الحديث الصحيح الصريح فى اصح الكتب بعد كتاب الله لأجل عدم قبول عقله اياه، فيلعب بعقله وجهله بأمثال هذه الأحاديث الصحيحة الصريحة. فأفٍ لمثل هذا العقل السخيف الذى يتعقب حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم الصحيح."(۱)

''پھر ان تمام بے ہودگیوں کے بعد وہ ایسی حدیثِ صحیح وصریح کی تکذیب کرتا ہے جو اصح الکتب میں موجود ہے، محض اس لیے کہ اس کی عقل اس حدیث کو قبول نہیں کرتی، پس وہ اس قسم کی احادیثِ صحیحہ صریحہ کو اپنی عقل وجہل کا کھلونا بناتا ہے، تف ہے ایسی عقلِ سخیف پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ صحیح کی تردید کرے۔''

مولانا مودودی کے زہرافشاں قلم سے انبیائے کرام اور صحابہ عظامؓ کے اخلاق اور سیرت وکردار پر جو چھینٹے پڑے ہیں، اُن کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انبیاء ورُسل کے حق میں اس کا کام اِس قدر گھناؤنا ہے کہ اسے گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں بھی۔ یہ اس کی ''تفہیم القرآن'' سامنے موجود ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا اور نہ میرا خیال ہے کہ یہ معما میری سمجھ میں آسکے گا کہ مودودی کے معتقدین کی نظر سے یہ چیزیں کیوں مخفی ہیں؟''(۲)

اور ان تمام مباحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''بہر حال یہ بات سپیدۂ صبح کی مانند روشن ہوچکی ہے کہ مودودی نے... اللہ تعالیٰ اسے حق کی طرف ہدایت دے.... بڑے بڑے انبیائے کرام کی توہین کی ہے، چنانچہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت یونس حتیٰ کہ خاتم النبيين، حبيب رب العالمين سيد ولد آدم عليه وعليهم صلوات الله وسلامه وتحياته الى يوم الدين کے حق میں ایسے قبیح الفاظ استعمال کیے ہیں جو نہایت خطرناک ہیں۔

اور فقہائے اُمت اعیانِ اسلام اور بحورِ علم نے اس قسم کے لوگوں کے بارہ میں جو حکم دیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الخراج" میں، قاضی عیاض نے "الشفاء" میں، حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "الصارم المسلول" میں، تقی الدین سبکی

(۱) ص: ۴۲، حصہ دوم۔ (۲) ص: ۴۳، حصہ دوم۔

رحمۃ اللہ علیہ نے "السیف المسلول" میں۔فقیہ شام ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہ الولاۃ والحکام" اور امام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "اکفار الملحدین" میں اس مسلمان کے بارہ میں صاف لکھا ہے کہ جو رسولِ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدگوئی کرے، یا آپ کی تکذیب کرے، یا کوئی عیب لگائے، یا تنقیص کرے، یا کسی اور نبی کے حق میں بدگوئی یا عیب جوئی کرے اور یہ حکم شرعی ایسا ہے کہ جس پر سب کا اتفاق و اجماع ہے جو چاہے ان کتابوں میں دیکھ لے، کیونکہ سبکی کی کتاب کے علاوہ یہ سب مطبوعہ موجود ہیں۔"(۱)

اپنے ایک اداریہ میں لکھتے ہیں:

"دُنیا میں ہر کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صاحبِ کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال حاصل کیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لیے بھی کسی اُستاذ ورہنما کی ضرورت مُسلَّم ہے، بغیر اُستاذ کے نری عقل و ذہانت اور طباعی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہوسکتا، انجینیئری ہو یا ڈاکٹری اور طبابت ہو، ہر صنعت و حرفت کے لیے ابتداءً عقل کی رہنمائی کے لیے کسی اُستاذ کی حاجت یقینی ہے۔ جب اِنسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لیے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوّت، معارفِ انبیاء اور حقائقِ شریعت کے لیے اُستاذ ورہنما سے کیسے اِستغنا ہوسکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و اِدراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحیٔ ربانی کے ذریعہ سے اُمت کو پہنچے ہیں۔ آسانی تربیت اور ربانی ہدایات و اِرشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اُس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے، اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہوتی ہے، اس لیے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا، اور مربی ورہنما جتنا باکمال ہوگا اُتنا زیادہ فائدہ اور کمال حاصل ہوگا۔ پھر ان علوم نبوّت کی غرض و غایت چونکہ ہدایت و اِرشاد اور مخلوقِ خدا کی رہنمائی ہے، اس لیے ان کے سمجھنے میں شیطانِ لعین کی عداوت و اِضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ جو کمال کہ دُنیوی مفاد کے لیے حاصل کرنا ہوتا ہے، اس پر شیطان آرام سے بیٹھا رہتا ہے، اُس کو دخل کی حاجت ہی نہیں، نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں آخرت و عقبیٰ اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لیے بے تاب ہوتا ہے، مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح سے یہ رُشد و ہدایت، ضلالت میں تبدیل ہوجائے۔ اور چونکہ اِبلیسِ لعین کا سب سے بڑا کارنامہ

(۱) ص:۴۳، حصہ دوم، ملخصاً

تلبیس ہے، یعنی حق و باطل میں ایسا اِلتباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے، حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفسِ انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں۔ انسانی فطرت میں کبر و عجب ہے، ریا کاری و حبِ شہرت ہے، حبِ جاہ کا مرض ہے، اور ایسے شدید و قوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے اُن کا اِزالہ نہیں ہوتا، اِس لیے نفس و شیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے، اور جب فضلِ اِلٰہی شاملِ حال ہو تو اِصلاح ہو جاتی ہے، ورنہ اِنسان یوں ہی علم و عقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

دُنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں، سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے، اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستہ سے آئے ہیں، بلکہ علمائے حق میں بھی بہت سے اذکیائے زمانہ اپنی شدّتِ ذکاوت کی وجہ سے جمہورِ اُمت سے شذوذ اِختیار کر کے غلط اَفکار و نظریات کا شکار ہو گئے، اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی کہ اپنے تبحر و ذکاوت پر اِعتماد کر کے علمی کبر اور اعجاب بالرائے کے مرض میں مبتلا ہوئے، زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے۔

ہمارے اِس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے، اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں، اِس لیے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں۔ اور جن حضرات کو زیادہ صحبت اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں، وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں، اور ان کے اُمت سے مختلف شواذ اور جدید اَفکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے، جو شخصیت اُمت کی ہدایت و اِرشاد کے کام آ سکتی تھی، وہ اُمت میں زیغ و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

اِمام غزالیؒ نے "مقاصد الفلاسفة" میں لکھا ہے کہ: ''یونانیوں کے علوم: حساب، ہندسہ، عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبعیات والٰہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے۔'' اِمام غزالیؒ کی یہ بات بہت عجیب ہے! اور بالکل صحیح ہے! شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اِضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے۔

بہرحال! جب انتہائی علمی قابلیت والے، اِنتہائی ذکاوت والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات کہ جن میں علمی قابلیت بہت کم لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو، صحبتِ اربابِ کمال سے یکسر محروم ہوں، طباع و ذہین ہوں، وہ تو بہت جلد اعجاب بالرائے کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام اُمت

کی تحقیر اور تمام تحقیقاتِ اُمت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اوّل سے لے کر آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گہرے گڑھے میں گر کر تمام نسل کے لیے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ہے، جو بچپن ہی سے طباع وذہین مگر معاشی پریشانی میں مبتلا تھے، ابتدا میں اخبار ''مدینہ بجنور'' میں ملازم ہوئے اور پھر دہلی میں جمعیت علمائے ہند کے اخبار ''مسلم'' سے وابستہ رہے، پھر چند سالوں کے بعد اخبار ''الجمعیۃ دہلی'' میں ملازم ہوئے، جو جمعیت علمائے ہند کا ترجمان تھا، دہلی سے نکلتا تھا، غالباً سہ روزہ تھا۔ تاریخ کے جواہر پاروں کے عنوان سے اُن کے مضامین بہت آب وتاب سے نکلتے تھے۔ اس طرح مودودی صاحب کی قلمی تربیت مولانا احمد سعید صاحب کے ذریعہ ہوتی گئی۔ والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہ کر سکے، بلکہ بالکل ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے، نہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے، پرائیویٹ انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہو گئی، اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات وجرائد سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا اور قلمی قابلیت روز افزوں ہوتی گئی۔ بدقسمتی سے نہ کسی دینی درس گاہ سے فیض حاصل کر سکے، نہ جدید علم کے گریجویٹ بن سکے، نہ کسی پختہ کار عالمِ دین کی صحبت نصیب ہو سکی، اور ایک مضمون میں خود اس کا اعتراف کیا ہے جو عرصہ ہوا کہ ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مرادآبادی کے جواب میں شائع ہوا تھا۔ بلکہ بدنصیبی سے نیاز فتح پوری جیسے ملحد وزندیق کی صحبت نصیب ہوئی، اُن سے دوستی رہی، اُن کی صحبت ورفاقت سے بہت کچھ غلط رُجحانات ومیلانات پیدا ہو گئے، حیدرآباد دَکن سے ۱۹۳۲ء میں ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' جاری کیا، آب وتاب سے مضامین لکھے، بہتر سے بہتر پیرائے میں کچھ علمی وقلمی چیزیں اُبھرنے لگیں، اُن دِنوں ملک کی سیاسی فضا مرتعش تھی، تحریکِ آزادیٔ ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی، ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے، مودودی صاحب نے سب سے ہٹ کر اِقامتِ دِین اور حکومتِ اِلٰہیہ کا نعرہ لگایا اور تحریکِ آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی۔ اُن کے بھولے بھالے مداح یہ سمجھے کہ شاید دِینِ قیم کا آخری سہارا بس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے، چنانچہ بہت جلد مولانا سیّد سلیمان ندوی، مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی کے قلم سے خراجِ تحسین وصول ہونے لگا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا، نہ اس وقت اُن کی دعوت تھی، نہ جماعت تھی، نہ تحریک تھی۔ اُن کی تحریرات اور زوردار بیانات سے بعض اہلِ حق کو اُن سے توقعات وابستہ ہوئیں، اُن کی آمادگی اور چوہدری محمد نیاز کی حوصلہ افزائی سے پٹھان

کوٹ میں ''دارالاسلام'' کی بنیاد ڈالی گئی، لیگ وکانگریس کی رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، ان کے قلم سے ایسے مضامین نکلے اور سیاسی کش مکش کے نام سے ایسی کتاب وجود میں آگئی کہ ہم نوا حضرات سے اس کو خراجِ تحسین حاصل ہوا، اور سیاسی مصالح نے اس کو پروان چڑھایا، لاہور میں اجتماع ہوا اور باقاعدہ اِمارت کی بنیاد ڈالی گئی اور اُن کی ایک لکھی تقریر پڑھی گئی، جس میں بتایا گیا کہ اُمیرِ وقت کے لیے کیا کیا اُمور ضروری ہیں؟ اربابِ اِجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تھے، بڑے اُمیر منتخب ہوگئے اور چار اُمراء یہ حضرات اُمیرِ ماتحت منتخب ہوگئے۔ جماعتِ اِسلامی باقاعدہ وجود میں آگئی، اُس کا دستور آیا، اُس کا منشور آیا، لوگوں کی نگاہیں اُٹھیں، ہر طرف سے اُمیدیں وابستہ ہوگئیں، لیکن ۶ ماہ کا عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ مولانا نعمانی، مولانا علی میاں مستعفی ہوگئے، اور اُن کو اُن کی علمی کمزوریاں اور اِخلاص کا فقدان نظر آیا، ساتھ نہیں دے سکے، لیکن ان حضرات نے پھر بھی پردہ پوشی کی اور اُمت کے سامنے صاف وصریح وجہ علیحدگی ظاہر نہیں فرمائی۔

میں اُس وقت جامعہ اِسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا، میں نے ان دو بزرگوں سے جدائی کے وجوہ دریافت کیے، بہت کچھ کہا، لیکن کوئی صاف بات نہیں بتلائی، لیکن میں سمجھ گیا۔ مولانا مسعود عالم مرحوم اور مولانا امین احسن اِصلاحی کو بہت کچھ معتقدات وطریقۂ کار میں موافقت تھی اور یہ دونوں بزرگ عرصہ تک مودودی صاحب کے دست وباز و بنے رہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی ادب کے ذریعہ خدمات انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور کتابوں کے آب وتاب سے عربی ترجمے کیے، اور ادبی تربیت کر کے چند شاگردوں کو بھی تیار کر دیا۔ مولانا اِصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق وانداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان چڑھایا، اچھے اچھے رُفقائے کار، اَربابِ قلم اور اَربابِ فن شامل ہوگئے، کیمونزم کے خلاف اور بعض دینی مسائل پر عمدہ عمدہ کتابیں لکھی گئیں، سودخوری، شراب نوشی، پردہ وغیرہ پر اچھی کتابیں آگئیں، تفہیمات وتنقیحات میں بعض اچھے اچھے مضامین آئے، جدید نسل کی اِصلاح کے لیے کتابیں تالیف کی گئیں۔ عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے کے لیے اور وہاں کے شیوخ کو ہم نوا بنانے کے لیے مختلف انداز سے کام کیا، اور کامیاب تدبیریں اِختیار کیں۔ اور جو رُفقائے کار کے قلم سے معرضِ اِشاعت میں آیا اُسے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب کچھ مودودی صاحب کی توجہات کا رہینِ منت ہے۔ اس سے اُن کی شخصیت بنی شروع ہوگئی اور تمام جماعت کے افراد کی تالیفات سے خود وجاہت کا فائدہ اُٹھایا۔ خود

عربی لکھنے سے معذور، انگریزی لکھنے سے معذور، نہ عربی لکھ سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں، یہی انگریزی کا حال بھی ہے، لیکن جو کتابیں ترجمہ کی گئیں اُن کے سرورق پر بھی لکھا گیا: "تالیفات المودودی" کہیں یہ نہیں لکھا کہ: ''یہ ترجمہ مسعود عالم کا ہے، یا عاصم حداد کا ہے۔'' لوگ یہ سمجھے کہ اُردو کا یہ اَدیب کیا ٹھکانا عربی اَدب کا بھی اِمام ہے۔ لیکن چند دِن گزرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت مولانا سیّد سلیمان ندوی مرحوم متنبہ ہوگئے کہ یہ تحریرات جدید فتنہ انگیزی کا سامان مہیا کر رہی ہیں۔ جو کچھ خطابات تھے اور ''متکلمِ اِسلام'' وغیرہ القاب تھے، اُس کو روک دیا اور مولانا گیلانی نے ''صدقِ جدید'' میں ''خارجیتِ جدیدہ'' کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھا۔ علمائے کرام کے زُمرے میں شاید حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی ؒ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے اپنے مکاتیب میں اس فتنہ کی نشان دہی فرمائی۔ رفتہ رفتہ علمائے اُمت کچھ نہ کچھ لکھتے رہے۔ حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے اس وقت جو مطبوعہ ذخیرہ تھا سب کو مطالعہ فرماکر ایک مبسوط رسالہ مرتب فرمایا، لیکن افسوس کہ طبع نہ ہوسکا، اور اس سلسلہ میں ایک مدرّسِ مظاہر علوم مولانا محمد زکریا قدوسی صاحب، مودودی صاحب کی طرف مائل ہوگئے تھے، اُن کی اِصلاح کے پیشِ نظر ایک مکتوب لکھا جو ''فتنۂ مودودیت'' کے نام سے ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہوگیا ہے۔

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی، لیکن عرصۂ دراز تک جی نہ چاہا کہ اُن کو مجروح کیا جائے، اور اُن کے جدید اندازِ بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اُٹھائے۔ اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریرات میں ناقابلِ برداشت باتیں بھی آئیں، لیکن دینی مصلحت کے پیشِ نظر برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا۔ لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالمگیر صورت اِختیار کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بُری صورت اِختیار کرے گا، اور دِن بدن ان کے شاہکارِ قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انبیائے کرام علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے۔ آخر ''تفہیم القرآن'' اور ''خلافت وملوکیت'' اور ''ترجمان القرآن'' میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اَب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات وتالیفات عہدِ حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اگرچہ چند مفید اَبحاث بھی آگئی ہیں "وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" والی بات ہے، اب حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ سکوت، جرمِ عظیم معلوم ہوتا ہے، اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت کیا اُس پر بھی افسوس ہوا، اور اَب وقت آگیا ہے کہ بلاخوفِ لومۃ لائم الف سے یا تک اُن کی تالیفات وتحریرات کو مطالعہ کرکے جو حق وانصاف ودِین کی حفاظت کا تقاضا ہو،

وہ پورا کیاجائے۔ واللّٰہ سبحانہ ولیّ التوفیق!''(۱)

حضرت بنوریؒ نے مولانا مودودی کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو ان کے رسالہ ''الاستاذ المودودی'' میں محفوظ ہے، مگر یہ بات شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں ہوگی کہ جن دنوں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ یہ رسالہ تصنیف فرمارہے تھے، باقاعدگی سے مولانا مودودی کے حق میں طولِ حیات اور رُجوع إلی الحق کی دُعائیں بھی فرمارہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں بھی اس کی طرف اِشارہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

''وکذالک صاحبنا لو سبقنا الی رحیل الآخرۃ، ثم نقوم بالنقد علیه بعد ان قضٰی نحبهٗ لقیل سکتوا فی حیاته عجزًا او جهلاً، ونطقوا بعد رحیله فقاموا ینبشون علیه جدثهٗ وعسٰی ان یکون النقد والمؤاخذۃ فی آخر حیاته انفع للتروی وکبح الشکیمة، وربما یوفق الی الانابة والرجوع، حیث ان ادبار الدنیا واقبال الآخرۃ خیر وازع واحسن رادع، وقرب الاجر حافز الی التوبة والانابة.''

ترجمہ: ''اوراسی طرح یہ خیال بھی تھا کہ اگر ان صاحب نے ہم سے پہلے آخرت کی طرف رُجوع سفر باندھ لیا، اس کے بعد ہم نے تنقید کی تو کہا جائے گا کہ اس کی زندگی میں تو عجز یا جہل کی وجہ سے خاموش رہے، اور اس کے جانے کے بعد زبانیں کھل گئیں اور گڑے مردے اُکھاڑنے لگے۔ نیز یہ توقع بھی تھی کہ ان صاحب کی آخری زندگی میں ان پر تنقید ومؤاخذہ اُن کے غور وفکر، اور راہوارِ قلم کی لگام کھینچنے میں زیادہ نافع ہے۔ بسا ممکن ہے کہ اس کو اِنابت اور رُجوع کی توفیق ہوجائے، کیونکہ دُنیا کا پشت پھیرنا اور آخرت کا سامنے آنا بہترین روکنے والی چیز ہے، اور قربِ اجل توبہ واِنابت پر آمادہ کرنے والی ہے۔''(۲)

حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی جلالتِ قدر اور علوِّ مرتبت سے کون ناواقف ہے؟ علامہ محمد اِقبالؒ کے الفاظ میں ''علومِ اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد'' جس کے سامنے بڑے بڑے جبالِ علم مور نا تواں نظر آتے ہیں، اُن کی بے نفسی وتواضع، خلوص وللّٰہیت اور محاسبۂ آخرت کی فکر دیکھیے کہ وہ آخری عمر میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں:

''مجھ سے اِبتدائی دور میں بعض قلمی لغزشیں ہوئی ہیں، ان میں کچھ چیزوں پر تو مجھے تنبہ ہوا، اور میں نے

(۱) ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ، اگست ۱۹۷۶ء

(۲) ج:۲، ص:۲

اُن کی اِصلاح کرلی ہے، مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے حضرات میری کتابیں غور سے پڑھیں اوران میں کوئی لغزش نظر آئے تو مجھے متنبہ فرمائیں تاکہ میں ان سے رُجوع کرلوں۔''

علامہ سلیمان ندویؒ کا یہ اِرشاد راقم الحروف نے حضرت بنوریؒ سے سنا تھا۔ حضرت بنوریؒ چاہتے تھے کہ مولانا مودودی بھی مسلکِ اہلِ حق کے مطابق اپنی لغزشوں سے رُجوع کرلیں، اوراُن کی تحریروں سے نوخیز طبقہ میں جو نظریاتی کجی پیدا ہوگئی ہے، اُس کی اِصلاح ہوجائے۔

دُنیا میں شاید سب سے آسان کام دُوسروں کی غلطی نکالنا اور سب سے مشکل کام اپنی غلطی کا اِعتراف کرنا ہے۔ خصوصاً مولانا مودودی شہرت کی جس منزل میں ہیں، اُن کے لیے یہ کام اور بھی مشکل ہے، تاہم اگر وہ اپنی غلطیوں سے رُجوع کرلیں تو اس میں اُن کی خفت نہیں، بلکہ اُن کے وقار میں اِضافہ ہی ہوگا۔ اگر تفصیلاً نہیں تو کم ازکم اِجمالاً ہی اِعلان کردیں کہ میری تحریروں اور کتابوں میں سلف صالحین اور مسلکِ اہلِ حق کے خلاف جو بھی بات ہو، میں اس سے رُجوع، اور ایسے تمام اُمور سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ بہرحال مولانا مودودی یا ان کی جماعت کے احباب حضرت بنوریؒ کے بارہ میں جو رائے بھی قائم کریں، مگر حضرتؒ نے جو کچھ لکھا پوری بصیرت، شرحِ صدر اور خلوص سے لکھا۔ اُمت کی اور سب سے بڑھ کر خود مولانا مودودی کی خیرخواہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔ وہ بار بار درد اور سوز سے فرمایا کرتے تھے کہ:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مودودی صاحب کے قلم نے جو چھینٹے اُڑائے ہیں، اگر موصوف نے اُن سے رُجوع نہ کیا تو مجھے اُن کے حق میں سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ایں ہماں ریداست کہ درآخر تجرید خوردی۔''

(اشاعتِ خاص ماہنامہ ''بینات'' کراچی، بیادِ حضرت بنوریؒ ص:۲۹۷)

مودودی مذہب

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال)۔ صفحات: ۱۷۵۔ جیبی تقطیع۔ قیمت: ۳/۳۰ روپے۔
پتا: سنی دارالاشاعت، جامع مسجد نواب دِین، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر کتابچہ میں جناب مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے اُن نظریات کو جمع کیا گیا ہے جو مسلکِ اہلِ حق سے مختلف ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مجدّدین اور علمائے اُمت کی تنقیص واہانت، اَحادیثِ نبویہ میں اُن کی رائے، اَحکامِ اِسلامی میں حکمتِ عملی کی پالیسی وغیرہ وغیرہ۔

مودودی نظریات پر لکھی گئی کتابوں میں یہ رسالہ بہت ہی مفید ہے، جس پر اگر بنظرِ اِنصاف غور کیا جائے تو واضح ہوجائے گا کہ مولانا مودودی کا مسلک اہلِ حق سے جدا ہے۔ باقی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

کھلی چٹھی

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال)۔ صفحات: ۱۲۸۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۱۶۔ قیمت (اعلیٰ): ۴ روپے۔ (ادنیٰ): ۳ روپے۔ پتا: تحریک خدام اہلِ سنت، چکوال، ضلع جہلم۔

رسالہ کا پورا نام ہے ''بانیٔ جماعتِ اِسلامی مودودی صاحب کے نام کھلی چٹھی'' جس میں بانیٔ جماعتِ اسلامی سے سات سوال کیے گئے ہیں: ۱:...لاہوری مرزائیوں کے بارہ میں ان کا کیا موقف ہے؟ ۲:...شیعہ سنی اِختلافات بنیادی ہیں یا فروعی؟ ۳:...شیعہ کلمہ؟ ۴:...اِیرانی مجتہد کا نعرہ اور مولانا مودودی کا جواب؟ ۵:...شیعوں کی جماعتِ اسلامی میں شرکت ممکن ہے؟ ۶:...صحابہؓ معیارِ حق ہیں؟ ۷:...عصمتِ انبیاء۔

رسالہ قابلِ دید ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مولانا مودودی نے ان سوالات کا جواب بھی دیا یا نہیں؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

تنقیدِ انبیاءؑ وطعنِ صحابہؓ

مولانا مفتی سیّد عبدالرحیم صاحب۔ قیمت: ۴ روپے۔ ملنے کا پتا: صہیب برادرز، ۹۸/۱۱، صابن کٹرہ، آگرہ، نمبر ۳۔

مولانا مودودی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں ۸۰ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۱ھ)

مسئلۂ تقلید اور جماعتِ اسلامی

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: قاری نور محمد، موہنی روڈ، لاہور۔

یہ کتابچہ ایک سوال کا جواب ہے، جس میں مفتی صاحب نے ''مودودی لٹریچر'' کے حوالوں سے بتایا ہے کہ مولانا مودودی کی نظر میں تقلید کے معنی ہیں: ''اپنے ائمہ وعلماء پر اعتماد کرنا'' اور یہ ان کے نزدیک: ''صاحبِ علم آدمی کے لیے ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔'' وہ نہ ائمۂ اربعہؒ پر اعتماد کرتے ہیں، نہ مسلکِ اہلِ حدیث پر، بلکہ ایک ''نئے مذہب'' کے بانی ہیں۔

یہ نیا مذہب جس کی ابتدا ''ائمہ وعلماء پر عدمِ اعتماد'' سے ہوئی تھی، اب صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کی جرح وبے اعتمادی کی درمیانی منزل میں ہے۔ اس کی آخری حد دیکھیے کیا ہوگی...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ)

صحابہ کرامؓ اور ان پر تنقید (پہلا ایڈیشن)

مولانا محمد عبداللہ، احمد پور شرقیہ۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ صفحات: ۱۵۸۔ قیمت: ۳/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی، ساہیوال۔

اسلامی نقطۂ نظر سے صرف وہی تحقیق اور ریسرچ قابلِ اعتبار ہے جو رضائے الٰہی کے لیے ہو، جو صحیح فکر، پختہ علم، اساطینِ اُمت پر کامل اعتماد اور دین کے ناقابلِ شکست یقین پر مبنی ہو، جس سے مقصود دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا نہیں، بلکہ مضبوط کرنا ہو، اور جس سے ملتِ اسلامیہ کو نقصان نہ پہنچے، بلکہ اُس سے ایمان میں تازگی، یقین میں پختگی، اخلاق میں بلندی اور عمل میں راستی پیدا ہو۔ بلاشبہ ایسی تحقیق عنداللہ مقبول ہوگی اور ایسا محقق دُنیا میں دادوتحسین اور آخرت میں اُجروثواب کا مستحق ہوگا۔

برعکس اس کے اگر تحقیق محض کتب فروشی کے لیے ہو، اس سے فکری زیغ وضلال اور علمی ناپختگی کا مظاہرہ ہو، اس سے دین کی پوری عمارت لرز اُٹھے اور اس سے ملتِ اسلامیہ کے ایمان میں ضعف، اخلاق میں پستی اور فکروعمل میں کجی پیدا ہو، وہ لائقِ پذیرائی نہیں، بلکہ بقول شخصے: ''بھاڑ میں جھونکنے کے لائق ہے!''

مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' اِسی نوع کی ''تحقیق'' کا نادر نمونہ ہے۔

اپنوں اور غیروں کی نظر میں آج تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص ''خلافتِ راشدہ'' کا دور انسانیت کے لیے مثالی نمونہ تسلیم کیا گیا، لیکن ''خلافت وملوکیت'' کے فاضل مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ خلیفۂ ثالثؓ نے ملوکیت کا سنگِ بنیاد رکھا، خویش پروری، اَقربانوازی اور اسلامی عدل کے تقاضوں کے خلاف اپنی غلط پالیسیوں سے ملوکیت کے لیے زمین ہموار کی، اور ان ہی کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ سب کچھ کرنے کا موقع ملا، جس کی توقع ایک مطلق العنان ''جابر بادشاہ'' ہی سے ہوسکتی ہے۔

(مولانا مودودی نے ''جابر بادشاہ'' کا لفظ کہیں نہیں لکھا، البتہ اُنہیں ایک ''بادشاہ'' قرار دیتے ہوئے اُن کی طرف وہ تمام کارنامے منسوب کیے جن کی توقع کسی ''عادل بادشاہ'' سے نہیں رکھی جاسکتی، گویا اُن کی کتاب کا مرکزی کردار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ''خلیفۂ راشد'' ہونے کی نفی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''جابر بادشاہ'' ثابت کرنا ہے۔)

اِس ضمن میں حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ...رضی اللہ عنہم... جیسے اکابر صحابہ کو -جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جنت کی بشارتیں دی گئیں اور اُن کے بے شمار فضائل ومناقب وارد ہوئے- بھی معاف نہیں کیا گیا۔

تقریباً تمام اہلِ حق نے موصوف کی ان ''تحقیقات'' کو رَدّ کیا اور اس پر متعدّد کتابیں بھی لکھی گئیں۔ ایک سلیم الفہم مسلمان کی حیثیت سے ان سے یہ توقع بے جا نہیں تھی کہ وہ انتم شهداء الله فی الأرض [1] (حدیثِ نبوی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بے غرض، اہلِ فہم اور مخلص مسلمان جس شخص کے بارہ میں جیسی گواہی دیں گے، یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ یہ شخص عنداللہ بھی ایسا ہی ہے۔ اچھی گواہیں دیں گے تو اچھا ہوگا، اس کے بُرا ہونے کی گواہی دیں گے تو بُرا ہی ہوگا) پر نظر کرتے ہوئے اہلِ حق کے اِس اجماعی رَدّ کو کتاب کے عنداللہ نامقبول ہونے کی علامت سمجھیں گے اور صحابہ کرام ...رضی اللہ عنہم... کی غلطیوں کے بجائے وہ خود اپنی ''نظرِ غلط بیں'' پر متنبہ ہوں گے۔ بقولِ عارف:

بصاحب نظرے بنما گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا...! موصوف نے اہلِ حق کی مخلصانہ اپیل کو ''ذاتی عناد'' پر محمول کیا، اور اپنی آخری عمر کے توشۂ آخرت سے بدستور چمٹے رہے...!

زیرِ نظر کتاب اسی موضوع پر ایک ایسے نیک دل بزرگ کے قلم سے نکلی ہے، جن پر ذاتی عناد کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی، وہ برسوں سے مولانا مودودی کے عقیدت منداور اُن کی تحریک کے پُرجوش حامی رہے ہیں، اُن کے لفظ لفظ سے خلوص ٹپکتا ہے، اور اُنہوں نے نیازمندانہ اَنداز کو بڑی خوبی سے نبھانے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے فروعات وجزئیات سے دامن کشی کرتے ہوئے کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت کی روشنی میں تفصیل سے بتایا ہے کہ ''خلافت وملوکیت'' کے فاضل مصنف سے کیا کیا اُصولی لغزشیں ہوئی ہیں؟ اور ان کے راہوارِ فکر نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں...؟

(۱) متفق علیہ، مشکاة المصابیح، ص:۱۴۵، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی۔

فاضل مصنف پُر اُمید ہیں کہ اُن کی نیاز مندی مولانا مودودی کو ضرور اپیل کرے گی۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ مولانا مودودی کی سعادت اور مصنف کی نیاز مندی کی کرامت ہوگی۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ چھوٹوں کی مؤدبانہ گزارشات پر بڑوں نے کھلے دِل سے اپنی غلطیوں کا اِعتراف اور اُن کی اِصلاح کی ہے۔ اس سے ان کی بڑائی میں کمی نہیں ہوئی، اِضافہ ہی ہوا۔ اور اگر مولانا مودودی کی اُفتادِ طبع کے پیش نظر فاضل مصنف کی اُمید بر نہ آئے تو کم از کم اس ''تریاق'' سے ان حضرات کو ضرور نفع ہوگا جو ''خلافت و ملوکیت'' کا ''زہر'' محض اِس غلط فہمی سے پی رہے ہیں کہ اس پر شربتِ رُوح اَفزا کا لیبل چسپاں ہے۔ مگر شدید ضرورت اِس بات کی ہے کہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائی جائے، البتہ جن حضرات کو مولانا مودودی کی تحقیقات پر کامل اذعان ہے، جنہیں پورا وثوق ہے کہ مولانا مودودی نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں کوئی علمی غلطی، کوئی فکری لغزش اور کوئی دِینی کجی نہیں، جو "اذعان بالمودودی" کے مرتبہ پر فائز ہو چکے ہیں، اور جنہیں ہر ناصح مخلص کی بات... خواہ وہ ہزار اِخلاص سے کہی جائے... ہوائے نفس اور ذاتی عناد ہی کا مظہر نظر آتی ہے، اُن کے فکر و نظر میں تبدیلی تبھی آسکتی ہے، جب کہ خود مولانا مودودی ہی اپنے نظریات پر نظرِ ثانی فرمالیں۔ **والمعلق بالمحال محال، والله الموفق للرشاد والسداد!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۰ھ)

صحابہ کرامؓ اور اُن پر تنقید (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا محمد عبداللہ صاحب۔ صفحات: ۱۸۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔

کتاب... جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ... حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پر تنقید کے جواز اور عدمِ جواز کے بارہ میں لکھی گئی ہے۔ اگرچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں اس پر دو رائیں نہیں تھیں، بلکہ "الصحابة کلهم عدول" (۱) کی نص کے بعد ان کی شان میں لب کشائی؛ سلبِ اِیمان یا نفاق تصوّر کیا جاتا تھا، مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ اِیمان و اِیقان میں ضعف کا یہ اَثر ہوا کہ کچھ لوگ شیعہ پروپیگنڈے سے متأثر ہو گئے اور علمی تہی دستی کے باعث وہ شیعہ چھتری کے نیچے جا کھڑے ہوئے، اور اُن کے گیت گاتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شانِ عالیہ میں تنقیص و تنقید کے کیل کانٹوں سے مسلح ہو کر میدانِ کارزار میں نکل آئے، جو نہایت ہی افسوس ناک حرکت تھی۔ اکابر علمائے حقہ نے حضرات صحابہؓ کا بھرپور دفاع کیا، تقریر ہو یا تحریر،

(۱) شرح فقہ اکبر، ص: ۸۵-۸۶

ہر میدان میں تمام شبہات اور اِشکالات کے نہایت قابلِ اطمینان جوابات دیئے۔

یہ کتاب بھی اِسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں درحقیقت مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' پر کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت کی روشنی میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار آج سے اکیس سال پہلے ۱۳۹۰ہجری میں شائع ہوئی تھی اور پھر نایاب ہوگئی۔ کتاب کی عمدگی اور مانگ کے باعث اَب اِسے دُوبارہ شان دار طریقہ سے شائع کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ)

مولانا محمد عبداللہ سے ہونے والی خط وکتابت

''بخدمت گرامی جناب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دام مجدہم وعم فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

راقم السطور جناب کی گراں قدر تصانیف اور مضامین کے توسط سے جناب سے تعارف رکھتا ہے، دین کے سلسلہ میں آپ کی گراں قدر تصنیفی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں تمام عنوانات پر بالعموم اور موددیت پر بالخصوص، آپ کے قلم سے جو کچھ نکلا ہے، کم اَز کم میرے علم میں اس کی مثال نہیں ہے۔ راقم ایک ہیچ مداں طالبِ علم ہے، اکابرِ دیوبند... رحمہم اللہ... سے عقیدت اور محبت ہی کو بمصداق: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" وسیلۂ نجات سمجھتا ہے۔ ۲۴ سال تک تدریسی شغل رہا، دو سال قبل ایک سرکاری درس گاہ کی سربراہی سے فارغ ہوا، کبھی کبھار سفید ورق سیاہ کرکے بازار میں لے آتا ہوں، رائلٹی کی غرض سے نہیں، محض دینی خدمت کے جذبہ سے... مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے جواب میں پچیس سال پہلے ''صحابہ کرامؓ اور اُن پر تنقید؟'' لکھی تھی، جو پہلی مرتبہ ۱۹۷۰ء میں طبع ہوئی تھی، کتاب کے دو ایڈیشن مزید نکل چکے ہیں... لاہور کے مردُم خیز شہر سے ایک اور فتنہ ساماں اُٹھا ہے... جاوید احمد الغامدی... یہ شخص گم راہی میں اپنے کسی پیشرو سے پیچھے نہیں رہا، اس کی ایک تصنیف ''میزان'' کے نام سے مارکیٹ میں آئی ہے۔ اس کے ایک مضمون میں حضرت ماعز اسلمیؓ اور ایک صحابیہ بی بی غامدیہؓ کو دل کھول کر گالیاں دی گئی ہیں۔ راقم نے اس پر کچھ لکھا تھا، جو بعض رسائل میں طبع ہوا، اور پھر اُسے کتاب کے اُن ایڈیشنوں میں بطورِ ضمیمہ شامل کردیا گیا ہے.... مرزائیت کے سلسلہ میں دو کتابیں: ۱:... اِسلام اور مرزائیت۔ ۲:... لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ طبع ہوچکی ہیں، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ! یہ چند سطور اپنی قصیدہ خوانی کی نیت سے ہرگز نہیں، بلکہ محض اور محض اپنے آپ کو جناب سے متعارف کرانے کے لئے لکھی گئی ہیں، اس وقت جو کچھ جناب کی خدمت میں عرض کرنا ہے، وہ یہ ہے:

چند روز قبل بعض اَحباب کے پوچھنے پر نمازِ جنازہ میں قراءتِ فاتحہ وختمِ سورۃ پر کچھ لکھنا پڑا، اِس سلسلہ میں جناب کی کتاب ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' کو اُٹھاکر دیکھا تو مسئلہ بالا کے ضمن میں ''زاد المعاد'' کا حوالہ نظر آیا، اس میں آپ نے نقل فرمایا ہے: ''وکذالک حفظ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ'' میرے پاس ''زاد المعاد'' کا جو نسخہ (مطبوعہ سنت محمدیہ منجانب امیر فہد بن عبدالعزیز) ہے، اس میں ''کذالک'' نہیں۔ ''لذلک'' ہے، اور منقولہ بالا جملہ کے بعد کامہ یعنی اُلٹی واؤ ہے، اَوّل تو موقع محل کے لحاظ سے ''لذلک'' موزوں تر معلوم ہوتا ہے، اور اگر صحیح لفظ ''کذلک'' ہی ہو تو صلی اللہ علیہ وسلم پر جملہ تام ہوکر ایک بات ختم ہوجائے گی، گویا حافظ ابنِ قیم نے یہ جو کہا ہے کہ نمازِ جنازہ سے مقصود میت کے حق میں دُعا کرنا ہے، وہ اسی کو رفع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی محفوظ ہے۔ آگے ''ونقل عنہ'' سے جملہ مستانفہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! میری اس گزارش پر غور فرمالیا جائے۔ میں ایک دفعہ پھر عرض کردینا چاہتا ہوں کہ میری یہ گزارش محض جذبہ ''النصح لکل مسلم'' کے

تحت ہے، خدانخواستہ اعتراض یا تنقید مقصود نہیں ہے۔

''زاد المعاد'' کا ایک اُردو ترجمہ عرصہ ہوا ''نفیس اکیڈمی کراچی'' نے چھاپا تھا، یہ ترجمہ رئیس احمد جعفری نے کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ترجمہ میں صفحے کے صفحے غائب کردیئے گئے، جعفری صاحب نے مضحکہ خیز فاش غلطیاں کی ہیں، بطور نمونہ چند مثالیں منسلکہ ورق پر پیش خدمت ہیں۔ طالب علموں کو ان غلطیوں سے آگاہ کردینا، ایک علمی اور دینی خدمت ہوگی، مگر میں ایک دور اُفتادہ علاقہ کا رہنے والا ہوں، اور پھر کراچی کے اہلِ قلم اور ناشرین سے کوئی جان پہچان نہیں ہے، کیا جناب اس بارے میں کوئی مشورہ یا تعاون فرماسکیں گے؟ جعفری صاحب کی طرح اور بھی کئی مترجم حضرات اس دور میں پیدا ہوگئے ہیں، جو: ''من لم یعرف الفقه قد صنّف فیه کتابا'' کے مصداق فاش غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ سردست جناب سے جعفری صاحب کے ترجمہ کے بارے میں مشاورت اور تعاون کی درخواست ہے۔

والسلام الراقم:
محمد عبداللہ عفی عنہ
سابق صدر مدرّس، مدرسہ عربیہ،
فاضل احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

....

حضرت مخدوم ومحترم زیدت معالیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آنجناب کے نامہ کرم کے حسنِ ظاہر وباطن دونوں سے بے حد متأثر ہوا۔ اس ناکارہ کی کتاب ''اختلافِ اُمت'' سے جس غلطی کی نشان دہی فرمائی ہے، اُس کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ بوقتِ تحریر میرے پاس ''زاد المعاد'' نہیں تھی، مدرسہ کے کتب خانہ سے منگوائی تھی، اُس پر ''وکذالک'' ہی ہے... اُس کا فوٹو بھیج رہا ہوں... یہ ''مصطفی البابی واولادہ'' کا مطبوعہ ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۸ء کا نسخہ ہے۔ اب اس ناکارہ کے پاس دو نسخے ذاتی ہیں، ایک ''مؤسسة الرسالة بیروت'' کا چودھواں ایڈیشن مطبوعہ ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۹۸۶ء، اس میں ''لذالک'' ہے، اور دُوسرا نسخہ ''شرح مواهب للزرقاني'' کے حاشیہ پر ہے، اُس میں ''وکذالک'' ہے۔ بہرحال اس ناکارہ کا حوالہ تو صحیح ہے، اب نسخہ کے راجح مرجوح کا فیصلہ اہلِ علم فرمائیں۔ یہ ناکارہ تو مکھی پر مکھی مارنے والا طالب علم ہے۔

آنجناب نے رئیس احمد جعفری کے ترجمہ پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ خاصے کی چیز ہے، اس کو ضرور شائع ہونا چاہیے۔ اس ناکارہ کا ناقص خیال یہ ہے کہ اگر آنجناب اس کے فوٹو اسٹیٹ بھجوادیں تو پہلے اس کو ''بینات'' میں شائع کردیا جائے، جس سے علمی حلقوں میں تعارف ہوجائے گا، پھر کسی ناشر سے کتابی شکل میں شائع کرنے کو کہا جائے۔ دعواتِ صالحہ کا محتاج وملتجی ہوں۔ والسلام
محمد یوسف عفا اللہ عنہ

....

حضرت مخدوم ومعظم زیدت مکارمہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی! قریباً ایک سال سے ''بینات'' کا کام براہِ راست جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس جناب مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب زید مجدہم کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ مجھ سے جو چیز لکھوانی ہو، اُن کا نمائندہ لکھوا کرلے جاتا ہے۔ رئیس احمد جعفری کے ترجمہ پر آپ کی تنقید میں نے اُن کے حوالہ کردی تھی اور خود اس کو بھول گیا تھا۔ آں جناب کے کرامت نامہ پر مجھے یاد آیا اور

میں نے اُن سے پتا کرایا تو معلوم ہوا کہ آپ کا مقالہ کمپوز ہو چکا ہے، شاید اگلے مہینے لگ جائے گا۔ ''کاروانِ جنت'' کی تالیف پر مبارک باد قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اِس خوش قسمت کاروان کے ساتھ ملحق فرمادیں۔ اگر لاہور کا ناشر اُسے چھاپ دیتا ہے، فبہا، ورنہ مجھے بھجوا دیجیے، میں اِن شاء اللہ چھپوا دوں گا۔ دعواتِ صالحہ کا محتاج اور ملتجی ہوں۔ والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

....

''بخدمت گرامی فخر العلماء حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاجِ گرامی!

راقم السطور ایک دیرینہ نیاز مند ہے۔ کئی سال سے بذریعہ خط وکتابت جناب سے راہ ورسم ہے، زیارت کا اَزحد اِشتیاق ہے، لیکن ''کیف الوصول الیٰ سعاد؟'' والا معاملہ ہے۔ بندہ متعدد اَمراض اور عوارض کا شکار ہونے کی وجہ سے زیادہ سفر کے قابل بھی نہیں ہے۔ گزشتہ سال حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، مدینہ منورہ میں عزیز مولانا عبدالقادر صاحب، نزیل مدینہ شریف کی زبانی معلوم ہوا کہ جناب بھی وہیں قیام فرما ہیں۔ معاً یہ معلوم ہوا کہ جناب کا قیام میری فرودگاہ نزل البارہ کے قریب ہی ایک مدرسہ میں ہے، لیکن مولانا موصوف کے ذریعے دریافت کرایا تو جناب مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے، یوں مجھے اپنی حرماں نصیبی کا بڑا افسوس اور قلق ہوا۔ خیر! ما شاء اللّٰہ کان و ما لم یشأ لم یکن۔

جنابِ والا! یہ بات آپ مجھ سے بدر جہا بہتر جانتے ہیں کہ ''علم'' رُخصت ہو رہا ہے، اب قلم وقرطاس اور منبر جاہلوں کی تحویل میں ہے۔ رئیس اَحمد جعفری مرحوم نے ''زاد المعاد'' کے اُردو ترجمہ میں جو کرشمے دِکھائے ہیں، اُن کے سلسلہ میں ایک مختصر سا مضمون میں نے دوسال پیشتر ''بینات'' میں چھپوانے کے لیے جناب کی خدمت میں بھجوایا تھا، مگر وہ طبع نہ ہو سکا، اللہ ہی جانتا ہے کہ کیوں نہ چھپ سکا! بعد میں مجھے جناب کی علالت کی خبریں ملتی رہیں، ایک ہی مرتبہ یاددہانی کرا کے میں خاموش ہو گیا، بار بار زحمت دینا مناسب معلوم نہ ہوا۔

اِس وقت بھی اِسی سلسلہ میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں، گزارش ہے کہ کم وبیش بیس سال قبل جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب یہاں بہاول پور تشریف لائے اور اُنہوں نے اِسلامیہ یونیورسٹی میں مختلف عنوانات پر بارہ خطبات دیئے، اُن خطبات میں جہاں موصوف نے سامعین تک بہت سی کام کی باتیں پہنچائیں، وہاں اُنہوں نے اِس قسم کے مسائل بھی بیان فرمائے:

۱:... عورت نماز میں مردوں کی اِمام بن سکتی ہے۔ ۲:... اِسلام میں موسیقی جائز اور حلال ہے۔ ۳:... ڈارون کا نظریہ اِرتقاء ایک اِسلامی نظریہ ہے۔ ۴:... زکوٰۃ کی رقم رفاہی مدات میں خرچ ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

''خطباتِ بہاول پور'' کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے نزدیک یہ ایک حوالہ کی کتاب بن چکی ہے۔ راقم نے اپنی بے مائیگی کے باوجود چند مسائل پر کچھ لکھا ہے، اب خواہش یہ ہے کہ ایک تو یہ مسودہ جناب کی نظر سے گزر جائے، دُوسرے اگر جناب کی توجہ سے کراچی ہی کا کوئی اِدارہ اسے چھاپ دے تو اہلِ علم کی طرف سے فرضِ کفایہ اَدا ہو جائے گا، جناب کی طرف سے اِجازت نامہ موصول ہوگا تو مسودہ اِرسالِ خدمت کر دیا جائے گا۔

ایک گزارش اور بھی ہے، وہ یہ کہ جناب کے شہر کراچی سے ''صحیفہ ھمام بن منبہ'' ایک صاحب نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے جزائے خیر دے، مگر ایک افسوس ناک بات یہ ہے کہ یہ صحیفہ با ترجمہ طبع ہوا ہے، مترجم جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے برادرِ بزرگ جناب حبیب اللہ صاحب ہیں، اُن حضرت کے علمی حدود واَربعہ سے میں واقف نہیں ہوں۔ بہرحال اُن سے ترجمہ میں کہیں کہیں فاش غلطیاں ہوئی ہیں، اِس سلسلہ میں بھی راقم نے ایک مختصر سا مضمون لکھا ہے، جو تا حال طبع نہیں ہوا، اگر اِجازت مرحمت فرمائیں تو اُس کی بھی ایک نقل بھیج دُوں۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ اِس سلسلہ میں جناب کو زحمت دے رہا ہوں، لیکن اِس دور میں کتنے

علماء رہ گئے ہیں، جن کو اِس قسم کی زحمت دی جاسکے، میں اُمید کرتا ہوں کہ جناب میری گزارش کو شرفِ پذیرائی بخشیں گے۔
فقط والسلام مع الاکرام دُعاگو ودُعاجو:
محمد عبداللہ عفی عنہ

....

مکرم ومحترم زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
مجھے یہ پڑھ کر بہت قلق ہوا کہ آپ مدینہ منورہ میں مجھے تلاش کرتے پھرے، لیکن میں وہاں سے جاچکا تھا، اللہ کرے کہ کوئی صورت ملاقات کی ہوجائے! یہ ناکارہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا، فی الجملہ معذور ہے، خط بھی کسی سے لکھواتا ہوں۔ رئیس اَحمد جعفری کے سلسلہ میں آپ نے جو مضمون بھیجا تھا میرے ذہن میں نہیں رہا، میں نے اپنے ساتھیوں سے اُس کو تلاش کرنے کے لیے کہا ہے، اگر مل گیا تو اِن شاء اللہ! اس کو ''بینات'' میں چھاپ دیں گے، ممکن ہو تو اُس کا فوٹو بھیج دیں۔ (بعد میں وہ مضمون ''بینات'' میں چھپ گیا تھا- ناقل)

''خطباتِ بہاول پور'' کا نسخہ میری نظر سے نہیں گزرا، میں کہیں سے منگوا کر اُس کا مطالعہ کروں گا، آنجناب نے اُس پر جو لکھا ہے وہ مجھے ضرور بھجوادیں، میں اِن شاء اللہ! اُس کو چھپوادُوں گا، لیکن اصل نسخہ اپنے پاس محفوظ رکھیں، اگر ممکن ہوسکے تو اُس کے فوٹو مجھے بھیجیں، کیونکہ بعض دفعہ اصل مسوّدہ ضائع ہوجاتا ہے۔ ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کے ترجمہ میں جو غلطیاں ہوئی ہیں اور اُس پر آنجناب نے جو مضمون لکھا ہے وہ بھی مجھے بھجوادیں، میں اِن شاء اللہ! اُس کو بھی چھاپ دُوں گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو کارِ خیر پر برکتیں عطا فرمائے۔

والسلام
محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

....

''بجنابِ مستطاب فخر العلماء حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ اقدس!
اَحقر نے ایک عریضہ مرقومہ ۱۸رجب المرجب ۱۴۲۰ھ جناب کی خدمت میں اِرسال کیا تھا، جس کی یاددہانی کے طور پر میرے ایک عزیز (محمد منصور اَحمد خان) نے دُوسرا عریضہ بھیج دیا تھا۔ جناب کا ۲۱رذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ کا تحریر فرمودہ گرامی نامہ جس کے لفافہ پر ۴رمارچ کی ڈاک خانہ کی مہر ثبت ہے، عزیزِ موصوف کو موصول ہوا، اور جناب کا مفصل جوابی عنایت نامہ مؤرخہ ۱۹رشوال ۱۴۲۰ھ ڈاک خانہ کی ۸رمارچ کی مہر کے ساتھ ملا، یہ تقدیم تاخیر کیونکر پیش آئی؟ اللہ ہی جانتا ہے۔
اَحقر کو اللہ تعالیٰ نے اِس سال حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی۔ ۱۶رفروری کو یہاں سے براستہ ملتان روانگی ہوئی، اور ۲۵رمارچ کو واپس اَحمد پور شرقیہ پہنچا، فَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ یہاں پہنچ کر میں فوراً اپنے غریب خانہ واقع تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان گیا اور کئی روز وہاں گزار کر واپس یہاں آگیا۔ جناب کے ہر دو مکتوبِ گرامی ملے، توجہ اور کرم فرمائی کا اَز حد شکریہ! جناب کی علالت کا حال معلوم ہوتا رہا ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دست بہ دُعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب کو صحتِ کاملہ سے نوازیں اور تادیر آپ کا سایہ طلباءِ علم کے سروں پر قائم رکھیں:

''ایں دُعا اَز من واَز جملہ جہاں آمین باد!''

حسبِ فرمائش ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کے ترجمہ اور رئیس اَحمد جعفری کے ترجمہ ''زاد المعاد'' کے بارے میں اپنی تحریروں کی فوٹو نقلیں، ہم راہِ ہٰذا اِرسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ اگر یہ دونوں مضمون ''بینات'' میں آجائیں تو باعثِ صد شکریہ ہوگا اور ایک

عصرِ حاضر میں دِین کی تفہیم و تشریح

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۱۲۔ پتا: مجلس نشریاتِ اِسلام، ۱-کے ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸۔

دِین کی تفہیم و تشریح جس قدر نازک اور لائقِ اِحتیاط کام ہے، وہ کسی صاحبِ فکر سے مخفی نہیں، اس میں ذرا سی کج فکری و کج رَوی بھی شارع کی نظر میں جرمِ عظیم تصوّر کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ صدرِ اوّل سے لے کر آج تک اکابرِ اُمت ایسے کج رو اور کج فکر اَفراد کی نشان دہی کرتے آئے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مفکرِ اِسلام جناب مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے یہی فریضہ انجام دیا ہے۔ اُنہوں نے جناب مودودی کے اسی نوعیت کے اَفکار و خیالات کی نشان دہی کرتے ہوئے دِین و عقل کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا ہے۔

علمی خدمت بھی۔ جنابِ والا! حقیقت یہ ہے کہ اَحقر خود بھی اَمراضِ مزمنہ کا شکار ہے، صحت روز بروز پست ہوتی جارہی ہے، تاہم تحریف الغالین، انتحال المبطلین اور تاویل الجاهلین کی جب کوئی صورت سامنے آتی ہے، تو دِینی حمیت کچھ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ غیر مقلدیت (بلفظِ دیگر) آزادروی اِس وقت ایک فتنہ کی صورت اختیار کرچکی ہے، اور آئے دن کوئی نیا معرکہ پیش آتا رہتا ہے۔ تھوڑا عرصہ پہلے لاہور سے ایک نیا ترجمہ قرآن مجید شائع ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں میں نے کچھ لکھا تھا اور ایک عزیز کے نام سے ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' ملتان سے غالباً ۸-۹ صفحات میں یہ مضمون شائع کرایا۔

نیا لکھا پڑھا طبقہ مسئلہ نزول المسیح علیہ السلام کا منکر ہو رہا ہے، بہت سے دینی معتقدات اور مسائل کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، دل یہ چاہتا ہے کہ اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کرتا رہوں، لیکن آپ جیسے بزرگوں کی سرپرستی کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہے، اِس لیے ایک دفعہ پھر اِجازت چاہتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً زحمت دیا کروں تو آنجناب بارِ خاطر نہیں محسوس فرمائیں گے۔

مزید عرض ہے کہ جناب ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے خطبات بہاول پور کے سلسلہ میں اَحقر کے تنقیدی مضمون کی نقل عزیزم محمد منصور اَحمد خان نے جناب کی خدمت میں اِرسال کردی تھی، اُمید ہے کہ یہ مضمون جناب کی نظر سے گزر چکا ہوگا اس کے متعلق آنجناب کی رائے گرامی جاننے کے لیے بے تابانہ منتظر ہوں، اگر یہ کوئی کام کی چیز ہو تو اس کی اشاعت کا بندوبست ہونا چاہیے ورنہ تو لا تنبشوا هيننا ما كان مدفونا کے بمصداق خاموشی اِختیار کرلی جائے۔

والسلام

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

....

''حضرت مخدوم و معظم زیدت معالیہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آں مخدوم کا تنقیدی تبصرہ میں نے فوراً پڑھا، ماشاء اللہ! بہت ہی خوب لکھا ہے، اِن شاء اللہ! اس کو ''بیّنات'' میں ضرور شائع کراؤں گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ آنجناب کو صحت و عافیت عطا فرمائیں۔

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

مولانا ندوی کا قلم تعبیرات میں جس قدر محتاط اور لب ولہجہ میں جس قدر پُر وقار اور متین ہے، اسے ایک ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے بارہ میں وہ اپنے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''وہ نہ مناظرہ کے انداز میں لکھی گئی ہے، نہ فقہ وفتویٰ کی زبان میں! وہ ایک اندیشہ کا اظہار ہے، اور ''الدین النصیحة'' (دین خیر خواہی کا نام ہے) کے حکم پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش! اس کی نہ کوئی سیاسی غرض ہے، نہ کوئی جماعتی مقصد! اس کتاب کی تالیف میں مختلف قوی محرکات ودواعی کے باوجود بہت تاخیر سے کام لیا گیا، اور اس موضوع پر اپنی اُفتادِ طبع اور طرزِ عمل کے خلاف اسی وقت قلم اُٹھایا گیا جب اس کا پوری طرح مشاہدہ اور تجربہ ہوگیا کہ اس دعوت ولٹریچر سے جو جماعت تیار ہورہی ہے، اس کا نیا دینی مزاج بنتا جارہا ہے۔''(۱)

ہمیں اُمید ہے کہ مسلمانوں کا سنجیدہ طبقہ اس کتاب کو پڑھ کر مودودی صاحب کے اَفکار کو سمجھنے میں غلطی نہیں کرے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۹ھ)

مفصل تبصرہ

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اسلام، ۱-کے ۳، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی۔

مودودی صاحب کی قائم کردہ ''جماعتِ اسلامی'' کو اس خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا کہ اچھے اچھے دِین دار اور مخلص علمائے کرام- جو مسلمانوں کی زبوں حالی اور معاشرہ کی ابتری سے بے قرار اور اسلامی انقلاب کے خلوصِ دل سے خواہش مند تھے- یہ سوچ کر اس جماعت میں شامل ہوگئے کہ ممکن ہے ہمارے احساسات اور جذبات اور اسلامی انقلاب اور خلافت علیٰ منہاج النبوة کے قیام کے سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوسکے۔

چنانچہ علماء کی اس جماعت میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا علی میاں ندوی سرفہرست تھے، لیکن جلد ہی غبار چھٹ گیا اور مطلع صاف ہوگیا، اور ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ ''جماعتِ اسلامی'' سے علیحدگی اختیار کرلی، بلکہ حقیقتِ حال واضح کرکے دُوسروں کی بھی مشکل آسان کرگئے۔ چنانچہ حضرت مولانا نعمانی مدظلہٗ نے ''مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت اور اَب میرا موقف'' کے عنوان سے اپنے تأثرات کا اظہار فرمایا، تو حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے ''عصرِ حاضر میں دِین کی تفہیم

(۱) ص:۱۵-۱۶

وتشریح'' ایسی سنجیدہ اور متین کتاب لکھ کر نہایت دِل سوزی اور اِخلاص سے صورتِ حال واضح فرمائی۔ لیکن ظاہر ہے ان حضرات کا یہ طرزِ عمل مودودی حلقہ میں نہ صرف یہ کہ ناپسند کیا گیا، بلکہ تلملاہٹ کی وجہ سے حضراتِ اکابر کو نشانۂ طعن بنانے کی کوشش کی گئی۔

اسی سلسلہ میں ''جماعتِ اِسلامی ہند'' کی طرف سے جناب حکیم اقبال صاحب نے مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی کتاب اور طرزِ عمل پر جس گھٹیا انداز میں نقد کیا، اس کو ''جماعتِ اِسلامی ہند'' کی طرف سے ''میں بھی حاضر تھا وہاں'' کے عنوان سے کتابی شکل میں لاکر اس شدومد سے تقسیم کیا گیا، جیسے ''اِقامتِ دِین'' اور ''قیامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کی ساری عمارت اسی پر موقوف ہے۔ اس پر علامہ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (اُستاذ جامعہ اُمّ القریٰ، مکہ مکرمہ) نے مفصل تبصرہ کیا ہے، جو ایک نفیس دستاویز بن گئی ہے۔ کتاب بہت ہی دِلچسپ ہے اور ہر اعتبار سے معلوماتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۸ھ)

خلافت وملوکیت؛ تاریخی وشرعی حیثیت

جناب مولانا حافظ صلاح الدین یوسف۔ قیمت (مجلد): ۱۲/۷۵ روپے۔ ناشر: مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اِنس وجن کی ہدایت کے لیے قرآنِ مبین نازل فرمایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شارح اور عملی نمونہ بنایا، اس لیے کتاب اللہ کو سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور آنحضور سے کسی غلطی کا صدور نہیں ہوسکتا تھا۔ دُوسری طرف دِینِ اِسلام پوری دُنیا کے لیے آیا ہے، اور تا قیامِ قیامت اسی پر عمل کرنا لازم ہے، ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا یہ دِین غیرمعصوم لوگوں کے لیے بھی قابلِ عمل ہے یا نہیں؟

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قلیل مدّت میں ایک لاکھ سے زائد ایسے افراد تیار کرکے اس سوال کا اطمینان بخش جواب دے دیا، جن میں سے ہر ایک فردِ اِسلام کا کامل نمونہ بنا۔ اگرچہ معصوم ان میں سے کوئی بھی نہ تھا، کیونکہ ''عصمت'' خاصۂ انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیمات ہے۔ ان حضرات کو۔ جن کا لقب ''صحابہ کرام'' (رضی اللہ عنہم) ہے۔ قیامت تک آنے والی اُمتِ مسلمہ کے لیے نمونہ بنایا گیا ہے، اور سنتِ نبوی کو انہیں کے قول وعمل کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔ اب کسی کو یہ عذر نہیں ہوسکتا کہ دِینِ اِسلام پر عمل کرنا ہمارے لیے ناممکن یا مشکل ہے، کیونکہ ہم معصوم نہیں ہیں۔

اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قلیل سے قلیل تعداد کے متعلق یہ فرض کرلیں کہ...العیاذ باللہ!...ان کے متعلق معلّمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش رائیگاں گئی اور وہ اِسلام کا صحیح نمونہ نہ بن سکے تو اتنی بات یقیناً ماننا پڑے گی کہ دِین پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں ہے، تو مشکل ضرور ہے! اِسی مقام سے ایک قدم آگے بڑھا کر ملاحدہ کہہ دیں گے کہ موجودہ ماحول میں یہ مشکل، محال کا درجہ حاصل کرچکا ہے۔ حالانکہ لسانِ نبوّت نے تصریح فرمائی ہے: ''اَلدِّینُ یُسر'' (دِین سراپا سہولت ہے)۔ اس کے علاوہ ہر صحابی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کی ایک دلیل ہے۔ اگر ہم ایک صحابی کو بھی مجروح کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ: ہم ایک دلیلِ نبوّت پر حملہ کرتے ہیں، اور اسے تسلیم کرنے سے اِنکار کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ دِین کے اوّلین راوی وناقل حضرات صحابہؓ ہی ہیں، اگر ان پر اِعتماد باقی نہ رہے تو پورے دِین سے اِعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اُن کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کتاب وسنت کا دامن بھی ہاتھ میں نہیں رہ سکتا۔ یہ حضرات دِین کے صرف ناقل نہیں ہیں، بلکہ شارح بھی ہیں۔ جس طرح کتابِ حکیم کی شرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے فرمائی ہے، اِسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنتِ نبویہ کی تشریح اپنے قول وفعل سے کی ہے۔ جو شخص سنتِ نبوی کی شمعِ نور افشاں کی اِمداد کے بغیر ''کتابِ مبین'' کو دیکھے گا، وہ ہدایت حاصل کرنے کے بجائے گمراہی کی بلا میں گرفتار ہوگا۔ اور جو شخص صحابہ کرامؓ کی سیرتِ مقدسہ کے آئینۂ حقیقت نما سے روگردانی کرکے سنتِ نبویہ کو براہِ راست دیکھنے کی کوشش کرے گا، اُس کی نگاہیں خیرہ اور نورِ بصیرت زائل ہوجائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم اور اُن کے ساتھ محبت واِخلاص رکھنے پر بہت زور دیا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جب ان ''نجومِ ہدایت'' پر خاک ڈالنے کی سعیٔ ناپاک ہو رہی ہو، تو ان کی جانب سے دِفاع کرنا کتنی اہم دِینی خدمت ہے...!

مولانا صلاح الدین یوسف صاحب خوش نصیب اور لائقِ مبارک باد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس خدمتِ عظیم کی توفیق عطا فرمائی ہے، اور اُن کے قلم سے مودودی صاحب کی رُسوائے عالم اور گمراہ کن کتاب ''خلافت وملوکیت'' کا رَدّ لکھوایا۔ اس کتاب میں لائق مصنف نے مودودی صاحب کے مغالطوں کی خوب پردہ دَری کی ہے، اور حضرت عثمان، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر جو مطاعن واِعتراضات اُنہوں نے کیے تھے، اُن کے اِطمینان بخش اور مسکت جوابات دیے ہیں، جنھیں دیکھ کر ایک منصف مزاج کا قلب ان حضرات صحابہؓ کی عظمت ومحبت سے لبریز ہوجاتا ہے، اور ان حضرات کے

دامنِ مقدس کو مطاعن سے داغ دار کرنے کی سعیِ زبوں رائیگاں ہو جاتی ہے۔ جوابات تحقیقی بھی ہیں اور اِلزامی بھی! لیکن اِلزامی جوابوں میں حدود سے تجاوز کہیں نہیں نظر پڑا۔ اُنہوں نے اپنی حجت کا مدار صرف تاریخ پر نہیں رکھا ہے، بلکہ جابجا قرآن و حدیث سے بھی اِستدلال کیا ہے، جس سے کتاب کی علمی حیثیت معلوم ہوتی ہے۔ مودودی صاحب نے اپنے مذموم مقصد کے پیشِ نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنے کے لیے جن چالاکیوں اور خیانتوں سے کام لیا ہے، اس کی بھی زیرِ تبصرہ کتاب میں پردہ دَری کر کے ان کی نقابِ تقیہ پارہ پارہ کردی گئی ہے۔ اس کے بعد کسی منصف مزاج آدمی کے نزدیک اُن کے ''تشیع'' میں کلام کی گنجائش نہیں باقی رہتی...!

یہ کتاب ہر سنی کے ہاتھ میں پہنچنا چاہیے، خصوصاً جماعتِ اِسلامی سے منسلک حضرات کو اس کا مطالعہ بہت غور سے کرنا چاہیے، اس کے بعد سوچنا چاہیے کہ کیا مودودی صاحب واقعتاً سنی ہیں؟ اور کہیں وہ ''اِسلامی نظام'' کے پردہ میں دِین کی اَہم بنیادوں کو ایک ایک کر کے گرانے کی کوشش تو نہیں کر رہے...؟

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ)

مودودی صاحب اَکابرِ اُمت کی نظر میں

مولانا حکیم محمد اختر صاحب۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت: ۱۲ روپے۔ پتا: مکتبہ القاسم، مسلم آباد، شالا مار ٹاؤن، لاہور۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحب کا معروف و مقبول رسالہ، جس کے متعدّد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور جس میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے لے کر اَب تک کے اکابر علمائے کرام کی آرا مودودی صاحب کے بارہ میں قلم بند کی گئی ہیں۔ رسالہ کے شروع میں مولانا سیف اللہ اکرم کا چھوٹا سا مضمون ''مودودی صاحب کے لٹریچر میں تین خطرے اور متعدّد بیماریاں'' راقم الحروف کی نظر سے پہلی بار گزرا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۴ھ)

مودودی صاحب اور اُن کی جماعت سے میری خط و کتابت

ڈاکٹر احمد حسین کمال۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ۶۲ پیسے۔ پتا: دفتر جمعیت علمائے اِسلام، بیرون لوہاری گیٹ، ملتان۔

ڈاکٹر صاحب کو کچھ دِنوں جماعت اِسلامی سے مل کر کام کرنے اور جماعت کے اندرونی ماحول کو

قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اُنہیں جماعت کے بعض بنیادی نظریات ورُجحانات نیز اُس کے طریقِ کار اور طرزِ عمل میں بعض ''اِصلاحات'' کی ضرورت محسوس ہوئی، اس کے لیے اُن کی اکابرِ جماعت سے کچھ مکاتبت ہوئی جو ''ترجمانُ القرآن'' میں شائع ہوئی تھی۔

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک تعارفی نوٹ کے ساتھ اِسے دُوبارہ شائع کیا ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے اپنے مشہور ''نظریۂ حکمتِ عملی'' کی تشریح وتفسیر اُن ہی خطوط میں فرمائی تھی، اِس وجہ سے یہ مکاتبت نہ صرف دِلچسپ ہے، بلکہ ''نظریۂ حکمتِ عملی'' کے بارہ میں جانبین کے موقف کو سمجھنے کے لیے بھی مفید ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)

مولانا مودودی کے غلط نظریات

جناب کریم الدین (ریٹائرڈ انجینئر)۔ صفحات: ۸۸۔ قیمت: ۴ روپے۔ پتا: جاوید اکیڈمی (گوشۂ عافیت)، چہلیک، ملتان۔

اس رسالہ میں مصنف نے جناب مولانا مودودی کے ان نظریات پر بحث کی ہے جو بقول ان کے ذہنی انقلاب کا باعث بنے ہیں۔ فاضل مصنف کی گرفتیں بڑی متین ومصلحانہ اور عقلیت پر مبنی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

***

اہلِ حدیث مکتبہ فکر

سبیل الرشاد

اِمامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ۔ تحقیق وتعلیق: مولانا محمد امیر علوی میرٹھی۔
صفحات: ۱۳۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: رحمٰن برادرز، ناشرانِ کتب، پاکستان چوک، کراچی۔

''سبیل الرشاد'' حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کا مشہور رسالہ ہے جو اکرم خان صاحب کے چند سوالات - جو عموماً غیر مقلدین کی طرف سے کیے جاتے ہیں - کے جواب میں تحریر فرمایا گیا۔

ہمارے رفیق جناب مولانا محمد امیر علوی صاحب نے بڑی تحقیق وتدقیق سے اسے مبسوط حواشی کے ساتھ آراستہ کیا ہے، جس سے رسالہ کی اِفادیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ رسالہ غیر مقلدین کے شبہات کے لیے تریاقِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔

صفحہ: ۶۵ پر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے کتابت کی غلطی سے ''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)'' لکھا گیا ہے۔ اس نوعیت کی غلطیاں اور بھی نظر آئیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ)

حقیقۃ الفقہ (مکمل دو حصے)

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ ؒ۔ صفحات: ۶۵۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۴۳۷ - ڈی، گارڈن ایسٹ، نزد لسبیلہ چوک، کراچی نمبر ۵۔

شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی ؒ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ و بانی جامعہ نظامیہ، حیدر آباد، دکن) کی شخصیت اہلِ علم حلقہ میں محتاجِ تعارف نہیں۔ موصوف اپنی خداداد صلاحیتوں اور کمالات کے باعث جس طرح حضرت حاجی صاحب ؒ کے ہاں علم وفضل میں فائق تھے، وہاں بحمد اللہ! ان کی

مسائل سے یہ توقع ہے کہ انہیں اربابِ فقہ، حضراتِ اَئمہ اَربعہ اور خصوصاً اِمام الائمہ حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی خصوصی شرف ومقام حاصل ہوا ہوگا۔

کم سواد لوگوں کی پہلے کمی تھی اور نہ اب ہے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد "الجاهلون لأهل العلم أعداء" (جہلا اہلِ علم کے دُشمن ہوتے ہیں) کے مطابق غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات کو علم میں جس قدر رُسوخ، پختگی، تفوّق اور کمال حاصل ہوگا، اسی مناسبت سے اُن کے مخالفین، حاسدین اور اعدا کی کثرت ہوگی۔ کچھ یہی معاملہ حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیتِ مطہرہ کے ساتھ رہا ہے، خداداد قابلیت وصلاحیت، اِستحضار وتفقہ، خوف وخشیت، وَرَع وتقویٰ اور حزم واحتیاط میں ان کا ثانی نہیں، اپنے تو اپنے، اغیار اس کے معترف ہیں، مگر "الناس أعداءٌ لما جهلوا" کے مصداق ان کو دُکھ تو صرف یہ ہے کہ جب ہمیں یہ کمال حاصل نہیں ہوا، اِمام ابوحنیفہؒ اس اعزاز سے کیوں سرفراز ہیں...؟

اس گھٹیا سوچ اور کمینی فکر کے تحت کچھ لوگوں نے فقہ پر اِعتراضات کرنا شروع کردیے کہ "یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے"، "یہ شرک ہے"، اور "اِمام ابوحنیفہ کتاب وسنت کے خلاف اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہیں" وغیر ذٰلک. (نعوذ باللّٰہ!)

زیرِ نظر کتاب میں جناب مؤلف نے اس غوغا آرائی کا سنجیدگی سے نوٹس لیا اور "ومن يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين" (۱) کی روشنی میں واضح کیا کہ دِین میں تفقہ کی ضرورت واہمیت تو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اور نہایت ہی تفصیل سے مستند اور معتبر حوالوں سے اس عنوان پر ایسا کلام فرمایا ہے کہ بلاشبہ "اعدائے اِسلام کے دانت کھٹے کردیے" کا محاورہ ثابت آتا ہے۔ کتاب میں حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زندگی کے تمام گوشوں سے ایسا مفصل اور جامع انداز میں پردہ اُٹھایا ہے کہ بلاشبہ کتاب پڑھتے وقت ختم کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

مؤلف موصوف نے ضرورتِ فقہ، محدثین وفقہاء کے فرائضِ منصبی، فقہ کے معنی، قرآن وحدیث سے مسائل کا اِستنباط، فقہاء ومحدثین میں اِمتیاز، احتیاجِ محدثین بطرفِ فقہاء، ضرورتِ اِجتہاد، اِجتہادِ صحابہؓ، قیاساتِ صحابہؓ، قیاس اور قرآن وحدیث، ضرورتِ قیاس، اِمام صاحب کی حدیث دانی، حاضر جوابی اور احتیاجِ محدثین بطرفِ اِمام صاحب، ایسے اہم اور عظیم مضامین پر قلم اُٹھایا ہے، اور واقعی لکھنے کا حق ادا کردیا ہے۔

یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں لکھی گئی تھی جو طبع ہوکر نایاب ہوچکی تھی، اب اس کا عکس "اِدارۃ القرآن" کے

(۱) متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۲، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

اربابِ بست وکشاد نے سفید کاغذ پر بہت ہی عمدہ شکل میں شائع کیا ہے، جو ریگزین کی ڈائی دار جلد کے ساتھ ظاہری اور معنوی خوبیوں سے مزین ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۰ھ)

کشف الحجاب

حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: دفتر مرکزی جماعت القراء، دارالعلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ، کراچی۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ، حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردِ خاص تھے۔ غیر مقلدوں کے رَدّ میں اُن کا یہ رسالہ سو سال پہلے چھپا تھا، جس کے فوٹو شائع کیے گئے ہیں۔ رسالہ کے شروع میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مولانا الطاف حسین حالیؔ کی ایک نایاب تحریر بھی دی گئی ہے۔ رسالہ کا مقدمہ جناب حکیم محمود احمد برکاتی نے تحریر فرمایا ہے، جس میں ان کا مخصوص طرزِ فکر نمایاں ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

الفتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین

مولانا منصور علی مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۴۵۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدنی کتب خانہ، اُردو بازار، گوجرانوالہ۔

حضراتِ ائمۂ مجتہدین (قدس اللّٰہ اسرارھم) پوری اُمت کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے خداداد فہم وبصیرت سے مسائلِ شرعیہ کا قرآن وسنت سے اِستنباط کر کے منقح شکل میں اُنہیں اُمت کے لیے مدوّن کر دیا، چنانچہ بعد کے تمام اَساطینِ اُمت اور جبالِ علم، ائمۂ مجتہدین کے فضل وکمال کے معترف اور اُن کے اِحسانات کے متشکر وممنون رہے۔

کوئی صدی ڈیڑھ صدی پہلے ہندوستان میں اہلِ حدیث حضرات نے ترکِ تقلید کا علم بلند کیا اور ان میں سے متشدّد حضرات نے ائمۂ دِین، مجتہدین اور اُن کے متبعین کے حق میں تند وتیز، جارحانہ بلکہ خارجیانہ لب ولہجہ اِختیار کیا۔ ہندوستان میں چونکہ فقہِ حنفی متداول ہے، اس لیے قدرتی طور پر فقہِ حنفی اور ائمۂ احناف

اُن کے تیرِ ستم کا نشانہ ٹھہرے۔ مناظروں کے اکھاڑے جمے، چیلنج بازی ہوئی، اِشتہار اور کتابچے چھپے، بلکہ ضخیم کتابیں بھی شائع کی گئیں، جن میں سب سے دِل آزار اَنداز یہ اِختیار کیا گیا کہ... نعوذُ باللہ! ثم نعوذُ باللہ!... اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، اور فقہِ حنفی کو قرآن وسنت کے بالمقابل رکھ کر یہ کہا گیا کہ اَحناف قرآن وحدیث پر نہیں، بلکہ فقہِ حنفی پر عمل کرتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں، بلکہ اِمام ابوحنیفہؒ کی اِقتدا کرتے ہیں۔ چنانچہ تیرہویں صدی کے اواخر میں ایک صاحب نے ایک کتاب بنام "الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین" اسی رنگ میں لکھی۔

زیرِ نظر کتاب - جو ۱۳۱۳ہجری میں دُوسری بار شائع ہوئی - اسی کا جواب ہے۔ حضرت مؤلفؒ اس کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان دِنوں ایک کتاب "الظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین" (مطبوع: لاہور، تصنیف: ہری چند بن دیوان چند کھتری، ساکن علی پور، ضلع گوجرانوالہ، ملک پنجاب، کہ فی الحال برائے نام مسلمان ہوکر نام اپنا غلام محی الدین رکھا) نظر سے گزری۔ اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مؤلف نے اَئمہ سلف پر طعن وتشنیع کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ جس قدر اس کی زبان نے یاوری دی، اس قدر ردّ گزر نہیں کیا، اور اپنے زعم میں یوں سمجھا ہے کہ سب اَئمہ مخالفت حدیث وقرآن کی کرتے تھے۔ چنانچہ سو مسئلے فقہ کے مخالفِ قرآن وحدیث بیان کیے ہیں، اور چاروں اِماموں خصوصاً اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہر مسئلہ میں یہی دعویٰ کیا ہے کہ اِمام صاحب نے اس مسئلہ میں قرآن یا حدیث کی مخالفت کی ہے۔ اور ہر مسئلہ میں ایک حدیث اور کہیں آیت بھی لکھ دی ہے کہ یہ مسئلہ اس حدیث اور آیت کے مخالف ہے۔ اور جو حدیث اور آیت اس مسئلہ کے موافق تھی اس کو بالکل چھوڑ دیا۔ پھر ان مسئلوں کی وجہ سے جس قدر اس میں تبرا لکھا ہے، اس کو دیکھنے والے اُس کتاب کے خوب جانتے ہیں۔ مگر یہ تبرا درحقیقت قرآن وحدیث پر ہے، نعوذ باللہ! کیونکہ کوئی مسئلہ اِن سو مسئلوں میں سے ایسا نہیں کہ جس کا ماخذ قرآن وحدیث نہ ہو۔ پھر نہیں معلوم کون سی شے اس طعن کی باعث ہوئی؟''(۱)

اور کتاب کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خصوصاً اس کتاب ''ظفر مبین'' میں تعصب اس درجہ کا موجود ہے، جس کا کچھ پایاں نہیں، ناظرین

(۱) ص:۱۷

بہ اِنصاف خود ملاحظہ کرلیں گے۔ چونکہ یہ کتاب مسلکِ حق سے بالکل بعید تھی، اِس لیے اس کا جواب لکھنا ضرور ہوا۔''(۱)

کتاب ماشاء اللہ! ہر اِعتبار سے کامل ومکمل اور نفیس علمی خزانہ ہے۔ کتاب ایک عرصہ سے نایاب تھی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مالکانِ مدنی کتب خانہ کو! جنھوں نے اہلِ علم پر احسان کرتے ہوئے عکس شائع کردیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ)

اُدلۂ کاملہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ صفحات: ۲۳۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی علمی رفعت ومرتبت ہم ایسے عامیوں کے حیطۂ اِدراک سے بلند وبالا ہے، تاہم تین چیزوں سے آپ کے علمی مقام کا کچھ اَندازہ کیا جاسکتا ہے:

اوّل:... آپ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے وہ نابغۃ العصر ہستیاں، جو آپ کے فیضانِ نظر سے مستنیر ہوئیں، اور علم وحکمت اور شہرت کے آسمان پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ کی تعداد ہزار سے زیادہ ہوگی، ان میں چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱:... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ۲:... اِمامُ العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ۔ ۳:... مفتیٔ اَعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ۔ ۴:... جانشین شیخ الہند شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ۔ ۵:... مجدّدِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلویؒ۔ ۶:... شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر اَحمد عثمانیؒ۔ ۷:... حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ۔ ۸:... امامِ اِنقلاب بطلِ حریت حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ۹:... حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ ۱۰:... حضرت مولانا سیّد اَحمد مدنیؒ، بانیٔ مدرسہ شرعیہ مدینہ منوّرہ۔ ۱۱:... شیخ الادب حضرت مولانا محمد اِعزاز علی امروہویؒ۔ ۱۲:... حضرت مولانا سیّد فخرالدینؒ، سابق صدر جمعیت علمائے ہند۔ ۱۳:... حضرت مولانا محمد اکبر پشاوریؒ۔ ۱۴:... حضرت مولانا عبدالسمیعؒ۔ ۱۵:... شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ ۱۶:... حضرت مولانا محمد صدیق مہاجر مدنیؒ۔ ۱۷:... حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ۔ ۱۸:... حضرت مولانا محمد صادق کراچویؒ۔ ۱۹:... حضرت مولانا عبدالوہابؒ، دربھنگہ۔ ۲۰:... حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ۔ ۲۱:... حضرت

(۱) ص:۱۹

مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ۔۲۲:... حضرت مولانا سیّد حامد حسن گنگوہیؒ۔۲۳:... حضرت مولانا رحمت اللہ نہٹوریؒ۔ ۲۴:... حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ۔۲۵:... حضرت مولانا احمد اللہ پانی پتیؒ۔۲۶:... حضرت مولانا فضل ربیؒ۔۲۷:... یادگارِ شیخ الہند حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہٗ، سرحدی۔

دوم:... حضرتؒ کے بارہ میں ہم عصر اکابر کی آرا، جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اکابر معاصرین کی نظر میں آپ کا کیا مقام تھا! اِس سلسلہ میں صرف یہ اِشارہ کافی ہے کہ تحریکِ خلافت کے زمانہ میں اہلِ علم کی طرف سے آپ کو ''شیخ الہند'' کا خطاب دیا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ جانشینِ شیخ الہند (قدس اللّٰہ اسرارھما) ''نقشِ حیات'' میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز جن کو تحریکِ خلافت میں مسلمانوں کی طرف سے لقب ''شیخ الہند'' دیا گیا تھا۔''(۱)

جس طرح ''مجدّدِ الفِ ثانی'' کا لقب حضرت مجددؒ کے بارہ میں ایسا مشہور ہوا کہ اس کی شہرت اصل نام سے بڑھ گئی، اسی طرح ''شیخ الہند'' کے لقب کی شہرت بھی آپ کے اِسمِ گرامی کی شہرت سے سبقت لے گئی، اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ''شیخ الہند'' کا خطاب آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا، اِسی سے آپ کی عظمت و مرتبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے نزدیک تو یہ لقب بھی آپ کی عظمت کے اِظہار سے فروتر تھا۔ وہ اِرشاد فرماتے تھے:

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب ہی ذات تھی، مدعیانِ محبت نے تو مولانا کو پہچانا ہی نہیں اور اس نہ پہچاننے کی وجہ سے ''شیخ العالم'' کو ''شیخ الہند'' کہتے ہیں، ہمارے اعتقاد میں تو وہ ''شیخ الہند والسند والعرب والعجم'' ہیں۔''(۲)

ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم نے آل انڈیا مسلم لیگ کا خطبۂ صدارت (یہ خطبۂ صدارت کراچی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے- ناقل) پڑھتے ہوئے جن الفاظ میں حضرت شیخ الہندؒ کو خراجِ عقیدت پیش کیا، وہ آپ کے مرتبہ ومقام کی بڑی حد تک عکاسی کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ الہندؒ کی وفات نے مسلمانانِ ہند کو نہایت افسردہ کردیا ہے، سارے ہندوستان میں کسی ایک مسلمان کا گھر بھی ایسا نہ ہوگا جہاں اس حاملِ شریعتِ حقہ کی مفارقتِ دائمی کا ماتم نہ کیا گیا ہو، کون

(۱) ص:۱۰، ج:۱، مطبوعہ: لاہور۔

(۲) الافاضات الیومیہ۔

نہیں جانتا کہ حضرت مغفور کی زندگی تقویٰ و اطاعتِ الٰہی، مذہبیت اور رُوحانیت کے اِعتبار سے کیسی عدیم المثال تھی! آپ عہدِ حاضر کے سب سے بڑے محدث اور اُسوۂ حسنہ پیغمبری کے عالم باعمل تھے۔ آپ کے درس کی شہرتیں دُنیا کے مختلف اِسلامی ممالک سے طالبانِ علم کو لاتی تھیں اور حلقۂ تدریس میں شامل کرتی تھیں۔ آپ کے تلامذہ اور شاگرد ہزاروں کی تعداد میں شمار کیے جاتے تھے۔ مولانائے مغفور کا اپنی جلاوطنی اور مالٹا کی نظربندی میں مذہب کے لیے مصائب جھیلنا، ۷۵ برس کے سن میں تکالیف اور صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، اور سب سے زیادہ مرحوم کی وہ ناقابلِ فتح قوتِ اِرادی اور آپ کا غیرمتزلزل ایمان بالحق، یہ تمام خصوصیات ایک عظیم الشان وراثت ہیں جو حضرت مسلمانانِ ہند کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔"(۱)

سوم:... آپ کی تصنیفات اور آثارِ علمیہ۔

حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس کے اِنہماک میں گزرا، اِس لیے آپ کی تصانیف بہت کم ہیں۔ ہمیں جن تصانیف کا علم ہوسکا ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

۱:... ترجمہ قرآن کریم مع فوائد موضح فرقان۔ ۲:... **الأبواب والتراجم** ۳:... **ادلۂ کاملہ۔**
۴:... **ایضاح الأدلہ۔** ۵:... **جهد المقل في تنزيه المعز والمذل۔** ۶:... **احسن القریٰ۔**
۷:... کلیاتِ شیخ الہندؒ۔ ۸:... تصحیح ابی داوٗد۔ ۹:... حاشیہ مختصر المعانی۔ ۱۰:... تقریر ترمذی۔ ۱۱:... إفاداتِ محمود۔

حضرت شیخ الہندؒ نے دارالعلوم دیوبند کے "صدر مدرّس" اور "شیخ الحدیث" کے منصب پر بخاری وترمذی کا درس دیا، لیکن ان تقاریر کے ضبط کرنے کا بھی کماحقہٗ التزام نہیں کیا گیا، آپ کی ایک تقریر بخاری جو آپ کے شاگرد مولانا مشتاق احمد پنجابی نے قلم بند کی تھی "**النور الساري علىٰ صحيح البخاري**" کے نام سے ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوئی، اور آپ کی تقریر ترمذی شریف کے مطبوعہ نسخوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے مکاتیب وفتاویٰ کے جمع کرنے کا اِہتمام نہیں کیا گیا، ورنہ یہ بہت ہی گراں قدر ذخیرہ ہوتا، چند متفرق مکاتیب "تذکرۂ شیخ الہندؒ" اور "کلیاتِ شیخ الہندؒ" میں شائع ہوچکے ہیں اور "تذکرۂ شیخ الہندؒ" میں حضرتؒ کا ایک فتویٰ ترکِ موالات کے سلسلہ میں شائع ہوچکا ہے۔

پیشِ نظر "اَدلۂ کاملہ" غیرمقلدین کے دس (۱۰) اِشکالات واعتراضات کے جوابات پر مشتمل کتاب ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی - جو وکیلِ اہلِ حدیث کہلاتے تھے - حضرات اَئمۂ مجتہدینؒ کے متبعین خصوصاً اَحناف کی مخالفت میں بہت ہی پُرجوش تھے۔ موصوف اپنے خیال میں اَحناف کے اکثر وبیشتر مسائل کو محض

(۱) اخبار "مدینہ" بجنور، یکم جنوری ۱۹۲۱ء، بحوالہ "تذکرۂ شیخ الہندؒ" ص:۲۹۰، از: مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری۔

قیاسی اور مخالفِ حدیث تصوّر فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت اِمام ابوحنیفہ نوراللہ مرقدہٗ کے ایسے دس (۱۰) مسائل کا اِنتخاب فرمایا، جو ان کے زعم میں بالکل بے دلیل بلکہ خلافِ دلیل تھے، اور پنجاب و ہند کے تمام علمائے اَحناف کو چیلنج کرتے ہوئے ایک اِشتہار شائع کیا کہ اگر کوئی صاحب ان مسائل کے ثبوت میں کوئی آیتِ قرآنی یا کوئی حدیثِ صحیح صریح قطعی الدلالہ پیش کردیں تو وہ فی آیت اور فی حدیث دس (۱۰) روپے اِنعام دیں گے۔ موصوف کے اِشتہار کا متن یہ تھا:

''میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اِسماعیل صاحب ساکنان بلیہ وال اور جو ان کے ساتھ طالب علم ہیں، جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ حنفیانِ پنجاب و ہندوستان کو بطورِ اِشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائلِ ذیل میں کوئی آیتِ قرآن و حدیثِ صحیح، جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو، اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لیے پیش کی جاوے صریح قطعی الدلالہ ہو، پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپے بطورِ اِنعام کے دُوں گا۔

اَوّلاً:... رَفع یدین نہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت رُکوع جانے اور رُکوع سے سر اُٹھانے کے۔

ثانیاً:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں زیرِ ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی اِمام کی اَئمہ اَربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً:... ظہر کا وقت دُوسرے مثل کے آخر تک رہنا۔

سابعاً:... عام مسلمانوں کا اِیمان اور پیغمبروں اور جبریل کا اِیمان مساوی ہونا۔

ثامناً:... قضا کا ظاہراً و باطناً نافذ ہونا۔

تشریح:... مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ میری جورو ہے، اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرکے مقدمہ جیت لے، اور وہ عورت اُس کو مل جاوے تو وہ عورت بہ حسبِ ظاہر بھی اس کی بیوی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس کو حلال ہے۔

تاسعاً:... جو شخص محرماتِ ابدیہ جیسے ماں، بہن سے نکاح کرکے صحبت کرے تو اس پر حدِ شرعی، جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے، نہ لگانا۔

عاشراً:...تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو، وہ دہ دردہ سے کرنا۔

تنبیہ:...ان مسائل کی اَحادیث تلاش کرنے کے واسطہ میں ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں، زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے مذہبی بھائیوں سے بھی مدد لیں۔

(المشتہر: ابوسعید محمد حسین بٹالوی)''

مولانا بٹالوی کا یہ چیلنج نہ صرف تمام علمائے اَحناف کے خلاف تعلّی آمیز اِعلانِ جنگ تھا، بلکہ حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تجہیل وتضلیل کو بھی متضمن تھا۔ جس سے ناواقف عوام کو یہ تأثر دینا مقصود تھا کہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل ایسے بے دلیل ہیں کہ ملک بھر کے علمائے اَحناف مل کر بھی ان پر صحیح دلیل قائم نہیں کرسکتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مجتہد العصر مولانا محمد حسین بٹالوی کی بارگاہِ عالی سے اِنعام کے مستحق ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس میں حضرت اِمام الائمہ قدس سرہٗ کی تجہیل بھی ہے اور تمام علمائے اَحناف کی تحقیر وتذلیل بھی، اور انگریز کی پالیسی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی تائید وتوثیق بھی، کیونکہ اس اِشتہار کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ پورے ملک میں اِشتعال کی آگ پھیل جاتی اور گلی گلی میں ''حنفی وہابی جنگ'' کا میدانِ کارزار گرم ہوجاتا۔

حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ اِشتہار دیوبند بھی پہنچا۔ یہ سخت حملہ عموماً تمام حنفیوں کو شاق گزر رہا تھا اور پنجاب کے کسی حنفی عالم نے اپنی وسعت کے موافق کچھ جواب بھی لکھا تھا۔ حضرت مولانا (شیخ الہندؒ) اور آپ کے اُستاذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو یہ ناگوار طرز اور تعلّی نہایت ہی ناپسند آئی۔ اس صورت میں بالالتزام گویا صاحبِ مذہب اِمام الائمہؒ کی توہین نظر آئی۔ حضرت مولانا نے اُستاذِ مکرم کی اِجازت و اِشارہ سے قلم اُٹھایا اور اِختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا جواب لکھا کہ قلم توڑ دیے۔''(۱)

حضرت شیخ الہندؒ حضرت اِمام الائمہ ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی کی ناروا تعلّی پر نکیر فرماتے ہوئے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''اس (اِشتہار) کو دیکھ نہایت تعجب ہوا کہ اگر مولوی صاحب ممدوح کا اِس ''چھوٹے منہ بڑی بات'' کا اِرادہ تھا تو اِمام ابوحنیفہؒ ہی پر کیوں قناعت فرمائی؟ آپ کی بلند پروازوں کے لیے ہنوز گنجائش بہت تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر کر جنابِ باری تعالیٰ تک پہنچنا تھا۔ کام بھی بڑا ہوتا، نام بھی بڑا ہوتا۔ آپ دس روپے کی طمع دیتے ہیں، ہم آپ سے فقط فہم وفراست اور اِنصاف

(۱) حیاتِ شیخ الہندؒ ص:۲۲۹ مطبوعہ: اِدارہ اسلامیات، لاہور۔

کے طالب ہیں۔ ورنہ پھر ہم ہوں گے اور آپ ہوں گے، ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن ہوگا، روزِ جزا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور یہ مقدمہ ہوگا!

جنابِ من! اَب تک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش رہے، آپ نے میدان سنسان پاکر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کیے۔ اَب آپ کی چھیڑ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اِشتہار جاری ہوکر آنے جانے والوں کی معرفت مدرسہ دیوبند بھی آنے لگے۔ اِس فتنہ انگیزی پر کوئی کہاں تک خاموش رہے!''(۱)

مولانا بٹالوی مرحوم کی یہ اِشتہار بازی - جسے حضرت شیخ الہندؒ بجاطور پر ''فتنہ انگیزی'' فرماتے ہیں - نہ صرف عالمانہ ثقاہت کے خلاف تھی، بلکہ عام اُصولِ گفتگو سے بھی گری ہوئی تھی، کیونکہ اُصول یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون؟ پھر مدعی اور مدعا علیہ کے موقف کی تنقیح کی جاتی ہے، پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ دعویٰ کس نوعیت کا ہے؟ اور اس کے ثبوت میں کیسی دلیل درکار ہے؟ پھر مدعی اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرتا ہے اور مدعا علیہ کو اس دلیل پر جو اعتراضات ہوں اُن کو اُٹھایا جاتا ہے، مگر مولانا بٹالوی نے ان مسائلِ عشرہ میں نہ اپنا دعویٰ منقح فرمایا، نہ اس پر کوئی دلیل قائم کی، نہ فریقِ مخالف کے موقف کی تنقیح کی ضرورت سمجھی، نہ یہ دیکھا کہ فلاں مسئلہ میں مدعی کون ہے؟ اور مدعا علیہ کون؟ نہ یہ دیکھا کہ میں ہر مسئلہ میں جس قسم کی دلیل کا مطالبہ کررہا ہوں، اُصولِ مباحثہ کے لحاظ سے یہ مطالبہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ ان تمام اِبتدائی اُمور سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے موصوف علمائے اَحناف کو للکارنے اور دادودہش اور تقسیمِ اِنعامات کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھولنے پر آمادہ ہوگئے۔

حضرت شیخ الہندؒ مولانا بٹالوی مرحوم کے اِس بے اُصولے پن پر نکیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ اوروں سے ہر دعوے پر جب نصِ صریح متفق علیہ کے طالب ہیں تو اَپنے دعووں کے لیے اگر ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو بالضرور آپ نے لگا رکھے ہوں گے۔ اِس لیے بروئے اِنصاف دقواعدِ مناظرہ اَوّل آپ کے ذِمہ تھا کہ اپنے مطالب کو مشار الیہ ثابت فرماتے، پھر کہیں کسی اور سے اُلجھنے کو تیار ہوتے، اور ہم کو بھی اسی وقت جواب دینا مناسب تھا، مگر بوجوہ چند اس کش مکش میں پھنس کر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوں، پر یہ عرض کیے دیتا ہوں کہ سرِدست تو میں روایات کا پتا بتلائے دیتا ہوں، اگر آپ اپنے مطالب کے لیے نصوصِ صریح لائیں گے اور اُن کی صحت اور اِتفاق ثابت کر دکھائیں گے تو پھر ہم بھی ان شاء اللہ! اس باب میں قلم اُٹھائیں گے اور یہ بھی اُسی وقت بتلائیں گے

(۱) اُدلہ کاملہ، ص:۲

کہ کون سے مطالب کے لیے کس درجہ کا ثبوت درکار ہے؟ یعنی تواتر و صحت، حسن وضعف وغیرہ مراتب روایات میں کون سی کس مطلب کے لیے درکار ہے، اس لیے اِس بات کو تو یوں ہی رہنے دیجیے اور اَپنے اِعتراض کا جواب سن لیجیے!''(۱)

اس کے بعد اِیجاز و اِختصار کے ساتھ مولانا بٹالوی کے اِعتراضات کے ایسے مسکت جوابات دیے کہ بقول حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ ''قلم توڑ دیے'' ہر مسئلہ میں اِلزامی جواب کے ضمن میں تحقیقی جواب اِس اَنداز سے دیے کہ ان کے فہم و اِدراک کے لیے سلیقہ ولیاقت درکار ہے۔ حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسینؒ لکھتے ہیں:

''ہر اِعتراض کا بظاہر ایک اِلزامی جواب ہے، لیکن حقیقت میں اسی اِلزامی جواب کے ضمن میں ہر جگہ ایک جواب تحقیقی بھی موجود ہے، بلکہ بعض جگہ دو دو تحقیقی جواب، اور اسی پر بس نہیں کی، آخر رسالہ میں معترض کے مسلک پر گیارہ (۱۱) اِعتراض ایسے چسپاں کیے کہ مقابل کسی طرح سر نہ اُٹھا سکے یا تو اپنا مسلک چھوڑ کر خفت اُٹھائے یا اِعتراضات کے بارگراں میں دبا رہے۔

حضرت اُستاذ (مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ) نے نہایت پسند فرما کر طبع کرانے کا اِرشاد فرمایا اور آئندہ تالیف کے لیے ہمت بندھا دی۔''(۲)

(شخصیات و تأثرات، ص:۴۹ تا ۶۰)

اِیضاح الأدلّہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ صفحات: ۶۷۲۔ قیمت درج نہیں۔

''ادلہ کاملہ'' شائع ہوئی تو حضرت شیخ الہندؒ منتظر تھے کہ غیر مقلد حضرات اس کے جواب میں کچھ لب کشائی کرتے ہیں یا سکوت اِختیار کرتے ہیں؟ اِدھر غیر مقلدین کے لیے ''ادلہ کاملہ'' کی اِشاعت نے ''اگر گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل'' کی کیفیت پیدا کر دی تھی، مولانا بٹالوی مرحوم ''وکیلِ اہلِ حدیث'' کہلانے کے باوصف اپنے رسالہ ''اِشاعت السنۃ'' میں اس کی جواب دہی کا وعدہ ہی فرماتے رہے، مگر چونکہ ''ادلہ کاملہ'' کا جواب لکھنے سے پہلے اس کے مندرجات کو سمجھنے کا دُشوار گزار مرحلہ درپیش تھا، جو کسی طرح طے نہیں ہو پاتا تھا، اس لیے مولانا بٹالوی مرحوم کے تمام وعدے معشوقِ بے وفا کے وعدے ثابت ہوئے۔ بالآخر جواب نویسی

(۱) ص:۳

(۲) حیاتِ شیخ الہندؒ ص ۲۲۹

کے لیے ایک ایسے شخص کا اِنتخاب ہوا جو سخن فہمی اور سخن سنجی میں "بل هم اضلّ" کے منصب پر فائز ہو، اور أئمۂ ہدیٰ اور اکابرِ اُمت کی شان میں گستاخی و ہرزہ سرائی میں روافض کا اُستاد ہو۔ یہ تھی جناب محمد احسن امروہی صاحب کی شخصیت، جو غیر مقلدین کے حلقہ میں "احسن المناظرین والمتکلمین" کے لقب سے سرفراز تھے۔ چنانچہ موصوف نے ''ادلہ کاملہ'' کا جواب "مصباح الأدلّة لدفع الأدلة الأدلّة" کے نام سے تحریر کیا اور سربرآوردہ اہلِ حدیث حضرات نے اس پر تقریظیں لکھیں۔ "مصباح الأدلـه" کی اِشاعت کے بعد بھی حضرت شیخ الہندؒ نے جواب میں اس خیال سے توقف فرمایا کہ شاید ''وکیل اہلِ حدیث'' بھی حسبِ وعدہ کچھ لکھیں تو دونوں کو یکجا نمٹا دیا جائے، لیکن کچھ عرصہ بعد مولانا محمد حسین صاحب نے اپنے پرچہ ''اِشاعت السنہ'' میں یہ اِعلان کر کے جواب سے سبک دوشی حاصل کر لی:

''میں نے کتاب "مصباح الأدلـه" مصنفہ مولوی محمد احسن صاحب کو بتمامہا دیکھا، واقعی کتاب لاجواب اور جواب بالصواب ہے۔ اس بارہ میں اب کسی کو قلم اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ جملہ اُمور کا جواب محقق و مفصل اس میں موجود ہے، اور طالبِ حق کے لیے کافی ووافی ہے۔ ہمارا اِرادہ بھی تحریرِ جواب کا مصمم تھا، چنانچہ اپنے پرچہ میں ہم وعدہ کر چکے تھے، مگر بعد مطالعہ "مصباح الأدلّه" معلوم ہوا کہ اَب تحریرِ جواب میں وقت صَرف کرنا فضول ہے، اس لیے مناسب ہے کہ سب صاحب اس کتاب کی خریداری میں سعیٔ بلیغ مبذول فرمائیں اور اس کے مطالعہ سے مستفیض ہوں۔''(۱)

اِس اِعلان کے بعد مزید اِنتظار فضول تھا، اِس لیے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بنامِ خدا "مصباح الأدلّه" کے جواب میں قلم اُٹھایا۔ حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

''اس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ چونکہ مجتہد مولوی محمد حسین صاحب ''مصباح'' کو جوابِ شافی فرماتے ہیں اور اس کی مدح میں رطب اللسان ہیں تو اَب ہرگز تحریرِ جواب ''ادلہ کاملہ'' کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے۔ علاوہ اَزیں اور بعض حضرات مجتہدینِ پنجاب بھی تعریفِ ''مصباح'' میں حضرت مشتہر کے ہم زبان تھے، سو اَب ہم کو بھی "مصباح الأدلّه" کا جواب لکھنا پڑا۔''(۲)

"ایضاح الأدلّه" کی تالیف کے دوران بعض اَہم واقعات پیش آئے، جن کی بنا پر اس کی تالیف میں تعویق و تاخیر ہوئی۔ اَوّل یہ کہ دوآبہ کے صالحین کا قافلہ سفرِ حج پر روانہ ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ نے بھی تمام مشاغل کو چھوڑ چھاڑ کر ہم رکابی کو سعادت وغنیمت سمجھا۔ حضرتؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) بحوالہ ایضاح الأدلّه، ص:۴

(۲) ایضاح الأدلّه، ص:۴

''اور جن اوقات میں مشغلہ کتب بینی وحوائج ضروریہ سے کسی قدر فراغت میسر ہوتی تھی، اس میں تحریرِ جواب کا قصدِ مصمم کیا۔ سو فقط تین یا چار دفعات کا جواب لکھا تھا کہ اتنے میں اس ضلع کے مجمع علماء ربانیین ومقتدایانِ دین و جماعتِ صالحین نے حج کا عزم فرمایا اور ان کی دیکھا بھالی بعض بعض ہم جیسوں نے بھی دفعیہ نظرِ بد کے لیے ہم رکابیٔ اہل اللہ وگرد افشانیٔ راہِ بیت اللہ اختیار کی، اور بہ برکت اَقدامِ اکابر مقاماتِ متبرکہ کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن کو واپس آئے۔''

دُوسرا اس سے بھی بڑا سانحہ یہ پیش آیا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے اُستاذِ محترم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حج وزیارت سے فراغت کے بعد علیل ہوئے اور واپسی کے بعد دو سال سے طویل عرصہ مختلف عوارض میں مبتلا رہے، اور یہ پورا عرصہ حضرت شیخ الہندؒ کا ان کی شبانہ روز تیمارداری میں گزرا، حتیٰ کہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتویؒ کا وصال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اس حادثہ سے حضرت شیخ الہندؒ پر جو گزری، اس کو اہلِ محبت ہی جان سکتے ہیں۔ حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ لکھتے ہیں:

''مخدوم اُستاذ کی وفات کے حادثہ نے حضرت مولانا کو بالکل پژمردہ کردیا، تعلیم وتعلّم سے دل سرد ہوگیا۔ رنج تو تھا ہی، اس کے ساتھ یہ خیال بھی دل نشین ہوگیا تھا جس کو کبھی خود ہی اِظہار فرمایا کرتے تھے کہ: ''ہمارے مشاغلِ علمی اور درس وتدریس صرف اس لیے تھے کہ کچھ اِستعداد وقابلیت پیدا ہوجائے اور حضرت کے مضامین وارشادات سمجھنے لگیں۔ اَب جب کہ حضرت ہی رُخصت ہوگئے، اس قیل وقال اور بے نتیجہ اشتغال سے کیا فائدہ؟ فکرِ معاش نے ایسا ہی تنگ کیا تو گھاس کھود کر بسر کرلیں گے۔'' حضرت مولانا نے مدرسہ آنا بھی چھوڑ دیا اور اَپنے مکان میں گوشہ نشینی اِختیار فرمائی۔ حضرت اِس عزم پر مضبوطی سے قائم تھے، مگر حق تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے اَحادیثِ نبویہ کی نشر واِشاعت اور علومِ دینیہ کی خدمت اور فیوضِ قاسمیہ کی اِفادت مقدّر فرمائی تھی، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ قدس سرہٗ کو خود بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا صدمہ کچھ کم نہ تھا، کیونکہ آپ سے زیادہ مولانا کا قدرشناس کون ہوسکتا ہے! لیکن حوادث ونوازل کے وقت اہلِ عزم وثبات خود بھی سنبھلتے ہیں اور دُوسروں کو بھی سنبھالتے ہیں، اور حق تعالیٰ کے علم میں جو اَمر مقدّر ہوتا ہے، باوجود ظاہری نامساعدت کے، اس کے لیے ایسے ہی اسباب پیدا کردیتا ہے۔ مولانا نے ایک دو مرتبہ سمجھایا اور تیسری مرتبہ اپنے ساتھ مدرسہ میں لے آئے۔ زاویہ نشینی اور علومِ اِسلامیہ کی خدمت میں جو کچھ فرق ہے، وہ حضرت بھی خوب سمجھے ہوئے تھے، مگر دُوسری حالت کا غلبہ تفرید وتجرد کے فوائد کو ترجیح دیتا تھا۔

مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ کے اِرشاد نے اِلہام ربانی اور لطیفۂ غیبی کا کام دیا، بزرگوں کی عظمت اور اُن کے اَوامر کی وقعت حضرت کے قلب میں ہمیشہ بدرجۂ کامل رہی ہے، مولانا ممدوح کے اِرشاد کی تعمیل کی اور بچشم گریاں درس جاری فرمایا۔''(۱)

ایسی حالت میں کہ دِل کی دُنیا اُجڑ گئی ہو، اور آرزوؤں اور تمناؤں کے آبگینے چکنا چور ہوگئے ہوں، تصنیف وتالیف کا خیال کس کو آسکتا تھا؟ حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں:

''جب یہ واقعۂ جاں گزا وصدمۂ غم فزا! جو کہ عام اہلِ اِسلام کے حق میں موجبِ حسرت اور بالخصوص متوسلین اور خدام کے لیے نمونۂ فزعِ اکبر ہے، پیش آیا تو بوجہ کثرتِ حیرانی وپریشانی مشغلۂ کتب بینی کچھ عرصہ تک یک لخت چھوٹ گیا، بلکہ درس وتدریس کے نام سے نفرت اور کتاب کے خیال سے وحشت ہوتی تھی۔ یہ بھی یاد نہیں کہ عرصۂ دراز تک تحریرِ مذکور کا، یا اس کے ناقص رہ جانے اور اس کی تکمیل کا خیال بھی گزرا ہو، بلکہ اوراقِ پریشان ناتمام بجنسہٖ پڑے رہے، بقول شخصے:

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام وسبو پھر ہم کو کیا
آسماں سے بادۂ گلفام گو برسا کرے''

(ایضاح الادلہ، ص:۵)

الغرض! اَوّلاً سفرِ حج، ثانیاً حضرت نانوتویؒ کی علالت، ثالثاً حضرتؒ کی وفات کی وجہ سے ''مصباح الأدلّہ'' کے جواب میں کئی سال کی تاخیر وتعویق ہوئی، بالآخر حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ صاحبزادۂ گرامی حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے حکم پر بقیہ دفعات کا جواب لکھ کر تکمیل فرمائی، جو ''ایضاح الأدلّہ'' کے نام سے شائع ہوئی۔ ''ایضاح الأدلّہ'' کا موضوع تو وہی مسائلِ عشرہ ہیں، لیکن اس ضمن میں بیسیوں علمی مباحث سے تعرض کیا گیا، جن میں حضرت کے تفقہ فی الدین، علوم حدیث میں حضرتؒ کی بصیرت ومہارت کے خوب خوب جوہر کھلے ہیں۔ حضرت مولانا سیّد میاں اصغر حسین دیوبندیؒ رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا نے اس کتاب میں شرح معانی حدیث اور تطبیق بین الروایات اور توفیق اقوال المجتهدين بالحديث میں اپنے خداداد تفقہ فی الدین کا نمونہ دکھلایا ہے، اور مختلف ابحاث کے ضمن میں ایسے مضامینِ عالیہ بیان فرمائے ہیں کہ اذہانِ متوسط کو ان کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور آیاتِ قرآنی اور اَحادیثِ نبویہ، بلکہ اقوالِ فقہا ومجتہدین کی بھی اس خوبی سے شرح فرمائی ہے کہ بے ساختہ ''ان هذا لهو الحق المبين'' زبان سے نکل جاتا ہے۔ اور قراءتِ فاتحہ اور نفاذ قضائے قاضی،

---

(۱) حیاتِ شیخ الہندؒ، ص:۲۷-۲۸

نکاحِ محرمات اور زیادۃ ونقصانِ ایمانی کی اَبحاث میں بے مثل تحقیقات کو دیکھ کر اِلہام من عند اللہ کا یقین ہوجاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اُردو عبارت نہایت سلیس، تعریضات و اِشارات و بے شمار اور باموقع اُردو فارسی کے پُرمغز ذائقہ دار اشعار اس بے مثل خزینۂ علومِ محدثین کو چار سو صفحات پر ختم کرکے ۱۲۹۹ھ میں مولانا نے فراغت پائی، اور اسی وقت طبع ہوکر مقبولِ خاطرِ اہلِ علم ہوا۔ حضرت مولانا کے علوم وکمالات کے لیے اگر بالفرض! دُنیا میں کوئی بھی ثبوت اور کوئی بھی یادگار نہ ہوتی تو یہی کتاب کافی تھی۔ جزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین!''(۱)

مصنف ''مصباح الأدلّہ'' کی بدزبانی پر اِحتجاج:

''ایضاح الأدلّہ'' میں جگہ جگہ حضرتؒ نے ''مصباح الأدلّہ'' کے مصنف محمد احسن امروہی کی بدفہمی کے نمونے پیش کرکے اُن پر اِظہارِ تأسف فرمایا ہے، اور بہت سی جگہ اکابر کی شان میں اس کی بدزبانی وہرزہ سرائی پر اِحتجاج فرمایا ہے۔ رسالہ کے آغاز ہی میں اپنی تصنیف کی سرگزشت بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''سو اَوّل تو یہ عرض ہے کہ مجتہد محمد احسن صاحب نے اپنے رسالہ میں اِستعمالِ سب وشتم وتفسیق وتضلیل میں ہرگز کمی نہیں کی، بلکہ بعض مواقع میں اپنے جوش وخروش میں بے باکانہ کلماتِ تکفیر بول اُٹھے ہیں، اور تماشا ہے کہ رسالہ مذکورہ کے معترظین ومداحین اس کو کلامِ ظرافت آمیز اور تحریرِ سنجیدہ فرماتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ! صاحبو! اگر ظرافت وسنجیدگی اسی کا نام ہے تو تمام عامی اور رند بازاری اعلیٰ درجہ کے سنجیدہ اور ظریف ہیں۔ آخر ''مجتہد'' ہیں! ظرافت کے معنی وہ ایجاد کیے جو کسی کو نہ سوجھے تھے۔ دیکھیے! اَوّل اپنے رسالہ کا نام ''مصباح الأدلّۃ لدفع الأدلّۃ الأذلّۃ'' ہی ایسا تجویز فرمایا ہے کہ جس میں بے تہذیبی کے علاوہ بے ربطی بھی صاف ظاہر ہے، ''ادلہ کاملہ'' کی تردید اور نام اس کا ''مصباح الأدلّہ'' مصنف اعطاہ اللّٰہ فھما کی خوش فہمی پر دلیل کافی ہے۔''(۲)

وہ تمام آیات جو کفار کے تقلیدِ آباء کے بارہ میں تھیں، مصنفِ ''مصباح'' نے اپنی بدفہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُنہیں اَئمہ مجتہدین اور اُن کے متبعین پر چسپاں کردیا۔ اس پر اِحتجاج کرتے ہوئے حضرتؒ لکھتے ہیں:

''آپ کے اِس قسم کے اِستدلالات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک تمام مقتدایانِ دین واَئمہ مجتہدین خلافِ اَحکامِ خداوندی وارشاداتِ نبوی حکم دینے والے ہیں۔ حیف صد حیف! اس

(۱) حیاتِ شیخ الہندؒ، ص:۲۳۲
(۲) ایضاح الأدلّہ، ص:۵،۶

جہالت وتعصب کا کیا ٹھکانا ہے کہ وہ آیات جو یہود ونصاریٰ ومشرکینِ عرب کی شان میں نازل ہوں، آپ اُن کا مصداق جملہ مقلدین کو فرماتے ہیں! اور کفار جو خلافِ اِرشادِ خداوندی اپنے آباء واَجداد اور ان کی رُسوم کی اِتباع کرتے تھے، آپ اس کو اور اِتباعِ اَئمہ مجتہدین کو- جو بعینہٖ اِتباعِ احکم الحاکمین ہے، کـمـا مـر - ہم سنگ سمجھتے ہیں! ایسے احمقوں سے کیا عجب ہے کہ رفتہ رفتہ اِتباعِ نبوی کو بھی اس قاعدہ کے موافق ممنوع بتلانے لگیں! آخر حضرات صحابہ کرامؓ وخلفائے راشدینؓ کے اِتباع کو- جن کی شان میں "بسُـنَّتـي وسُـنَّة الـخـلـفـاء الراشدين" موجود ہے- آپ کے بعض ہم مشربوں نے ساقط کر ہی دیا ہے، چنانچہ بیس (۲۰) تراویح کو بعض جہال بدعتِ عمریؓ کہتے ہیں:

یہی گر تیری چشم سحر آفریں ہے

تو دل ہے نہ جاں ہے نہ ایمان نہ دیں ہے"[۱]

ایک جگہ مصنفِ "مصباح" نے حضرت اِمام الائمہؒ پر مرجئہ ہونے کی تہمت لگائی، اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے تحریر فرمایا:

"اور اگر آپ کے کہنے کے موافق فقط تصدیقِ قلبی اور اِقرارِ لسانی کو اِیمان کہنے سے اور اَعمال کو خارج اَز اِیمان تسلیم کرنے سے داخلِ مرجئہ ہونا لازم آتا ہے، تو یوں کہو کہ جمیع اکابر وعلمائے اہلِ سنت آپ کے زعم کے موافق مرجئہ ہی تھے۔ اوراقِ سابقہ دیکھیے! جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ: "حقیقتِ اِیمان فقط تصدیقِ قلبی ہے، اور اَعمالِ صالحہ ثمراتِ اِیمانی ہیں" تو بس اَب تو آپ یا اور جو کوئی آپ کا ہم مشرب ہوگا، وہی مصداقِ اہلِ سنت رہ گئے، اور جمیع علماء ومحققین وجمہور اہلِ اِسلام مرجئہ ٹھہرے، سو اَب تو کس کی قسمت جو فرقۂ مرجئہ میں شمار نہ ہوا؟ موافق شعر منسوب باِمام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے:

ان کـان حـب العلي رفضا

فـانـي ارفـض العبـاد

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر یہ جملہ اَکابرِ دِین مثل حضرت اِمام غزالی وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز وقاضی عیاض وشیخ ابوعمرو واِمام نووی، جملہ محققینِ شافعیہ وحنفیہ وغیرہ علمائے دِین آپ کے زعم کے موافق مرجئہ تھے، تو خدا سب مسلمانوں کو یہ نعمت عطا فرمائے، یقیناً وہ ارجاء کہ جس پر یہ جملہ اکابرِ دِین ہوں گے، مجتہدانِ زمانۂ حال کے تسنن سے بدرجہا اعلیٰ واشرف ہوگا، شعر ـ

(۱) ایضاح الادلہ، ص:۹۸

ترسم ایں قوم کہ بر درد کشاں می خندند
در سر کار خرابات کنند ایماں را

اَب مجتہد صاحب کی بے باکی وہذیان سرائی ایسی بڑھی کہ العظمة للہ! مجتہد صاحب سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ اکابر کی نسبت سوءِ اَدبی سے پیش آنا بہت سخت اَمر ہے، یہ شعر عارف کا آپ نے بھی سنا ہوگا:

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تا دلے صاحب دلے نامد بدرد۔"

(ایضاح الادلہ، ص:۱۹۲)

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:

"مجتہدِ آخر الزماں (مصنفِ "مصباح") کو جواب تو کچھ نہیں سوجھا، محض تبرا و لعن طعن و تضلیل و تکفیر سے وہ کام لیا کہ فوارۂ لعنت کہیے تو بجا ہے، حتیٰ کہ: "ان اللّٰہ لا یھدی القوم الکافرین" اور "ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم وعلٰی سمعھم وعلٰی أبصارھم غشاوۃ" اور "وجعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجابًا مستورًا" اور "وجعلنا علٰی قلوبھم أکنۃ أن یفقھوہ وفی آذانھم وقرًا" اور "واللّٰہ أرکسھم بما کسبوا" اور "وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خسارًا" اور "فی قلوبھم مرض فزادھم اللّٰہ مرضا" جملہ آیات کا مخاطب ومصداق تمام مقلدینِ اَئمۂ مجتہدین کو بلاتخصیص قرار دیا ہے، ہر چند ہم تو مجتہد صاحب کے جواب نہ دینے اور سب وشتم فرمانے کے دونوں اَمر کی اصل سے واقف ہیں، ظاہر ہے کہ مجتہد صاحب خود تو اِس قدر فہم واِستعداد سے معرا ہیں، اصل سے کچھ فہم ہوگا بھی تو اہل اللہ وجمہور مسلمین کے عناد ولدادکی شامت سے وہ بھی جاتا رہا۔"(۱)

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"مجتہد صاحب ماشاء اللہ! مسلم ہیں، گو بدفہم اور متعصب وکج طبع ہیں، اور ہر چند عباد وصالحین وعلمائے دین کی شان میں گستاخ اور مقلد طریقۂ رُفاض ہیں، اور اگرچہ تکفیرِ مؤمنین میں معتزلہ اور خوارج کے شاگرد ہیں، اور یہ اُمور گو یقیناً سخت خوف ناک ہیں اور سببِ خذلان وہلاک ہیں۔"(۲)

(۱) ایضاح الأدلہ، ص:۳۹۲
(۲) ایضاح الادلہ، ص:۳۹۳

مصنفِ ''مصباح'' کا انجام اور حضرت کی کرامت:

حضرت شیخ الہندؒ نے جب یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے، اُن کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوگا کہ وہ کوئی پیش گوئی فرما رہے ہیں، بلکہ آپ کا مقصد اکابر کی شان میں گستاخی کے انجامِ بد سے ڈرانا تھا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ حضرتؒ نے مصنفِ ''مصباح'' کو جس انجامِ بد سے ڈرایا تھا، اس کی شامتِ اعمال نے وہی روزِ بد اُس کو دِکھایا اور وہ غیر مقلدیت سے ترقی کر کے مرزا قادیانی کے حلقۂ اِرتداد میں داخل ہوگیا، اِس طرح ائمۂ مجتہدین اور اکابرِ اُمت کی شان میں گستاخی و بدزبانی کی پاداش میں دولتِ ایمان کھو بیٹھا۔ **نعوذ باللہ من الحور بعد الکور!** اس وقت حضرتؒ کا یہ شعر ایک پیش گوئی بن گیا:

ترسم ایں قوم کہ بر دُرد کشاں می خندند
در سرِ کار خرابات کنند ایماں را

مصنفِ ''مصباح'' کی تذلیل:

خدا کی شان! جو شخص ائمۂ ہدیٰ ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کو لائقِ اِقتدا نہیں سمجھتا تھا، وہ غلام احمد قادیانی ایسے دجالِ اَعوَر واَسوَد کو ''مسیح موعود'' مان بیٹھا! اور جو ائمۂ اِجتہاد کی تأویلات کی پھبتیاں اُڑاتا اور اُن پر خندۂ اِستہزا بلند کرتا تھا، وہ اَب ''عیسیٰ بن مریم'' کی تأویل ''غلام احمد'' سے، ''دمشق'' کی تأویل ''قادیان'' سے، ''دوزَرد چادروں'' کی تأویل ''مرزا کے مراق اور سوسو بار پیشاب کرنے سے'' کرنے لگا! اور اس سے کوئی حیا اُسے مانع نہ ہوئی، **فانها لا تعمى الأبصار ولٰكن تعمى القلوب التى فى الصدور!**

غلام احمد قادیانی نے اس مخذول کی متاعِ ایمان تو لوٹ لی، مگر اس کو جس طرح ذلیل کیا، وہ تماشا بجائے خود لائقِ عبرت ہے! غلام احمد نے اس شخص کے فقر و مسکنت کا اِظہار کر کے اس کے لیے ٹکے ٹکے کی خیرات جمع کرنے کا اِشتہار دیا، جو مرزا کے مجموعہ اِشتہارات میں نمبر ۸۷ پر درج ہے۔ اس کا ایک اِقتباس بہ نظرِ عبرت ملاحظہ فرمایئے:

''اس وقت میں ضروری طور پر اپنے دوستوں کی خدمت میں اِلتماس کرتا ہوں کہ اخویم مکرم حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب جو اس وقت بمقام بھوپال محلہ چوبدار پورہ میں نوکری سے علیحدہ ہوکر خانہ نشین ہیں، بوجہ تکالیفِ عُسر ہمدردی کے لائق ہیں.... لہٰذا ہر ایک بھائی کی اپنے اپنے مقدرت کے موافق توجہ درکار ہے....''(۱)

اس کے بعد مرزا نے ان بائیس (۲۲) افراد کی فہرست دی ہے، جنھوں نے محمد احسن امروہی مرتد کو دو

(۱) مجموعہ اِشتہارات، ص:۳۳۷، ج:۱

آنے سے پانچ روپے ماہوار خیرات دینے کا وعدہ کیا، ان میں سے ایک نے دو آنے کا، دس نے چار آنے کا، دو نے آٹھ آنے کا، پانچ نے ایک روپے کا، تین نے دو روپے کا، اور ایک نے پانچ روپے کا وعدہ کیا تھا، یہ کل اُنتیس روپے دو آنے کی رقم ہوئی جس کا بائیس افراد نے وعدہ کیا۔ اور مرزا نے "هل من مزيد" کے لیے اِشتہار جاری کیا، مرزا خود ''رئیس قادیاں'' کہلاتا تھا، وہ چاہتا تو اپنی گرہ سے چالیس پچاس روپے آسانی سے بھجواسکتا تھا، یہ نہیں تو اپنے دو چار مریدوں کو! جو بڑے بڑے سیٹھ تھے، اس کا اِشارہ کرسکتا تھا۔ اِتنی حقیری بات کے لیے باقاعدہ اِشتہار دینے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن قدرت کو مرزائے قادیاں کے ساتھ ساتھ محمد احسن امروہی کی ذلت وخست کا اِشتہار دِلوانا منظور تھا! یہ تھا ائمۂ ہدیٰ اور صلحائے اُمت کے خلاف ہرزہ سرائی کا انجام ۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

ایک ضروری تنبیہ:

"ايضاح الأدلّه" پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی، دُوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندی رحمہ اللہ کی تصحیح کے ساتھ مطبع قاسمی (دیوبند) سے شائع ہوئی، جس کے صفحات چار سو ہیں، (حال ہی میں ''فاروقی کتب خانہ، ملتان'' سے اس نسخہ کا عکس شائع ہوا ہے)۔ ''کتب خانہ فخریہ، امروہی دروازہ، مرادآباد'' سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی، جس پر سن طباعت درج نہیں، لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ ایڈیشن دیوبندی ایڈیشن کے بعد کا ہے، اس کے چار سو بارہ صفحات ہیں، طبع اوّل کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا، لیکن دیوبند اور مرادآباد کے دونوں ایڈیشنوں میں ایک آیتِ کریمہ کی طباعت میں افسوس ناک غلطی ہوئی ہے، عبارت یہ ہے:

''یہی وجہ ہے کہ اِرشاد ہوا: "فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله والرسول والى أولى الأمر منكم" اور ظاہر ہے کہ اُولوالامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے اور کوئی ہیں، سو دیکھیے! اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء اور جملہ اُولی الامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت "فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الأخر" تو دیکھ لی اور یہ آپ کو اَب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی میں آیتِ مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی ہے۔''(۱)

(۱) طبع دیوبند، ص:۹۷۔ طبع مرادآباد، ص:۱۰۳

یہ سبقتِ قلم ہے۔ جس آیت کا حضرتؒ نے حوالہ دیا ہے، اس سے مراد یہ آیت ہے:

"یٰایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم."(۱)

چنانچہ قضائے قاضی کی بحث میں حضرتؒ نے اسی مدعا پر دُوبارہ اس آیتِ کریمہ کا حوالہ دیا ہے۔(۲)

بہرحال! یہ سہوِ کتابت ہے، جو نہایت افسوس ناک ہے! اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ دیوبند سے حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین دیوبندیؒ کی تصحیح کے ساتھ، اور مرادآباد سے حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحبؒ کے حواشی کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی، لیکن آیت کی تصحیح کی طرف توجہ نہیں کی گئی، بلکہ حضرت مولانا سیّد فخر الدین صاحبؒ نے ترجمہ بھی جوں کا توں کیا۔

لطیفہ:

غیر مقلد حضرات "ایضاح الأدلّہ" کے لاجواب دلائل کا جواب دینے سے قاصر رہے، البتہ آیتِ کریمہ میں سہوِ کتابت کو خوب اُچھالتے ہیں۔ جناب علامہ خالد محمود صاحب کی روایت کے مطابق کسی مناظرہ میں حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے سامنے یہی آیت پیش کردی گئی تو حضرتؒ نے برجستہ فرمایا:

''ہمارے اکابر پر تفقہ غالب تھا، اِس لیے وہ ائمۂ فقہاء کی تقلید فرماتے ہیں، لیکن چونکہ حدیث شریف سے اشتغال بھی رہتا ہے، اس لیے کبھی کبھی محدثین کی طرف بھی مائل ہوجاتے ہیں، اور آیت کی نقل میں غلطی محدثین سے واقع ہوجاتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف "باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط" فصلِ ثانی(۳) میں خطبۂ نکاح میں سورۃ النساء کی مشہور آیت "یٰایھا الذین آمنوا" سے شروع کی گئی ہے جب کہ قرآن مجید میں "یٰایھا الناس" سے شروع ہوتی ہے۔ محدثین کی اسی تقلید کا اثر ہے کہ شیخ الہندؒ کی کتاب میں بھی آیت غلط طور پر نقل ہوگئی۔''

یہ سن کر غیر مقلد مناظر دم بخود رہ گیا۔

یہ تو خیر ایک لطیفہ تھا، لیکن ناشرین کا فرض ہے کہ آئندہ اس غلطی کی اِصلاح کریں۔

ایک مزید عبرت:

مصنفِ "مصباح الأدلّہ" نے ائمۂ مجتہدین کی مخالفت پر بڑا زور باندھا تھا، لیکن تماشائے عبرت

(۱) النساء:۵۹

(۲) دیکھیے: طبع دیوبند، ص:۲۵۶، اور طبع مرادآباد، ص:۲۶۹

(۳) ص:۲۷۲

دیکھیے کہ وہی شخص جو ائمۂ مجتہدین کو لائقِ اِتباع وتقلید نہیں سمجھتا تھا، اور جو ان اکابرِ اُمت کو اُولی الامر میں شامل کرنے پر آمادہ نہیں تھا، جب اس نے مرزا قادیانی کا ربقۂ اِرتداد گلے میں ڈالا تو انگریزی طاغوت کو اُولی الامر میں شامل کرکے دِل وجان سے ان کی اِطاعت کے فرض ماننے پر مجبور ہوا، چنانچہ مرزا قادیانی ''ضرورۃ الامام'' میں لکھتا ہے:

''میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اَپنے اُولی الامر میں داخل کریں اور دِل کی سچائی سے اُن کے مطیع رہیں۔''(۱)

(شخصیات وتأثرات، ص:۶۰ تا ۶۷)

احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ۔ صفحات: ۲۸۰۔ قیمت درج نہیں۔

کسی صاحب نے ایک اِستفتاء اس مضمون کا علماء کی خدمت میں پیش کیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ دہلی کے علمائے اہلِ حدیث کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا کہ: جمعہ کے لیے کسی جگہ کی کوئی تخصیص نہیں، جب دو شخص کسی مکان میں مل کر جماعت سے جمعہ پڑھ لیں تو جمعہ ہوجائے گا، اور ظہر کی نماز ساقط ہوجائے گی۔ اس فتویٰ میں شہر کی تخصیص کو باطل اور "ھوس من ھوسات الشیطان" قرار دیا گیا۔ یہ فتویٰ کسی صاحب نے قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرتؒ نے تحریر فرمایا کہ: گاؤں میں جمعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں کبھی نہیں ہوا، اور اَحادیثِ صحیحہ سے اس کو ثابت فرمایا۔ فتویٰ اہلِ حدیث میں مذہبِ حنفیہ پر جو شبہات پیش کیے گئے تھے، اُن کا بھی نہایت محققانہ اور شافی جواب تحریر فرمایا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا یہ فتویٰ "اوثق العریٰ فی تحقیق الجمعۃ فی القریٰ" کے نام سے جناب قاضی علم الدین صاحب (ساکنہ قصبہ شاملی، ضلع مظفر نگر) نے اِفادۂ عام کے لیے شائع کردیا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا فتویٰ شائع ہوا تو اہلِ حدیث حضرات میں سے دو صاحبوں نے اس کا جواب تحریر فرمایا، ایک مولانا محمد سعید پنجابی ثم بنارسی جو ''محدثِ بنارس'' کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے، دُوسرے جناب مولانا ابوالمکارم محمد علی صاحب (ساکنہ مئو، ضلع اعظم گڑھ)۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''یہ ہر دو مجیب اپنے رسائل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حسبِ اِرشاد جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق

(۱) ضرورۃ الامام ص:۲۳، ط: ربوہ۔

ہم نے جواب لکھنا شروع کیا، اوران مولانا ابوالطیب کوایک صاحب ''رئیس المحد ثین'' اوردُوسرے ''مجتہدِ مطلق'' کے لقب سے یادفرماتے ہیں، جس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ رسائل مذکورہ میں اگر ان کی اِصلاح وترمیم کی نوبت نہ آئی ہو، تو یہ ضرور ہے کہ انہوں نے من جملہ اہلِ حدیث زمانۂ حال ان ہردوصاحبوں کومنتخب فرماکراس خدمت پرمامور کیا۔ و کفیٰ به فخرًا!''(۱)

''احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ'' انہی دوصاحبوں کے جواب میں تالیف فرمائی، سببِ تالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے عبارتِ مذکورہ بالا سے متصل حضرتؒ فرماتے ہیں:

''اِس لیے ہم کوبھی یہ خیال ہوا کہ یہ ہردو رسالے ضرور قابلِ دید ہوں گے، اوران سے بہتر شاید اور کوئی نہ لکھ سکے، چنانچہ اسی شوق میں ہردو رسالہ کا مطالعہ کیا، مگر کیا عرض کروں ان کے مطالعہ سے ''اوثق العریٰ'' کا اِسم بامسمّٰی ہونا اوربھی دل نشین ہوگیا، اور بلاارادہ ''لا انفصام لها'' زبان پرآیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ''حبک الشیء یعمی ویصم'' تو حضرت سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے، مگر ''بغضک الشیء یعمی ویصم'' بھی غلط نہیں، مگر تعجب یہ ہے کہ ان ہردو رسائل کو دیکھ کراس ہیچ مداں کو بھی خود بخود شوقِ تحریرِ جواب دامن گیر ہوا، اور ہردو حضرات منتخب فرمودہ ''رئیس المحد ثین'' و''مجتہدِ مطلق'' کے جواب میں بسم اللہ کہہ کر بلا تأمل قلم ہاتھ میں لے بیٹھا، حالانکہ اپنی ہیچ مدانی کے علاوہ جب یہ خیال کرتا ہوں کہ اہلِ علم وفہم کے نزدیک ان جوابوں سے اِن شاء اللہ! ''اوثق العریٰ'' میں کوئی ضعف پیدا نہیں ہوا، اور نہ مجھ جیسے کی تائید کی کوئی حاجت، نہ کسی بڑے چھوٹے نے مجھ کواس کام کے قابل خیال فرماکر مجبور یا مامور کیا، تو کوئی وجہ شوقِ تحریرِ جواب سمجھ میں نہیں آتی، ہاں! حق تعالیٰ کی رحمت جس سے کوئی بُرا بھلا مایوس نہیں ہوسکتا، اس کا متوقع اگر یہ ناکارہ بھی ہوتو بے جا نہیں۔ الحاصل! بندہ کے اس شوق کا مبنیٰ اگر کوئی اَمرِ مذموم ہے، جیسا کہ میرے حال کے مناسب ہے تو اس کو منّی و من الشیطان سمجھنا چاہیے، اوراگر کوئی اَمرِ محمود ہے، جیسا کہ وسعتِ رحمتِ حق تعالیٰ کے لائق ہے، تو ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء کہنا چاہیے۔ مگر حسنِ ظن چونکہ اہلِ علم وفضل کے مناسبِ حال ہے، اِس لیے ضرور ہے کہ میری معروضات کوفہم وانصاف کے ساتھ مطالعہ فرماویں۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علیّ۔''(۲)

(۱) احسن القریٰ، ص:۳

(۲) احسن القریٰ، ص:۳،۴

یہ کتاب گویا "اوثق العریٰ" کی مفصل ومدلل شرح ہے، جس میں حضرتؒ نے "اوثق العریٰ" کے مضامین کو ایسی شرح وبسط سے مدلل ومبرہن فرمادیا ہے کہ متوسط استعداد کا آدمی بھی اس سے استفادہ کرسکتا ہے، اور مباحث کے دوران ایسی بلند پایہ تحقیقات قلم بند فرمائی ہیں جو اہلِ علم کے لیے گنجِ گراں مایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو جی چاہتا تھا کہ حضرتؒ کی تحریر سے چند علمی افادات کے اقتباس نقل کردیے جائیں، مگر حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندیؒ کا تبصرہ نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''اس ضخیم کتاب کی عبارت مولانا کی تمام تصانیف سے زیادہ شگفتہ اور سلیس ورواں ہے، اور مولانا کی مہذب ظرافت اور بذلہ سنجی بہ نسبت دیگر تصانیف کے اس میں زیادہ نمایاں، اثباتِ مدعا کے لیے اَحادیث واقوالِ محدثین کے علاوہ جا بجا آیات اور اَحادیث کی طرف لطیف اِشارات اور موقع بموقع اَدیبانِ عرب کے مشہور مقولے اور اہلِ عرب کی زبان زد مثالیں تحریر فرماتے جاتے ہیں، اور کبھی عارف شیرازی کے شعر سے بیان میں جان ڈال دیتے ہیں، اور کبھی اُستاد ذوق، غالبؔ کے کلام سے لطف دوبالا کردیتے ہیں، اور بسط وطول کی پروانہ کرکے نہایت سلاست سے اظہارِ مقصود وافہامِ مطلوب میں اِنتہائی سعی فرماتے ہیں۔ اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے اِختصار میں جو حقائقِ غامضہ اور معانیٔ دقیقہ عقولِ متوسط سے مخفی رہ گئے تھے، اُن کے اِظہار میں کمال کرکے ناظرِ فہیم کو متحیر بناتے ہیں۔ کبھی وہ حضرت مؤلف کے فضل وکمال، وسعتِ نظر اور قوتِ استدلال پر عش عش کرتا ہے، اور کبھی مولانا کے ذہنِ رسا، کمالِ فہم اور حسنِ بیان پر سبحان اللہ! کہتا ہے۔

مذکورہ بالا دو جوابوں کے بعد "اوثق العریٰ" کا ایک بہت مختصر جواب ایک غیر مشہور عالم اہل حدیث مولوی مولا بخش خان صاحب نے بھی لکھا تھا، جس میں رسائلِ سابقہ سے کوئی بات زائد اور نئی نہ تھی۔ بعض لوگوں کے اِصرار سے حضرت نے اس کا بھی مختصر جواب بنام "التلمیح الی مفاسد التجمیع" تحریر فرما کر "احسن العریٰ" کے اخیر میں بطور ضمیمہ ملحق فرمایا۔ اور چونکہ خان صاحب نے جسارت اور بے باکی سے کام لیا تھا اور بزرگوں کی نسبت سخت اَلفاظ کا اِستعمال کیا تھا، حضرت مولانا نے بھی علی سبیل الانتصار ومدافعت عن العشیرہ تلمیحات واِشارات اور برمحل اشعار وبرجستہ فقرات سے اس طرح مہذب خبر لی کہ ہاحیا کو گردن اُٹھانے کی جگہ نہ رہے!

بایں ہمہ عظمت وشان حضرت مولانا کی خاکساری اور خلوص وعقیدت اور قدر شناسیٔ اکابر کا یہ حال تھا کہ زمانۂ تصنیف میں "احسن القریٰ" کے اجزا گنگوہ لے جاتے اور حضرت مولانا رشید احمد

صاحب قدس سرہٗ کو سناتے اور اِصلاح کے منتظر رہتے۔ مولانا ممدوح کتاب کے مضامین سن کر نہایت محظوظ ہوتے اور قلبی فرحت کے ساتھ حضرت مولانا کی تحقیق کی داد دیتے۔ یہ کتاب حضرت مولانا گنگوہیؒ کی حیات ہی میں آپ کے مخصوص ومعزز خادم مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اہتمام سے طبع اور شائع کی گئی۔''(۱)

(شخصیات وتاثرات، ص:۷۷تا۸۲)

احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق

الشیخ الحافظ المحدث الفقیہ محمد زاہد الکوثری قدس سرہٗ۔

صفحات: ۱۰۸۔ قیمت: ۲۴روپے۔ پتا: ایچ ایم سعید کمپنی، اَدب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔

حنفیت کے ترجمان ووکیل اور خلافتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ کی شخصیت اہلِ علم حلقہ میں محتاجِ تعارف نہیں۔ شیخ کوثریؒ کو علمی، حدیثی اور فقہی میدان میں جو مقام حاصل ہے، دُنیائے علم اس کی معترف ہے، وہ دِقتِ نظر، وسعتِ علم، غیر معمولی حافظہ، حیران کن اِستحضار، حسنِ اخلاق، وَرَع وتقویٰ اور صبر وسکون میں یگانہ روزگار تھے۔

شیخ کوثریؒ کو حنفیت کے ناطے حضرت اِمام الائمہ اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفقہ اور جامعیت میراث میں ملے ہیں۔ موصوف کو عشق کے درجہ میں حضرت اِمام ابوحنیفہؒ سے محبت وعقیدت ہے اور جہاں کہیں حضرت الامام یا فقہِ حنفی کے خلاف کسی نے کچھ کہا یا لکھا ہے، شیخ کوثریؒ نے اس کا تعاقب کیا اور دلائل وحقائق کی روشنی میں اس کی غلط فہمی کو دُور فرمایا ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، جو علامہ عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینیؒ کی تصنیف "مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق" کا رَدّ ہے۔ "مغیث الخلق" کے مؤلف علامہ ابن الجوینیؒ کو شوافع میں فقہ اور اُصولِ فقہ میں کثرتِ تصنیفات کے اعتبار سے شہرت اور بلند مقام حاصل ہے، مگر اس کتاب میں انہوں نے جہاں جہاں ٹھوکریں کھائی ہیں، شیخ کوثریؒ نے نہایت حسین انداز میں دلائل وبراہین اور قرآن وسنت کی رُو سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

یقیناً! بعض مقامات میں قارئینِ کرام حضرت الشیخ کوثریؒ کے کلام میں شدت محسوس فرمائیں گے، مگر قارئین کو اندازہ ہوگا کہ علامہ اِبنِ جوینی نے اس سے کہیں زیادہ حضرت الامام اور فقہِ حنفی کے بارہ میں

(۱) حیاتِ شیخ الہندؒ، ص:۲۳۴

تیز وتند اور سخت لہجہ اپنایا ہے۔ حقیقت میں شیخ کوثریؒ کی اس تحریر کو پڑھنے کے بعد ابنِ جوینی پر ترس آتا ہے کہ آخر ان کو اس کتاب کی تصنیف کا خیال ہی کیوں آیا...؟

کتاب ضخامت کے اعتبار سے اگرچہ چھوٹی ہے، مگر عظمت میں کئی ضخیم کتابوں سے بے نیاز کردینے والی ہے۔ کتاب پہلی بار ۱۳۶۰ھ ہجری میں شائع ہوئی تھی، یہ اس کی دُوسری اِشاعت ہے، جو "ایچ ایم سعید کمپنی" کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے، جو بہترین رنگین ٹائٹل اور کارڈ بورڈ سے مزین ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ)

الکلام المفید فی اثبات التقلید

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ۔ صفحات: ۳۴۲۔ قیمت: ۵۵ روپے
پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

اہلِ حدیث حضرات (جو ائمہٴ مجتہدین کی تقلید نہیں کرتے) ان میں بعض حضرات تو معتدل ہیں کہ وہ جس مسئلہ کو اپنے خیال میں کتاب وسنت کے مطابق سمجھتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، مگر ائمہٴ مجتہدین رحمہم اللہ... کے بارے میں لب کشائی نہیں کرتے اور اُن کی بے اَدبی وگستاخی سے اِجتناب کرتے ہیں، لیکن بہت سے غیرمقلدین کے مزاج میں خشونت، دُرشتی اور تشدّد کا عنصر اِس حد تک پایا جاتا ہے کہ وہ حضرات نہ صرف یہ کہ تقلید کے بارہ میں اچھی رائے نہیں رکھتے، بلکہ ائمہٴ مجتہدین اور اُن کے متبعین کے حق میں نامُلائم وناشائستہ الفاظ اِستعمال کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔

گزشتہ دِنوں راقم الحروف کو انگلینڈ کے دوستوں نے بتایا کہ پاکستان کے ایک مشہور ومعروف غیرمقلد مقرّر یہاں (انگلینڈ) تشریف لائے اور اُنہوں نے "اہلِ حدیث کانفرنس" میں حنفیوں کو للکارتے ہوئے فرمایا: "لاؤ! ابوحنیفہ کو قبر سے اُٹھا کر!" (نعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ!)

ترکِ تقلید پر ان حضرات کے بہت سے رسائل نظر سے گزرے، ان میں قرآنِ کریم کی وہ آیات جو کفار ومشرکین کے بارہ میں ہیں، بلاتکلف ائمہٴ مجتہدین اور اُن کے متبعین پر چسپاں کی جاتی ہیں، اور "اول من قاس ابلیس" کا فقرہ تو قریباً ہر غیرمقلد کی نوکِ زبان پر رہتا ہے۔ کفار ومشرکین سے متعلقہ آیات کو مسلمانوں پر (خصوصاً ائمہٴ مجتہدین اور اَسلافِ اُمت پر) چسپاں کرنا ایک ایسی ناروا جسارت ہے، جس کا صدور اس اُمت میں سب سے پہلے خوارج سے ہوا۔

فقہائے اُمت اور اُن کے علمی کارناموں سے اُمت کا اعتماد اُٹھانے میں ان تشدد غیر مقلدین کا کردار ٹھیک وہی ہے جو حضرات محدثین اور اُن کی علمی خدمات سے اُمت کا اعتماد اُٹھانے میں منکرینِ حدیث کا ہے۔ ایک فریق فقہ کو حدیث کے مدِمقابل کی حیثیت سے پیش کرتا ہے، تو دُوسرا فریق انہی سے سیکھ کر حدیث کو قرآنِ کریم کے مقابلہ میں "عجمی سازش" قرار دیتا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ: "فقہ کی کتابیں فلاں فلاں صدی میں لکھی گئیں، ان پر کیسے اعتماد کیا جائے؟" دُوسرا فریق کہتا ہے کہ: "حدیث کی فلاں فلاں کتابیں فلاں فلاں صدی میں مرتب کی گئیں، ان پر کیسے اعتماد کرلیا جائے؟" ایک فریق فقہ کے وہ مسائل جن کی حقیقت و نوعیت اُن کی حدِفہم سے بالاتر ہے، پیش کرکے مسلمانوں کو فقہ سے بدظن کرتا ہے، اور اَز راہِ تمسخر کہتا ہے کہ: "یہ ہے مقلدوں کی فقہ!" دُوسرا فریق ایسی اَحادیث کو جن کے سمجھنے کے لیے علم و فہم کی ضرورت ہے، چن چن کر جمع کرتا ہے اور اَحادیث کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ: "یہ ہے مسلمانوں کی وحیِ خفی!" گویا دونوں فریق ایک ہی راستہ پر گامزن ہیں اور دونوں کے سامنے ایک ہی ہدف اور ایک ہی منزل ہے، یعنی اَسلافِ اُمت کے کارناموں کو بھونڈی شکل میں پیش کرکے اُن کی محبت و عظمت کو دِلوں سے کھرچنا، بعد کی اُمت کو اُن کے اَسلاف سے بدظن کرکے اُن سے بداِعتمادی پیدا کرنا، اور اخلاف کا رِشتہ اَسلاف سے کاٹ دینا۔ فرق یہ ہے کہ غیر مقلدیت پہلا درجہ ہے، اور اِنکارِ حدیث آخری درجہ...! اس کے بعد آدمی کو اِلحاد و زَندقہ کی وادیوں میں بھٹکنے کی مکمل آزادی ہے، اِس لیے بجا طور پر کہا گیا ہے: "اللامذهبية قنطرة الالحاد!"

غیر مقلدیت کی یہ صورت ۔جس کا تذکرہ اُوپر کی سطور میں کیا گیا ہے۔ صرف چند مسائل میں ایک خاص مسلک اِختیار کرنے تک محدود نہیں، بلکہ اس کا خمیر سلف صالحینؒ اور اَئمۂ مجتہدینؒ کے سب و شتم، اُن کی تجہیل و تحمیق اور اُن کی تنقیص و تضلیل سے اُٹھایا جاتا ہے، اور یہ نہایت خوف ناک اور ہول ناک مرض ہے!

صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

"ان الله قال: من عادیٰ لی ولیًا فقد اذنته بالحرب!"(۱)

"حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص میرے کسی ولی سے دُشمنی کرتا ہے، میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں!"

حضرات اَئمۂ مجتہدین کا اعلیٰ درجہ کے اولیاء اللہ میں داخل ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جو لوگ اُن کے حق میں زبان درازی کرتے ہیں، اُن کے کارناموں کی تحقیر کرتے ہیں، اور ان پر اور ان کے متبعین پر

(۱) کتاب الرقاق. باب التواضع، ج: ۲، ص: ۹۶۳، ط: نور محمد کتب خانہ، کراچی۔

"بل نتبع ما وجدنا علیه اٰباءنا"(۱) جیسی آیاتِ کریمہ چسپاں کر کے انہیں کفار و مشرکین کی صف میں شامل کرتے ہیں، وہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔(نعوذ باللہ من سخط اللہ تعالیٰ)

اکابرِ اُمت نے غیر مقلدیت کے اِس مہلکِ دین و ایمان مرض کی اِصلاح کے لیے متعدد رسائل تالیف فرمائے ہیں، جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ دین کے منصوص مسائل میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی، البتہ غیر منصوص مسائل میں غیر مجتہد کو مجتہدینِ اُمت کی تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور یہ قرآن و سنت کی روشنی میں فرض ہے! زیرِ نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں تقلید کی حدود متعین کرتے ہوئے منکرینِ تقلید کے تمام قدیم و جدید شبہات کے اِزالہ کی کوشش کی گئی ہے۔

کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے مضامین کا خلاصہ سرورق پر بایں الفاظ درج ہے:

''جس میں ٹھوس اور صریح حوالوں سے قرآن و حدیث کے مقابلہ میں تقلید کی قطعی حرمت، حضرات ائمہٴ مجتہدینؒ کے معصوم عن الخطا ہونے کی واضح دلائل سے تردید، عقائد و اُصولِ دین میں تقلید کا بطلان، اور غیر منصوص مسائل میں اِجتہاد اور قیاس کا جائز اور صحیح ہونا، اور ایسے مسائل میں تقلید کا اِثبات اور حضرات غیر مقلدین سے بھی اس کا اِقرار، تقلیدِ شخصی اور غیر شخصی کی اُصولی بحث، تقلید کا لغوی اور اِصطلاحی معنی، اور بعض غیر مقلدین حضرات کی خالص تعدی اور اُن میں سے بعض منصف مزاج حضرات کی میانہ روی، تقلید کے اِثبات و نفی کے نقلی و عقلی دلائل اور اُن کی اصلیت و حقیقت، جمہور اہلِ اِسلام کا مقلد ہونا، تقلید کے آغاز و ترویج کا باحوالہ تذکرہ، حضرت اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مجتہدِ مطلق اور تابعی ہونا، فقہِ حنفی کی مقبولیت، ترکِ تقلید کے نتائج، فریقِ ثانی کی طرف سے تقلید پر کیے گئے جملہ اُصولی اِعتراضات کے جوابات، اَحناف پر قیاس اور رائے کو حدیث پر مقدم کرنے کے اِلزام کی محکم اور باحوالہ تردید، اور دیگر کئی ضمنی مسائل و اَبحاث پر بفضل اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔''

مضامین کے اِس اِجمالی تعارف سے کتاب کی جامعیت و اِفادیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ اُنہوں نے یہ کتاب لکھ کر وقت کی ایک اَہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ موصوف نے تقلید کے ہر پہلو پر سیر حاصل، مدلل اور باحوالہ بحث کی ہے اور کوشش کی ہے کہ بحث کا

(۱) لقمان:۲۱

کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ عام وخاص اس کا مطالعہ کریں اور زیادہ سے زیادہ اس کی اِشاعت کی جائے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

طائفہ منصورہ

شیخ الحدیث مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ۔ صفحات: ۱۴۶۔ قیمت (مجلد): ۱۸ روپے۔ پتا: اِدارۂ نشر واِشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

حدیثِ پاک میں ایک ایسی جماعتِ حقہ کا ذکر ہے، جو ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور جس کا خاص وصف "یقاتلون علی الحق" ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک اس کا سلسلہ قائم رہے گا۔

اِس جماعت کے برحق ہونے سے اَز خود یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ان حضرات کے حریف اہلِ باطل ہوں گے۔ اس حدیث کا مصداق اکابرِ اہلِ سنت ہیں، جنہوں نے بحمداللہ! کبھی باطل کو برداشت نہیں کیا ہے۔ مگر کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں کے اہلِ حدیث حضرات میں سے بعض کچھ "زیادہ سمجھدار" حضرات نے اپنے گروہ کو اس حدیث کا مصداق قرار دے کر، تمام اَئمۂ اِجتہاد اور ان کے مقلدین کو باطل پرست قرار دے ڈالا، گویا ان معدودے حضرات کے سوا (جن کو "اہلِ حدیث" کا لقب مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے دِلوایا، اور جن کا وجود... بحیثیت فرقہ وجماعت کے... تیرھویں صدی کے اواخر کی پیداوار ہے) پوری کی پوری اُمت گمراہ اور باطل پرست تھی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ!

زیرِ نظر کتاب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدفیضہ نے اس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس حدیث کا مصداق صرف اہلِ سنت ہو سکتے ہیں، اور جو اہلِ حدیث حضرات اکابرِ اہلِ سنت کو گمراہ قرار دے کر اپنے آپ کو اہلِ سنت سے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے ہیں۔

بظاہر آج کے دورِ اِلحاد کی فضا ایسی بحثوں کے لیے موزوں نہیں، مگر بدقسمتی سے بعض لوگ ان مباحث کو اُمت کی تفسیق وتضلیل کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، ایسے لوگوں کا طرزِ عمل بجائے خود کج رَوی اور اِلحاد کے زُمرہ میں آتا ہے، اور درحقیقت ایسی بحثیں۔ جن کے ذریعہ اکابر اَئمہ اور سلف صالحین پر زبانِ طعن دراز کی جائے۔ دورِ اِلحاد کی پیداوار ہیں، اس لیے ان کی اِصلاح لازم ہے، اور یہ فریضہ ہمارے محترم بزرگ حضرت مولانا محمد

سرفراز خان صاحب صفدر نے بہت خوبی وعمدگی اور متانت وسنجیدگی کے ساتھ ٹھوس علمی دلائل کی روشنی میں انجام دیا ہے۔

اسی ضمن میں حضرت مؤلف نے غیر مقلدوں کے اس رویہ کی شکایت بھی کی کہ وہ کس طرح بے لکھے پڑھے عوام کو سلف صالحین سے بدظن کر کے لا مذہب بناتے ہیں، اور یہ ان کے اہلِ باطل ہونے کی ایک دُوسری علامت ہے...! یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی پُر لطف اور عالمانہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۹ھ)

تجلیاتِ صفدر (جلد اوّل)

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد امین صاحب اوکاڑوی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آنجناب کی کتاب ''تجلیاتِ صفدر'' جلد اوّل کافی دنوں سے آئی رکھی تھی، لیکن یہ بے توفیق اس کی رسید بھی نہ بھیج سکا، اس کتاب کے کچھ مضامین تو میں رسائل میں پڑھ چکا ہوں۔ اب جو کتاب آئی تو اس کو قریباً بالاستیعاب پڑھا، سوائے ان مضامین کے جو مجھے پہلے سے مستحضر تھے۔

حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے۔ مضامین سارے لائقِ قدر ہیں، لیکن بعض مضامین بالکل اچھوتے ہیں۔ ان میں سے غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ، ان کے وساوس کے جوابات اور صلاۃ المسلمین پر تبصرہ بہت ضروری مضامین ہیں۔ اسی طرح تین طلاقیں، حلالہ اور دُوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے لکھے ہیں، ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد یوسف عفا اللہ عنہ
۱۴۱۸/۲/۲ھ

ترکِ تقلید کے نتائج

مولانا ابوسعید محمد شرف الدین۔ پتا: اِمامِ اعظم ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیر والی، ضلع بہاول نگر۔

اہلِ حدیث حضرات تمسک بالسُّنۃ کے قائل ہیں، اور وہ کسی اِمام وفقیہ کے مسائل پر اِعتماد کرنے

کو (جس کا نام تقلید ہے) شرک تک کہہ ڈالتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں علمائے اہلِ حدیث کی تحریروں سے واضح کیا گیا ہے کہ سلف سے یہ بے اعتمادی اور اُن کی شان میں گستاخی، بالآخر الحاد وزندقہ کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ رسالہ اہلِ حدیث بھائیوں کو ضرور پڑھنا چاہیے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

القول السدید فی اثبات التقلید

مولانا محمد اجمل خان نجم (بجلی گھر، سرگودھا)۔ صفحات: ۱۷۳۔ قیمت: ۳۶ روپے۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، ۶- جامع مارکیٹ، بلاک نمبر ۱، سرگودھا۔

منکرینِ حدیث کا اُصول ہے کہ وہ اسلاف واکابر محدثین اور صحابہ کرام سے اعتماد ختم کرنے کے لیے کتبِ احادیث (صحاحِ ستہ) کے بارہ میں صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ یہ زمانۂ نبوّت کے عرصہ بعد لکھی گئی ہیں، اس لیے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ظاہر ہے اس انداز سے جب کسی مسلمان کو اپنے اکابر اور اسلاف سے بدظن کر دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کو اپنے خود ساختہ نظریات پر لانا بلکہ قرآنِ کریم کو اپنی تحریف کا نشانہ بنانا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔

شومیٔ قسمت کہ بعض حضرات کا ٹھیک یہی انداز اور رویہ حضراتِ ائمۂ اربعہ کی تحقیقات کے بارہ میں ہے، اور -خدانخواستہ- ائمۂ اربعہ کی تحقیقات کو مان کر چلنے کو وہ شرک سے تعبیر کرتے ہیں، اور ارشادِ ربانی "فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (۱) (سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے، اگر تم کو معلوم نہیں) کی واضح نص کو بھول جاتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب اسی مغالطہ کو دُور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے، جس میں قرآن وسنت اور اکابر علمائے اُمت کی تحقیق، خصوصاً علمائے اہلِ حدیث کی تصریحات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ خود رائی اور خود رَوی باعثِ ہلاکت اور اکابر اسلاف کی تحقیقات پر اعتماد واعتبار ایمان کی سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اہلِ ذوق حضرات کو چاہیے کہ اس موضوع پر لکھی گئی اس قابلِ قدر تصنیف سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں۔ اگرچہ اس موضوع پر اس سے قبل بھی کئی ایک چھوٹی بڑی کتب موجود ہیں، مگر یہ اپنے پس منظر کے تحت نئے اُسلوب کی کتاب ہے، جو یقیناً اس موضوع پر مطالعہ کرنے والے حضرات کے لیے اچھے مواد اور دلچسپی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ)

(۱) سورۃ النحل: ۴۳

تقلید کی حقیقت کیا ہے؟

حافظ ارشاد احمد دیوبندی۔ قیمت:۸ روپے۔ صفحات:۱۰۰۔ پتا: افضل حق لائبریری، ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان۔

موجودہ دور کے غیرمقلدین کے سنجیدہ طبقہ کو چھوڑ کر تقریباً ہر فرد اپنے تئیں اِجتہاد کا دعویٰ رکھتا ہے، جب کہ ان کی اکثریت میں بدقسمتی سے فہم و فراست اور عقل و دانش کا فقدان ہے، حوصلہ اتنا کہ حضرات اَئمہ: مالک و شافعی، احمد بن حنبل اور اِمام الائمہ حضرت ابوحنیفہ... رحمہم اللہ... سے چشم نمائی کو تیار ہیں۔

یہ انہیں کی ''فہم و ذکا'' کا اثر ہے کہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور اِمام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ان کی بارگاہ میں مخالفتِ حدیث کے جرم میں گرفتار نظر آتے ہیں...!

ان کے ذہنی اِرتقاء کا دُوسرا کارنامہ ہے: اُمت کو اسلاف سے بدظن کرنا، اور قرآن و سنت کی تشریح میں اُن کے تقویٰ، تدین اور فہم و فراست پر اعتماد کرنے والوں کو مشرکین کے خطابات سے نوازنا...!

زیرِنظر رسالہ میں جناب حافظ ارشاد صاحب دیوبندی نے قرآن و سنت اور اکابرِ اُمت کی آرا کی روشنی میں تقلید کی حیثیت، ضرورت، منکرینِ تقلید اور اَئمۂ عظام کی توہین کے انجام کو نہایت عمدگی سے ذہنوں میں اُتارنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر اور تعدادِ رکعاتِ تراویح جیسے اَہم مسائل پر چار ضمیمے لگا کر رسالہ کو مزین کردیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

مطبوعاتِ ''اِمام ابوحنیفہؒ اکیڈمی''

۱:... تحقیق مسئلہ آمین۔ مولانا ابومعاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات:۶۴۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔

۲:... غیرمقلدین سے دو سوالات۔ مولانا ابو معاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات: ۴۶۔ قیمت:۶ روپے۔

۳:... تحقیق مسئلہ رفع یدین۔ مولانا ابومعاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات:۳۲۔ قیمت:۲ روپے۔

۴:... تحقیق مسئلہ تراویح۔ مولانا ابومعاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات:۳۲۔ قیمت:۲ روپے۔

۵:... نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی شرعی حیثیت۔ مولانا ابومعاویہ صفدر جالندھری۔ صفحات:۳۰۔ قیمت:۲ روپے۔

۶:... تاریخِ تقلید اور مسلکِ اِمامِ اعظم رحمہ اللہ۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۱۹۰۔ قیمت:۱۲ روپے۔

۷:... اہلِ حدیث اور انگریز۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۱۰۶۔ قیمت:۶ روپے۔

۸:... تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۴۷۔ قیمت:۵ روپے۔

۹:... فاتحہ خلف الامام اور حنابلہ۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۲۶۔ قیمت:۲ روپے۔

۱۰:... غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۴۸۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔

۱۱:... ترکِ تقلید کے بھیانک نتائج۔ مولانا بشیر احمد قادری نعمانی۔ صفحات:۱۰۹۔ قیمت:۶ روپے۔

۱۲:... ننگے سر نماز کی شرعی حیثیت۔ مولانا محمد قاسم قادری۔ صفحات:۱۶۔

۱۳:... بارہ مسائل۔ مولانا محمد قاسم قادری۔ صفحات:۱۶۔

اہلِ حدیث چونکہ عام طور (الا ماشاء اللہ) ائمہٴ فقہاء رحمہم اللہ اور ان کے متبعین کے بارہ میں حسنِ ظن نہیں رکھتے، اور بعض حضرات تو ایسے متشدّد ہوتے ہیں کہ اپنے سوا کسی کو حق پر نہیں سمجھتے؛ ''اِمام ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیروالی، ضلع بہاول نگر'' نے غالباً اپنے علاقہ کے اہلِ حدیث (غیر مقلد) حضرات کے تشدّد کے پیشِ نظر ان چند مسائل پر کتابچے شائع کیے ہیں، جن کے بارہ میں ان کا خیال ہے کہ حنفیہ کا عمل (نعوذ باللہ) حدیثِ نبوی کے خلاف ہے۔ ان رسائل کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ اَحناف کا عمل حدیثِ نبوی کے مطابق اور اہلِ حدیث (غیر مقلدین) حضرات کا پروپیگنڈا حقیقت ناشناسی پر مبنی ہے۔

رسائل کی زبان عام فہم ہے جس کو معمولی لکھے پڑھے بھی بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ دلائل ٹھوس، جوابات تحقیقی بھی ہیں اور الزامی بھی، مسکت بھی اور شافی بھی! اُمید ہے کہ ان حضرات کے تشدّد کی اِصلاح کے لیے یہ رسائل کافی ووافی ہوں گے۔ ان میں سے اکثر رسائل ایسے ہیں جو اپنی مقبولیت کے باعث کئی اضافوں کے ساتھ دُوسری یا تیسری بار شائع ہو رہے ہیں۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس علمی سوغات کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۵ھ)

غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں

مولانا بشیر احمد قادری۔ صفحات:۴۸۔ قیمت: ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔ ملنے کا پتا: اِمام ابوحنیفہ اکیڈمی، فقیروالی، ضلع بہاول نگر۔

زیرِ نظر رسالہ غیر مقلدوں کے لیے ایک "آئینۂ باطن نما" ہے، جس میں وہ اپنے چہرہ کے خطوط، نقوش اور خد و خال بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ مرتب نے اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اظہار کرنے کے بجائے خود غیر مقلدوں کی کتابوں سے ان کے اکابر کی آرا کو جمع کروایا ہے، جو واقعی قابلِ دید ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

عقائدِ غیر مقلدین

مولانا مفتی محمد عمر فاروق۔ صفحات: ۹۶۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ خلافتِ راشدہ، کھپرو شہر، سانگھڑ۔

زیرِ نظر رسالہ میں -جیسا کہ نام سے ظاہر ہے- غیر مقلدین حضرات کے اعتقادات و نظریات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ)

اہلِ حدیث اور انگریز

مولانا بشیر احمد قادری۔ صفحات: ۱۰۶۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔ ملنے کا پتا: امام ابوحنیفہؒ اکیڈمی، فقیر والی، ضلع بہاول نگر۔

زیرِ نظر رسالہ میں مرتب نے انگریز کے دورِ حکومت میں غیر مقلد حضرات کے نقطۂ نظر اور طرزِ عمل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ چند اہم عنوانات یہ ہیں:

ہندوستان میں غیر مقلدین کا ظہور، غیر مقلدین اور انگریزی خدمات، جنگِ آزادی میں غیر مقلدین کا کردار، میاں نذیر حسین کا اِجمالی تعارف، نواب صدیق حسن خان اور انگریز، مولانا محمد حسین بٹالوی اور منسوخیٔ جہادِ انگریز سے، "اہلِ حدیث" کی الاٹمنٹ، غیر مقلدین اور انگریز کے حضور سپاس نامے، بٹالوی صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی، وغیرہ۔

اس پورے پمفلٹ میں مرتب نے اہلِ حدیث کی مُسلّمہ اور مستند کتب سے حوالہ جات کو جمع کر کے عوام کی عدالت میں پیش کر کے فیصلہ عوام کے حوالہ کر دیا۔ اب عوام یہ فیصلہ کرے کہ کیا اس قسم کے غدار اور انگریز کے وفادار طبقہ کو دُوسروں پر اِلزام تراشی کا حق ہے...؟

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

مولانا احمد رضا خان اور بریلوی مکتبہ فکر

اِصلاحِ مفاہیم

مکہ مکرمہ کے ایک عالم شیخ محمد علوی مالکی کی کتاب "مفاهيم يجب أن تصحح" کافی دِنوں سے معرکۃ الآرا بنی ہوئی ہے۔ پاکستان میں اس کا ترجمہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے، اور اَب ہمارے حلقوں میں اس پر اَچھا خاصا نزاع برپا ہے۔ ''اَنوارِ مدینہ، لاہور''، ''الخیر، ملتان'' اور ''حق چاریار، لاہور'' میں اِس سلسلہ میں کافی مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ کتاب کے ناشر جناب پروفیسر الحاج احمد عبدالرحمٰن صاحب زِیدلطفہٗ نے اِس سلسلہ میں اِس ناکارہ کی رائے طلب فرمائی، راقم الحروف نے اُن کے خط کے جواب میں اِس کتاب پر مفصل تبصرہ کا اِرادہ کیا اور چند اوراق لکھے بھی، لیکن پھر خیال آیا کہ اس کے لیے طویل فرصت درکار ہوگی، اِس لیے ایک مختصر سا خط اُن کی خدمت میں لکھ دیا۔ چونکہ اس بارہ میں اِستفسارات کا سلسلہ جاری رہتا ہے، چنانچہ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا اور اس بارہ میں اس ناکارہ سے مشورہ طلب کیا گیا، اِس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں اپنی رائے کا اِظہار کردیا جائے۔

لہٰذا ذیل میں پہلے وہ مختصر سا خط دیا جارہا ہے جو جناب پروفیسر احمد عبدالرحمٰن صاحب کے نام لکھا گیا تھا، اس کے بعد وہ مفصل خط پیش خدمت ہے جو انہی کے نام لکھنا شروع کیا تھا، لیکن اسے اَدھورا چھوڑ کر مختصر خط لکھنے پر اِکتفا کیا گیا اور اس کی تکمیل بعد میں کی گئی۔ اور آخر میں چند حضرات کے خطوط اور اس ناکارہ کی جانب سے ان کے جوابات درج کیے جارہے ہیں۔ والله الموفق لكل خير وسعادة!

پہلا خط

بسم الله الرحمن الرحيم

مخدوم ومکرم جناب پروفیسر احمد عبدالرحمٰن صاحب زِیدلطفہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نامۂ کرم مع ہدیہ مرسلہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کافی دِنوں سے آیا رکھا تھا، کثرتِ مشاغل نے کتاب اُٹھا کر

دیکھنے کی بھی مہلت نہ دی، اِدھر خود طبیعت بھی اس طرف مائل نہ ہوئی۔ یہ ناکارہ تو طاقِ نسیان میں بحفاظت رکھ چکا تھا، یکایک خیال آیا کہ آنجناب منتظرِ جواب ہوں گے، چنانچہ کتاب کو پڑھا۔ داعیہ پیدا ہوا کہ اس پر کسی قدر مفصل تبصرہ کروں، مگر مشاغل اس کی اجازت نہیں دیتے، اس لیے مختصراً لکھتا ہوں کہ:

کتاب کے بعض مباحث تو بڑے ایمان افزا ہیں، مگر جناب مصنف نے جگہ جگہ مخمل میں ٹاٹ کی پیوندکاری کی ہے، اور شکر میں اپنے منفرد افکار و مفاہیم کا زہر ملا دیا ہے۔ لہٰذا کتاب کے بارہ میں اِس ناکارہ کی رائے جناب محترم مولانا الحاج الحافظ مفتی عبدالستار دام مجدہٗ (صدر مفتی جامعہ خیرالمدارس، ملتان) کے ساتھ متفق ہے۔ یہ کتاب ہمارے اکابرِ دیوبند کے مسلک و مشرب کی ہرگز ترجمان نہیں، اور اس سے اُمت کے درمیان اِتحاد و اِتفاق کی جو اُمیدیں وابستہ کی گئی ہیں، وہ نہ صرف موہوم بلکہ معدوم ہیں، اس کے برعکس اس ناکارہ کا احساس یہ ہے کہ اُمت تو اُمت، یہ کتاب ہمارے اَحباب کے درمیان منافرت و مغایرت اور تشتت و اِنتشار کی موجب ہوگی...! اگر کتاب کے ترجمہ اور اس کی اشاعت سے قبل اس ناکارہ سے رائے لی جاتی تو یہ ناکارہ نہ ترجمہ کا مشورہ دیتا، نہ اِشاعت کا۔

جن حضرات نے اس پر تقریظات ثبت فرمائی ہیں، اس ناکارہ کا احساس ہے کہ اُنہوں نے بے پڑھے محض مؤلف کے ساتھ حسنِ ظن اور عقیدت سے مغلوب ہوکر لکھ دی ہیں، اور اگر کسی نے پڑھا ہے تو اس کو ٹھیک طرح سمجھا نہیں، نہ ہمارے اکابر کے مسلک کو صحیح طور پر ہضم کیا ہے! بلکہ اس ناکارہ کو یہاں تک ''حسنِ ظن'' ہے کہ بہت سے حضرات نے کتاب کے نام کا مفہوم بھی نہیں سمجھا ہوگا، اگر ان سے دریافت کرلیا جائے کہ "مفاهيم يجب ان تصحح" کا کیا مطلب ہے؟ تو شاید تیر نشانہ پر نہ لگا سکیں۔ چنانچہ اس کا اُردو نام ''اِصلاحِ مفاہیم'' غمازی کرتا ہے کہ فاضل مترجم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ اُمید ہے کہ ان اِجمالی معروضات کے بعد مفصل تبصرہ کی حاجت نہ ہوگی۔ دعواتِ صالحہ کا محتاج اور ملتجی ہوں۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۷/۲۰ھ

دُوسرا خط

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جنابِ مخدوم و مکرم زیدت الطافہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب کا گرامی نامہ موصول ہوئے کئی دن ہوئے، جس میں اس ناکارہ سے ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارہ میں رائے طلب کی گئی تھی، مگر یہ ناکارہ جناب کے حکم کی تعمیل سے بوجوہِ چند قاصر رہا:

ا:... یہ ناکارہ اپنے مشاغل میں اس قدر اُلجھا ہوا تھا کہ ڈاک کا جواب نمٹانے سے بھی عاجز رہا، اور بعض سوالات ایسے تھے جو ایک مقالہ کا موضوع تھے، یہ خیال رہا کہ ذرا ان مشاغل سے فرصت ملے تو کتاب کو دیکھوں، تب ہی کوئی رائے عرض کرسکوں گا۔ ایسی عدیم الفرصتی میں ایک ضخیم کتاب کا سرسری پڑھنا بھی مشکل تھا، چونکہ آنجناب کا تقاضا بھی سوہانِ رُوح بنا ہوا ہے، اس لیے دُوسرے مشاغل سے صَرفِ نظر کرکے کتاب کو دیکھا اور جواب لکھنے کی نوبت آئی۔

۲:... اس ناکارہ کو اکابرِ سلف کی کتابوں سے اُکتاہٹ نہیں ہوتی، نہ ان کے مطالعہ سے سیری ہوتی ہے، لیکن ہمارے جدید محققین کے اُسلوب و انداز سے ایسی وحشت ہوتی ہے کہ ان کی کتابوں کے چند صفحے دیکھنا بھی اس ناکارہ کے لیے اچھا خاصا مجاہدہ ہے۔ اس لیے اس کتاب کو اُٹھا کر دیکھنے ہی کو جی نہیں چاہا۔

۳:... یہ ناکارہ زندگی بھر ملحدین و مارقین سے نبرد آزما رہا، اور اس کا ہمیشہ یہ ذوق رہا کہ:

تیغ براں بہر ہر زندیق باش

اے مسلماں! پیروِ صدیق باش

لیکن اپنوں کی لڑائی میں ''دخل درمعقولات'' سے یہ ناکارہ ہمیشہ کتراتا رہا۔ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارہ میں بھی اپنی رائے ظاہر کرنے سے ''پُرحذر'' رہا، کیونکہ یہ کتاب خود ہمارے شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے حلقہ میں بھی متنازع فیہ بنی ہوئی ہے۔ میرے محترم بزرگ جناب صوفی محمد اقبال مہاجرِ مدنی اس کے پُرزور حامی و مؤید ہیں، انہی کے حکم سے یہ کتاب عربی سے اُردو میں نقل کی گئی، اور انہی کے حکم سے پاکستان میں شائع کی گئی۔ دُوسری طرف حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے عقیدت مندوں کا ایک بڑا حلقہ اس کتاب کو ''شکر میں لپٹا ہوا زہر'' قرار دیتا ہے۔ اس ناکارہ کا یہ خیال رہا کہ تیری حیثیت ''نہ تین میں نہ تیرہ میں'' اس لیے اگر تو اس معرکہ سے گریز ہی کرے تو بہتر ہے، بقول شاعر:

قلت لمحرز لما التقينا

تنكب لا يقطرك الزحام

چنانچہ قبل ازیں صوفی صاحب زِیدمجدہٗ کے اَحباب کی جانب سے ایک رسالہ ''اکابر کا مسلک و مشرب'' شائع ہوا، اور پھر انہی مضامین کو ''اِسلامی ذوق'' نامی رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا، اور اس ناکارہ سے ان دونوں رسالوں کے بارہ میں رائے بھی طلب کی گئی، لیکن ''ایاز! بقدرِ خویش بہ شناس'' کے پیشِ نظر اس ناکارہ

نے مہرِ سکوت نہیں توڑی، اوران دونوں رسالوں کے بارہ میں کچھ لکھنے سے اغماض کیا۔

۴:...دراصل سکوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں کوئی کسی کی سننے کو تیار نہیں، ہر شخص اپنی رائے ایسے جزم اوراتنی پختگی کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ گویا ابھی ابھی جبریل علیہ السلام حکم خداوندی سے نازل ہوئے ہیں۔ جب اپنی رائے پر جزم ووثوق کا یہ عالم ہوتو دُوسرے کی رائے کوکون اہمیت دیتا ہے؟ اِختلاف کرنے والا خواہ کتنا بڑا عالم ربانی ہو، اورنہایت اِخلاص کے ساتھ اِختلافِ رائے کا اِظہار کرے؛ اس کو -الا ماشاء اللہ- ہوائے نفس اور کبر وحسد پر محمول کیا جاتا ہے۔ ایسی فضا میں تنقیدی واِصلاحی رائے تو مفید وکارگر ہوگی نہیں، البتہ قلوب میں منافرت اور فتنہ میں اِضافہ کا سبب ضرور بنے گی، اس لیے اس ناکارہ نے ایسے نزاعی اُمور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو حرزِ جان بنا رکھا ہے:

"بل ائتمروا بالمعروف وتناهوا عن المنكر، حتىٰ اذا رايت شحًا مطاعًا وهوًى متبعًا ودنيًا مؤثرةً واعجاب كل ذى راى برايه ورأيت امرا لا بد لك منه، فعليك نفسك، ودع امر العوام." (۱)

"نیکی کا حکم کرتے رہو اور بُرائی سے بچتے رہو، یہاں تک کہ جب دیکھو کہ حرص وآز کی اطاعت اور خواہشات کی پیروی کی جارہی ہے اور دُنیوی مفاد کو ترجیح دی جارہی ہے، اور ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر نازاں ہے، اورتم دیکھو کہ کام ایسا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، تو اپنی فکر کرو، اور عوام کے قصہ کو چھوڑ دو۔"

حضراتِ سلف میں یہ مقولہ معروف تھا کہ اپنی رائے کو متہم سمجھو! یہ حضرات اپنی فہم کو ناقص اور اپنی رائے کو علیل جانتے تھے، اور ہمیشہ اس کے منتظر رہتے تھے کہ کوئی ان کو غلطی سے آگاہ کرے تو وہ اس سے رُجوع کرلیں۔ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا سیّد سلیمان ندویؒ اپنی جلالتِ قدر اور علوِ مرتبت کے باوصف فرماتے تھے کہ: اِبتدائی دور میں (حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق سے قبل) مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے حضرات میری کتابوں کو دیکھ کر غلطیوں کی نشان دہی کردیں تو میں اپنی زندگی میں ان سے رُجوع کا اعلان کردوں۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ فرماتے تھے کہ: ایک بار مولانا بنوریؒ نے "بینات" میں ایک مضمون لکھا، بعد میں مجھ سے ملنے کے لیے آئے تو میں نے اُن سے کہا کہ یہ بات جو آپ نے لکھی ہے، یہ آپ کی شان کے خلاف ہے! فوراً کہنے لگے کہ: "غلطی ہوئی، معاف کردیجیے! آئندہ نہیں ہوگی۔" حضرت

(۱) مشکاۃ المصابیح، ص:۴۳۷، ط: قدیمی کتب خانہ۔

ڈاکٹر صاحبؒ اِس بات کو نقل کر کے فرماتے تھے کہ ''بھئی! مولانا بنوریؒ بڑے آدمی تھے۔'' حضرت بار بار یہ فقرہ دُہراتے۔

یہ ہمارے ان اکابرؒ کے واقعات ہیں جن کو ان گناہ گار آنکھوں نے دیکھا۔ ہمارے شیخ برکۃ العصر قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے یہاں تو مستقل اُصول تھا کہ جب تک ان کی تحریر فرمودہ کتاب کو دو محقق عالم دیکھ کر اس کی تصدیق وتصویب نہیں فرمادیتے تھے، وہ کتاب نہیں چھپتی تھی۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اسلاف سلف صالحینؒ کی بے نفسی، اِخلاص ولِلّٰہیت اور فنائیت کا کیا عالم ہوگا! لیکن اب ہمارے یہاں استبدادِ رائے کا ایسا غلبہ ہے کہ نہ کوئی کسی کی سننے کو تیار، نہ ماننے کو، اِلا ماشاء اللہ! اس لیے یہ ناکارہ اپنے اَحباب کے درمیان متنازع فیہ مسائل میں اِظہارِ رائے سے ہچکچاتا ہے کہ اوّل تو اس ناکارہ کی رائے کی کوئی قیمت ہی نہیں، پھر اِظہارِ رائے سے اِصلاح کی توقع بہت کم ہوتی ہے، بلکہ اگر اپنی رائے کسی صاحب کے خلاف ہوئی تو قلوب میں منافرت پیدا ہونے کا خطرہ قوی ہے۔

حیاۃ الصحابہؓ(۱) میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کا ایک خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام نقل کیا ہے، جس کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

''ہمیں بتایا جاتا تھا کہ آخری زمانہ میں اس اُمت کا یہ حال ہوجائے گا کہ ظاہر میں بھائی بھائی ہوں گے اور باطن میں ایک دُوسرے کے دُشمن ہوں گے۔ ہم نے یہ خط آپ کی ہمدردی وخیرخواہی کے لیے لکھا، خدا کی پناہ! کہ آپ اس کو کسی اور چیز پر محمول کریں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

''آخری زمانہ کے بارہ میں آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے، آپ اس کے مصداق نہیں، اور نہ یہ وہ زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہوگا جس میں رغبت ورہبت ظاہر ہوجائے گی اور لوگوں کی رغبت ایک دُوسرے سے دُنیوی مفادات کی غرض سے ہوگی۔ بلاشبہ! آپ حضرات نے جو کچھ لکھا ہے، وہ خیرخواہی وہمدردی کے طور پر لکھا ہے، اور مجھے اس سے استغنا نہیں، اس لیے اَزراہِ کرم مجھے لکھتے رہا کیجیے!''

الغرض! مذکورہ وجوہات کی بنا پر یہ ناکارہ ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے بارہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کرنے میں متأمل تھا، اور جی یہی چاہتا تھا کہ میں کچھ نہ لکھوں، لیکن پھر خیال ہوا کہ آپ منتظرِ جواب ہوں گے اور آپ کو جواب نہ ملنے کی شکایت ہوگی، اس لیے محض امتثالِ حکم کے لیے لکھتا ہوں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا اور میری تحریر کیا؟ دُعا کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر فتنہ میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ اللّٰھم إنی أعوذ بک من

---

(۱) ج:۲،ص:۱۲۰

شــر نفسـی! وہ رحیم و کریم میری تحریر کے شر سے اپنے بندوں کو محفوظ فرمائے اور میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے، إنه رحیم ودود!

کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' کے سرسری مطالعہ سے اس ناکارہ نے جو اُمور نوٹ کیے، اگر اُن پر مفصل گفتگو کی جائے تو اچھی ضخیم کتاب بن جائے گی، اِس لیے جزئیات مسائل پر گفتگو کرنے کے بجائے چند اُصولی اُمور کی نشان دہی پر اِکتفا کروں گا۔ واللّٰہ ولی التوفیق!

اوّل:... جناب مصنف سعودیہ میں اِقامت پذیر ہیں، اور اس ماحول میں ایسے حضرات کی آواز غالب ہے جو ذرا ذرا سی باتوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، توسل کا شدومد سے اِنکار کرتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کے اِرادہ سے سفر کرنے کو بھی روا نہیں سمجھتے۔ جناب مصنف کا مطمحِ نظر ان حضرات کی تشدّد پسندی کی اصلاح ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ دلائل کے ساتھ ان حضرات کے رویہ میں لچک اور اِعتدال پیدا کیا جائے۔ ہندوپاک کا خرافاتی ماحول جناب مصنف کے سامنے نہیں، اور وہ اس سے واقف نہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے عوام کیسی کیسی بدعات وخرافات میں مبتلا ہیں؟ اس لیے ان عوام کی اصلاح جناب مصنف کے پیشِ نظر نہیں، اس لیے فطری بات ہے کہ جناب مصنف کی تحریر میں سلفی حضرات کی شدّت بے جا کی اِصلاح کی کوشش تو نظر آتی ہے کہ یہی ان کی کتاب کا اصل موضوع ہے، لیکن عوام کی غلط رَوی وکج فکری کی اِصلاح ان کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔ اس کے برعکس ہمارے اکابرِ دیوبند کو دونوں فریقوں کے اِفراط وتفریط سے واسطہ رہا، سلفی حضرات کی شدّت وخشکی سے بھی، اور عوام کی عامیانہ رَوِش سے بھی، اس لیے ہمارے اکابرؒ اِفراط وتفریط کے درمیان راہِ اِعتدال پر قائم رہے اور انہوں نے بڑی خوب صورتی وکامیابی کے ساتھ میزانِ اِعتدال کے دونوں پلوں کو برابر رکھا۔

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نہ داند جام وسندان باختن

الغرض! ان متنازع فیہ مسائل میں جو اِعتدال وتوازن ہمارے اکابرؒ کے یہاں نظر آتا ہے، اسے یہ ناکارہ ''لسان المیزان'' سمجھتا ہے۔ یہیں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف کی یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے ذوق ومسلک کی ترجمان نہیں، بلکہ اس کا پلہ اہلِ بدعت کی طرف جھکا ہوا ہے، لہٰذا جن حضرات نے یہ سمجھا ہے کہ مالکی صاحب کی یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس ناکارہ کے خیال میں۔ ان حضرات نے نہ تو ہمارے اکابرؒ کے مسلک ومشرب کو ٹھیک طرح سے ہضم کیا ہے، اور نہ انہوں نے مالکی صاحب کی کتاب ہی کو دِقتِ نظر سے پڑھا ہے۔

دوم:... کتاب پر بہت سے بزرگوں کی تقریظیں ثبت ہیں، جن کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قاری مرعوب ہو جاتا ہے۔ ان بزرگوں کی تقریظ و تصدیق کے بعد مجھ جیسے کم سواد کے لیے بظاہر اختلاف کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن اس ناکارہ کے خیال میں جن بزرگوں نے اس کتاب پر تقریظیں ثبت فرمائی ہیں، انہوں نے حرفاً حرفاً اس کتاب کا مسودہ پڑھنے اور جناب مصنف کے مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ یا تو ان بزرگوں نے کتاب کا مسودہ دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی، یا ان کو غور و تامل کا موقع نہیں ملا محض جناب مصنف کی عقیدت و احترام میں، یا بعض کسی لائقِ احترام بزرگ کی تقریظ دیکھ کر انہوں نے بھی کتاب پر صاد کر دیا۔ ایسی تقریظیں لائقِ اعتنا نہیں!

آج کل محض مصنف کے ساتھ حسنِ ظن کی بنیاد پر تقریظیں لکھنے کا عام رواج ہے، اور اس ناکارہ کے نزدیک یہ رَوِش لائقِ اصلاح اور یہ رواج لائقِ ترک ہے۔ خود اس ناکارہ کو ذاتی طور پر اس کے ناخوش گوار نتائج کا تجربہ ہوا ہے۔ اس ناکارہ کا ذوق خود اپنی کتابوں کے بارہ میں یہ رہا ہے کہ اپنی کسی کتاب پر اپنے بزرگوں کو بطورِ ''تبرک'' چند کلمات لکھنے کی کبھی زحمت نہیں دی، نہ اس کی فرمائش کی، کیونکہ ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ان اکابر کے بے حد قیمتی اوقات میں اتنی گنجائش کہاں کہ مجھ ایسے نابکار کی ژولیدہ تحریر پڑھیں اور اپنے قیمتی اوقات کا خون کریں؟ لامحالہ بغیر پڑھے ہی ''کلماتِ تبرک'' تحریر فرمائیں گے، اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نادان کی غلطیاں میرے بزرگوں کے سر آن پڑیں گی، چنانچہ اس ناکارہ کا رسالہ ''اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' جو تمام اکابر نے پسند فرمایا اور ہند و پاک کے بہت سے ناشرین نے ہزاروں کی تعداد میں اسے شائع کیا، مگر اس ناکارہ نے کسی بزرگ سے تقریظ نہیں لکھوائی۔ سنا ہے کہ ہمارے شیخ برکۃ العصر نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس میں بھی یہ پورا رسالہ حرفاً حرفاً پڑھا گیا، اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے سامعہ مبارک سے گزرا، لیکن اس ناکارہ کے دل میں کبھی اس کی ہوس پیدا نہیں ہوئی کہ کسی بزرگ سے اس پر تقریظ لکھوائی جائے اور اپنے کھوٹے سکوں کو بزرگوں کی تقریظات کی مہر سے چالو کیا جائے۔ (اس ناکارہ کی دو کتابوں پر میرے حضرت بنوریؒ نے مقدمہ تحریر فرمایا تھا، مگر میری خواہش اور فرمائش کے علی الرغم! اس کی تفصیل کا موقع نہیں)۔

الغرض! کتاب پڑھے بغیر اس پر تقریظیں لکھوانے اور لکھنے کا رواج اس ناکارہ کے خیال میں صحیح نہیں، یہ رَوِش لائقِ اصلاح ہے۔ اس ناکارہ کا خیال ہے کہ جناب علوی مالکی صاحب کی کتاب **"مفاهيم يجب ان تصحح"** (عربی) پر تقریظات کا جو انبار نظر آ رہا ہے، یہ جناب مصنف کے احترام میں بغیر کتاب پڑھے لکھی گئی ہیں، یا کسی لائقِ احترام شخصیت کو دیکھ کر ان کی تقلید میں صاد کر دیا گیا ہے۔ اس لیے اگر یہ ناکارہ اس کتاب کے بارہ میں ایسی رائے کا اظہار کر رہا ہے جو تقریظ لکھنے والے بزرگوں کی توثیق و تصدیق کے خلاف

ہوتو اس کو ان بزرگوں کے حق میں سوءِ ادب کا اِرتکاب نہ سمجھا جائے اور نہ ان اکابر کے علم وفضل کے منافی قرار دیا جائے، کیونکہ بزرگوں ہی کا ارشاد ہے کہ:

گاہ باشد کہ کودک ناداں

بہ غلط بر ہدف زند تیرے

سوم:... اُوپر عرض کر چکا ہوں کہ جناب مصنف کا اصل مدعا سلفی حضرات کے تشدّد کی اِصلاح ہے، جو زیرِ بحث مسائل میں ان کے یہاں پایا جاتا ہے، اور جس میں وہ کسی نرمی اور لچک کے روادار نہیں۔ جناب مصنف ان کو اپنی اس شدّت میں فی الجملہ معذور بھی سمجھتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''ان کو ہم اپنے حسنِ ظن کی بنا پر معذور سمجھیں گے، اور کہیں گے کہ نیت تو ان کی صحیح ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس طرح ان لوگوں نے کیا ہے، لیکن ہم کہیں گے کہ ان حضرات سے ایک بات رہ گئی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں حکمت ومصلحت اور عمدہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔''(۱)

یہ دو اُصول جو جناب مصنف نے کتاب کے آغاز ہی میں قلم بند کیے ہیں، بڑے ہی قیمتی اور زرّیں اُصول ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ داعیانہ اُسلوب کے رُوحِ رواں ہیں:

ایک یہ کہ اپنے مخالفین وناقدین بلکہ مکفرین تک کے بارہ میں بھی یہ حسنِ ظن رکھا جائے کہ ان کی تنقید کا منشا اگر اِخلاص ہے اور وہ واقعتاً رضائے اِلٰہی کے لیے ایسا کر رہے ہیں تو نہ صرف یہ کہ وہ معذور ہیں، بلکہ ان شاء اللہ! ماجور بھی۔

دوم یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بلند پایہ کام میں بھی حکمت ومصلحت کے مطابق احسن سے احسن طریق اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

مجھے یہ توقع تھی کہ جناب مصنف نے جس داعیانہ اُسلوب کی نشان دہی فرمائی ہے، وہ خود بھی اس کی پابندی فرمائیں گے اور ان کی یہ کتاب اُسلوبِ دعوت کا شان دار مرقع ہوگی، اور وہ متنازع فیہ مسائل کو قلم بند کرتے ہوئے ایسا عمدہ طریق اپنائیں گے کہ ان کی بات بڑی خوش گواری سے ان کے قاری کے گلے سے اُتر جائے۔ بلاشبہ! فطری طور پر ہماری یہ خواہش ہوگی کہ جس بات کو ہم حق اور صحیح سمجھتے ہیں، دُوسرے لوگ بھی اس کی حقانیت کے قائل ہوجائیں، لیکن ہم اپنی بات احسن طریق سے مخاطب کو سمجھانے کے مکلف ہیں، اس کو منوانے کے ہم مکلف نہیں، ہم نے بڑی خوش اُسلوبی سے اپنی بات مخاطب کے سامنے پیش کردی، ہم

(۱) اصلاح مفاہیم ص:۴۹

اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے، آگے اسے مخاطب مانتا ہے یا نہیں؟ یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کی صواب دید ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب مصنف جن حضرات کو حسنِ ظن کی بنا پر معذور سمجھتے ہیں، انہی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے داعیانہ اور مصلحانہ اَندازِ تخاطب اِختیار نہیں فرمایا، بلکہ مناظرانہ ومجادلانہ انداز اِختیار کیا ہے۔ اور اگر یہ بات یہیں تک محدود رہتی تب بھی فی الجملہ اسے گوارا کیا جاسکتا تھا، مگر افسوس ہے کہ جناب مصنف نے اپنی تحریر میں ترشی بلکہ تلخی کا عنصر اس قدر تیز کر دیا ہے کہ یہ توقع اَز بس مشکل ہے کہ ان کی بات ان کے مخاطب کے گلے سے بہ آسانی اُتر جائے گی۔ مصنف نے شاید ہی کوئی نکتہ ایسا اُٹھایا ہو جس میں انہوں نے اپنے مخالفوں کو جاہل، غبی، کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، بدفہم؛ جیسے "خطابات" سے نہ نوازا ہو۔

مثلاً "خالق ومخلوق کا مقام" کے زیرِ عنوان - یہ ذکر کرتے ہوئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی ہیں، جن کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُوسرے اَفرادِ بشر سے ممتاز ہیں - مصنف لکھتے ہیں:

"یہ اُمور بہت لوگوں پر ان کی کم عقلی، کم فہمی، تنگ نظری اور بدفہمی کی وجہ سے مشتبہ ہو گئے، تو انہوں نے جلدی سے ان اُمور کے قائلین پر کفر اور ملتِ اِسلامیہ سے خروج کا حکم لگا دیا۔"(۱)

ایک جگہ مخالفین کے موقف کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

"یہ واضح جہالت ہے۔"(۲)

مترجم کا یہ ترجمہ اصل عربی متن کے مطابق نہیں، اصل متن کے الفاظ یہ ہیں: "وھذا جھل محض" (اور یہ "محض جہالت ہے" یا "خالص جہالت ہے")۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"حالانکہ حقیقت میں یہ جہالت وتعنت ہے۔"(۳)

الغرض! کتاب میں مسلسل یہی انداز چلا گیا ہے اور جناب مصنف نے اپنے موقف سے اِختلاف رکھنے والوں کے بارہ میں اس قسم کے الفاظ اِستعمال کرنے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر جناب مصنف کے پیشِ نظر واقعی اس طبقہ کی اصلاح ہے تو ان کی اِصلاح اس اندازِ گفتگو سے مشکل ہے، بقولِ غالبؔ:

(۱) اِصلاحِ مفاہیم، ص:۵۷ (۲) اِصلاحِ مفاہیم، ص:۶۵

(۳) مفاہیم عربی، ص:۹۲

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالبؔ!
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو؟

اس ناکارہ کا خیال ہے کہ سعودیہ کے جن متشدّد حضرات کی اصلاح کے لیے جناب مصنف نے خامہ فرسائی کی ہے، وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اِصلاح پذیر نہیں ہوں گے، بلکہ ان متوحش الفاظ وخطابات کو پڑھ کر ان کے موقف میں مزید شدّت پیدا ہوجائے گی۔ اس کتاب کے خلاف جوابی کتب ورسائل کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوجائے گا، اِدھر کچھ عرب حضرات مصنف کی تائید وحمایت میں کھڑے ہوجائیں گے اور قلمی جہاد کریں گے، یوں یہ کتاب متعلقہ حلقہ کی اِصلاح کے بجائے ایک نئے معرکۂ کارزار کی راہ ہموار کرے گی۔

یہ تو سعودی ماحول میں اس کتاب کے آثار ونتائج ظاہر ہوں گے۔ جہاں تک ہمارے ہندوپاک کے ماحول کا تعلق ہے! میں اُوپر ذکر کرچکا ہوں کہ ان متنازع فیہ مسائل میں یہاں تین فریق پہلے سے موجود ہیں:

ایک گروہ انہی سلفی حضرات کا ہے جن کا تذکرہ اُوپر آچکا ہے، ان پر تو وہی اثرات ہوں گے جو ابھی ذکر کرچکا ہوں۔

دُوسرا گروہ ہمارے اکابرِ دیوبند کا ہے، میں بتاچکا ہوں کہ یہ کتاب ہمارے اکابرؒ کے ذوق ومشرب کے ساتھ کوئی میل نہیں کھاتی۔ دیوبندی حلقہ میں یہ کتاب اِفتراق وانتشار کو جنم دے گی، کچھ حضرات اس کتاب کی تائید وحمایت میں اکابرِ دیوبند کے مسلک کو اس کتاب کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرمائیں گے، اور کچھ حضرات اس سے براءت کا اِعلان واِظہار فرمائیں گے، یوں اہلِ حق کے طبقہ میں ایک نئے اِنتشار وخلفشار کا دروازہ کھلے گا۔

البتہ تیسرا گروہ بریلوی حضرات کا ہے، وہ اپنے موقف کی تائید وحمایت اور ہمارے اکابرؒ کی تجہیل وتحمیق کے لیے اس کتاب کے خوب حوالے دیں گے، اور کتاب پر ثبت شدہ بھاری بھرکم تقریظات کے ذریعہ ان کو دیوبندی حلقہ پر اِلزام قائم کرنے میں اچھی خاصی آسانی ہوجائے گی۔

کاش! کہ طباعت سے پہلے اس سلسلہ میں مشورہ کرلیا جاتا تو اس ناکارہ کی رائے میں اس کی اشاعت آپ کی جانب سے نہ ہوتی۔

چہارم:... جس طرح ہر شیخ کی ''نسبت'' اپنا ایک خاص رنگ رکھتی ہے، جو اس شیخ کے حلقہ کے اکثر منتسبین پر نمایاں ہوتی ہے، مثلاً: رائے پوری حضرات کی نسبت کا رنگ ان کے حلقہ پر اس قدر نمایاں ہے کہ آدمی دُور ہی سے دیکھ کر پہچان جاتا ہے کہ یہ حضرات رائے پوری سلسلہ سے منسلک ہیں۔ اسی طرح حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے حلقہ پر حضرتؒ کی نسبت کا رنگ اتنا نمایاں ہے کہ ایک صاحبِ بصیرت آسانی

سے پہچان لیتا ہے کہ ان حضرات پر حضرت حکیم الامتؒ کا رنگ غالب ہے، وعلیٰ ھذا۔ الغرض! جس طرح ہر شیخ کی نسبت کا ایک رنگ ہوتا ہے، اسی طرح ہر مصنف کا بھی ایک خاص رنگ ہوتا ہے جو اس کے حلقۂ عقیدت پر غالب اور نمایاں ہوتا ہے۔ مودودی صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے، ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی تحریر کا ایک خاص رنگ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

جناب علوی مالکی صاحب نے بھی زیرِ گفتگو کتاب ''مفاہیم'' میں اپنا ایک خاص رنگ بھرا ہے، جس کی طرف اُوپر اِشارہ کرچکا ہوں، یعنی اپنے موقف سے اِختلاف رکھنے والوں کو کم عقل، کم فہم، تنگ نظر، جاہل، بدفہم اور متعنت سمجھنا۔ اب جو حضرات جناب مالکی صاحب سے عقیدت وارادت رکھتے ہوں گے، وہ اسی رنگ کو اَپنائیں گے اور یہی رنگ ان پر غالب ہوجائے گا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جناب مصنف سے فرطِ عقیدت کی بنا پر ان سے ذرا سا اِختلاف کرنے کو بھی تنگ نظری، جہالت وبدفہمی پر محمول کریں گے، یا اس اِختلاف کا منشا ضد وعناد اور تعنت وہٹ دھرمی کو قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن حضرات پر یہ رنگ غالب ہو، وہ دُوسرے کی بات کو نہ تو صبر وتحمل سے سنیں گے، نہ مسئلہ کے دلائل پر غور کریں گے، نہ ان کے لیے ہمارے اکابرؒ کا حوالہ مفید ہوگا، کیونکہ جب ان حضرات کے دِل میں بطورِ عقیدت یہ بات جم گئی ہے کہ جناب محمد مالکی علوی صاحب ہی عاقل وفہیم ہیں، وہی عالم وخوش فہم ہیں، اور وہی منصف ووسیع النظر ہیں، تو ان کے مقابلہ میں دُوسروں کی بات کیا وقعت رکھے گی...؟

یہ ایک ایسی صورتِ حال ہے، جس کے تصوّر ہی سے یہ ناکارہ پریشان ہے کہ جناب علوی صاحب کے عقیدت مندوں سے افہام وتفہیم کی کیا صورت کی جائے؟ اور ان کے دل پر کس طرح دستک دی جائے؟ واللہ المستعان! ولا حول ولا قوة إلا باللہ! اور اس پریشانی میں اس وقت دوچند اِضافہ ہوجاتا ہے، جب دیکھتا ہوں کہ ہمارے شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے حلقہ ہی کے حضرات، جناب مالکی صاحب کے دامِ عقیدت ومحبت کے اَسیر ہیں، اور اَپنے اکابر کے مسلک ومشرب کو علوی صاحب کے نظریات پر ڈھال رہے ہیں۔

فإلى اللہ المشتكىٰ!

کاش! اللہ تعالیٰ ہمیں تواضع اور فنائیت، جو ہمارے شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کا خصوصی رنگ تھا، اس کا کوئی شمہ بھی نصیب فرمادے تو آپس کے تشتت واِنتشار کے منحوس سائے سے ہم محفوظ رہیں۔

پنجم:... اس ناکارہ نے یہاں تک جو کچھ لکھا، وہ یہ سمجھ کر لکھا کہ جناب شیخ محمد علوی مالکی صاحب خوش عقیدہ عالم ہیں، اور ان کے پیشِ نظر صرف متشدد حضرات کی اِصلاح ہے، لیکن ''حق چار یار'' میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین مدظلہ العالی نے بریلوی مکتب کے رسالہ ماہنامہ ''جہانِ رضا لاہور'' کے حوالہ سے یہ عجیب

وغریب انکشاف کیا ہے کہ جناب مصنف محمد علوی مالکی دراصل بریلوی عقیدہ کے حامل اور فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خان مرحوم کے بیک واسطہ خلیفہ ہیں، اور جناب علوی صاحب کی فاضل بریلوی سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ علوی صاحب ان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"نحن نعرف تصنيفاته وتاليفاته فحبه علامة السنة وبغضه علامة البدعة."

ترجمہ: ''ہم اِمام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں، پس ان سے محبت رکھنا سنت کی علامت اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔''(۱)

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کے اس انکشاف کے بعد غور وفکر کا زاویہ یکسر بدل جاتا ہے اور صاف نظر آنے لگتا ہے کہ:

۱:...''اِصلاحِ مفاہیم'' دراصل بریلوی مکتبِ فکر کے ایک فاضل اور جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی مرحوم کے ایک غالی عقیدت مند کی تالیف ہے، جو بریلوی عقائد ونظریات کی نشرواشاعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

۲:...اس کتاب کا مدعا صرف سلفیوں کے تشدّد کی اصلاح نہیں (جیسا کہ میں نے بطورِ حسنِ ظن اس کا اُوپر اظہار کیا تھا) بلکہ اس کا اصل ہدف دیوبندی حضرات کے مقابلہ میں بریلوی حضرات کے نقطۂ نظر کی بھرپور حمایت وتائید ہے۔

۳:...جاہل، غبی، کم فہم، بدفہم اور متعنت وغیرہ الفاظ کی تکرار سے مقصود دراصل اکابرِ دیوبند (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ہمارے شیخ برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی تک تمام اکابر، نوّراللہ مراقدہم) کی تجہیل وتحمیق ہے۔

۴:...جناب مصنف نے دیوبندی حضرات کی تقریظوں کا جو انبار لگایا ہے، اس کی اصل غرض بھی ظاہر ہوتی ہے کہ تقریظات کا یہ اہتمام دراصل اکابرِ دیوبند کے خلاف خود دیوبندی حضرات سے ''اجتماعی فتویٰ'' لینا ہے، تاکہ یہ تمام تقریظ کنندگان بھی اپنے اسلاف کو جاہل ونادان قرار دینے میں متفق ہوجائیں۔

۵:...بریلوی حضرات کے خیالات سعودی مشائخ کے بارہ میں سب کو معلوم ہیں، لیکن جناب مصنف علوی مالکی نے اَز راہِ اِحتیاط شیخ الاسلام حافظ اِبنِ تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام بڑے احترام سے لیا ہے، اور جگہ جگہ ان کے حوالوں سے اپنی کتاب کو مرصع ومزین کیا ہے۔

ایک ایسا شخص جو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی محبت کو سنی ہونے کی اور ان کی مخالفت کو بدعتی ہونے کی

(۱) سفرنامہ حرمین شریفین، از: مولانا غلام مصطفی، مدرّس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم راج شاہی، بنگلہ دیش، مطبوعہ: ۱۹۶۰ء، ص:۳۲۔

علامت قرار دیتا ہو، اس سے ان سعودی اکابر کی مدح وتحسین کچھ عجیب سی بات معلوم ہوگی، لیکن یہ شاید ان کی مجبوری ہے کہ اس کے بغیر سعودی ماحول میں اس کتاب کا شائع ہونا مشکل تھا...!

۶:... میرے محترم بزرگ جناب صوفی محمد اِقبال صاحب زِیدمجدہٗ اور ان کے رُفقا جو جناب مصنف علوی مالکی صاحب کی کتاب کے بے حد مداح ہیں اور اس کی نشر واشاعت میں سعیِ بلیغ فرمارہے ہیں، ان کو بھی اس ناکارہ کی طرح جناب مصنف سے حسنِ ظن رہا ہوگا اور یہ خیال ہوا ہوگا کہ یہ بزرگ (جو بہت سی نسبتوں کے جامع ہیں) سلفی تشدد کے مقابلہ میں ''جہادِ کبیر'' فرمارہے ہیں، اس لیے حتی الامکان ان کی اعانت واجب ہے۔ ان حضرات کو جناب مصنف کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی، کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ:

خبث باطن نہ گردد سالہا معلوم!

اگر یہ روایت صحیح ہے کہ جناب صوفی صاحب زِیدمجدہٗ جناب علوی مالکی صاحب کے باقاعدہ حلقہ بگوش بن گئے ہیں تو یہ بھی اسی ناواقفی اور حقیقت تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مجھے توقع ہے کہ جلد یا بدیر! جیسا ان پر اصل حقائق منکشف ہوں گے تو یہ حضرات اپنے موقف پر نظرِ ثانی میں کسی پس وپیش کا اِظہار نہیں فرمائیں گے۔

۷:... جب شیخ علوی مالکی صاحب کا بریلوی طبقہ سے منسلک ہونا عالم آشکارا ہوچکا ہے تو ان کی کتاب کے نکات پر دیوبندی، بریلوی اِتحاد ومفاہمت کی دعوت دینا دراصل دیوبندیوں کو بریلوی حضرات کے موقف کی حقانیت کے تسلیم کرنے کی دعوت دینا ہے، اور یہ بات بھی کچھ کم اعجوبہ نہیں کہ یہ یک طرفہ دعوت دیوبندی اکابر کے منتسبین کی طرف سے دی جارہی ہے، مولانا احمد رضا خان مرحوم کی جماعت کا ایک فرد بھی اس دعوت میں نمایاں نہیں۔ اس لیے دُوسرے لفظوں میں بلاتکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دیوبندیوں کو بریلوی بن جانے کی دعوت ہے، اور یہ کہ ہمارے اکابر جو بدعات کے طوفان کے مقابلہ میں اب تک سدِ سکندری بنے رہے ہیں، اب اس دیوار کو توڑ دیا جائے اور عوام کو بدعات کی وادیوں میں بھٹکنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا جائے۔

ولا فعل اللہ ذلک!

یہ اس ناکارہ نے ارتجالاً چند نکات عرض کردیئے ہیں، دِل کو لگیں تو قبول فرمایئے! ورنہ ''کالائے بد بریش خاوند!'' اُمید ہے مزاجِ سامی بعافیت ہوں گے۔

والسلام

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۶ھ)

عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین

تصنیف: حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ، حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ (مدیر ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ)۔ صفحات: ۲۳۶۔ قیمت: ۱۲روپے۔ پتا: دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

۱:...۱۳۲۳ ہجری میں مولوی احمد رضا خان بریلوی حرمین گئے اور وہاں ''المعتمد المستند'' کے نام سے عربی میں ایک فتویٰ مرتب کیا، جس میں اکابر دیوبند کی جانب عقائد منسوب کرکے اُن کی تکفیر کی اور اس پر حرمین شریفین کے چند علماء کی تصدیقات حاصل کیں اور ہندوستان واپس آکر اس ''کفرنامہ'' کو ''حسام الحرمین'' کے نام سے اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔

علمائے حرمین کو جب بتایا گیا کہ یہ فتویٰ جعل سازی سے حاصل کیا گیا ہے تو اُنہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کی تحقیق کی غرض سے ۲۶ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ مرتب کرکے اکابرِ دیوبند کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سوالات کا جواب تحریر فرمایا، جس پر اُس وقت کے تمام اکابرِ دیوبند کے دستخط تھے۔ علمائے حرمین نے متفقہ طور پر ان جوابات کی تصدیق فرمائی اور علمائے دیوبند کے عقائد کو صحیح قرار دے کر مولوی احمد رضا خان صاحب کے غیر ذمہ دارانہ رویہ پر اظہارِ افسوس کیا۔ حضرت سہارنپوریؒ کے یہ جوابات علمائے ہند اور علمائے حرمین کی تصدیقات کے ساتھ ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے، اور ان کا اُردو ترجمہ ''عقائد علمائے دیوبند'' کے نام سے بارہا شائع ہوچکا ہے۔

۲:...جن دنوں خان صاحب اپنا یہ ''کفرنامہ'' حرمین میں تیار کر رہے تھے، حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ ہی میں موجود تھے، مگر خان صاحب نے یہ کارروائی کچھ ایسی رازداری سے کی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی، اور جب خان صاحب کی سرگرمیوں کا راز افشا ہوا تو وہ فوراً مدینہ چھوڑ آئے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ جن علماء سے وہ دستخط لے چکے ہیں، اصل حقیقت پر مطلع ہونے کے بعد وہ برگشتہ ہوجائیں۔

حضرت مدنی قدس اللہ سرہٗ نے خان صاحب کی کارروائی کی پوری داستان مرتب فرمائی اور جو الزامات خان صاحب نے اکابرِ دیوبند پر لگائے تھے، اُن کی وضاحت بھی فرمائی۔ یہ رسالہ ''الشہاب الثاقب'' کے نام سے شائع ہوا۔

۳:... باوجود یہ کہ علمائے حرمین شریفین؛ خان صاحب سے براءت کا اعلان کرچکے تھے، اور خان صاحب نے دھوکا دے کر جو تصدیقات حاصل کی تھیں، اُن سے علمائے حرمین نے رُجوع کرلیا تھا، اور خان صاحب نے جو اِلزامات علمائے دیوبند پر عائد کیے تھے، اُن کی وضاحت بھی کئی بار کی جاچکی تھی، مگر خان صاحب کے مکتبۂ فکر کے لوگ اس جھوٹ کو برابر اُچھال رہے تھے، اِس لیے اس موضوع پر فریقین کے درمیان بارہا بحث ومباحثہ کی نوبت بھی آتی رہی۔ اسی نوعیت کا ایک مباحثہ شوال المکرم ۱۳۵۲ھ میں لاہور میں ہونا قرار پایا، جس کی اہم ترین خصوصیت یہ تھی کہ اس جھگڑے کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ چکانے کی غرض سے فریقین نے مندرجہ ذیل تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مباحثہ میں حَکَم تسلیم کرلیا:

۱:...علامہ ڈاکٹر محمد اِقبال مرحوم۔

۲:...مولانا اصغر علی روحی مرحوم (پروفیسر اِسلامیہ کالج، لاہور)۔

۳:...شیخ صادق حسین مرحوم (بارایٹ لاء، امرتسر)۔

اس تحکیم کا مدعا یہ تھا کہ بریلوی حضرات ''حسام الحرمین'' کے تکفیری فتوے کی حقانیت کے دلائل پیش کریں اور دیوبندی حضرات وکیلِ صفائی کی حیثیت سے خان صاحب کے عائد کردہ اِلزامات سے براءت کے دلائل پیش کریں، اور تینوں حَکَم فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد یہ فیصلہ دیں کہ آیا ''حسام الحرمین'' کے اِلزامات حق بجانب ہیں یا محض فرضی اور جعلی ہیں...؟

اگر سہ رُکنی عدالت کا فیصلہ یہ ہو کہ خان صاحب کے اِلزامات صحیح ہیں اور علمائے دیوبند کی عبارتوں کا واقعی وہی مطلب ہے، جو خان صاحب نے پیش کیا ہے، تو علمائے دیوبند کو خان صاحب کے عائد کردہ ''کفر'' سے توبہ کرنا ہوگی اور اپنی ان کتابوں کو جن میں یہ عبارتیں پائی جاتی ہیں، تلف کرنا ہوگا۔

اور اگر یہ عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ خان صاحب کے اِلزامات غلط ہیں اور اکابر دیوبند کا دامن ان عقائد سے قطعاً پاک ہے جو خان صاحب نے اپنے شوقِ کفر کی تسکین کے لیے ان بزرگوں کی طرف زبردستی منسوب کیے ہیں، تو بریلوی حضرات کو مسلمانوں کی تکفیر سے توبہ کرنی ہوگی اور ''حسام الحرمین'' سے براءت کا اعلان کرنا ہوگا۔ گویا یہ ''فیصلہ کن مناظرہ'' دیوبندی، بریلوی نزاع کو ہمیشہ کے لیے دفن کردینے کا ذریعہ تھا۔ مناسب ہے کہ اس واقعہ کی تفصیل حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ سے سنی جائے جو اس مقدمہ میں صفائی کے وکیل تھے، وہ لکھتے ہیں:

''واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے تکفیری فتنہ کی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لیے تحکیم کے اُصول کو مانا اور مذکورہ بالا تین شخصیتوں پر اِتفاق بھی ہوگیا۔

ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کرلیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہونی جانا چاہیے۔
اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خان صاحب کے تکفیری فتویٰ ''حسام الحرمین'' کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری - کہ وہ غلط اور باطل ہے اور اس کی بنیاد جعل سازی اور اِفترا پردازی پر ہے- جماعتِ دیوبند کے نمائندہ اور وکیل کی حیثیت سے راقم السطور (مولانا نعمانی مدظلہٗ) کے سپرد تھی، اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حَکَم صاحبان کے سامنے کہنا تھا اور ''حسام الحرمین'' پر جو بحث کرنی تھی، اس کو میں نے اس خیال سے قلم بند بھی کرلیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت حَکَم صاحبان کو اور ایک فریقِ مخالف کو دی جاسکے۔
لیکن اس مناظرہ کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (ناچیز راقم السطور محمد منظور نعمانی اور جناب مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہان پوری و جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی؛ جو اُس دور میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے مقابلہ میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ رہا کرتے تھے) لاہور پہنچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ یہ ہے کہ اپنے برپا کیے ہوئے تکفیری فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی حیلہ بازیوں کے ذریعہ پہلے تو تحکیم کی طے شدہ شرط سے اِنحراف کیا، اور اس کے بعد اپنے مفسدانہ مظاہروں اور اِشتعال انگیزیوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس پر مجبور کردیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں۔''

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ نے اس مباحثہ کے لیے جانے سے پہلے ایک تحریر اس غرض سے مرتب کرلی تھی کہ فریقِ ثانی اور مباحثہ کے ثالثوں کو اس کی ایک ایک کاپی پیش کردی جائے۔ مولانا مدظلہٗ کی یہ تحریر پہلے ''الفرقان'' میں قسط وار شائع ہوئی، بعدازاں اسے ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔

۴:... ''حسام الحرمین'' کا یہ تکفیری فتنہ- جو انگریز کے دورِ اِقتدار میں برپا کیا گیا تھا- قصۂ پارینہ بن چکا تھا، لیکن اَب کچھ عرصہ سے پاکستان میں اس سوئے ہوئے فتنہ کو پھر سے بیدار کیا جارہا ہے، اور ٹھیک ایسے وقت میں جب کہ تمام طاقتیں مل کر اس ملک میں اِسلامی نظام کا راستہ روکنے کے لیے سینہ سپر ہوچکی ہیں، اس فتنہ کی آگ بھڑکا کر مسلمانوں کو اس میں جھونکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آج اِسلام کو اِلحاد و دہریت اور اِشتراکیت و اِباحیت کے جن بلاخیز طوفانوں کا سامنا ہے، اس کے پیشِ منظر میں دیکھیے تو ''حسام الحرمین'' کے تکفیری فتنہ کو دُوبارہ زندہ کرنے میں لادِین عناصر کی سازش نظر آتی ہے، مگر بدقسمتی سے ''حسام الحرمین'' کی اِشاعت دھڑادھڑ ہورہی ہے، اس کے ہزاروں نسخے مفت تقسیم کیے جارہے ہیں، اِدھر علمائے دیوبند کی

جانب سے اس کے جواب میں اس بنا پر کہ یہ آپس میں لڑنے کا وقت نہیں، مکمل خاموشی اختیار کی جارہی ہے، تاہم نئی نسل کو اصل حقائق سے آگاہ کرنا بھی ضروری تھا۔

حق تعالیٰ ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے زیرِ نظر کتاب شائع کر کے اس فرض کو پورا کر دیا جو ''حسام الحرمین'' کا شافی جواب ہے، جس میں مذکورۃ الصدر تینوں رسالے (''عقائد علمائے دیوبند'' مع عربی متن، از: مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ۔ "الشہاب الثاقب" از: مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ اور ''فیصلہ کن مناظرہ'' از: مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ) یکجا کر دیے گئے ہیں۔ دو رسالے تو بتمامہٖ شامل ہیں، البتہ "الشہاب الثاقب" کے مباحث کا عمدہ سا خلاصہ لے لیا گیا ہے، جو حضرت مدنی قدس سرہٗ کے ہم نام جناب مولانا حسین احمد نجیبؔ نے مرتب کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ''حسام الحرمین'' کے تکفیری فتنہ کی حقیقت پوری طرح کھل جاتی ہے، اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ فتنہ کل کی طرح آج بھی محض ضد و عناد اور مسلمانوں کے خلاف سازش کے لیے اُٹھایا گیا اور اُٹھایا جارہا ہے۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی کوشش کی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ)

مجموعہ رسائل چاندپوری (حصہ اوّل)

رئیس المناظرین حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ صفحات: ۴۸۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔

ملنے کا پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶-بی، شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور۔

دُنیا میں حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ رہا ہے اور تا اختتامِ دُنیا رہے گا۔ ہر دور میں جب بھی اہلِ حق نے دین اِسلام کی حقانیت و صداقت کو ماننے، شرک و بدعت سے اِجتناب کرنے اور غلط رسم و رواج کو چھوڑنے کی تعلیم دی تو مخالفین نے اُن پر طرح طرح کے اِلزامات عائد کرنے شروع کیے۔ ہندوستان میں اہلِ حق جب باطل کے مقابلہ میں برسرِ پیکار ہوئے تو باطل بھانپ گیا کہ ان کی قوت اور طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ اُس نے مسلمانوں کی اِجتماعی قوت کو کمزور اور مفلوج کرنے کے لیے جہاں اور بہت سے فتنے پیدا کیے، وہاں ایک فتنہ ''رضاخانی'' بھی اس کا رہینِ منت ہے۔ علمائے حق نے انگریزی اِقتدار کی وجہ سے

ہندوستان کو ''دارُالحرب'' قرار دیا تو ''اعلیٰ حضرت'' نے اُسے ''دارُالاسلام'' قرار دیا، گویا دُوسرے الفاظ میں دارُالاسلام میں جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بہرحال! جب علمائے دیوبند سینہ سپر ہوکر انگریز کے مقابلہ میں آئے اور اِعلانِ جہاد کیا تو عین اُسی وقت انگریز نے اُحمد رضا خان صاحب کے ذریعہ وہابیت ونجدیت وغیرہ کے نعرے لگواکر عوام کو بدظن کرنے کی کوشش کی۔

خدا بھلا کرے حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کا کہ اُنہوں نے اس طبقہ کا ناطقہ بند کردیا۔ بریلویوں نے علمائے دیوبند کی جن کتابوں پر اِعتراضات کیے، حضرت چاندپوری رحمہ اللہ نے پوری دیانت داری اور سنجیدگی سے اُن کے دندان شکن جوابات دیے۔ زیرِ نظر کتاب حضرت چاندپوری رحمہ اللہ کے آٹھ رسائل کا مجموعہ ہے:

۱:...تزکیة الخواطر. ۲:...توضیح البیان فی حفظ الایمان. ۳:...احدی التسعة والتسعین. ۴:...انتصاف ابری. ۵:...الختم علیٰ لسان الخصم. ۶:...الکواکب الیمانی. ۷:...اسکات المتعدی. ۸:...شکوۂ الحاد (ملقب بہ "الزام علی اللّئام").

دیوبند سے مسلک حضرات سے پوری اُمید ہے کہ وہ اِس کتاب کی تشہیر وتبلیغ میں حتی الامکان کوشش کریں گے اور کفر وشرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے ناشر کا عملی تعاون فرمائیں گے۔

کتاب کی ایک اُہم خصوصیت ناشر کی طرف سے چونسٹھ صفحات کا ایک ضخیم مقدمہ ہے، جس میں بریلویت کی پوری تاریخ کو سمودیا گیا ہے۔ ایسی قابلِ قدر کتاب چھاپنے پر ہم ناشرین کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور آئندہ بھی اِس قسم کی کتابیں چھاپنے کی توقع رکھتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ)

مجموعہ رسائل چاندپوری (حصہ دوم)

حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ۔ صفحات: ۸۰۷۔ قیمت: ۸۸ روپے۔ پتا: انجمن ارشادالمسلمین، ۶-بی، شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور۔

آج سے نو سال قبل ''بینات'' ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ میں زیرِ تبصرہ کتاب کے حصہ اوّل کا نہایت ہی مفصل تعارف آچکا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ مندرجہ ذیل سترہ (۱۷) رسائل پر مشتمل ہے:

ا:...سبيل السداد في مسئلة الاستمداد. ۲:...توضيح المراد لمن تخبط في الاستمداد. ۳:...السحاب المدرار في توضيح اقوال الاخيار. ۴:...اعلان لدفع البغي والطغيان. ۵:...بئس المهاد لمن يخلف الميعاد. ۶:...الطامة الكبرىٰ علىٰ من كذب وتولىٰ. ۷:...الطين اللازب على الأسود الكاذب. ۸:...رد التكفير على الفحاش الشنظير. ۹:...شکوۃ الحاد۔ ۱۰:...نار الغضا في جوانح الرضاء. ۱۱:...قطع الوتين من تقول على الصالحين. ۱۲:...السهيل على الجعيل. ۱۳:...الكفر المتبين في الصريح المتعين. ۱۴:...كوكب اليمانين على الجعلان والخراطين. ۱۵:...بریلوی کا نادان دوست۔ ۱۶:...غلبة الحق. ۱۷:...فصل الخطاب.

ان میں آخر چار رسائل مؤلف کی ذاتی تصنیف نہیں، مگر چونکہ ان کا تعلق بھی ان کی ذات سے تھا، اس لیے مرتب موصوف جناب مولانا انوار احمد صاحب نے انہیں بطور ضمیمہ اس جلد میں شامل کر دیا ہے۔ ''انجمن ارشاد المسلمین'' کے رکن رکین مولانا نعیم الدین صاحب کا کتاب میں مندرجہ رسائل پر مختصر تعارف اور حضرت مولانا چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ پر مختصر سا تاثراتی مضمون کتاب کے دیباچہ کی شکل میں شامل اشاعت ہے، جس سے کتاب کے مندرجات کو سمجھنے میں بہت ہی مدد ملے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۸ھ)

فاضل بریلوی؛ علمائے حجاز کی نظر میں

جناب پروفیسر محمد مسعود احمد (ایم اے، پی ایچ ڈی)۔ صفحات: ۲۶۴۔ پتا: مرکزی مجلس رضا، نوری مسجد، بالمقابل ریلوے اسٹیشن، لاہور۔

''فاضل بریلوی'' سے مراد جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ہیں۔ کتاب کا اصل موضوع علمائے حرمین کی اُن تقریظات کا تعارف ہے جو اُنہوں نے مولانا احمد رضا خان صاحب کے مندرجہ ذیل تین رسائل پر تحریر فرمائیں:

''الدولة المكية، حسام الحرمين، كفل الفقيه الفاهم''

اور جن میں علمائے حرمین نے فاضل بریلوی کو ایک مصلح عالم ربانی سمجھ کر ان سے اظہار عقیدت میں کسی بخل سے کام نہیں لیا، مگر تمہید کے طور پر فاضل مرتب نے کتاب کی ضرورت تالیف پر روشنی ڈالی ہے اور فاضل بریلوی کے بارہ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کا ازالہ فرماتے ہوئے ان کے مختصر سوانح بھی درج فرمائے

ہیں، اور کتاب کے آخر میں ''اِستدراک'' کے زیرِ عنوان تین کتابوں یعنی "غایة المامول"، "المهند" اور "الشهاب الثاقب" پر تنقید کی گئی ہے۔

ضرورتِ تالیف کے چند اِقتباسات یہ ہیں:

''مخالفین نے تحریر و تقریر کے ذریعہ فاضل بریلوی کی شخصیت کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا کہ سنجیدہ اِنسان اس طرف رُخ کرتے جھجکنے لگا، یہی وجہ ہے کہ نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی کسی محقق نے اس طرف توجہ نہیں کی اور کوئی ایسا کام نہ ہوسکا جو علمی دُنیا میں پیش کیا جاسکے۔''(۱)

''(فاضل بریلوی کے نام لیواؤں کو) چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے محبوب قائد کے علمی کارناموں کو اُجاگر کرتے اور اُن کی شہرت کو چار چاند لگاتے، ایسا منظم طریقِ تعلیم رائج کرتے جس سے قابلِ فخر فضلاء پیدا ہوتے، شعبۂ تصنیف و تالیف میں بلند مقام حاصل کرتے، مدارسِ دینیہ اور اسکولوں، کالجوں میں نئی پود کی اِصلاح کا فریضہ انجام دیتے، تاریخ و تذکرہ کی طرف خاطر خواہ توجہ دیتے، مختلف اطراف سے اِلحاد و بے دِینی کے اُٹھنے والے سیلاب کے اِستیصال کے لیے پورے نظم و ضبط سے کام کرتے، مگر افسوس کہ نظم و اتحاد کے فقدان کی وجہ سے کسی طرف بھی معتدبہ کام نہ ہوسکا۔''(۲)

''دُوسرے حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں کو زیادہ سے زیادہ اُجاگر کیا، بلکہ اُن کی سوانح لکھ کر اُن کی شخصیت کو بھی خوب خوب اُبھارا، اُن سے سبق لینا چاہیے، جدید اور دورِ متوسط کی سوانح پر نظر ڈالی جائے تو قابلِ ذکر کتابیں انہیں حضرات کے ہاں نظر آتی ہیں، مثلاً: یہ کتابیں (یہاں چند سوانح کے نام درج ہیں)۔ الغرض! بے شمار کتابیں ہیں اور ان میں بیشتر فنِ سوانح نگاری کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ کشکول واقعات اور مدلل مداحی کے ذیل میں تو آتا ہے، سوانح کا اِطلاق اس پر مشکل ہی سے کیا جاسکتا ہے، حالانکہ محققین اس طرف توجہ کریں تو اِتنا مواد میسر آئے کہ سمیٹنا مشکل ہوجائے۔''(۳)

''سخن ہائے گفتنی'' کا عنوان اُن غلط فہمیوں کے اِزالہ کے لیے ہے جو فاضل بریلوی سے متعلق عام و خاص میں پائی جاتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں فاضل مرتب لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی مولانا اَحمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی ایک طبقہ میں محتاجِ تعارف نہیں، لیکن دُوسرے طبقہ میں ضرور محتاجِ تعارف ہے، غلط فہمیوں نے اس طبقہ کو اس حد تک متنفر کردیا ہے کہ تعریف سننا تو درکنار فاضل بریلوی کے متعلق کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔

(۱) ص:۱۵ (۲) ص:۲۱ (۳) ص:۲۲

فاضل بریلوی کے متعلق جو غلط فہمیاں عوام وخواص میں شائع ہو چکی ہیں ان میں یہ چند باتیں نمایاں نظر آتی ہیں: ا:...وہ بہت سخت گیر تھے، کسی کی بات نہیں مانتے تھے۔ ۲:...تکفیر وتفسیق مسلم میں بہت بے باک تھے۔ ۳:...مسلمانوں میں محرمات ومنکرات کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ۴:...سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند ذوالجلال کے مساوی سمجھتے تھے۔''(۱)

فاضل مرتب نے ان غلط فہمیوں کے اِزالہ کے سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کے چند اِقتباسات درج ذیل ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ فاضل بریلوی کے مزاج میں شدّت تھی، لیکن شدّت فی نفسہ مذموم نہیں، اس کے اسباب وعلل اور پھر اس کے طریقۂ نفاذ کو دیکھ کر ہی اس کے مذموم ومحمود ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ خود فاضل بریلوی کے بیان سے اس شدّت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے، آپ کے صاحب زادہ مولانا مصطفیٰ خان مدظلہ العالی فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت (فاضل بریلوی) کی ''حدّتِ مزاج'' کا تذکرہ تھا، ایک صاحب نے عرض کیا: ایک تو مزاج گرم، دُوسرے علم کی گرمی! اس پر ارشاد فرمایا: حدیث میں ہے: ان الحدة تعترة القرآن فی اجوافهم''(۲) (لم أجده بهٰذا اللفظ - ناقل)

''حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی تکفیرِ مسلم میں بے حد محتاط تھے..... فاضل بریلوی کی اِحتیاطِ تکفیر کا عملی طور پر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اِسمٰعیل دہلوی (شہید رحمہ اللہ - ناقل) کی بعض عبارات پر سخت گرفت کی..... لیکن بالآخر یہی تحریر فرمایا: علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔''(۳)

''فاضل بریلوی پر ایک اِلزام یہ ہے کہ وہ محرمات ومنکراتِ شرعیہ کی ترویج فرماتے ہیں، بلکہ آج کل عرفِ عام میں بریلوی اس کو کہا جاتا ہے جو ان اُمور کا مرتکب ہو، مثلاً: میّت کے گھر جاجاکر فاتحہ کے نام پر پکنے والے کھانے خوب کھائے، نہ ملے تو لڑ مرے، اُونچی اُونچی قبریں بنائے، عرس کے بہانے میلے لگائے اور میلوں ٹھیلوں کو خوب خوب رونق دے، قبروں پر عورتوں کے گروہ در گروہ لے جائے، قبروں کے آگے مرد وعورت دونوں کو دل کھول کر سجدہ کروائے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب فاضل بریلوی کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ان غیرشرعی اُمور کا ان سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا، بلکہ ایسی تحریرات نظر آتی ہیں، جن میں ان کا رَدّ فرمایا ہے اور ان اُمور سے مسلمانوں کو روکا ہے۔''(۴)

بہرحال! فاضل مرتب نے فاضل بریلوی سے متعلق غلط فہمیوں کے اِزالہ میں بڑی سلیقہ مندی کا ثبوت

---

(۱) ص:۴۱ (۲) ص:۴۳

(۳) ص:۴۴-۴۵ (۴) ص:۵۱

دیا ہے۔ فقیر تبصرہ نگار کے نزدیک فاضل مصنف کی آرا اور اُن کے دلائل و نتائج نقد و تحلیل کے متقاضی ہیں، مگر کیا کیجیے! بقولِ صائب ؎

دیدن یک روئے آتش ناک راصد دل کم است
من بیک دل عاشق صد آتشیں رخسدہ ام

یوں بھی شرم آتی ہے کہ موجودہ مسائل سے صرفِ نظر کر کے ان مسائل و مباحث کو۔ جنھیں گردشِ ایام نصف صدی قبل تاریخ کے مرقد میں دفن کر چکی ہے۔ کرید کرید کر تفریق بین المسلمین کی خدمت اُنجام دی جائے ؏

''ہر کسے را بہر کارے ساختند''

تاہم صد معذرت کے ساتھ! فاضل مرتب کی توجہ ایک نکتہ کی جانب مبذول کرانا مناسب ہوگا۔ حاشا للہ! ایک دور گزرا ہے۔ اور فاضل مرتب نے اسی دور کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں۔ جب کہ فاضل بریلوی کی تحریک نے علمائے حق اور مجاہدین فی سبیل اللہ کا ناک میں دَم کر رکھا تھا، ہر نیا سورج اس تحریک کی جانب سے ایک نئی آفت لے کر طلوع ہوتا تھا، ہند سے حجاز تک ان کے بارہ میں ''اِلزامات'' اور ''غلط فہمیوں'' کا جال پھیلا ہوا تھا، علمائے حرمین سے ان کے کفر پر مہریں ثبت کرائی جارہی تھیں۔ کون نہیں جانتا کہ اِسلامی شریعت میں کسی کافر کے قدم رکھنے سے بھی مسجد ناپاک نہیں ہو جاتی! مگر اِنتہا پسندی کی حد تھی کہ جن شہیدانِ جرمِ بے گناہی کو فاضل بریلوی کی بارگاہِ عالی سے ''وہابی'' کا لقب مل جاتا، اُن کے فریضہ عبادت اَدا کرنے سے بھی مسجد ملوث ہو جاتی، اور اسے سات سات مرتبہ دھو کر پاک کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ کسی کافر صد سالہ سے جسم مس ہو جائے تو شرعاً مسلمان کے نکاح کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، مگر ''وہابیوں'' سے مصافحہ کرتے ہی مصافحہ کرنے والے غریب کا نکاح فسخ ہو جاتا تھا۔ ایک وہ دِن تھا....!

اور ابھی نصف صدی بھی نہیں گزر پائی کہ خود فاضل بریلوی کا کارنامہ علمی اِحتساب کی عدالت میں لایا جانے لگا اور بقولِ فاضل مصنف کے: ''سنجیدہ اِنسان اِس طرف رُخ کرتے جھجکنے لگا'' اور آج ڈاکٹر مسعود احمد جیسے فاضل محقق کو فاضل بریلوی کی ''حدتِ مزاج''، ''ترویجِ منکرات''، ''تکفیرِ مسلمین'' جیسی ''غلط فہمیوں'' سے صفائی پیش کرنا پڑ رہی ہے۔ کیا یہ سب کچھ محض بخت و اِتفاق کا کرشمہ ہے؟ یا قضا و قدر کا لطیفہ غیبی اس میں کارفرما ہے؟ فاضل مصنف اور ان جیسے دیگر محققین کو اس نکتہ پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ بہر حال! فاضل بریلوی کے بارہ میں ہماری معتدل رائے جو کل تھی، وہی آج بھی ہے، جسے فاضل مصنف نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے:

''ممکن ہے کہ ان کی مخالفت کا سبب واقعی حبِ رسول ہی ہو، اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو۔نعوذ باللہ۔ گستاخ سمجھتے ہوں۔''(۱)

کاش! نصف صدی میں ہمارے بھائیوں کی ''غلط فہمی'' دُور ہوگئی ہوتی اور ''ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانًا علیٰ سرر متقابلین'' والا جنتی نقشہ دُنیا ہی میں نظر آ جاتا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۵ھ)

الشهاب الثاقب علی المسترق الكاذب

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: ۴۰ روپے۔
پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶-بی، شاداب کالونی، نظامی روڈ، لاہور۔

رواں صدی میں حق تعالیٰ شانہٗ نے اکابرِ دیوبند سے دینِ قیم کی ہمہ جہتی خدمت اور اُمت کی اِصلاح وتربیت کا جو عظیم الشان کام لیا وہ ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' کا مصداق ہے۔ جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے۔ جن کا ''ذوقِ کافرگری'' شہرۂ آفاق ہے۔ ان اکابر کو بدنام کرنے کے لیے انگریزوں کی اِیجاد کردہ اِصطلاح کے مطابق ''وہابی'' مشہور کیا، اور اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے کے لیے محض جعل واِفترا کے ذریعہ ان کی طرف نہایت گندے عقائد منسوب کیے، اور ''حسام الحرمین'' کے نام سے ایک فتویٰ عربی میں تیار کر کے اس پر علمائے حرمین سے تصدیقات حاصل کیں اور ہندوستان میں پوری شدّت سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ اکابرِ دیوبند پر علمائے حرمین نے بھی کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ نے۔ جو اُس وقت حرمِ نبوی میں مدرّس تھے۔ خاں صاحب کی ان چیرہ دستیوں اور جعل سازیوں کا تجزیہ کیا اور ان تمام خودساختہ اِعتراضات کا جواب دیا، یہ کتاب ''الشهاب الثاقب علی المسترق الكاذب'' کے نام سے بارہا شائع ہوئی۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بریلوی مکتبِ فکر کے ایک وکیل جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے ایک کتاب ''فاضل بریلوی؛ علمائے حجاز کی نظر میں'' تالیف فرمائی، جس میں ''حسام الحرمین'' کی تقریظات کی بنیاد پر خان صاحب کا علمی مقام بلند دِکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پروفیسر صاحب نے مزید کرم یہ فرمایا کہ حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمہ اللہ کی کتاب ''الشهاب الثاقب'' پر کچھ اِعتراضات فرمائے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت مدنیؒ کی کتاب ''الشهاب الثاقب'' کا قدیم ایڈیشن شائع کیا گیا ہے، جو

(۱) ص: ۲۰۰

خان صاحب کی ''حسام الحرمین'' کے زہر کا تریاق ہے۔ اِس پر جناب مولانا انوار احمد صاحب (ناظم انجمن ارشاد المسلمین) نے ۱۵۶ صفحات کا مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں پروفیسر صاحب کے اِعتراضات کا ایک ایک کرکے جواب دیا گیا ہے۔ یہ مقدمہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے، جو بہترین تاریخی معلومات اور اہم ترین علمی فوائد کا حامل ہے۔

خود حضرت مدنی رحمہ اللہ کے تعارف کے لیے مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی کا ایک رسالہ ''حیاتِ شیخ الاسلام کا اجمالی خاکہ'' شامل ہے، جو ''دریا بکوزہ'' کا مصداق ہے۔ خان صاحب بریلوی کے ''عقیدۂ علمِ غیب'' کے رَدّ میں شیخ سیّد احمد برزنجی (مفتی مدینہ منورہ) نے انہی دِنوں ایک رسالہ "غاية المامول" کے نام سے تحریر فرمایا تھا، جس کے متعدّد حوالے "الشهاب الثاقب" کے اِبتدائیہ میں حضرت مدنیؒ نے دیئے ہیں، اس مناسبت سے یہ پورا رسالہ (عربی متن مع ترجمہ) بھی اس مجموعہ میں شامل کردیا گیا ہے۔ نیز خان صاحب نے "حفظ الايمان" کی عبارت پر جو اِعتراض کیا تھا، کسی زمانہ میں مولانا محمد عطاء اللہ بہاری نے "ترغيم حزب الشيطان" کے نام سے اس کا بہترین جواب لکھا تھا، یہ رسالہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اسی کے ساتھ ''انجمن حزب الاحناف، لاہور'' کا ایک دوورقہ فتویٰ شامل ہے، جس میں مسلم لیگ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا تھا۔ لہٰذا زیرِ نظر مجموعہ مندرجہ ذیل کتابوں پر مشتمل ہے:

۱:... مقدمه الشهاب الثاقب (صفحہ:۱۵۶ تک)
۲:... حیاتِ شیخ الاسلام کا اجمالی خاکہ (صفحہ:۱۷۸ تک)
۳:... الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب (صفحہ:۲۹۲ تک)
۴:... غاية المامول في تحقيق علم الرسول (صفحہ:۴۲۶ تک)
۵:... ترغيم حزب الشيطان بتصويب حفظ الايمان (صفحہ:۵۰۰ تک)
۶:... فتوائے انجمن حزب الاحناف (بریلوی) بر مسلم لیگ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۰ھ)

شرح فیصلہ ہفت مسئلہ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: ۷ روپے۔ پتا: جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ، لاہور۔

رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' حضرت قطبِ عالم حاجی اِمداد اللہ مہاجرِ مکی قدس سرہٗ کی تصنیف کی حیثیت

سے مشہور ہے، جس میں ان سات مسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے جو علمائے حق اور اہلِ بدعت کے درمیان متنازع فیہ ہیں، اور فریقین کو غلو اور اِفراط وتفریط سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کو دونوں فریق مقتدا مانتے تھے، اِس لیے توقع تھی کہ یہ رسالہ فریقین کے درمیان مصالحت کرانے اور حدود کے اندر رکھنے میں اہم کردار ادا کرے گا، لیکن اہلِ بدعت نے خود اسی رسالہ کو اپنی بدعات کی ترویج وتائید کے لیے ڈھال بنالیا اور علمائے حق جو سنتِ نبوی کے وارث اور اِصلاحِ بدعات کے علمبردار تھے، اُن کے خلاف مہم تیز کردی۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی نے رسالہ کے اصل مقصد کو اُجاگر کرنے کے لیے اسے تعلیقات اور حواشی کے ساتھ شائع فرمایا اور اس کے ساتھ متعدد ضمیمے بھی ملحق کیے گئے ہیں، جن سے رسالہ کا موقف خوب واضح ہوجاتا ہے۔

پہلا ضمیمہ:... حضرت حاجی صاحبؒ کی وہ وصیت ہے جو آپ نے اپنی کتاب ''ضیاء القلوب'' کے آخر میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارہ میں فرمائی تھی، جس میں اپنے تمام متوسلین اور عقیدت مندوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ ان دو ممدوحین کو ''بجائے من راقمِ اوراق بلکہ بمدارج فوق اَز من'' سمجھیں۔

دُوسرا ضمیمہ:... حضرت حاجی صاحبؒ کا وہ مکتوبِ گرامی ہے، جو ''براہینِ قاطعہ'' پر کیے گئے چھ اِعتراضات کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا تھا اور کتاب کے مندرجات کی تصدیق وتوثیق فرمائی تھی۔

تیسرا ضمیمہ:... حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر ہے، جس میں رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کے مندرجات کی توضیح کی گئی ہے اور اس میں یہ اِنکشاف بھی فرمایا ہے کہ رسالہ ''ہفت مسئلہ'' - بحکم حضرت ممدوح (اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ) یہ عبارت اس خادم کے بغرضِ محاکمہ بعض مسائل تحریر ہوکر- شائع ہوا، یعنی رسالہ ''ہفت مسئلہ'' دراصل حضرت حاجی صاحبؒ کی تصنیف نہیں، بلکہ تحریر حضرت تھانویؒ کی ہے اور حضرت حاجی صاحب کی جانب اِس لیے منسوب ہوا کہ اُن کے حکم سے لکھا گیا اور اُن کی تصدیق سے شائع ہوا۔

چوتھا ضمیمہ:... قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی ایک تحریر ہے، جس میں رسالہ ''ہفت مسئلہ'' کے بارہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت نے اس کے مندرجات کی وضاحت فرمائی ہے۔

پانچواں ضمیمہ:... حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کا ایک رُؤیا ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہلِ حق کے موقف کی تائید فرمائی گئی ہے۔

چھٹا ضمیمہ:... ''بوادر النوادر'' ص:۲۰۹ سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی ایک تحریر ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ اور اُن کے خلفاء کے مسلک میں اِختلاف پر کیے گئے سوالات کے جواب میں لکھی گئی۔

الغرض! حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نے رسالہ ''ہفت مسئلہ'' کی شرح وتعلیقات کے علاوہ اس کے زیرِ نظر ایڈیشن میں وہ تمام متعلقات جمع کر دیے ہیں، جن سے اس رسالہ کے مضامین کی تشریح وتوضیح میں مدد مل سکتی ہے، اور اس کے بعد اہلِ بدعت کے ہاتھ میں ان متنازع فیہ مسائل کے سلسلہ میں کوئی حجت باقی نہیں رہ جاتی۔ وباللہ التوفیق!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۶ھ)

فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی حیثیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۰۴۔ قیمت: ۱۰ روپے۔
پتا: مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ رجسٹرڈ، خانوخیل، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

بریلوی مکتبۂ فکر کے حضرات فاضل بریلوی کو اِنسانوں سے بھی کچھ اُونچی مخلوق خیال کرتے ہیں، حتیٰ کہ اگر موصوف کی ذات وصفات سے ناآشنا کوئی شخص موصوف کے معتقدین کے مرتبہ سوانحی تذکرہ کو پڑھے تو انہیں ملأ اعلیٰ کا ایک فرد اور بلا کا ذہین اور حد درجہ کا ذکی تصوّر کرے۔ اس مبالغہ آرائی کا ایک نمونہ مؤلف موصوف نے بھی نقل کیا ہے:

''(فاضل بریلوی کے) زُہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔''(۱)

زیرِ نظر رسالہ میں مؤلف موصوف نے فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں ان کے فقہی مقام سے نہایت سنجیدگی اور متانت سے نقاب کشائی کی ہے، جو ایک دِلچسپ کتاب بن گئی ہے۔ کتاب ہر اعتبار سے کامل ومکمل اور نفیس ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

نقد وتبصرہ بر ''کنز الایمان''

حضرت مولانا سیّد حامد میاں، لاہور۔ صفحات: ۸۵۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ، خانوخیل، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن (جو کہ ''کنز الایمان'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کے

(۱) ص:۱۱، بحوالہ ''وصایا شریف'' ص:۲۴، مطبوعہ: آگرہ۔

بارہ میں ان کے عقیدت مند یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف یہی ایک ترجمہ صحیح ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر اب تک کے سارے ترجمے غلط ہیں۔ حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ایسے تصرفات موجود ہیں جن کی حدود تحریف سے جا ملتی ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں اس حقیقت کو شواہد و دلائل کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

عباراتِ اکابر

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ۔ صفحات: ۲۵۶۔ تقطیع: ۲۰×۳۰/۱۶۔ قیمت مجلد: ۵۰/۵ روپے۔ پتا: شعبۂ نشر و اشاعت، نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

حضرت مصنف کے علم وقلم میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اور انہیں فِرقِ باطلہ، اہلِ ہوا، اور اربابِ بدعت کے رَدّ میں بہت ہی مفید کتابیں لکھنے کی توفیق سے نوازا ہے۔ امامِ اہلِ بدعت جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کو نہ جانے کیا ہوا تھا کہ انہوں نے خاندانِ ولی اللّٰہی سے لے کر اپنے دور تک کے اکابر اہلِ حق کو بدنام کرنے کے لیے ان کی صاف اور بے غبار عبارتوں کے مسخ وتحریف سے آگے بڑھ کر خالص افترا پردازی و بہتان تراشی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ حضرت مولانا اسماعیل شہید، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت سہارنپوری اور حضرت تھانوی (قدس اللہ اسرارہم) کی جن عبارات پر خان صاحب نے مشقِ ناز فرمائی تھی، زیرِ نظر کتاب میں ان کی تشریح وتفصیل کی گئی ہے، حوالے کے لیے ان اکابر کی دیگر تحریرات کے علاوہ حضراتِ متقدمین کے نصوص بھی پیش کیے گئے ہیں، اور ان اکابر کے مختصر اور جامع حالات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ جو شخص تعصب وعناد سے مبرا ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا، ان شاء اللہ! اسے صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ)

تفریح الخواطر

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر۔ صفحات: ۲۷۶۔ قیمت (مجلد): ۳۰ روپے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (یا دوسرے اکابر) ہر جگہ حاضر وناظر ہیں؟ تمام اہلِ سنت اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اور نصوصِ شرعیہ و براہینِ عقلیہ کی روشنی میں یہ مسئلہ ایسا بدیہی اور روشن ہے کہ معمولی عقل

وفہم کا آدمی بھی کسی مجسم چیز کو ہر جگہ حاضر وناظر ہونا غلط سمجھتا ہے۔ مگر بدعت کی نحوست وتاریکی سے صرف کتاب وسنت کا فہم ہی سلب نہیں ہوتا، بلکہ آدمی بسا اوقات اپنے محسوسات کی بھی تکذیب کر ڈالتا ہے! اہلِ بدعت قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء واولیاء سب حاضر وناظر ہیں۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر صاحب دامت برکاتہم نے مدّت ہوئی اس موضوع پر "تبرید النواظر" کے نام سے ایک مبسوط کتاب رقم فرمائی تھی، جس میں کتاب وسنت کے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اہلِ بدعت کا یہ عقیدہ قطعی باطل ہے۔ بیس برس تک اہلِ بدعت کو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں ہوئی، مگر اَب جا کر کسی صوفی اللہ دتہ صاحب نے "تنویر الخواطر" کے نام سے اس کا جواب دینے کی سعیٔ ناکام کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب صوفی جی کی "تنویر الخواطر" کے رَدّ میں ہے، جس میں صوفی جی اور اُن کے دیگر برادرانِ اہلِ بدعت کے ان مغالطوں سے نقاب کشائی کی گئی ہے، جن میں یہ مسکین خود بھی مبتلا ہیں اور دُوسروں کو بھی بہکار ہے ہیں، "ضلّوا فاضلّوا!" کتاب میں جو نکات زیرِ بحث آئے ہیں، مولانا نے ان کے بارہ میں اہلِ سنت کا مسلک مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے، اور اہلِ بدعت کے تمام شبہات کی مدلل تردید فرمائی ہے۔

خوارج ہوں یا روافض، اہلِ بدعت ہوں یا لامذہب، غیر مقلد، منکرِ حدیث ہوں یا قادیانی؛ طرزِ اِستدلال اور طریقِ اغواسب کا تقریباً یکساں ہوتا ہے، چنانچہ مکائدِ شیعہ کی جو تفصیل حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "تحفہ" میں درج کی ہے، یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ تمام اہلِ باطل کا گویا مشترک ورثہ ہے۔ ہمارے مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہٗ نے صوفی جی کی شکایت کرتے ہوئے ذیل کے اقتباس میں گویا "تحفہ" کی رُوح پیش کردی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

> "ہم ان کی (صوفی جی کی) شخصیت سے چنداں واقف نہیں، مگر ان کی کتاب پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولوی محمد عمر صاحب اچھروی کے خاص شاگرد ہیں، کیونکہ ان کا طرزِ استدلال بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب کا ہے، مثلاً: عبارت میں اصل مرکزی بات پی جانا اور غیر متعلق باتوں میں اُلجھ جانا، عبارت میں قطع وبرید کرنا، اپنے مطلب کے معانی بیان کرنا اور ان پر ڈٹ جانا، قرآنِ کریم کی نصوصِ قطعیہ اور اَحادیثِ صحیحہ کے مقابلہ میں بعض بزرگانِ دین کے غیر معصوم اقوال ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیش کرنا، مجمل عبارات پر اپنے استدلال کا مدار رکھنا اور مفصل روایت سے اغماض کرتے جانا، عوام پر بلاوجہ رُعب ڈالنے کے لیے چیلنج بازی کرنا، بعض مقامات پر اِنعام مقرّر کرکے اپنی

تعلّی کرنا اورعوام سے دادِ تحسین حاصل کرنا، بعض مقامات میں نہایت مہمل اور بے ربط جملے بولنا کہ نہ ان کا کوئی سر نہ پاؤں، دعویٰ اور دلیل کی مطابقت کو نہ سمجھنا اور نہ ملحوظ رکھنا، اور بسا اوقات ایسی بات لکھ دینا جن سے غیر شعوری طور پر خود ان کی کھلی تردید ہو جاتی ہے، محض ہوائے نفسانی کے طور پر صحیح احادیث میں سنداً ومعناً کیڑے نکالنا (معاذ اللّٰہ!) اور بے سروپا ضعیف اور جعلی روایات پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا، کہیں کوئی دعویٰ کر دینا، اور کہیں اس کے بالکل متعارض دعویٰ کر دینا، اور بجائے حضرات ائمۂ فقہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نرے صوفیوں کی باتوں اور غیر مستند عبارات پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھنا، حق اور اہلِ حق سے بیر رکھنا وغیرہ وغیرہ۔"(۱)

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۹۹ھ)

تنقیدِ متین

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم)۔ صفحات: ۲۲۴۔ کاغذ اعلیٰ سفید۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: شعبۂ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ اور ان کے شاگرد مفتی نعیم الدین صاحب کی تفسیر میں - جسے تاج کمپنی نے کچھ عرصہ ہوا، شائع کیا ہے - ہیر پھیر کے ذریعہ بعض منکرات تک کو قرآن حکیم سے ثابت کیا گیا تھا، اور بعض ایسے اُمور جن کی سند سلف صالحین سے نہیں ملتی تفسیر میں داخل کیے گئے تھے، جن سے ناواقفوں کو اُلجھن ہو سکتی تھی۔

حق تعالیٰ عالم ربانی مولانا محمد سرفراز خاں صفدر (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم) کو جزائے خیر دے کہ موصوف نے زیرِ نظر کتاب میں ایسے اہم اُمور کی نشان دہی فرمائی۔ مولانا کی گفتگو "باون تولے پاؤ رتی" مدلل، سنجیدہ اور اُصولی ہوتی ہے، قدرے مناظرانہ رنگ کی گھلاوٹ...!

مدرسہ نصرۃ العلوم کے شعبۂ نشر و اشاعت کی جتنی کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں، ان کی کتابت وطباعت کا معیار بڑا اُونچا ہوتا ہے، مگر "تنقیدِ متین بر تفسیر نعیم الدین" کی کتابت وطباعت معیاری نہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

---

(۱) ص: ۱۷، ۱۸

اظہار العیب فی کتاب اثبات علم الغیب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: ۲۵روپے۔
پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

ترجمانِ اہلِ سنت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی نے دیوبندی بریلوی نزاعی مسائل پر بڑی مستند اور ٹھوس علمی کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ مسئلۂ علم غیب پر حضرت مولانا کی ضخیم کتاب "ازالۃ الریب" کے نام سے شائع ہوچکی ہے، جس میں قرآنِ کریم کی آیات، اَحادیثِ صحیحہ، صحابہؓ وتابعینؒ کے اِرشادات اور فقہائے اُمت کے ٹھوس حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ "علمِ غیب" خاصۂ خدا ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف واِلہام جن واقعاتِ غیب کی اِطلاع دی جاتی ہے، اسے "علمِ غیب" نہیں بلکہ "اظہار علی الغیب" یا "اطلاع علی الغیب" کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اَوّلین وآخرین سے زیادہ علوم عطا فرمائے ہیں، اس کے باوجود آپ "عالم الغیب" نہیں، عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے۔

بریلوی حضرات آج تک اس کتاب کے ٹھوس حوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکے، اور نہ ان شاء اللہ! آئندہ دے سکیں گے، لیکن اپنے حلقہ کی اشک شوئی بھی ضروری تھی، اس لیے ایک عرصہ سے بریلوی حلقہ میں غلغلہ بلند تھا کہ "ازالۃ الریب" کا جواب لکھا جارہا ہے۔ بالآخر ان کے ایک بزرگ نے "اثبات علم الغیب فی جواب ازالۃ الریب" (حصہ اوّل) کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

پیشِ نظر کتاب اس کا جواب الجواب ہے۔ کتاب میں چار ابواب ہیں: پہلے باب میں مصنف کے "اثبات علم الغیب" کے ان اِستدلات کا شافی جواب دیا گیا ہے جو موصوف نے اپنے زعم میں قرآنِ کریم کی آیات سے کیے ہیں، اور آخری تین ابواب میں مصنف کے ان الزامات کا باحوالہ رَدّ کیا گیا جو مصنف نے سیاسی انداز میں اہلِ حق پر عائد کیے ہیں۔ "اثبات علم الغیب" کوئی علمی کتاب نہیں تھی کہ اس کا رَدّ لکھا جاتا، لیکن اس کی بدولت حضرت مولانا کو بڑے علمی انداز میں بہت سے نئے مباحث پر گفتگو کرنے کا موقع ضرور مل گیا۔

ہمیں توقع ہے کہ حضرت مولانا کی دیگر مفید تالیفات کی طرح یہ کتاب بھی شرفِ قبول سے سرفراز ہوگی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۴۰۶ھ)

حکم الذکر بالجھر

شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت: ۸روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔

زیرِ نظر کتاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے اس سلسلۂ کتب کی ایک کڑی ہے جو آپ نے اہلِ بدعت کے رَدّ میں تالیف فرمائیں۔ مصنف محترم نے قرآنِ کریم، احادیثِ طیبہ اور فقہِ حنفی کے مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ جن جن مواقع میں شریعتِ مطہرہ نے بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم فرمایا ہے، یا اس کی اجازت دی ہے، ان کے علاوہ کسی دُوسرے موقع پر ذکر بالجہر مکروہ اور بدعت ہے، بالخصوص اس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہو، یا اس سے کسی بیمار، یا مشغول کو اَذیت ہوتی ہو تو ذکر بالجہر کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

یہ اُصول اَئمہ اَحناف (قدس اللہ اسرارھم) کا مُسلّمہ ہے، اس کلیہ سے، بہت سی صورتوں کا حکم معلوم ہوجاتا ہے جن کو اہلِ بدعت نے آج کل شعار و دِثار بنا رکھا ہے، مثلاً اَذان سے قبل اور بعد لاؤڈ اسپیکر پر "الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کی اَذان دینا، نمازوں کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف مل کر بلند آواز سے پڑھنا، اسی طرح بلند آواز سے اِمام اور مقتدیوں کا دُعا مانگنا، جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا، نیز کسی نمازی کے پاس بلند آواز سے قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام اُمور اِمامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے فقہی مسلک کے مطابق بدعت و مکروہ ہیں، جن کا منشا تصنع، ریاکاری اور بناوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

فاضل مصنف کی یہ کتاب تحقیق و تدقیق کا شاہکار اور بیش قیمت معلومات کا خزانہ ہے۔ ہم تمام اَئمہ مساجد اور اِمام ابوحنیفہؒ کے مقلدین سے درخواست کریں گے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ فرماکر اس نوعیت کے اغلاط و بدعات کی اِصلاح فرمائیں۔ واللہ الموفق!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

اتمام البرھان فی ردّ توضیح البیان

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)۔ صفحات: ۱۶۴۔ قیمت (غیر مجلد): ۱۰روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

حضرت موصوف نے ''تنقیدِ متین بر تفسیر نعیم الدین'' کے عنوان سے ایک رسالہ رقم فرمایا تھا، جس میں جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ اور اُن کے شاگرد جناب مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی تفسیر کی اُن سنگین غلطیوں کی بطورِ نمونہ نشان دہی کی تھی، جن کے ڈانڈے تحریف سے جا ملتے ہیں۔ ان دونوں حضرات کے معتقدین میں سے ایک صاحب نے "توضیح البیان" کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں اِن دونوں بزرگوں کی غلطیوں کو صحیح بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ زیرِ نظر رسالہ "توضیح البیان" کے مغالطوں کا جواب ہے۔ حضرت مصنف تحریر فرماتے ہیں:

''توضیح البیان کے سطحی مغالطات کے جوابات کی سرے سے کوئی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ ان میں سے بیشتر مغالطات کے جوابات ہم اپنی کتابوں میں دے چکے ہیں، جن کا کوئی معقول جواب فریق مخالف نے تاہنوز ہمیں نہیں دیا، نہ آئندہ کسی صحیح ومعقول علمی جواب کی ان سے کوئی توقع ہے، دیدہ باید۔ اور بعض ایسے بے جان مغالطات ہیں، جن کو عالم اور محقق تو کیا ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی بخوبی دلائل کے سیلاب میں ڈبو سکتا ہے، مگر چونکہ عوام الناس بڑے سطحی قسم کے ہوتے ہیں، اس خدشہ کے پیشِ نظر کہ کہیں وہ اس غلطی کا شکار نہ ہو جائیں کہ موٹی ضخیم اور حجم والی کتاب "توضیح البیان" لاجواب ہے، جبھی تو اس کا جواب کسی سے نہیں ہو سکا۔ اس لیے ہم نے اس کا جواب دینا ضروری سمجھا ہے۔''(۱)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب کی کتابوں کا جن حضرات نے مطالعہ کیا ہے، وہ واقف ہیں کہ موصوف ہر بات کو علمی دلائل سے آراستہ کرنے کے عادی ہیں، وہ کوئی بات مستند حوالوں کے بغیر نہیں کہتے، اور جس موضوع پر قلم اُٹھاتے ہیں، اُس کے مالۂ وماعلیہ کے بارہ میں قاری کی پوری تشفی کرتے ہیں۔ یہی خوبی ان کی زیرِ نظر تالیف میں پائی جاتی ہے۔ مخالف اِن کو گالیاں پیٹ بھر کر نکال سکتا ہے، لیکن ان کے حوالوں کا توڑ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

سیفِ علی بر گردنِ غوی

منشی علی محمدؒ۔ صفحات: ۱۳۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ، پوسٹ بکس نمبر ۴۳۰، ریلوے روڈ، ملتان۔

روزِ اوّل سے حق وباطل ستیزہ کار ہے، مگر یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ باطل پرستوں کو ہمیشہ سے

(۱) ص:۱۵

یہ فکر دامن گیر رہی ہے کہ اہلِ حق کی ضربِ کلیمی سے کس طرح بچا جا سکے؟ اس نفسیاتی بزدلی کو چھپانے کے لیے اِسلام اور اہلِ اِسلام کو مطعون کیا جاتا رہا ہے اور ان کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے اُنہیں بدنام کرنے میں اپنی عافیت اور کامیابی کا راز سمجھا جاتا رہا۔ کچھ یہی حال رضاخانی گروہ کا بھی ہے کہ اُنہوں نے اپنی پیدائش کے روزِ بد سے آج تک علمائے حقہ کو مطعون اور بدنام کرنے کی کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، اور کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، جہاں ان کا بس چلتا ہو اور اُنہوں نے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو...!

زیرِ نظر رسالہ شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر اَحمد عثمانی قدس سرہ العزیز کے مسترشدِ خاص جناب ابوعلی محمد صاحب نے رضاخانی گروہ کی نفسیاتی بزدلی کی قلعی کھولنے کے لیے ترتیب دیا ہے، جس میں اہلِ بدعت کے عقائد کا نہایت ہی جامع انداز میں محققانہ جائزہ اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے بہتانوں کے مکمل جوابات دیے ہیں۔

رسالہ کے شروع میں اُمیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ اجل حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز) کی نہایت ہی جامع تعارفی تقریظ ثبت ہے۔ کتاب اپنے اختصار کے باوجود جس قدر جامع اور حسنِ اِستدلال سے مزین ہے، اس کا اندازہ قارئین پڑھ کر خود لگا سکیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۷ھ)

رضاخانیت اور تقدیسِ حرمین

مولانا سعید اَحمد قادری۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۱۶/۵۰ روپے۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی، نمبر ۵۔

حرمین شریفین کی سعودی حکومت اور اس کے اعیان وارکان اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں، چونکہ بریلوی فرقہ کے سرگروہ جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ان کو ''نجدی وہابی'' کہہ کر کافر قرار دیا ہے، اس لیے بریلوی عقیدہ کے مطابق حرمین شریفین ایک عرصہ سے (نعوذ باللہ!) کافروں کے زیرِ تسلط ہیں، اس لیے بریلوی علماء نے فتویٰ دیا کہ حرمین شریفین کے اَئمہ کی اِقتدا میں نماز جائز نہیں۔ فاضل بریلوی کے صاحب زادہ مصطفیٰ رضا خان صاحب نے ۱۳۴۵ ہجری میں "تنویر الحجة لمن یجوز التواء الحجة" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں یہ فتویٰ دیا کہ جب تک حرمین شریفین میں سعودی حکومت ہے، مسلمانوں پر نہ صرف یہ کہ حج فرض نہیں، بلکہ حج پر جانا معصیت ہے، اور بڑے بڑے بریلوی صنادید

نے اس فتویٰ کی تصدیق کی۔ بریلوی صاحبان نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ حرمین شریفین کو سعودی قبضہ سے واگزار کرانا مسلمانوں پر لازم ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں بریلوی صاحبان کے ان تمام فتاویٰ کو جمع کر دیا گیا ہے، اور مزید توثیق کے لیے اصل فتاویٰ کا فوٹو بھی ساتھ دیا گیا ہے۔ "جزاء سيئة سيئة مثلها" کے مطابق سعودی حکومت نے بریلوی مشاہیر کے سعودیہ میں داخل ہونے پر، اور مولانا احمد رضا خان کے ترجمۂ قرآنِ کریم، اور مولوی عمر اچھروی صاحب کی کتاب "مقياس الحنفية" پر جو پابندی عائد کر رکھی ہے، اس کا بھی حوالہ ذکر کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ بریلوی حضرات جو حج پر تشریف لے جاتے ہیں، اپنے اِمام زادہ کے فتویٰ اور اکابر علمائے بریلوی کی تصدیقات کے مطابق معصیت اور گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اور یہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق ہے۔ انہیں یا تو بریلوی عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے یا اپنے اِمام زادہ کے بقول حج پر جانے کے ''گناہ'' سے بچنا چاہیے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۷ھ)

اہلِ سنت واہلِ بدعت کی پہچان

علامہ سعید احمد قادری۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

بریلوی مسلک کے فلسفہ سے دِلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے علامہ سعید احمد قادری کا نام غیرمانوس نہیں۔ زیرِ نظر رسالہ دراصل مولوی احسن القادری بریلوی کے رسالہ ''حق و باطل کی پہچان'' کا مدلل جواب ہے، جس میں نہایت آسان پیرائے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ دُوسروں کو کافر کہنے والے ذرا ایک نظر حقیقت کے آئینہ میں اپنا بھیانک چہرہ بھی دیکھ لیں، شاید کہ ان احمقانہ حرکات سے باز آجائیں۔ کتاب کس قدر دِلچسپ ہے! ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''اہلِ سنت والجماعت علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ خاتم الانبیاء خطیب الانبیاء و اِمام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں۔ مگر اہلِ بدعت علمائے بریلی کا عقیدہ ہے کہ مولوی حشمت علی بریلوی سید الانبیاء ہیں، عبارت ملاحظہ ہو:
>
> ''سید الانبیاء، رئیس الفضلاء اور مناظر اہلِ سنت، حضرت ناصر الاسلام والمسلمین، سلطان المناظرین،

مظہر اعلیٰ حضرت، حضرت شیر بیشہ اہلِ سنت مولانا مولوی مفتی حافظ قاری عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب قبلہ قادری برکاتی۔"

بحوالہ "الفقیہ" امرتسر، ص: ۸،۷، ۱۴؍جولائی ۱۹۴۵ء۔"(۱)

رسالہ عام فہم اور دلچسپ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۷ھ)

انوارِ محمدی (حصہ اوّل)

مولانا شیخ علی احمد بہاول نگری رحمہ اللہ۔ صفحات: ۱۴۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم، وحید آباد، نزد فاروق آباد، بہاول نگر۔

مولانا احمد علی مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے خدام میں تھے، جید اِستعداد کے عالم وفاضل تھے، مدرسہ عربیہ مخزن العلوم خان پور کے اُستاذِ حدیث رہے۔

زیرِ نظر کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ونورانیت اور بشریت کے مسئلہ پر ہے، جو سات ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ بابِ اوّل میں لفظِ "بشر" کی تحقیق، بابِ دوم میں لفظِ "نور" کا مفہوم، بابِ سوم میں بشر کی افضلیت تمام کائنات سے، بابِ چہارم میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے دلائل، بابِ پنجم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تحقیق، بابِ ششم میں بشریت ونورانیت میں تطبیق، بابِ ہفتم میں نفیٔ بشریت کے شبہات کا جواب۔ خاتمہ میں تین مباحث کا بیان۔ (زیرِ نظر حصہ اوّل بابِ چہارم کی فصلِ اوّل پر ختم ہو جاتا ہے)۔

کتاب ٹھوس مواد پر حاوی ہے اور مصنف مرحوم نے بہترین فوائد ونکات کو سمیٹا ہے۔ کتاب بہت پہلے لکھی جا چکی تھی، مگر ان مخلصین کے پاس کتابت وطباعت کے مصارف کہاں سے آتے؟ اب بعض باہمت حضرات نے اس کا ایک حصہ چھاپا ہے، وہ بھی کچھ ایسا نہیں۔ حق تعالیٰ توفیق دے تو اس کتاب کو کامل تحقیق وتصحیح کے ساتھ پوری چھپنا چاہیے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

(۱) ص: ۴۰

رَدِّ بدعت (پہلا ایڈیشن)

مولانا اشرف علی قریشی۔ صفحات: ۴۷۔ قیمت: ۵ روپے۔ ملنے کا پتا: ماہنامہ صدائے اِسلام، جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود روڈ، پشاور۔

اس کتابچہ میں بدعت کی اقسام، اہلِ بدعت کی پہچان، سنت سے اِستہزا اور بدعتی سے سلوک وغیرہ مسائل کو بڑے عمدہ پیرائے میں ذِکر کیا گیا ہے۔ کتابچہ کے آخر میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک فکرانگیز مکتوبِ گرامی بھی درج ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا گیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۰۲ھ)

رَدِّ بدعت (دُوسرا ایڈیشن)

مولانا اشرف علی قریشی۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المؤلفین، جامعہ اشرفیہ، علامہ عبدالودود قریشی روڈ، پشاور، پاکستان۔

فاضل مؤلف نے اس کتابچہ میں بدعت کی تعریف، اس کے نقصانات اور اہلِ بدعت کی پہچان اور بدعتی سے سلوک واحترام روا نہ رکھنے کی تاکید وغیرہ دُوسرے گراں قدر مضامین کو نہایت سلیس زبان میں پیش کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

فاضل بریلوی کا حافظہ؛ ایک تحقیقی جائزہ

مولانا انوار احمد صاحب۔ صفحات: ۱۲۳۔ قیمت (مجلد): ۱۰ روپے۔ پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶/بی، شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، کراچی۔

سہو ونسیان تو خاصۂ بشریت ہے، لیکن بریلوی صاحبان؛ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے حافظہ کے بارہ میں اِس قدر مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ جن سے پڑھنے سننے والوں کو اعلیٰ حضرت کے ''عالم الغیب والشہادۃ'' ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ (یوں بھی بریلوی حضرات بزرگانِ دِین کو عالم الغیب منوانے پر اِصرار فرماتے ہیں)۔

زیرِ نظر تحقیقی جائزہ میں قرآنِ کریم، حدیثِ مبارکہ، اَذکارِ مسنونہ، فقہ اور واقعاتِ بزرگان میں مولانا احمد رضا خان صاحب کے حافظہ کی بوالعجبیاں جمع کی گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۰۴ھ)

بریلوی فتوے

مولانا نور محمد صاحب (سابق مبلغ مظاہر علوم سہارنپور)۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶/بی، شاداب کالونی، لاہور۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کفر کے فتووں میں شہرۂ آفاق تھے، ان کے تکفیری فتووں سے ملتِ اسلامیہ کا شاید ہی کوئی فرد محفوظ رہا ہو، بلکہ بعض ظریف الطبع لوگوں کے بقول: ''وہ خود بھی محفوظ نہیں رہے!'' زیرِ نظر کتاب میں بریلوی حضرات کی کتابوں سے ان کے تکفیری فتاویٰ کی فہرست پیش کی گئی ہے، جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بریلوی تکفیر کا دائرہ کتنا وسیع ہے...!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ)

عید میلاد النبی اور اِسلام کا تقابلی جائزہ

حافظ مصباح ضیاء۔ صفحات: ۱۶۵۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، گلی نمبر۷، شیراز پارک، نشاط آباد، فیصل آباد۔

۱۲ ربیع الاوّل کو آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''جشنِ عید'' منایا جاتا ہے، اور آج کل اسے اہلِ سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ رُوحِ ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صغرسنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر وفکر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ونماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وشمائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت وسیرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد وتقویٰ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وخشیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح وجنگ، خفگی وغصہ، رحمت وشفقت، تبسم

ومسکراہٹ، الغرض! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون اُمت کے لیے اُسوۂ حسنہ اور اکسیرِ ہدایت ہے، اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا اُمت کا فرض ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب واصحاب، اَزواج واولاد، خدام وعمال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس وپوشاک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیاروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے، کیونکہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

۲:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے دو حصے ہیں، ایک ولادت شریفہ سے لے کر قبل از نبوّت تک کا، اور دُوسرا بعثت سے لے کر وصال شریف تک کا، پہلے حصہ کے جستہ جستہ بہت سے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور حیاتِ طیبہ کا دُوسرا حصہ - جسے قرآنِ کریم نے اُمت کے لیے ''اسوۂ حسنہ'' فرمایا ہے- اس کا مکمل ریکارڈ حدیث وسیرت کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہمہ خوبی وزیبائی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کی ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس اُمتِ مرحومہ کی بلند ترین سعادت ہے کہ اس کے پاس ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل وثبوت کے ساتھ نشان دہی کرسکتی ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ اس کے برعکس آج دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو۔ یہ نکتہ ایک مستقل مقالہ کا مضمون ہے، اس لیے یہاں صرف اسی قدر اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے کے ہیں۔ ایک یہ کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ایک ایک نقشہ کو اپنی زندگی کے ظاہر وباطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُمتی کی صورت وسیرت، چال ڈھال، رفتار وگفتار، اخلاق وکردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مرقع بن جائے اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ دُوسرا طریقہ یہ ہے کہ: جہاں بھی موقع ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر سے ہر مجلس ومحفل کو معمور ومعطر کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت اعمال واخلاق

اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر نقشِ قدم پر مر مٹنے کی کوشش کی جائے۔

سلف صالحینؒ، صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ ان دونوں طریقوں پر عامل تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل و مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لمحاتِ حیات میں ایک نوجوان ان کی عیادت کے لیے آیا۔ واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا: ''برخوردار! تمہاری چادر ٹخنوں سے نیچی ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے!'' ان کے صاحب زادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اپنانے کا اس قدر شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفرِ حج میں پڑاؤ کیا تھا، وہاں اُترتے، جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا، اُس درخت کے نیچے آرام کرتے اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطری ضرورت کے لیے اُترے تھے، خواہ تقاضا نہ ہوتا تب بھی وہاں اُترتے اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس کی نقل اُتارتے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہی عاشقانِ رسول تھے جن کے دم قدم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ صرف اوراق و کتب کی زینت نہیں رہی، بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی اور اس کی بوئے عنبرین نے مشامِ عالم کو معطر کیا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے، نہ وہ ان کی لغت سے آشنا تھے، مگر ان کی شکل و صورت، اخلاق و کردار اور اعمال و معاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمالِ محمدی کے غلامِ بے دام بن گئے۔ یہ سیرتِ نبوی کی کشش تھی، جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے عمل سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلسے نہیں کیے اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں، اس لیے کہ وہاں ''ہر روز، روزِ عید'' اور ''ہر شب، شبِ براءت'' کا قصہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی، جب ان کی ہر محفل و مجلس کا موضوع ہی سیرتِ طیبہ تھا اور جب ان کا ہر قول و عمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا، تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی...؟

لیکن جوں جوں زمانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بُعد ہوتا گیا، عمل کے بجائے قول کا، اور کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا۔

الحمد للہ! یہ اُمت کبھی بانجھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسو و کاکل سنوارتے ہیں، اور ان کے لیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت ملکِ سلیمان اور گنجِ قارون سے

زیادہ قیمتی ہے۔لیکن مجھے شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ ایسے لوگ کم ہیں، جب کہ ہم میں سے اکثریت مجھ جیسے بدنام کنندہ، گپوڑوں اور نعرہ بازوں کی ہے جو سال میں ایک دو بار سیرت النبی کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کے ذمہ ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا، وہ قرض انہوں نے پورا ادا کردیا، اور اب ان کے لیے شفاعت واجب ہوچکی ہے۔مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دُور دُور تک سیرتِ طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کرڈالا ہے، اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لحہ اس کی مشق جاری رہتی ہے، مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مٹنے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی؟ وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس قوالی کے دو چار نغمے سننے، نعت شریف کے دوچار شعر پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہوجاتا ہے۔

میلاد کی محفلوں کے وجود سے اُمت کی چھ صدیاں خالی گزرتی ہیں اور ان چھ صدیوں میں جیسا کہ میں ابھی عرض کرچکا ہوں، مسلمانوں نے کبھی ''سیرت النبی'' کے نام سے کوئی جلسہ یا ''میلاد'' کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی۔ ''محفلِ میلاد'' کا آغاز سب سے پہلے ۶۰۴ھ میں سلطان ابوسعید مظفر اور ابوالخطاب ابنِ دحیہ نے کیا، جس میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں:

ا:... بارہ ربیع الاوّل کی تاریخ کا تعیین۔ ۲:...علماء وصلحاء کا اجتماع۔ ۳:...اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ پُرفتوح کو ایصالِ ثواب۔

ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق و کذاب لکھا ہے اور بعض نے عادل وثقہ۔ واللہ اعلم!

جب یہ نئی رسم نکلی تو علمائے اُمت کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز کی بحث چلی، علامہ فاکہانیؒ اور ان کے رُفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے ''بدعتِ سیئہ'' قرار دیا۔ اور دیگر علماء نے سلطان کی ہم نوائی کی اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز واستحسان کا فتویٰ دیا۔ پھر جب ایک بار یہ رسم چل نکلی تو یہ صرف ''علماء وصلحاء کے اجتماع'' تک محدود نہ رہی، بلکہ عوام کے دائرہ میں آکر ان کی نئی نئی اِختراعات کا تختۂ مشق بنتی چلی گئی۔ آج ہمارے سامنے عید میلاد النبی کی جو ترقی یافتہ شکل موجود ہے (اور ابھی خدا بہتر جانتا ہے کہ اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے؟) اب ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے!

سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو فعل صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا، بلکہ جس کے وجود سے اسلام کی چھ صدیاں خالی چلی آئی ہیں، آج وہ ''اسلام کا شعار'' کہلاتا ہے اور اس شعارِ اسلام کو زندہ

کرنے والے ''عاشقانِ رسول'' کہلاتے ہیں، اور جو لوگ اس نوایجاد شعارِ اسلام سے نا آشنا ہوں، ان کو دُشمنانِ رسول تصوّر کیا جاتا ہے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

کاش! ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے اس خودتراشیدہ شعارِ اسلام سے محروم رہے ہیں، ان کے بارہ میں کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ! ''دُشمنانِ رسول'' تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوگیا تھا، اس کے بعد وہ کون سا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لیے شعارِ اسلام بنادیا، جس سے چھ صدیوں کے مسلمان نا آشنا تھے؟ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کردو، اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کرڈالو؟

دراصل دوسری قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیانِ مذہب کی برسی منانے کا معمول ہے، جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یومِ ولادت پر ''عیدِ میلاد'' منائی جاتی ہے۔اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کردیا تھا اور اس میں دو حکمتیں تھیں: ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔اسلام اس ظاہری سج دھج، نمود و نمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں، وہ اس شور وشغب اور ہاؤہُو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے، اور عقائدِ حقہ، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی تربیت سے ''انسان سازی'' کا کام کرتا ہے، اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے، جن کے بارے میں کہا گیا ہے ۔

''جگمگاتے درودیوار، دل بے نور ہیں''

دوسری حکمت یہ ہے کہ: اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار نہیں لاتا، بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرۂ طوبیٰ ہے جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے۔گویا اس کے بارہ میں قرآنی الفاظ میں ''اکلھا دائم وظلھا'' کہنا بجا ہے۔اس کی دعوت اور اس کا پیغام کسی خاص تاریخ کا مرہونِ منت نہیں بلکہ آفاق وازمان کو محیط ہے۔

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہوجاتی ہیں۔اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں ایسی قدآور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گردِ راہ ہے۔اسلام کے پاس کم وبیش سوا لاکھ کی تعداد تو اُن انبیاء علیہم السلام کی ہے جو انسانیت کے ہیرو ہیں، اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔پھر انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد

صحابہ کرامؓ کا قافلہ ہے، ان کی تعداد بھی سوالاکھ سے کیا کم ہوگی؟ پھر ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں رُشد و ہدایت کے مینارۂ نور تھے اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجیے! اس اُمت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام کے لیے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟

چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد چھ صدیوں تک اُمت کا مزاج اس کو قبول نہ کر سکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے، جس میں فرزندانِ تثلیث نے صلیبی جنگیں لڑیں، اور مسیحیت کے ناپاک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روند ڈالا۔ اِدھر مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی و خارجی فتنوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑ گیا تھا۔ اُدھر مسیحیت کا عالمِ اسلام پر فاتحانہ حملہ ہوا، اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا سا احساس کمتری پیدا ہوا، اس لیے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''یومِ ولادت'' کا جشن منانے لگی، یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا۔ تاہم جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، اُمت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لے کر آج تک علمائے اُمت نے اسے ''بدعت'' قرار دیا اور اسے ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کے زُمرے میں شمار کیا۔

اگرچہ ''میلاد'' کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے اُمور کے اضافے بھی کیے، لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے ''عید'' کا نام دیتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ''میری قبر کو عید نہ بنانا'' مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو ''عید میلاد النبی'' کہلانے کا شرف بھی حاصل ہو گیا ہے۔

دُنیا کا کون مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ''عید'' کے دو دن مقرّر کیے ہیں: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کو بھی ''عید'' کہنا صحیح ہوتا اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو ''عید'' قرار دے سکتے تھے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سہی، خلفائے راشدینؓ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کو ''عید'' کہہ کر ''جشنِ عید میلاد النبی'' کی طرح ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، اس سے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں، یا یہ کہ ہم اس کو ''عید'' کہنے میں غلطی پر ہیں یا یہ کہ نعوذ باللہ! ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کی خوشی ہے، مگر صحابہ کرامؓ

خصوصاً خلفائے راشدینؓ کو کوئی خوشی نہیں تھی، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں ہے۔ ستم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۹ ربیع الاوّل بتاتے ہیں، بعض ۸ ربیع الاوّل، اور مشہور ۱۲ ربیع الاوّل ہے۔ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ''۱۲ ربیع الاوّل'' ہی کو ہوئی۔ گویا ہم نے ''جشنِ عید'' کے لیے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے داغِ مفارقت دے گئے، اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ ''جشنِ عید'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ پر مناتے ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ!) تو شاید ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہرحال! میں اس دن کو ''عید'' کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو صاف صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں، اس لیے کہ ''عید'' اسلامی اصطلاح ہے، اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دِین میں تحریف ہے۔

اور پھر یہ ''عید'' جس طرح منائی جاتی ہے، وہ بھی لائقِ شرم ہے، بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں، جن کا حدیث وسیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں، شور وشغب ہوتا ہے۔ نمازیں غارت ہوتی ہیں، اور نامعلوم کیا کیا ہوتا ہے؟

کاش! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو ''بدعت'' ایجاد کی گئی تھی، اس میں کم از کم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وتقدس ہی کو ملحوظ رکھ لیا جاتا!

غضب یہ کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بنفسِ نفیس تشریف بھی لاتے ہیں۔ فیا غربة الاسلام! (ہائے اسلام کی بے چارگی!)

اب میں اس ''عید میلاد النبی'' کا آخری کارنامہ عرض کرتا ہوں، کچھ عرصہ سے ہمارے کراچی میں ''عید میلاد النبی'' کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ''بیت اللہ'' کی خودساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں، اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فیا اسفاہ!

''جشنِ عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجیے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کردیا گیا ہے:

اوّل:... اس پر جو ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، یہ محض اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے، اس لیے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر اس لیے لعنت فرمائی ہے کہ یہ فعل عبث ہے، اور خدا کے دیے ہوئے مال کو مفت ضائع کرنا ہے۔

ذرا سوچیے! جو مقدس نبی قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے، اس کا ارشاد اس ہزاروں لاکھوں روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھیے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کررہی ہے جو روٹی، کپڑا اور مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے!

اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصالِ ثواب کے لیے غرباء و مساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی، تو نمائش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اُجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے، اُن سینکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کیے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لیے سوہانِ رُوح بنی ہوئی ہیں!

کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے رہنماؤں کو بجتی ہے جس کے بہت سے افراد و خاندان نانِ شبینہ سے محروم اور جان وتن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟

اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے، مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سن کر تڑپ جاتے تھے!

آج کمیونزم اور لادین سوشلزم، اسلام کو دانت دکھا رہا ہے۔ جب ہم دُنیا کی مقدس ترین ہستی کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے، دین کے بارہ میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآنِ کریم نے "اخوان الشیاطین" فرمایا تھا، مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بناڈالا ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

دُوسرے:... اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقع پر تعزیہ، علم، دُلدُل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حضرت حسینؓ اور آلِ رسول کے نام پر کیا، وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کردیا۔ اِنصاف کیجیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دُلدُل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی، ہم نے ان کی تقلید کرکے اس پر مہرِ تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی!

تیسرے:... اس بات پر بھی غور کیجیے کہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے، وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے، جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوانگ میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آ جاتا ہے تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضۂ مقدس اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی؟ اور پھر روضۂ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ دینا کیا ان کی توہین نہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی، نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائقِ تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسے بادشاہ سے بغاوت پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن آج روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں!

چوتھے:... جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں۔ اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نو ایجاد "بدعت" کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضۂ اطہر کی شبیہ پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے!

گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنا دیے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا ہے!

میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شناعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کر سکوں۔ ہمارے ائمہ اہلِ سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانہ میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لیے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل کر جمع ہوتے اور حاجیوں کی طرح سارا دن دُعا و تضرع، گریہ و زاری اور توبہ و استغفار میں گزارتے، اس رسم کا نام "تعریف" یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہو جاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جایا کرتی۔ مگر ہمارے علمائے اہلِ سنت نے

(اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا: "التعریف لیس بشیء" یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بے ہودہ حرکت ہے۔

شیخ ابنِ نجیمؒ صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

''چونکہ وقوفِ عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طوافِ کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں۔''(۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ''میری قبر کو عید نہ بنالینا'' اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا، اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا۔''(۲)

شیخ علی القاری رحمہ اللہ شرح مناسک میں فرماتے ہیں:

''طواف؛ کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لیے انبیاء واولیاء کی قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔ جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ وعلماء کی شکل میں ہوں۔''(۳)

اور البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ:

''جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے، اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔''(۴)

ان تصریحات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ روضۂ اطہر اور کعبہ شریف کا سوانگ بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے، ہمارے اکابر اہلِ سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ ''جشنِ عید میلاد'' کے نام پر جو خرافات رائج کردی گئی ہیں اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جارہا ہے، یہ اسلام کی دعوت، اس کی رُوح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہیں۔ میں اس تصوّر سے پریشان ہوجاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی رُوئیداد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا...؟

(۱) ص:۱۷۶، ج:۲

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ۔

(۳) بحوالہ الجُنّة لأهل السُّنّة، ص:۷

(۴) الجُنّة لأهل السُّنّة، ص:۷

بہرحال! میں اس کو نہ صرف ''بدعت'' بلکہ ''تحریف فی الدین'' تصور کرتا ہوں! امامِ ربانی مجدّدِ الفِ ثانیؒ نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہؒ کے بارہ میں فرمایا ہے:

''بہ نظر انصاف بینند کہ اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں اوان در دنیا زندہ می بودند وایں مجلس و اجتماع منعقد می شد، آیا بایں امر راضی می شدند، وایں اجتماع را می پسندیدند یا نہ؟ یقینِ فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند، بلکہ انکار می نمودند، مقصودِ فقیر اعلام بود، قبول کنند یا نہ کنند، ہیچ مضائقہ نیست وگنجائش مشاجرہ نہ۔''

ترجمہ: ''انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ اگر بالفرض حضرت ایشاں اس وقت دُنیا میں تشریف فرما ہوتے اور یہ مجلس اور یہ اجتماع منعقد ہوتا، آیا آپ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ اس کو ہرگز جائز نہ رکھتے بلکہ اس پر نکیر فرماتے...... فقیر کا مقصود صرف اَمرِ حق کا اظہار ہے، قبول کریں یا نہ کریں کوئی پروا نہیں اور نہ کسی جھگڑے کی گنجائش۔''(۱)

الغرض! ''جشنِ عید میلاد النبی'' کو دین اور مذہب بنالیا گیا ہے اور اس رسم سے اِجتناب کرنے والوں کو گستاخِ رسول کا نام دیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں اپنے انداز پر اس مضمون کو مرتب کر کے کتابی شکل دے دی گئی ہے۔ کتاب میں دیوبندی، بریلوی اکابر کی تصریحات کو شامل کر کے قائلینِ میلاد کے لیے سامانِ تشفی کیا گیا ہے۔

(''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم''، ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۱ھ)

اضائة الملّة فی ردّ البدعة

مولانا ڈاکٹر عبدالمجید شاکر۔ صفحات: ۳۰۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: چغتائی جنرل اسٹور اینڈ بک ڈپو، کہروڑ پکا، ملتان۔

زیرِ نظر مختصر سے رسالہ میں بدعت کی تعریف، اس کی اہم اور مشہور جزئیات، اور اہلِ بدعت کی تاویلات کا آسان زبان میں رَدّ کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

(۱) دفتر اول مکتوب: ۲۷۳

الجنّة لأهل السُنّة

حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالوی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت (مجلد، کارڈ بورڈ): ۱۸ روپے۔ ناشر: مکتبہ بنوریہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہٗ کے اسم گرامی سے منسوب "مکتبہ بنوریہ" اہم اور ضروری کتابوں کی نشر و اشاعت کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس کی مطبوعات کا تیسرا شمارہ ہے۔

متحدہ ہندوستان میں اہلِ سنت کے مقابلہ میں اہلِ بدعت نے ایک مدّت تک محاذ قائم کیے رکھا اور اُمتِ اسلامیہ میں بدعات پھیلانے کے لیے عجیب و غریب ترکیبیں ایجاد کیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک عرصہ تک یہ فتنہ دبا رہا، لیکن اب کچھ عرصہ سے نہ جانے کس کے اشارہ چشم و ابرو پر یہ فتنہ دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے؟ ایسے نازک وقت میں جب کہ اسلام کے اُصول و عقائد پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور عالمِ اسلام جہد للبقاء کے لیے نئے عزم اور نئے ارادوں سے انگڑائی لے رہا ہے، فاتحہ، دُرودی اور قبری، شکمی مسائل کو ایک فتنہ کی شکل میں دُوبارہ اُبھارنا بے حد افسوس ناک ہے، تاہم اہلِ سنت کو اس محاذ پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

خوش قسمتی سے حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی دُوسری کتاب "الجنّة لأهل السُنّة" اس موضوع پر ایک نادر تحقیقی اور علمی کتاب تھی، جس میں ان تمام مسائل پر نہایت عالمانہ بحث کی گئی ہے جو اہلِ سنت اور اہلِ بدعت کے درمیان متنازع فیہ ہیں۔ فتنۂ بدعت کی روز افزوں بڑھتی ہوئی جارحیت کے پیشِ نظر یہ کتاب اہلِ علم کے حکم پر "مکتبہ بنوریہ" کی جانب سے شائع کی گئی ہے۔ ہم اس کتاب کے لازمی مطالعہ کی بھی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

الدلائل القاهره على الكفرة النياشره

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۲ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: انجمن ارشاد المسلمین، ۶/ بی، شاداب کالونی، حمید نظامی روڈ، لاہور۔

جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی کا سب سے بڑا کارنامہ مسلمانوں کی تکفیر ہے، بریلی تکفیر کی گولہ باری نے مؤمن و کافر، مخلص و منافق، محقق و ملحد، نیک و بد اور سیاہ و سفید کے درمیان کوئی امتیاز کرنا نہیں سیکھا تھا، شہید فی سبیل اللہ الامام المجاہد مولانا اسماعیل شہید سے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال تک ہندوستان کے تمام لوگ بریلی تکفیر کا نشانہ بنے، جو سامنے آیا، اس پر کفر کے روغنِ سیاہ کے دو چار چھینٹے ڈال دیے گئے، مسلم لیگ کافر،

کانگریس کافر، جمعیت علماء کافر، وہابی کافر، دیو بندی کافر، ندوی کافر اور بھی جو لوگ کسی طرح بھی اس تکفیر کی گولہ باری کی زد میں آسکتے تھے، انہیں گھیر گھار کر لایا گیا اور تحفۂ کفر سے نوازا گیا۔

زیرِ نظر رسالہ بھی ایک اِستفتاء کا جواب ہے، جو اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ گونڈل (کاٹھیاواڑ) کے ایک صاحب قاسم میاں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی اعانت کے سلسلہ میں سوال کیا اور سوال میں یہ وضاحت کی کہ:

''آل انڈیا مسلم لیگ کے کرتا دھرتا اور عہدہ داران اور اربابِ حل عقد وہی لوگ ہوتے چلے آئے جو اس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے کرتا دھرتا اور عہدہ داران و اَربابِ حل وعقد رہے... حتیٰ کہ ستمبر ۱۹۱۷ء کے سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں مشہور گاندھی لیڈر محمد علی آنجہانی (مولانا محمد علی جوہر مرحوم- ناقل) اس کے صدر ہوئے... اور اَب اس کے مستقل قائدِاعظم مسٹر محمد علی جناح ہیں، جو مذہباً اثنا عشری خوجہ یعنی رافضی ہیں، جن کو مسلم لیگ ''قائدِ ملتِ اِسلامیہ'' یعنی دینِ اِسلام کا پیشوا مانتی ہے۔''

جواب میں مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے۔''

اس فتویٰ کے ساتھ ''دارالافتاء حزب الاحناف'' لاہور کا ایک اور فتویٰ بھی شامل ہے، جس میں مسلم لیگ کی شرکت کو حرام قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بتائی ہے:

''مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں ''شیخ الاسلام'' اور ''حکیم الامت'' کہا جاتا ہے، ''اشرف علی زندہ باد'' کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔

مسٹر جناح کو ''قائدِ ملت''، ''رہبرِ اعظم''، ''رہنمائے محترم''، ''مخدومنا''، ''ذاتِ گرامی''، ''تم سلامت رہو ہزار برس!''، ''مسلم ہے ترا غم خوار جناح!''، ''رہبر ہے تیرا سردار جناح!'' وغیرہ کہا جاتا ہے۔

ایسی صورت میں وہ لوگ جو ساڑھے تیرہ سو برس والے سچے مذہب اہلِ سنت پر قائم ہیں، وہ اس مسلم لیگ کی شرکت و ممبری کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں؟''

گویا حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا مسلم لیگ اور نظریۂ پاکستان کی تائید کرنا اور مسٹر محمد علی جناح کا مسلم لیگ کی قیادت کرنا؛ یہ دو اسباب ایسے ہیں جن کی بنا پر بریلوی حضرات کے نزدیک مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت شرعاً حرام تھی۔ واضح رہے کہ ''حزب الاحناف'' کے اس فتویٰ پر ذیل کے دستخط ہیں: ''حقیر فقیر درماندہ از نفس شریر ابوالبرکات سیّد احمد غفرلہٗ''

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۸ھ)

فتنۂ اِنکارِ حدیث

اِسلام میں سنت وحدیث کا مقام (جلد اوّل)

تالیف: الشیخ مصطفیٰ حسنی سباعیؒ۔ ترجمہ: مولانا ڈاکٹر احمد حسن ٹونکی۔ ترمیم وتعلیق: مولانا محمد اِدریس میرٹھی۔ صفحات: ۵۷۴۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ ناشر: شعبۂ دار التصنیف، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیوٹاؤن کراچی۔ ملنے کا پتا: مکتبہ رشیدیہ ساہیوال۔

قرآنِ کریم کے بعد اِسلامی شریعت کا سب سے اَہم ستون حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقدس نقشِ حیات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ اِلٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا، جو کچھ کیا اور جس چیز کی صراحۃً یا سکوتاً تصویب فرمائی، وہ شریعتِ اِسلامیہ کا قیمتی اُثاثہ اور اُمتِ مسلمہ کے لیے واجب الاتباع اُسوہ ہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو قرآنِ کریم سے ایک لمحہ کے لیے الگ کرلیا جائے تو اُمتِ مرحومہ ایک مہیب وتاریک خلا میں رہ جاتی ہے، اور مذہب وسیاست، اَخلاق ومعاشرت اور عبادات ومعاملات کا کوئی ایسا قانون اس کے ہاتھ میں نہیں رہتا، جس کا رشتہ اِنسانی ذہن کے بجائے وحیٔ اِلٰہی سے اُستوار ہو، اس صورت میں وہ بھاری بھرکم قومیں جو اَپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے اُسوۂ حسنہ کو کھوکر خسر الدنیا والآخرۃ کی عمیق وادیوں میں صدیوں سے بھٹک رہی ہیں، مسلمان مذہبی اَفلاس میں اُن سے کسی طرح پیچھے نہ ہوں گے۔

اُسوۂ محمدیہ (علی صاحبها الف الف صلاة وتحية) کی یہ اَہمیت اِس قدر نمایاں ہے کہ ہمیشہ سے اَعدائے اِسلام کی نظر میں کانٹا بنی رہی ہے، اور وہ صدرِ اوّل سے آج تک اس کانٹے کو نکال پھینکنے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اِسلام کے بدخواہوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایۂ نبوّت مسلمانوں میں اپنی ٹھیک حالت میں محفوظ رہے، اور قرناً بعد قرنٍ قیامت تک یہ "کبریتِ احمر" ان میں منتقل ہوتی چلی جائے، اُنھوں نے مسلمانوں کی نظر میں اسے مشکوک بنانے کے لیے سرتا وجہاراً

سازشیں کیں، دجل و فریب کے جال پھیلائے، منصوبے تیار کیے، تحریکیں چلائیں، مگر یہ زرِ خالص اِمتحان و آزمائش کی ہر بھٹی سے کندن بن کر نکلا، اس کی چمک دمک بڑھتی گئی اور اس کی قدر و قیمت اور رعنائی و تابانی میں اِضافہ ہوتا گیا۔ سنت اللہ یہی رہی کہ جس دور میں بھی سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی سازش ہوئی، عنایتِ خداوندی نے حریمِ نبوّت کی حفاظت کے لیے ایسے رجالِ غیب کھڑے کیے جنھوں نے اس سازش کی دھجیاں اُڑا دیں اور باطل کو دُم دبا کر بھاگتے بنی۔ ان الباطل کان زھوقا! بلاشبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دِین اپنی تمام تفصیلات و جزئیات کے ساتھ ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہے اور ان شاء اللہ! قیامت تک رہے گا۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

گزشتہ صدیوں میں سنتِ نبوی پر جو حملے ہوئے اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی حفاظت کے جو اِنتظامات فرمائے، اُن کی تفصیل ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے اور بحمد اللہ! زیرِ نظر کتاب میں اس پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔ موجودہ صدی میں اِنکارِ حدیث کا سرچشمہ ''اِستشراقی فتنہ'' ہے، اور ہمارے دور کے بیشتر منکرینِ حدیث۔ تعبیرات و قوالب کے اِختلاف سے قطع نظر۔ مستشرقینِ یورپ کے خوشہ چین ہیں۔ بدقسمتی سے اِسلامی ممالک پر مغربی اِستعمار کے پنجے مضبوط ہوئے تو عالمِ اِسلام کی تمام دولت سمٹ سمٹ کر یورپ جانے لگی اور عالمِ اِسلام کے کھنڈرات پر یورپ کی ہمہ جہتی ترقی کے اُونچے اُونچے محلات تعمیر ہوئے۔ مغربی سامراج نے اِسلامی ممالک کو صد سالہ غلامی کے ایسے مضبوط شکنجہ میں دبایا کہ وہ آزادی کے بعد بھی نہ صرف سیاسی و معاشی میدان میں بدستور انہی کے دریوزہ گر رہنے پر مجبور ہیں، بلکہ علمی، اخلاقی اور نفسیاتی میدان میں بھی ان ہی کے وفا شعار مقلد ہیں۔ دورِ غلامی کے ضعف و زوال کا اثر ہے کہ اِلا ماشاء اللہ! ہر اِسلامی ملک روٹی کپڑے (وسائلِ زندگی اور اسبابِ معیشت) کے لیے بھی داتائے مغرب کا منہ تک رہا ہے اور علوم و اَفکار میں دانش گاہِ مغرب کا صیدِ زبوں ہے۔

یہ تو ہوا اِسلامی ممالک کی مجموعی کیفیت کا مجمل نقشہ! اِدھر بیشتر مغربی ممالک کی سیاسی و معاشی اور فکری نکیل یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں مسیح کے پجاریوں نے یہودیوں کی صیہونی تحریک سے مصالحت کر رکھی ہے۔ مسلمانوں میں فکری اِنتشار، مذہبی انارکی اور ذہنی پستی پیدا کرنے کے لیے مغربی دانش گاہوں میں ''تحقیقاتِ اِسلام'' کے شعبے قائم کیے گئے اور اُن کی صدارت پر چن چن کر ایسے افراد کو فائز کیا گیا جو اِسلام اور مسلمانوں کے حق میں تنگ نظری اور تعصب و عناد میں شہرۂ آفاق تھے۔ علم و ایمان سے تو وہ محروم تھے ہی، مگر اِنصاف و دیانت کا جو ہر بھی کم از کم ''اِسلامی تحقیقات'' کی حد تک اُن سے اُن کے مشن نے چھین لیا تھا۔ اس ذہنی پس منظر میں مختلف اِسلامی موضوعات

پر کتابیں لکھی گئیں، اِسلامی حقائق کو مکروہ ترین انداز میں پیش کرنے کو ''تحقیق'' کا نام دیا گیا اور دجل وفریب اور دسیسہ کاری سے ہر صحیح بات کو غلط رنگ دیا گیا۔ ہمارے نوعمر مشرقی طلبہ جو اگرچہ اِسلامی گھرانوں میں پیدا ہوئے مگر اُنہیں اِسلامی ماحول میں اِسلامی تعلیم وتربیت سے آراستہ ہونے کی فرصت کبھی میسر نہیں آئی، مزید برآں مسلمانوں کی زبوں حالی اور مغرب کی ہمہ پہلو برتری نے اُنہیں احساسِ کمتری کے نفسیاتی مرض میں مبتلا کر رکھا تھا، جب اُنہوں نے ''اعلیٰ تعلیم'' کے لیے دانش گاہِ مغرب کا رُخ کیا اور ''مستشرقین'' سے اِسلامی علوم وفنون کا درس لیا تو بڑی آسانی سے اُن کے دامِ ہمرنگ زمین کی فتنہ سامانی کا شکار ہوتے گئے، چنانچہ ہر اِسلامی ملک میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کی ایک کھیپ وجود میں آئی، جن کی اِسلامی معلومات کا مدار مستشرقینِ مغرب کی ''تحقیقات'' تھا، اور جو اَپنی اعلیٰ تعلیم کے باوصف اِسلام سے نہ صرف یکسر ناواقف تھے، بلکہ جہلِ مرکب کے مریض!

یہ ہے موجودہ دور کے فتنۂ اِنکارِ حدیث کا پس منظر! اس فتنہ کی اِصلاح کے لیے جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اُن میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم کی کتاب "السنّة ومكانتها في التشريع الاسلامي" سرِفہرست ہے، جس کے ترجمہ کی پہلی جلد اِس وقت پیشِ نظر ہے۔ مصنف اَپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

> ''یہ کتاب دراصل وہ مقالہ ہے جس پر اُنہیں ۱۹۴۹ء میں فقہ، اُصول اور تاریخ تشریعِ اِسلامی میں جامع ازہر سے ایم اے عالیہ کی اعلیٰ ڈگری دی گئی، وہ اِس میں مزید مفید اِضافے کرنا چاہتے تھے، مگر فرصت نے ساتھ نہ دیا اور اس کے بعض اجزاء مختلف مجلات میں شائع ہوگئے، مگر مستقل کتابی صورت میں تیس سال تک اس کے طبع کی نوبت نہ آئی، دریں اثناء پروفیسر محمود ابوریہ کی ایک کتاب "اضواء على السنة المحمدية" کے نام سے شائع ہوئی جو دجل وتلبیس کا مرقع تھی، اِس لیے اُنہیں یہ مقالہ ایک دو فصلوں کے اِضافے کے ساتھ شائع کرنا پڑا۔''

اس کے بعد مصنف نے ابوریہ کی کتاب کے مآخذ اور مصنف کے طرزِ تحقیق پر روشنی ڈالتے ہوئے ان بنیادی کمزوریوں کی نشان دہی کی ہے جو ہمارے ''محققین'' کو کج بینی، کج فہمی اور کج رَوی پر مجبور کرتی ہیں۔ اسی ذیل میں مستشرقین کا ذکرِ خیر آتا ہے اور مصنفؒ اَپنے دورۂ مغرب اور مستشرقین سے بالمشافہ گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں بتاتے ہیں کہ ان کا مبلغِ علم اور ان کی ''بے لاگ ریسرچ'' کا حدود اَربعہ کیا ہے؟ واقعتاً مصنف کی یہ بحث بڑی دلچسپ بھی ہے اور فکر اَنگیز بھی! اور جس جرأت وہمت کے ساتھ اُنھوں نے مستشرقین کے علم ودیانت کا پردہ خود انہی کے سامنے چاک کیا ہے، وہ لائقِ صد تحسین ہے...!

مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے، جسے مصنفؒ نے تین اَبواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا

ہے۔ پہلے باب میں مصنفؒ نے ''سنت'' کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے فتنۂ وضع حدیث کی تاریخ اور اُس کے اَسباب و عِلل پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور اس ضمن میں حضرات محدثین کی مساعیٔ جمیلہ اور اُن کے ثمرات کا ذکر کیا ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اِس فتنہ کا اِستیصال کیا۔ مصنفؒ نے اِس بحث کے آخر میں بالکل صحیح لکھا ہے:

''حق یہ ہے کہ ان فوق العادۃ مساعیٔ جلیلہ کو دیکھ کر ایک انصاف پسند محقق کے لیے سرِ تعظیم و احترام خم کرنا ناگزیر ہے، اور وہ یہ اِعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ درحقیقت یہ کارنامہ اِنسانی قدرت کی سطح سے بہت بالاتر ہے، اور علم و تحقیق کی دُنیا میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔''(۱)

دُوسرے باب میں صدرِ اوّل سے آج تک اِنکارِ حدیث کی جو تحریکیں اُٹھیں، اُن کی تاریخ، اُن کے عروج و زوال، اُن کے اَسباب و عِلل، اُن کے پس منظر اور اُن کے شکوک و شبہات سے بحث کی گئی ہے۔ یہ باب سات فصلوں پر منقسم ہے، مگر ترجمہ کی زیرِ نظر پہلی جلد چھٹی فصل کے دوران ختم ہوجاتی ہے، کتاب کے بقیہ مباحث کے لیے ہمیں دُوسری جلد کی اِشاعت کا اِنتظار کرنا ہوگا۔

کتاب پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری مدفیضہم کا گراں قدر مقدمہ اور مدیرِ ''بینات'' کا ''فتنۂ اِستشراق'' کے بارہ میں تعارفی نوٹ کتاب کے اُردو ایڈیشن میں قیمتی اِضافہ ہے۔ جہل و عناد کا کوئی علاج نہیں، مگر ایک اِنصاف پسند کے لیے اس کتاب کا مطالعہ یقین و اِطمینان کی خنکی عطا کرتا ہے اور اس سے سنتِ نبوی کا حسین چہرہ بالکل نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ واللہ الموفق لکل خیر وصواب!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ)

اِسلام میں سنت و حدیث کا مقام (جلد دوم)

ترجمہ: مولانا احمد حسن ٹونکی۔ ترمیم و تعلیق: مولانا محمد ادریس میرٹھی۔ صفحات: ۴۳۲۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ ناشر: شعبۂ دار التصنیف، مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، نیوٹاؤن، کراچی نمبر۵۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم کی کتاب "السُّنّة ومكانتها في التشريع الاسلامي" اپنے موضوع پر بے نظیر اور بڑے معرکہ کی کتاب ہے، جس میں حدیثِ نبوی اور اِسلام میں اس کی قدر و قیمت کے موضوع پر بڑی متین اور عالمانہ بحث کی گئی ہے، اور مستشرقین اور اُن کے وفادار مشرقی شاگردوں کے شکوک و شبہات کا تجزیہ کرتے ہوئے اُن کی علمی امانت و دیانت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ (اس پر ایک تعارفی مقالہ

(۱) ص:۲۸۲

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے قلم سے ''بینات'' بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ بمطابق اگست ۱۹۷۱ء میں ملاحظہ فرمایا جائے)۔

کتاب کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا جائے، مدرسہ عربیہ اِسلامیہ کے شعبۂ تصنیف کی جانب سے مولانا ڈاکٹر احمد حسن نے یہ خدمت بڑی جانفشانی سے اَنجام دی اور مولانا محمد اِدریس میرٹھی زِیدمجدہٗ نے اس پر نظرِ ثانی کی۔ ترجمہ کی ضخامت چونکہ کافی بڑھ گئی تھی، اِس لیے اِشاعت کی سہولت کے لیے اسے دو جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جلد اوّل دو سال قبل شائع ہو چکی ہے اور جلد دوم اَب شائع ہوئی ہے جو اِس وقت زیرِ تبصرہ ہے۔ اِس حصہ میں فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا زیرِ نظر حصہ ہی اس کی اصل جان ہے اور سابقہ مباحث گویا اس کی تمہید تھیں، چنانچہ جلد دوم پر چند جلی عنوانات یہ ہیں:

''حضرت ابوہریرہؓ پر مؤلف "فجر الاسلام" کے اِعتراضات، حضرت ابوہریرہؓ پر ابوریّہ کے اِعتراضات، سنتِ نبوی اور مستشرقین، اِمام زہریؒ پر مستشرقین کی نوازش، سنتِ نبوی کی تشریعی حیثیت، قرآن وسنت کا باہمی ربط، قرآن سے نسخِ سنت اور سنت سے نسخِ قرآن کی بحث، اَئمۂ اَربعہ اور مؤلفینِ صحاحِ ستہ کے تراجم۔''

ترجمہ میں اِیجاز واِختصار کے بجائے بسط واطناب کا طریقہ اِختیار کیا گیا ہے، اور جگہ جگہ بین القوسین تشریحی اِضافوں کے علاوہ حسبِ ضرورت مفید حواشی بھی سپردِ قلم کیے گئے ہیں، گویا اسے کتاب کا مفصل ترجمہ یا مختصر شرح کہا جا سکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۳ھ)

سنت کا تشریعی مقام: قرآنِ عظیم کی روشنی میں

مولانا محمد اِدریس میرٹھی (شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، کراچی)۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت (مجلد): ۴روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: مکتبہ اِسلامیہ، مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی ا۔

اِس اَمر کو ہر صاحبِ بصیرت محسوس کرے گا کہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا حادثہ۔ جس نے خود انسانیت کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ رُوحانیت اور مادّیت کا عدمِ توازن ہے۔ ایک طرف اِنسان مادّیت کی اس بلندی پر ہے جس کا تصور بھی مشکل تھا، لیکن دُوسری طرف رُوحانی اور اخلاقی حیثیت سے وہ اِتنا گر چکا ہے کہ گویا ظاہری شکل وصورت کے علاوہ اِنسانیت اس سے سلب کر لی گئی ہے۔ ذہنی پستی کی اِنتہا ہے کہ

اَخلاق سوز بہیمانہ حرکات کو مہذّب اِنسانی معاشرہ میں سندِ جواز عطا کی جاتی ہے، اور دو مردوں کا عقد مذہبی عبادت گاہوں میں مذہبی پیشوا کراتا ہے...!

یہ تو عام ذہنی پستی کا حال ہے! اور اِسلام کی طرف نسبت رکھنے والے بعض اَفراد کی ذہنی پستی اِس سے زیادہ عجیب اور حیران کن ہے، یعنی اِسلامی ملک میں بعض مسلمان یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جس ذاتِ اقدس پر مسلمان اِیمان رکھتے ہیں، اُسے اَپنا نبی اور آخری نبی مانتے ہیں (بآباءنا هو وامهاتنا صلى الله عليه وسلم)؛ خود اسی ذاتِ قدسی صفات (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اُسوۂ حسنہ اور قول وفعل مسلمانوں کے لیے حجت نہیں، نہ لائقِ عمل ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو موجودہ حالات کے مطابق خود اَپنا راستہ بنانا چاہیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم صرف اُسی زمانہ کے لوگوں کے لیے تھی اور بس! اور بعض افراد اس سے بڑھ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں ''اللہ ورسول'' کا نام آیا ہے، اس سے مراد مرکزِ ملت، یعنی صدرِ مملکت یا مرکزی حکومت ہے۔ انا للہ!

یہ سب کچھ جو پوری دانائی اور بڑی سنجیدگی سے کہا جاتا ہے، اس کی توجیہ آپ ''خشک ذہنی'' یا ''قلبی موت'' کے سوا کیا کرسکتے ہیں؟ جب اِسلامی ممالک میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا جائے کہ ''نبی کا فرمان نبی کی اُمت کے لیے قابلِ قبول نہیں!'' اور یہ کہ: ''مسلمانوں کا خدا اور سول ہر پانچ سال بدلنے والی حکومت ہے'' تو کسی کافر معاشرہ میں فحش حرکات کو قانوناً جائز قرار دیے جانے کی اِنسانی گراوٹ ہی پر کیوں تعجب کیا جائے...؟

قرآنِ کریم کی بیسیوں نہیں سینکڑوں آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت کو واضح فرمایا گیا ہے، اُمت کو آپ کی اِطاعت وفرماں برداری کی ہدایت فرمائی گئی ہے، آپ کی نافرمانی کے بدانجام سے آگاہ فرمایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے پہلو تہی کرنے والوں کو ''دِل کے مریض'' اور منافق قرار دیا گیا ہے۔

زیرِ نظر تالیف میں حضرت مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت پر قلم اُٹھایا ہے۔ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں ''سنت'' کے لغوی اور شرعی معنی سے بحث کرتے ہوئے قرآن کریم میں لفظِ ''سنت'' کے مواردِ اِستعمال کو بیان کیا گیا ہے۔ دُوسرے باب میں ''سنت'' کی تشریعی حیثیت کی وضاحت کے لیے قرآنِ کریم کی دس آیات کو منتخب کیا گیا ہے، اور ہر آیت کی تفسیر وتشریح دیگر آیاتِ کریمہ اور اَحادیثِ طیبہ سے کی گئی ہے۔ تیسرا باب ''وحی'' پر ہے، جس میں وحی سے متعلقہ مباحث پر مفصل کلام کیا گیا ہے۔ حضرت مصنف نے اس اَمر کا خاص اہتمام کیا ہے کہ سنتِ نبوی کے بارہ میں زائغین نے جو تاریکی

پھیلا رکھی ہے، اسے پوری طرح صاف کر دیا جائے۔

ماشاء اللہ! یہ تالیف اپنے موضوع پر بڑے قیمتی اِفادات پر مشتمل ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ بصیرت اس کی قدر کریں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ)

آثار الحدیث (مکمل دو جلدیں، اُردو)

ڈاکٹر علامہ خالد محمود (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، برطانیہ)۔ قیمت (مکمل سیٹ): ۷۵ اروپے۔ صفحات جلد اوّل: ۴۶۴۔ جلد دوم: ۴۷۲۔ پتا: دارالمعارف، الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی شخصیت علمی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ جس انداز سے علومِ اسلامی، عربیت و بلاغت، حدیث و قرآن میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں، اسی طرح علومِ جدیدہ پر گہری دسترس کے حامل ہیں، انہیں مغرب اور مغربی معاشرہ کو قریب سے دیکھنے اور پڑھنے کا موقع میسر آیا ہے، اس لیے مرعوب ذہنوں کی نفسیات کو خوب پہچانتے ہیں، اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ تمام فتنے عموماً اور فتنۂ اِنکارِ حدیث خصوصاً مستشرقین سے مرعوب ذہنیت کی پیداوار ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''آثار الحدیث'' اسی فتنۂ اِنکارِ حدیث کے زہر کا تریاق اور اس مرض کا شافی علاج ہے۔ جیسا کہ اُوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ اس فتنہ کے پروان چڑھانے میں اس محاذ پر سب سے پہلے مستشرقین کے گولڈز ہیر، مسٹر شاٹ اور ولیم میور نے کام کیا، لیکن اس کے بعد ان کے جانشینوں میں سرسید اور چراغ علی نے اس کی اِبتدا کی، پھر غلام نبی چکڑالوی اور غلام احمد پرویز نے اس کمان کو سنبھالا اور یہ فتنہ مسلمانوں میں تیزی سے پھیلا۔ پھر جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس باب میں قدیم علماء سے سازگار نہیں تھا اور قدیم و جدید کے اس فرق نے اس خلیج کو اور وسیع کردیا۔

علامہ موصوف نے اپنی اس ضخیم کتاب میں - جو دراصل ان کے مختلف کالجوں اور سیمیناروں کے مقالات کا مجموعہ ہے - درج ذیل عنوانات پر خوب سے خوب تر انداز میں تحقیق کا حق ادا کردیا ہے۔

جلد اوّل کے عنوانات:... لفظِ حدیث، تاریخ حدیث، موضوعِ حدیث، ضرورتِ حدیث، مقامِ حدیث، اخبارِ حدیث، قرآن الحدیث، حجیتِ حدیث، حفاظتِ حدیث، تدوینِ حدیث، رجالِ حدیث، شیعہ اور علمِ حدیث، اُسلوب الحدیث، اَمثالِ حدیث، غریب الحدیث۔

جلد دوم کے عنوانات:... آداب الحدیث، قواعد الحدیث، اَقسام الحدیث، متون الحدیث، شروحِ حدیث، تراجم حدیث، ائمۂ حدیث، فقہائے حدیث، ائمۂ جرح وتعدیل، ائمۂ تالیف، ائمۂ تخریج، اہلِ حدیث، منکرینِ حدیث، مدارسِ حدیث۔

اس کتاب کی اِفادیت کے لیے ہمیں مؤلف موصوف کی اس تحریر سے مکمل اتفاق ہے کہ:

''آثارالحدیث ان شاء اللہ العزیز! آپ کی زندگی کے اس پورے سفر میں آپ کا ساتھ دے گی، آپ بھی توجہ سے اس کا ساتھ دیں..... حدیث کے خلاف پھیلائے گئے فتنوں کی جڑ خود بخود کٹتی جائے گی۔''(۱)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ)

شوقِ حدیث (حصہ اَوّل)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ۔ صفحات: ۱۸۴۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: انجمن اسلامیہ گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور آپ کی سنت وسیرت قرآنِ کریم کی شارح، دینِ قیم کی تشکیل کنندہ اور اُمتِ مسلمہ کے لیے رُوحِ ایمان ہے۔ علمِ الٰہی میں چونکہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمتِ مرحومہ کو قیامت تک باقی رکھنا منظور تھا، اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کی شرح وتفسیر (حدیثِ نبوی) اور ان سے متعلقہ علوم کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر مابعد کے محدثین تک کے دِلوں میں سنتِ نبوی کا ایسا شغف پیدا فرمایا کہ انہوں نے سینوں اور سفینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عمل، حرکت وسکون اور قول وفعل کا ریکارڈ محفوظ کرلیا۔

زیرِ نظر کتاب حضرات محدثین رحمہم اللہ کی ان کوششوں اور کاوشوں کا حسین مرقع ہے جو انہوں نے حدیثِ نبوی کی خدمت وحفاظت میں کی ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مؤلف نے عمر بھر کے حاصلِ مطالعہ کا سمندر ان مختصر اوراق کے کوزہ میں اُنڈیلنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کیا ہے:

(۱) ص: ۲۵

"نضّر اللّٰه عبدًا سمع مقالتی فحفظها ووعاها وأدّاها فرُبّ حامل فقهٍ غیر فقیهٍ."(۱)

اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ (اور خوش و خرم) رکھے جس نے میری بات سنی اور خوب یاد کر لی اور وہ دُوسروں تک پہنچادی، سو بسا اوقات ہوسکتا ہے کہ فقہ پر مشتمل حدیث کسی کو یاد ہے مگر وہ فقیہ نہیں۔

اس کے سلسلۂ سند کے راویوں میں سے ایک ایک راوی پر باحوالہ بحث کرنے کے بعد اس کے ذیل میں گیارہ فوائد درج کیے ہیں، اور پھر کتبِ حدیث سے اس کے تیئس شواہد ذکر کیے ہیں۔ اس کے بعد کے ابواب گویا اسی حدیث کی عملی تفسیر ہیں کہ حضرات محدثین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی کس کس طرح تعمیل فرمائی؟ اس طرح مختلف عنوانات مثلاً: قوتِ حافظہ، خداخوفی، زُہد و تقویٰ، عبادات سے شغف، حدیث کی روایت میں احتیاط وغیرہ کے تحت ہزاروں حضرات کا تذکرہ آگیا ہے۔ آخری باب میں منکرینِ حدیث کے ان شبہات کو حل کیا گیا ہے جو حدیث کی عدمِ حفاظت کے سلسلہ میں ان کی جانب سے اُٹھائے جاتے ہیں۔ یہ مبارک کتاب اس لائق ہے کہ حدیث کا ہر طالبِ علم اس کا بار بار مطالعہ کرے۔ چودھویں باب میں ان کتابوں کی فہرست ہے جو مصطلح الحدیث پر لکھی گئیں، نیز ان کتابوں کا ذکر ہے جو مختلف موضوعات پر لکھی گئیں۔

کتبِ موضوعات کی فہرست میں شیخ عبدالغنی نابلسی کی کتاب "ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الأحادیث" کا نام بھی درج ہے۔(۲) یہ سبقتِ قلم ہے، کیونکہ "ذخائر المواریث" کا موضوع احادیثِ موضوعہ نہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۳ھ)

پرویز نے کیا سوچا؟

ڈاکٹر سبطین لکھنوی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۲/۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ ایوبیہ، حدیث محل، اے ایم نمبر۱، کراچی نمبر۱۔

مسٹر غلام احمد پرویز کے عقائد و نظریات ڈھکے چھپے نہیں، مختصر یہ کہ ان کے نزدیک اسلام اپنے عقائد و اعمال کی تمام تفصیلات کے ساتھ "عجمی سازش" ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں فاضل مرتب نے مختلف عنوانات کے تحت پرویز صاحب کے نظریات خود انہی کی تحریروں سے جمع کردیے ہیں اور آخر میں قادیانیت اور

(۱) مشکاة المصابیح، ص:۳۵، ط: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔
(۲) ص۱۳۲

بہائیت سے پرویزیت کی ہم رنگی وہم نوائی کو اُجاگر کرنے کے لیے جانبین کی عبارتیں بالمقابل دکھائی ہیں۔ الغرض! ''پرویزی مذہب'' کا خاصا مواد مؤلف نے جمع کر دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب وشعبان ۱۳۹۳ھ)

فتنۂ اِنکارِ حدیث

علامہ محمد ایوب دہلویؒ۔ صفحات: ۹۶۔ کتابت وطباعت معیاری۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ رازی، ۱۱۶۰/ پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی۔

فتنۂ اِنکارِ حدیث کے رَدّ میں مختصر ومطول بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اس سلسلہ میں زیرِ نظر کتاب اِختصار کے باوصف بڑی قیمتی ہے، جس میں وحی کی مختلف صورتیں، حجیتِ حدیث کے دلائل، ظن کی شرعی حیثیت؛ جیسے مسائل کو وضاحت سے بیان کرتے ہوئے منکرینِ حدیث کے دلائل وشبہات کا تشفی بخش اور سیر حاصل جواب دیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

اِس دور کا عظیم فتنہ ''اِنکارِ حدیث''

مفتی ولی حسن خان ٹونکی مدظلہ۔ صفحات: ۷۵۔ ناشر: اقرأ روضۃ الاطفال کراچی

''تقریظ''

حدیثِ نبوی (علی صاحبہ الف الف صلاۃ وسلام) اُمتِ اِسلامیہ کے لیے کئی اِعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے:

اَوّل یہ کہ ''حدیث'' قرآنِ کریم کی شرح وتفصیل ہے۔ اسی بنا پر قرآنِ کریم نے اس کو ''بیان القرآن'' فرمایا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہے:

''ثم ان علینا بیانه.''(۱)

''پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے اس کو بیان کرنا۔''

دُوسری جگہ اِرشاد ہے:

(۱) القیامۃ: ۱۹

"وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم." (۱)

''اور ہم نے اُتارا آپ کی طرف یہ نصیحت نامہ تا کہ آپ بیان کریں لوگوں کے لیے جو اُتارا گیا ہے اُن کی طرف۔''

ایک اور جگہ اِرشاد ہے:

"وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ" (۲)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اِس لیے اُتاری ہے کہ آپ ان کے سامنے اس چیز کو بیان کریں جس میں وہ اِختلاف کرتے ہیں۔''

دوم:... یہ کہ دِین و شریعت اور صراطِ مستقیم کی تشکیل حدیث و سنت پر موقوف ہے۔ اگر ''حدیثِ نبوی'' کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے بنیادی ارکان کا بھی کوئی عملی نقشہ مرتب نہیں کیا جاسکتا۔

سوم:... حدیثِ نبوی کے ذریعہ اُمتِ مرحومہ کا رابطہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم و دائم ہے، اور آنے والی اُمت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاسِ طیبہ سے اسی طرح مستفید ہو رہی ہے جس طرح وہ خوش بخت طبقہ اُن سے مستفید ہوا جنھیں براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاداتِ مقدسہ سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات محفوظ نہ ہوتے تو بعد کی اُمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات و ہدایات سے محروم ہو جاتی، اور اُمت اور نبی اُمت کے درمیان رابطہ کٹ جاتا۔

اِرشاداتِ نبویہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کی حفاظت کا اِنتظام فرمایا اور اِسلام کا یہ مقدس ترین ذخیرہ سینوں اور سفینوں میں اس طرح محفوظ ہوا، جس کی کوئی نظیر کسی مذہب و ملت میں نہیں ملتی۔

اُمتِ اِسلامیہ نے حق تعالیٰ شانہٗ کی اس عظیم نعمتِ کبریٰ کا تشکر و امتنان کے ساتھ اِستقبال کیا اور اس کی قدر دانی کا واقعی حق ادا کردیا۔ لیکن بعض بدقسمت لوگ حدیثِ نبوی کے بارہ میں مختلف شکوک و شبہات پھیلا کر اُمت کو اس نعمت کے فیضان سے محروم اور اُمت کا رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے شیخ الحدیث مفتیٔ اعظم پاکستان جناب مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی مدظلہ العالی نے اس قسم کے لوگوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اہلِ اِسلام کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ مفتی صاحب مدظلہ العالی کی ایک تقریر ہے، جسے نظرِ ثانی کے بعد ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں شائع کیا گیا تھا، اور اب اس کی اِفادیت کے پیشِ نظر

(۱) النحل:۴۴ (۲) النحل:۶۴

مستقل رسالہ کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔حق تعالیٰ اِس رسالہ کو اُمت کے لیے مفید بنائے اور ناشرین کو دُنیاوآخرت میں بیش ازبیش ترقیات سے نوازے۔ وللّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً!

الدّین الخالص (پہلی قسط)

ابو جابر عبداللہ دامانوی۔صفحات:۱۷۶۔ قیمت:۱۳ روپے۔ پتا:حزب المسلمین، فاروق اعظم روڈ، کیماڑی، کراچی۔

ڈاکٹر کیپٹن مسعود عثمانی صاحب ایک عرصہ سے ایسے نظریات پھیلانے میں مصروف ہیں جن سے پوری اُمت کی تضلیل لازم آتی ہے، اور یہ دورِ قدیم کے خارجی فرقہ کا طریقۂ کار ہے۔زیرِ نظر رسالہ میں ڈاکٹر عثمانی صاحب کے ''نظریۂ عذابِ قبر'' پر گفتگو کی گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اہلِ علم کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے۔ہم ان تمام حضرات سے۔جن تک ڈاکٹر صاحب کا لٹریچر پہنچا ہے۔اپیل کرتے ہیں کہ اس رسالہ کا مطالعہ ضرور فرمائیں تاکہ انہیں حق و باطل کے درمیان موازنہ کرنے میں آسانی ہو۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ)

''جماعت المسلمین'' قرآن وسنت کی عدالت میں

مفتی سیّد اکرام الرحمٰن۔صفحات:۲۰۷۔ قیمت درج نہیں۔ناشر: مکتبہ صراطِ مستقیم، کراچی۔

''تقریظ''

اِس پُرفتن دور میں دینی و دُنیوی اور ظاہری و باطنی فتنے مختلف رنگ و رُوپ میں پے در پے ظاہر ہو رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہی و کجی کی راہوں کی طرف دھکیلنے میں سرگرداں ہیں، لیکن اس سب کے باوجود دُوسری طرف اہلِ حق کی ایک جماعت شب و روز کی انتھک محنت و مشقت کے نتیجہ میں ان فتنوں کی بیخ کنی کرنے میں مصروفِ عمل ہے اور تاقیامت قائم و دائم رہے گی۔انہی فتنوں کی ایک کڑی نام نہاد ''جماعت المسلمین'' ہے جو قرآن و حدیث کی غلط تاویلات و تعبیرات کے ذریعہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں اختلاف و افتراق پیدا کر کے گمراہی کی راہ کھول رہی ہے، اور ہر قسم کے وساوس و شبہات کے ذریعہ قرآن وسنت کے حاملین ،فقہاء و محدثین اور سلف صالحین سے اُمت کا رشتہ توڑنے میں مصروفِ کار ہے،اللہ سب کو پناہ میں رکھے۔آمین!

ناکارہ نے ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' میں نہایت منصفانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان فرقوں کو خیرالقرون کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔

لیکن نام نہاد ''اہلِ حدیث'' ہی میں سے نکلا ہوا نام نہاد ''جماعت المسلمین'' نامی گروہ پر بوجہ عوارض و ضعف کے لکھنے کا موقع نہ ملا، البتہ یہ خدمت ناکارہ کے ایک شاگرد جناب مولانا مفتی اکرام الرحمٰن سلمہٗ اللہ نے سرانجام دے کر اُمت پر احسان کیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ موصوف کو ترقیات سے نوازے اور ان کی اس تالیف کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اور ہر مسلمان کو اس تالیف سے اِستفادہ کی توفیق دے۔ نیز اس تالیف کے آخر میں مناظرِ اِسلام جناب مولانا محمد امین اوکاڑوی زیدمجدہٗ کا موضوع سے متعلق ضمیمہ بھی خوب ہے۔

''جماعت المسلمین'' قرآن وسنت کی عدالت میں

مفتی سیّد اکرام الرحمٰن۔ صفحات: ۲۰۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ منیریہ، نزد جامع مسجد فلاح، فیڈرل بی ایریا، نصیر آباد، ۱۴/۱۷۱۷، کراچی۔

مشکوٰۃ شریف، ص:۴۶۲ میں ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَعمالِ صالحہ میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند مسلسل اور یکے بعد دیگرے فتنے ظاہر ہونا شروع ہوں۔ اس وقت لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ ایک آدمی صبح کو مؤمن ہوگا تو شام کو کافر، اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہوگا۔ اس وقت آدمی اپنا دین وایمان دُنیا اور دُنیا کی متاع کے عوض بیچ گا۔''(۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت میں اِنسان کے دِین و ایمان کی گراوٹ کی جو سطح بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کا آخرت سے ایمان اُٹھ جائے گا اور اس کا مطمحِ نظر صرف دُنیا اور دُنیاوی اسباب ومنافع رہ جائیں گے، خلوص واخلاص کی جگہ اس کے دِل میں دُنیا نے گھر کیا ہوگا اور دِین وایمان کو جاہ ومنصب اور مال ودولت کی قربان گاہ پر لاکر ڈھیر کردیا جائے گا اور اس کی بولی لگا کر اس سے زیادہ سے زیادہ دُنیاوی منافع حاصل کرنے کی کوشش کی جاسکے گی۔ اعاذنا اللہ منہا!

اس منصب وجاہ پسندی اور زَرطلبی کی ہوس نے اچھے اچھوں کے دِین وایمان کو تباہ کیا، اس دور کی نام نہاد اور خودرو جماعتوں کے سربراہوں کا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہیں، گہرائی اور پس منظر میں جھانکنے پر پتا چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جن کو نظرانداز کیا گیا یا کوئی عہدہ نہیں دیا گیا، تو انہوں نے ایک نئی

(۱) رواہ مسلم، مشکاۃ المصابیح، ص:۴۶۲، ط: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

جماعت کی طرح ڈال دی، پھر انفرادیت اور شہرت کے شوق میں نئے نئے نظریات گھڑ لیے گئے، بعض نے تو صحابہؓ تک کو معاف نہیں کیا، اور ان میں سے اکثریت نے پوری اُمت کی تجہیل و تحمیق سے دریغ نہیں کیا، یہاں تک کہ ائمۂ اَربعہؒ اور امام بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ایسے اساطینِ اُمت اور رُشد و ہدایت کے مناروں سے اپنی راہ الگ کر لی۔

نام نہاد ''جماعت المسلمین'' بھی اسی نظریہ کی پیداوار ہے کہ اس کے بانی اور امیر اوّل جناب مسعود احمد بی ایس سی کا تعلق بھی غیر مقلدین کی شاخ جماعت غربائے اہلِ حدیث سے تھا، ان کی کم علمی اور جہالت کے باعث اکابرینِ ''غربائے اہلِ حدیث'' نے انہیں کوئی خاص منصب نہ دیا، اور انہیں چنداں اہمیت بھی نہ دی گئی تو انہوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنالی اور پوری اُمت کے گمراہ ہونے کا صور پھونک دیا، اور ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' انہوں نے اپنی جماعت کا نام ''جماعت المسلمین'' رکھ دیا۔

زیرِ نظر کتاب میں - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - اس جماعت کے عقائد کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مناظرِ اسلام جناب مولانا محمد امین صفدر زید مجدہٗ کے دو رسائل ''مسعودی فرقہ کے وساوس کے جوابات'' اور ''صلاۃ المسلمین'' پر مختصر تبصرہ بطورِ ضمیمہ شامل کیے گئے ہیں، جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت بڑھ گئی ہے۔ کتاب پر حضرات اکابر خصوصاً اس فن کے امام مولانا محمد امین صفدر زید مجدہم کی تقریظ نے اس کی ثقاہت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

کتاب عوام و خواص کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ چونکہ آج کل یہ فتنہ عام ہے، اس لیے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ)

***

ناصبیت اور خارجیت

مولانا محمد اسحٰق سندیلوی (کراچی) کا مسلک اور خارجی فتنہ (حصہ اوّل)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب۔ صفحات: ۶۱۲۔ قیمت (مجلد): ۲۵ روپے۔ پتا: دفتر خدام اہلِ سنت، چکوال، ضلع جہلم۔

جیسا کہ کتاب کے نام سے واضح ہے، یہ کتاب مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب (مصنف ''اظہارِ حقیقت بجوابِ خلافت و ملوکیت'' وصدر شعبۂ دعوت و ارشاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) کے رَدّ میں لکھی گئی ہے۔

اس کی تقریب یہ ہوئی کہ مصنف نے اپنے رسالہ ''دفاعِ صحابہؓ'' میں محمود احمد عباسی (مصنف ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'') کے فتنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا محمد اسحٰق صدیقی صاحب کے بارہ میں لکھا تھا:

''جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ایک اُستاذ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی صدیقی ہیں، جو غالباً اُستاذ ہیں مولوی عظیم الدین صاحب کے۔ محمود احمد عباسی، عظیم الدین اور حکیم فیض عالم وغیرہ مصنّفین نے تو حضرت علی المرتضٰی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے خلاف تیز لہجہ اختیار کیا اور مولانا محمد اسحٰق موصوف تقریباً بات انہی کی کرتے ہیں، لیکن لہجہ کچھ نرم اختیار کرتے ہیں۔ وہ پوری طرح حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلِ سنت کے عقیدہ سے متفق نہیں ہیں، اسی لیے وہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو عارضی اور عبوری خلافت قرار دیتے ہیں، نہ کہ مستقل اور آیتِ تمکین اور آیتِ استخلاف کا مصداق۔''(۱)

اس کے جواب میں مولانا محمد اسحٰق صاحب صدیقی نے ایک چھوٹا سا رسالہ ''جوابِ شافی'' کے نام سے لکھ دیا، گویا زیرِ نظر کتاب ''جوابِ شافی'' کے جواب میں لکھی گئی ہے، جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ

(۱) ص:۵۳

مولانا محمد اِسحٰق سندیلوی صاحب کا تعلق محمود احمد عباسی کے خارجی ٹولہ سے ہے، وہ انہی کے ہم نوا ہیں اور انہی کے نظریات کو اَپنا دِین واِیمان سمجھتے ہیں۔ کتاب میں اِس دعویٰ کے ثبوت میں جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ یہ ہیں:

اَوّلاً:... محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' (جو دورِ جدید میں خارجیت کی بنیاد ہے) کے جواب میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ایک مقالہ شائع ہوا، جس میں آپ نے لکھا کہ ''کتاب کے مضامین مسلک اہلِ سنت والجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں۔

مولانا محمد اِسحٰق صاحب نے ''صدقِ جدید، لکھنؤ'' کی ۱۲ر نومبر ۱۹۵۹ء کی اِشاعت میں عباسی صاحب کی حمایت اور قاری صاحب کے رَدّ میں ایک بیان شائع کیا، جس میں لکھا:

''کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' تو زلزلہ اَفگن ثابت ہوئی۔ اگر شیعہ حضرات اس کی اشاعت سے مضطرب ہیں تو جائے تعجب نہیں، مگر بعض اہلِ سنت کا ان کی ہم نوائی کرنا حیرت انگیز ہے، خصوصاً مہتمم دارالعلوم کا یہ اعلان اور بھی تحیر خیز ہے کہ ''کتاب کے مضامین مسلکِ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف اور جذبات کو مجروح کرنے والے ہیں'' میں نے کتاب اَوّل سے آخر تک دیکھی، اس کا موضوع تاریخی واقعات ہیں نہ کہ مذہبی عقائد۔

ہاں! اگر کوئی شخص ایک عقیدہ قائم کرکے واقعات وحوادث کو اُن کے مطابق بنانا چاہے تو تحقیق کے بعد اس کی سعیٔ لا حاصل کی لذّت ختم ہوجانا بعید اَز قیاس نہیں، اس لیے کہ واقعات کا ہمارے خیال کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ مذہبِ اہلِ سنت والجماعت تو اس طرزِ فکر کی تعلیم نہیں دیتا۔ اس سے کتاب کے مضامین کا تضاد بالکل خلافِ عقل ہے۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یزید قتلِ حسینؓ کے جرم کا مرتکب ہی نہیں ہوا تو اس کی مذمت یا اس سے عداوت ونفرت کے لیے کیا وجہِ جواز ہوسکتی ہے؟ یہ ذہنیت بالکل ناقابلِ فہم ہے کہ واقعہ خواہ کچھ ہو، مگر ہم تو یزید کو بہرحال مجرم ہی سمجھیں گے، گویا اسے مجرم سمجھنا کوئی مخصوص عقیدہ ہے، جس پر قائم رہنا اور اس کے خلاف تاریخی شہادتوں کو رَدّ کردینا عین واجب ہے۔ مذہبِ اہلِ سنت والجماعت تو ہرگز اس طرزِ فکر کو جائز قرار نہیں دیتا۔ اس تاریخی مسئلہ کو کتاب میں پیش کیا گیا ہے تو غریب مصنف نے کیا جرم کیا ہے؟ اور مسلکِ اہلِ سنت والجماعت کی کون سی مخالفت کی ہے؟''

مصنف لکھتے ہیں:

''اس عبارت سے محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' کی مکمل حمایت ثابت ہوتی ہے۔

باقی رہا یہ کہ عباسی صاحب کی کتاب مذہبِ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف نہیں ہے! تو یہ سندیلوی صاحب کی صریح غلط بیانی ہے، کیونکہ اس کتاب میں صرف یہ نہیں کہ یزید کو صالح اور متقی قرار دیا گیا ہے، بلکہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی صریح تنقیص و توہین کی گئی ہے۔''(۱)

ثانیاً:... عباسی تحریک کے لٹریچر میں مولانا محمد اسحق صاحب صدیقی کا نام محمود احمد عباسی صاحب کے شاگردوں میں درج کیا گیا ہے، چنانچہ محمود احمد عباسی صاحب کے سب سے زیادہ فیض یافتہ شاگرد کراچی کے عزیز احمد صاحب صدیقی ہیں، ان کی تصانیف ''مکتبہ جاء الحق کراچی'' سے شائع ہوتی ہیں، ان کے ایک رسالہ ''قرآن اور مسلمان'' ص:۱۵ میں ''شکرانۂ توفیق'' کے تحت لکھا ہے:

''اللہ عز وجل کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے پاکستان میں محمود احمد عباسی کو ۷۰/۸۰ سال کی عمر میں تاریخِ اسلام کے چہرہ سے گندگی و گرد و غبار دُور کرنے اور معصیت کے داغ دھبے دُور کرنے کی توفیق بخشی۔

موصوف نے پندرہ سال کے عرصہ میں نہ صرف ''خلافتِ معاویہؓ و یزید''، ''تحقیقِ مزید''، ''حقیقت سیّد و سادات''، ''حقیقتِ خلافت و ملوکیت''، ''مقتلِ حسینؓ'' اور ''اُمّ ہانیؓ'' جیسی ایمان افروز تخلیقات پیش کیں، بلکہ اپنے شاگردوں کا بڑا حلقہ تیار کردیا، جس نے تحقیق و تردید سبائیت و باطنیت کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیا، جن میں حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

۱:... عزیز احمد صدیقی، ۲:... محمد سلطان نظامی لاہور، ۳:... ابو یزید بٹ لاہور، تالیفات: رُشید ین بن رشید وغیرہ، ۴:... حکیم فیض عالم صدیقی جہلم، ۵:... ایم جے آغا مؤلف ''خدا پرستی سے انسان پرستی تک'' وغیرہ، ۶:... مولوی محمد اسحق صدیقی ندوی کراچی، مؤلف ''اظہارِ حقیقت بجوابِ خلافت و ملوکیت'' (۲ جلد)، ''اسلامی ذہن'' وغیرہ، ۷:... ثناء الحق صدیقی کراچی، ۸:... مولوی عظیم الدین صدیقی، تالیفات: علی مرتضیٰؓ، حادثہ کربلا، امیر المؤمنین یزید، وغیرہ۔''

مصنف اس عبارت کو نقل کرکے اس پر حسبِ ذیل تبصرہ کرتے ہیں:

''جب کراچی سے شائع شدہ کتابوں میں محمود احمد عباسی صاحب کے تلامذہ میں مولانا محمد اسحق سندیلوی مؤلف ''اظہارِ حقیقت'' کا نام بھی پایا جاتا ہے تو پھر ہم اگر یہ سمجھیں کہ مولانا بھی اس گروہ کے ایک فرد ہیں تو مولانا کو زیادہ چیں بہ جبیں نہیں ہونا چاہیے۔''(۲)

ثالثاً:... محمود احمد عباسی صاحب کی خارجی پارٹی کے ایک رُکن مولوی عظیم الدین صاحب مؤلف

''حیاتِ سیّدنا یزید'' ہیں۔موصوف کا ایک کتابچہ''حادثہ کربلا'' کے نام سے ہے، جولغویات کا پشتارہ ہے اور جس کے صفحہ:۱۵ پر یہ دادِ تحقیق دی گئی ہے کہ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن وغیرہ تو حضرت حسینؓ کی حفاظت کرنے والے تھے اور آپ کو قتل کرنے والے کوئی نہیں جو سرکاری لشکر میں تھے، بلکہ آپ کو اُن ساٹھ کوفیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے قافلہ میں شریک تھے۔

اس کتابچہ میں مولوی عظیم الدین صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر بجائے ''رضؓ'' ہر جگہ ''رح'' کی علامت لکھی ہے، کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صحابی نہیں تسلیم کرتے۔

اور اس کتابچہ کے صفحہ:٦ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں حالات نے اسلامی غزوات وفتوحات کے بجائے خانہ جنگی اور طوائف الملو کی کا رُخ اختیار کرلیا، چنانچہ جمل، صفین اور نہروان نامی تین خطرناک اور اہلِ اسلام کے لیے تباہ کن جنگیں ہوئیں، جن میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان ایک دُوسرے کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ہی گروہ کے عبدالرحمٰن بن ملجم نامی برادر کشی سے تنگ آئے ہوئے ایک شخص کے قاتلانہ حملہ سے شہید ہوگئے۔''

مولانا محمد اسحٰق صاحب اس کتابچہ''حادثہ کربلا'' کے مذکورہ بالا مضامین کی تحسین وتقریظ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''مولانا ابوالحسن محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ''حادثہ کربلا'' میں نے دیکھا، ماشاء اللہ! بہت مفید اور نافع ہے۔اہلِ سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی دروغ بافیوں نے جو طلسم تیار کیا ہے، وہ شکست ہو۔''

مولوی عظیم الدین صاحب: عباسی صاحب کی تحریک کے رُکنِ رکین ہیں اور مولانا محمد اسحٰق صاحب ان کی کتاب کی تصدیق وتقریظ فرماتے ہیں۔اس سے مصنف یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ دونوں کے نظریات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور:

''یزیدیت کے مسئلہ پر نظریاتی طور پر تو مولوی عظیم الدین کو مولانا سندیلوی کا شاگرد کہا جاسکتا ہے، البتہ یہ جدا اَمر ہے کہ شاگرد اُستاذ سے بڑھ جائے۔''(۱)

رابعاً:...محمود احمد عباسی صاحب اور ان کے شاگردوں نے ملک میں خارجیت وناصبیت کا طوفان برپا کر رکھا ہے اور خود کراچی سے شائع ہونے والے کتابچوں پر یہ الفاظ نمایاں طور پر لکھے جارہے ہیں:

(۱) ص:۵۸ تا ۶۳

''ناصبی بھائیوں اور ٹھیٹ مسلمانوں کے مطالعہ کے لیے۔''

لیکن مولانا محمد اسحٰق صاحب اس ناصبی وخارجی ٹولہ کے وجود ہی سے اِنکار فرما رہے ہیں، چنانچہ ''اِظہارِ حقیقت'' جلد اوّل، ص: ۲۰ پر لکھتے ہیں:

''اگر اس سے نواصب وخوارج مراد ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے ان کا کوئی وجود پاکستان وہندوستان میں نہیں ہے، نہ آج تک ان ملکوں میں ایسی کتاب کا نام سنا گیا ہے، جس میں ناصبیت وخارجیت کی ترجمانی کی گئی ہے۔''

اور مولانا موصوف اپنے ایک مکتوب بنام حافظ عبدالوحید صاحب حنفی (چکوال) محررہ کیم رجب المرجب ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۲/جولائی ۱۹۷۵ء میں لکھتے ہیں:

''مزید یہ کہ عباسی تحریک نامی کسی چیز کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں، سرپرستی کا کیا سوال؟ جو قابلِ اعتراض چیزیں ان کے یہاں پائی جاتی ہیں، وہ ان کے ذاتی خیالات تھے، جن کا تعدیہ قلیل بمنزلہ معدوم ہوا، اور ان کے انتقال کے بعد تو وہ کالمعدوم بھی معدوم ہوگیا۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جن کے یہاں اس سے بھی زیادہ قابلِ اعتراض افکار پائے جاتے ہیں، مگر وہ خوردرو ہیں، عباسی صاحب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔''

مولانا کی عبارت نقل کرکے مصنف دریافت کرتے ہیں کہ:

''مولانا کی اس پردہ داری کو جھوٹ اور تقیہ کا نام دیا جائے، یا غفلت وناواقفیت کا؟ اور یہ کہ جو شخص کراچی میں رہتے ہوئے کراچی کے ناصبی لٹریچر اور اس کے مصنفین سے بھی ناواقف ہو، وہ حضرت علی وحضرت معاویہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ویزید کے واقعات سے کیونکر واقف ہوسکتا ہے؟ اور یہ کہ جن کو مولانا ''خوردرو مصنفین'' فرمارہے ہیں، کیا محمود احمد عباسی سے ان کا کوئی تعلق نہیں؟ اور یہ کہ کیا یہ لوگ بھی مولانا کے نزدیک ناصبی اور خارجی نہیں؟ اگر یہ ناصبی وخارجی ہیں تو مولانا کیسے فرماتے ہیں کہ ''پاک وہند میں ناصبیت وخارجیت کا کوئی وجود نہیں''؟ اور اگر یہ لوگ مولانا کے نزدیک ناصبی وخارجی نہیں تو فرمائیے کہ ان کا شمار کس فرقہ میں کیا جائے؟''(۱)

اس ضمن میں مصنف نے محمود احمد عباسی اور ان کی تحریک کے علمبرداروں (عزیر احمد صدیقی، نذیر احمد شاکر، ابویزید بٹ، حکیم فیض عالم صدیقی، مولوی عظیم الدین اور ڈاکٹر احمد حسین کمال) کے چند ہفوات نقل کیے ہیں۔ آخر میں ''مولانا سندیلوی غور فرمائیں!'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

(۱) ص: ۶۵ ومابعد۔

''گزشتہ صفحات میں محمود احمد عباسی اور اُن کی تحریک کے چند مصنفین کی تحریرات بطورِ نمونہ پیش کردی ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور ان کی عظیم دینی شخصیت کو بڑی بے باکی سے مجروح کرتے ہیں، اس سلسلہ میں وہ قصداً علمی خیانت اور کذب بیانی کرتے ہیں، اُن کے ہتھکنڈے وہی ہیں جو روافض کے ہیں۔ عباسی تحریک کے لٹریچر کے مطالعہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ تحریک بھی سبائی تحریک ہی کی دُوسری شاخ ہے۔ رافضیت اور خارجیت ایک ہی سبائی تحریک کے دو راستے ہیں۔

بعض لوگ شیعیت کی شرانگیزی کے ردِّ عمل میں اس تحریک کے لٹریچر سے متأثر ہوتے ہیں، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عباسی تحریک شیعوں کے خلاف ہے، حالانکہ یہ تحریک مذہبِ اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہے، بلکہ اِسلام کے عقیدہ (خلافتِ) راشدہ کے خلاف ہے۔ اس تحریک کی بنیاد اِنکارِ حدیث ہے، اپنے مشن کے تحت ہی یہ لوگ حدیث کو قبول یا مسترد کرتے ہیں، قرآن کی بھی من مانی تفسیر وتشریح کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی، مودودی صاحب کے اَفکار ونظریات کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں کہ اگر اس سے مراد نواصب وخوارج ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے، ان کا کوئی وجود پاکستان وہندوستان میں نہیں۔''(۱)

خامساً:... مولانا بعض افکار ونظریات میں عباسی صاحب کے ہم نوا ہیں، مثلاً:

''۱:... دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے استصوابِ عام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

۲:... دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ''عبوری خلافت'' قرار دیتے ہیں۔

۳:... دونوں حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلافات میں حضرت علیؓ کی سیاسی غلطی کے قائل ہیں، مگر حضرت معاویہؓ کی طرف سیاسی غلطی کی نسبت نہیں کرتے۔

۴:... دونوں یزید کے حامی ہیں اور اسے صالح اور خلیفہ عادل قرار دیتے ہیں۔

۵:... دونوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو غلط کہتے ہیں اور اس پر تنقید کرتے ہیں۔

۶:... دونوں اُمہات المؤمنین کے حق میں اِفراط کرتے ہوئے ہوئے ان کے لیے صلوٰۃ وسلام کے الفاظ لکھتے ہیں، لیکن حضرت علی وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے صلاۃ وسلام یا علیہ السلام نہیں لکھتے۔''(۲)

(۱) اظہارِ حقیقت، جلد اوّل ص:۲۱۔ خارجی فتنہ ص:۱۴۴ اور مابعد۔
(۲) خارجی فتنہ ص:۱۵۳ تا ۱۵۵

سادساً:...مولانا کے ایک مصاحب جناب طاہر کی ہیں، موصوف کا ایک رسالہ ''حقیقی اہلِ بیتِ رسول'' کے نام سے شائع ہوا، جس میں یہ تحقیق فرمائی گئی کہ ''دُرود شریف میں آلِ محمد سے مراد ازواجِ مطہرات ہیں، کیونکہ فرشتوں نے جو درود بھیجا تھا وہ حضرت ابراہیم کی کسی صاحب زادی یا نواسوں پر نہیں بھیجا تھا، اسی طرح ان کی تقلید میں اور انہی کے الفاظ میں ہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر درود بھیجتے ہیں۔''(۱)

مصنف اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیعوں نے اہل بیت کا مصداق صرف حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو قرار دیا ہے اور ازواجِ مطہرات (اُمہات المومنین) کو اہل بیت سے خارج کر دیا -العیاذ باللہ- لیکن تعجب تو یہ ہے کہ شیعوں کے غلو کے مقابلہ میں غلو سے کام لے کر طاہر کی صاحب نے نماز کے درود شریف کے الفاظ میں ''آلِ محمد'' سے مراد ازواجِ مطہرات لے کر باقی سب کو حتیٰ کہ صحابہ کرام کو خارج کر دیا۔''

اور اس کتابچہ پر مولانا محمد اسحٰق صاحب ان الفاظ میں تقریظ فرماتے ہیں:

''جناب مولانا طاہر کی کتاب ''حقیقی اہلِ بیتِ رسول'' دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ سبائی دُشمنانِ صحابہ کے پروپیگنڈے کے اثر سے لفظ "اهـل البيت" کے مفہوم و مصداق سمجھنے میں غلطی اور گمراہی پیدا ہو گئی ہے، اس کے ازالہ اور صحیح راستہ یعنی مسلکِ اہلِ سنت کو واضح کرنے کے لیے اس زمانہ میں رسالہ بے نظیر ہے۔ مولانا نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلکِ اہلِ سنت کو خوب واضح کیا ہے۔ بلاشبہ یہ دین کی بہت قیمتی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ جناب مصنف کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتاب کو قبول و مقبول فرما کر ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین!''(۲)

مصنف دریافت کرتے ہیں کہ:

''طاہر صاحب اور مولانا سندیلوی (جو طاہر صاحب کے مؤید ہیں) ''آلِ محمد'' اور "اهل البيت" کا معنی ایک قرار دے کر نماز کے درود میں ''آلِ محمد'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات لے رہے ہیں۔ یہ جہالت ہے یا تلبیس؟ کیا قرآنِ مجید میں کہیں آل بمعنی اَزواج مستعمل ہے؟''(۳)

(۱) خارجی فتنہ، ص:۱۶۴ (۲) ص:۳

(۳) ص:۱۶۶

اِسی کتابچہ میں جناب طاہر مکی صاحب ''آل'' کے حقیقی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کسی شخص کی حقیقی ''آل'' اس کی بیوی ہوتی ہے، ہاں! مجازی طور پر ہم قبیلہ، ہم قوم بلکہ تمام ماننے والوں کو بھی آل کہہ دیا جاتا ہے۔''(۱)

اور مولانا محمد اِسحٰق صاحب اس کی تصدیق وتقریظ فرماتے ہیں، جب کہ طبری کی ایک روایت (جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ ہم آلِ رسول ہیں) کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اَوّل تو آل کے معنی اولاد کے نہیں ہیں، بلکہ کسی شخص کی آل میں ہر وہ فرد داخل ہوتا ہے جو اس کا معاون ہو اور اس سے کوئی خاص ربط رکھتا ہو یا اس کے تابع ہو، اس میں اولاد اور غیر اولاد سب داخل ہیں۔ اس معنی میں۔ جو لفظ آل کے حقیقی معنی ہیں۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی آلِ رسول ہیں، پھر اس پر غصہ کے کیا معنی؟ آل کے معنی اولاد کے ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں کیسے داخل ہو گئے؟ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کلام حضرت علیؓ کا نہیں۔''(۲)

مصنف لکھتے ہیں:

''یہاں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آلِ رسول سے نکالنے کے لیے مولانا سندیلوی نے آل کے حقیقی معنی بیان کر دیے (اور یہی آل کے حقیقی معنی ہیں)۔ لیکن جب نماز کے درود شریف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کو خارج کرنا مقصود تھا تو طاہر مکی صاحب نے آل کے حقیقی معنی بیوی کے کر دیے اور مولانا نے اس کی تصدیق فرما دی۔

گویا کہ مولانا موصوف کے نزدیک حسبِ موقع آل کا حقیقی معنی بدل جاتا ہے۔ یہ تحقیق وتدقیق ہے یا تعصب وتخریب؟ سندیلوی صاحب کی یہ تضاد بیانی کس مقصد کے لیے ہے؟ یہ نتیجہ ہے علمائے حق اور سلف صالحین کی تحقیقات پر عدمِ اِعتماد کا!''(۳)

''دفاعِ صحابہؓ'' میں مصنف نے مولانا محمد اِسحٰق صاحب صدیقی پر ایک اِلزام یہ عائد کیا تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو عارضی وعبوری قرار دیتے ہیں نہ کہ مستقل اور آیتِ تمکین وآیتِ اِستخلاف کا مصداق..... ''جوابِ شافی'' میں مولانا نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

''اظہارِ حقیقت'' کی جو عبارت قاضی صاحب نے نقل کی ہے، بار بار پڑھنے پر بھی کسی 'عارضی

---

(۱) حاشیہ، ص: ۲۷

(۲) اظہارِ حقیقت، جلد دوم، حاشیہ، ص: ۲۳۰

(۳) ص: ۱۶۸

وعبوری'' کے الفاظ نہ ملیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے غیر مستقل ہونے کا بھی کوئی تذکرہ اس میں نہیں مل سکتا، اسی طرح اس مضمون کا نام ونشان بھی نہ ملے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت آیتِ استخلاف وآیتِ تمکین کی مصداق نہ تھی۔ یہ مضامین قاضی صاحب نے اپنی طرف سے وضع فرما کر میری طرف منسوب فرمادیے۔ موصوف کی اس جسارت پر حیرت ہے کہ ان غلط اِلزامات کے ثبوت میں ایسی عبارت پیش کی، جس میں ان میں سے کسی کا سرے سے وجود ہی نہیں۔''(۱)

اس کے جواب میں مصنف مولانا موصوف کی آٹھ عبارتیں (جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جائز وصحیح مگر ہنگامی، عارضی، عبوری اور غیر مستقل کہا گیا ہے) نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اب مولانا سندیلوی ہی بتائیں کہ میں نے آپ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عبوری، عارضی اور غیر مستقل ہونے کا قول غلط طور پر منسوب کیا تھا یا آپ نے اپنی کتاب میں خود یہ الفاظ لکھے ہیں؟ اگر مندرجہ عبارتیں آپ ہی کی ہیں تو پھر آپ نے ان کا انکار کرکے اِعترافِ حق کیا ہے یا کذب بیانی اور تقیہ کا اِرتکاب کیا ہے؟ ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث اور اپنی جماعت کے ''اِمامِ اہلِ سنت'' کی کیا یہی شانِ صدق وتحقیق ہونی چاہیے؟ عبرت... عبرت... عبرت...''(۲)

مصنف کو مولانا محمد اِسحاق صاحب سے ایک شکایت یہ ہے کہ ''مشاجرات'' کی بحث میں وہ صحیح توازن برقرار نہیں رکھ سکے، جو اہلِ سنت کا طرۂ اِمتیاز ہے۔ اس ضمن میں مصنف نے اِمام احمد بن حنبل، اِمام عبدالقاہر بغدادی، حافظ ابنِ حزم اندلسی، اِمام غزالی، اِمام قرطبی، قاضی ابوبکر بن العربی، شاہ عبدالقادر جیلانی، اِمام نووی، اِمام برہان الدین مرغینانی (صاحبِ ہدایہ)، حافظ اِبنِ تیمیہ، حافظ اِبنِ حجر عسقلانی، شیخ اِبنِ ہمام، حافظ اِبنِ کثیر، شیخ اِبنِ حجر مکی، شیخ علی القاری، اِمامِ ربانی مجدّدِ الفِ ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ اِسمٰعیل شہید، علامہ فرہاروی (صاحبِ نبراس) وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے حوالوں سے اہلِ سنت کا مسلک واضح کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱:... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان حق و باطل کا اختلاف نہیں تھا بلکہ صواب وخطا کا اختلاف تھا، اور یہ کہ اکابر کے کلام میں کہیں حق وباطل کا لفظ استعمال ہوا ہو تو اس کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔

۲:... ان مشاجرات میں ہر فریق نیک نیت اور رضائے اِلٰہی کا طالب تھا۔ چونکہ یہ تمام اکابر مجتہد تھے، اس لیے ہر ایک نے اپنے اِجتہاد پر عمل کیا، اس لیے ان میں سے کسی پر بھی طعن وملامت روا نہیں، بلکہ جن

(۱) جواب شافی ص:۹۔ خارجی فتنہ ص:۲۰۸
(۲) ص:۲۱۱

حضرات سے اِجتہادی خطا سرزد ہوئی وہ بھی عنداللہ اَجر وثواب کے مستحق ہیں۔

۳:...ان محاربات میں حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب تھا اور ان کے مخالفین خطا پر تھے، اور ان کی یہ خطا بھی موجبِ اجر ہے۔

۴:...صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ان مناقشات ومحاربات کو بلاضرورت بیان کرنا بھی روا نہیں۔ "ولا نذکرھم الا بخیر!" لیکن ضرورت کے موقع پر خطائے اِجتہادی کو بیان کرنا بے ادبی وگستاخی نہیں، بشرطیکہ اَندازِ بیان گستاخانہ وبے باکانہ نہ ہو۔

یہاں مصنف کی نقل کردہ عبارتوں میں سے اِمامِ ربانی مجدّدِ الفِ ثانی رحمہ اللہ کے دو اِقتباس نقل کردینا مناسب ہے۔ "مکتوبات" کے دفتر دوم، مکتوب:۳۶ میں روافض وخوارج کے اِفراط وتفریط اور اہلِ سنت کے اِعتدال کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"......لیکن جمہور اہلِ سنت بدلیلے کہ برایشاں ظاہر شدہ باشد برانند کہ حقیقت حق در جانب امیرؓ بودہ ومخالف او راہ خطا پیمودہ، لیکن این خطائے اجتہادی است از ملامت وطعن دور است واز طعن وتشنیع پاک ومبرا۔"

ترجمہ: "......لیکن جمہور اہلِ سنت اس دلیل کی بنا پر- جو ان پر ظاہر ہوتی ہے- اس پر ہیں کہ حضرت امیر (علی مرتضیٰؓ) حق پر تھے، اور آپ کے مخالف غلط راہ پر چلے، لیکن یہ چونکہ اِجتہادی خطا ہے، اس لیے ملامت اور طعن سے دُور ہے، اور تشنیع وتحقیر سے پاک ومبرا ہے۔"(۱)

اور دفترِ اَوّل کے مکتوب نمبر:۲۶۶ میں اہلِ سنت کے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"......ناچار ہمہ را دوست میداریم بدوستی پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات، واز بُغض وایذائے ایشاں گریزاں کہ آں بغض وایذا منجر بآں سرور شود، لیکن محق رامحق گوئیم ومخطی رامخطی۔ حضرت امیرؓ برحق بودند ومخالفان ایشاں برخطا۔ زیادہ بریں فضولیست۔"

ترجمہ: "......ناچار تمام صحابہؓ کو ہم دوست رکھتے ہیں بوجہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کے، اور ان کے بغض وایذا سے بھاگتے ہیں، کیونکہ صحابہ کرامؓ کا بغض وایذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، لیکن حق والے کو حق پر کہتے ہیں، اور خطا والے کو خطا پر۔ (ان جھگڑوں میں) حضرت امیر (علیؓ) حق پر تھے اور آپؓ کے مخالفین خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔"(۲)

اس کے برعکس مولانا محمد اسحٰق صاحب ان محاربات ومنازعات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خطائے

(۱) خارجی فتنہ، ص:۲۰۷ (۲) خارجی فتنہ، ص:۳۰۹

اِجتہادی کے قائل ہیں، مگر ان کے مخالفین کی طرف خطائے اِجتہادی کی نسبت کو بھی برداشت نہیں کرتے۔

مصنف لکھتے ہیں:

''سندیلوی صاحب مشاجراتِ صحابہؓ کے بارہ میں دعویٰ تو غیر جانب داری کا کرتے ہیں، لیکن جب وہ میدانِ بحث میں اُترتے ہیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے باکانہ تنقید کرکے آپ کی خلافتِ موعودہ کو مجروح کرنا اپنا حقِ تحقیق سمجھتے ہیں، جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف داری کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے، چنانچہ حسبِ ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیں:

۱:...''واقعات پر نظر کرنے سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں حضرت معاویہؓ اقرب الی الحق تھے۔''(۱)

۲:...''حالات کی خصوصیت نے اُن کی رائے کو اور بھی وزنی اور اُن کی دلیل کو مزید قوی بنادیا تھا۔''(۲)

۳:...''یہ موقف تھا حضرت معاویہؓ کا، وہ نہ تو حضرت علیؓ کی اِطاعت سے کلیتاً منحرف تھے، نہ اُن کی خلافت کے منکر، وہ صرف اپنی معزولی کے مسئلہ میں اُن کی اِطاعت واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اور ان کی یہ رائے آئینِ اِسلام کی ایک مدلل اور مبرہن تشریح پر مبنی تھی۔''(۳)

۴:...''حضرت علیؓ کی رائے صحیح ضرور تھی مگر حضرت معاویہؓ کی رائے اصح یعنی نسبتاً زیادہ صحیح تھی۔''(۴)

مصنف نے اس سلسلہ میں مولانا کی سولہ عبارتیں - جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے موقف کی تنقیص یا مرجوحیت کا پہلو نکلتا ہے - نقل کرکے حسبِ ذیل تبصرہ کیا ہے:

''مودودی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جس انداز سے تنقید کی ہے، اسی انداز میں سندیلوی صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اپنی مؤرّخانہ تنقید کا نشتر چلاتے ہیں۔ سندیلوی صاحب کے ان تنقیدی شہ پاروں کے مطالعہ کے بعد کوئی صاحبِ فہم و انصاف شخص یہ رائے نہیں دے سکتا کہ یہ وہی حضرت علیؓ ہیں، جن کو وہ قرآنی پیش گوئی کا خلیفۂ راشد تسلیم کرتے ہیں.....''(۵)

مصنف کو مولانا سے ایک شکایت یہ ہے کہ جہاں مولانا کے نظریات اکابر اہلِ سنت کے ارشادات سے ٹکراتے ہیں، وہاں بجائے اس کے کہ مولانا اپنے نظریات کی اصلاح فرمائیں، اُلٹا ان اکابر پر جرح وتنقید کرڈالتے ہیں۔ مثلاً: مودودی صاحب نے اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا تھا کہ: اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کے لیے اَحق نہ تھا۔ اس پر مودودی صاحب کو مخاطب کرتے

(۱) ص:۴۴۵ (۲) ص:۱۷۷ (۳) ص:۱۷۸

(۴) اظہارِ حقیقت، ص:۲۰۲۔ خارجی فتنہ، ص:۳۹۹ (۵) ص:۴۰۶

ہوئے فرماتے ہیں:

''جنابِ والا! امامِ ممدوح تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ ان کا قول اس دور کی آرا کا ترجمان کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس کا اثر اس دور کی اُمت پر کیسے پڑ سکتا ہے؟''(۱)

مصنف صفحہ: ۵۷۱ پر ''مودودی وسندیلوی مماثلت'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

''گو مولانا سندیلوی؛ مودودی صاحب کے سخت خلاف ہیں (اور ہونا چاہیے)، لیکن علمی وتحقیقی پندار اور بعض پہلوؤں سے اکابرِ سلف کی تحقیق سے اعتماد اُٹھانے میں دونوں میں مماثلت پائی جاتی ہے، مثلاً: مودودی صاحب نے لکھا ہے:

''الف:... میری رائے صرف اس لیے کیوں لازماً مرجوح ہے کہ میں خلف ہوں اور سلف کے ہر بزرگ کی رائے صرف اس وجہ سے کیوں راجح ہے کہ وہ سلف ہیں؟''(۲)

اور مولانا محمد اسحٰق صاحب حافظ ابنِ عبدالبرؒ پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ حضرات جو قدامت ہی کو عظمت کی دلیل سمجھتے ہیں، میری اس تحریر پر ضرور چیں بہ جبیں ہوں گے۔''(۳)

ب:... اپنی تحقیق کو صحیح قرار دیتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''ان روایات سے نتیجہ اخذ کرنے کا جس طرح حافظ ابنِ کثیر وامثالہم کو حق ہے، اسی طرح ہمیں بھی حق ہے۔ اس بارہ میں انہیں ہم پر کوئی امتیاز وترجیح حاصل نہیں، اس لیے ان کی رائے کو بطورِ حجت نہیں پیش کیا جائے گا۔''(۴)

ج:... متأخرین فقہاء ومتکلمین کی تحقیق کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم نے متأخرین کی اس غلط رَوِش کو چھوڑ کر تحقیق کا صحیح راستہ اختیار کیا ہے۔''(۵)

د:... ''مسئلہ ذرا دقیق ہے اور جو زاویۂ نظر میں پیش کر رہا (ہوں) وہ جدید ہے، اس لیے قدرے تفصیل کی احتیاج ہے، جو درج ذیل ہے۔''(۶)

(۱) اظہارِ حقیقت، حاشیہ، ص: ۴۲۱۔ خارجی فتنہ، ص: ۵۶۴

(۲) رسائل ومسائل، ص: ۵۶۰، جلد دوم، ۱۹۵۷ء

(۳) اظہارِ حقیقت، جلد اوّل، ص: ۱۱۴

(۴) اظہارِ حقیقت، ج: ۲، ص: ۲۴۶

(۵) اظہارِ حقیقت، جلد دوم، ص: ۱۷۱

(۶) ایضاً، ص: ۱۷۲

اس ضمن میں مصنف نے مودودی صاحب کے بارہ میں مولانا محمد اسحٰق صاحب کا یہ دِلچسپ فقرہ نقل کیا ہے:

''جب تک اسلاف پر اس طرح طنز وتعریض کر کے ان میں کوئی نقص نہ نکالا جائے، اس وقت تک ''شانِ تجدید'' کیسے ظاہر ہوسکتی ہے؟ اور جماعت کے افراد میں یہ خیال کیسے پھیل سکتا ہے کہ چودہ سو سال کی مدّت میں اِسلام کو پورے طریقہ سے صرف مودودی صاحب نے ہی سمجھا ہے؟''(۱)

اس پر مصنف لکھتے ہیں:

''لیکن مودودی صاحب کی جس خودساختہ تجدید کی یہاں نشان دہی فرمارہے ہیں، خود مولانا سندیلوی بھی اس میں مبتلا ہیں۔ وہ بھی اپنے افکار ونظریات کو صحیح منوانے کے لیے میدان صاف کررہے ہیں اور ان بڑی بڑی علمی شخصیتوں کی تحقیق سے اعتماد اُٹھانا چاہتے ہیں، جو ان کی ریسرچ اور تحقیق میں حائل ہیں۔'' (اس کے بعد مولانا کی متعدد عبارتیں نقل کی ہیں، جن میں اکابر کے اِرشادات پر جرح کی گئی ہے۔)(۲)

کتاب کے شروع میں ''عرضِ حال'' کے تحت مصنف لکھتے ہیں:

''سندیلوی صاحب نے گو اَپنی کتاب ''اِظہارِ حقیقت بجوابِ خلافت وملوکیت'' ابوالاعلیٰ مودودی صاحب بانیٔ جماعتِ اِسلامی کے رَدّ میں لکھی ہے، لیکن کتاب کے مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اس میں بہ نسبت مودودیت کے سنیت کا رَدّ زیادہ ہے۔ چنانچہ حسبِ ذیل عبارتیں اس اَمر کی واضح دلیل ہیں....(یہاں بھی مولانا کی وہ عبارتیں درج کی گئی ہیں جن میں اہلِ سنت اکابر سے بے اعتمادی کا اظہار کیا گیا ہے۔)''(۳)

اور صفحہ:۱۷۷ پر ''اکابر کی کفش برداری'' کے زیرِ عنوان مصنف لکھتے ہیں:

''دِفاعِ صحابہؓ'' میں بندہ نے لکھا تھا کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی یزید کو صالح وعادل مانتے ہیں، حالانکہ حضرات اکابر مجدّد الفِ ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی اور اِمامِ اہلِ سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی...رحمہم اللہ تعالیٰ... وغیرہ یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں، تو اس کے جواب میں سندیلوی صاحب فرماتے ہیں:

---

(۱) اظہارِ حقیقت، جلد اوّل، ص:۳۵

(۲) ص:۱۷۷، ومابعد۔

(۳) ص ۱۳

''ان بزرگوں کے ساتھ محبت وعقیدت کو میں اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں اور ان کی ''کفش برداری'' میسر ہونے کو باعثِ عزّت، لیکن باوجود اس کے ان کی ہر رائے کی اتباع ضروری نہیں سمجھتا اور اِختلافِ رائے کو جائز تصوّر کرتا ہوں، چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ میں ان حضرات کی رائے صحیح نہیں سمجھتا..... یہ بزرگانِ اُمت مخلص اور حق پسند تھے، اگر تحقیق فرماتے تو وہی کہتے جو میں کہتا ہوں۔''(۱)

سندیلوی صاحب کو کون سمجھائے کہ آپ ''کفش بردار'' نہیں بلکہ ''کفش مار'' ہیں۔ آپ کو اَنانیت (میں) نے خراب کیا ہے۔ حضرات اکابر نے یزید کے متعلق بھی پوری تحقیق سے اپنا مسلک متعین کیا ہے اور جمہور اہلِ سنت کا بھی یہی مسلک ہے کہ یزید فاسق تھا۔

سندیلوی صاحب تنقیدی جوش سے اتنے مغلوب ہوگئے کہ اکابر خلف وسلف سے گزر کر خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئے اور اہلِ سنت والجماعت کے اس متفق علیہ مسلک کے باوجود کہ (از رُوئے حدیث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنگِ صفّین میں بہ نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقرب الی الحق تھے) انہوں نے یہ نظریہ قائم کرلیا کہ جنگِ صفّین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہ نسبت حضرت علی المرتضیٰؓ کے اقرب الی الحق تھے۔''(۲)

بعض اکابرِ اہلِ سنت کی عبارتوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ''باغی'' اور ''جائر'' وغیرہ الفاظ آئے ہیں، جن کی بنا پر مولانا نے ان اکابر کو ''گستاخی وبے ادبی'' کے ساتھ مطعون کیا ہے، مصنف نے ان اکابر کی مراد بھی واضح کردی ہے۔ لکھتے ہیں:

''مودودی صاحب جنگِ صفّین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقتاً باطل پر سمجھتے ہیں، اور سندیلوی صاحب اور عباسی صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اِجتہادی خطا کے بھی قائل نہیں، لیکن اہلِ حق اس اِفراط وتفریط کے خلاف اعتدال پر قائم ہیں، اور اکابرِ اہلِ سنت میں سے جن بزرگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ''باطل'' یا ''جائر'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو ان کی مراد اس سے صورتاً ہے نہ کہ حقیقتاً۔ ان کے نزدیک بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد صحابی ہیں، البتہ اس جنگ وقتال میں اُن سے اجتہادی غلطی کا صدور ہوگیا ہے، اور اجتہادی خطا کی نسبت کرنے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص وتوہین لازم نہیں آتی۔''(۳)

مصنف نے مولانا محمد اِسحٰق صاحب کی متعدد تضاد بیانیوں کی بھی نشان دہی کی ہے، ایک طرف وہ تسلیم

(۱) جواب شافی ص:۱۶ (۲) ص:۱۹
(۳) ص:۲۱

کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت؛ قرآنِ کریم کی آیتِ استخلاف وآیتِ تمکین کے تحت قرآنِ کریم کی موعودہ خلافت ہے، دُوسری طرح وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اقرب الی الحق تھے، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

''حضرت علیؓ کو بعد خلفائے ثلاثہ؛ افضل اُمت سمجھنا بعد کی بات ہے، اگر یہ بھی ثابت ہوجائے تو افضل سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ''اَحق بالخلافت'' بھی سمجھا جائے۔

اگر دوبارہ انتخاب ہوجاتا اور آزادانہ رائے دہی کا سب کو موقع ملتا تو باہمی اختلاف بھی ختم ہوجاتا، ان کی خلافت زیادہ مستحکم ہوجاتی اور مسلمانوں کی اتنی خوں ریزی نہ ہوتی۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز منظور کیوں نہ فرمائی؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر دوبارہ انتخاب ہوتا اور آزادانہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کامیابی اور ناکامی کے اِمکانات برابر تھے۔''(۱)

مصنف ان عبارتوں کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

''یہ حضرت علیؓ کے متعلق سندیلوی صاحب کا تبصرہ ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حسبِ آیتِ استخلاف وآیتِ تمکین؛ اللہ کے وعدہ کے مطابق دی ہوئی خلافت راشدہ بھی مانتے ہیں۔''(۲)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکمین کے فیصلہ کے مطابق معزول ہوجانے کا مشورہ دیتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''غور فرمایئے کہ بالفرض حکمین نے کتاب وسنت پر نظر کیے بغیر اپنی رائے سے یہ فیصلہ کردیا تھا کہ حضرت علیؓ خلافت سے معزول ہوجائیں تو بھی اس فیصلہ کی پابندی کرنا حسبِ معاہدہ حضرت علیؓ پر واجب تھا، کیونکہ اس فیصلہ کے جواز میں تو کلام کی گنجائش ہی نہیں۔ ہم یہ بھی مان لیں کہ یہ کسی آیت یا سنت سے ثابت نہیں، مگر آیت یا حدیث کے خلاف بھی تو نہیں۔ حضرت علیؓ کی خلافت منصوص تو نہ تھی کہ انہیں معزول کرنا جائز نہ رہا ہو۔''(۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں کہ: ''حضرت علیؓ کی خلافت منصوص تو نہ تھی'' لیکن حضرت صدیقِ اکبرؓ کی خلافت کو منصوص قرار دیتے ہیں، چنانچہ مصنف نے مولانا کے ایک غیرمطبوعہ مضمون کا حوالہ دیا ہے، جس میں مولانا نے ثابت کیا ہے کہ آیتِ استخلاف کے تحت حضرت صدیق

(۱) اظہارِ حقیقت، ص:۳۲۲

(۲) ص:۴۰۰

(۳) اظہارِ حقیقت، ج:۲، ص:۳۸۱۔ خارجی فتنہ، ص:۴۰۴

اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کتاب اللہ میں منصوص ہے۔ اس پر مصنف لکھتے ہیں:

''اگر آیتِ استخلاف و آیتِ تمکین نص ہیں تو چاروں خلفاء کے لیے ہیں، اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ نص نہیں تو باقی تین خلفائے راشدینؓ کے لیے بھی نہیں ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ خود تو آیتِ استخلاف کو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے نص قرار دیتے ہیں، لیکن جب میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے لیے آیتِ تمکین کا نص ہونا لکھا تو اس کی تردید کر دی۔

کیا سندیلوی صاحب کے اس طرزِ عمل سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ان کے دِل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کچھ ہے؟ وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے کہ اہلِ سنت والجماعت اس بات سے واقف ہو جائیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت قرآن کی منصوص خلافتِ موعودہ ہے اور آپ کا انتخاب بھی مثل حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے مرضیٔ الٰہی تھا، اور آپ کے منتخب خلیفہ ہونے اور منصوص خلیفہ ہونے میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور جو خارجی گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتخابِ خلافت کو اب بھی چیلنج کر رہا ہے، وہ گویا نص قرآنی کو چیلنج کر رہا ہے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مولانا سندیلوی نے جو اپنی زیرِ بحث کتاب ''اظہارِ حقیقت'' (جلد دوم) میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے انتخاب کو عارضی، عبوری اور غیر مستقل ثابت کرنے میں بیسیوں اوراق سیاہ کیے ہیں، یہ سب نص قرآنی کے تقاضے کے خلاف ہیں۔

میرا یہ لکھنا بالکل صحیح ہے کہ مولانا سندیلوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو آیتِ تمکین کا مصداق نہیں قرار دیتے، کیونکہ اگر وہ اس کا مصداق قرار دیتے تو آیتِ تمکین کے نص ہونے کی تردید نہ کرتے۔ اب یا تو ''اظہارِ حقیقت'' کی تردید کریں یا اس غیر مطبوعہ مضمون کی۔ واللہ الهادی!''(۱)

مولانا کے تضاد کی ایک اور مثال مصنف نے یہ دی ہے کہ مودودی صاحب کے ایک نظریہ کی تردید کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

''آیت تو شوریٰ یعنی مشورہ کی تعلیم دے رہی ہے نہ کہ انتخاب (الیکشن) یا استصوابِ رائے عامہ کی، آیت سے انتخاب (الیکشن) پر استدلال عجیب و غریب ہے جو بالکل نا قابلِ فہم ہے۔''(۲)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید میں مولانا فرماتے ہیں:

---

(۱) ص: ۲۲۹-۲۳۰

(۲) اظہارِ حقیقت، ج: ۱، ص: ۱۳۵

''حضرت معاویہؓ کی رائے یہ تھی کہ بدلے ہوئے حالات میں حقِ انتخاب کا معیار بھی بدل گیا، اب نصبِ خلیفہ کے حق کو بدری اصحاب یا مہاجرین وانصار تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیشِ نظر سورۃ الشوریٰ کی یہ آیت تھی: "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" (۱) (ان کے (صحابہ کے) کام باہمی مشورے سے انجام پاتے ہیں)۔ یہ آیت عام اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شامل ہے، اس لیے اَمرِ خلافت - جو بہت اہم ہے - سب کے مشورے سے انجام پانا چاہیے اور مہاجرین وانصار کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کو بھی شریکِ مشورہ کرنا چاہیے۔ اس سے صحابہ کے لیے حقِ رائے دہی ثابت ہوتا ہے۔'' (۲)

مولانا کی دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد مصنف لکھتے ہیں:

''غور فرمایئے! مودودی صاحب کے جواب میں تو محقق سندیلوی فرمارہے ہیں کہ: ''آیت تو شوریٰ یعنی مشورہ کی تعلیم دے رہی ہے نہ کہ انتخاب (الیکشن) یا استصوابِ رائے عامہ کی۔ آیت سے انتخاب پر استدلال عجیب وغریب استدلال ہے، جو بالکل نا قابلِ فہم ہے۔''

لیکن جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کی بات آگئی تو سندیلوی صاحب اسی آیتِ شوریٰ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وکالت میں استصوابِ رائے عامہ کے لیے بطورِ دلیل (نقل) فرمارہے ہیں، گویا کہ جو استدلال پہلے نا قابلِ فہم تھا، اب قابلِ فہم اور لازمی ہوگیا! ع

جو چاہے آپ کی ''عقل'' کرشمہ ساز کرے۔'' (۳)

اس طرح کتاب میں موقع بہ موقع مولانا کی تضاد بیانیوں کی بیسیوں مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے جناب مصنف کے مباحث کا خلاصہ اور ان کی تنقیدات کا نمونہ قارئین کے سامنے ہے۔ بنیادی طور پر دو مسئلے مصنف کا اصل ہدف ہیں:

اَوّل:... یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے، اُن کی خلافت قرآنِ کریم کی موعودہ خلافت ہے اور اس کا انکار یا اس کی تنقیص خلافتِ راشدہ کا انکار یا اس کی تنقیص ہے۔

دوم:... یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں جو مشاجرات ومحاربات رُونما ہوئے، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے، جو حضرات ان کے خلاف صف آرا ہوئے، وہ خطا پر تھے، مگر یہ سب حضرات

(۱) الشوریٰ: ۳۸

(۲) اظہارِ حقیقت، جلد دوم، ص: ۲۱۵

(۳) ص: ۲۲۳

نیک نیت تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کے لیے کیا، اس لیے وہ اپنی اس اجتہادی خطا پر بھی عنداللہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں، ان پر طعن و تشنیع روا نہیں۔

بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہلِ حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہلِ حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے، اسی طرح خوارج و نواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے۔ اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہلِ حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہٗ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہلِ حق کی طرف سے یہ فرضِ کفایہ انجام دیا ہے!

جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ناروا حملے کرتے ہیں اور آپؓ کی توہین و تنقیص کے درپے رہتے ہیں، وہ درحقیقت ان خوارج کے جانشین ہیں جن کے بارہ میں لسانِ نبوت سے "**یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة**"(۱) کی پیش گوئی کی گئی تھی اور جن کے بارہ میں فرمایا گیا کہ "**لان ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد**" یہ خارجیت دراصل رافضیت و سبائیت ہی کی ایک شاخ ہے، جس کا مقصد اکابرِ اُمت کے خلاف زہر اُگلنا ہے، مگر ہمارے دور میں یہ ٹولہ تردیدِ سبائیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے، اس لیے بہت سے نوجوان طلبہ بھی ان سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کی ہفوات کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں، اس لیے شدید ضرورت تھی کہ ان مسائل میں اہلِ حق کے عقیدہ کی وضاحت کر دی جاتی۔ جناب مصنف بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ:

> "عباسیت و یزیدیت کے اثرات دیوبندی حلقوں میں سرایت کر رہے ہیں، بہت کم علماء رہ گئے ہیں جن کا مقصد تحفظِ مسلک ہے، دینی مدارس میں بھی عقیدۂ خلافتِ راشدہ زیرِ بحث نہیں آتا، اکابر محققین کی تحقیق پر اعتماد نہیں رہا، اور ہمارے مدارس کے بعض طلبہ اہلِ زیغ والحاد کے لٹریچر سے متاثر ہو جاتے ہیں۔"(۲)

جناب مصنف مدفیضہم کے مقصد سے اتفاق اور زیرِ بحث مسائل میں ان کے موقف کی مکمل تائید کے باوجود ہمیں ان کے اندازِ بیان سے اختلاف رہا ہے۔ ہمارے نزدیک اس فتنہ کی اصلاح و تدارک کی صحیح صورت یہ تھی کہ خوارج و نواصب نے جو شبہات پھیلا رکھے ہیں اور جن کا وہ ہر تقریر و تحریر میں آموختہ دہراتے رہتے ہیں، کسی خاص فرد کو نشانہ بنائے بغیر ان کا جواب دیا جاتا اور ان مسائل میں مثبت انداز میں اہلِ حق کا

(۱) متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح، ص: ۳۰۷، ط: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

(۲) ص: ۲۸

مسلک پیش کر دیا جاتا۔ اس صورت میں کتاب زیادہ ضخیم بھی نہ ہوتی اور مناظرانہ ردّ وکد اور غیر ضروری مباحث سے بھی پاک ہوتی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اپنے لیے "زادِ سقر" تیار کرنا چاہتا تو ہماری بلا سے...!

"لیهلک من هلک عن بیّنة ویحیٰی من حیّ عن بیّنة."

اور اگر جناب مصنف کی نظر میں مولانا محمد اسحٰق صاحب صدیقی کی کچھ تحریریں یا ان کے افکار ونظریات مسلکِ اہلِ حق کے خلاف ہیں اور ان کی اصلاح ضروری ہے، تو اس کی بہترین صورت یہ تھی کہ مولانا کو ذاتی طور پر ان کی طرف توجہ دِلائی جاتی اور ان سے التماس کی جاتی کہ وہ ان کی اصلاح فرمائیں۔ مولانا محمد اسحٰق صاحب حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے سلسلہ کے شیخ طریقت ہیں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اُسوۂ حسنہ ان کے سامنے ہے کہ حضرتؒ نے اپنی غلطیوں کی اِصلاح کے لیے "ترجیح الراجح" کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اور اہلِ علم میں سے کوئی شخص کسی فروگزاشت یا تسامح پر مطلع کرتا تو اپنی غلطی سمجھ آجانے کے بعد حضرتؒ اس سے رُجوع کا اعلان فرمادیتے تھے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ رشید حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی قدس سرہٗ کے بارہ میں، میں نے حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ سے سنا ہے کہ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی صاحبؒ آخری زمانہ میں فرماتے تھے (جس کا مفہوم یہ تھا کہ):

"میرے پہلے زمانہ کی تصانیف میں کچھ تسامحات اور غلطیاں رہ گئی ہیں، افسوس کہ میں نظرِ ثانی نہیں کرسکتا، کاش! کہ آپ (حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ) جیسے دوچار علماء میری کتابیں پڑھ کر میری غلطیوں کی نشان دہی کردیتے تو میں ان سے رُجوع کا اعلان کردیتا اور اُن کی اِصلاح کرلیتا۔"

حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب کے تدین وتقویٰ کے پیشِ نظر ان سے یہی توقع تھی کہ اگر حق پرست اہلِ علم ان کو ان کے تسامحات اور فروگزاشتوں کی طرف توجہ دِلاتے تو وہ اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اُسوۂ حسنہ کو پھر سے تازہ کرتے اور اپنی ان عبارتوں کی مناسب اِصلاح فرمادیتے۔

اہلِ علم کا دُوسرے اہلِ علم پر ردّ کرنا، یا ان کے نظریات کا تعاقب کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ اِمام مالک رحمہ اللہ کے بقول: "کل منّا رادّ ومردود علیه الّا صاحب هذا القبر صلی الله علیه وسلم" ہم حضرات صوفیاء کے شطحیات اور اہلِ علم کے تفردات وسطحیات کو لائقِ اِقتدا نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب زِیدمجدہم کے بعض تفردات سے ہمیں بھی اِختلاف ہے اور ان کی جن عبارتوں کی حضرت قاضی صاحب نے نشان دہی کی ہے، انہیں لائقِ اِصلاح سمجھتے ہیں، لیکن ان کے علم وفضل، زُہد وتقویٰ اور شرف وعظمت کے بارہ میں ہمارے دِل میں کبھی وسوسہ بھی پیدا نہیں ہوا۔

حضرت قاضی صاحب تو ان کی برابر کی سطح کے بزرگ ہیں، وہ ان پر تنقید کرنے کا حق رکھتے ہیں، مگر راقم الحروف جیسے لوگ ان کی خاکِ پا کو بھی نہیں پہنچتے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ہم جن اکابر کے حوالہ سے بات کہتے ہیں، خود مولانا کو بھی اعتراف ہوگا کہ وہ اپنے علم وفضل کی بلندیوں کے باوصف ان اکابر کی گردِ پا کے برابر بھی نہیں۔ ان اکابر کے مسلک سے ہٹ کر خود روی وخود رائی اختیار کرنے سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! اور مدّت العمر اپنے اکابر اور جمہور اہلِ سنت کے نقشِ قدم پر جینے اور اسی پر مرنے کی اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ کسی نئے نظریہ کی اختراع یا شاذ اقوال کی اتباع کبھی اُمت کے حق میں خیر وبرکت کی موجب نہیں ہوئی، ان چیزوں سے ہر مؤمن کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

حضرت قاضی صاحب نے مولانا پر جو تنقیدات کی ہیں، اگرچہ ان کا لب ولہجہ بہت ہی تیز وتند ہے، لیکن مولانا کی عظمت وبلندی اور ان کی بے نفسی وللّٰہیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس "داروئے تلخ" کو "نسخۂ شفا" سمجھتے ہوئے نوش کریں گے۔

"شفا بایدت داروئے تلخ نوش کن"

"اظہارِ حقیقت" میں مولانا محترم نے کیسی عمدہ بات فرمائی ہے:

"الحمدللہ! کہ ان سطور کا راقم زُمرۂ اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہے، اسی پر جینا اور اسی پر مرنا اس کی سب سے بڑی خواہش ہے اور اسی پر استقامت کو اپنے لیے وسیلۂ نجات سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کا پختہ عقیدہ ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) کی خلافت صحیح خلافت تھی اور بے شک وہ خلیفہ برحق ہیں۔ یہ بھی میرا عقیدہ ہے کہ مربیٔ اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ تربیت نے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے قلب کو حبِ دُنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ سے بھی پاک کر دیا تھا، چہ جائیکہ حضرت علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) جن کا شمار اکابر صحابہ میں ہے، اور وہ اس گروہ کی افضل ترین جماعت میں شامل ہیں۔"(۱)

ظاہر ہے کہ جب حضرت محترم مسلکِ اہلِ حق پر جینے اور مرنے کا عہد کرتے ہیں تو اگر ان کی کوئی عبارت ان کے عہد کے خلاف ہو تو اس کی اصلاح ناگزیر ہوگی۔ نیز جس طرح ان کا قلم روافض (خذلھم اللّٰہ) کے خلاف شمشیرِ براں ہے، اسی طرح نواصب وخوارج (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یا تو انکار کرتے ہیں یا ان کی توہین وتنقیص اور بے وقعتی کرتے ہیں) کے خلاف بھی اسی شدّت وقوت سے چلنا

(۱) ج:۲،ص:۱۸

چاہیے۔ اہلِ سنت کو جس طرح روافض سے نفرت ہے، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تنقیص کرنے والے ''مارقین'' سے بھی نفرت ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہلِ حق کے موقف و مسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے، بلکہ یہی ہمارا عقیدہ و ایمان ہے۔ اور خود حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب نے بھی منقولہ بالا اقتباس میں اس کو اپنا عقیدہ و ایمان بتایا ہے۔ لیکن موصوف نے حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب کے خلاف جس درشتی و تندی کا اظہار کیا ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اب اگر مولانا محترم اس شدت سے قطع نظر کر کے اصلاح طلب اُمور کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں تو یہ ان کی للّٰہیت و بے نفسی کا کمال ہوگا، اور اگر وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیں تو قلم ان کے ہاتھ میں بھی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سبائیت و خارجیت کے طفیل میں اہلِ سنت کے دو بڑے بزرگوں کے درمیان ایک اور ''جنگِ صفین'' برپا ہوگی، دُشمنانِ صحابہؓ (خواہ وہ رافضی ہوں یا خارجی و ناصبی) خوش ہوں گے، اور ان بزرگوں کے نیازمند غنیؔ کا یہ شعر پڑھ کر ماتم کریں گے۔

غنی روز سیاہ ماہِ کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

''خارجی فتنہ'' میں مصنف نے مولانا لعل شاہ بخاری (خطیب مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ) کی ضخیم کتاب ''حضرت معاویہؓ و اِستخلافِ یزید بجواب تحقیق مزید علیٰ خلافتِ معاویہؓ و یزید'' پر بھی تنقید کی ہے۔

راقم الحروف کو شاہ صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ کا شرف حاصل نہیں ہوا، ''خارجی فتنہ'' کے مطالعہ سے اس کا تعارف ہوا ہے۔ حضرت قاضی صاحب لکھتے ہیں:

> ''اِستخلافِ یزید سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری صاحب موصوف کا مطالعہ وسیع ہے، متعدّد کتابوں کے انبار لگا دیے ہیں، لیکن وہ بھی راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے بعد ناواقف قاری کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ حسنِ ظن نہیں رہتا جو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً حسبِ ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں:
>
> ا:... ''جمہور اہلِ سنت کا دُوسرا قول'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے، یعنی خطا ان کی عنادی تھی اور دورِ خلافت میں وہ ملکِ جائر تھے۔''(۱)
>
> ''.....شاہ صاحب نے گو آخر میں اہلِ سنت کے دونوں قولوں کے مابین تطبیق دے کر یہ وضاحت کر دی

(۱) خارجی فتنہ ص:۱۸۰

کہ: انہوں نے باطل کا قصد نہیں کیا بلکہ حق کا قصد کر کے اِجتہاد کیا مگر حق کو نہ پاسکے.... الخ۔"
لیکن اس کے باوجود یہ بھی لکھ دیا کہ:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جمہور اہلِ سنت کی مذکورۃ الصدر آرا دورِ خلافتِ علی (رضی اللہ عنہ) میں ان کے خروج وقتال کے سلسلہ میں تھیں، لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبردار ہوگئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہوگئی تو ان کی بغاوت ختم ہوگئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہوگئی، ازاں بعد ان کی طرف فسق وفجور اور ظلم وتعدی کی نسبت کرنا ظلم وتعدی ہے۔"(۱)

"یہ بھی عجیب بات ہے! جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اِختلاف کو (خواہ وہ جنگ وقتال کی صورت میں ہوا) اِجتہادی قرار دے دیا تو پھر یہ کہنا کیونکر دُرست ہوسکتا ہے کہ صلح کے بعد عدالت برقرار ہوگئی، الخ...؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی عادل تھے کیونکہ مجتہد تھے، اور مجتہد کو غیر عادل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔"(۲)

۲:... یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہوچکے تھے، کچھ صحابہ اثارۃِ فتنہ اور تفریقِ اُمت کے اندیشہ سے خاموش ہوگئے، بعض کی آواز سفکِ دماء اور خوں ریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی، کچھ رؤسا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے، اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کردی گئی، اور بعض کو حرص وآز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول وعرض میں رواں دواں اور اِستحکامِ ولایتِ یزید کے لیے کوشاں تھے، مناصب وعہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں، ان کی سعیٔ نامشکور بالآخر بارآور ہوتی ہے اور یزید جس کے ہاتھوں اُمت کی تباہی مقدر ہوچکی تھی، پوری اُمت پر مسلط کر دیا جاتا ہے، الخ۔"(۳)

اس پر مصنف لکھتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ کے متعلق اتنی بات صحیح ہے کہ اثارۃِ فتنہ اور تفریقِ اُمت کے اندیشہ سے یزید کی خلافت قبول کرلی، لیکن اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے جو تبصرہ کیا ہے، اگر اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہی کے افراد ہیں تو یہ اہلِ سنت کا عقیدہ نہیں، شیعیت کی راہ یہیں سے کھلتی ہے.....۔"(۴)

(۱) ص:۱۹۱ (۲) ص:۴۲۶ (۳) اِستخلافِ یزید، ص:۳۱۶
(۴) خارجی فتنہ، ص:۴۳۹

۳:...عدالت صحابہؓ کی بحث میں لکھتے ہیں:

''اگر بالفرض سارے صحابہ عادل نہ بھی ہوتے جب بھی دین کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت میں کوئی شگاف پیدا نہیں ہوا، تو سارے صحابہ کے عادل نہ ہونے سے کیوں دین کی عمارت پیوندِ خاک ہو جاتی؟ جب کہ دین کا مدار روایات پر ہے اور تسلیم کرلیا گیا ہے کہ روایتِ حدیث کے بارہ میں سبھی صحابہؓ عادل ہیں۔'' (۱)

قاضی صاحب نے کافی تفصیل سے اس نظریہ کی تغلیط کی ہے جو اصل کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بہرحال! شاہ صاحب کی کتاب کا اندازہ کرنے کے لیے یہی تین اقتباسات کافی ہیں۔ **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب!**

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ)

یزید کی شخصیت؛ اہلِ سنت کی نظر میں

حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہم۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ اہلِ سنت و جماعت، ۳۸۶- قاسم آباد، لیاقت آباد، کراچی۔

حامیانِ یزید کی جانب سے یزید کے فضائل ومناقب پر مشتمل ایک بارہ نکاتی اِستفتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی کے دارالافتاء میں بھیجا گیا تھا، ان بارہ نکات میں الفاظ کے اُلٹ پھیر کے ساتھ قریباً وہی مغالطے درج کیے گئے تھے، جن سے جناب محمود احمد عباسی اور ان کے مقلدین کی کتابیں مزین ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ اس اِستفتاء کا مفصل و مدلل جواب ہے، جس میں سوال کے ایک ایک نکتہ کا احادیث شریفہ اور اکابرِ اہلِ سنت کے اِرشادات کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے، اور ان تمام مغالطوں کو رَفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو حامیانِ یزید کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

خارجیت کا جدید ایڈیشن؛ حامیانِ یزید کی شکل میں

جناب محمد عثمان الوری۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی نمبر۳۔

(۱) استخلافِ یزید، ص: ۴۵۔ خارجی فتنہ، ص: ۴۳۰

محمود احمد عباسی کی تحریک کے نتیجہ میں ایک طبقہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین کا مرتکب ہے اور اس نقطۂ نظر کو باقاعدہ ایک تحریک کی شکل میں چلایا جارہا ہے، جس کی قیادت اکثر و بیشتر ملحد قسم کے لوگ کر رہے ہیں۔ یہ دراصل خارجیت کے جدید احیا کی شکل ہے۔

زیرِ نظر کتابچہ میں فاضل مؤلف نے واضح کیا ہے کہ یزید کے بارہ میں اہلِ سنت کا اصل نقطۂ نظر کیا ہے؟ اس فتنہ کے تدارک کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۸ھ)

''محمود احمد عباسی'' اپنے عقائد و نظریات کے آئینہ میں

علی مطہر نقوی۔ صفحات: ۱۷۶۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: ادارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، اے ۲۱۹، بلاک سی، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

مولانا مودودی کی کتاب ''خلافت و ملوکیت'' اور جناب محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' دو متوازی کتابیں ہیں۔ اوّل الذکر میں رافضیت اور مؤخر الذکر میں ناصبیت کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اہلِ سنت کے عقیدہ سے نہ وہ ہم آہنگ ہے، نہ یہ! عباسی صاحب کی تلبیسات کا تجزیہ تو متعدد اہلِ علم اور اہلِ قلم کر چکے ہیں، لیکن زیرِ تبصرہ کتاب اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس کے ذریعہ عباسی ذہنیت کا پس منظر اور اُس کے اُفکار و نظریات پہلی بار منظر عام پر آئے ہیں، جن سے یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ اُن کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ و یزید'' کی تالیف کے اصل محرکات کیا تھے؟

کتاب کی دُوسری خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف نے اپنی طرف سے بہت کم لکھا ہے، اُنہوں نے مختلف لوگوں کے مضامین سلیقہ سے مرتب کر کے ایک گلدستہ تیار کر دیا ہے۔ تمہیدی نگارشات کے بعد کتاب چار حصوں میں منقسم ہے:-

پہلا حصہ تأثرات و انکشافات کا ہے، جو ایسے حضرات کے ذاتی مشاہدات و تأثرات پر مشتمل ہے، جنہوں نے عباسی صاحب کو قریب سے دیکھا اور نجی محفلوں میں اُن کے اُفکار و خیالات کو خود عباسی صاحب کی زبان سے سنا۔ اس باب کو پڑھنے کے بعد قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ عباسی صاحب لادینی نظریات کے حامل تھے، اُنہیں شیعوں سے کوئی ضد و کد نہ تھی، اور ''در مدحِ یزید گوید'' کا شغل ''حبِ معاویہؓ'' کی وجہ سے نہیں، بلکہ ''بغضِ علیؓ'' کی وجہ سے فرماتے تھے۔

دُوسرے حصہ کا عنوان ہے: ''عباسی صاحب؛ اپنے عقیدت مندوں کی نظر میں'' اس میں مولانا محمد اِسحٰق صاحب ندوی کا وہ مضمون درج ہے جو عباسی صاحب کی کتاب کی پُر زور حمایت میں ''صدقِ جدید'' لکھنؤ میں شائع ہوا تھا، نیز عزیز احمد صدیقی کی کتاب سے ''عقیدت مندانِ محمود احمد عباسی کی فہرست'' نقل کی گئی ہے، اور عظیم الدین صاحب کا وہ خصوصی مقالہ درج ہے جو ''مجلس حضرت عثمان غنیؓ، کورنگی'' نے ''مجدّدِ تاریخ، شیخ الاسلام، علامہ محمود احمد عباسی'' کے عنوان سے شائع کیا۔

تیسرے حصہ میں عباسی صاحب کی کتاب پر علمی مجلات کے تبصرے ہیں، جن میں عباسی صاحب کی ''تاریخی تحقیق'' کی بخیہ دری کی گئی ہے۔

چوتھا حصہ ''مضامینِ اکابرؒ'' کا ہے، جس میں ان مسائل کے بارہ میں اہلِ سنت کا عقیدہ واضح کیا گیا ہے، جن کو عباسی صاحب نے گڑبڑ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ مضامین زیادہ تر امام اہلِ سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کے ہیں، دو اُن کے صاحب زادہ مولانا عبدالمؤمن صاحب کے اور ایک حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا۔

ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب محمود احمد عباسی کی تحریکِ ناصبیت کو سمجھنے کے لیے کلید کا کام دے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

حسینؓ اور یزید

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)۔ صفحات: ۴۹۰۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ قادریہ، غلہ منڈی، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

حضرت مؤلف راقم الحروف کے ہم نام وہم وطن ہیں، مگر طبقہ میں متقدم! موصوف کی زیرِ نظر کتاب محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہؓ ویزید'' کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ جس کی تقریب یہ ہوئی کہ عباسی صاحب کے ایک عزیز ٹوبہ میں تھے، عباسی صاحب کی کتاب شائع ہوئی تو اُس سے بہت متاثر ہوئے اور اُنہوں نے کتاب میں درج شدہ نظریات کی تبلیغ شروع کردی، اس طرح ایک چھوٹے سے شہر میں عباسی اَفکار گرماگرم بحث کا موضوع بن گئے۔ اِسی ضرورت کی بنا پر جناب مؤلف کو عباسی صاحب کے خیالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ کتاب میں نہایت متانت وسنجیدگی سے عباسی نظریات کی تردید کی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

رافضیت

تائیدِ مذہبِ اہلِ سنت (فارسی، اُردو)

تصنیف: اِمامِ ربانی حضرت مجددؒ الفِ ثانیؒ۔ ترجمہ ومقدمہ: مولانا محبوب الٰہی مجددی۔
صفحات: ۱۵۰۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: اِدارہ سعدیہ مجددیہ، ۷- بیڈن روڈ، لاہور۔

زیرِ نظر رسالہ مجموعی رسائلِ مجددیہ کا چھٹا سلسلہ ہے، جو حضرت مجددؒ نے ایک خراسانی رافضی کے رَدّ میں لکھا۔ وجۂ تالیف کے بعد شیعہ کے مختلف فرقوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے خراسانی کے دلائل کا شافی اور مسکت جواب دیا ہے۔ ضمناً حضرات صحابہؓ بالخصوص حضرات خلفائے اربعہؓ کے مناقب وفضائل، مسئلہ خلافت، افضلیتِ صدیقِ اکبرؓ اور مسئلہ تقیہ وغیرہ زیرِ بحث آتے گئے، آخر میں فضائلِ اہلِ بیت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روایات ذکر فرمائی گئی ہیں۔ حرمتِ صحابہؓ کے سلسلہ میں حضرت مجددؒ نے اِمام ابوزرعہ رازیؒ کا حسب ذیل قول نقل کیا، جسے مسلکِ حق کا مختصر متن کہنا چاہیے:

"اذا رایت الرجل ینقص احدًا من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فاعلم انہ زندیق! وذلک لأنّ القرآن حقٌّ والرّسول حقٌّ وما جآء بہ حقٌّ، وما ادّیٰ الینا ذلک کلّہ الّا الصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم، فمن جرحھم انّما اراد ابطال الکتاب والسُّنّۃ فیکون الجرح بہ الصق ویحکم علیہ بالزّندقۃ والضّلالۃ والکذب والعناد، وھو الأقوم الأحق."

"جس شخص کو تم دیکھو کہ اصحابِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی ایک کی بھی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اور یہ اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول برحق ہیں اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے، وہ سب برحق ہے اور وہ سب کا سب صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہم تک پہنچایا ہے، پس جو شخص صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی کرتا ہے، اس کا مقصد کتاب وسنت کا اِبطال ہے، پس اس کی

جرح وتنقید خود اسی پر چسپاں ہوگی اور اس پر زندیق، کاذب اور معاند ہونے کا حکم کیا جائے گا، اور یہ فیصلہ صحیح تر اور دُرست تر ہوگا۔''

فاضل مرتب مولانا محبوب الٰہی صاحب نے تصحیح وترجمہ کے بعد اصل فارسی متن اور اس کے اُردو ترجمہ کو الگ الگ شائع کیا ہے، اصل رسالہ میں جہاں حضرت مجددؒ نے عربی عبارتیں درج کی تھیں، ان کا فارسی ترجمہ بھی کردیا ہے، اُردو ایڈیشن کے شروع میں ایک مبسوط اور فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے، جس میں حضرت مجددؒ کے تجدیدی کارنامے اور اکبری وجہانگیری دور کے ماحول پر روشنی ڈالی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۰ھ)

رَدِّ روافض

اِمامِ ربانی مجددّ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: مکتبہ مدینہ، بادشاہی روڈ، مسجد اقصیٰ، کراچی نمبر۳۔

حضرت اِمامِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے موضوع پر معروف اور جامع رسالہ، جس کا ترجمہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب (سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد) کے قلم سے ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ)

اِزالۃ الخفاء (مترجم جلد چہارم)

تصنیف: حجۃ الاسلام اِمام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ۔ ترجمہ: مولانا اِشتیاق اَحمد دیوبندی۔ صفحات: ۵۴۴۔ قیمت (مجلد): ۷۵ روپے۔ پتا: قدیمی کتب خانہ، بالمقابل آرام باغ، کراچی۔

''ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء'' اِمام الہند حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی وہ شہرۂ آفاق تالیف ہے جس کی نظیر پورے اِسلامی کتب خانہ میں نہیں اور جو وہبی وربانی علوم کا بحرِ زخار ہے۔

کئی سال سے ''نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی'' نے نہایت ہی اہتمام سے ''اِزالۃ الخفاء'' کو مع اُردو ترجمہ کے شائع کرنا شروع کیا تھا، ایک کالم میں فارسی متن اور دُوسرے کالم میں اُردو ترجمہ؛ اس طرح

یہ ضخیم کتاب چار جلدوں میں تقسیم ہوئی، جس کی آخری جلد پیش نظر ہے۔ پہلی جلد کا ترجمہ امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی قدس سرہٗ کا تھا اور باقی تین جلدوں کا ترجمہ جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی کے قلم سے ہے۔

ناشر نے ''قارئینِ ازالۃ الخفاء کے لیے خوش خبری'' کے عنوان سے یہ اَہم مگر خوش آئند اِنکشاف کیا ہے کہ ''ازالۃ الخفاء'' کا فارسی متن سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں منشی جمال الدین صاحب مدارالمہام ریاست بھوپال نے حضرت مولانا محمد اَحسن نانوتویؒ کی تصحیح کے ساتھ شائع کیا تھا، اور خاتمۃ الطبع میں مولانا نانوتویؒ نے تحریر فرمایا تھا کہ ''ازالۃ الخفاء'' کا مقصد اَوّل کا آخری حصہ نہیں مل سکا۔ اس طرح کتاب ناقص رہ گئی۔ ناشر نے لکھا ہے:

''گویا تقریباً سو سال سے ''ازالۃ الخفاء'' (فارسی) کے تمام مطبوعہ نسخوں اور اس کے تراجم میں یہ حصہ ناتمام چلا آتا تھا، بفضلہ تعالیٰ! اس کتاب کے ناشر کو عرصۂ دراز سے شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف سے گہرا شغف رہا ہے، خدا کا شکر ہے کہ مطالعہ کے دوران راقم کو یہ گم شدہ حصہ شاہ صاحب کی تصانیف میں پورا کا پورا مل گیا!

اب ہم اس گم شدہ حصہ کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ کے ''ازالۃ الخفاء'' (جلد دوم) کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ''ازالۃ الخفاء'' (جلد دوم) کا دُوسرا ایڈیشن ملاحظہ فرمایئے، جس کو ''قدیمی کتب خانہ'' بعد نظر ثانی واضافہ شائع کر رہا ہے۔''

ناشر کا یہ اعلان اہلِ علم کے لیے واقعی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۰۴ھ)

اجوبہ اربعین

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$۔ صفحات: ۳۹۶۔ قیمت (مجلد): ۳۶ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ: حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ کے بقول: ''حضرت حق کی صفتِ علم کا مظہرِ اَتم تھے۔'' حضرت قدس سرہٗ نے جن مسائل پر لکھا ہے، اُن پر آپ کی تحریر گویا حرفِ آخر ہے۔ زیرِ نظر کتاب۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے۔ اہلِ تشیع کے چالیس سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے۔ حصہ اَوّل میں ۲۸ سوالوں کے جواب ہیں، جو حضرتؒ نے ایک مجلس میں تحریر

فرمائے تھے۔اور یہ حصہ بیشتر مسئلۂ خلافت سے متعلقہ سوال وجواب پر مشتمل ہے۔حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے علاوہ حضرت کے داماد حضرت مولانا عبداللہ انصاریؒ نے بھی اِن اٹھائیس سوالوں کا جواب تحریر فرمایا تھا، وہ بھی ہر سوال کے ذیل میں شاملِ کتاب ہے۔دُوسرا حصہ- جو بارہ سوالوں کا جواب ہے- دیگر متنازعہ فیہ مباحث وموضوعات پر مشتمل ہے۔حضرت نانوتویؒ کی دقیقہ رسی، نکتہ سنجی، اور حاضر جوابی کسی تعارف وتبصرہ کی محتاج نہیں۔زیرِ نظر کتاب میں قاسمی طرزِ نگارش کی ساری لطافتیں اور رعنایاں جلوہ گر ہیں، البتہ قلم جہاں کہیں حکمتِ قاسمی کی ترجمانی کرتا اور اَحکام کے اَسرار وعلل کا افشا کرتا ہے، وہاں قاسمی پرواز ہم ایسے عامیوں کی حدِ اِدراک سے بالاتر ہوجاتی ہے۔متعہ اور فدک وغیرہ کی بحث میں یہی رنگ نمایاں ہے۔

کتاب کی تحقیق وتعلیق اور تحسین وآرائش میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہٗ کے علاوہ جناب مولانا مہر محمد صاحب، مولانا حافظ مفتی محمد عیسیٰ صاحب، اور مولانا محمد اشرف فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے بھی گراں قدر حصہ لیا ہے۔اور مولانا سواتی نے کتاب پر ایک وقیع مقدمہ رقم فرمایا ہے۔یہ کتاب نہ صرف سنی شیعہ مباحثہ میں بلکہ علم وحکمت کے باب میں ایک وقیع اضافہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

ابو الأئمہ کی تعلیم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔صفحات: ۱۱۰۔قیمت: ۸/۵۰ روپے۔
پتا: اِدارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت، اے ۲۱۹ سی بلاک، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳۔

شیعہ کے ہاں قرآن وحدیث کی کوئی حیثیت نہیں۔کیونکہ ان کے خیال میں ان دونوں کے نقل وضبط میں حضرات صحابہ کرامؓ راوی ہیں اور-نعوذ باللہ- یہ سب حضرات شیعوں کے ہاں نا قابلِ اعتماد بلکہ سوائے چند ایک کے سب کے سب مرتد ہوگئے تھے، اسی لیے وہ بزعمِ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیمات کو اصل شریعت اور قرآن وسنت کا درجہ دیتے ہیں۔نامعلوم! فضائلِ صحابہؓ، خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ کے فضائل کے سلسلہ میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کس قدر متفق ہیں؟

زیرِ نظر رسالہ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اِرشادات کی روشنی میں کتاب وسنت اور کتبِ شیعہ کے حوالہ جات سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خصوصاً حضراتِ شیخینؓ کے مناقب کو اُجاگر کرکے ملتِ شیعہ پر اِتمامِ حجت کرتے ہوئے یہ سمجھانے کی ممکنہ سعی کی گئی ہے کہ اُصولاً شیعوں کو ابوالائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات سے اِنحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

کتاب واقعی اہمیت کی حامل ہے۔ ترتیب کی عمدگی، طرزِ استدلال کے سلجھاؤ اور متانت وسنجیدگی کی بہترین شاہکار ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ)

تنویر الایمان

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔ صفحات: ۱۲۴۔ قیمت: ۱۶ روپے۔ پتا: ادارۂ تحفظ ناموسِ اہلِ بیت، پاکستان، اے ۲۱۹، سی بلاک، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳۔

شیعہ کو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقدس جماعت سے اَزلی بغض وعناد ہے۔ اصل میں روافض کا اس رشکِ ملائک جماعت کو مطعون ومجروح قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ دینِ اسلام کو مسخ وناقابلِ اعتبار کردیا جائے، اس لیے کہ جب یہ جماعت ناقابلِ اعتبار ہوجائے تو قرآن اور معجزاتِ نبویہ اور دینِ اسلام کی ہر چیز مشکوک ہوجائے گی، کیونکہ ان تمام چیزوں کے ناقل، راوی اور چشم دید گواہ یہی صحابہ کرامؓ ہیں، پھر جماعتِ صحابہؓ میں خال المؤمنین، کاتبِ وحی اور رازدارِ نبوت حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو کسی قدر زیادہ ہی عداوت رکھتے ہیں۔

ایک طرف حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے شیعوں کا بغض وعناد پر مبنی ان کے خلاف پروپیگنڈا، اور دُوسری طرف خوارج کی عیاری کے نتیجہ میں جمل وصفین کے معرکہ کو کچھ اس طرح اُچھالا گیا کہ عامی مسلمان بھی اس سے متأثر ہوگئے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنے اور انہیں بُرا کہنے لگے۔

زیرِ نظر کتاب میں نہایت مستند اور محقق انداز سے اس منفی پروپیگنڈے کے تار وپود بکھیرتے ہوئے کاتبِ وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کو بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس کی تقریب کچھ اس طرح ہوئی کہ جب سلطان ہمایوں نے دیکھا کہ عوام شیعوں کے اس پروپیگنڈے سے متأثر ہورہے ہیں تو اُنہوں نے حضرت الشیخ علامہ ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دِفاع اور مناقب وفضائل لکھنے کی درخواست کی۔ اس پر علامہ موصوف نے نہایت محقق ومدلل رسالہ بنام ''تطہیر الجنان واللسان من الخطور والتفوہ بثلب معاویۃ بن ابی سفیان'' تصنیف فرمایا۔

زیرِ نظر کتاب اُسی کا اُردو ترجمہ ہے، جو حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی قدس سرہٗ نے اپنے ماہنامہ ''النجم'' میں قسط وار شائع کیا، جسے بعد میں کتابی صورت میں محفوظ کرلیا گیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

جناب علی مطہر نقوی کو! جنہوں نے اس نایاب علمی ذخیرہ کا فوٹو لے کر عمدہ ٹائٹل اور سفید کاغذ پر طباعت کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اُمید ہے اہلِ ذوق حضرات اس کی پذیرائی کریں گے۔

(ماہنامہ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۰۹ھ)

تحفۂ خلافت مجموعہ تفسیر آیاتِ قرآنی

اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی مجدّدی لکھنوی قدس سرہٗ۔ صفحات: ۸۷۷۔ قیمت: ۱۵۱ روپے۔ پتا: مکتبہ حنفیہ، جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، مدنی محلہ، جہلم۔

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، مولانا موصوف تردیدِ شیعیت کے موضوع پر اَپنے وقت کے مُسلّمہ اِمام تھے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں کمالات سے نوازا تھا، تردیدِ روافض میں مولانا نے جس انداز سے کلامی بحثوں کو نہایت ہی آسان، عام فہم اور شستہ مگر مدلل ومحقق انداز میں پیش فرمایا؛ یہ خاص ان کا اِمتیازی وصف ہے، آپؒ نے روافض کی دسیسہ کاریوں سے جس خوبی سے پردہ اُٹھایا ہے؛ ان کی ماہرانہ بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے اس وقت کے شیعہ''عمائدین'' کے نام نہاد اِعتراضات وشبہات کو چیلنج کرتے ہوئے ایسے مسکت ودندان شکن جواب دیئے کہ پھر کبھی جھوٹے منہ بھی کسی شیعہ مجتہد کو مولانا کا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بحث ومناظرہ، تحقیق وتنقید اور تصنیف وتالیف میں مولانا مجتہدانہ شان وحیثیت کے مالک تھے۔

زیرِ نظر کتاب مولانا کے ان تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو ماہنامہ''النجم'' لکھنؤ میں شائع ہوتے رہے ہیں، جن میں نہایت بسط وتفصیل سے قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کی مستند تفسیر وتشریح کے حوالہ سے اہلِ سنت کے موقف کو مبرہن کرتے ہوئے مخالفینِ قرآن وصحابہؓ کے اَفکار ونظریات کا ایک ایک کرکے جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہیں:

> ''سب سے پہلا (اور فی الواقع بنیادِ دونوں فریقین کے اِختلاف کی) مسئلہ''اِیمان بالقرآن'' ہے تو اس کا بحمداللہ! قطعی فیصلہ ہوچکا ہے اور روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ فریقِ مخالف کا اِیمان قرآن شریف پر نہیں ہے۔ مناسب تو یہی ہے! جب وہ بحث ومباحثہ کی خواہش کریں تو اُن سے یہی کہا جائے کہ جب تمہارا اِیمان قرآنِ کریم پر نہیں تو اِسلامی مسائل میں بحث کرنے کا تم کو کوئی حق نہیں ہے۔''(۱)

(۱) ص:۵۲

اسی نہج پر دُوسرے مسائل جو مختلف فیہ شمار ہوتے ہیں، اُن کے بارہ میں بھی مولانا موصوف کا موقف ہے کہ:

''تمام اہم اختلافی مسائل کا قطعی فیصلہ کن بیان کردیا جائے۔''

اسی غرض سے کتاب کے اندر آیتِ استخلاف، آیتِ مودۃ القربیٰ، آیتِ فئی اطاعت اولی الامر، آیتِ رضوان، آیتِ تمکین، آیتِ میراثِ اَرض، آیتِ حفاظتِ قرآن اور آیتِ تطہیر وغیرہ سے اہلِ سنت کے موقف کو مبرہن کرتے ہوئے روافض کے تمام اعتراضات کا ایک ایک کرکے جواب دیا ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ کا ایک مبسوط مقدمہ ہے، جس میں امامِ اہلِ سنت کے حالاتِ زندگی، علمی کمالات اور خدمات کے علاوہ اہلِ تقیہ کے عقائد کا اِجمالی خاکہ حسنِ سلیقہ سے بیان فرماکر ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔

ماشاء اللہ! کتاب ہر اعتبار سے خوب سے خوب تر ہے۔ اُمید ہے اہلِ علم حضرات اس نادر علمی ذخیرہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۹ھ)

اَفسانۂ تحریفِ قرآن

اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔

پتا: اے ۲۱۹ سی بلاک، شمالی ناظم آباد (حیدری) کراچی۔

اِمامِ اہلِ سنت حضرت العلامہ مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کو اہلِ سنت سے زیادہ شیعہ حلقے جانتے پہچانتے ہیں، کیونکہ ''لکھنؤ'' سے لے کر ''مشہد'' تک کے مجتہدینِ شیعہ کا اُنہوں نے زندگی بھر ناطقہ بند کیے رکھا۔ اُن کا ''النجم'' رفض گڑھ (لکھنؤ) سے طلوع ہوکر کوئی بیس تیس شیعی جرائد کے لیے ''برقِ خرمن سوز'' ثابت ہوا۔

حضرت لکھنویؒ کو شیعہ لٹریچر اور اُن کے اسرار جلی وخفی پر ایسی نظر تھی کہ بے چارے عوام تو کیا! شیعوں کے رئیس المجتہدین کو بھی کیا ہوگی! مولانا کا سب سے زیادہ زور اس پر تھا کہ شیعہ مذہب منکرِ قرآن ہے، قرآنِ کریم پر اُس کا قطعاً ایمان نہیں، نہ ہوسکتا ہے۔ شیعوں کا یہ دعویٰ - اُن کے مذہب کی رُو سے - سراسر بے بنیاد ہے کہ وہ بھی اِسی قرآن کو کلامِ الٰہی سمجھتے ہیں، جو چودہ سو سال سے مسلمانوں کے پاس ہے۔ حضرت مرحوم نے اِس مبحث کو ایسے دلائلِ قاہرہ سے ثابت فرمایا کہ شیعہ علماء دم بخود رہ گئے اور شیعہ مذہب نقابِ تقیہ

سے نکل کر منظرِ عام پر آگیا۔ اِس موضوع پر حضرت مرحوم نے متعدد ضخیم کتابیں لکھیں، شیعوں کے جغادر رہنماؤں کو مناظروں میں لاجواب کیا اور ''النجم'' میں ان کو مخاطب کیا، بالآخر شیعوں کی جانب سے جناب مولوی اعجاز حسن بدایونی کا ایک چھوٹا سا جوابی مضمون ایک شیعی رسالہ ''دُرِّ نجف'' میں شائع ہوا، جو کہنے کو تو جواب تھا، مگر دراصل مولانا مرحوم کے دعویٰ کی تصدیق تھی کہ ہاں! واقعی شیعہ مذہب قرآن کو نہیں مانتا۔ اس کے چند فقرے ملاحظہ ہوں، فرمایا گیا:

''مسٹر ''النجم'' ! تم کس منہ سے قرآنِ موجود کو پورا قرآن بتاتے ہو؟''(۱)

''الغرض پورا قرآن موجود نہیں، نہ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔''(۲)

''اگر یہ قرآن ہے تو اس کے خالق جنابِ عثمان ہیں۔''(۳)

''اَب بتاؤ اصلی قرآن کہاں محفوظ رہا؟''(۴)

''آیات کی بے ڈھنگی ملاحظہ ہو۔''(۵)

''آیتِ تطہیر اَزواجِ نبی کے تذکرہ میں ٹھونس دی گئی ہے۔''(۶)

وغیر ذالک من الخرافات والکفریات۔

''النجم'' نے ''دُرِّ نجف'' کے اِس گندے مضمون کا جواب بھی بڑی متانت وسنجیدگی سے محققانہ اَنداز میں دیا۔

زیرِ نظر رسالہ میں ''دُرِّ نجف'' کا بدایونی مضمون اور ''النجم'' کا جواب جمع کردیے گئے ہیں، اور اس کے علاوہ چند اور مضامین بھی۔ یہ رسالہ شیعہ مذہب کے سمجھنے میں کلید کا کام دے سکتا ہے، ضروری ہے کہ اس کی کماحقہٗ اشاعت کی جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ)

بے نظیر محققانہ مضامین

اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۳ روپے۔
پتا: اِدارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، اے ۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

حضرت العلامہ مولانا عبدالشکور لکھنوی (قدس سرہٗ) کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے

(۱) ص:۳۳ (۲) ص:۳۴ (۳) ص:۴۲
(۴) ص:۵۶ (۵) ایضاً (۶) ص:۴۲

ان کی زبان وقلم سے حفاظتِ سنت اور رَدِّ رفض وبدعت کی عظیم خدمت لی، جس کی بنا پر انہیں ''امام اہلِ سنت'' کا خطاب عطا کیا گیا۔ جب تک ''النجم'' لکھنؤ حضرت کی اِدارت میں جاری رہا، ہندوستان اور ایران کے تمام روافض مل کر بھی اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے۔

زیرِ نظر رسالہ ''النجم'' کے چار مضامین کا مجموعہ ہے جو اِختصار کے باوجود اپنے موضوع پر کافی وشافی ہے، اس کے مندرجات کی اجمالی فہرست کا ذکر یہاں مناسب ہوگا:

۱:... اہلِ سنت کے عقائد قرآنِ کریم اور احادیثِ متواترہ پر مبنی ہیں۔ جب کہ روافض کے چار علماء کے علاوہ باقی سب کے نزدیک موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ شیعوں کا عقیدہ بھی یہی ہے اور ان کی دو ہزار روایاتِ متواترہ بھی اسی پر متفق ہیں۔

۲:... اہلِ سنت کے نزدیک وہ مقدس گروہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ تربیت سے مستفیض ہوا، ثقہ، عادل، پاک باز اور قرآن کی اِصطلاح کے مطابق "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ"[۱] کا مصداق تھا۔ جب کہ روافض کے نزدیک سوائے چار اشخاص کے وہ سب کے سب جھوٹے تھے، اور یہ چار اشخاص بھی -اَز رُوئے تقیہ- انہی جھوٹوں کے ہم نوا رہا کرتے تھے۔

۳:... چونکہ رافضی مذہب کی بنیاد عداوتِ قرآن اور عداوتِ راویانِ قرآن پر ہے، اس لیے کوئی شبہ نہیں کہ یہ کسی دُشمنِ اسلام کی ذہنی اِختراع ہے۔ دبی زبان سے اس کا اِقرار روافض نے بھی کیا ہے۔

۴:... روافض کو اِقرار ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ساری عمر -حتیٰ کہ اپنے دورِ خلافت میں بھی- مذہبِ اہلِ سنت پر عمل کرنا پڑا اور یہی حال دیگر اَئمہ کا رہا۔ جن راویوں سے روافض کا مذہب منقول ہے، اَئمہ اہلِ بیت برملا ان کی تکذیب کیا کرتے تھے اور انہیں مفتری قرار دیتے تھے۔

۵:... یہ راوی ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی متضاد اقوال اَئمہ کی جانب منسوب کیا کرتے تھے، اس لیے آج کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ روافض کے نزدیک صحیح مسئلہ کیا ہے اور کون سا تقیہ پر مبنی ہے؟

۶:... رافضی مذہب میں جھوٹ بولنا اور دینی مسائل میں غلط بیانی کرنا کوئی عیب نہیں، بلکہ اعلیٰ درجہ کا کارِ ثواب ہے، دین کے ۹/۱۰ حصے اسی کذب بیانی میں منحصر ہیں، جو شخص جھوٹ نہ بولے، وہ اَئمہ کی تصریح کے مطابق رافضی دین سے خارج ہے۔

۷:... سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ وارضاہ کو کوفہ بلانے والے روافض تھے، اور انہی لوگوں کی تیغ خوں آشام سے اِمامِ مظلوم شہید ہوئے۔

---

(۱) البینۃ:۸

۸:... قتلِ اہلِ بیت سے تشیع میں فرق نہیں آتا، بلکہ اہلِ بیت کا قاتل بھی پکا رافضی رہ سکتا ہے۔

۹:... ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کا نام قرآن وحدیث اور ائمہ اہلِ بیت سے منقول ہے، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کا دِین تھا۔ جب کہ روافض کا مذہب رسول اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھا۔

۱۰:... یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ؛ حضرات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی مدح وتوصیف فرماتے تھے، اور انہیں اس اُمت میں سب سے افضل سمجھتے تھے۔

اس نوعیت کے اور بہت سے دِلچسپ مباحث ہیں اور لطف یہ کہ ہر بات باحوالہ اور نہایت متانت سے پیش کی گئی ہے۔ جناب ناشر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان قیمتی مضامین کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

تنبیہ الحائرین

اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ناشر: مکتبہ فاروق اعظم، چک ۱۴/۵، ایل، ڈاک خانہ خاص، براستہ کسووال، ضلع ساہیوال۔ ملنے کا پتا: مکتبہ منہاج السنہ، کپڑی تیلیاں، اندروں دہلی دروازہ، ملتان۔

''ہندوستان کے تمام باخبر اصحاب اِس بات سے واقف ہیں کہ تقریباً بیس/ بائیس سال سے ''النجم'' میں نہایت کامل تحقیقات کی بنیاد پر پے درپے یہ اِعلان ہورہا ہے کہ شیعوں کا اِیمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ یہ بھی اِعلان کردیا گیا کہ اگر کوئی مجتہد شیعہ اِس بات کا اطمینان دلادیں کہ شیعہ ہونے کے بعد قرآن مجید پر اِیمان ہوسکے گا، تو قسم ہے رَبُّ العرش کی! میں اسی وقت فی الفور شیعہ ہونے کے لیے آمادہ ہوں۔ اِن اِعلانات سے سرزمینِ ہند کا گوشہ گوشہ گونج اُٹھا، مگر کسی شیعہ مجتہد کی رگِ حمیت کو جنبش نہ ہوئی۔ ایڈیٹر صاحبانِ ''اصلاح'' و''الشمس'' زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ملاتے تھک کر خاموش ہوگئے، مگر کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا، سوائے اس کے کہ اِلزام اور قوی ہوگیا، جرم اور سنگین بن گیا۔ صاف صاف بایں الفاظ اُن کو یہ اِقرار کرنا پڑا کہ ''یہ قرآن چند جہلائے عرب کا جمع کیا ہوا ہے، اِس پر اِعتراض نہ ہو تو کیا ہو؟'' نعوذُ باللہ منہ!

آخر آخر میں امروہہ ضلع مرادآباد کے شیعوں کو کچھ غیرت آئی اور دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ میں ایک بڑے معرکہ کا مناظرہ ہوا اور اس میں میں نے یہ قیامت خیز سوال پیش کیا کہ شیعوں کا اِیمان قرآن شریف پر ہے؟ یا ہوسکتا ہے؟ اور صرف سوال ہی نہیں بلکہ مذہب شیعہ کا مکمل فوٹو کھینچ کر

سب کے سامنے رکھ دیا گیا کہ یہ وجوہ ہیں، جن سے شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ شیعہ مناظر یعنی صدر الافاضل مولوی سبط حسن صاحب مجتہد۔ جو حائری صاحب مجتہد پنجاب سے علمی قابلیت میں بدر جہا فوقیت رکھتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں چار روز تک سرگردان و پریشان رہے، مگر "رہ بجائے نبردند" جیسی شکستِ عظیم اَعدائے قرآنِ کریم کو اس مناظرہ میں ہوئی، سارا زمانہ جانتا ہے۔ ختمِ مناظرہ کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر ہماری طرف سے وہ سوال مع ان وجوہ کے چھاپ کر شائع کردیا گیا اور اعلان دے دیا گیا کہ شیعوں کے قبلہ وکعبہ نے اگر کوئی جواب اس سوال کی وجوہ کا مناظرہ میں دیا ہو، یا اب اپنے علماء و مجتہدین کی متفقہ قوت سے دے سکتے ہوں تو اس کو جلد سے جلد چھاپ کر شائع کردیں، مگر اَب تک کہ چوتھا سال ختم ہونے کو ہے "صدائے برنخاست!"

پھر یہی اعلان کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے، اور نہ ہوسکتا ہے، بمبئی میں دیا گیا اور بڑے بڑے شیعہ تاجروں کے سامنے۔ جن کو ملک التجار کہنا چاہیے۔ بآوازِ بلند کہا گیا کہ وہ اپنے مکان پر کسی شیعہ مجتہد کو بلالیں، میں بھی بلا تکلف آجاؤں گا، اس مسئلہ کا پورا اطمینان کرلیں۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ پھر یہی اعلان پنجاب میں اور پنجاب کے صدر مقام لاہور میں دیا گیا، لاہور باوجود یہ کہ مجتہد پنجاب جناب حائری صاحب کا مستقر ہے مگر وہاں بھی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

واقعی! یہ مسئلہ اس قابل ہے کہ اس کا جس قدر اعلان دیا جائے کم ہے اور اس کی تحقیقات میں جتنی کوشش کی جائے، بجا ہے! کیونکہ اس مسئلہ نے مذہبِ شیعہ کی حقیقت بالکل بے پردہ کردی۔ جب قرآن پر ایمان نہیں تو رہ کیا گیا؟ دُنیا کا کوئی بے وقوف بھی اُس شخص کو جس کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہو، مسلمان نہیں کہہ سکتا۔"

یہ طویل اِقتباس اِمامِ اہلِ سنت حضرت العلامہ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی قدس سرہٗ کی کتاب "تنبیہ الحائرین" کا ہے، جو شیعوں کے مجتہدِ پنجاب جناب حائری صاحب کے رسالہ "موعظۂ تحریفِ قرآن" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ مولانا لکھنویؒ کی یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب تھی، فقیر راقم الحروف بھی اس کا متلاشی تھا، حال ہی میں یہ کتاب "مکتبہ فاروق اعظم، چک ۱۴/۵، ایل، ضلع ساہیوال" سے شائع ہوئی تو اس کی قدر شناسی کا تقاضا ہوا کہ اس پر چند سطری تعارف لکھ دیا جائے۔

حضرت مولانا فاروقیؒ "رَدِّ رفض وبدعت میں آیة من آیات اللہ تھے، بڑے سے بڑے شیعہ مجتہد کو ان سے یارائے گفتگو نہ تھا، اُنہوں نے شیعہ مذہب کے ایک ایک اُصول پر ایسی مدلل، عام فہم اور متین تنقید کی کہ شیعہ مذہب کا اصل چہرہ نقابِ تقیہ سے عریاں ہوکر سب کے سامنے آگیا۔ مولانا مرحوم کے نزدیک شیعہ

مذہب کی بنیاد عداوتِ قرآن پر ہے، اس مذہب کے یہودی الاصل بانیوں کو قرآنِ کریم سے دُشمنی اور بغض تھا اور قرآنِ کریم پر حملہ کرنے کی بس یہی ایک صورت تھی کہ جو طبقہ قرآنِ کریم کا سب سے پہلے مخاطب وحامل بنا، جن کو مشیتِ اِلٰہیہ نے پوری اُمت کے لیے قرآنِ کریم کا داعی ومبلغ بنایا اور جن حضرات نے قرآنِ کریم براہِ راست مہبطِ وحی سے نقل کیا؛ اُن سب کو گمراہ ومنافق ٹھہرایا جائے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''ایک بات اِس مقام پر غور طلب ہے، وہ یہ کہ آیا ان دو باتوں میں اصل اور مقدم کون ہے؟ اور نتیجہ کون؟ آیا اس فرقہ کو اصالتاً عداوت قرآنِ کریم سے ہے اور قرآنِ کریم کے مجروح کرنے کے لیے اس کے اوّل راویوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیے گئے؟ یا اصالتاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت ہے اور ان کی ضد میں قرآنِ کریم پر حملے کیے گئے اور قرآنِ کریم پر ایمان نہ رہا؟

راقم الحروف کی تحقیق میں اوّل الذکر بات صحیح ہے، کیونکہ کسی کو کسی سے عداوت ہونے کے لیے بنائے خصومت ضروری ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بنائے خصومت کوئی بھی نہیں، اُنہوں نے شیعوں کو کیا نقصان پہنچایا؟ شیعوں کا تو اس وقت وجود بھی نہ تھا۔ ہاں! قرآن شریف سے بنائے خصومت ظاہر ہے کہ جس مذہب کی بنیاد ابنِ سبا اور اس کی ذرّیت ڈال رہے تھے، قرآن شریف اس کی مزاحمت کر رہا ہے۔ بہرحال! کچھ بھی ہو، خواہ عداوتِ قرآن اصل ہو یا عداوتِ صحابہ کرامؓ؛ نتیجہ ایک ہے، یہ دونوں عداوتیں لازم ملزوم ہیں، جیسا کہ اب آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے۔''(۱)

''تنبیہ الحائرین'' کے مقدمہ میں مولانا مرحوم نے جناب حائری صاحب کے رسالہ ''تحریفِ قرآن'' کی تمہید کا جواب دیا ہے، جو بہت دلچسپ اور قابلِ دید ہے، اس کے بعد کتاب میں دو بحثیں اور خاتمہ ہے۔

پہلی بحث میں ثابت کیا ہے کہ شیعوں کا قرآنِ کریم پر ایمان نہیں، نہ وہ اس قرآن کو۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مسلمانوں کے سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہے۔ قرآنِ کریم سمجھتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں، نہ اُن کو ایمان ہے، نہ شیعہ مذہب پر رہتے ہوئے ایمان ہوسکتا ہے۔ شیعوں کا یہ دعویٰ کہ وہ بھی اِسی قرآن کو کلامِ اِلٰہی مانتے ہیں اور ہر قسم کی تحریف وتبدیلی: حذف و اضافہ اور کمی وبیشی سے پاک سمجھتے ہیں؛ محض تقیہ ہے۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآنِ مجید پر ہوسکتا ہے، نہ کسی اور موہوم فرضی قرآن، پر اور اُن کے ایمان نہ ہوسکنے کی وجہ صرف عقیدۂ تحریف نہیں بلکہ بہت سی وجوہ ہیں، جن میں سے صرف وہی تین وجوہ اس وقت پیش کی جاتی ہیں جو آج سے چار برس پہلے مناظرۂ امروہہ میں پیش ہوچکی ہیں۔ شاید

(۱) ص:۵

اِتنے دِنوں کے غور وفکر کے بعد اَب حائری صاحب یا کوئی اور مجتہدِ شیعہ ان کا جواب دے سکیں!"(۱)

پہلی وجہ:... مولانا مرحوم نے یہ ذکر فرمائی ہے کہ بعد کی اُمت کو قرآن اور دِینِ اِسلام کی ایک ایک چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے واسطہ سے ملی ہے، اور شیعہ مذہب کے مطابق:

"صحابہ کرام کی جماعت ساری کی ساری جھوٹی تھی (نعوذ باللہ)، اور ان میں ایک متنفس ایسا نہ تھا جو جھوٹا نہ ہو، فرق صرف اِس قدر ہے کہ بخیالِ شیعہ اس جماعت میں دو گروہ تھے: ایک حضرات خلفائے ثلاثہ اور ان کے ساتھیوں کا؛ جو بڑا گروہ تھا، ہزاروں لاکھوں آدمی اس گروہ میں تھے۔

دُوسرا گروہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا تھا، جس میں گنتی کے چار پانچ بیان کیے جاتے ہیں۔(۲) بنا بر مذہب شیعہ جھوٹے یہ دونوں گروہ تھے، مگر پہلے گروہ کے جھوٹ کا نام "نفاق" ہے، اور دُوسرے گروہ کے جھوٹ کا نام "تقیہ" ہے۔ دُوسرا فرق یہ ہے کہ پہلا گروہ جھوٹ بولتا تھا مگر جھوٹ بولنے کو عبادت نہ جانتا تھا۔ اور دُوسرا گروہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ والے جھوٹ بولنے کو بہت بڑی عبادت اور بہت ضروری فرض جانتے تھے۔

نیز پہلا گروہ بخیالِ شیعہ مافوق الفطرت قوت اپنے اندر رکھتا تھا کہ اپنے مختلف الطبائع اَشخاص کو۔ جن کی تعداد حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی تھی۔ بآسانی جھوٹ پر متفق کرلیتا تھا۔(۳) حالانکہ اتنے بڑے گروہ کو جھوٹ پر متفق کرلینا فطرتاً محال ہے۔

لہٰذا شیعوں کو نہ صرف قرآن کا، بلکہ دِین کی کسی چیز کا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت، دلائلِ نبوت وغیرہ کا کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان کی ہر چیز صحابہ کرامؓ کے نقل و روایت سے

---

(۱) ص:۲۱

(۲) کتاب احتجاج طبرسی، مطبوعہ ایران: جو مذہب شیعہ کی معتبر کتاب ہے، اس کے صفحہ:۴۸ میں ہے: "ما من الامة احد بایع مکرھا غیر علیّ و اربعتنا" یعنی اُمت میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے بغیر دِلی رضامندی کے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ہو، سوائے علی اور ہمارے چار اَشخاص کے۔ مراد: ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ، عمارؓ۔ معلوم ہوا کہ تمام اُمت دِل و زبان سے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ تھی، یہ پانچ شخص۔ جن کا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا۔ زبان سے تو ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تھے، دِل کسی اور طرف تھے۔ یہی مضمون دُوسری کتب "کافی" وغیرہ میں بروایاتِ کثیرہ منقول ہے۔ منہ

(۳) اس کی مثالیں بنا بر مذہب شیعہ بہت ہیں۔ من جملہ ان کے یہ کہ: ۔بقول شیعہ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ غدیر میں ستر ہزار کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا اعلان کردیا، مگر خلفائے ثلاثہ نے اس واقعہ کو جھٹلایا اور سب کو اس بات پر متفق کردیا کہ حضرت نے کسی کی خلافت کا اعلان نہیں کیا، اور مثلاً: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام نماز نہ بنایا تھا، مگر خلفائے ثلاثہ نے سب کو اس جھوٹ پر متفق اور اس کی روایت کو متواتر بنادیا۔ منہ

مابعد والوں کو ملی ہے، اور ظاہر ہے کہ جھوٹی اور جھوٹ پر اتفاق کرنے والوں کی نقل و روایت پر کسی طرح یقین و ایمان نہیں ہوسکتا۔''(۱)

''دُوسری وجہ:... باقرارِ شیعہ ومطابقِ روایاتِ شیعہ یہ قرآن خلفائے ثلاثہ کے اہتمام وانتظام سے جمع ہوا اور انہیں کے ذریعہ عالمِ اسلام میں پھیلا اور اس کی کوئی قابلِ وثوق تصدیق ان حضرات سے- جن کو شیعہ ائمہ معصومین کہتے ہیں-شیعوں کی کتابوں میں منقول نہیں ہے، اور حضراتِ خلفائے ثلاثہ کے متعلق شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ! وہ نہ صرف مخالفِ دین تھے، بلکہ دُشمنِ دین تھے۔ لہٰذا جو چیز دین کی، دُشمنِ دین کے ہاتھ سے ملے- جو معاذ اللہ! خائن بھی ہو، کاذب بھی ہو، تخریبِ دین کے درپے بھی ہو، صاحبِ شوکت و سلطنت بھی ہو، ایسی فوق الفطرت قوت بھی رکھتا ہو کہ جھوٹ پر سب کو متفق کرکے ایک بے بنیاد بات کو متواتر اور ایک متواتر کو بے بنیاد بنادے، اور اس دُشمن کے سوا کوئی دُوسرا انکاس(۲) بھی اس چیز کا نہ ہو، نہ کسی دُوسرے معتبر ذریعہ سے اس کی تصدیق ہوئی ہو- بھلا وہ چیز قابلِ اعتبار ہوسکتی ہے؟ اس پر کسی سمجھ دار کا ایمان ہوسکتا ہے؟ حاشا ثم حاشا، ہرگز نہیں!''(۳)

خلاصہ یہ کہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و کردار، دیانت و امانت، اخلاق و اعمال اور دین و ایمان کا نقشہ- خدانخواستہ- وہی تھا جو شیعہ مذہب پیش کرتا ہے تو قرآن کی قرآنیت ثابت ہوسکتی ہے، نہ دینِ اسلام کی کوئی چیز کسی عاقل کے نزدیک لائقِ اعتبار ہوسکتی ہے۔

پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کوئی نہیں، نہ ہوسکتا ہے کہ قرآنِ کریم کو آئندہ نسلوں کے لیے مشکوک اور مشتبہ کردیا جائے کہ کوئی شخص شیعہ مذہب قبول کرنے کے بعد قرآنِ کریم کو کتاب اللہ کی حیثیت سے قبول نہ کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ بانیانِ مذہبِ شیعہ نے بے شمار ایسی روایات تصنیف کرڈالیں جن کا مفاد یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے قرآنِ کریم کی بے شمار آیتیں نکال ڈالیں، بہت سی آیتیں اپنی طرف سے ملادیں، بہت سی آیات کے الفاظ وحروف تبدیل کردیے۔

''تیسری وجہ:... شیعوں کی معتبر اور نہایت معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات قرآنِ کریم میں پانچ قسم کی تحریف کی موجود ہیں۔ کمی وبیشی، تبدلِ الفاظ، تبدلِ حروف، خرابیٔ ترتیبِ آیات وسوَر وکلمات۔

اور یہ روایات ان تین اقراروں کے ساتھ ہیں: اقرارِ اوّل علمائے شیعہ کا کہ: یہ روایات کثیر اور متواتر ہیں۔ اقرارِ دوم علمائے شیعہ کا کہ: یہ روایات تحریفِ قرآن پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں۔ اقرار

(۱) ص:۲۱ (۲) ذریعہ حصول۔ (۳) ص:۲۲

سوم علمائے شیعہ کا کہ: انہی روایات کے مطابق شیعہ تحریفِ قرآن کے معتقد بھی ہیں۔"(۱)
اور یہ تیسری وجہ ہے شیعوں کے اِیمان بالقرآن نہ ہونے کی۔

جب شیعہ مذہب کی بے شمار متواتر روایات جو بقول بانیانِ مذہب کے أئمۂ معصومین سے مروی ہیں اور ان میں صراحتاً یہ رونا رویا گیا کہ قرآن کا اِتنا حصہ ظالموں نے نکال دیا، اِتنا حصہ اپنی طرف سے گھڑ کر ملادیا، قرآن کے الفاظ وحروف میں لاتعداد تبدیلیاں کردیں، سورتوں، آیتوں اور الفاظ تک کی ترتیب کو مسخ کر ڈالا اور پھر اس مذہب کے بڑے بڑے محققین بڑی شد و مد سے یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ان متواتر روایات میں قرآنِ کریم کی تحریف کے بارہ میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ عین حق وصواب ہے۔ کیا اِن تمام اُمور کے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ اِس مذہب کے ماننے والے قرآنِ کریم پر اِیمان رکھتے ہیں؟ اور اسے بلاکم وکاست کلامِ اِلٰہی سمجھتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں...!

اس کے بعد مولانا مرحوم نے تحریف کی پانچوں قسمیں کتبِ شیعہ سے ثابت کرکے علمائے شیعہ کے ان تینوں اِقراروں کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے، بطورِ نمونہ یہاں ایک شیعہ مصنف کے ایک فقرہ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں، اصل عبارت "تنبیہ الحائرین" میں ملاحظہ فرمائیے۔ "فصل الخطاب" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک تحریفِ قرآن کی روایتیں معناً متواتر ہیں، اور ان سب روایتوں کو ترک کردینے سے ہمارے تمام فنِ حدیث کا اِعتبار جاتا رہے گا، بلکہ میرا علم یہ ہے کہ تحریفِ قرآن کی روایتیں مسئلہ اِمامت کی روایتوں سے کم نہیں، لہٰذا اگر تحریفِ قرآن کی روایتوں کا اِعتبار نہ ہو تو مسئلۂ اِمامت بھی روایتوں سے ثابت نہ ہوسکے گا۔"(۲)

اللہ اکبر! علامہ نوری طبرسی کے نزدیک "مسئلۂ تحریفِ قرآن" اور "مسئلۂ اِمامت" شیعہ روایات کے مطابق دونوں ہم سنگ ہیں، دونوں متواتر ہیں، مانو تو دونوں کو مانو! اور اِنکار کرو تو دونوں کا کرو...!

شیعہ مذہب میں مسئلۂ اِمامت کی اَہمیت سے اہلِ علم تو پہلے بھی ناآشنا نہیں تھے، مگر شیعہ مطالبات کی روشنی میں جب سے الگ شیعہ نصاب تجویز ہوا ہے اور شیعہ حضرات نے اس میں اپنا علیحدہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیٌّ ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل" درج کروایا ہے، اس کی اَہمیت ہر خاص وعام پر روشن ہوچکی ہے۔

شیعوں نے مسئلۂ اِمامت کو کلمہ کا جز بناکر دُنیا پر یہ واضح کردیا ہے کہ شیعوں کی کوئی چیز بھی مسلمانوں سے مشترک نہیں، حتیٰ کہ اُن کا کلمہ بھی مسلمانوں سے علیحدہ ہے، نیز یہ تأثر بھی دیا ہے کہ صدرِ اوّل کے مسلمان

(۱) ص:۲۳ (۲) ص:۳۶

بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیعہ کلمہ کے مطابق مؤمن نہیں تھے، کیونکہ خلافتِ راشدہ کے چالیس سالہ زرّیں دور میں ''شیعہ کلمہ'' رائج نہ تھا، اس وقت نہ شیعہ تھے، نہ مسئلۂ اِمامت تھا، بلکہ چار دانگِ عالم میں مسلمانوں کا کلمہ ہی پڑھا جاتا تھا، اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ شیعہ حضرات آج تک جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے رہے ہیں، یہ ان کی مجبوری تھی، تقیہ تھا، کوئی ان کی سنتا اور مانتا نہیں تھا، خدا عوامی حکومت کا بھلا کرے کہ اُس نے مذہبِ شیعہ کو نقابِ تقیہ سے باہر نکلنے کا موقع دے کر اُن کی مجبوری ختم کردی اور وہ اپنا علیحدہ کلمہ بناکر مسلمانوں سے الگ ہوگئے۔ ''خس کم جہاں پاک'' جس سے ثابت ہوا کہ بانیانِ مذہبِ شیعہ (اِبنِ سبا، ابوبصیر، زرارہ وغیرہ) سے لے کر آج تک جو شیعہ مسلمانوں میں شامل رہے تو اُن کی شمولیت ظاہرداری تھی، ورنہ واقعتاً وہ کبھی مسلمانوں میں شامل ہی نہیں ہوئے۔ شیخ الاسلام حافظ اِبنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا جو مقولہ حضرت مولانا لکھنوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

''وبالجملة فأيامهم في الاسلام كلها سود، لم يزالوا موالين لأعداء الله ومعادين لأوليائه'' (یعنی اِسلام میں ان کی پوری تاریخ سیاہ ہے، یہ ہمیشہ دُشمنانِ خدا کے دوست اور دوستانِ خدا کے دُشمن رہے ہیں)۔

شیعوں نے اَپنا کلمہ علیحدہ کرکے اس مقولہ کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کردی۔

قدرتِ خدا کا کرشمہ دیکھو کہ قادیانیوں کو ملتِ اِسلامیہ سے علیحدہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو تحریک چلانا پڑی، جان و مال اور عزّت و آبرو کی بے پناہ قربانیاں دینا پڑیں، مگر شیعوں کو مسلمانوں سے الگ کرنے کا نہ کسی نے مطالبہ کیا، نہ کوئی تحریک چلی، نہ اس کی ضرورت ہی کسی مسلمان نے سمجھی، خود شیعہ بزرجمہروں نے اپنے آپ یہ کارنامہ انجام دے لیا اور اَپنا سارا اَثاثہ تقسیم کرکے مسلمانوں سے الگ ہو بیٹھے، ''وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا۔''

مسلمان راہنما شیعوں کی اِس علیحدگی سے غمگین ہیں اور انہیں ہونا بھی چاہیے، مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوا تو اس کا صدمہ ہم کو نہ ہو تو اور کس کو ہو؟ لیکن جب چھوٹا بھائی اپنی ہر چیز تقسیم کرکے یکسر علیحدہ ہوجانے پر بضد ہو تو بڑا بھائی اِس پر اَفسوس تو کرسکتا ہے اور اسے کرنا بھی چاہیے، مگر چھوٹے بھائی کو روک تو نہیں سکتا۔ شیعہ بھائی اگر مسلمانوں سے الگ ہوگئے ہیں اور اُنہوں نے ضد میں آکر اپنا کلمہ بھی علیحدہ بنالیا ہے تو اس پر صدمہ تو جس قدر بھی ہو، کم ہے، مگر جب کوئی جماعت اَزخود یہ ضد کرلے کہ اس کا مسلمانوں سے کوئی رشتہ و تعلق نہیں، اس کے اور ان کے درمیان دِین کی کوئی قدر مشترک نہیں، حتیٰ کہ اُس کا اور اِن کا کلمہ بھی الگ الگ ہے، تو اُس کو کیوں روکا جائے؟ شیعوں نے جو کچھ کیا، اَپنی صواب دید کے مطابق کیا اور انہوں

نے یہ واضح کردیا کہ ان کا کلمہ کلمہ اِسلام سے علیحدہ ہے، کلمہ اِسلام مسلمانوں کو مبارک ہو اور دِینِ شیعہ شیعوں کو! ولکلٍ وّجهة هو موليها!!

شاید کہا جائے کہ پھر شیعہ بھائی ''اِسلام'' کا نام کیوں اِستعمال کرتے ہیں اور اپنے کو ''مسلمان'' کیوں کہتے ہیں جب کہ انہوں نے اپنی ہر چیز مسلمانوں سے الگ کرلی ہے؟ میری گزارش یہ ہے کہ سمجھنے والوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ شیعہ حضرات ''اِسلام'' کا نام اِستعمال نہیں کرتے، بلکہ تقیہ کرتے ہیں، اُن کے دِین کے دس حصوں میں سے نو حصے صرف ''تقیہ شریف'' میں منحصر ہیں۔[۱] اور تقیہ اُن کے اِمامِ معصوم کے باپ دادا کا دِین ہے، جو تقیہ نہ کرے وہ اِیمان ہی سے خارج ہوجاتا ہے۔[۲] اور تقیہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ آدمی کا مذہب اندر سے کچھ اور ہو، مگر اُوپر کا لیبل کچھ اور۔ ان کے اِمامِ معصوم کی تاکید ہے کہ: ''تم (یعنی شیعہ صاحبان) ایک ایسے دِین پر ہو کہ جو شخص اس کو چھپائے گا، اللہ اسے عزّت دے گا، اور جو شخص اسے ظاہر کرے گا، خدا اسے ذلیل کرے گا۔''[۳]

شیعہ بے چاروں نے اپنے دِین کی ایک ایک چیز ظاہر کرکے۔ بقولِ اِمامِ معصوم۔ خدا کی جانب سے ذِلت قبول کرلی، اُن کا علیحدہ کلمہ، جو صدیوں سے اُن کے سینوں میں چھپا ہوا تھا، اُنہوں نے اس کے اِفشا و اظہار کی جرأت کرکے آخری ذِلت بھی برداشت کرلی، اَب ان کی رِدائے تقیہ یکسر چاک ہوچکی ہے، صرف اس کا ایک تار باقی ہے اور وہ ہے: اِسلام کا نام، اور دِینِ شیعہ پر ''مسلمانی'' کا بورڈ۔ اُمید رکھنی چاہیے کہ شیعہ صاحبان جرأت سے کام لے کر اس آخری تارِ تقیہ کو بھی توڑ ڈالیں گے۔

سوچو اور غور کرو کہ شیعہ بھائی جامۂ تقیہ سے نکل کر کہاں سے کہاں پہنچ گئے؟ کجا وہ دِن تھے کہ اُن کا اِمامِ اوّل اور ابوالائمہ[۴] چالیس برس تک دِینِ شیعہ کا ایک عمل بھی بجا نہیں لاتا تھا، بلکہ اُس کی زندگی کا ایک ایک عمل اور ایک ایک حرکت و سکون مسلمانوں کے دِین کے مطابق تھا، وہ مسلمانوں کا کلمہ پڑھتا تھا، مسلمانوں کی اِقتدا میں نمازیں اَدا کرتا تھا، مسلمانوں کو نماز پڑھاتا تھا، مسلمانوں کی جلی خفی صحبتوں اور سرگرمیوں میں برابر کا شریک تھا، اس کی حیثیت پینتیس سال تک اِسلامی خلافت کے بلند پایہ وزیر کی تھی اور آخری قریباً پانچ سال میں وہ مسلمانوں کا اُمیر تھا۔ الغرض! اس کی ایک چیز بھی مسلمانوں سے الگ نہ تھی، نہ کلمہ، نہ نماز، نہ قرآن، نہ تعلیم، نہ نصابِ تعلیم وغیرہ وغیرہ۔

(۱) ''اُصولِ کافی'' مطبوعہ لکھنؤ ص:۴۸۱

(۲) ایضاً ص:۴۸۴

(۳) ایضاً ص:۴۵۸۔ تمام حوالے ''تنبیہ الحائرین'' سے مأخوذ ہیں۔

(۴) سیدنا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہیں۔

اور پھر ٹھیک ٹھیک یہی حیثیت شیعوں کے باقی گیارہ معصوم اِماموں کی رہی، ان کی پوری کی پوری زندگی مذہبِ شیعہ کے خلاف مسلمانوں کے دِین پر گزری، ان کے دِل مسلمانوں کے دِلوں کے ساتھ دھڑکتے تھے، مسلمان ان حضرات کو اپنی آنکھوں کا نور اور دِل کا سرور سمجھتے تھے، وہ مسلمانوں کے ہر دِینی و ملی عمل اور ہر معاشرتی و سماجی دُکھ سکھ میں برابر کے شریک تھے، گویا ''یک جان اور دو قالب'' کا ٹھیک ٹھیک نقشہ نظر آتا تھا۔ ان تمام اُمور کو شیعہ بھی مانتے ہیں، مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ''تقیہ'' تھا۔

اب دیکھو! کہ اِس رِدائے تقیہ سے سرکتے سرکتے یہاں پہنچ گئے ہیں کہ ان کی ایک چیز بھی مسلمانوں کے ساتھ مشترک نہیں رہی، اُنہوں نے آہستہ آہستہ اپنا سب کچھ مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شیعہ صاحبان اپنے ائمہ کے دِین و مذہب (تقیہ) کی مخالفت پر اگر اِسی طرح کمربستہ رہے تو وہ وقت بہت قریب آتا ہے کہ وہ اپنے مذہب سے ''اِسلام'' کا لیبل بھی اَزخود اُتار پھینکیں گے۔ آج اگر وہ مسلمان کہلاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ واقعتاً اُمتِ اسلامیہ میں شامل رہنے کے دِل سے خواہش مند ہیں، یہ ہوتا تو وہ اپنی ایک ایک چیز مسلمانوں سے الگ کیوں کرلیتے؟ نہیں! بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستانی اور اِسلامی معاشرہ میں اِسلام کے لیبل کو اُتار دینے کی جرأت وہ اپنے اندر نہیں پاتے، اِس لیے وہ مجبور ہیں کہ اپنے دِین کو (جس کی ہر چیز اُنہوں نے اِسلام سے جدا کرلی ہے) ''اِسلام'' ہی کا نام دیں، کل اُنہیں ذرا بھی موقع ملا تو اِن شاء اللہ! ''مسلمانی'' کا بورڈ بھی اُتار ڈالیں گے۔ (۱)

بہرحال! یہ بحث تو ضمناً درمیان میں آگئی، کہنا یہ چاہتا تھا کہ شیعہ عالم علامہ نوری طبرسی کے نزدیک شیعہ روایات کے مطابق اِنکارِ قرآن اور مسئلۂ اِمامت کی حیثیت ہم سنگ ہے۔ شیعہ مذہب اگر قرآن کے

---

(۱) ہم آج بھی شیعہ بھائیوں سے بصد منت و لجاجت عرض کرتے ہیں، اُن کے آگے ہاتھ جوڑتے ہیں، اُن کی سو سو خوشامدیں کرتے ہیں کہ خدارا! علیحدگی نہ کرو۔ تمہارا دِین و مذہب جو کچھ بھی ہو، ہوا کرے، مگر اسے اِمامِ اوّل اور دیگر ائمہ کی طرح تقیہ کے صندوق میں بند ہی رکھو! نہ کلمہ علیحدہ بناؤ، نہ نمازیں علیحدہ کرو، نہ نصابِ تعلیم جدا کرو، بلکہ ائمہ معصومین کی طرح سب کچھ مسلمانوں کی اِقتدا میں کرو۔ دیکھو! خلافتِ راشدہ کا پینتیس سالہ دور اِمامِ اوّل کے سامنے گزرا، مگر اُنہوں نے اُف تک نہ کی، صبر و شکر سے ''تقیہ'' کرکے مسلمانوں کے ساتھ ہر عمل میں شریک رہے، تم اِمامِ اوّل سے زیادہ متقی نہیں ہو کہ تم سے آج خلافتِ راشدہ کا نام اور خلفائے راشدین کے کارنامے بھی برداشت نہیں ہو پاتے اور تم نے تقیہ کے تقدس کو بٹا لگا کر اپنا علیحدہ نصابِ تعلیم اور علیحدہ کلمہ بنالیا ہے۔ خدارا! علیحدگی سے باز رہو، اِفتراق نہ ڈالو، مسلمانوں سے الگ ٹکری نہ بناؤ! ورنہ اگر تم نے ہماری اِس خوشامد کو قبول نہ کیا تو آئندہ کا مؤرخ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ جن لوگوں کی مسلمانوں کے ساتھ کوئی چیز بھی مشترک نہیں اور جن کے تمام اُصول و فروع حتیٰ کہ کلمہ تک مسلمانوں سے علیحدہ ہے، اُنہیں آخر اِسلام سے کیا واسطہ؟ اور مسلمانی سے کیا نسبت؟ دیکھو! آج تم اَزخود مسلمانوں سے علیحدگی کر رہے ہو تو وقت کی عدالت آئندہ کبھی تمہیں مسلمانوں کے کیمپ میں شامل ہونے کی اِجازت نہیں دے گی، مسلمانوں کا تمہاری علیحدگی سے کچھ نہیں بگڑے گا، تم خود ہی -بقول اِمامِ معصوم- تقیہ چھوڑ کر ذلیل و خوار ہوگے۔ من اذاعہ اذلہ اللّٰہ!

تحریف سے پاک کرنے کا دعویٰ کرے تو علامہ طبرسی بتاتے ہیں کہ اسے ''مسئلۂ اِمامت'' سے بھی دست کش ہونا پڑے گا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ کہتے ہیں کہ ایک مسئلۂ اِمامت نہیں، بلکہ پورے مذہبِ شیعہ کی روایتی حیثیت ہی حرفِ غلط ثابت ہوجائے گی، اِس لیے وہ تاکید کرتے ہیں کہ مذہبِ شیعہ کے اُصول و روایات کا پابند رہتے ہوئے قرآنِ کریم کے صحیح وسالم رہنے کا وہم بھی کسی شیعہ کے خیال میں نہیں آنا چاہیے، گویا قرآن کا تحریف سے پاک ہونا شیعہ مذہب کی نقیض اور ضد ہے، اور یہ دو ضدیں کبھی آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں! شیعوں کے سامنے صرف دو راستے ہیں: یا قرآنِ کریم کو ہر قسم کی تحریف سے پاک اور منزہ سمجھیں، اِس صورت میں اُنہیں شیعہ مذہب کو خیرباد کہنا ہوگا! یا مذہبِ شیعہ کو صحیح سمجھیں، اِس صورت میں اُنہیں اِیمان بالقرآن کے اِدّعاء سے باز آنا ہوگا!

بہرحال! شیعہ مذہب میں دو ہزار سے زائد متواتر روایتیں جس طرح قرآنِ کریم کی تحریف کا اِعلان کررہی ہیں، اِسی طرح ''بارہ اِماموں'' سے لے کر تمام علمائے شیعہ بھی یہی عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں، اِس لیے یہ عقیدہ روایتی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ اِعتقادی حیثیت سے بھی شیعوں میں متواتر چلا آیا ہے کہ یہ قرآن اصل قرآن نہیں، بلکہ اس کا بیشتر حصہ (معاذ اللہ) تحریف شدہ ہے۔ لے دے کر چار شیعہ علماء کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ تحریف کے قائل نہیں تھے: ۱:...شریف مرتضیٰ۔ ۲:...شیخ صدوق۔ ۳:...ابوجعفر طوسی۔ ۴:...ابوعلی طبرسی، مصنف تفسیر مجمع البیان۔

اوّل تو یہ سوچنا چاہیے کہ جو مسئلہ بارہ اِماموں کے دور سے متواتر چلا آیا ہو، لاکھوں شیعہ اسی عقیدہ پر مرے ہوں، اس مسئلہ میں ان بے چارے چار اشخاص کا قول۔ جن کا زمانہ اِماموں سے صدیوں بعد ہوا۔ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ دُوسرے دیگر علمائے شیعہ نے ان چار شخصوں کے قول کو دلائل و براہین کے ساتھ رَدّ کردیا، مثلاً شریف مرتضیٰ پر رَدّ کرتے ہوئے علامہ خلیل قزوینی نے ''صافی'' شرح کافی میں لکھا ہے:

''اِس بات کا دعویٰ کرنا کہ قرآن یہی ہے جو مصاحفِ مشہورہ میں ہے، مشکل ہے، اور اِس پر صحابہ اور اہلِ اِسلام کے اہتمام سے۔ جو اُنہوں نے حفاظتِ قرآن میں کیا۔ اِستدلال کرنا نہایت ہی کمزور ہے، بعد اِس اَمر کے معلوم کرلینے کے کہ ابوبکر و عمر و عثمان نے کیا کیا کام کیے؟''(۱)

اور علامہ نوری طبرسی ''فصل الخطاب'' میں شیخ صدوق کے نظریہ کو شیعہ مذہب کے لیے سم قاتل اور پیغامِ موت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ ''صدوق'' اپنے مذہب کے ثابت کرنے کا اتنا حریص ہے کہ جس بات میں ذرا سا

(۱) تنبیہ الحائرین، ص:۴۹

بھی احتمال اپنے مذہب کی تائید کا پاتا ہے، اس کو لے لیتا ہے اور اس کے نتائج فاسدہ کی طرف توجہ نہیں کرتا کہ ان نتائج کو تسلیم کرنا اس کے اِمکان میں نہیں۔ جو اِعتراض اس نے تحریفِ قرآن پر کیا؛ بعینہٖ یہ وہی اِعتراض ہے جو مخالفین ہمارے اَصحاب پر حضرت علی کی اِمامت پر نصِ جلی موجود ہونے کے متعلق کیا کرتے ہیں، اور ہمارے اَصحاب نے ان کے اِعتراض کا جواب ایسے عمدہ دلائل سے دیا ہے کہ پھر کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، مگر صدوق وغیرہ نے ایک زمانۂ دراز کے بعد پھر اس اِعتراض کو زندہ کردیا اور جو کچھ کتبِ اِمامیہ میں لکھا ہے، اس سے غفلت اور فراموشی اِختیار کی۔''(۱)

اِس پر مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''واقعی علامہ نوری نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اگر منکرینِ تحریف کی دلیل صحیح ہو، اور صحابہ کرام ایسے کامل اِیمان دار اور محافظِ دِین مان لیے جائیں کہ ان کی دِین داری اور حفاظتِ دِین کے بھروسہ پر قرآن میں تحریف کا ہونا محال ہو تو پھر خلافت کے معاملہ میں بھی ماننا پڑے گا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ ایسے دِین دار اور دِین کے جاں نثار حکم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کسی دُوسرے کو خلیفہ بناتے، علیٰ ھٰذا! فدک اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق ہوتا تو کبھی یہ دِین دار جماعت رسول کی بیٹی کی حق تلفی نہ کرتی۔ غرض! صحابہ کرامؓ کے تمام مظالم کے افسانے بے بنیاد ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سنی ہوجاؤ، سنیوں کی طرح صحابہ کرامؓ کی دِین داری اور تقدس کا عقیدہ رکھو، اور شیعوں کی تمام روایات کو زُور و بہتان سمجھو تو قرآن پر اِیمان ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔

مؤمنِ قرآں شدن با رفضِ دوں
ایں خیال است ومحال است وجنوں۔''(۲)

تیسرے:... جن چار شیعہ علماء کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو اپنی متواتر روایات کے علی الرغم تحریف سے پاک سمجھتے تھے، ان کے ہاتھ میں اُصولِ شیعہ کے مطابق ایک بھی دلیل نہیں۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''مگر جب کہ زائد از دو ہزار اَحادیث اَئمۂ معصومین کی اُن کے قول کے خلاف ہیں، اور اُن کے موافق ایک ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہیں، اور پھر اس پر طرہ یہ کہ اگر ان کی دلیل مان لی جائے تو مذہبِ شیعہ فنا

(۱) تنبیہ الحائرین، ص:۵۰
(۲) ص:۵۰

ہو جاتا ہے، لہٰذا اُن کا یہ اِنکار ہرگز ہرگز اَز رُوئے مذہبِ شیعہ قابلِ اقتدا نہیں ہوسکتا، نہ اس کی بنا پر شیعوں کو منکرِ تحریف کہنا کسی طرح صحیح ہوسکتا ہے۔''(۱)

چوتھے:... یہ چار اَشخاص اپنے ائمہ کی متواتر احادیث کے علی الرغم یہ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی، مگر اپنے ائمہ کی ان لاتعداد تصریحات کی کوئی تاویل نہیں کرپاتے ہیں جن میں تحریفِ قرآن کا افسانہ تراشا گیا ہے۔ لطف یہ کہ اِمامِ معصوم تو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر قرآن میں کمی بیشی کا رونا رویا کرتے تھے، مثلاً: ''اِحتجاج طبرسی'' (مطبوعہ ایران) میں صفحہ:۱۱۹ سے صفحہ:۱۳۲ تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف جو ایک طویل روایت منسوب کی گئی ہے، مولانا مرحوم نے اس کے جستہ جستہ فقرے نقل کرنے کے بعد ان کا خلاصہ بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

''احتجاج کی ان روایات سے حسبِ ذیل اُمور معلوم ہوتے ہیں:

اَوّل:... یہ کہ اس قرآن میں نبی کی توہین قرآن جمع کرنے والوں نے بڑھائی ہے۔

دوم:... یہ کہ قرآن مذاہبِ باطلہ اور مخالفینِ اِسلام کی تائید کرتا ہے، شریعت کو مٹا رہا ہے، کفر کے ستون اس سے قائم ہوتے ہیں۔

سوم:... اِس قرآن میں ایسی عبارتیں بڑھائی گئی ہیں جو قابلِ نفرت اور خلافِ فصاحت ہیں۔

چہارم:... یہ نہیں معلوم کہ یہ بڑھائی ہوئی عبارتیں کون کون اور کہاں کہاں ہیں؟ (گویا نعوذ باللہ! پورا قرآن مشکوک۔ ناقل)

پنجم:... اِس قرآن کے جمع کرنے والے منافق اور کفر کے ستون قائم کرنے والے اور دوستانِ خدا کے دُشمن تھے، انہوں نے اپنی پسند وخواہش کے موافق قرآن کو جمع کیا۔''(۲)

اب ان معصوم اور عینی شاہدوں کے مقابلہ میں ان چار شخصوں کے قول کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جو نہ معصوم ہیں، نہ شاہد؟

مولانا نے دعویٰ کیا ہے اور ان کا یہ دعویٰ مبنی بر صداقت ہے کہ ایک شیعہ عالم بھی قرآن پر اِیمان نہیں رکھتا، نہ شیعہ مذہب پر قائم رہتے ہوئے کسی کے لیے اِیمان بالقرآن ممکن ہے۔ جن چار اَشخاص کے بارہ میں کہا جاتا ہے وہ تحریفِ قرآن کے منکر تھے، یہ محض ان کا تقیہ ہے۔

مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

(۱) ص:۴۳ (۲) ص:۳۱

''اب بعونہٖ تعالیٰ ان چاروں اشخاص کے اقوال اور ان کی حقیقت و اصلیت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ جب بانیان مذہبِ شیعہ عداوتِ قرآن کا حق ادا کر چکے اور راویانِ قرآن یعنی صحابہ کرامؓ کو بھی بخیالِ خود خوب مجروح کر لیا، تب بھی صبر نہ آیا اور تحریفِ قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے تصنیف کر کے اپنی کتابوں میں درج کردیں۔ سمجھے تھے کہ اب دینِ اسلام مٹ چکا، مسلمان قرآنِ مجید کی طرف سے ضرور شک میں پڑ جائیں گے، مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ نہ اسلام مٹا، نہ قرآنِ مجید میں کسی کو شک پیدا ہوا۔

مسلمان تو مسلمان؛ غیر مسلموں نے بھی ان روایاتِ تحریف کو گوزِشتر سے بدتر سمجھا اور ان کو بھی قرآن شریف کے محرف ہونے کا وہم پیدا نہ ہوا، مثلاً: سر ولیم میور - جو صوبہ متحدہ کے لیفٹیننٹ گورنر تھے - باوجود عیسائی ہونے کے اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے ان کی انجیلوں کو محرف کہا جاتا ہے تو بھی وہ قرآن کو محرف نہ کہہ سکے اور اپنی کتاب ''لائف آف محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) میں لکھ گئے:

''یہ بالکل صحیح اور کامل قرآن ہے، اور اس میں ایک حرف کی بھی تحریف نہیں ہوئی۔ ہم ایک بڑی مضبوط بنا پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت خالص اور غیر متغیر صورت میں ہے، اور آخرکار ہم اپنی بحث کو ون ہیم صاحب کے فیصلہ پر ختم کرتے ہیں۔ وہ فیصلہ یہ ہے کہ: ہمارے پاس جو قرآن ہے، ہم کامل طور پر اس میں ہر لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سمجھتے ہیں، جیسا کہ مسلمان اس کے ہر لفظ کو خدا کا لفظ خیال کرتے ہیں۔''

بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں طرف سے نفرین و ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی اور واقعی اس سے بڑھ کر نمک حرامی کیا ہوگی کہ جس دین کا نام لیتے ہیں، اس کی جڑ کاٹنا شروع کی؛ اسلام کو کیا مٹاتے؟ خود ہی اسلام سے خارج ہو گئے! خدا کے نور کو جو شخص بجھانے کی کوشش کرتا ہے، اس کو یہی پھل ملتا ہے۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو پف زند ریشش بسوزد

بالآخر شریف مرتضیٰ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح یہ کلنک کا ٹیکہ مٹانا چاہیے، لہٰذا انہوں نے تقیہ کر کے تحریفِ قرآن کا انکار کردیا۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایک ایسے کام کا ارادہ کیا جس میں کامیابی محال تھی۔ وہ اپنے قول کی کوئی دلیل مذہبِ شیعہ کے اُصول کے مطابق نہ پیش کر سکے، نہ اپنی تائید میں کوئی روایت ائمہ معصومین کی لا سکے، نہ روایاتِ تحریف کا کوئی جواب دے سکے، بلکہ انکار کی دُھن میں وہ باتیں لکھ گئے جو ان کے مذہب کے لیے سمِ قاتل تھیں اور وہ ایسا کرنے پر مجبور

تھے۔ قرآن پر ایمان کا دعویٰ بغیر شیعہ مذہب کی بیخ کنی کے ممکن ہی نہ تھا۔"(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کی پوری اُمت کے درمیان صحابہ کرامؓ ہی واسطہ ہیں۔ کفار نے قرآنِ کریم کی تکذیب کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے اِعتمادی کا راستہ اِختیار کیا اور شیعہ مذہب کے یہودی الاصل بانیوں نے - جو تقیۃً "مسلمان" کہلاتے تھے - یہی مقصد صحابہ کرامؓ کو مجروح کرکے حاصل کرلیا، نتیجہ اس کا بھی وہی تکذیبِ قرآن ہی نکلا، اس لیے شیعہ مذہب کی جنگ دراصل صحابہؓ سے نہیں تھی، بلکہ قرآنِ کریم سے ہے۔ مولانا نے صحیح لکھا ہے کہ:

"خدا کی قدرت اور اس کی غیرت تو دیکھو! جو لوگ اس کے دوستوں کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو کس طرح اعلانِ جنگ دیتا ہے۔ بہترینِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کے دُشمنوں کو اُس نے کس طرح صحابہ کرامؓ کے مقابلہ سے (ہٹا کر) اپنی مقدس کتاب کے مقابلہ میں لاکر ڈال دیا ہے کہ ہمارے نبی کے اُصحاب سے تم کیا لڑتے ہو؟ آؤ! پہلے ہم سے لڑو، ہماری کتاب کا مقابلہ کرو اور اُس کا مزہ چکھو! "وَکَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ" (۲) (اہلِ ایمان کی طرف سے لڑنے کو اللہ تعالیٰ کافی ہے) لہٰذا اَب ہم کو لازم ہے کہ شیعوں کو کسی دُوسرے مسئلہ میں ہرگز ہرگز گفتگو نہ کرنے دیں اور اس سنگین قلعہ سے ٹکرا ٹکرا کر ان کے سر پاش پاش ہوئیں گے۔"(۳)

شیعہ حضرات اِیمان بالقرآن کے لاکھ دعوے کرتے پھریں، مگر جب تک وہ قرآنِ کریم کے حاملینِ اَوّلین پر کامل و مکمل اِعتماد نہیں کرتے، وہ قرآن کا قرآن ہونا بھی کسی منطق سے ثابت نہیں کرسکتے، کجا کہ اُن کا دعویٰ ایمان بالقرآن لائقِ اِلتفات ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جن شیعہ علماء نے اَز راہِ تقیہ ایمان بالقرآن کا اِعلان کرنا چاہا، اُنہیں اپنے مذہب کو پامال کرکے طوعاً و کرہاً تقدسِ صحابہؓ کا اِعتراف کرنا پڑا کہ اُس کے سوا ایمان بالقرآن کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ شیخ صدوق اور شریف مرتضیٰ کا قصہ آپ اِجمالاً سن ہی چکے ہیں، لاہور کے سابق شیعہ مجتہد حائری صاحب کا اِعتراف بھی سنیے، وہ اسی "موعظہ تحریفِ قرآن" میں فرماتے ہیں اور کتنی بلند آہنگی سے فرماتے ہیں:

"اس مقدس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت جس میں دُنیا کی کوئی کتاب اس کے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی، وہ "حیرت انگیز رُوحانی اِنقلاب" ہے، جو اس کے ذریعہ نمودار ہوا۔"

اللہ اکبر! قرآنِ کریم کی سب سے بڑی خصوصیت حائری صاحب کے نزدیک بھی اس کا حیرت انگیز رُوحانی انقلاب ہے۔ ایک لحظہ ٹھہر کر سوچیے کہ جو قوم اس رُوحانی اِنقلاب کی منکر ہو، کیا وہ اس "مقدس کتاب"

(۱) ص:۴۱ (۲) الاحزاب:۲۵ (۳) ص:۵

کو واقعتاً انقلاب آفرین مانتی ہے یا مان سکتی ہے؟ اب ایک قدم آگے بڑھیے اور پھر سوچیے کہ یہ رُوحانی اِنقلاب سب سے پہلے زمین کے کس خطہ میں برپا ہوا؟ کن لوگوں میں برپا ہوا؟ اور اس رُوحانی انقلاب کے نتیجہ میں وہ کیا سے کیا ہو گئے؟ سنیے! حائری صاحب ہی ہمیں بتاتے ہیں کہ:

''یہ بات کہ جو انقلاب اس کتاب نے پیدا کیا، اس کی کوئی نظیر دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، سب کو مُسلَّم ہے کہ پیغمبرِ اِسلام علیہ وآلہ السلام جو تمام نبیوں سے اور تمام مذہبی مصلحوں سے بڑھ کر کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اسی پاک کتاب قرآن کے ذریعہ سے وقوع میں آئی۔ اس کے اُحکام نے ہر قسم کی خطرناک بدیوں کو- جو ہزاروں سال سے جڑ پکڑے ہوئے تھیں؛ جیسے: بت پرستی، شراب خوری وغیرہ کو- خس وخاشاک کی طرح نیست ونابود کردیا اور جزیرہ نماہائے عرب میں اُن کا نشان تک نہ چھوڑا۔ خطرناک جنگجو قوموں کو- جن کی عداوتیں صدیوں سے چلی آئی تھیں- ایک معتمد قوم بنادیا اور ایک اَن پڑھ قوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ علوم وتہذیب کے عَلَم بردار بنا کر اُن کو دُنیا کا پیشرو بنادیا۔
قرآن کی تعلیم نے اُن کو ایک خدا پرست، راست باز انسانوں کی جماعت بنا کر دُنیا کی اِصلاح کے لیے کھڑا کردیا اور دُوسروں میں بھی اُنہوں نے وہی رُوح پھونک دی، جو قرآنی تعلیم کے مطابق خود اُن کے اندر کام کر رہی تھی۔''(۱)

سنا آپ نے قرآنِ کریم کا رُوحانی اِعجاز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب انبیائے کرام سے بڑی کامیابی! جس کے طفیل حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جناب حائری صاحب کی زبان وقلم سے ایک ''معتمد قوم''، ''اعلیٰ سے اعلیٰ علوم وتہذیب کے عَلَم بردار''، ''دُنیا کے پیشرو''، ''خدا پرست''، ''راست باز اِنسان''، ''ساری دُنیا کے مصلح''، ''قرآنی تعلیم کے مطابق عمل کرنے والے''، ''پوری دُنیا میں قرآنی تعلیم کی رُوح پھونکنے والی جماعت'' کے خطابات عنایت ہوئے، کیوں...؟ اِس لیے کہ اگر صحابہ کرامؓ کی یہ خصوصیات تسلیم نہ کی جائیں، بلکہ شیعہ مذہب کے مطابق -معاذ اللّٰہ- ان کو منافق، خائن، ظالم فرض کیا جائے تو قرآن، اِسلام اور نبوّت سب کچھ ختم ہوجاتا ہے۔ مولانا مرحوم نے حائری صاحب کے اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد ٹھیک لکھا ہے:

''حائری صاحب نے قرآن شریف کی عظمت اور اس کی عجیب وغریب تاثیرات کی بابت جو کچھ لکھا، سچ لکھا ہے، واقعی! اگر شیعوں کا عقیدہ یہی ہے تو ان کا اِیمان قرآن شریف پر ہوسکتا ہے، مگر افسوس کہ شیعوں کا عقیدہ اس کے بالکل خلاف ہے۔''(۲)

(۱) تنبیہ الحائرین، ص:۱۷ (۲) ص:۱۹

پھر شیعہ عقائد کی تفصیل ذکر کرنے کے بعد مولانا لکھنوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''جناب حائری صاحب! قرآن شریف پر ایمان رکھنے کا جو دعویٰ آپ نے کیا ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اہلِ سنت کے دامن میں پناہ لینی پڑی، صحابہ کرامؓ کے تمام بدیوں سے پاک ہونے اور اعلیٰ علوم وتہذیب کے علم بردار بن کر تمام عالم کے پیشوا ہونے، خداپرست اور راست باز، خداپرستی اور قرآنی تعلیم کے مروّج ہونے کا اقرار کرنا پڑا۔ کیا ان سب اقراروں کے بعد مذہبِ شیعہ کا نام ونشان باقی رہ گیا؟ اور کیا اب بھی اس میں شک ہے کہ کسی شیعہ کا ایمان قرآن پر نہیں اور نہ ہوسکتا ہے! قرآن شریف پر ایمان بغیر اہلِ سنت کے دامن میں پناہ لیے ہوئے نصیب نہیں ہوسکتا۔''(۱)

شیعہ صاحبان اگر قرآنِ کریم کی تحریف وتکذیب کا داغ اپنے مذہب کی پیشانی سے دھونا چاہتے ہیں تو مولانا لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین کام کریں:

''اوّل:... اپنے مذہب کی دو ہزار سے زائد متواتر روایات کے غیر معتبر ہونے کی ایسی معقول وجہ بیان کریں، جس سے اُن کا فنِ حدیث اور خصوصاً مسئلۂ اِمامت کی روایات باطل نہ ہوجائیں۔

دوم:... اپنے ائمۂ معصومین کی کوئی صحیح یا ضعیف حدیث ہی پیش کردیں کہ قرآنِ کریم تحریف سے پاک ہے۔

سوم:... شیعہ مجتہد یہ فتویٰ شائع کردیں کہ جو شخص قرآنِ پاک میں تحریف کا قائل ہو، وہ کافر اور دائرۂ اِسلام سے قطعاً خارج ہے۔

جب تک وہ یہ تین کام نہیں کرتے، اُن کا دعویٰ اِیمان بالقرآن کسی عاقل کے نزدیک لائقِ اِلتفات نہیں ہوسکتا۔''(۲)

مولانا مرحوم کی اس خیرخواہانہ نصیحت پر ۵۴ برس گزر رہے ہیں، مگر اَفسوس کہ شیعوں کو اس اِمتحان گاہِ ایمان میں قدم رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی، نہ شاید قیامت تک ہوگی...!

دُوسری بحث اہلِ حق کے خلاف حائری صاحب کی زہرافشانیوں کا تحقیقی اور عالمانہ جواب ہے، اور خاتمہ میں مذہبِ شیعہ کے چالیس عقائد ومسائل کا ذکر ہے، جن سے شیعہ مذہب کی حقیقت الم نشرح ہوجاتی ہے۔ ''تنبیہ الحائرین'' شیعہ مذہب کے لیے تریاقِ ایمان اور اَکسیرِ ہدایت ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۷ھ)

(۱) ص:۲۰ (۲) ص:۵۱

فیصلہ کن جوابات

مولانا عبدالسلام فاروقی لکھنوی۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ایک روپے پچیس پیسے۔ پتا: علی مطہر نقوی، اِدارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، اے ۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، کراچی۔

یہ رسالہ اِمامِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے صاحب زادہ کی تالیف ہے، جس میں شیعوں کے اُن مایۂ ناز گیارہ سوالات کا محققانہ جواب دیا گیا ہے، جو عموماً ان کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، جس میں مسئلۂ خلافت، عصمتِ اَئمہ، باغِ فدک، حدیثِ قرطاس، مشاجراتِ صحابہؓ کے مباحث، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مظلومیت کی فرضی داستان، اہلِ سنت کے لقب اور حضرت اِبراہیم علیہ السلام کے شیعہ ہونے کے مسائل زیرِ قلم آئے ہیں۔ آخر میں مصنف نے شیعوں سے (بعدِ ائمہ) بارہ سوالات کیے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۷ھ)

مطرقة الكرامة على مرآة الامامة

شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنی رحمہ اللہ۔ صفحات: ۳۱۲۔ قیمت: ۱۸ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، مدرسہ حنفیہ، ہرنولی، ضلع میانوالی۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم کی جماعت ''تحریکِ خدام اہلِ سنت'' ماشاءاللہ! مسلکِ اہلِ سنت کی حمایت و صیانت میں بہت مفید خدمات انجام دے رہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنی قدس سرہٗ کی لاجواب تالیف ہے، جو ایک رافضی رسالہ ''مرآة الامامة'' کے جواب میں لکھی گئی اور جس میں مسکت دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ''رافضی عقیدۂ اِمامت'' قطعاً باطل اور عقائدِ اَئمۂ اہلِ بیت کے خلاف ہے۔

یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب تھی، حق تعالیٰ ''تحریکِ خدام اہلِ سنت'' کے حضرات کو جزائے خیر دے کہ ان کی مساعیٔ جمیلہ سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی۔ کتاب کا ''پیش لفظ'' جناب مولانا شیر محمد صاحب نے ''کچھ کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارہ میں'' کے عنوان سے لکھا ہے، اور مقدمہ حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ نے تحریر فرمایا ہے، جس میں کتاب کے تعارف کے علاوہ اس کے موضوع سے متعلق بڑا قیمتی مواد جمع کیا ہے، اور روافض کے ساتھ ساتھ جدید ناصبی تحریک پر مختصر مگر متین کلام فرمایا ہے۔ یہ مقدمہ ''دفاعِ صحابہؓ'' کے عنوان سے الگ بھی چھپ چکا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

"مدرسۃ الواعظین" کے بعض ضروری حالات

مجدّدِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلوی قدس سرہ العزیز۔ صفحات: ۸۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: اِدارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، پاکستان، اے-۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، حیدری، کراچی۔

شیعوں اور رافضیوں کے پروپیگنڈے سے متأثر ہوکر عوام الناس اور مسلمانوں کا سیدھا سادہ طبقہ ان کی تقیہ کی سیاست کو حقیقت جاننے لگا ہے، اِس لیے عوام الناس رافضیوں کو مسلمانوں کا خیر خواہ جانتے ہیں۔ مجدّدِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ العزیز (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء) نے اپنے اس مضمون سے -جو ماہنامہ "النجم" لکھنؤ، نمبر ۱۹ اور ۲۰، جلد: ۹ میں شائع ہوا تھا- اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ ان کے اندر کس قدر خبث بھرا ہوا ہے! اگرچہ بیرونی طور پر وہ اپنے آپ کو غیر متعصب کہتے ہیں، اور ان کا "مدرسۃ الواعظین" واقع لکھنؤ جو اپنی جگہ غیر متعصب بلکہ شیعہ سنی قدرِ مشترک شمار کیا جاتا ہے، اس میں کس قدر اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف منتقمانہ جذبات اور تبرا کی تلقین کی جاتی ہے؟ دُوسروں کا تو شمار ہی نہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

نسب غوث پاکؒ

علامہ سیّد نہال احمد نقوی امروہوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ صفحات: ۶۳۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، پاکستان، اے ۲۱۹، سی بلاک، حیدری، شمالی ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳، پاکستان۔

"علامہ حائری" شیعہ ملت کے معروف مجتہد ہیں، جو بغضِ اِسلام میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔ حد یہ ہے کہ اِسلام اور مسلمانوں سے وابستگی ہی ان کے ہاں سب سے بڑا جرم ہے، اور اس کی پاداش میں وہ ایسے حضرات پر ذاتی اور اخلاقی نوعیت کی اِلزام تراشی اور حملوں سے بھی نہیں چوکتے۔ چنانچہ قدوۃ العلماء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شیعہ مجتہد علامہ حائری نے بغض وعناد سے خاندانِ سادات سے نکال باہر کرنے کی کوشش کی۔

ہم ایک کش مکش میں مبتلا تھے کہ آخر شیعوں کو حضرت الشیخ جیلانی رحمہ اللہ کے نسب پاک یعنی خاندانی شرافت وسیادت پر کیا اِعتراض ہوسکتا ہے؟ کتاب ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ چونکہ حضرتؒ کی تصنیفِ

لطیف "غنیۃ الطالبین" میں ملتِ شیعہ کی تردید کے مضامین موجود ہیں، جن کا ہضم کرنا شیعوں کے لیے ناقابلِ برداشت حد تک مشکل ہے، اس لیے انہوں نے ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' کے مصداق حضرت کی ذات پر حملہ کر کے اپنے باطنی بغض کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ جناب نہال احمد نقوی امروہوی مرحوم نے نہایت واضح، مدلل اور شستہ انداز میں اِس بحث کو اُٹھا کر شیعہ مقاصد کو خاک و خون کر دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ)

اِبنِ سبا

مولانا سیّد اعجاز احمد سہسوانیؒ۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ تحفظِ ناموسِ اہلِ بیت، پاکستان، اے ۲۱۹، سی بلاک، شمالی ناظم آباد، حیدری، کراچی۔

شیعہ تحریک جو بدقسمتی سے چودہ سو سال سے اِسلام کا نام استعمال کر کے یہودیت کو پروان چڑھانے اور اِسلام کو ڈھانے کی ناپاک اور مذموم مساعی میں مصروفِ عمل ہے، اس میں اساسی اور بنیادی کردار عبداللہ ابنِ سبا یہودی کا ہے، یہی وجہ ہے کہ شیعوں کا یہودیوں کے ساتھ چولی دامن کا تعلق ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں اس تحریک کے بانی کے حالات، کارنامے اور عقائد نہایت شان دار طریق پر بیان کیے گئے ہیں۔ رسالہ کی لوح پر اس مجموعہ کا تعارف ان الفاظ میں درج ہے:

''عبداللہ بن وہب بن سبا کے حالات؛ جو صدرِ زمانۂ اِسلام میں اِختلافِ عقائد کا بانی اور مسلمانوں کی تفریقِ مذہبی کا مبدأ اوّل تھا، اور اس کے تلامذہ و متبعین کے مؤثر کارنامے۔''

یہ مختصر رسالہ پڑھنے بلکہ یاد کرنے کے لائق ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۷ھ)

تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین

اِفادات: مولانا اللہ یار خان۔ ترتیب: حافظ عبدالرزّاق، ایم اے۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ ملنے کا پتا: حافظ عبدالرزّاق (ایم اے) چکوال۔

ملتِ اِسلامیہ کو پارہ پارہ اور اس کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کرنے میں جہاں یہود و نصاریٰ اور لادین عناصر کا ہاتھ اور دخل اندازی رہی ہے، وہاں عبداللہ بن سبا کی ذُرّیت بھی اُن سے پیچھے نہیں رہی، بلکہ اگر نظرِ

غائر سے دیکھا جائے تو یہی طبقہ نظر آئے گا جس نے پورے دینِ اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے، اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے، خودساختہ توضیح وتشریح سے دین کا حلیہ بگاڑنے، جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور خاص کر خلفائے ثلاثہ کے ساتھ حسد وبغض رکھنے، ائمۂ اَربعہ اور دیگر بزرگانِ دین کی خدمات اور اسلامی جذبات کو یکسر فراموش کرنے میں جو منفرد طرزِ عمل اختیار کیا ہوا ہے، اس کی مثال اسلامی نام کے کسی اور طبقہ میں ملنا مشکل ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اس طبقہ کے اہم عقائد اور مسائل سے بحث کی گئی ہے، مثلاً: عقیدۂ آخرت، عقیدۂ اِمامت، اِمام مہدی کی فتوحات، موجودہ قرآن کی حیثیت، مسئلۂ رجعت اور شیعہ علماء، بارہویں اِمام کے متعلق عقیدہ، عقیدۂ خلافت، خلافتِ علیؓ، حضرت علیؓ اور خلفائے ثلاثہؓ کے باہمی تعلقات، حضرت عثمانؓ پر اِلزام تراشی، لفظِ ''مولیٰ'' کی تحقیق، عقیدۂ بدا، باغِ فدک، مطالبۂ میراث میں حضرت علیؓ کا کردار، دینِ اِسلام اور دینِ شیعہ، وغیرہ مسائل کو تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن سبا کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو جاننے کے لیے اور حقیقت اور افسانہ میں فرق معلوم کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اَز حد ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ)

ایمان بالقرآن

مولانا اللہ یار خان چکڑالوی۔ صفحات: ۲۰۸۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: اِدارۂ نقشبندیہ اُویسیہ، چکوال، ضلع جہلم۔

قرآنِ کریم پر اِیمان اسی صورت میں صحیح ہے جب کہ اس کو تحریف سے مبرا اور ناقلینِ قرآن کی دیانت وامانت کو قابلِ اعتماد سمجھا جائے۔ زیرِ نظر کتاب میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اَعدائے صحابہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ مزید تفصیل کی گنجائش نہیں۔ کتاب ہر مسلمان کے لیے لائقِ مطالعہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ)

الوشیعة فی نقد عقائد الشیعة (عربی)

موسیٰ جاراللہ۔ قیمت: ۲۵ روپے۔ صفحات: ۳۱۶۔ ملنے کا پتا: سہیل اکیڈمی، محمد علی امین مارکیٹ، چوک اُردو بازار، لاہور۔

موسیٰ جاراللہ رُوس کے مشہور تجدّد پسند عالم ہیں۔ اُنہیں ۱۹۳۰ء میں اپنے وطن سے ہجرت کرنا پڑی اور اُنہوں نے کئی سال تک اسلامی ممالک کی سیاحت کی۔ سات مہینے سے زیادہ عرصہ اُنہوں نے اِیران میں گزارا، وہاں کے تمام دِینی مراسم و معابد کا بغور مشاہدہ کیا، اور وہاں کے علماء و طلبہ اور دیگر طبقوں کے ممتاز افراد سے ملاقاتیں رہیں اور گفتگوئیں ہوئیں۔ شیعہ مذہب کی اَہم اور اُصولی کتابوں کا مطالعہ وہ اس سے پہلے کرچکے تھے، اس دوران اُنہیں بعض نادر کتابوں کے مطالعہ کا موقع بھی ملا۔

زیرِ نظر کتاب میں اُنہوں نے اپنے وسیع مطالعہ کے علاوہ شیعہ مذہب کی آنکھوں دیکھی کہانی قلم بند کی ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ اُن کے سفر کی سرگزشت اور شیعہ مذہب کے بارہ میں اُن کے مشاہدات پر مشتمل ہے۔ دُوسرا حصہ (جو دراصل علمائے شیعہ کے نام ایک خط ہے، اور وہی اصلی کتاب ہے) شیعہ عقائد و خرافات پر مشتمل ہے۔

ان شیعی عقائد کو پیش کر کے مصنف نتائج و آثار سے بحث کرتے ہیں اور اُن کی شناعت و قباحت ذِکر کرتے ہوئے شیعہ مجتہدین اور اُن کے علماء سے اپیل کرتے ہیں کہ یہ عقائد و نظریات قرآنِ کریم اور عقلِ صریح کے خلاف ہیں، اِس لیے علمائے شیعہ کا فرض ہے کہ وہ ان عقائد کی اِصلاح کریں۔ یہ کتاب شیعہ مذہب کا ایک ایسا خلاصہ ہے جس کا علم ہر شیعہ سنی عالم کو ہونا چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ)

خلافتِ راشدہ نورِ قرآن میں

ابو خالد عبدالرشید۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت: ۳۰ روپے۔ پتا: اِدارہ صراطِ مستقیم، ۵۹ بی، تاج سینٹر، شاہ فیصل کالونی، کراچی نمبر ۲۵۔

منافقین کی شروع سے یہ کوشش رہی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص اور گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں، لیکن جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اپنے ان ناپاک اور مذموم اِرادوں میں کامیاب نہ ہوسکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں بے تکی اور بے سروپا ہانکنا شروع کردیں، اور ...نعوذ باللہ!... اُنہیں غاصب اور نامعلوم کیا سے کیا کہنا شروع کردیا؟ صرف اس لیے کہ ان کی بدنامی سے تأثر دیا جاسکے کہ ...نعوذ باللہ!... اُنہیں تربیت ہی ایسی ناقص دی گئی تھی۔ اپنے اس جھوٹے پروپیگنڈے میں کامیاب تو کیا ہوتے؟ اُنہوں نے اپنی ایک قلیل سی ہی ''حزب الشیطان'' بناڈالی جو ہمیشہ سے یہ راگ الاپ رہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں اسی شیطانی طلسم کو توڑتے ہوئے خلفائے راشدینؓ کے مختصر حالات اور اُن کی خلافت کو قرآن وسنت اور تاریخی حقائق سے ثابت کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۶ھ)

دِفاعِ صحابہ واہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حافظ قاری سیّد محمد شاہ (مہتمم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن مانسہرہ)۔ صفحات: ۲۰۶۔ قیمت: ۳۰ روپے۔
پتا: مکتبہ قاسمیہ، نیو مراد پور، پوسٹ کوڈ ۲۱۳۰۶، مانسہرہ، ہزارہ ڈویژن۔

زیرِ نظر کتاب میں - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں شیعوں کی طرف سے پھیلائی گئی بدگمانیوں اور حبِ اہلِ بیت کے منافقانہ دعووں کی قلعی کھولی گئی ہے۔ شیعہ ہمیشہ سے ردائے تقیہ میں چھپے رہے، مگر ان کی بدنصیبی کہ گاہ بگاہ ان کے ''بہادر ائمہ'' نے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ہدایت کے برخلاف اپنے عقائد کا کھل کر اظہار کر دیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر خمینی انقلاب نے اس پر مہمیز کا کام کیا، جس کی بنا پر شیعہ جارحیت پر اُتر آئے اور سرِعام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے بغض کا اظہار کرنے لگے۔

علمائے اُمت اس فتنہ سے کبھی غافل نہیں رہے اور شروع سے اس فتنہ کی سرکوبی ہوتی رہی، مگر ظاہر ہے اِس نئے اِنقلاب کے بعد تردیدی انداز میں فطری طور پر تحریک بڑھ گئی، چنانچہ یہ کتاب بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

کتاب کے شروع میں جناب قاری محمد یونس صاحب کا نہایت ہی اہم اور جان دار مقدمہ ہے جو بلاشبہ دریا بکوزہ کا مصداق ہے۔ کتاب میں تمام شیعہ عقائد کو نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد ''مقامِ صحابہؓ واہلِ بیتؓ'' جناب سیّد اسرار الحق (مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن، شیر پور) کا مقالہ ہے، گویا کتاب ایک مقدمہ اور دو مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالہ اوّل میں عقائدِ شیعہ بیان کیے گئے ہیں، اور مقالہ دوم میں مقامِ صحابہ واہلِ بیت کا تذکرہ ہے۔ کتاب ظاہری اور باطنی ہر طرح کی خوبیوں سے آراستہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۳ھ)

تاویل تنزیل

علامہ عرشی وقمر امرتسری۔ صفحات: ۱۳۲۔ قیمت: ۲ روپے۔ پتا: کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ، ضلع شیخوپورہ۔

ملتِ اسلامیہ میں فرقہ بندی اور تفرقہ اندازی کی تخم ریزی تحریکِ سبائیت نے ہوئی، یہ یہودی تحریک اِسلام کے خلاف گوریلا جنگ یا صحیح لفظوں میں اسلامیت کا یہودی ایڈیشن تھا، جس میں یہودیت کے حسد وبغض اور مکروفریب پر کذب و اِفترا اور تقیہ کا اضافہ کرلیا گیا۔ یہ شروع میں ''حب اہلِ بیت'' کا علَم لے کر اُٹھی اور رفض و باطنیت کے مراحل طے کرتے ہوئے بہت جلد مدعیانِ مسیحیت و مہدیت کا گہوارہ بن گئی، تیرہویں صدی کی ''بابی'' اور ''بہائی'' تحریکوں کا سلسلۂ نسب بھی سبائی باطنیت سے جاملتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں سبائیت اور بہائیت کا پس منظر، ان کے ارتقائی منازل، ان کے انجام، ان کے اُصول ونظریات اور ان کی تحریفات پر بڑی عمدگی سے بحث کی گئی ہے، جو دِلچسپ بھی ہے اور عبرت ناک بھی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۲ھ)

حرمتِ ماتم بجواب ثبوتِ ماتم

مولانا نور حسین عارف۔ صفحات: ۶۵۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: مولانا نور حسین عارف، خطیب جامع مسجد فضل، محلہ فاروق گنج آبادی محمد بخش، گوجرنوالہ۔

زیرِ تبصرہ رسالہ - جیسا کہ نام سے واضح ہے - ایک شیعی پمفلٹ پر جان دار تبصرہ اور اس کا مدلل جواب ہے، جو ہر اعتبار سے قابلِ دید ہے۔ فاضل مؤلف نے حرمتِ ماتم پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے شیعہ کتب سے اِستدلال کرکے رافضی اُمت پر حجت تمام کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرماکر نافعِ خلائق بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۶ھ)

حرمتِ متعہ

شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب (سیالکوٹ)۔ صفحات: ۱۸۰۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: جامعہ ابراہیمیہ، ناصر روڈ، سیالکوٹ۔

قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، اِجماعِ اُمت اور اِرشاداتِ اہلِ بیت کی روشنی میں متعہ (یعنی بغیر نکاح کسی عورت سے جنسی فائدہ اُٹھانے کا معاہدہ) حرامِ قطعی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ)

رسالہ حرمتِ متعہ

صفحات: ۸۸۔ پتا: فاروقی کتب خانہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان، پاکستان۔
اس رسالہ میں قرآن وسنت سے متعہ کی حرمت ثابت کی گئی ہے اور عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ یہ ایک ایسا فعل ہے جسے کوئی شریف النفس انسان اپنی اولاد کے لیے پسند نہیں کرے گا۔ یہ رسالہ۔ جس پر مصنف کا نام درج نہیں۔ ۱۳۵۵ ہجری فاروقی کتب خانہ، فاروق گنج، لاہور سے شائع ہوا۔ ناشر نے اسی نسخہ کا عکس شائع کیا ہے۔ رسالہ عمدہ افادات پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۲ھ)

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟ (پہلا ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، چکوال۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۵۰ پیسے۔ پتا: خدام اہلِ سنت والجماعت، ملکوال (تلہ گنگ)، ضلع کیمبل پور۔
زیرِ نظر کتابچہ میں جو ''ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟'' نامی کتابچہ کے جواب میں لکھا گیا ہے، قرآن وحدیثِ نبوی اور ائمہ اہلِ بیت کی تصریحات سے ثابت کیا گیا ہے کہ ماتم کی مروّجہ شکل حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ بڑی سے بڑی مصیبت پر بھی جزع فزع نہ کرے، بلکہ صبر واستقامت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

بشارت الدّارین بالصّبر علٰی شہادۃ الحسین

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟ (تیسرا ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، چکوال۔ صفحات: ۶۲۸۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$۔ قیمت: ۲۵ روپے۔
پتا: مکتبہ رشیدیہ، نیو جنرل مارکیٹ، چکوال (ضلع جہلم)۔
حضرت قاضی صاحب کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں، ''خدام اہلِ سنت'' کے نام سے ان کی قائم کردہ تنظیم ملک میں گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔ زیرِ نظر ضخیم کتاب ان کے رسالہ ''ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟'' کا نقشِ سوم ہے، جس میں ایک ماتمی رسالہ ''فلاح الکونین'' پر تنقید کرتے ہوئے قرآنِ کریم،

احادیثِ طیبہ اور ائمۂ اہلِ بیت کے ارشادات سے ثابت کیا گیا ہے کہ عشرۂ محرم الحرام میں شیعہ صاحبان جن ماتمی رُسوم کو بجالاتے ہیں، اِسلام ان کی ہرگز اِجازت نہیں دیتا، بلکہ اس کے برعکس صبر و رضا اور تسلیم و توکل کا درس دیتا ہے۔ فریقِ مخالف نے ماتم کے ثبوت میں بزعمِ خود جو دلائل پیش کیے ہیں، ان کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

کتاب کا موضوع اگرچہ مختصر تھا، یعنی مروّجہ ماتم اور اس کے اعمال و رُسوم کا تنقیدی جائزہ؛ لیکن دورانِ بحث قریباً وہ تمام مباحث زیرِ قلم آتے گئے جو اہلِ سنت اور شیعہ صاحبان کے درمیان متنازع فیہ ہیں، اس لیے یہ کتاب شیعہ سنی مسائل پر بڑی حد تک جامع دستاویز ہے۔ کتاب کے آخر میں (صفحہ:۵۵۶ سے ۶۱۴ تک) شیعوں کی ایک اور کتاب ''تجلیاتِ صداقت'' پر گرفت کی گئی ہے، جو مصنف کے والد ماجد حضرت مولانا کرم الدین دبیرؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ''آفتابِ ہدایت'' کے جواب میں پچاس سال بعد لکھی گئی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۵ھ)

ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟ (جدید ایڈیشن)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، چکوال۔ صفحات:۴۸۔ قیمت: ایک روپیہ۔ پتا: خدام اہلِ سنت، جامع مسجد برکت علی، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور۔

اس کتابچہ پر ان سطور میں تبصرہ آچکا ہے۔ (رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ) زیرِ نظر جدید ایڈیشن (طبع چہارم) بڑا دِل کش اور نفیس ہے، اس کا مطالعہ ہر سنی کو کرنا چاہیے، اور شیعہ بھائیوں کو کرانا چاہیے، کیونکہ مروّجہ ماتم تعلیماتِ ائمہؒ کی ضد ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۹۳ھ)

''تجلیاتِ صداقت'' پر ایک نظر

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، چکوال۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: ۵ روپے۔ پتا: تحریک خدام اہلِ سنت والجماعت، چکوال۔

حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ کی مشہور تصنیف ''آفتابِ ہدایت'' رَدِّ روافض میں بے نظیر اور لاجواب ہے، شیعہ صاحبان کو نصف صدی کے بعد خیال آیا کہ اس کا جواب لکھا جائے، چنانچہ ایک شیعہ

فاضل مجتہد جناب محمد حسین ڈھکو صاحب نے ''تجلیات صداقت'' کے نام سے اس کا جواب لکھا، زیرِ نظر رسالہ ڈھکو صاحب کی کتاب کا ایک طائرانہ جائزہ ہے، جو مصنف کی ضخیم کتاب ''بشارات الدارین'' کے ضمن میں شائع ہوا تھا اور اب اسے الگ شائع کیا گیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ)

اِرشادُ الشیعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ۔ صفحات: ۲۱۴۔ قیمت: ۲۱ روپے۔ پتا: مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

محقق العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ العالی کی کتابیں تحقیق واتقان کے لحاظ سے نہایت ہی بلند پایہ ہیں۔ زیرِ نظر رسالہ ایک محترم عالم کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، جس میں شیعہ کے اُصول وعقائد اور چند فروع وجزئیات پر باحوالہ محققانہ بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ثابت کیا گیا ہے کہ دورِ حاضر کے شیعہ روافض جس قسم کے عقائد رکھتے ہیں، ان عقائد کے حاملین پر اکابرِ اُمت نے قدیماً وحدیثاً کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۹ھ)

ہم سنی کیوں ہیں؟

مولانا مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۳۲۰۔ قیمت (مع پلاسٹک کور): ۲۴ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا، نمبرا، گوجرانوالہ۔

اہلِ تشیع کے ایک صاحب عبدالکریم مشتاق کی طرف سے ایک کتابچہ ''میں شیعہ کیوں ہوا؟ مع سُنّیہ پر سوسوال'' شائع ہوا تھا۔

زیرِ نظر کتاب اس کا متین، مدلل اور سنجیدہ جواب ہے، جس میں کتبِ فریقین کی روشنی میں متنازع فیہ مسائل پر عالمانہ ومحققانہ انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

جناب مولانا مہر محمد صاحب کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل کا خاص ذوق اور ملکہ عطا فرمایا ہے اور انہوں نے بڑی محنت وجستجو اور دقیقہ رسی سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔

ہمیں توقع ہے کہ فریقِ مخالف کے سنجیدہ حضرات بھی اگر بنظرِ انصاف اس کتاب کو پڑھیں گے تو انہیں حق و باطل کے پہچاننے میں آسانی ہوگی۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، صفر ۱۴۰۱ھ)

عقائد الشیعه

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: ۱۰ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا، نمبرا، بازارِ خراداں، گوجرانوالہ۔

زیرِ تبصرہ کتاب - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے - شیعوں کے غلیظ عقائد کا مجموعہ ہے، جس میں شیعہ مذہب کی معتبر کتاب "اُصولِ کافی"، ملا باقر علی مجلسی کی تصنیفات اور انقلابِ ایران کے قائد جناب علامہ خمینی کے افکار سے ماخوذ شیعہ مذہب کے ۱۰۰ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

اصحاب تقیہ اور اَسباطِ متعہ کے مذہب سے متعلق بہترین اور معلوماتی رسالہ ہے۔ اُمید ہے کہ اہلِ دِل اس خدمت کو سراہیں گے...!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

تاریخِ شیعہ اور مسلمانوں پر مظالم

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۳۲۔ قیمت: ۳ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا، نمبرا، گوجرانوالہ۔

زیرِ نظر رسالہ موصوف کی زیرِ طبع کتاب "سیف اسلام" کا مقدمہ اور اِبتدائیہ ہے۔ مذہب شیعہ کا آغاز و تعارف، شیعوں کی سیاسی تاریخ، اہلِ بیت پر مظالم، اسماعیلیوں کے مظالم، ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ، شاہ تیمور کے مظالم، اسماعیل صفوی کے مظالم، نادر شاہ درانی کا دہلی پر حملہ، انگریز اور شیعہ، انقلابِ ایران پر ایک نظر وغیرہ جیسے کئی عنوانات پر مفید رسالہ ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

مسئلۂ عزاداری اور تعلیماتِ اہلِ بیتؓ

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت: ۸/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، تھے والی، ضلع میانوالی۔

قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں مصائب و آفات، خصوصاً موت پر صبر و رضا کا حکم ہے اور جزع فزع، سینہ کوبی وغیرہ ممنوع ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس موضوع پر ایک جامع تالیف ہے، جس کا مختصر تعارف لوحِ پر ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''۵۰ آیاتِ قرآنی، ۲۵ احادیثِ نبوی، ۷۰ احادیثِ اہلِ بیت از کتبِ معتبرہ شیعہ، اور ۱۵ دلائلِ عقلیہ کی روشنی میں مسئلۂ ماتم پر محققانہ سیر حاصل بحث، مثبت دلائل کا تجزیہ، ہر مکتبِ فکر کے مسلمات کا خزانہ، اور یکساں قابلِ استفادہ''

اُمید ہے، ہر مکتبِ فکر کے حضرات اس سے مستفید ہوں گے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ)

سیفِ اِسلام بر دُشمنانِ اِسلام... یعنی ''شیعہ کے ہزار سوال کا جواب''

مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی۔ صفحات: ۵۶۰۔ قیمت (مجلد): ۷۵ روپے۔ پتا: مکتبہ عثمانیہ، نور باوا، گوجرانوالہ۔

شیعہ مذہب اِسلام کے خلاف ایک خفیہ سازشی تحریک کا نام ہے، جو تقیہ اور کتمان کی نقابِ سیاہ میں مستور رہی، لیکن شیعوں کو جب بھی موقع ملا، انہوں نے فتنہ و فساد برپا کرنے اور اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ شیعہ کی یہ تاریخ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کی قتل گاہوں سے گزرتی ہوئی حسن بن صباح کے قلعۃ الموت تک پہنچتی ہے۔

آج بھی شیعوں کی اِمام بارگاہیں خصوصاً اَیامِ محرم میں چھوٹے چھوٹے قلعۃ الموت بن جاتی ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا غم غلط کرنے کے لیے ہر محرم میں دسیوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ چشم بددُور شیعوں کے ''اِمام خمینی'' نے ''فی سبیل اللہ فساد'' کا یہ مقدس شغل حکومتی سطح پر شروع کردیا ہے۔ حادثۂ مکہ معظمہ اور حادثۂ کوئٹہ اس کے ہلکے پھلکے مظاہر ہیں۔ بعید نہیں کہ کراچی کے اُمن سوز واقعات بھی اسی کا ایک مظہر ہوں۔

شیعہ صاحبان یوں تو اپنے دین و مذہب کی بنیاد چھ اُصولوں پر بتاتے ہیں، لیکن غور کیجیے تو اس مذہب کے نمایاں خصائص تین ہیں، اور انہی تین میں پورا شیعہ مذہب سمٹ آتا ہے۔ یعنی: متعہ، تقیہ اور تبرا۔ ان کے جوشِ تبرا کا یہ عالم ہے کہ قرآنِ کریم سے بھی یہ کہہ کر تبرا کرتے ہیں کہ یہ قرآن اصلی نہیں، نقلی اور جعلی ہے، اصلی قرآن ''امامِ غائب'' کے ساتھ غائب ہے۔ ان کو بنات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی۔ بجز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ تبرا ہے، اور بلا استثنیٰ تمام اَزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تبرا ہے۔ تین چار اَصحاب کے علاوہ تمام یارانِ نبی اور پوری جماعتِ مؤمنین سے بھی تبرا ہے، اور دس گیارہ حضرات کے علاوہ باقی سب آلِ رسول سے بھی تبرا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کو خدا تعالیٰ سے بھی تبرا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تبرا ہے، اور اسلام سے بھی تبرا ہے۔

ہمارے زمانہ کے ایک اِمامِ تبرا عبدالکریم مشتاق رافضی نے شیعوں کے ان تمام تبراؤں کو ایک ہزار سوالوں کی شکل میں مرتب کیا۔ یہ تبرائی سوالات۔ جن کا لہجہ نہایت گندا، دِل آزار اور اِشتعال انگیز ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی توحید و صفات پر، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام علیہم السلام کے خصائص پر، خلفائے راشدینؓ پر، حضرت معاویہؓ پر، دیگر صحابہ کرامؓ پر اور۔ بزعم مشتاق۔ مذہبِ اہلِ سنت پر کیے گئے ہیں۔

برادرم جناب مولانا حافظ مہر محمد صاحب پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص ''مہر بطفیل محمدؐ'' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کہ ان کو اس تبرائی فرقہ کے رَدّ و تعاقب کے لیے چُن لیا ہے، چنانچہ موصوف اس موضوع پر ''عشرۃ کاملۃ'' کے قریب کتابیں لکھ چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب مشتاق کے اِن تبرائی سوالوں کا کلہ شکن اور منہ توڑ جواب ہے، اور یہ مشتمل ہے ایک مقدمہ اور دو حصوں پر۔ کتاب کا مقدمہ شیعوں کی خون ریز تبرائی تاریخ کی ایک جھلک پیش کرتا ہے، حصہ اوّل میں مشتاقِ رافضیت کے رسالہ ''فروعِ دِین'' کا جواب ہے۔ اور حصہ دوم رافضی کے ہزار سوال کا جواب ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ اہلِ سنت کے لیے اِیمان و بصیرت میں اِضافہ کا باعث ہوگا اور شیعوں کے لیے عبرت اور اِتمامِ حجت کا موجب ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ)

آتش کدۂ اِیران

اختر کاشمیری۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۳۵ روپے۔ پتا: ندیم بک ہاؤس، ۴۱۔ پرانی انارکلی، لاہور، پاکستان۔

دُنیا بھر میں اِنقلابِ اِیران کا غلغلہ ہے، اہلِ قلم نے اس پر بہت کچھ لکھا اور لکھا جارہا ہے، اور ممکن ہے قلموں کی اس سرسراہٹ سے مستقبل کا مؤرّخ اس کو ''اِسلامی اِنقلاب'' شمار کربیٹھے! لیکن اس کی ''اسلامیت'' کا صحیح معنوں میں اندازہ وہی حضرات لگاسکتے ہیں، جنھیں اُسے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

اِیرانی اِنقلاب کے بعد اس کی ''اِسلامیت'' کو اُجاگر کرنے کے لیے بہت سے جشن ہوئے، غیرملکی مندوب بلائے گئے، کانفرنسیں منعقد ہوئیں، اور ہر ایک نے تأثرات ومشاہدات قلم بند کیے، اور بہت سوں نے تو اپنی قلمی توانائیاں اِنقلابِ اِیران کو ''اِسلامی'' اور خمینی کو ''غیرمتعصب خالص مسلمان'' بنانے پر صَرف فرمائیں۔ لیکن زیرِ نظر کتاب جناب اختر کاشمیری کے ''عالمی سیرت کانفرنس'' منعقدہ تہران، کے مشاہدات وتأثرات کا مجموعہ ہے، جسے ''سفرنامہ اِیران'' کا نام بھی دیا جاسکتا ہے، جس میں نہایت سلیقہ سے حقیقتِ واقعہ کا اظہار کرتے ہوئے ایسے پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کی گئی ہے، جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس انقلاب سے ایران امن وامان کا گہوارہ ہونے کے بجائے آتش کدہ ہے، جسے گل زار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ خود موصوف صفحہ:۱۱ پر لکھتے ہیں:

''اِنقلابِ اِیران کی مثال بھی چراغ کی سی ہے، کچھ لوگوں نے اسے دُور سے دیکھا تو انہیں صرف نور کا ہالہ نظر آیا، مگر ہم نے اس کی تپش کو بہت قریب سے محسوس کیا ہے، اس لیے ہمارے نزدیک وہ نور کا ہالہ نہیں، شعلہ جوالا ہے۔''

کتاب اپنے موضوع پر ایک زوردار تحریر ہے، جو زبان وبیان اور شعروادب کی لطافت سے بھی آراستہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

خمینی ازم اور اِسلام

ابوریحان فاروقی۔ صفحات:۱۶۰۔ قیمت:۱۵روپے۔ پتا: اِدارہ اشاعت المعارف، ریلوے روڈ، فیصل آباد۔

عوام اہلِ سنت فطرتی طور پر اس قدر بھولے بھالے اور وسیع الظرف واقع ہوئے ہیں کہ حتی الوسع کسی کے عقائد کے درپے نہیں ہوتے، خاص طور پر شیعہ حضرات کو محض اس لیے برداشت کرلیا جاتا ہے کہ شیعہ فرقہ قدیم ترین فرقوں میں سے ہے، اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ پھر سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات اپنے عقائد کو اس قدر چھپاتے ہیں کہ صحیح معنی میں یہ اندازہ بھی نہیں ہوپاتا کہ شیعہ عقائد کیا ہیں؟ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اپنی تازہ ترین تالیف ''اِیرانی انقلاب: امام خمینی اور شیعیت'' میں لکھتے ہیں:

''ہمارے عوام اور کالجوں، یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات اور صحافیوں، دانش وروں کا کیا ذکر؟ ہم جیسے لوگ جنہوں نے دینی مدارس اور دار العلوموں میں دینی تعلیم حاصل کی ہے اور عالم دین کہے، سمجھے جاتے ہیں، عام طور سے شیعہ مذہب کے بنیادی اُصول وعقائد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔''

اس لیے ضروری تھا کہ ایرانی انقلاب کے نام نہاد اسلامی پروپیگنڈے کا طلسم توڑ کر شیعہ عقائد کی روشنی میں واضح کیا جائے کہ خمینی ازم کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

جناب ابوریحان فاروقی صاحب کی زیرِ نظر کتاب دو حصوں پر تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں یہود کی تاریخ، شیعہ کا تاریخی پس منظر، شیعہ عقائد، شیعہ اور قرآن، شیعہ اور ختمِ نبوّت اور اسلامی تاریخ میں شیعہ حکمرانوں کے مظالم کی داستان وغیرہ ایسے مضامین ہیں۔ جب کہ دُوسرا حصہ مشہور اِسلامی مفکر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کے رسالہ ''الفرقان'' کے ایک وقیع مضمون پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۴۰۵ھ)

شیعہ حضرات کی اِسلام سے بغاوت

قاری اظہر ندیم۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۳روپے۔ پتا: عامر اکیڈمی، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور۔

شیعہ رِدائے تقیہ کی اوٹ میں اپنے عقائد چھپاتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، زیرِ نظر مختصر رسالہ میں کتبِ شیعہ سے اصل عبارت نقل کر کے عوام کو ان کے مکروہ عقائد اور اِسلام سے بغاوت کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے۔ رسالہ ہر طرح سے جاذبِ نظر ہے، ٹائٹل رنگین اور پُرکشش ہے، کتابت وطباعت بھی معیاری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

شیعیت کا اصلی رُوپ

ابوعائشہ مولانا محمد حسین شاہ۔ صفحات: ۶۰۲۔ قیمت: ۱۵۰روپے۔ پتا: غلام محمد میمن ولد اللہ ڈنہ مرحوم، مکان نمبر ۳۰۰-اے، غریب آباد کالونی، نزد زبیدہ گرلز کالج، حیدرآباد۔

یہ کتاب جناب غلام محمد میمن صاحب ولد جناب اللہ ڈنہ صاحب کی سندھی کتاب ''شیعیت جو اصلی رُوپ'' کا اُردو ترجمہ ہے، جسے جناب مولانا محمد حسین صاحب نے نہایت محنت وعرق ریزی سے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

یہ کتاب اس اعتبار سے اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے کہ جس کی تصدیق کے لیے شیعہ کتب کی ورق گردانی کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ ہی کسی لائبریری میں حوالہ کی تصدیق کے لیے اصل کتاب دیکھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے، بلکہ کتاب میں مندرج تمام حقائق وحوالہ جات کے لیے شیعہ کتب کے سرورق اور متعلقہ صفحات کے فوٹو کتاب کے آخر میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح کتاب کی جہاں افادیت بڑھ گئی ہے، وہاں شیعہ حضرات سے بات کرنے میں بھی ان شاء اللہ! آسانی ہوگی اور کسی شیعہ کو یہ جرأت بھی نہیں ہوگی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ یہ حوالہ ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔

کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، جس کے حصہ اوّل کے بارہ ابواب ہیں، عجیب اتفاق ہے کہ اثنا عشریہ کی تردید کے لیے لکھی گئی کتاب کے بھی بارہ ابواب ہیں، اور ان کے بارہ اہم مسائل پر بہت ہی اچھے انداز سے کلام کیا گیا ہے، وہ اہم مسائل یہ ہیں:

شیعہ مذہب کے بانی عبداللہ بن سبا سے شیعیت کا آغاز، ارتقائے شیعیت، مجوسیت اور یہودیت کا آپس کا رشتہ اور مشابہت، عقیدۂ تحریفِ قرآن، تقیہ اور کتمان، عقیدۂ امامت، امامِ غائب کا افسانوی عقیدہ، عقیدۂ رجعت، قرآن، سنت اور شرع میں اہلِ بیت کا مصداق کون؟ شیعہ کتب سے حضرت عمرؓ سے سیدہ اُمِ کلثومؓ کے نکاح کا ثبوت، متعہ، شیعوں کی قرآن وسنت پر مبنی اسلام اور اس کے پیروکاروں سے عداوت، اور شیعہ کے کفر کے بارہ میں تمام علمائے متقدمین ومتاخرین کے فتاویٰ اور فیصلے۔

حصہ دوم میں شیعہ اثنا عشریہ کی معتبر اور بنیادی کتابوں کے نام اور اُن کے سرورق اور متعلقہ حوالہ جات کے صفحات کے عکس ہیں۔ بہرحال! کتاب بہترین مواد پر مشتمل ہے جو مسئلہ شیعہ سمجھنے میں بہترین مددگار ثابت ہوگی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ)

ترجمہ فرمان علی

جناب فرمان علی صاحب۔ پتا: پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ، ۱۳۹- فاران ہاؤسنگ سوسائٹی، حیدر علی روڈ، کراچی نمبر ۵۔

حال ہی میں جناب فرمان علی صاحب کا ترجمہ قرآن کریم مع فوائدِ تفسیر یہ نظر سے گزرا، جو ''پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ، ۱۳۹- فاران ہاؤسنگ سوسائٹی، حیدر علی روڈ، کراچی نمبر ۵'' کے زیرِ اہتمام شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ پون صدی پہلے لکھا گیا تھا اور اسی زمانہ میں مطبع نظامی سے شائع ہوا تھا، اب جناب سیّد نجم الحسن کراروی

(پشاور) کی نظرِ ثانی اور اِصلاح وترمیم کے بعد دوبارہ شائع ہوا ہے۔ موصوف "سرِ لفظ" کے زیرِ عنوان اس ترجمہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کا زیرِ نظر ترجمہ حضرت علامہ حافظ سید فرمان علی صاحب قبلہ اعلی اللّٰہ مقامہ (چندن پٹی ضلع دربھنگہ، صوبہ بہار، بھارت) کا کیا ہوا ہے۔ اگرچہ علامہ موصوف بے پناہ قابلیت وصلاحیت کے مالک تھے اور ان کا ترجمہ قرآن بھی بے انتہا خوبیوں سے بھرپور ہے اور بڑے بڑے علماء نے اسے سراہا ہے اور تمام اُردو ترجموں کا سرتاج قرار دیا؛ جن میں فقیہ اعظم حجۃ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد، عمدۃ المتاٰلہین، حجۃ الاسلام حضرت مولانا سیّد ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد، شمس العلماء حجۃ الاسلام حضرت مولانا سیّد ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد، شمس العلماء حجۃ الاسلام حضرت مولانا سیّد نجم الحسن قبلہ مجتہد، وعمدۃ العلماء حجۃ الاسلام حضرت سیّد کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللّٰہ مقامھم شامل ہیں۔"

اس ترجمہ پر نظرِ ثانی کی ضرورت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن بمقولہ "الانسان مرکب من الخطأ والنسیان!" ترجمہ اور حواشی میں بھول چوک اور تسامح بعید از امکان نہیں... علامہ موصوف نے لازماً ترجمہ کرتے وقت تفاسیرِ محمد وآلِ محمد اور اُن کے پاکیزہ اِرشادات کو سامنے رکھا ہوگا، لیکن بمقتضائے بشریت کسی مقصد، مطلب اور مفہوم کا نظرانداز ہوجانا غیرممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مقام پر حواشی میں تسامحات ہوگئے، جن کی طرف نہ صرف ناچیز بلکہ خطیبِ اعظم حضرت مولانا سیّد محمد صاحب قبلہ دہلوی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد مصطفیٰ صاحب قبلہ جوہر اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا آغا مرزا مہدی حسن صاحب قبلہ پویا اور بہت سے دیگر علمائے کرام متوجہ تھے اور ہر ایک کی تمنا تھی کہ اس بےنظیر ترجمہ کو نظرِ ثانی کے بعد اس کے شایانِ شان اَنداز میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے....."

اس ترجمہ پر متعدد حضرات کی تقریظیں ثبت ہیں، جن کے نام القاب کے ساتھ اس طرح لکھے گئے ہیں:

"۱:...حضرت حجۃ الاسلام سرکار نجم العلماء مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر۔

۲:...حضرت حجۃ الاسلام سرکار مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد۔

۳:...حضرت حجۃ الاسلام سرکار مولانا السید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد۔

۴:...حجۃ الاسلام عمدۃ العلماء جناب مولانا السید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر۔

۵:...صدر المحققین ناصر الملۃ والدین شمس العلماء جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ۔"

اس ترجمہ کے بارہ میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

''اگر کتاب اللہ اُردو میں نازل ہوتی تو آپ کے ترجمہ میں اور اس میں ایک نقطہ کا فرق نہ ہوتا''(۱)

دِین کی دو بنیادیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے رُخصت ہوئے تو آپ کے بعد آپ کی چھوڑی ہوئی دو چیزیں دُنیا میں موجود تھیں: ایک کتاب اللہ جو حق تعالیٰ نے آپ پر ۲۳ سال میں نازل فرمائی اور جس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔ دُوسری آپ کی جماعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کی محنت سے تیار کی، جس کی اِصلاح و تربیت براہِ راست وحیٔ اِلٰہی کی نگرانی میں ہوئی اور جسے آزمائش و اِمتحان میں پورا اُترنے کے بعد "رضي اللّٰه عنهم ورضوا عنه"(۲) کے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے لائے ہوئے دِین کے قائم ودائم رہنے کا مدار انہی دو چیزوں پر تھا: ''کتابُ اللہ'' اور ''جماعتِ نبی'' (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

ظاہر ہے کہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ''کتابُ اللہ'' اپنی صحیح حالت میں محفوظ نہیں رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اِسلام باقی نہیں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ کی تیئیس سالہ محنت اور فیضانِ نبوّت کے نتیجہ میں قدسیوں کی جو جماعت تیار ہوئی تھی اور جن پر آپ کے بعد اِسلام کی دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری عائد ہوئی، ان کے بارہ میں اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ پوری کی پوری جماعت یا اس کی غالب اکثریت خدا اور رسول سے منحرف ہوگئی تھی تو اس کا نتیجہ بھی اِسلام کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ بعد والوں کو جو کچھ ملا، انہی کے واسطہ سے ملا، وہی قرآن کے ناقل ہیں، انہی سے اَحادیث مروی ہیں، انہی سے دِین کی ایک ایک آیت منقول ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٔ نبوّت اور آپ پر قرآنِ کریم کے نزول کے عینی شاہد بھی وہی ہیں۔ پس اگر ''جماعتِ نبی'' لائقِ اِعتماد نہ ہو تو نہ قرآنِ کریم لائقِ اعتماد رہتا ہے، نہ دِینِ اِسلام کی کوئی بات، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٔ نبوّت کا کوئی ثبوت باقی رہتا ہے اور نہ اس امر کا کہ قرآنِ کریم واقعتاً آپ پر نازل ہوا تھا۔ الغرض! ''اصحابِ رسول'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائقِ اعتماد ہونے پر پورے دِین کا مدار ہے، اگر وہ قابلِ اعتماد ہیں تو دِین بھی لائقِ اعتماد ہے، اور اگر وہ لائقِ اعتماد نہیں تو دِین کی کوئی چیز بھی لائقِ اعتماد نہیں رہتی۔

ان دو بنیادوں کے بارہ میں شیعی مسلک:

فاضل ترجمہ نگار جس مکتبِ فکر کے ترجمان ہیں، اس کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا

(۱) ص:۱۴ (۲) البینۃ:۸

سے رُخصت ہوتے ہی یہ دونوں چیزیں بگڑ گئیں۔ جماعتِ نبی بھی اور کتابِ نبی بھی۔ جماعتِ نبی تو اس طرح بگڑ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی فلاں صاحب کو اپنے بعد اپنا جانشین بنا دیا تھا، لیکن ''جماعتِ نبی'' میں سے ایک بھی ایسا نہ نکلا جس نے اس حکم کی تعمیل کی ہو، بلکہ سوائے تین چار کے باقی سب مرتد ہو گئے اور اُنہوں نے ''وصیٔ رسول'' کی جگہ کسی دُوسرے کو آپ کا جانشین بنا دیا، اور یہ تین چار جو سچے مؤمن تھے، اُنہوں نے بھی طوعاً و کرہاً اسی ''مرتد'' کی بیعت کرلی، بلکہ جن صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکمِ الٰہی اپنی جگہ نامزد کر کے گئے تھے اُنہوں نے بھی بامرِ مجبوری ایک مرتد کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیئے۔ یوں پوری کی پوری ''جماعتِ رسول'' مرتد ہوگئی اور جو تین چار افراد ارتداد سے بچے تھے، وہ بھی مرتدین کے حلقہ بگوشِ اطاعت بن گئے۔ چونکہ ''کتابِ نبی'' انہی مرتدین کے قبضہ میں تھی، انہی کے زمانہ میں جمع و تدوین ہوئی، اس لیے اس میں جس طرح چاہا، تصرف کیا؛ اس طرح کتاب اللہ بھی تحریف و تبدیل سے پاک نہ رہی۔

شیعہ اور تقیہ

اس مسلک میں اِخفا اور پردہ داری کی خاص اہمیت ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ اس مسلک کا اصل عقیدہ رازِ سربستہ رہے، اور کسی طرح منظرِ عام پر نہ آئے۔ چنانچہ اِخفا و تقیہ کو دین کے دس حصوں میں سے نو حصے قرار دیا گیا ہے، اور اکابرِ مسلک کی جانب سے اِخفا و تقیہ کی تاکید بلیغ فرمائی گئی ہے۔ اس مسلک کے ایک بزرگ فرماتے ہیں:

"التقية من ديني و دين آبائي فلا دين لمن لا تقية له."(۱)

ترجمہ: ''تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے، جو تقیہ سے کام نہ لے، وہ دین سے خارج ہے۔''

انہی بزرگ کا یہ بھی اِرشاد ہے:

"ان تسعة اعشار الدين في التقية و لا دين لمن لا تقية له."(۲)

ترجمہ: ''دین کے دس حصوں میں سے نو حصے (۹/۱۰ دین) تقیہ میں ہے، اور جو تقیہ نہ کرے، وہ بے دین ہے۔''

اس لیے فاضل ترجمہ نگار نے اپنے مسلک کے اکابر کی ہدایت کے مطابق اِخفا و تقیہ کی کوشش کی ہے، اس کے باوجود نوکِ قلم پر بعض ایسی چیزیں آگئی ہیں جن میں اِخفا و تقیہ کی اِحتیاط ملحوظ نہیں رہ سکی اور اصل عقیدہ کا اظہار کسی نہ کسی طرح ہو کر رہا۔ موصوف کی ایسی نگارشات کا اِستیعاب تو طویل بھی ہے اور غیر ضروری بھی،

(۱) اصول كافي، باب التقية ص:۲۱۹، ج:۲

(۲) اصول كافي، باب التقية ص:۲۱۷، ج:۲

یہاں بطورِ نمونہ قرآنِ کریم سے بد اِعتقادی کے بارہ میں موصوف کے خیالات ذکر کیے جاتے ہیں:

شیعہ اور قرآن:

جیسا کہ اُوپر اِشارہ کیا گیا ہے، شیعوں کا قرآن پر اِیمان نہیں بلکہ اسے تحریف شدہ سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں جناب فرمان علی صاحب اور اُن کے تقریظ کنندگان کے اِقرار ملاحظہ فرمائیے:

مترجم کا پہلا اِقرار:

''سورۃ الاحزاب'' کا چوتھا رُکوع (آیات: ۲۸ تا ۳۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہراتؓ کے بارہ میں ہے، اسی ذیل میں آیت: ۳۳ کا یہ جملہ بھی ہے:

"انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔"(۱)

''اے (پیغمبر کے) اہلِ بیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی بُرائی سے دُور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے، ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔'' (ترجمہ فرمان علی)

اس آیتِ کریمہ سے ماقبل بھی خطاب: اَزواجِ مطہراتؓ سے چلا آتا ہے اور مابعد میں بھی انہی سے خطاب چلا گیا ہے، اِس لیے لامحالہ اس آیت کا خطاب بھی انہی سے ہے۔ اَزواجِ مطہراتؓ ہی کو ''اہلِ بیت'' کے ساتھ پکارا گیا ہے، اور انہی سے ہر طرح کی بُرائی سے دُور رکھنے اور پورے طور پر پاک و پاکیزہ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کی اس نصِ قطعی سے ثابت ہوتا ہے کہ پاک نبی کی پاک بیویاں ''اہلِ بیتِ نبی'' ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہن)۔ اِس لیے مسلمان جب بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ محترماتؓ کا ذکر کرتے ہیں، انہیں ''اَزواجِ مطہراتؓ'' کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم کا یہ اِعلان کیونکہ جناب مترجم کے عقیدہ و مسلک کے خلاف ہے، اس لیے پہلے تو وہ آیت کی غلط تاویل کرتے ہیں، اور پھر قرآنِ کریم پر تحریف کی تہمت لگاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اس امر پر تو تمام علماء کا اِتفاق ہے اور سنیوں اور شیعوں میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں کہ اہلِ بیتِ رسول: حضرت علی، جناب فاطمہ، امام حسن اور امام حسین ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ آیت انہی بزرگواروں کے بارہ میں نازل ہوئی۔''(۲)

موصوف کے یہ دونوں دعوے قطعاً غلط اور خلافِ واقعہ ہیں۔ اہلِ سنت میں ایک متنفس بھی اس کا قائل نہیں کہ اہلِ بیتِ رسول صرف یہی چار بزرگ ہیں، اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں جن ''اہلِ بیت'' کا ذکر ہے، اس سے تو صرف اَزواجِ مطہراتؓ مراد ہیں، البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

(۱) الاحزاب: ۳۳ (۲) ص: ۶۵۷

چاروں بزرگوں کو بھی اہلِ بیت میں شامل فرمالیا، جیسا کہ "سلمان منّا اهل البیت" کہہ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بھی شامل فرمایا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار بزرگوں کو اہلِ بیت میں شامل فرما کر ان کے حق میں بھی تطہیر کی دُعا فرمائی، لہٰذا قرآنِ کریم کی رُو سے ''اہلِ بیت'' اَزواجِ مطہراتؓ ہیں اور قرآنِ کریم نے انہی کی تطہیر کا اِعلان فرمایا ہے، اور حدیث کی رُو سے یہ چار بزرگ بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں اور ان کے لیے تطہیر کی دُعا فرمائی گئی ہے۔

فاضل مترجم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ آیتِ تطہیر سے ماقبل تمام تر خطاب ''اَزواجِ مطہراتؓ'' سے چلا آرہا ہے، اور مابعد میں بھی انہی سے خطاب ہے، ناممکن ہے کہ درمیان میں آیت کا ٹکڑا ''اَزواجِ مطہراتؓ'' سے متعلق نہ ہو، اور اسے کسی اور پر چسپاں کردیا جائے۔ جناب مترجم نے اس عقدہ کا جو حل نکالا ہے، وہ یہ ہے کہ اس مقام پر قرآنِ کریم میں تحریف کردی گئی ہے۔ آیت کا یہ ٹکڑا کسی اور مقام کا تھا، جسے یہاں داخل کردیا گیا۔ موصوف لکھتے ہیں:

''اس آیت کو درمیان سے نکال لو اور ماقبل و مابعد کو ملا کر پڑھو تو کوئی خرابی نہیں ہوتی، بلکہ ربط اور بڑھ جاتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس مقام کی نہیں بلکہ خواہ مخواہ کسی خاص غرض سے داخل کردی گئی۔''(۱)

جناب مصنف بغیر کسی جھجک کے صاف اِقرار کرتے ہیں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق قرآنِ کریم میں ردّ و بدل کردیا گیا؛ یعنی بقول ان کے جو آیت ''اَزواجِ مطہراتؓ'' کے بارہ میں نہیں تھی، اسے خودغرضوں نے کسی دُوسری جگہ سے اُٹھا کر ان آیات کے سلسلہ میں درج کردیا جو ''اَزواجِ مطہراتؓ'' سے متعلق ہیں۔ موصوف کی اِس عبارت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ وہ جس مسلک کے نقیب اور داعی ہیں، وہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرآنِ کریم پر اِیمان رکھتا ہو، اُسے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ آیتِ تطہیر حضرات اُمہات المؤمنینؓ کے بارہ میں ہے، اور قرآنِ کریم نے انہی کو ''اہلِ بیت'' فرمایا ہے۔ یہ ''اہلِ بیتِ نبی'' کی کرامت ہے کہ اُن سے بغض رکھنے والوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآنِ کریم کو غلط اور تحریف شدہ کہہ کر دِین و اِیمان سے خارج ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح اِرشاد فرمایا:

"الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف عنها هلک."(۲)

(۱) ص:۷۵۶۔

(۲) مشکاۃ المصابیح ص:۵۷۳، ط: قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

ترجمہ: ''سن رکھو! بے شک میرے اہلِ بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے، جو شخص اس میں سوار ہوا، بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا، ڈوب گیا۔''

دُوسرا اقرار:

جناب مصنف کی اہلِ بیتِ نبوی سے عداوت کا یہ عالم ہے کہ قرآن کریم میں دُوسری جگہ ''اہلِ بیت'' کا لفظ آیا تو جناب مصنف کو وہاں بھی یہی کہتے بنی کہ یہاں قرآنِ کریم میں...نعوذ باللہ!...تحریف کردی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود میں فرشتوں کا وہ مکالمہ مذکور ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ سے ہوا اور جس میں اُن کو ''اہلِ بیت'' سے خطاب کیا گیا:

"رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت"(۱)

''اے اہلِ بیت (نبوت)! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔'' (ترجمہ فرمان علی)

اس کے حاشیہ میں مصنف لکھتے ہیں:

''اس مقام پر یہ شبہ نہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو خدا نے اہلِ بیت میں داخل کیا ہے؛ کیونکہ اس کے قبل کی آیت میں جتنا خطاب ہے، حضرت سارہ کی طرف ہے، واحد مؤنث کے صیغہ میں اور اس آیت میں "کُــمْ" جمع مذکر حاضر کی ضمیر ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مخاطب کچھ اور لوگ ہیں اور یہ آیت یہاں خواہ مخواہ داخل کردی گئی۔''

یہاں بھی جناب مصنف نے اِقرار کیا ہے کہ: ''قرآنِ کریم میں تحریف کی گئی ہے، اور جو آیت اس مقام کی نہیں تھی، وہ یہاں خواہ مخواہ داخل کردی گئی ہے'' قرآنِ کریم نے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ کو ''اہلِ بیت'' کہہ دیا تو یہ کوئی جرم نہیں تھا کہ قرآنِ کریم ہی کو غلط اور تحریف شدہ کہہ دیا جاتا! لیکن خدا تعالیٰ عزیز ذُوانتقام ہے، ''اہلِ بیت'' سے دُشمنی رکھنے والوں کے مقابلہ میں اُس نے اپنی کتابِ مقدس کو پیش کردیا کہ اس آہنی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر اپنا سر پھوڑتے رہیں۔ وكفى الله المؤمنين القتال!

تیسرا اقرار:

سورۂ الم نشرح کی آیتِ کریمہ "فاذا فرغت فانصب" قرآنِ کریم میں "فانصَب" صاد کے ''فتحہ'' کے ساتھ ہے! لیکن فاضل مترجم اس کو صاد کے ''کسرہ'' کے ساتھ قرار دیتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''تو اَب جب کہ تم (تبلیغ کے اکثر کاموں سے) فارغ ہوچکے تو اپنا جانشین مقرر کردیجیے۔''

(۱) ہود:۷۳

اور حاشیہ میں اس کا یہ مطلب لکھتے ہیں:

''خدا نے دُوسرا احسان جتایا کہ تم پر جو نبوّت اور اَحکامِ خدا پہنچانے کا بوجھ بہت بڑا تھا، اُس کو علی بن ابی طالب کی خلافت و وزارت سے ہلکا کردیا، اور چونکہ اس حکمِ خدا یعنی حضرت علی کی خلافت کے اِظہار کو حضرت رسول بہت مشکل کام سمجھتے تھے؛ اس بنا پر اُس خدا نے جس طرح دُوسرے مقام پر دُوسرے الفاظ میں فہمائش کی ہے، اِسی طرح یہاں بھی یوں فرمادیا کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، پھر وقت مقرّر فرمادیا کہ جب تم آخری حج سے فارغ ہو تو خلیفہ مقرّر کرو، اس کے بعد پھر خدا کی طرف رُجوع کرو یعنی موت کی تیاری کرو۔''(۱)

یہ بھی عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف یہ کہا جارہا ہے کہ ہم نے علی کی خلافت و وزارت کے ذریعہ آپ کا بوجھ ہلکا کردیا، اس کے ساتھ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ اَب علی کو خلیفہ مقرّر کردو...! ستم بالائے ستم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس نعمتِ عظمیٰ کو بہت مشکل سمجھتے تھے اور اس حکمِ رَبی سے گریز کرتے تھے...! نعوذ باللہ!

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حکم کی تعمیل اِس طرح کی کہ مرضِ وفات میں اپنی جگہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ''امام الصلاۃ'' مقرّر کرکے حضرت علیؓ اور تمام صحابہؓ کو اُن کا مقتدی بنادیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو خلیفہ بناتے تو ''امام الصلاۃ'' بھی ان ہی کو بناتے، نہ کہ حضرت ابوبکرؓ کو!

مصنف کی یہ ساری تشریح اس پر مبنی ہے کہ لفظ "فانصب" کو ''زیر'' کے ساتھ پڑھا جائے، جب کہ قرآنِ کریم میں فانصِب کا لفظ (زیر کے ساتھ) سرے سے ہے ہی نہیں، قرآنِ کریم میں تو "فانصَب" فتحہ کے ساتھ ہے، اِس لیے موصوف کی مندرجہ بالا تشریح غلط بنیاد پر ٹیڑھی عمارت کھڑی کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ مصنف نے خود ہی علامہ زمخشری کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ومن البدع ما روی عن بعض الرافضة انه قرأ "فانصب" بکسر الصاد. ای فانصب علیًّا للامامة۔"(۲)

ترجمہ: ''اور یہ بات بدعات میں شامل ہے جو بعض رافضیوں سے نقل کی گئی ہے کہ اس نے "فانصب" کو صاد کے ''کسرہ'' کے ساتھ پڑھ کر یہ مطلب بیان کیا کہ علی کو اِمامت کے لیے مقرّر کردو۔''

لیکن مصنف نے ضمیمہ میں صفحہ:۲ سے صفحہ:۶ تک پورا زورِ قلم اس پر صرف کیا ہے کہ "فانصب" صاد کے ''کسرہ'' کے ساتھ صحیح ہے، اور ''فتحہ'' کے ساتھ غلط اور تحریف شدہ ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ: ''قرآنِ کریم پر اِعراب حجاج بن یوسف ثقفی نے لگوائے تھے، اس نے "فانصب" کے اِعراب میں تحریف کرکے

(۱) ص:۱۰۷۵ (۲) ترجمہ فرمان علی، ضمیمہ، ص:۴

''کسرہ'' کو ''فتحہ'' سے بدل دیا۔''(۱) گویا مصنف کو کھلے لفظوں میں اِقرار ہے کہ اس مقام پر قرآنِ کریم میں تحریف ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ فاضل مترجم کا یہ کہنا کہ ''یہاں "فانصب" بکسر صاد صحیح ہے، اور بفتح صاد تحریف شدہ ہے'' یہ قرآنِ کریم پر بہتان و اِفترا ہے، چنانچہ خود ان کے ہم مسلک علامہ محمد جواد مغنیہ صاحب "التفسیر الکاشف" میں لکھتے ہیں:

"وتجدر الاشارة الیٰ ان بعض المأجورین للفتنة وبث النعرات بین اهل المذاهب الاسلامیّة قد نسب الی الشیعة الامامیة انهم یفسرون کلمة "فانصب" فی الأیة الکریمة بانصب علیًا للخلافة ویکفی فی الردّ علی هٰذا الافتراء ما قاله صاحب "مجمع البیان"، وهو من شیوخ المفسرین عند الشیعة الامامیّة قال عند تفسیر هٰذه الأیة ما نصّه بالحروف: ومعنی "انصب" من "النصب": وهو التعب لا تشتغل بالراحة."(۲)

ترجمہ: ''یہاں اِشارہ اس طرف بھی کردینا مناسب ہے کہ بعض کرائے کے لوگ جنھیں فتنہ انگیزی اور اِسلامی مذاہب کے درمیان تشویش پھیلانے کے لیے اِستعمال کیا جاتا ہے، اُنھوں نے شیعہ اِمامیہ کی طرف یہ بات منسوب کی۔ ہے کہ وہ اس آیتِ کریمہ کے لفظ "فانصب" کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ ''علی کو خلافت کے لیے مقرر کردو'' اور اس اِفترا کی تردید کے لیے صاحب ''مجمع البیان'' - جو شیعہ اِمامیہ کے نزدیک شیوخ مفسرین میں سے ہے - کا قول نقل کردینا کافی ہے، وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "انصب" کا لفظ نصب سے ہے، جس کے معنی تعب و مشقت کے ہیں؛ یعنی راحت میں مشغول نہ ہو۔''

غور فرمایئے کہ فاضل مترجم تو "فانصَب" بفتح صاد کو غلط قرار دینے پر تین چار صفحے سیاہ کرتے ہیں، اسے حجاج بن یوسف کی کارستانی بتاکر تحریف شدہ ثابت کرتے ہیں، اس کے بجائے "فانصِب" بکسر صاد کو صحیح بتاتے ہیں، لیکن اُن کے ہم مسلک دُوسرے صاحب اُن کی اس بات کو اِفترا و بہتان کہتے ہیں اور جو لوگ ایسی بات کریں؛ اُنہیں ''فتنہ انگیز'' اور ''کرائے کے لوگ'' کہتے ہیں۔ گویا یہ بھی قرآنِ کریم کا معجزہ ہے اور حضرات اہلِ بیت کی کرامت ہے کہ جو لوگ پردۂ تقیہ سے نکل کر اپنے عقیدۂ تحریفِ قرآن کا کچھ کچھ اِظہار کردیتے ہیں، خود ان ہی کے ہم مسلک لوگ (اَز راہِ تقیہ) ان کو ''فتنہ انگیز'' اور ''کرائے کے لوگ'' کہہ کر ان

(۱) ضمیمہ حواشی، ص:۴ (۲) ص:۵۸۲، ج:۷، طبع بیروت۔

کی بات کو بہتان اور اِفترا قرار دیتے ہیں۔ و کفی اللّٰہ المؤمنین القتال! واقعی اس مسلک کے بزرگوں نے صحیح فرمایا تھا کہ:

"انکم علٰی دین من کتمۂ اعزّہ اللّٰہ و من اذاعۂ اذلّہ اللّٰہ."(۱)

ترجمہ: "تحقیق تم ایسے دِین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا، اللہ اُس کو عزت دے گا اور جو شخص اس کو ظاہر کرے گا، اللہ اُس کو ذلیل کرے گا۔"

افسوس ہے کہ یہ حضرات "اِمام" کی نصیحت پر عمل نہیں کرتے اور اپنے اصل عقائد کا اِظہار کر کے یہاں تک ذلیل ہوتے ہیں کہ اپنے ہی ہم مسلک لوگوں کی زبان سے "فتنہ انگیز" اور "کرائے کے لوگ" کا خطاب پاتے ہیں۔

چوتھا اِقرار:

فاضل مترجم نے ایک طرف تو تین چار صفحوں تک پورا زورِ قلم اِس بات پر صَرف کر دیا کہ "فانصب" کا لفظ بکسر صاد صحیح ہے، اور بفتح صاد غلط، اور حجاج بن یوسف کا تحریر کردہ ہے، لیکن اپنی طویل تحریر کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"لیکن ہم حکمِ اِمام کے مطابق اسی طرح تلاوت کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جس طرح موجودہ قرآن میں مرقوم ہے۔"(۲)

گویا "فانصب" بفتح صاد ہے تو غلط، مگر جناب مصنف اور اُن کے ہم عقیدہ حضرات "حکمِ اِمام" کے مطابق غلط کو غلط ہی پڑھنے پر مجبور ہیں۔ جناب مصنف نے اس چھوٹے سے فقرہ میں اِشاروں کنایوں میں کئی اہم اور پتے کی باتیں کہہ ڈالی ہیں:

اوّل:... یہ کہ ان کے عقیدہ کے مطابق قرآن دو ہیں: ایک "موجودہ قرآن" جسے وہ قولِ اِمام کی بنا پر تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔ دُوسرا اصلی قرآن جو تحریف سے پاک ہے، مگر دُنیا سے غائب ہے۔ فاضل مترجم جس قرآن کو صحیح سمجھتے ہیں، اُس کا دُنیا میں کہیں وجود نہیں، اور جو قرآن دُنیا میں موجود ہے؛ اس پر وہ اِیمان نہیں رکھتے، بلکہ اسے غلط اور تحریف شدہ سمجھتے ہیں۔

دوم:... یہ کہ فاضل مترجم اپنے اِمام کی جانب سے اس امر کے مکلف اور پابند ہیں کہ وہ موجودہ قرآن کو (مع اس کی تحریفات کے) اسی طرح پڑھتے پڑھاتے رہیں۔ ہمارے خیال میں تو جناب محمد جواد خفیہ

(۱) اصول کافی، باب الکتمان ص:۲۲۲، ج:۲
(۲) ضمیمہ حواشی ص:۵

صاحب کے بقول یہ بھی ''اِمام'' پر بہتان و اِفترا ہے، ''اِمام'' نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا ہوگا؛ کیونکہ کوئی صحیح الدماغ شخص نہ قرآنِ کریم کو تحریف شدہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے اور نہ غلط کو غلط پڑھنا منشائے خداوندی قرار دے سکتا ہے۔ لیکن فاضل مترجم کو اِصرار ہے کہ ان کے ''اِمام'' قرآنِ کریم کو غلط بھی کہتے تھے، ساتھ ہی اس کی تصحیح سے منع بھی فرماتے تھے، اور غلط کو بدستور کلامُ اللہ کی حیثیت سے پڑھتے رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر اِمام نے واقعی کوئی ایسا حکم دیا ہے، جس کی تعمیل فاضل مترجم اور اُن کے ہم عقیدہ حضرات ضروری سمجھتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ قرآن غلط اور تحریف شدہ ہے اور وہ اس کے محفوظ اور عین ما انزل اللّٰہ ہونے پر اِیمان نہیں رکھتے، تو اُس کے پڑھنے پڑھانے سے کیا فائدہ؟ اور جناب ''اِمام'' نے ایسی غلط بات کا کیوں حکم فرمایا؟ اس کی وجہ شاید یہ ہوگی کہ اگر یہ بھید کھل گیا کہ: ''اِمام'' اور اُن کے شیعہ قرآنِ کریم پر اِیمان نہیں رکھتے، تو مسلمان اُن کو خارج اَز اِسلام سمجھیں گے، اور ان کا شمار یہودیوں اور مجوسیوں کی صف میں ہونے لگے گا، اس لیے ''اِمام'' نے تقیہ کا حکم دیا ہوگا، تاکہ مسلمان ان سے دھوکے میں رہیں اور ان کے شیعوں کو اِسلام کا لبادہ اوڑھ کر اِسلام کی تخریب اور مسلمانوں کے اِیمان متزلزل کرنے کا موقع ملتا رہے، گویا ''اِمام'' یہ چاہتے تھے کہ ان کے مقتدیٰ ہمیشہ عبداللہ بن اُبَیّ اور عبداللہ بن سبا کے نقشِ قدم پر گامزن رہیں۔

یخادعون اللّٰہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون!(۱)

سوم:... فاضل مترجم کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ''اِمام'' کا کام شیعوں کو ہدایت کی تعلیم دینا نہیں، بلکہ گمراہ کرنا ہے، کیونکہ ''فانصب'' بفتح صاد ''اِمام'' کے نزدیک غلط اور تحریف شدہ ہے، لیکن وہ اپنے شیعوں کو حکم فرماتے ہیں کہ غلط کو غلط ہی پڑھو۔ ظاہر ہے کہ ان کے سارے لوگوں کو تو یہ علم نہیں ہوگا کہ ہمیں غلط کو غلط سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، بہت سے شیعہ ایسے بھی ہوں گے جو اس تحریف شدہ لفظ کو ''اِرشادِ خداوندی'' سمجھ کر پڑھیں گے، اور غلط الفاظ کو کلامِ اِلٰہی سمجھ کر غلط پڑھنا یقیناً اِفترا علی اللہ ہے۔ گویا فاضل مترجم کے نزدیک ان کے ''اِمام'' نے شیعوں کو حکم فرمایا کہ وہ قیامت تک اِفترا علی اللہ کرتے رہیں، اور ضلالت و گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتے رہیں۔

چہارم:... فاضل مترجم کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے ''اِمام'' کے کیسے مطیع اور فرماں بردار ہیں! ''اِمام'' خواہ کیسا ہی مہمل اور خلافِ عقل و شرع حکم صادر فرمائیں، یہ بے چون و چرا اُس کی تعمیل کرتے ہیں، اگر ''اِمام'' حکم دے کہ: ''قرآن کو غلط کہہ کر کافر بنو، اور اُسے غلط پڑھ کر خدا پر اِفترا کرو!'' تو یہ اس کی تعمیل کو بھی حاضر ہیں، ان کے نزدیک حکمِ ''اِمام'' کے مطابق قرآنِ کریم کو جھٹلانا اور اسے غلط اور محرف کہنا تو جائز

(۱) البقرۃ:۹

ہے، مگر ''امام'' کے حکم سے سرتابی ناجائز ہے ۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

تعجب ہوتا ہے کہ فاضل مترجم کے ہم مسلک راویوں نے کیسی غلط اور زِندیقانہ روایتیں ''اِماموں'' کی طرف منسوب کر کے انہیں قرآن سے بڑھ کر تقدس کا درجہ دے دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون!

''اِمام'' تو لوگوں کو ہدایت کی دعوت دیا کرتے ہیں، ایسی گمراہ کن تعلیم ''اِمام'' کی طرف منسوب کرنا بدترین تہمت ہے، یقیناً ایسی روایتیں زِندیقوں نے خود گھڑ کر اُنہیں تقدس کا درجہ دینے کے لیے ''اِماموں'' کی طرف منسوب کردیا ہے، اِماموں کا دامن اس کفر وزندقہ سے یقیناً پاک ہے، لیکن فاضل مترجم ایسی زِندیقانہ روایتوں اور اُن کے راویوں پر قرآن سے بڑھ کر اِیمان رکھتے ہیں، اُن کے نزدیک خدا اور رسول کے فرمودات کی اتنی اہمیت نہیں، جتنی کہ ان روایتوں کی ہے جو زَنادقہ نے گھڑ کر ''اِماموں'' سے منسوب کرڈالی ہیں، چنانچہ وہ ان روایتوں کو صحیح مان کر قرآن کو غلط کہنے کی جسارت کرتے ہیں۔

پانچواں اِقرار:

قرآنِ کریم میں حق تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحٰفظون."[(۱)]

ترجمہ: ''بے شک ہم ہی نے تو قرآن نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان ہیں۔'' (ترجمہ فرمان علی)

یہ آیتِ کریمہ ان لوگوں کے عقیدہ کی جڑ کو کاٹ دیتی ہے جو قرآنِ کریم کو تحریف شدہ کہتے ہیں، کیونکہ جب حق تعالیٰ شانہٗ اس کتابِ مقدس کی حفاظت ونگہبانی کا وعدہ فرماچکے ہیں، تو یہ کہنا وعدۂ اِلٰہی کی تکذیب ہے کہ قرآن میں رَدّ وبدل کردیا گیا۔

جناب مترجم سے یہ تو نہ ہوسکا کہ اس اِرشادِ خداوندی کو برحق سمجھ کر تحریفِ قرآن کے عقیدہ سے توبہ کرلیتے اور ''اِمام'' کی طرف تحریفِ قرآن کی جو روایتیں منسوب کی گئی ہیں، اُن کو دروغ باطل اور کذب وافترا تصوّر کرتے، لیکن جیسا کہ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ اُن کے نزدیک اِمام کی طرف منسوب کی گئی روایات کی قدر وقیمت فرمودۂ خداوندی سے بڑھ کر ہے، اِس لیے اُنہوں نے اس آیتِ کریمہ کی ایسی تاویل کرڈالی، جس سے اُن کے ''اِمام'' کے عقیدۂ تحریف پر کوئی آنچ نہ آئے۔ چنانچہ اس آیتِ کریمہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''ذِکر سے ایک تو قرآن مراد ہے، تب اس کی نگہبانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ضائع وبرباد ہونے نہ دیں گے۔ پس اگر تمام دُنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا اپنی اصلی حالت پر باقی ہو، تب بھی یہ کہنا صحیح

(۱) الحجر:۹

ہوگا کہ وہ محفوظ ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدل نہیں کرسکتا، کیونکہ اس زمانہ تک قرآن مجید میں کیا کیا تغیرات ہوگئے ہیں! کم سے کم اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب بالکل بدل دی گئی۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر ہر لفظ کو محفوظ رکھیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں چھاپہ خانوں کی طرف سے روزانہ سینکڑوں ہزاروں اوراق قرآن کے برباد کیے جاتے ہیں۔

دُوسرے:... ذکر سے مراد جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تب مطلب یہ ہوگا کہ کفار کے شر سے خدا آپ کو محفوظ رکھے گا۔''(۱)

فاضل مترجم کی مندرجہ بالا عبارت میں چند باتیں قابلِ توجہ ہیں:

اوّل:... یہ کہ ان کے نزدیک قرآنِ کریم کی حفاظت ونگہبانی کا جو وعدہ اس آیتِ کریمہ میں کیا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قرآنِ کریم جو شرقاً وغرباً مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور جس کے ہزاروں لاکھوں حافظ دُنیا کے ہر خطہ میں، ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں، اور وعدۂ الٰہی کے مطابق ان شاء اللہ تعالیٰ! قیامت تک رہیں گے: وہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہے، بلکہ ان کے نزدیک حفاظتِ قرآن کا یہ مطلب ہے کہ قرآنِ کریم کا ''ایک صحیح نسخہ'' اپنی اصلی حالت پر رہے گا۔ اس ''ایک صحیح نسخہ'' سے اُن کی مراد غالباً وہ نسخہ ہے، جو ''امام غائب'' کے ساتھ ''غار'' میں محفوظ ہے۔ چنانچہ ''اُصولِ کافی'' کتاب فضل القرآن میں ہے:

"عن سالم بن سلمة قال: قرأ رجل علی ابی عبداللّٰه علیه السلام وانا استمع حروفا من القران لیس علیٰ ما یقرءها الناس، فقال ابو عبداللّٰه علیه السلام: کف عن هذا القراءة، اقرء کما یقرأ الناس حتی یقوم القائم، فاذا قام القائم قرأ کتاب اللّٰه عزوجل علیٰ حدّه.

واخرج المصحف الذی کتبهٗ علیّ وقال: اخرجه علیّ الی الناس حین فرغ منه وکتبه، فقال لهم: هذا کتاب اللّٰه عز وجلّ کما انزله اللّٰه علیٰ محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وقد جمعته من اللوحین فقالوا: هو ذا عندنا مصحف جامع فیه القران لا حاجة لنا فیه. فقال: اما واللّٰه! ما ترونه بعد یومکم هذا ابدًا انما کان علیّ ان اخبرکم حین جمعته لتقرؤوه."(۲)

ترجمہ:''سالم بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام جعفر صادق کی خدمت میں قرآن

---

(۱) ص:۴۶۹۔
(۲) اُصولِ کافی ص:۶۳۳، ج:۲ مطبوعہ تہران، ۱۳۸۸ھ

کریم پڑھا، جس کے الفاظ ایسے تھے جو اس قرآن میں نہیں جسے لوگ پڑھتے ہیں، اِمام نے فرمایا کہ: ابھی اس قرآن کے پڑھنے سے باز رہو! بلکہ اسی طرح پڑھو جس طرح لوگ پڑھتے ہیں، جب تک کہ اِمام مہدی کا ظہور نہ ہو، جب اِمام مہدی ظاہر ہوں گے تو کتابُ اللہ کو اپنی حد پر پڑھیں گے۔

اور اِمام جعفر نے حضرت علی کا لکھا ہوا قرآن نکالا، اور فرمایا کہ: حضرت علی اس کو لکھ کر فارغ ہوئے تو اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: یہ ہے وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا، میں نے اس کو دو لوحوں سے جمع کرلیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ: ہمارے پاس جامع قرآن موجود ہے، ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ: بخدا! تم اس قرآن کو آج کے بعد کبھی نہ دیکھ سکو گے۔ مجھ پر لازم تھا کہ تمہیں اپنے جمع کردہ قرآن سے آگاہ کروں تاکہ تم اسے پڑھو۔''

ملا باقر مجلسی ''حق الیقین'' میں لکھتے ہیں:

''پس بخواند قرآن را بخوی کہ حق تعالیٰ بر حضرت رسول اللہ نازل ساختہ بے آں کہ تغییر یافتہ باشد و تبدیل یافتہ باشد چنانچہ در قرآن ہائے دیگر شدہ۔''(۱)

ترجمہ: ''پس اِمام مہدی قرآن کو اس طرح پڑھیں گے کہ جیسے حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ پر نازل فرمایا، بغیر اس کے کہ اس میں کوئی تغیر وتبدل ہوا ہو جیسا کہ دُوسرے قرآنوں میں تغیر وتبدل ہوگیا ہے۔''

فاضل مصنف کے نزدیک قرآنِ کریم کا ''ایک صحیح نسخہ'' جو دُنیا میں موجود ہے؛ اس سے یہی غار والا قرآن مراد ہے جو اِمام مہدی کے ساتھ غائب ہے، اس کے علاوہ دُنیا میں قرآنِ کریم کا کوئی ''صحیح نسخہ'' ان کے نزدیک موجود نہیں، اور چونکہ قرآنِ کریم ہی اِسلام کی تعلیمات کی بنیاد ہے، اس لیے جب قرآن غائب ہے تو گویا اِسلام کی بنیاد ہی غائب ہے۔ جن مجوسی اور یہودی منافقوں نے تحریفِ قرآن کی روایتیں گھڑ گھڑ کر ''اِماموں'' کی طرف منسوب کیں؛ اُن کا مقصد و مدعا بھی یہی تھا کہ اِسلام کی بنیاد ہی کو منہدم کردیا جائے، تاکہ لوگوں کو اِسلام سے برگشتہ کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اُن کے تمام مکائد کو خاک میں ملادیا، لیکن فاضل مترجم اور اُن کے ہم عقیدہ حضرات بدستور ان ہی مجوسیوں اور یہودیوں کی تقلید پر فخر کر رہے ہیں۔

دوم:... فاضل مترجم لکھتے ہیں:

''اس (آیت) کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں (قرآن مجید میں) کوئی تغیر وتبدل نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ

(۱) حق الیقین ص:۳۵۸، مطبوعہ: تہران، ۱۳۵۴ شمسی ہجری۔

ظاہر ہے کہ اس زمانہ تک قرآن مجید میں کیا کیا تغیرات ہوگئے ہیں!''

ایک مسلمان کا تو یہی عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم کو جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر دُنیا سے تشریف لے گئے تھے، وہ بغیر کسی ادنیٰ تغیر وتبدل کے جوں کا توں محفوظ ہے اور ان شاء اللہ! قیامت تک رہے گا، اور یہ ایک ایسی صداقت ہے جسے اِنصاف پسند غیرمسلم بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جو شخص کتابُ اللہ کو محرف و مبدل مانتا ہے وہ کتاب اللہ پر اِیمان ہی نہیں رکھتا اور نہ اِسلام میں اس کا کوئی حصہ ہے، کیونکہ قرآنِ کریم کو تحریف شدہ فرض کرلینے کے بعد قرآنِ کریم کے کسی حرف پر اور دِینِ اِسلام کی کسی بات پر اِعتماد نہیں رہ جاتا۔ ''اُصولِ کافی'' کے محشی علامہ علی اکبر غفاری کے بقول:

"لانہ لو کان تطرق التحریف والتغییر فی الفاظ القران لم یبق لنا اعتماد علیٰ شیء منہ، اذ علیٰ ھذا یحتمل کل آیۃ منہ ان تکون محرفۃ ومغیرۃ وتکون علیٰ خلاف ما انزلہ اللّٰہ، فلا یکون القران حجۃ لنا، تنتفی فائدتہ، وفائدۃ الامر باتباعہ والوصیۃ بہ. وعرض الاخبار المتعارضۃ علیہ."(۱)

ترجمہ: ''کیونکہ اگر قرآن کے الفاظ میں تحریف اور تغیر وتبدل فرض کرلیا جائے تو ہمارے لیے اس کے کسی حرف پر اِعتماد و اِیمان کی کوئی صورت نہیں رہ جاتی، کیونکہ اس صورت میں قرآن کی ہر آیت میں یہ احتمال ہے کہ وہ تحریف شدہ اور تبدیل شدہ ہو اور "ما انزل اللّٰہ" کے خلاف ہو۔ پس قرآن ہمارے لیے حجت نہیں رہ جاتا، اس کا فائدہ ختم ہوجاتا ہے اور قرآن کی پیروی کی تاکید و وصیت اور متعارض اخبار کو قرآن پر پیش کرنے کی وصیت بے کار ہوکر رہ جاتی ہے۔''

بات معقول ہے! جو شخص قرآنِ کریم کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھے کہ اس میں تغیر وتبدل کردیا گیا ہے، اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور قرآن کے ترجمہ وتفسیر پر بھی قلم اُٹھائے؛ اس سے بڑھ کر ''عقل مند'' کون ہوسکتا ہے؟ فاضل مترجم نے یہ تو صراحت کردی کہ اُن کے نزدیک قرآن مجید میں بہت سے تغیرات ہوئے ہیں، جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو تغیر وتبدل سے پاک نہیں سمجھتے ہیں، نہ قرآنِ کریم کے ایک ایک حرف کے منزّل من اللہ ہونے پر اِیمان رکھتے ہیں۔ لیکن فاضل مترجم نے یہ تشریح نہیں کی کہ قرآنِ کریم میں کیا تغیرات ہوئے ہیں؟ اس کی تفصیل اُن کے مسلک کی دُوسری کتابوں میں موجود ہے کہ قرآنِ کریم میں پانچ قسم کی تبدیلی کردی گئی:

۱:... قرآنِ کریم کا بہت سا حصہ... نعوذ باللہ!... ساقط کردیا گیا۔ ۲:... بہت سی باتیں اپنی طرف سے

(۱) حاشیہ اصولِ کافی ص:۲۳۱، ج:۲

ملا دی گئیں۔ ۳:...الفاظ بدل دیے گئے۔ ۴:...حروف بدل دیے گئے۔ ۵:...آیتوں، سورتوں اور کلمات کی ترتیب بدل دی گئی۔

چنانچہ علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی اپنی کتاب ''فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب''- جو خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے- میں لکھتے ہیں:

''انه كان لأمير المؤمنين عليه السلام قرانا مخصوصا جمعه بنفسه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه واله وسلم، وعرضه على القوم فأعرضوا عنه، فحجبه عن اعينهم، وكان عند ولده عليه السلام يتوارثه امام عن امام كسائر خصائص الامامة وخزائن النبوة وهو عند الحجة عجل الله فرجه، يظهره للناس بعد ظهوره ويأمرهم بقرائته وهو مخالف لهذا القرآن الموجود من حيث التاليف وترتيب السور والأيات بل الكلمات ايضًا ومن جهة الزيادة والنقيصة. وحيث ان الحق مع على عليه السلام وعلى مع الحق ففى القران الموجود تغيير من جهتين وهو المطلوب.''(۱)

ترجمہ: ''امیر المؤمنین علیہ السلام کا ایک قرآن مخصوص تھا جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود جمع کیا تھا اور اس کو صحابہ کے سامنے پیش کیا، مگر ان لوگوں نے توجہ نہ دی، لہٰذا آپ نے اس قرآن کو لوگوں کے نظروں سے پوشیدہ کردیا، اور وہ قرآن آپ کی اولاد کے پاس رہا، ایک امام سے دُوسرے امام کو میراث میں ملتا رہا؛ جیسے دیگر خصائصِ اِمامت اور خزائنِ نبوّت، اور اب وہ قرآن کریم امام مہدی کے پاس ہے- خدا ان کی مشکل جلد آسان کرے- وہ اپنے ظاہر ہونے کے بعد اس قرآن کو ظاہر کریں گے اور لوگوں کو اس کی تلاوت کا حکم دیں گے، اور وہ قرآن اس قرآنِ موجود کے خلاف ہے، سورتوں اور آیتوں بلکہ کلمات کی ترتیب میں بھی اور کمی بیشی کے لحاظ سے بھی!

چونکہ حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ ہیں، لہٰذا ثابت ہوگیا کہ قرآنِ موجود میں دونوں اعتبار سے تحریف ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔''

''احتجاج طبرسی'' میں (ص:۱۱۹ سے ص:۱۳۱ تک) ایک طویل روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے کہ ایک زندیق نے آپ کی خدمت میں قرآنِ کریم پر کچھ اِعتراضات کیے، آپ نے اس کے

(۱) ص:۱۲۱

جواب میں بار بار اس بات کو دُہرایا کہ قرآن میں منافقوں نے تحریف کردی ہے۔ اس کے چند اِقتباس ملاحظہ ہوں:

الف:... ''زِندیق کا ایک اعتراض یہ تھا کہ قرآنِ کریم میں فرمایا ہے:

"فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنٰی وثلاث ورباع."(۱)

اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ نکاح کرکے تم یتیم (کی رکھ رکھاؤ) میں اِنصاف نہ کرسکوگے تو عورتوں سے اپنی مرضی کے موافق دو دو اور تین تین اور چار چار نکاح کرو۔'' (ترجمہ فرمان علی)

قرآنِ کریم میں "فان خفتم" نہیں "وان خفتم" ہے۔ زِندیق تو خیر زِندیق تھا، وہ قرآن کو کیونکر صحیح پڑھتا؟ تعجب ہے کہ جنابِ ''اِمام'' نے بھی اپنے جواب میں آیت کو غلط ہی نقل کیا!

زِندیق نے کہا کہ آیت کی شرط و جزا کے درمیان کوئی جوڑ نہیں، یہ کہنا کہ اگر یتیموں کے حق میں اِنصاف نہ کرسکو تو دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے نکاح کرلو، بالکل بے جوڑ بات ہے۔ حضرت اَمیر اس اِعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

"واما ظهورک علٰی تناکر قوله: "فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء" ولیس یشبه القسط فی الیتٰمٰی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاماً فهو بما قدمت ذکره من اسقاط المنافقین من القرآن وبین القول فی الیتامٰی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القرآن، وهذا ما اشبهه مما ظهرت حوادث المنافقین فیه لاهل النظر والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الی القدح فی القرآن."(۲)

ترجمہ: ''اور تجھ کو جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء'' میں اِشکال ہوا ہے کہ یتیموں کے حق میں اِنصاف کرنا عورتوں سے نکاح کرنے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور نہ ساری عورتیں یتیم ہوتی ہیں، پس اس کی وجہ وہی ہے جو میں پہلے تجھ سے ذِکر کرچکا ہوں کہ منافقوں نے قرآن میں سے بہت کچھ نکال ڈالا۔ "فی الیتامٰی" اور "فانکحوا" کے درمیان بہت سے احکام اور قصے تھے۔ جو تہائی قرآن (یعنی دس پارے) سے زیادہ تھے۔ وہ سب نکال ڈالے، اس وجہ سے بے ربطی ہوگئی۔ منافقوں کی اس قسم کی تحریفات سے

(۱) النساء:۳ (۲) احتجاج طبرسی ص:۱۲۸

-جو اہلِ نظر و تامل کو ظاہر ہو جاتی ہیں- بے دینوں اور اِسلام کے مخالفوں کو قرآن پر اِعتراض کرنے کا موقع مل گیا۔''

آیتِ کریمہ کے مضمون میں کوئی بے ربطی نہیں، جیسا کہ جناب فرمان علی صاحب کے ترجمہ ہی سے واضح ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کر کے اُن کے ساتھ منصفانہ برتاؤ نہیں کر سکو گے تو اُن کے بجائے دُوسری عورتیں کچھ کم نہیں، چاہو تو دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ تعجب ہے کہ جناب ''اِمام'' زِندیق کے اس معمولی اِعتراض سے لاجواب ہو جاتے ہیں اور اُنہیں قرآنِ کریم پر تحریف کی تہمت دھرنے کے سوا کوئی جواب نہیں سوجھتا۔ کاش! جناب ''اِمام'' نے جناب فرمان علی صاحب کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا تو اُنہیں قرآن کو محرف کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ مگر ہم حضرت اَمیر کرم اللہ وجہہ کے دامن کو اس سے پاک سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ ان پر اتہام ہے اور اس کے مجرم وہ زِندیق ہیں، جنھوں نے تحریفِ قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں گھڑ گھڑ کر حضرتِ اَمیرؓ اور دیگر اکابر کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

یہ بھی خوب کہی! قرآنِ کریم کو صحیح ماننے سے تو بے دینوں اور مخالفینِ اِسلام کو قرآن پر اِعتراض کا موقع مل جاتا ہے، لیکن قرآن کو تحریف شدہ کہنے سے گویا تمام اِعتراضات ختم ہو جاتے ہیں! کیونکہ قرآن کو غلط کہہ دینے سے نہ قرآن باقی رہتا ہے، نہ دِینِ اِسلام! کسی چیز کا وجود ہو تو کوئی اس پر اِعتراض کرے۔ جناب ''اِمام'' نے اِعتراض سے بچنے کے لیے قرآن ہی کو غلط اور تحریف شدہ فرمادیا، گویا ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!''، ''اِمام'' کے نام پر ایسی روایتیں گھڑنے والے کتنے ذہین تھے، جنھوں نے ''اِمام'' کی آڑ لے کر قرآن اور اِسلام کی جڑ پر تیر چلادیا۔

ب:...زِندیق کا ایک اِعتراض یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام نبیوں پر بیان کی ہے، حالانکہ قرآن میں جتنی آپ کی تعریف ہے، اس سے کہیں بڑھ کر آپ کی توہین وتنقیص کی گئی ہے اور ایسی تنقیص کسی اور نبی کی نہیں کی۔ جناب ''اَمیر'' نے زِندیق کے اس اِعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے زِندیق کو بتایا کہ:

"والذی بدا فی الکتاب من الازدراء علی النبی صلی اللہ علیہ والہ من فریۃ الملحدین."(۱)

(۱) ص:۱۳۰

ترجمہ:''کتاب اللہ میں جو بُرائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، یہ ملحدوں کی اِفترا کی ہوئی ہے۔'' (یعنی جامعینِ قرآن کی بڑھائی ہوئی ہے۔ نعوذ باللہ!)

یہ بھی ''اِمام'' کا کمالِ علمی ہے، قرآنِ کریم کی ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں ...نعوذ باللہ!... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کی گئی ہو، مگر ''اِمام'' کی طرف ایسی روایتیں منسوب کرنے والوں کے دِل اندھے تھے، انہیں قرآنِ کریم پر اِمام کی زبانی اِفترا کرنا مقصود تھا اور بس...!

ج:...اس زِندیق کا ایک اِعتراض یہ تھا کہ قرآنِ کریم میں انبیائے کرام کی لغزشوں کو تو اُن کے ناموں کی صراحت کے ساتھ ذِکر کیا گیا ہے، لیکن منافقوں اور ظالموں کے ناموں کی کہیں صراحت نہیں کی گئی، انہیں گول مول الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ جناب ''اَمیر'' نے اس کا جو ''نفیس'' جواب دیا، وہ یہ تھا:

''ان الکنایة عن اصحاب الجرائر العظیمة من المنافقین فی القرآن لیست من فعله تعالٰی وانها فعل المغیرین والمبدلین الذین جعلوا القرآن عضین واعتاضوا الدنیا بالدین.''(۱)

ترجمہ:''بڑے بڑے مجرموں اور منافقوں کو قرآن میں جو کنایہ کے الفاظ سے ذِکر کیا گیا ہے؛ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں، بلکہ ان تحریف وتبدیل کرنے والوں کا فعل ہے جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اور دِین کے بدلے دُنیا وصول کی۔''

د:...اسی روایت میں ہے کہ جناب ''اَمیر'' نے زِندیق سے فرمایا:

''ولو شرحت لک کل ما اسقط وحرف وبدل فما یجری هذا المجری لطال وظهر ما تحظر التقیة اظهارهٔ.''(۲)

ترجمہ:''اگر میں تیرے سامنے ان تمام آیتوں کی تفصیل بیان کروں جو قرآن سے نکال دی گئیں، جن میں تحریف کردی گئی اور جن کو تبدیل کردیا گیا، نیز اسی طرح کی جو اور کارروائیاں کی گئیں تو بہت لمبی بات ہوجائے گی، اور تقیہ جس چیز کے اظہار سے مانع ہے، وہ ظاہر ہوجائے گی۔''

ہ:...نیز اسی روایت میں یہ بھی فرمایا:

''ولیس یسوغ مع عموم التقیة التصریح باسماء المبدلین ولا الزیادة فی اٰیاته علٰی ما اثبتوه من تلقائهم فی الکتاب، لما فی ذٰلک من تقویة حجج اهل التعطیل

(۱) ص:۱۲۴ (۲) ص:۱۲۸

والکفر والملل المنحرفة عن ملّتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذی استکان له الموافق والمخالف۔"(۱)

ترجمہ: "اور ضرورتِ تقیہ کی بنا پر اس کی گنجائش نہیں کہ میں ان لوگوں کے نام بتاؤں جنھوں نے قرآن میں تبدیلی کرڈالی اور نہ میں اس زیادتی کو بتاسکتا ہوں جو انہوں نے اپنی طرف سے کتاب اللہ میں کی، کیونکہ اس سے اہلِ تعطیل وکفر اور مللِ مخالفۂ اسلام کی تائید ہوتی ہے، اور اس علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے جس کے موافق اور مخالف سب قائل ہیں۔"

یہ بھی خوب کہی! قرآنِ کریم کو غلط اور محرف کہنے اور حاملینِ قرآن کو منافق کہنے سے تو تقیہ مانع نہیں، نہ اس سے اہلِ کفر کی تائید ہوتی ہے، نہ علم ظاہر کا ابطال ہوتا ہے، لیکن اس سے تقیہ مانع ہے کہ غلط مقامات کی نشان دہی ہی کردی جائے تاکہ باقی قرآن تو قابلِ اعتماد ہو، مگر جناب "اِمام" کے معصوم تقیہ کی روایت گھڑنے والوں کا مقصد تو پورے قرآن کو مشکوک ٹھہرانا تھا، جس میں وہ ناکام رہے۔ واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون!

و:... نیز اسی روایت میں ہے:

"لو علم المنافقون -لعنهم الله- من ترک هذه الآیات التی بینت لک تاویلها لأسقطوها مع ما اسقطوا منه۔"(۲)

ترجمہ: "اگر منافقوں کو- خدا ان پر لعنت کرے- معلوم ہوجاتا کہ ان آیتوں کے باقی رکھنے میں کیا خرابی ہے جن کی تاویل میں نے بیان کی؟ تو جس طرح اور آیتیں نکالی تھیں، ان آیتوں کو بھی نکال دیتے۔"

ز:... اسی روایت میں ہے کہ جناب "اَمیر" نے زندیق کے سامنے جمع قرآن کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عما لا یعلمون تأویله الیٰ جمعه وتأویله وتضمینه من تلقائهم ما یقیمون به دعائم کفرهم فصرح منادیهم من کان عندهٗ شیء من القران فلیأتنا به ووکلوا تألیفهٗ ونظمه الیٰ بعض من وافقهم الیٰ معاداة أولیاء الله فالفه علیٰ اختیارهم۔"(۳)

ترجمہ: "پھر جب ان منافقوں سے وہ مسائل دریافت کیے گئے جن کو وہ نہیں جانتے تھے تو وہ مجبور

(۱) ص:۱۲۵ (۲) ص:۱۲۸ (۳) ص:۱۳۰

ہوئے کہ قرآن کو جمع کریں، اس کی تفسیر کریں، اور قرآن میں وہ باتیں اپنی جانب سے بڑھائیں جن سے وہ اپنے کفر کے ستون قائم کریں۔ لہٰذا ان کے منادی نے اعلان کیا کہ جس کے پاس کوئی حصہ قرآن کا ہو، وہ ہمارے پاس لائے! اور ان منافقوں نے قرآن کی جمع و ترتیب کا کام اس شخص کے سپرد کیا جو دوستانِ خدا کی دُشمنی میں اُن کا ہم خیال تھا، اور اُس نے اُن کی پسند کے موافق ایک قرآن کو جمع کیا۔''

ح:... جناب ''اَمیر'' نے اس زِندیق کو یہ بھی بتایا کہ:

"وزادوا فیه ما ظهر تناکره وتنافره." [۱]

ترجمہ: ''انہوں نے قرآن میں وہ عبارتیں بڑھادیں، جن کا خلافِ فصاحت اور قابلِ نفرت ہونا ظاہر ہے۔''

ط:... نیز یہ بھی بتایا کہ:

"انهم اثبتوا فی الکتاب ما لم یقله الله لیلبسوا علی الخلیقة." [۲]

ترجمہ: ''ان منافقوں نے قرآن میں وہ باتیں درج کردیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی تھیں، تاکہ مخلوق کو فریب دے سکیں۔''

یہ ہیں فاضل مترجم کے عقیدہ کے مطابق وہ تغیرات جن کی طرف موصوف نے یہ کہہ کر اِشارہ کیا ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ تک قرآن مجید میں کیا کیا تغیرات ہوئے ہیں؟

سوم:... فاضل مترجم لکھتے ہیں:

''کم سے کم اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب تو بالکل بدل دی گئی۔''

ان کا یہ دعویٰ ایک اور ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ قرآنِ کریم کے غیر مبدل، محفوظ اور منزل من اللہ ہونے پر اِیمان نہیں رکھتے، ورنہ کوئی مسلمان جو قرآنِ کریم کو خدا کی کتاب مانتا ہو، اس کا قائل نہیں ہوسکتا کہ قرآنِ کریم کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔

علامہ نصیر الاجتہادی کا اِرشاد:

ہمارے دور کے ایک ممتاز شیعہ رہنما جناب نصیر الاجتہادی صاحب نے ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۰۳ھ کو ''شامِ غریباں'' کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے ضمناً ''قرآنِ کریم کی عصمت'' پر بھی اِظہارِ خیال فرمایا۔

(۱) ص:۱۳۰ (۲) ص:۱۲۵

اُن کی یہ تقریر پاکستان ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ کی گئی۔ راقم الحروف کے پاس اس کی کیسٹ محفوظ ہے۔ موصوف نے فرمایا:

''قرآن جو ہے وہ ''الحمد لله'' سے لے کر ''والناس'' تک صدق ہے، عصمت ہے، طہارت ہے، یعنی معصوم ہے۔ اور کتابوں میں تحریف ہوئی، تورات میں، انجیل میں تحریف ہے، لیکن قرآن میں کوئی تحریف نہیں۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن عہدِ نبوت سے لے کر آج کے دن تک اور قیامت کے دن تک غیر محرف ہے، اس میں کوئی تحریف نہیں، کوئی ترمیم نہیں، کوئی کمی نہیں، کوئی زیادتی نہیں۔ ''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون'' (ہم نے قرآن اُتارا ہے، ہم اس کی حفاظت کریں گے) لہٰذا ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ قرآن جیسا عہدِ نبوت میں تھا، ویسے ہی آج ہے، جیسے آج ہے ویسے قیامت تک رہے گا، کیونکہ وعدۂ ربِّ کریم ہے، جھوٹا نہیں ہوسکتا! تو قرآن میں نہ کمی ہے، نہ زیادتی ہے، نہ تحریف ہے، نہ ترمیم ہے۔ پہلے جتنے پارے تھے اتنے ہی آج بھی پارے ہیں، کوئی فرق نہیں! تیس پارے، ایک سو چودہ سورے، اس میں پہلے بھی تھے، آج بھی ہیں۔ یہودی مستشرقین چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کریں اور قرآن کے بارہ میں عقائد متزلزل کریں، لیکن میں کہتا ہوں کہ اس یہودی سازش میں نہ آنا۔ قرآن جو ہے وہ وہی تیس پارے ہیں۔ کوئی فرقہ ایسا نہیں اسلام کا جس کا قرآن الگ ہو، جدا ہو، فقہ الگ ہوسکتی ہے، تعبیرِ سنت الگ ہوسکتی ہے، تعبیرِ حدیث الگ ہوسکتی ہے، ترجمہ الگ ہوسکتا ہے، قرآن کسی کا الگ نہیں، سب کا قرآن ایک ہے! تو یہودی مستشرقین کی سازش پر نہ جاؤ! کہتے ہیں کہ کسی کے پاس چالیس پارے ہیں، کسی کے پاس ۳۰ پارے ہیں، ارے! پارے چھپے ہوئے ہیں، چھپے ہوئے نہیں ہیں، قرآنِ حکیم جو ہے وہ معصوم ہے۔''

جناب نصیر الاجتہادی صاحب کا یہ اِعلانِ حق اگر بر بنائے تقیہ نہیں تو لائقِ صد ستائش ہے۔ موصوف کے اس اِرشاد کے مطابق وہ تمام لوگ جنھوں نے تحریفِ قرآن کا افسانہ بطورِ عقیدہ اپنی کتابوں میں درج کیا، وہ سب یا تو یہودی تھے یا یہودیوں کے نقیب! مثلاً:

الف:...فرمان علی صاحب! جنھوں نے زیرِ نظر ترجمہ میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ درج کیا۔

ب:...وہ تمام شیعہ علماء اور مجتہد! جنھوں نے اس ترجمہ کی تصدیق کی۔

ج:...''پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ'' جس نے یہ ترجمہ شائع کیا۔

ظاہر ہے کہ جو لوگ بھی اس ترجمہ پر اِعتماد کریں گے؛ قرآن کے بارہ میں اُن کا عقیدہ متزلزل ہوگا،

اس لیے ضروری ہے کہ اس یہودی سازش کو ناکام بنایا جائے، اس ترجمہ کو ضبط کرکے اس کے ناشرین کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔

اسی طرح جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریفِ قرآن کی روایتیں نقل کرکے ان کی تصدیق کی اور ان کے مطابق تحریفِ قرآن کا عقیدہ ظاہر کیا، وہ بھی موصوف کے بقول یہودی سازش کا شکار ہیں۔

واضح رہے کہ شیعہ کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں اماموں کی طرف منسوب کی گئی ہیں، اور علمائے شیعہ نے تین باتوں کا کھل کر اِقرار کیا ہے:

اَوّل:... یہ روایتیں متواتر ہیں۔

دوم:... یہ کہ قرآنِ کریم کی تحریف پر صریح ہیں۔

سوم:... یہ کہ شیعوں کا عقیدہ ان روایات کے مطابق یہی ہے کہ قرآن (نعوذ باللہ!) تحریف شدہ ہے۔

چنانچہ "**فصل الخطاب فی تحریف کتاب ربّ الأرباب**"- جو تحریفِ قرآن کے ثبوت میں ایک شیعی عالم علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی کی تالیف ہے- سے چند حوالے یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

الف:...''الدلیل الحادی عشر: الأخبار الکثیرة المعتبرة الصریحة فی وقوع السقط ودخول النقصان فی الموجود من القرآن زیادةً علٰی ما مر متفرقاً فی ضمن الأدلة السابقة، وانه اقل عن تمام ما نزل اعجازًا علٰی قلب سید الانس والجان من غیر اختصاصها بآیة أو سورة وهي مفرقة فی الکتب المعتبرة التی علیها المعول والیها المرجع عند الأصحاب جمعت ما عثرت علیها فی هذا الباب.''[1]

ترجمہ: ''تحریفِ قرآن کی گیارہویں دلیل: وہ بہت سی روایات ہیں جو معتبر ہیں اور قرآنِ موجود میں کمی اور نقصان کے واقع ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں، علاوہ ان روایات کے جو گزشتہ دلائل کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ موجودہ قرآن مقدارِ نزول سے بہت کم ہے، اور یہ کمی کسی آیت یا سورة کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور یہ روایات ان متفرق کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں جن پر ہمارے مذہب کا اِعتماد ہے۔ میں نے اس باب میں وہ روایات جمع کردی ہیں جو میری نظر سے گزریں۔''

اس کے بعد مصنف نے بکثرت شیعہ کتابوں کے نام گنائے ہیں اور روایاتِ تحریف کے انبار جمع کیے ہیں۔

---

(۱) ص:۲۳۵

ب:...''الدليل الثاني عشر: الأخبار الواردة في الموارد المخصوصة من القرآن الدالة على تغيير بعض الكلمات والآيات والسور باحدى السور المتقدمة وهي كثيرة جدًا، حتى قال السيد نعمت الله الجزائري في بعض مؤلفاته كما حكى عنه: ان الأخبار الدالّة على ذلک تزيد على الفَي حديث، وادعى استفاضتها جماعة كالمفيد والمحقق الداماد والعلامة المجلسي وغيرهم: بل الشيخ ايضا صرح في التبيان بكثرتها بل ادعى تواترها جماعة يأتي ذكرهم في اخر المبحث، ونحن نذكر منها ما يصدق دعواهم....

واعلم ان تلک الأخبار منقولة من الكتب المعتبرة التي عليها معول اصحابنا في اثبات الأحكام والآثار النبوية.''(۱)

ترجمہ:''تحریفِ قرآن کی بارہویں دلیل: وہ اَحادیث ہیں جو قرآن کے مخصوص مقامات کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں، اور جو کلمات، آیات اور سورتوں کے تغیر وتبدل پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ روایات بہت ہی زیادہ ہیں، حتیٰ کہ سیّد نعمت اللہ الجزائری نے اپنی بعض تصانیف میں کہا ہے- جیسا کہ اُن سے نقل کیا گیا ہے- کہ جو روایات تحریفِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں، وہ دو ہزار سے بھی زیادہ ہیں، اور ایک جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسے مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ۔ بلکہ شیخ نے تبیان میں بھی تصریح کی ہے کہ یہ روایات بہت زیادہ ہیں، بلکہ ایک جماعت نے- جن کا ذکر آخر بحث میں آئے گا- ان کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ہم ان روایات میں سے اتنی مقدار ذکر کریں گے جس سے ان حضرات کے دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ تحریف کی یہ روایتیں ان معتبر کتابوں سے نقل کی گئی ہیں جن پر ہمارے اُصحاب کا اعتماد ہے اَحکامِ شرعیہ کے ثابت کرنے اور آثارِ نبویہ کے نقل کرنے میں۔''

ج:...نیز علامہ مجلسی کا قول نقل کیا ہے کہ:

''وعندي ان الأخبار في هذا الباب متواترة معنًى، وطرح جميعها يوجب رفع الاعتماد عن الأخبار رأسًا، بل ظني ان الأخبار في هذا الباب لا يقصر عن اخبار الامامة فكيف يثبتونها بالخبر؟''(۲)

ترجمہ:''میرے نزدیک تحریفِ قرآن کی روایتیں معناً متواتر ہیں، اور ان سب روایتوں کو ترک

(۱) ص:۲۵۱ومابعد۔ (۲) ص:۳۵۳

کردینے سے ہماری تمام کی تمام اَحادیث سے یکسر اِعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ تحریفِ قرآن کی روایتیں مسئلۂ اِمامت کی روایتوں سے کسی طرح کم نہیں، پس اگر تحریفِ قرآن کی روایتوں کا اِعتبار نہیں تو مسئلۂ اِمامت کو روایتوں سے کیسے ثابت کرتے ہیں؟''

د:... ''فصل الخطاب'' میں ایک اور جگہ لکھا ہے:

"قال السيد المحدث الجزائري في "الانوار" ما معناه: ان الاصحاب قد اطبقوا على صحة الأخبار المستفيضة بل المتواترة الدالة بصريحها على وقوع التحريف في القران كلامًا ومادةً واعرابًا والتصديق بها."(۱)

ترجمہ: ''سیّد محدث جزائری نے ''انوار'' میں لکھا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ: اَصحابِ اِمامیہ نے اتفاق کیا ہے، مستفیض بلکہ متواتر روایات کی صحت پر؛ جو صراحتاً قرآن کے محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں، یہ تحریف کلام میں بھی ہے، مادّہ میں بھی، اور اعراب میں بھی، اور اِتفاق کیا ان روایات کی تصدیق پر۔''

مندرجہ بالا حوالوں سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوئے:

۱:... شیعہ کتابوں میں دو ہزار سے زیادہ روایتیں اَئمۂ معصومین کی طرف منسوب کی گئی ہیں کہ قرآنِ کریم (نعوذ باللہ!) تحریف شدہ ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں اَئمۂ معصومین کی ایک روایت بھی نہیں، جس کا مضمون یہ ہو کہ قرآنِ کریم تحریف سے پاک ہے اور جوں کا توں محفوظ ہے۔

۲:... دو ہزار روایتیں اکابر علمائے شیعہ کے نزدیک متواتر ہیں، جو ان کی معتبر کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں۔

۳:... یہ روایات باتفاقِ علمائے شیعہ صحیح ہیں۔

۴:... اور یہ روایتیں تحریفِ قرآن پر نصِ صریح ہیں۔

۵:... یہ روایات نہ صرف روایاتِ اِمامت کے ہم پلہ ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں، پس اگر ان پر اِعتماد نہ کیا جائے تو مسئلۂ اِمامت بھی - جو شیعہ مذہب کا بنیادی پتھر ہے - نا قابلِ اِعتماد قرار پاتا ہے اور شیعہ مذہب کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ گویا اگر شیعہ مذہب کو مانا جائے تو قرآنِ کریم کی تحریف کا عقیدہ لازم ہے، اور اگر قرآنِ کریم کو صحیح اور تحریف سے پاک مانا جائے تو شیعہ مذہب خود بخود غلط ہو جاتا ہے۔

اب شیعہ اکابر کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے:

(۱) ص:۳۱

''فصل الخطاب'' میں ہے کہ آیا قرآن میں کوئی تغیر وتبدل ہوا ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارے علماء کے دو قول مشہور ہیں:

اوّل:... یہ کہ اس میں تبدیلی اور کمی ہوئی ہے، اور یہ مندرجہ ذیل علمائے شیعہ کا مذہب ہے:

۱:... شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی (مصنف تفسیر قمی)۔ ۲:... ثقة الاسلام کلینی (مصنف الکافی)۔ ۳:... الثقة الجلیل محمد بن حسن صفار (مصنف کتاب البصائر)۔ ۴:... الثقة محمد بن ابراہیم نعمانی تلمیذ کلینی (مصنف کتاب الغیبت)۔ ۵:... الثقة الجلیل سعید بن عبداللہ قمی (مصنف کتاب ناسخ القرآن ومنسوخه)۔ ۶:... سیّد علی بن احمد کوفی (مصنف کتاب بدع المحدثة)۔ ۷:... اجلة المفسرین وائمتهم الشیخ الجلیل محمد بن مسعود عیاشی۔ ۸:... شیخ فرات بن ابراہیم الکوفی۔ ۹:... الثقة محمد بن عباس الماہیار۔ ۱۰:... الشیخ الأعظم محمد بن محمد بن نعمان المفید۔ ۱۱:... شیخ المتکلمین ومتقدم بختیین ابوسہل اسمٰعیل بن نوبخت (مصنف کتب کثیرہ)۔ ۱۲:... الشیخ المتکلم الفیلسوف ابومحمد حسن بن موسیٰ (مصنف تصانیف جیدہ)۔ ۱۳:... الشیخ الجلیل ابواسحٰق ابراہیم بن نوبخت (مصنف کتاب الیاقوت)۔ ۱۴:... اسحٰق کاتب۔ جس نے امام مہدی کو دیکھا ہے، خدا امام موصوف کی مشکل جلد آسان کرے۔ ۱۵:... رئیس الطائفہ۔ جس کے معصوم ہونے کا قول کیا گیا ہے، یعنی - شیخ ابو القاسم حسین بن رُوح بن ابی بحر النوبختی، جو شیعوں کے اور امام مہدی کے درمیان تیسرے سفیر تھے۔ ۱۶:... العالم الفاضل المتکلم حاجب بن لیث بن سراج۔ ۱۷:... الشیخ الثقة الجلیل الأقدم فضل بن شاذان (مصنف کتاب الایضاح)۔ ۱۸:... الشیخ الجلیل محمد بن حسن شیبانی (مصنف تفسیر نهج البیان)۔ ۱۹:... الشیخ الثقة احمد بن محمد بن خالد برقی (مصنف کتاب المحاسن)۔ ۲۰:... الثقة محمد بن خالد (مصنف کتاب التنزیل والتفسیر)۔ ۲۱:... الشیخ الثقة علی بن حسن بن فضال (مصنف کتاب التنزیل من القرآن والتحریف)۔ ۲۲:... محمد بن حسن الصیرفی (مصنف کتاب التحریف والتبدیل)۔ ۲۳:... احمد بن محمد بن سیار (مصنف کتاب القراءات)۔ ۲۴:... الثقة الجلیل محمد بن عباس بن علی بن مروان ماہیار (مصنف تفسیر)۔ ۲۵:... ابوطاہر عبدالواحد بن عمر قمی۔ ۲۶:... الجلیل محمد بن علی بن شہرآشوب (مصنف کتاب المناقب وکتاب المثالب)۔ ۲۷:... شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی۔ مصنف کتاب الاحتجاج (مصنفِ ''احتجاج'' نے اس کا عہد کیا ہے کہ وہ صرف وہی روایتیں ذکر کریں گے جن پر (شیعوں کا) اجماع ہے، یا وہ موافق ومخالف کے درمیان مشہور ہیں، یا دلیلِ عقل

سے ثابت ہیں۔ موصوف نے دس سے زیادہ صریح روایتیں نقل کی ہیں۔(فصل الخطاب، ص:۳۱) احتجاج طبرسی کی ایک روایت کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے)۔۲۸:...مولوی محمد صالح (مصنف شرح الکافی)۔۲۹:...فاضل سیّد علی خان (مصنف شرح الصحیفة)۔۳۰:...مولیٰ مہدی النراقی۔ ۳۱:... الاستاذ الأکبر بھیھانی (مصنف الفوائد)۔۳۲:...محقق قمی۔۳۳:...شیخ ابوالحسن شریف (مصنف تفسیر مرأة الانوار)۔صاحب "فصل الخطاب" لکھتے ہیں:

"وجعله فی تفسیر السمّٰی بمرأة الانوار من ضروریات مذهب التشیّع واکبر مفاسد غصب الخلافة بعد تتبع الاخبار وتصفح الآثار."(۱)

یعنی: ابوالحسن شریف نے اخبار کی تتبع وتلاش اور آثار کی چھان بین کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تحریفِ قرآن کا عقیدہ مذہبِ تشیع کی ضروریات میں سے ہے اور غصبِ خلافت کا سب سے بدترین نتیجہ ہے۔

۳۴:...شیخ علی بن محمد مقابی (مصنف مشرق الانوار)۔۳۵:...السید الجلیل علی بن طاؤس (مصنف فلاح السائل. سعد السعود)۔۳۶:...اور یہی مذہب ہے جمہور محدثین (شیعہ) کا جن کے کلمات پر ہم کو اطلاع ہوئی ہے۔"(۲)

دُوسرا قول یہ ہے کہ: قرآنِ کریم میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا، اور یہ کہ پورا قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ لوگوں کے ہاتھوں میں بین الدفتین موجود ہے۔ صدوق نے ''عقائد'' میں، سید مرتضیٰ نے اور شیخ الطائفہ نے ''تبیان'' میں اور شیخ ابوعلی طبرسی نے ''مجمع البیان'' میں یہی مسلک اِختیار کیا ہے:

"ولم یعرف من القدماء موافق لهم الا ما حکاه المفید عن جماعة من اهل الامامة والظاهر انه اراد الصدوق واتباعه."(۳)

ترجمہ: ''اور متقدمین شیعہ میں سے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جو عدمِ تحریف کے عقیدہ میں ان کا موافق ہو، بجز اس کے جو ''مفید'' نے اہلِ اِمامت کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے اور بظاہر اس سے مراد ''صدوق'' اور اس کے متبعین ہیں۔''

"والی طبقته لم یعرف الخلاف صریحًا الا من هٰذه المشائخ الأربعة."(۴)

ترجمہ: ''اور شیخ ابوعلی طبرسی کے طبقہ تک اِختلاف معروف نہیں تھا، مگر انہی چار مشائخ کا۔''

(۱) ص:۳۱
(۲) فصل الخطاب، ص:۲۵ تا ۳۱
(۳) فصل الخطاب، ص:۳۳
(۴) ص:۳۴

"فصل الخطاب" کے ان حوالوں سے مندرجہ ذیل نتائج ظاہر ہوئے:

ا:... متقدمین شیعہ تمام کے تمام تحریفِ قرآن کے قائل تھے، جن میں بانیانِ مذہبِ شیعہ بھی شامل ہیں، وہ لوگ بھی جنہوں نے خود امام مہدی کی زیارت کی ہے، وہ لوگ بھی جو امامِ غائب اور شیعوں کے درمیان سفارت کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے اور جنہیں شیعہ معصوم تک مانتے ہیں، اور وہ لوگ بھی جن کی کتابوں کو امامِ غائب نے ملاحظہ فرما کر ان کی تصدیق فرمائی، الغرض! کل کے کل اساطینِ شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل تھے۔

۲:... تحریفِ قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ضروریات اور اُن کے نظریۂ غصبِ خلافت کے قطعی لوازم میں سے ہے، کیونکہ شیعہ مذہب کی بنیاد اس پر ہے کہ حضرات خلفائے راشدین (نعوذ باللہ) ظالم و غاصب تھے، اُنہوں نے خلافت - جو حضرت علیؓ کا حق تھا - چھین لی اور دِین سے پھر گئے اور باقی تمام صحابہ نے ان کی طوعاً وکرہاً موافقت کی، قرآنِ کریم ان ہی کے واسطہ سے بعد کی اُمت تک منتقل ہوا، اس لیے شیعوں کے عقیدۂ غصبِ خلافت کو تسلیم کرلینے کے بعد ناممکن ہے کہ قرآنِ کریم کو صحیح اور محفوظ مانا جائے۔

۳:... شیعہ علماء میں گنتی کے چار شخص ہیں جو قرآنِ کریم کو غیرمحرف مانتے ہیں اور ان کا یہ اِظہار بھی محض تقیہ کی وجہ سے ہے، ورنہ خود ان ہی کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم (نعوذ باللہ) تحریف شدہ ہے۔ جیسا کہ مصنفِ "فصل الخطاب" نے ان کے ایک ایک جملہ پر تفصیل سے بحث کی ہے، اور ان میں سے بعض کے تقیہ کی تصریح کرکے باقیوں کے قول کی توجیہ کے لیے اس کا حوالہ دیا ہے۔ (۱)

اگر جناب نصیرالاجتہادی کے بقول تحریفِ قرآن کا افسانہ یہودیوں کا اُڑایا ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بانیانِ مذہبِ شیعہ اور متقدمین شیعہ سب کے سب یہودی تھے، جنہوں نے نہ صرف تحریفِ قرآن کا عقیدہ گھڑ کر ائمہ کی طرف منسوب کردیا؛ بلکہ وصایت، خلافتِ بلافصل، تقیہ، متعہ اور خلفائے راشدینؓ کے ظلم و جور کی داستانیں گھڑ گھڑ کر شیعوں میں پھیلادیں، اور شیعہ بے چارے جناب نصیرالاجتہادی کے بقول اس یہودی سازش کا شکار ہوگئے۔ **یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون!**

اصحابِ رسول شیعہ کی نظر میں

حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت و منقبت کسی تشریح و وضاحت کی محتاج نہیں۔ یہ وہ مقدس جماعت ہے جسے پوری انسانیت میں سے چھانٹ کر اللہ تعالیٰ نے

(۱) دیکھیے: "فصل الخطاب"، ص:۳۲ومابعد۔

اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لیے منتخب کیا، جسے "خیرِ اُمت" کا لقب دیا، جسے "رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ" کے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمایا۔ جناب مصنف جس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اُس کے نزدیک اصحابِ رسول سے بغض و عداوت رکھنا، اُن کی توہین و تنقیص کرنا اور اُن کے خلاف جھوٹے افسانے تراش کر اُنہیں بدنام کرنا؛ شاید سب سے بڑی عبادت ہے۔ چنانچہ مصنف نے بھی اس "عبادتِ عظمیٰ" کا ثواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

الف:...عام صحابہ کرامؓ:

جناب مصنف نے دیباچہ میں قرآنِ کریم کے مضامین کی ایک طویل فہرست دی ہے، جس میں مختلف عنوانات کے تحت قرآنِ کریم کی آیات کے حوالے دیے ہیں۔ صفحہ:۴۱ پر ایک عنوان ہے: "بعض اصحاب کی مذمت" اس کے تحت مصنف نے درج ذیل حوالے دیے ہیں:

سورۃ آلِ عمران، آیات: ۱۰۶، ۱۴۲ تا ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۵۲ تا ۱۵۸، ۱۶۵ تا ۱۶۸۔

سورۃ التوبۃ، آیات: ۲۵، ۳۸، ۳۹، ۴۱ تا ۴۳، ۴۵ تا ۵۹، ۶۱، ۷۰، ۷۳ تا ۸۷، ۹۰، ۹۳، ۹۴ تا ۹۸، ۱۰۰ تا ۱۱۰، ۱۲۵ تا ۱۲۷۔

سورۃ النور، آیت: ۵۴۔

سورۃ الأحزاب، آیات: ۹ تا ۲۱، ۵۳، ۵۴، ۵۷، ۵۸۔

سورۃ محمد، آیات: ۲۰، ۲۲۔

سورۃ الفتح، آیت: ۶۔

سورۃ الصف، آیات: ۲، ۳۔

سورۃ الجمعۃ، آیت: ۱۱۔

سورۃ التطفیف، آیات: ۲۹، ۳۳۔

جناب مصنف ان حوالوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "بعض اصحاب" کی مذمت کرتا ہے، حالانکہ جو آیتیں اُنہوں نے نقل کی ہیں، ان میں سے بہت سی کفار و منافقین کے بارہ میں ہیں، مثلاً: مصنف نے سورۃ التوبۃ کی آیات: ۶۱ تا ۷۰ کا حوالہ دیا ہے، جو سب کی سب منافقین کے بارہ میں ہیں، اور خود مصنف نے ان آیات پر "منافقین کے تذکرے" کا عنوان دو جگہ قائم کیا ہے۔[1]

(۱) دیکھیے ص: ۳۵۱، ۳۵۳

اسی طرح مصنف نے اسی سورۃ کی آیات: ۷۳ تا ۸۷ کا حوالہ بھی دیا ہے، حالانکہ ان آیات پر خود مصنف نے یہ سرخیاں لگائی ہیں: ''منافقین کا ذکر''(۱) اور ''منافقین ہرگز نہ بخشے جائیں گے'' اسی سورۃ کی آیات: ۱۲۵ تا ۱۲۷ کا بھی مصنف نے حوالہ دیا ہے، حالانکہ ان آیات پر خود یہ سرخی لگائی ہے: ''کفار کی مذمت۔''

اِنصاف فرمائیے کہ جو آیات کفار و منافقین کے بارہ میں نازل ہوئی ہوں، اُن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چسپاں کرنا کیا کسی مسلمان کا کام ہوسکتا ہے...؟

ب:...مہاجرین وانصار:

قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں حضرات مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی مدح فرمائی گئی ہے اور ان کا پوری اُمت سے افضل و برتر ہونا ذکر کیا گیا ہے، ان آیات پر اِیمان رکھا جائے تو جناب مصنف اور اس کے گروہ کا عقیدہ ھبآءً منثورًا ہوکر رہ جاتا ہے، اِس لیے جناب مصنف نے کہیں تو ان آیات سے خاموشی سے گزر جانے میں عافیت سمجھی ہے، اور کہیں اپنے عقیدہ کے مطابق ان آیات میں تاویلاتِ باردہ کی کوشش کی ہے، مثلاً: سورۃ الأنفال کی آیت: ۷۴ (جس میں مہاجرین وانصار کی مدح ہے) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت اور اس کے قبل کی آیت بھی مہاجرین وانصار کی تعریف میں نازل ہوئی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ ان میں اکثر ایسے ہی تھے اور بعض تو اولیائے کاملین سے تھے، مگر کچھ ایسے بھی تھے جو رسول اللہ کی وفات کے بعد اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور آلِ رسول سے بُری طرح پیش آئے۔ اور یہ جو بعض اَحادیث میں وارد ہوا ہے کہ چار پانچ کے سوا کوئی اچھا نہ تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جان و مال اور آبرو و عزّت کی کچھ بھی پروا نہ کرکے اہلِ بیت کا ساتھ دینے والے چار پانچ تھے، ورنہ بہت سے لوگ اصحابِ رسول سے خوش صفات اور صاحبِ اِیمان تھے، مگر آبرو یا جان و مال یا اولاد کے خوف سے کچھ بول نہ سکتے تھے اور جب موقع خالی پاتے تو بولتے بھی تھے۔''(۲)

مصنف نے جن ''بعض احادیث'' کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہیں: ''اُصولِ کافی'' کتاب الروضۃ میں ہے:

"عن ابی جعفر قال: کان الناس اهل ردة بعد النبي صلی الله علیه وسلم الا ثلاثة. فقلت: ومن الثلاثة؟ فقال: المقداد بن الأسود وابو ذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمة الله وبرکاته علیهم، ثم عرف أناس بعد یسیر. وقال: هٰؤلاء الذین دارت

(۱) ص:۳۵۵

(۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۳۳۳

علیهم الرحاء وابوا ان یبایعوا حتی جاءوا بأمیر المؤمنین علیه السلام مکرها فبایع."(۱)

ترجمہ: ''امام ابوجعفر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ مرتد ہوگئے تھے سوائے تین آدمیوں کے۔ میں نے پوچھا: وہ تین کون تھے؟ فرمایا: مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی۔ پھر کچھ دیر کے بعد کچھ اور لوگوں نے بھی حق پہچانا۔ اور فرمایا کہ: یہ وہ لوگ تھے جن پر چکی چلی اور انہوں نے بیعت سے انکار کردیا، یہاں تک کہ لوگ امیرالمؤمنین کو زبردستی لائے، پس آپ نے بیعت کی (تب ان تین شخصوں نے بیعت کرلی)۔''

''رجال کشی''(۲) میں ہے:

"ارتد الناس الا ثلاثة نفر: سلمان وابو ذر والمقداد وان اردت الذی لم یشک ولم یدخله شیء فالمقداد."

ترجمہ: ''سب لوگ مرتد ہوگئے سوائے تین نفر کے: سلمان، ابوذر، مقداد۔ اور اگر تم چاہو کہ کوئی ایسا شخص ہو جس نے بالکل شک نہ کیا ہو اور نہ اس میں کوئی داغ ہو تو وہ صرف مقداد ہیں۔''

''احتجاج طبرسی'' مطبوعہ ایران میں ہے:

"ما من الامّة عن احد بایع مکرهًا غیر علی واربعتنا."

ترجمہ: ''اُمت میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس نے ابوبکر کے ہاتھ پر دلی رضامندی کے بغیر بیعت کی ہو، سوائے علیؓ کے اور ہمارے چار شخصوں کے۔''

جناب مصنف لکھتے ہیں:

''دُنیا کا سلف سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ دینِ حق کو پہلے بے چارے غرباء ہی نے قبول کیا ہے، حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی یہی ہوا کہ اپنے اہلِ بیت کے علاوہ سچے دین دار حضرت مقداد، عمار، سلمان، ابوذر وغیرہ تھے۔''(۳)

مصنف کے عقیدہ کے مطابق اوّل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ان چار بزرگوں کے سوا صحابہ کرام ''سچے دین دار'' ہی نہیں تھے، بلکہ... نعوذ باللہ!... منافق اور بے دین تھے، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مہاجرین وانصار اور دیگر صحابہ سب کے سب مرتد ہوگئے، جو تین چار بزرگ اس

(۱) ص:۲۴۶ طبع: ایران، ۱۳۸۹ھ (۲) ص:۸

(۳) ترجمہ فرمان علی، ص:۲۳۸

ارتداد سے محفوظ رہے، انہوں نے بھی طوعاً و کرہاً سرگروہ مرتدین سے بیعت کرلی اور ان ہی کے حلقہ بگوش ہوگئے، ان حلقہ بگوشانِ مرتدین میں سرفہرست حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی ہے۔ یہ ہے مصنف کے نزدیک مہاجرین وانصار کی وہ فضیلت جس کو قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ انا لِلّٰه و انا اليه راجعون!

ج:...اصحابِ حدیبیہ

"سورة الفتح" پوری غزوۂ حدیبیہ کے بارہ میں ہے، اس غزوہ میں شریک ہونے والے حضرات کی تعداد چودہ، پندرہ سو کے درمیان تھی، جنہوں نے بڑی جاں نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پر موت اور جہاد کی بیعت کی تھی (اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ پر دُوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ: "هٰذه لعثمان" یہ بیعت میں عثمانؓ کی طرف سے کر رہا ہوں"[۱] گویا باقی صحابہ نے خود بیعت کی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور یہ حضرت عثمانؓ کی وہ فضیلت ہے جس میں کوئی شریک نہیں...!)۔ اس سورۃ میں ان کی بلیغ ترین مدح وتوصیف فرمائی گئی ہے اور ان سے رضامندی کا اعلان فرمایا گیا ہے: "لقد رضي اللّٰه عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة"[۲] جناب مصنف کے لیے قرآنِ کریم کا یہ اعلان بھی نا قابلِ قبول ہے، اس لیے وہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ ان تمام بیعت کرنے والوں سے خدا ہمیشہ کے لیے راضی ہوگیا اور یہ لوگ جنتی بن گئے، کیونکہ اوّل تو خدا نے تمام بیعت کرنے والوں سے خوشنودی کا اظہار کیا نہیں، بلکہ صرف مؤمنین سے، اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ صرف وہ اُس وقت خوش ہوا جس وقت اُن لوگوں نے بیعت کی، اب رہی آئندہ کی حالت تو "جیسی کرنی ویسی بھرنی" تو خلاصۂ مطلب اس آیت کا یہ ہوا کہ خدا سچے ایمان داروں کے اس فعل سے ضرور خوش ہوا۔"[۳]

گویا خدا تعالیٰ کو آئندہ کا علم نہیں تھا کہ یہ لوگ مرتد ہوجائیں گے! اس نے وقتی فعل سے خوش ہوکر اپنی رضامندی کا ایسا اعلان فرمادیا جو قیامت تک منبر ومحراب میں تلاوت کیا جاتا رہے گا۔ اور ہاں! وہ "سچے مؤمن" کون تھے جن کے ایک عظیم کارنامہ پر اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی رضامندی کا تمغہ عطا فرمایا؟ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان "سچے مؤمنوں" کے زُمرہ میں نہیں آتے جن کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی تھی؟ قاتلهم الله انى يؤفكون!

(۱) روضہ کافی ص:۳۲۵ (۲) الفتح:۱۸
(۳) ترجمہ فرمان علی ص:۹۲۱

حضرات خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم اجمعین):

حضرات خلفائے راشدین خصوصاً حضرات شیخین (رضی اللہ عنہم) کی حیثیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر ووزیر کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کے ہاتھ سے ایسی اسلامی خدمات ظہور میں آئیں جن کی نظیر پیش کرنے سے انسانی تاریخ قاصر ہے، اور پھر ان اکابر نے اپنی ان خدماتِ جلیلہ کے عوض ایک جَو کے برابر کوئی مادّی فائدہ نہیں اُٹھایا، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا جو روزینہ بیت المال سے مقرر کیا گیا تھا، اُنہوں نے اس کا بھی ایک ایک حبہ بیت المال کو واپس کردیا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرے سے کوئی وظیفہ بیت المال سے قبول ہی نہیں فرمایا، گویا ان تینوں حضرات کی تمام خدمات (جن کی بدولت بعد کی تمام دُنیا کو اسلام کی روشنی نصیب ہوئی) سب کی سب بے لوث اور بلامعاوضہ تھیں، اور پھر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو وفات کے بعد بھی روضۂ مطہرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت کا وہ شرف حاصل ہے جس میں اُن کا کوئی شریک وسہیم نہیں...! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مخلص رُفقا جن کو حیاً ومیتاً رفاقتِ نبوی کا دائمی شرف حاصل ہے، اور اُمت کے ایسے محسن جن کے دَم قدم سے بعد کے لوگوں کو دولتِ اِیمان اور نورِ اِسلام میسر آیا؛ کسی مسلمان کا ان سے بغض وعداوت رکھنا ناقابلِ فہم ہے، لیکن شیعہ حضرات ان سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہیں۔

بانیانِ مذہبِ شیعہ نے ان بزرگوں کے خلاف اتنی کثرت سے روایتیں گھڑی ہیں کہ تحریفِ قرآن کی روایات کے بعد شاید ان ہی کا نمبر ہوگا، ان بے شمار روایات میں ''روضہ کافی'' کی مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ فرمائیے، جس سے اندازہ ہوگا کہ بانیانِ مذہبِ شیعہ ان اکابر سے کس قدر بغض رکھتے تھے!

حنان بن سدیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اِمام ابوجعفر سے ان دونوں کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا:

"یا ابا الفضل! ما تسألنی عنهما؟ فواللّٰه! ما مات منا میت قط الا ساخطا علیهما، وما منا الیوم الا ساخطا علیهما، یوصی بذالک الکبیر منّا الصغیر، انهما ظلمانا حقنا، ومنعا فیئنا، وکانا اول من رکب اعناقنا، وبثقا علینا بثقا فی الاسلام لا یسکر ابدًا حتی یقوم قائمنا او یتکلم متکلمنا. ثم قال: اما واللّٰه! لو قد قام قائمنا او تکلم متکلمنا لأبدی من امورهما ما کان یکتم، ولکتم من امورهما ما کان یظهر، واللّٰه! ما اسست من بلیة ولا قضیة تجری علینا اهل البیت الا هما اسسا اولها."(۱)

(۱) روضہ کافی ص:۲۴۵ مطبوعہ ایران

ترجمہ: ''اے ابوالفضل! ان دونوں کے بارہ میں مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ پس اللہ کی قسم! ہم میں سے جو مرا، ان سے ناراض مرا، اور جو آج زندہ ہے، وہ بھی ان سے ناراض ہے، ہمارے بڑے اپنے چھوٹوں کو اسی کی وصیت کر کے مرتے ہیں کہ ان دونوں نے ظلماً ہمارا حق مارا اور ہماری فے ہم لوگوں سے روک لی، یہ دونوں پہلے شخص تھے جو ہماری گردنوں پر سوار ہوئے اور ان دونوں نے اسلام میں ایسا طوفان برپا کر دیا جو کبھی تھمنے کا نام نہیں لے گا، جب تک کہ ہمارے مہدی کا ظہور نہیں ہو جاتا، یا ہمارا بولنے والا بات نہیں کرنے لگتا۔ پھر فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ہمارے مہدی کا ظہور ہو جاتا، یا ہمارا بولنے والا بولنے لگتا تو ان دونوں کی وہ باتیں ظاہر کرتا جو چھپائی جاتی تھیں، اور ان کی وہ باتیں چھپاتا جو ظاہر کی جاتی تھیں۔ اللہ کی قسم! ہم اہلِ بیت پر جو آفت ومصیبت بھی گزرتی ہے، اس کی بنیاد ان ہی دونوں نے ڈالی ہے۔''

ا:... سورۂ محمد کی آیات: ۲۵ تا ۳۲ میں کفار ومرتدین اور منافقین کا تذکرہ ہے:

"ان الذین ارتدوا علٰی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطن سول لھم واملٰی لھم ذٰلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللّٰہ سنطیعکم فی بعض الأمر واللّٰہ یعلم اسرارھم —الٰی قولہ— ان الـذیـن کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدٰی لن یضرو اللّٰہ شیئًا وسیحبط اعمالھم۔"

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ راہِ ہدایت صاف صاف معلوم ہونے کے بعد بھی اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر گئے، شیطان نے انہیں (بڑھ دے کر) ڈھیل دے رکھی ہے، اور ان کی تمناؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں، یہ اس لیے کہ جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب سے بے زار ہیں، یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمہاری ہی بات مانیں گے، اور خدا ان کے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے۔ —الٰی قولہ— بے شک جن لوگوں پر (دین کی سیدھی) راہ صاف ظاہر ہوگئی اس کے بعد انکار کر بیٹھے اور (لوگوں کو) خدا کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی تو وہ خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے اور وہ ان کا کیا کرایا اکارت کر دے گا۔''(۱)

جناب مصنف کے نزدیک ان آیات کا مصداق خلفائے راشدینؓ اور ان سے بیعت کرنے والے صحابہؓ ہیں؛ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل نہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص: ۹۱۴، ۹۱۵

''حافظ ابوبکر بن مردویہ نے روایت کی ہے کہ: ''یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو حضرت علیؓ کی خلافت کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور اسی کی مؤید وہ دونوں روایتیں ہیں جو گزشتہ صفحہ میں مذکور ہو چکیں۔''(۱)

مصنف کی اس تشریح کے مطابق ان آیات میں کافر اور مرتد، خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرار دیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! یہ بانیانِ مذہبِ شیعہ کے بغضِ صحابہ کا ادنیٰ نمونہ ہے۔

۲:... ''سورۃ الشمس'' کے شروع میں چند قسمیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے چار یہ ہیں:

۱-سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی۔ ۲-چاند کی جب کہ وہ اس کے پیچھے نکلے۔ ۳-دِن کی جب اسے چمکا دے۔ ۴-رات کی جب اسے ڈھانک لے۔ (ترجمہ فرمان علی)

مصنف ان قسموں کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

''ایک روایت ہے کہ سورج سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قمر سے مراد جناب اُمیر علیہ السلام اور رات سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہلِ بیت کے حقوق کو غصب کر کے حاکم بن بیٹھے۔''(۲)

''اہلِ بیت کے حقوق غصب کر کے حاکم بن بیٹھنے والوں'' سے مصنف کی مراد حضرات خلفائے راشدینؓ ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ اس روایت کے گھڑنے والے دانش مندوں کو اتنی بھی تمیز نہیں تھی کہ یہ سورۃ مکی ہے، جس میں اس قسم کی مہمل تفسیر کی کوئی گنجائش نہیں، اور انہیں یہ بھی تمیز نہ رہی کہ اس تفسیر کے مطابق تو حضرات خلفائے راشدینؓ بہت ہی مقدس تھے کہ ان کے وجود کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی، اور جن لوگوں کے نام کی خدا قسم کھاتا ہو، اُن کو ظالم و غاصب کہنا کس طرح صحیح ہوگا؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ:

سورۃ براءت کے آغاز میں مصنف لکھتے ہیں:

''حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے شروع کی آیتیں حضرت ابوبکرؓ کو دیں اور کچھ آدمیوں کے ساتھ کر کے حکم دیا کہ مکہ میں جا کر کفار و مشرکین کے مجمع عام میں پڑھ کر سنادو! حضرت ابوبکر روانہ ہوئے، اس کے بعد حضرت جبریل یہ حکم خدا لے کر آئے کہ یہ ہر شخص کا کام نہیں، اس کے لیے یا تو تم خود جاؤ یا جو شخص تم میں سے ہو اس کو بھیجو! آپ نے فوراً حضرت علی کو ناقہ پر سوار کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ ان آیتوں کو ابوبکر سے لے کر تم خود پڑھ کر سنادو، اور ابوبکر کو واپس کردو! حضرت ابوبکر

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۹۱۵ (۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۱۰۷۲

واپس آئے اور پوچھا: کیا میرے بارہ میں کوئی حکم آیا ہے؟ فرمایا: نہیں!......دیکھو: تفسیر دُرِّ منثور، جلد:۳، صفحہ:۲۰۹، مطبوعہ مصر۔ اوراس کے تمام شیعہ سنی بالاتفاق قائل ہیں اور کسی کو اِختلاف نہیں، چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی تعریضاً جناب امیر کی مدح میں لکھتے ہیں:

ولا کان معزولاً غداة براءة

ولا فی صلاة امّ فیها مؤخرًا

(ترجمہ از ناقل) اور نہ حضرت علی کو براءت کی صبح کو معزول کیا گیا اور نہ جس نماز میں وہ اِمام تھے انہیں اس سے پیچھے ہٹایا گیا۔‘‘(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اُمیرالحج بنا کر بھیجا، اور مرض الوفات میں انہیں اپنی جگہ اِمام الصلوٰۃ بنایا۔ یہ دونوں واقعے اس کی قطعی دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اعلم وافضل اور آپ کی جانشینی وقائم مقامی کا مستحق کوئی دُوسرا نہیں تھا۔ روافض کو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کرنے کے لیے یہ جھوٹ گھڑنا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں موقعوں پر حضرت ابوبکرؓ کو معزول کردیا تھا، اسی جھوٹ کو ابنِ ابی الحدید رافضی معتزلی نے مندرجہ بالا شعر میں نظم کیا ہے۔ چونکہ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں غلط بیانی جناب مصنف اوران کے ہم مسلک حضرات کا دِین وایمان ہے، اس لیے تقیہ کا ثواب حاصل کرنے کے لیے جناب مصنف نے بھی یہ جھوٹ گھڑلیا کہ:

’’اور حکم دیا کہ ان آیتوں کو ابوبکر سے لے کر تم خود پڑھ کر سنادو، اور ابوبکر کو واپس کردو!‘‘

حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کو واپس کرنے کا حکم نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکرؓ کو واپس ہونے کے لیے کہا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خالص اِفترا ہے، جس کا گھڑنے والا اس اِرشادِ نبوی کا مصداق ہے:

"من کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعده من النار."(۲)

ترجمہ: ’’جس نے جان بوجھ کر میری طرف غلط بات منسوب کردی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنائے۔‘‘

پھراس جھوٹ پر جھوٹ یہ گھڑتے ہیں کہ تمام شیعہ سنی اس کے قائل ہیں، کسی کو اس میں اِختلاف نہیں۔ حالانکہ متفق علیہ بات جس میں کسی کو اِختلاف نہیں! یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُمیرالحج تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے مأمور اور ماتحت تھے۔ چنانچہ اِبنِ اِسحٰق نے خود اِمام محمد باقرؒ کی یہ روایت نقل کی ہے:

(۱) ص:۳۳۵ (۲) اُصول کافی، باب اختلاف الحدیث، ص:۶۲، ج:۱

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اُمیرالحج بنا کر بھیج چکے تھے کہ سورۃ براءۃ نازل ہوئی، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ ان آیات کو ابوبکرؓ کے پاس بھیج دیتے (تو وہ مکہ میں ان کا اعلان کردیتے)۔ فرمایا: (چونکہ یہ مسئلہ عہد سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے عرب کے دستور کے مطابق) یہ پیغام وہی شخص پہنچا سکتا ہے؛ جو میرے اہلِ بیت سے ہو۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا، اور ان سے فرمایا کہ سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات اور ان کے اَحکام لے کر وہاں جائیں اور قربانی کے روز جب سب لوگ منیٰ میں جمع ہوں، یہ اعلان کردیں کہ: جنت میں کوئی کافر نہیں داخل ہوگا، اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا، اور کوئی شخص برہنہ ہوکر طواف نہیں کرسکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کا معاہدہ ہو تو طے شدہ میعاد تک اس کی پابندی کی جائے گی۔
حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُونٹنی پر سوار ہوئے اور راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے جا ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ اُمیر ہو یا مامور؟ کہنے لگے: مامور ہوں! پھر دونوں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئے اور حضرت ابوبکرؓ حج کے انتظامات میں مشغول ہوگئے۔ جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ہدایت کے مطابق ان سب باتوں کا اعلان کردیا۔''(۱)

اسی طرح مرض الوفات میں جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اِمام بنایا گیا تو ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ ان کو پیچھے ہٹایا گیا ہو۔

راقم الحروف کی کتاب ''عہدِ نبوّت کے ماہ و سال'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اِمامت کا واقعہ صحیح روایات کی روشنی میں اس طرح درج کیا گیا ہے:

''۹ ربیع الاوّل شبِ جمعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدّت ہوئی جس کی وجہ سے تین بار بے ہوشی کی نوبت آئی اور نمازِ عشاء کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لے جاسکے، اور تین بار فرمایا: ''ابوبکر سے کہو، لوگوں کو نماز پڑھائیں!'' چنانچہ عشاء کی یہ نماز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی، اور باقی تین روز بھی وہی اِمام رہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں، جن کا سلسلہ شبِ جمعہ کی نمازِ عشاء سے شروع ہوکر ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کی نمازِ فجر پر ختم ہوتا ہے۔ ان تین ایام میں ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اِفاقہ محسوس ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے سے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لائے، قدم مبارک سے

(۱) سیرت ابن ہشام برحاشیہ الروض الانف، ج:۲ ص:۳۲۸

زمین پر نشان بن رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف تک پہنچے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور یہ نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔ اس میں اِختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز میں اِمام تھے، یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اِقتدا میں یہ نماز ادا فرمائی تھی؟ دونوں قول مشہور ہیں جو کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

ان تین ایام کے آخری دن دوشنبہ کو - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا آخری دن تھا - آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نمازِ فجر کے وقت اپنے حجرۂ شریفہ کے دروازہ کا پردہ اُٹھایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کی اِمامت کرا رہے تھے اور لوگ ان کے پیچھے صف آرا تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تبسم فرمایا، بعد ازاں پردہ چھوڑ دیا۔'' اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالمِ فانی سے رُخصت ہوئے۔''(۱)

الغرض! نہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اِمارتِ حج سے معزول کیا گیا اور نہ نماز کی اِمامت سے انہیں ہٹایا گیا، بلکہ ان دونوں موقعوں پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اَمیر و اِمام تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مأمور و مقتدی تھے۔ اگر حضرات شیعہ کو نظرِ اِنصاف عطا ہوئی ہوتی تو انہیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیے تھی کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ مقدس اور واجب الاحترام ہیں تو جس شخصیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ان کا اَمیر و اِمام بنایا، وہ ان سے بڑھ کر مقدس و واجب الاحترام ہیں، اگر یہ معصوم ہیں تو ان کے اَمیر و اِمام عصمت میں بھی ان سے فائق تر ہونے چاہئیں، اور اگر یہ خلافتِ نبوّت کے مستحق ہیں تو ان کے اَمیر و اِمام ان سے بڑھ کر مستحقِ خلافت ہیں۔ واقعہ یہ ہے اگر جماعتِ صحابہؓ میں کوئی شخص علم و فضل، وَرَع و تقویٰ اور فضیلت و منقبت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بجائے اسی کو اَمیر الحج اور اِمام الصلوٰۃ مقرّر فرماتے۔ اگر اِنصاف کیا جائے تو اپنی جانشینی اور خلافتِ بلافصل کا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا مصلیٰ سپرد کرکے حل کردیا۔ اب اس فیصلۂ نبوی سے جنابِ مصنف اور ان کے دوست خوش ہوں یا ناخوش...!

ز:.... حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ:

آیتِ حجاب کے تحت مصنف لکھتے ہیں:

''مجاہدؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ حضرت عائشہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو پوچھا تو بیٹھ گئے، اِتفاقاً کھانے میں حضرت

(۱) طبع اوّل ص:۳۶۶

عمر کی اُنگلی حضرت عائشہ کی اُنگلی سے لگ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا اور اسی وقت یہ آیت حجاب نازل ہوگئی۔ دیکھو: تفسیر دُرِّ منثور، جلد:۵، صفحہ:۲۱۳، سطر:۲۳۔"(۱)

جناب مصنف نے قاری کے ذہن پر اپنا اعتماد جمانے کے لیے کتاب کی جلد اور صفحہ ہی نہیں لکھا، سطر کا بھی حوالہ دیا ہے، لیکن غلط بیانی جوان کی فطرت میں داخل ہے اور جوان کے دِین کے دس حصوں میں نو حصے کی حیثیت رکھتی ہے، اس سے یہاں بھی باز نہ رہے۔ ان کے خط کشیدہ الفاظ کا روایت کے اصل الفاظ سے مقابلہ کیجیے:

"فقال عمر: اوه! لو اطاع فیکن ما رأتکن عین، فنزلت آیة الحجاب."

ترجمہ: "تو حضرت عمر نے کہا: ہائیں! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بارہ میں میری درخواست قبول فرمالیتے تو تمہیں کوئی آنکھ نہ دیکھ پاتی۔ اس پر پردہ کی آیت نازل ہوئی۔"

روایت کے مطابق اس واقعہ سے ناگواری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تھی اور انہی کی خواہش و درخواست کے مطابق آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ اس سے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت ظاہر ہوتی تھی، اس لیے جناب مصنف کی "دیانت وامانت" کو گوارا نہ ہوا کہ روایت کو جھوٹ کی آمیزش کے بغیر نقل کر کے تقیہ کے ثواب سے محروم رہیں! اس طرح جناب مصنف نے جگہ جگہ کذب و افترا کی بھرمار کر کے ذُرّیتِ ابنِ سبا کی نمک خواری کا حق ادا کیا ہے۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون!**

حضرت عثمان ذُوالنورین رضی اللہ عنہ:

سورۃ النجم کے آخری رُکوع: "افرایت الذی... الخ" کے تحت جناب مصنف لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان اکثر کچھ خیرات دیا کرتے تھے، ایک دفعہ ان کے عزیز عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان سے کہا کہ تم اتنا خرچ کرتے ہو کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم فقیر نہ ہوجاؤ! حضرت عثمان نے جواب دیا کہ میں نے بہت بڑے گناہ کیے ہیں، اس لیے خیرات کرتا ہوں کہ شاید خدا ان کو معاف کردے! عبداللہ بولا: یہ اُونٹ جو بار سے لدا ہوا ہے، مجھے دے دے تو میں تیرے گناہوں کا بوجھ اپنے اُوپر لے لیتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فوراً دے دیا اور دو گواہ بھی کرلیے۔ اس کے بعد خیرات تصدق سب یکدم موقوف کردی، تو انہی کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور رُو گردانی کرنے سے جنگِ اُحد میں بھاگنا مراد ہے۔ دیکھو: تفسیر کشاف، جلد:۳، صفحہ:۱۴۶، مطبوعہ مصر۔"(۲)

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۶۶۳ (۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۹۴۷

یہاں جناب مصنف نے کمالِ تقیہ کا دو طرح مظاہرہ فرمایا ہے: ایک یہ کہ جو روایت انہوں نے ''کشاف'' سے نقل کی ہے، وہ قطعاً جھوٹی اور کسی رافضی کی گھڑی ہوئی ہے، چنانچہ ''رُوح المعانی'' میں ہے:

"واما ما في الكشاف من انها نزلت في عثمان بن عفان رضي الله عنه...... فباطل كما قال ابن عطية ولا اصل له."(۱)

ترجمہ: ''اور یہ جو ''کشاف'' میں ہے کہ یہ آیات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئیں...... تو یہ قطعاً باطل ہے، جیسا کہ ابنِ عطیہ نے کہا ہے: اس کی کوئی اصل نہیں۔''

چونکہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارہ میں جھوٹ گھڑنا اور جھوٹ کو پھیلانا ہی جناب مصنف کا مسلک ہے، اس لیے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں اس جھوٹی روایت کو نقل کر کے حقِ تقیہ ادا کیا ہے۔ پھر دُوسرا کمال یہ دِکھایا کہ روایت کا آخری حصہ حذف کر دیا، چنانچہ ''کشاف'' میں ہے:

"فعاد عثمان الى احسن من ذالک واجمل."(۲)

ترجمہ: ''ان آیات کے نزول کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر صدقہ وخیرات کرنے لگے۔''

چونکہ ان آخری الفاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کا حسین ترین پہلو قاری کے سامنے آجاتا ہے اور یہ جناب مصنف کے مسلکِ تقیہ کو قطعاً گوارا نہیں، اِس لیے وہ روایت کے آخری حصہ کو ''شربتِ محرّم'' سمجھ کر پی گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ میں جناب مصنف کا تصنیف کردہ ایک اور جھوٹ ملاحظہ فرمایئے! سورۂ عبس کی اِبتدائی آیات کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''ایک روز حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے، عبداللہ بن مکتوم (نقل مطابق اصل) - جو خاص صحابی مؤذِن اور نابینا تھے - کچھ اُحکام پوچھنے کے واسطے آپ کے پاس حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منتہائے اخلاق اور ان کی نابینائی کی وجہ سے حضرت عثمان سے جو آپ کے پاس بیٹھے تھے، آگے بٹھایا، یہ اَمر حضرت عثمان کو ناگوار گزرا، عبداللہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے، یہ بات خدا کی مرضی کے خلاف تھی، حضرت جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس سے عبداللہ کی مدح اور حضرت عثمان کی تنبیہ مقصود تھی۔''(۳)

---

(۱) جلد ۲۷، صفحہ: ۶۵ (۲) ص: ۳۲۷، ج: ۴

(۳) ترجمہ فرمان علی، ص: ۱۰۵۳

یہ کہانی جناب مصنف کی طبع زاد ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حیا اور تواضع کا اس قدر غلبہ تھا کہ فرشتے ان سے حیا کرتے تھے۔ کیا وہ یہ بے تمیزی کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی مجلس میں پشت کر کے بیٹھ جائیں؟ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو اور صحابہؓ کو نا گوار ہو؟ غالباً جناب مصنف نے صحابہ کرامؓ کو بھی کوفے کے شیعانِ حسن پر قیاس کر لیا...!

ط:....اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن:

جناب مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور مسلمانوں کی ماؤں (رضی اللہ عنہن) کے بارہ میں بھی دریدہ دہنی سے دریغ نہیں کیا۔

ا:... "سورۃ النور" کی آیاتِ اِفک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت کے بارہ میں نازل ہوئیں، لیکن جناب مصنف لکھتے ہیں:

"بعض روایات میں ہے کہ یہ آیات اُمّ المؤمنین جناب ماریہ قبطیہ والدۂ ابراہیم بن محمد مصطفیٰ صلعم کی صفائی میں نازل ہوئی ہیں، انہیں بعض ازواجِ نبی نے جریج قبطی سے سوتاپے کی وجہ سے متہم کر دیا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھو: تفسیر قمی، برہان، صافی۔"(۱)

جناب مصنف اس رافضی جھوٹ کے ذریعہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اَزواجِ مطہرات (نعوذ باللہ) اس قدر بدکردار تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دامن حرم کو دُنیا کی سب سے بدترین بدکاری کی تہمت لگا دیتی تھیں، نعوذ باللہ من ذٰلک!

۲:... "سورۃ النور" کی ایک آیت "الخبيثات للخبيثين" جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت ونزاہت کے سلسلہ میں ہے، اس کے ذیل میں مصنف لکھتے ہیں:

"یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم جیسے نبی آخرالزمان کی سب بیویاں پاک طینت نہ تھیں، جیسا کہ کتب تواریخ واحادیث سے قطع نظر خود قرآن مجید کے پارہ:۲۸، رکوع:۱۹، سورۃ التحریم کی آیت:۴ سے واضح ہے! ارشاد ہوتا ہے: "فقد صغت قلوبكما" تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں۔"(۲)

یہ گستاخی اَزواجِ مطہراتؓ کے حق میں نہیں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے کہ آپ کے اہلِ بیت کو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ! بدطینت کہا جائے۔ اور مصنف نے "سورۃ التحریم" کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے:

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۶۳۰ (۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۶۳۳

"ان تتوبا الى اللّٰه فقد صغت قلوبکما."

ترجمہ: "اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں رُجوع کرو تو (یہ مناسب موقع ہے، کیونکہ) تمہارے دِل توبہ کی طرف مائل ہیں۔"

اِس آیتِ کریمہ میں ان اَزواجِ مطہراتؓ کو توبہ اور رُجوع اِلی اللہ کی ترغیب دی گئی ہے، اور ظاہر ہے کہ توبہ کی ضرورت اعلیٰ درجہ کے کاملین کو بھی ہے، لیکن جناب مصنف کو اَپنے دِل کی کجی مقدسین کے آئینہ میں نظر آرہی ہے۔

۳:... "سورۃ الأحزاب" کی آیت:۲۸ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"جب حضرت رسول فتح خیبر سے واپس آئے تو حضرت کی بعض بیویوں نے کہا کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے، ہم لوگوں کو دیجیے! آپ نے فرمایا: میں نے تو اسے مسلمانوں پر حکمِ خدا کے مطابق تقسیم کردیا۔ اس پر وہ غصہ سے بولیں کہ: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر ہم کو طلاق دو گے تو ہم کو کوئی دُوسرا شوہر نہ ملے گا؟ اس کا حضرت کو بہت رنج ہوا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنارہ کش ہوکر انیس روز تک مشربہ ابراہیم میں رہے، یہاں تک کہ حضرت کی بیویوں کو حیض ہوا اور یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی۔"(۱)

جناب مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اَزواجِ مطہراتؓ کا جو مکالمہ درج کیا ہے، وہ بھی موصوف کے گھر کا طبع زاد ہے، اور گندے جھوٹ کے یہ الفاظ کہ:

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم کو طلاق دو گے تو ہم کو کوئی دوسرا شوہر نہ ملے گا۔"

اس قدر تکلیف دہ ہیں کہ جبینِ حیا کو پسینہ آجاتا ہے...!

اِختصار کے پیشِ نظر اس باب میں حضرات صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور اَزواجِ مطہرات اُمہات المؤمنین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے بارہ میں مصنف کی کذب بیانی اور اِفتراپردازی کی چند مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے، ورنہ مصنف کا قلم اس سلسلہ میں بہت ہی بے باک اور گستاخ ہے، اور اس نے ان مقدسین کے بارہ میں جگہ جگہ گندگی اُچھالنے کی کوشش کی ہے۔ حیف ہے! اس دعوائے ایمان پر جو یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتد اور بے ایمان قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِیذا رسانی کا مرتکب ہو، اور تُف ہے! اس دعوائے اِسلام پر جو اَزواجِ مطہراتؓ کی عزّت وحرمت کے ساتھ کھیلنے سے باز نہ رہے، جو قرآنِ کریم کی نص سے اہلِ اِیمان کی مائیں ہیں، اور کوئی شریف آدمی اپنی ماں سے بے ہودہ گفتاری اور بدگوئی نہیں کیا

(۱) ترجمہ فرمان علی ص:۶۵۷

کرتا، اگر مصنف کا تعلق بھی اہلِ ایمان کی برادری سے ہوتا تو وہ قرآنِ کریم کے حواشی کو اس گندگی سے ملوث نہ کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

الف:...شانِ علیؓ میں غلو

جناب مصنف لکھتے ہیں:

''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ دو شخص میرے بارہ میں گمراہ اور داخلِ جہنم ہوں گے: ایک وہ جو میری دوستی میں اِفراط کرکے مجھے میرے مرتبہ سے بڑھا دیتا ہے، اور دُوسرا وہ جو مجھے میرے مرتبہ سے گھٹا دیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو لوگ آپ کے فضائل کی خواہ مخواہ تاویلیں کرتے ہیں، کسی اِمام کو نبوّت یا خدائی کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں، خارج اَز اِیمان ہیں۔''(۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''حضرت نے جناب اَمیر کی طرف خطاب کرکے فرمایا: یا علی! تمہاری مثال بھی عیسیٰ کی ہے کہ کچھ لوگ تو اُن کی دوستی میں گمراہ ہوئے اور کچھ اُن کی دُشمنی میں۔''(۲)

مصنف کی نقل کردہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں لوگوں کے تین فریق ہوں گے: ایک آپ کی عداوت و دُشمنی کی وجہ سے گمراہ اور جہنمی ہوگا، یہ ''خوارج'' کا گروہ ہے۔ دُوسرا آپ کی محبت میں غلو کرکے گمراہ اور خارج اَز اِیمان ہوگا، یہ ''شیعوں'' کا گروہ ہے۔ اور ایک فریق وہ ہوگا جو آپ کی شان میں نہ تو اِفراط کرے گا نہ تفریط؛ بلکہ نقطۂ اِعتدال پر قائم رہے گا، یہ سوادِ اعظم اہلِ سنت ہیں۔

چنانچہ اہلِ سنت آپ کی محبت کو جزوِ اِیمان سمجھتے ہیں، آپ سے بغض و عداوت کو نشانِ نفاق وطغیان تصوّر کرتے ہیں، آپ کے اَعلیٰ ترین فضائل و مناقب کے دل و جان سے قائل ہیں، آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز، خلیفہ راشد اور ''مبشر بالجنة'' سمجھتے ہیں، لیکن وہ ان کی مدح میں غلو نہیں کرتے، نہ اُنہیں انبیائے کرام علیہم السلام کے ہمسر کہتے ہیں، نہ ان کے لیے لوازمِ نبوّت (عصمت وغیرہ) ثابت کرتے ہیں، نہ اُنہیں شیخینؓ سے افضل مانتے ہیں۔ چنانچہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اُنہیں اِطلاع پہنچی کہ بعض لوگ اُنہیں حضرات شیخینؓ پر فضیلت دیتے ہیں تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا:

---

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۱۰۵

(۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۸۸۵

"یا ایها الناس! انه قد بلغنی ان قومًا یفضلونی علٰی ابی بکر وعمر، ولو کنت تقدمت فیه لعاقبت فیه، فمن سمعته بعد هٰذا الیوم یقول هٰذا فهو مفتر، علیه حد المفتری. ثم قال: ان خیرهٰذهٖ الامّة بعد نبیّها ابوبکر وعمر، ثم اللّٰه اعلم بالخیر بعده. قال: وفی المجلس الحسن بن علی، فقال: واللّٰه! لوسمّی الثالث لسمّی عثمان."(۱)

ترجمہ: "لوگو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر...رضی اللہ عنہما... پر فضیلت دیتے ہیں، اگر میں نے اس سلسلہ میں پہلے تنبیہ کردی ہوتی تو میں ان لوگوں پر سزا جاری کرتا، پس آج کے بعد میں نے کسی کو یہ بات کہتے سنا تو وہ مفتری ہے، اور اس پر مفتری کی حد جاری ہوگی۔ پھر فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل ابوبکر وعمر...رضی اللہ عنہما... ہیں، ان کے بعد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون افضل ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ مجلس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، اُنہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر آپ کسی تیسرے کا نام لیتے تو حضرت عثمان...رضی اللہ عنہ...کا نام لیتے۔"

"ازالۃ الخفاء" مسندِ علیؓ(۲) میں وہ تمام احادیث جمع کردی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرات شیخینؓ کی فضیلت ومنقبت میں مروی ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے:

"عن قیس بن عباد قال: قال لی علی ابن ابی طالب: ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مرض لیالی وایاما، ینادی بالصلاة، فیقول: امروا ابا بکر یصلی بالناس! فلما قبض رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نظرت فاذا الصلاة علم الاسلام وقوام الدین، فرضینا لدنیانا، من رضیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لدیننا، فبایعنا ابابکر."(۳)

ترجمہ: "قیس بن عباد کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن رات تک بیمار رہے، نماز کی اُذان ہوتی تو ارشاد فرماتے کہ: ابوبکر کو کہو، لوگوں کو نماز

(۱) ازالۃ الخفاء ص:۶۸، ج:۱
(۲) ص:۲۶۶ تا ۲۷۱، ج:۱
(۳) ازالۃ الخفاء ص:۶۸، ج:۱

پڑھائیں! پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو میں نے غور کیا کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا شعار اور دین کا سب سے بڑا مدار ہے، پس جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا ہم نے اس کو اپنی دُنیا کے لیے پسند کرلیا، اس لیے ہم نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔"

چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو-بشمول حضرت علیؓ- مقتدی بنایا تھا، اور چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی اِقتدا کی، ان کو اپنا اِمام اور خلیفہ تسلیم کیا، اس لیے حضراتِ اہلِ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اِقتدا کرتے ہوئے ان تینوں اکابر کو- جو حضرت علیؓ کے اِمام تھے- ان سے افضل سمجھتے ہیں اور ان تین کے بعد آپؓ کو تمام صحابہؓ سے افضل مانتے ہیں۔ الغرض! اہلِ سنت آپ کے حق میں اِفراط وتفریط کے قائل نہیں، بلکہ جادۂ اِعتدال پر قائم ہیں۔ اس جادۂ اِعتدال سے ہٹ کر شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کس طرح غلوّ کیا ہے؟ اس کے چند نمونے جناب مصنف کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے:

ا:... "سورۃ آلِ عمران" کی آیت:۶۱- جو آیتِ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے- کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"یہ حضرت علیؓ کی اعلیٰ فضیلت ہے کہ نفسِ رسول خدا کے حکم سے قرار پائے اور تمام انبیاء سے افضل ٹھہرے۔"(۱)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ ہی سے افضل نہیں، بلکہ... نعوذ باللہ!... تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ مصنف نے یہ عقدہ حل نہیں کیا کہ جب ان کے بقول علیؓ نفسِ رسول ہیں تو حضرت فاطمہؓ سے ان کا نکاح کیسے جائز ہوا؟

۲:... "سورۃ الزخرف" کی آیت:۴۵ میں ہے:

"اور ہم نے تم سے پہلے اپنے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں ان سب سے دریافت کر دیکھو، کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟"(۲)

اس کے ذیل میں جناب مصنف لکھتے ہیں:

"ابنِ عباسؓ اور ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میرے

(۱) ترجمہ فرمان علی ص:۱۰۴

(۲) ترجمہ فرمان علی ص:۸۸۴

پاس ایک فرشتہ آیا، اور اس نے کہا کہ: اپنے قبل کے انبیاء سے پوچھیے! کہ وہ لوگ کس بات پر پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان پیغمبروں سے پوچھا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کی رسالت اور علی بن ابی طالب کی ولایت پر بھیجے گئے۔ دیکھو: تفسیر نیشاپوری، جلد:۳، صفحہ:۳۲۹، مطبوعہ: تہران۔"(۱)

کیوں نہ ہو؟ جب علیؓ تمام انبیاء سے افضل ہیں، تو ان سے علیؓ کی ولایت کا عہد بھی ضرور لیا گیا ہوگا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

۳:... "سورۃ الاعراف" کی آیت:۱۷۲میں "عہدِ الست" کا ذکر ہے، اس کے ذیل میں جناب مصنف لکھتے ہیں:

"یہ اقرار عہدِ الست کا ہے، جب دُنیا میں کوئی موجود نہ تھا، اور خدا نے محض اپنی خدائی کا اقرار نہ لیا تھا، بلکہ حضرت رسول کی رسالت اور حضرت علی کی اِمارت وولایت کا بھی، اور وہ بھی محض اِنسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں سے بھی، چنانچہ یہ حدیث اسی آیت کی تائید یا تفسیر میں وارد ہوئی ہے......

حضرت رسول نے فرمایا کہ لوگ اگر جانتے کہ علی کا نام امیرالمؤمنین کب رکھا گیا تو ان کی فضیلت سے انکار نہ کرتے۔ علی امیرالمؤمنین اس وقت کہلائے جب آدم کا رُوح وجسد دُرست نہ ہوا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے: واذ اخذ.... الآیۃ ....الست بربکم. تو فرشتوں نے کہا: ہاں! تب خدا نے فرمایا کہ: میں تمہارا پروردگار ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے نبی ہیں اور علی تمہارے امیر ہیں۔"(۲)

یعنی خدا نے اس موقع پر کسی نبی کی رسالت ونبوّت کا تو عہد نہیں لیا، مگر علیؓ کی اِمارت وولایت کا عہد لینا ...اور وہ بھی اِنسانوں سے نہیں بلکہ فرشتوں سے... ضروری سمجھا، کیونکہ علیؓ کی اِمارت وولایت کے مقابلہ میں اَنبیاء کی رسالت ونبوّت کی کیا حیثیت ہے...؟ مگر قرآنِ کریم میں صرف عہدِ رُبوبیت کا ذکر ہے، کیا خدا ...نعوذ باللہ!... بھول گیا تھا کہ اس رافضی روایت کے ذریعہ اسے یاددہانی کی ضرورت پیش آئی...؟

۴:... "سورۃ الاحزاب" کی آیت ۵۶- جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم ہے- کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"ایک روایت میں ہے کہ شجرِ اِسلام کی شادابی کے قبل ملائکہ نے حضرت علی پر مدتوں درود بھیجا۔ مناقب مرتضوی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول سے سنا کہ آپ فرماتے

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۸۸۴

(۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۳۰۸

تھے: مجھ پر اور علی پر ملائکہ نے سات بار درود بھیجا۔''(۱)

جب علیؓ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور خدا کی خدائی کے ساتھ ان کی اِمارت وولایت کا عہد لیا گیا ہے تو فرشتے کسی اور پر درود بھیجیں نہ بھیجیں، مگر علیؓ پر ضرور بھیجتے ہوں گے۔ مگر اس روایت کے گھڑنے والوں کو یہ یاد نہیں رہا کہ شیعہ اُصول کے مطابق شجرِ اسلام شاداب ہی کب ہوا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ محنت کے نتیجہ میں تین چار سچے مسلمان ہوئے، باقی سب ایسے ویسے ہی تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب کے سب یا تو مرتد ہوگئے یا مرتدین کے حلقہ بگوش۔ کیا یہی شجرِ اسلام کی شادابی ہے...؟

۵:... "سورۃ البقرۃ" کی آیت میں ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رَبّ سے چند کلمات سیکھ لیے، جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ مصنف لکھتے ہیں:

''وہ کلمات جن کی برکت سے خدا نے حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی، اسمائے پنجتن یعنی: محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین علیہم السلام ہیں۔''(۲)

٦:... "سورۃ آلِ عمران" کی آیت: ۳۳ کے تحت لکھتے ہیں:

''ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول آلِ ابراہیم سے ہیں، ان کا یہ بھی قول ہے کہ محمد وآلِ محمد حضرت ابراہیم کے اہلِ بیت ہیں۔ پس اس آیت سے صاف صریحی طور پر ثابت ہوا کہ خدا نے حضرت رسول اور ان کے اہلِ بیت کو سارے جہان سے افضل بنایا ہے، فرشتے ہوں یا جنات، آدمی ہوں یا غیر؛ حتیٰ کہ پیغمبروں پر بھی فضیلت ثابت ہوگئی۔''(۳)

چشم بد دُور! صرف حضرت علیؓ ہی نہیں بلکہ تمام اہلِ بیت انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہوگئے۔

یہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں شیعی غلو کے چند نمونے! کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح معصوم اور مفترض الطاعۃ ہیں، بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں، عہدِ الست میں شریک ہیں، ہر نبی سے ان کا عہد لیا گیا ہے، اور تمام انبیائے کرام تقرّب الی اللہ کے لیے ان کے طفیلی ہیں۔ **نعوذ باللہ من الغوایۃ والغباوۃ!**

---

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص: ۷۶۴

(۲) ترجمہ فرمان علی، ص: ۱۵

(۳) ترجمہ فرمان علی، ص: ۹۴

ب:...وصایتِ علیؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارہ میں شیعوں کے بے جاغلو کی ایک مثال ان کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی، جانشین اور خلیفہ بلافصل تھے۔ چنانچہ اس غلو کو اپنے کلمہ و اَذان تک میں داخل کرلیا ہے، حالانکہ اس غلو پر نہ تو وہ قرآنِ کریم کی کوئی نص پیش کرسکتے ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اِرشادِ گرامی، اِس لیے شیعوں کو اس مقصد کے لیے جھوٹی روایات کا ایک طومار تیار کرنا پڑا، لیکن وہ روایات خود ہی ''دروغ گورا حافظ نباشد'' کی شہادت دے رہی ہیں، اور ان میں ایسا اختلاف وتناقض ہے کہ کسی شیعہ کے لیے یہ بتانا ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا خلیفہ اور وصی کب مقرّر کیا تھا؟ جناب مصنف نے بھی موقع بے موقع ان روایات کو اپنے حواشیٔ قرآن کی زینت بنایا ہے، یہاں بطورِ نمونہ ان کے چند حوالے درج کیے جاتے ہیں:

۱:...اُوپر مصنف کی ذِکر کردہ روایت نقل کی جاچکی ہے کہ ''عہدِ الست'' میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی کے اِقرار کے ساتھ حضرت علیؓ کی اِمارت وولایت کا عہد لیا تھا۔

۲:... "سورۃ الشعراء" کی آیت:۲۱۴ "وأنذر عشیرتک الأقربین" کے ذیل میں جناب مصنف نے مندرجہ ذیل روایت درج کی ہے:

''صاحبِ تفسیر "معالم التنزیل" نے اس آیت کی شانِ نزول میں یہ روایت ابنِ عباسؓ سے ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا: خدا کا ایسا حکم ہے، مگر چونکہ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کو اس حکم کے سنانے سے رنج کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اس وجہ سے ساکت تھا، مگر پھر دوبارہ باعتاب حکم آیا ہے۔ اب کوئی چارہ نہیں تو تم کچھ روٹی، بکرے کی ایک ران اور تھوڑے دودھ کا سامان کر رکھو۔ جب شام ہوئی تو آپ نے قریش میں عباس، حمزہ، ابولہب، ابوطالب ایسے چالیس آدمیوں کو بلا بھیجا اور وہ کھانا ان کے سامنے رکھا گیا، آپ نے پہلے اپنا ہاتھ لگادیا، اس کے بعد ان سے کھانے کو فرمایا، سب کے سب کھاکر سیر ہوگئے، حالانکہ وہ کھانا بظاہر ایک آدمی سے زیادہ کھانے کا نہ تھا، اب آپ نے چاہا کہ کچھ بات کریں کہ ابولہب مردود نے بات کاٹ کر کہا کہ تمہارے صاحب نے بڑا سخت جادو کیا ہے! یہ سننا تھا کہ سب کے سب چل دیے۔ دُوسرے دن حضرت نے اسی سامان کا حکم دیا، اور کھانے کے بعد فرمایا: اے فرزندانِ عبدمناف! میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی نیکی لے کر آیا ہوں اور ایسی اچھی خبر لایا ہوں کہ اس سے قبل کوئی تمہارے پاس نہیں لایا، اور مجھے خدا نے تمہیں اس کی طرف دعوت کا حکم دیا ہے تو تم میں

سے کون ایسا ہے جو میرا وزیر بنے اور میرے کام میں میری مدد کرے تا کہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ تمہارے درمیان ہو؟ کسی نے کوئی جواب نہ دیا، مگر حضرت علی نے عرض کی: ''میں یا رسول اللہ!'' اسی طرح حضرت نے تین مرتبہ فرمایا اور بجز حضرت علی کے سوا (نقل مطابق اصل) کسی نے جواب نہ دیا۔ تب آپ نے فرمایا: تو ہی میرا وزیر، میرا وصی، میرا بھائی، میرا خلیفہ ہے۔ اور یہ روایت بہ اختلافِ الفاظ تفسیر دُرِّ منثور، مسندِ احمد بن حنبل، ریاض النضرہ، وغیرہ کتب اہلِ سنت میں بھی مذکور ہے۔''(۱)

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

اوّل:... یہ کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتِ علانیہ کا آغاز فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ کو اپنے اہلِ قرابت کو دعوت دینے کا حکم ہوا تھا۔ روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فریضہ سے متعلق حکمِ خداوندی کی اس وقت تک تعمیل نہیں فرمائی، جب تک آپ پر عتابِ الٰہی نازل نہیں ہوا۔

دوم:... یہ کہ اس موقع پر آپ نے بحکمِ خداوندی صرف اپنے اہلِ قرابت کو بلایا تھا جن میں آپ کے چچاؤں کا نام سرِفہرست تھا، مگر ان میں سے کسی نے بھی آپ کی دعوت قبول نہیں کی، بلکہ کھا پی کر ٹکا سا جواب دے دیا۔ بعد میں حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کو تو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی، مگر ابولہب اور ابوطالب بدستور اپنی حالت پر رہے۔

سوم:... یہ کہ اس موقع پر آپ کے عزیزوں میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی دعوت قبول کی جن کی عمر اس وقت غالباً تیرہ سال تھی، اور آپ نے اپنے اہلِ قرابت کے درمیان (اس وقت جو سب کے سب غیرمسلم تھے) ان کو اپنا وزیر اور خلیفہ مقرر فرمایا۔

رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اُمت کے خلیفہ بھی حضرت علیؓ ہی ہوں گے؛ اس کا تصور اُس وقت دُور دُور بھی نہیں تھا، کیونکہ آغازِ دعوت کے وقت ابھی اُمت ہی کہاں وجود میں آئی تھی، جس کی خلافت و اِمارت کا سوال پیدا ہوتا؟

چہارم:... جناب مصنف نے اس روایت کو مستند باور کرانے کے لیے اہلِ سنت کی کتابوں کے حوالے دیے ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا کہ اہلِ سنت کے نزدیک یہ روایت کس پائے کی ہے؟ حافظ ابنِ کثیرؒ نے اس روایت کو اپنی تفسیر میں نقل کر کے لکھا ہے:

''تفرد بھذا السیاق عبدالغفار بن القاسم بن ابی مریم وھو متروک کذاب شیعی،

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۶۷۴ تا ۶۷۵

اتهمه علی بن المدینی وغیرہ بوضع الحدیث وضعفه الأئمة رحمهم الله."(۱)

ترجمہ: ''اس روایت کو تنہا عبدالغفار بن قاسم بن ابی مریم نقل کرتا ہے، اور وہ متروک، کذاب، رافضی ہے۔ علی بن مدینی وغیرہ نے کہا کہ یہ شخص روایتیں گھڑا کرتا تھا۔ اور ائمہؒ نے اس کی تضعیف کی ہے۔''

۳:... ''سورۃ المائدۃ'' کی آیت: ۶۷ (**یٰـأیها الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک**) کے تحت مصنف لکھتے ہیں:

''ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ''غدیرخم'' میں حضرت علی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ اسی وجہ سے ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس آیت کو یوں پڑھتے تھے: **"یا أیها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیًا مولی المؤمنین، وان لم تفعل فما بلّغت رسالته، والله یعصمک من الناس."** اے رسول! حکم دو اس بات کا کہ ''علی تمام مؤمنین کے حاکم ہیں'' تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، پہنچادو! اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔'' دیکھو: تفسیر دُرّ منثور، ملا جلال الدین سیوطی، جلد: ۲، صفحہ: ۲۹۸، سطر: ۸، مطبوعہ: مصر۔

سچ یوں ہے کہ جناب رسالت مآب ایک عرصہ سے چاہتے تھے کہ علی ابن ابی طالب کو اپنا خلیفہ نامزد کردیں، مگر کچھ اپنے ساتھیوں کی مخالفت کے خوف سے اس پر اقدام نہ کرتے تھے، آخر خدا نے آخری حج کے بعد راستہ میں یہ تاکیدی حکم نازل کیا، تب تو حضرت مجبور ہوگئے، اور ایک مقام پر جس کا نام ''غدیرخم'' تھا ایک لاکھ آدمیوں کے سامنے اپنا خلیفہ نامزد کیا۔''(۲)

مصنف کی ان عبارات سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

اوّل:... یہ کہ ''غدیرخم'' سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا، اس لیے شیعہ صاحبان کی وہ تمام روایات اَزخود غلط ثابت ہوتی ہیں جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

دوم:... یہ کہ اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی تب ثابت ہوتی ہے جب کہ اس آیتِ کریمہ میں تحریف کی جائے، کیونکہ قرآنِ کریم میں یہ آیت جس شکل میں موجود ہے اس کا ولایتِ علیؓ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں **"ان علیًا مولی المؤمنین"** کے

(۱) ص: ۳۶۸، ج: ۳، مطبوعة: مكتبة النهضة الحديثة، قاهره، الطبعة الاولى: ۱۳۸۴ھ
(۲) ترجمہ فرمان علی، ص: ۲۱۳

الفاظ بھی اس آیت میں پڑھے جاتے تھے، پس اگر یہ روایت صحیح تسلیم کی جائے تو قرآنِ کریم غلط ہوتا ہے، اور اگر قرآنِ کریم کو صحیح اور دُرست تسلیم کیا جائے تو اس روایت کے بموجب ولایتِ علیؓ بھی غلط ہوجاتی ہے، ہمیں معلوم ہے کہ شیعہ کو قرآن سے کوئی دِلچسپی نہیں، ان کا اِصرار غالباً یہی ہوگا کہ یہ جھوٹی روایت بالکل سچی ہے، اور قرآن... نعوذ باللہ!... غلط ہے۔ بہرحال! شیعہ جب تک قرآن کو غلط نہ کہیں ولایتِ علیؓ ثابت نہیں ہوتی۔

سوم:... یہ کہ جناب مصنف نے ''مولیٰ'' کے معنی ''حاکم'' کے کیے ہیں، حالانکہ ''مولیٰ'' کا لفظ کثیر المعانی ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے: "فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين" کیا یہاں یہ معنی کیے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ جبریل اور نیک مؤمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاکم ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے: "انت مولانا" (تم ہمارے مولیٰ ہو)، کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم ہم سب کے حاکم اور خلیفہ ہو؟ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کو کسی موقع پر "مولى المؤمنين" فرمایا تو اس کے معنی ''خلیفہ بلافصل'' کہاں سے نکل آئے...؟

چہارم:... مصنف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی... نعوذ باللہ!... سیاسی لیڈروں کی طرح اپنے لوگوں سے خائف رہتے تھے کہ کہیں آمادۂ مخالفت ہوکر ساتھ نہ چھوڑ دیں۔

پنجم:... علیؓ کی خلافت و نامزدگی کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفات و منیٰ کے عظیم الشان اِجتماعات کو چھوڑ کر ایک گمنام ویرانہ کا اِنتخاب فرمایا، جسے ''غدیرِ خم'' کہا جاتا ہے، حجۃ الوداع میں اس کا اعلان نہ کرنے میں بھی شاید یہی حکمت ہوگی کہ لوگ برگشتہ ہوکر نہ چلے جائیں!

ششم:... بقولِ شیعہ ''غدیرِ خم'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو خلیفہ نامزد کرتے ہیں، لیکن اس کے دو ماہ بعد حضرت علیؓ کے بجائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلیٰ پر کھڑا کردیتے ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو ان کا مقتدی بنادیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ اگر ''غدیرِ خم'' میں ان کو خلیفہ نامزد کیا تھا تو مرض الوفات میں ان کو اس منصب سے معزول کرکے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین کردیا۔ لا حول ولا قوة الا بالله!

بانیانِ مذہبِ شیعہ نے آفتابِ نصف النہار پر خاک ڈالنے کے لیے ''وصایتِ علیؓ'' کا جو عقیدہ تصنیف کیا، اس کے مقاصد حسبِ ذیل تھے:

۱:... قرآنِ کریم کو تحریف شدہ ٹھہرانا! کیونکہ تحریفِ قرآن کے بغیر ''ولایتِ علیؓ'' ثابت نہیں ہوتی۔

۲:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو ناکام ثابت کرنا! کہ آپ کی تئیس سالہ محنت کا نتیجہ چند منافقوں کی بھیڑ جمع کرنے کے علاوہ کچھ ظاہر نہیں ہوا۔

۳:... پوری اُمتِ اِسلامیہ کو گمراہ قرار دینا! کیونکہ جب ''وصیِ رسول'' کا حق دبا کر لوگ مرتد ہوگئے، اور سب نے... نعوذ باللہ!... ایک ظالم اور مرتد کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو ایک فرد بھی اِسلام پر قائم نہ رہا۔

۴:... یہ ثابت کرنا کہ اِسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوگیا، ایک دِن بھی آگے نہیں چلا۔ اِمامِ غائب کے زمانہ میں حقیقی اِسلام رُونما ہوگا، مگر نہ وہ آئیں اور نہ اِسلام آئے! گویا ''وصایتِ علیؓ'' کا عقیدہ عداوتِ قرآن، عداوتِ رسول، عداوتِ اِسلام اور عداوتِ اُمتِ اِسلامیہ کے لیے تصنیف کیا گیا، اسی لیے حضرت علیؓ نے اپنی محبت میں غلو کرنے والوں کو گمراہ اور خارج اَز اِسلام فرمایا۔

ج:... افسانہ نگاری

اسلامی تاریخ میں افسانہ نویسی کا فن شاید سب سے پہلے شیعوں کی اِیجاد ہے! واقعات کی فرضی وافسانوی تصویریں مرتب کرنا اور ان پر عقائد ونظریات کی بنیادیں اُستوار کرنا شیعوں کا طرّۂ اِمتیاز ہے، چونکہ ان کی افسانہ طرازی کا اصل ہدف ''اَئمۂ علی'' کی تنقیص ہے۔

شیعہ حضرات دوازدہ اِمام کے قائل ہیں، لیکن افسوس کہ ان تین اَئمہ کو نہیں مانتے جن کے ہاتھ پر مولائے علیؓ نے بیعت کی، جن کے نام پر اَپنی اولاد کے نام رکھے، اور جن کو رشتے دیے۔ میں نے ان کو ''اَئمۂ علی'' کے لقب سے بے محل تعبیر نہیں کیا۔ اِمامِ اَوّل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرّر کردہ تھے، اور باقی دو حضرت علیؓ کے پسندیدہ۔

اس لیے ان کے نزدیک مدحِ علیؓ کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک کہ باقی سب کی نفی نہ کی جائے۔ جناب مصنف نے اس افسانہ نگاری کے نمونے اپنے حواشیٔ قرآن میں جگہ جگہ پیش کیے ہیں، چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

ا:... ''سورۃ الانفال'' کی آیات:۶۱ تا ۶۴ میں اِرشاد ہے:

''اور اگر یہ کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو، اور خدا پر بھروسہ رکھو (کیونکہ) وہ بے شک سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ تمہیں فریب دینا چاہیں تو (کچھ پروا نہیں) خدا تمہارے واسطے یقینی کافی ہے، (اے رسول!) وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے اپنی خاص مدد اور مؤمنین سے تمہاری تائید کی اور اسی نے ان (مسلمانوں) کے دِلوں میں باہم ایسی اُلفت پیدا کردی کہ اگر تم جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دِلوں میں ایسی اُلفت پیدا نہ کرسکتے،

مگر خدا ہی تھا جس نے ان میں باہم اُلفت پیدا کی، بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے رسول! تم کو بس خدا اور جو مؤمنین تمہارے تابع فرمان ہیں، کافی ہیں۔''(۱)

ان آیات میں جن مؤمنین کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ونصرت کا ذکر کیا گیا ہے، مصنف کے نزدیک اس سے صرف حضرت علیؓ مراد ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''ابنِ عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ: عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں یکتا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں۔ محمد میرا بندہ اور میرا رسول ہے، میں نے اس کی علیؓ سے مدد کی ہے اور یہی مطلب "ھو الذی ایدک" الآیۃ کا ہے۔''(۲)

لیجیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار صرف علیؓ تھے اور وہی ''مؤمنین کی جماعت'' ہیں، باقی صفر!

۲:... قیدیانِ بدر کا واقعہ مشہور ہے، جس کے بارہ میں "سورۃ الانفال" کی آیت: ٦٧ "ما کان لنبی ان یکون لہ اسرٰی.... الخ" نازل ہوئی، جناب مصنف لکھتے ہیں:

''جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں رسول نے اصحاب سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ لوگ آپ کی قوم کے ہیں اور رشتہ دار ہیں، ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیجیے۔ حضرت حمزہ نے کہا کہ: یہ لوگ مشرکوں کے پیشوا ہیں، انہوں نے آپ کو شہر بدر کیا ہے، ان پر رحم کھانا مناسب نہیں، حکم دیجیے کہ سب کی گردن ماردی جائے! عباسؓ کو میرے حوالے کیجیے، عقیل کو علیؓ کے، علی ھذا القیاس. اللہ رے جوشِ ایمان! سعد بن معاذ نے کہا کہ: ان سب کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر سے کوڑا رکھ کر آگ لگا دیجیے۔ حضرت رسول نے فرمایا: تین حال سے خالی نہیں، یا یہ لوگ فدیہ دیں، یا اسلام قبول کریں، یا قتل کیے جاویں۔ مگر کچھ اصحاب نے فدیہ لے کر سب کو چھوڑ دیا، اور کسی کو قتل نہ کیا۔ دُوسرے روز حضرت رسول کو دیکھا کہ وہ بہت رنجیدہ بیٹھے ہیں، حضرت ابوبکر نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ: تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی طمع میں فدیہ لینے سے عذاب اتنا قریب تھا جیسے یہ درخت! اسی بنا پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔''(۳)

اسی کے ساتھ مصنف یہ بھی لکھتے ہیں:

''ملا عبدالرزاق محدث حنبلی نے اپنی کتاب "عزالدین" میں روایت کی ہے کہ یہ آیت خاص حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی۔''(۴)

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص: ۳۳۰ (۲) ص: ۳۳۰

(۳) ترجمہ فرمان علی، ص: ۳۳۱ (۴) ترجمہ فرمان علی، ص: ۳۳۱

اس واقعہ میں مصنف نے جوافسانہ نگاری کی ہے، اس کے چند نکتے ملاحظہ فرمایئے:

الف:...قیدیانِ بدر کے قتل کا مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، لیکن مصنف کو ''دامادِ علیؓ'' اور ''امامِ علیؓ'' کا نام لینا گوارا نہیں، مصنف نے ان کی جگہ حضرت حمزہؓ کا نام جڑ دیا اور ''اللہ رے جوشِ ایمان!'' کہہ کر ان کو داد بھی دے دی۔

ب:...حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موافقت فرمائی تھی، اِس لیے وہ عتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ حال تھے، اور یہ ایسی منقبت ہے جو کسی دُوسرے کو میسر نہیں آئی، مگر مصنف ان پر ''طمع'' کی تہمت لگاتے ہیں۔

ج:...مصنف بتاتے ہیں کہ: ''اصحاب نے سب کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا'' حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، تین آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قتل کیا گیا۔

د:...اس آیتِ کریمہ میں حضرت علیؓ کا دُور و نزدیک کوئی ذِکر نہیں، مگر مصنف بتاتے ہیں کہ یہ آیت خاص حضرت علیؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

۳:... "سورۃ آلِ عمران" کی آیت:۱۵۵ کے تحت جنگِ اُحد کا واقعہ لکھتے ہیں:

''اس جنگ میں لشکرِ اسلام کے علم بردار حضرت علی تھے اور کفار کا طلحہ بن ابوطلحہ دارمی، سب سے پہلے انہی دونوں میں مٹھ بھیڑ ہوئی، حضرت علی نے ایک ہی وار میں اس کو واصلِ جہنم کیا، اس کے بعد ابوسعید بن ابوطلحہ نے علم اُٹھایا اور اس کو بھی آپ نے قتل کیا، اس کے بعد باری باری نو آدمیوں نے اسے اُٹھایا اور آپ کے ہاتھ سے فی النار ہوئے، آخر صواب نامی ایک حبشی غلام نے ہمت کی اور آپ کے سامنے آیا اور علم برداری کے عہدہ پر فائز ہوا، آخر وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، تب ایک عورت غمزہ بنتِ علقمہ نے اس نشان کو بلند کیا اور ایک طرف انصار نے قریش پر حملہ کر دیا، اس کے بعد پھر سب کے سب مہاجر و انصار بھاگتے نظر آئے، ایک طرف حضرت اَمیر حمزہؓ نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے تھے، اتنے میں ہندہ زوجہ ابوسفیان نے ایک حبشی غلام کو اپنے وصل کے وعدہ پر اُبھارا کہ تو محمد یا علی یا حمزہ کا سر کاٹ لا! وہ بولا: محمد تک تو میری رسائی نہیں ہو سکتی اور علی سے خوف معلوم ہوتا ہے، مگر حمزہ کو قتل کرتا ہوں۔''(۱)

ذرا واقعہ کی تصویر ملاحظہ فرمایئے! مہاجرین و انصار سب بھاگتے نظر آئے، حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے، میدان تنہا حضرت علیؓ نے جیت لیا، اور ''ہندہ زوجہ ابوسفیان نے حبشی غلام کو اپنے وعدۂ وصل پر اُبھارا'' ایسی گندی گالی ہے جو اَربابِ متعہ ہی کے قلم سے نکل سکتی ہے...!

(۱) ترجمہ فرمان علی ص:۱۲۴

۴:... جنگِ اَحزاب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خندق کے تیار ہونے کے تین روز بعد کفار کا لشکر بھی آگیا، اور مسلمانوں کے رہے سہے حواس جاتے رہے، کفار کا لشکر مدینہ سے پچھم میدان میں خیمہ زن ہوا، مسلمان تو خندق کے قلعہ میں تھے اور کفار محاصرہ کیے ہوئے، یہاں تک کہ ستائیس روز گزر گئے، فریقین سے پتھراؤ اور تیر چلتے رہے اور موقع پاکر شب خون بھی ہوتے اور حضرت ان کا دفعیہ کرتے، مگر جب سختی انتہا کو پہنچی اور مسلمانوں کی حالت وہ تھی جس کو خدا نے خود بیان فرمادیا ہے تو آپ نے سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ سے مشورہ کیا کہ آیا ان لوگوں کو کچھ دے لے کر واپس کردوں؟ دونوں نے نہایت دلیری اور جوش کے ساتھ جواب دیا کہ اگر اس بارہ میں وحی آئی ہو تو جائے دم زدن نہیں! ورنہ ہم ہرگز اس کو پسند نہیں کرتے، ان کو تلوار کے سوا اور کچھ نہ دیں گے، اس وقت آپ کو بھی ان کی طرف سے اطمینان ہوا (گویا پہلے آپ ان کی طرف سے مطمئن نہیں تھے۔ ناقل)۔

اب ادھر کا حال سنیے! عمرو بن عبدوَدّ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم کہاں تک محاصرہ کیے رہیں گے؟ ہم میں اب تابِ ضبط باقی نہیں، چلو خندق پھاند کر حملہ کریں۔ غرض! چند آدمیوں کو لے کر اچانک ایک دروازہ سے اس پار پہنچا اور اپنا نیزہ گاڑ کر جوشِ شجاعت میں گھوڑا کدانے لگا، اور مقابل طلب کیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے پوچھا، سب نے اپنے اپنے سر جھکالیے، مگر حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ! اور دُوبارہ آواز دی، پھر سب کے سب چپ ہو رہے، بلکہ حضرت عمر نے عرض کی: یا حضرت! کس کو اپنی جان دوبھر ہے کہ اس کے مقابلہ کو جائے؟ میں ایک دفعہ اس کے ساتھ سفر میں تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا کہ ایک ہزار آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا تو اس نے اپنے اُونٹ کی سپر بنائی، اور ایک کھجور کے درخت کا حربہ بناکر ان پر حملہ آور ہوا اور سب کو بھگایا اور ان کو لوٹ بھی لیا، یہ سن کر اصحاب پر جو اثر پڑا وہ ظاہر ہے۔ غرض! سوائے حضرت علی کے اور کوئی تیار نہ ہوا، آپ نے فرمایا: اے علی! یہ عمرو ہے۔ عرض کی: اگر وہ عمرو ہے تو میں بھی علی ہوں۔ غرض! تین دفعہ پوچھنے کے بعد اپنی زرہ حضرت علی کو پہنائی، اپنا عمامہ باندھا، اور اپنی تلوار دی اور رُخصت کرکے دُعا کی: خداوندا! تو اس کا ہر طرف سے نگہبان رہنا، خدایا! میرے تین مددگار تھے، عبیدہ کو تو نے جنگِ بدر میں اُٹھالیا اور حمزہؓ کو اُحد میں! اَب یہی ایک باقی رہ گیا ہے، تو ہی اس کا محافظ ہے۔

غرض! جناب امیر اس کے پاس پہنچے تو پہلے اس نے آپ کے مقابلہ سے انکار کیا، بعد اصرار وہ مقابل ہوا تو دونوں میں حملے پر حملے ہوتے رہے اور اس قدر غبار بلند ہوا کہ دونوں چھپ گئے، آخر اس نے

ایک وار کیا جو آپ نے سپر پر روکا، مگر اس پر بھی کچھ سر زخمی ہو گیا، پھر آپ نے زخم باندھ کر ایک وار کیا، تو اس کا پاؤں کٹا اور گرا، آپ نے فوراً اس کے سینہ پر سوار ہو کر اس کا سر کاٹا، اور نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اس کا سر لیے حضرت رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی حملہ کے بارے میں رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا: "ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین الی یوم القیمة" "خندق کے روز علی کی ضربت جن وانس کی عبادت سے قیامت تک افضل ہے۔" عمرو بن عبد وَدّ کے قتل ہونے کے بعد اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔"(۱)

لیجیے! جنگِ خندق بھی صرف حضرت علیؓ نے لڑی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے مددگار تھے، ان کے سوا آپ کا کوئی مددگار نہ تھا، اور یہ بھی کہ سارے جن وانس کی عبادت ایک ضربتِ علیؓ کا پاسنگ نہیں۔ لا حول ولا قوة الا باللہ!

۵:... "سورة التوبة" کی آیت:۱۰۰ "والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار.... الخ" میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی تین جماعتوں کا ذکر فرمایا ہے: سابقینِ اوّلین مہاجرین وانصار، اور ان کے متبعین بالاحسان۔ اور ان تینوں جماعتوں کے لیے دُنیا میں "رضی اللّٰہ عنهم ورضوا عنه" کی بشارت کا اور آخرت میں دائمی جنت کا اعلان فرمایا ہے، لیکن جناب مصنف کے نزدیک یہ ساری فضیلت صرف علیؓ کے ساتھ مخصوص ہے، وہ لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ ان صفات کے مستحق اصلی طور پر حضرت علی ہی ہیں۔"(۲)

چونکہ مصنف کو قرآنِ کریم کی تفسیر میں بھی افسانہ نگاری مقصود ہے، اِس لیے انہیں یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ یہاں ذکر تین جماعتوں کا ہے، تین جماعتوں کی صفات کسی فردِ واحد کے ساتھ کیسے مخصوص ہو گئیں؟

۶:... "سورة المائدة" کی آیت:۵۴ میں فرمایا گیا ہے:

"یٰٓاَیها الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه، اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین. یجاهدون فی سبیل اللّٰه ولا یخافون لومة لائم. ذٰلک فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء. واللّٰه واسع علیم."

ترجمہ: "اے ایمان دارو! تم میں سے جو کوئی اپنے دِین سے پھر جائے گا تو (کچھ پروا نہیں پھر جائے) عنقریب ہی خدا ایسے لوگوں کو ظاہر کردے گا جنہیں خدا دوست رکھتا ہوگا اور وہ اس کو دوست رکھتے ہوں گے، ایمان داروں کے ساتھ منکسر اور کافروں کے ساتھ کڑے، خدا کی راہ میں جہاد کریں گے

(۱) ص:۷۵۳ (۲) ص:۳۶۲

اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پروانہ کریں گے، یہ خدا کا فضل وکرم ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔"(۱)

اس آیتِ کریمہ میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ جب فتنۂ اِرتداد رُونما ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلہ میں ایک ایسی قوم کو ظاہر فرمائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محبّ ہوں گے، اہلِ ایمان کے ساتھ نرم خو اور متواضع اور کافروں کے مقابلہ میں سخت گیر اور غالب ہوں گے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرتدین سے جہاد کریں گے، اور کسی کی ملامت کی کچھ پروا نہیں کریں گے۔

یہ فتنۂ اِرتداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں رُونما ہوا، جب بنوحنیفہ میں مسیلمہ کذاب نے، بنواَسد میں طلیحہ اسدی نے اور یمن میں اسودعنسی نے دعویٰ نبوّت کیا، اور بہت سی مخلوق کو اپنے ساتھ ملالیا، پھر وصالِ نبوی کے بعد عرب کے بہت سے قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، یہ اسلامی تاریخ میں پہلا فتنۂ اِرتداد تھا، جس کا مقابلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوران کی جماعت نے نہایت پامردی سے کیا، جس سے سفیدۂ صبح کی طرح واضح ہوگیا کہ آیتِ بالا میں اسی جماعت کے بروئے کار لانے کی پیشین گوئی کی گئی تھی، اور یہ کہ اس سے اگلی دو آیتیں بھی حضرت ابوبکرؓ اوران کی جماعت سے متعلق ہیں:

"انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون. ومن یتولّ اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغالبون."(۲)

ترجمہ: "تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اور ایمان دار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں کہ ان میں خشوع ہوتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اوراس کے رسول سے اور ایمان دار لوگوں سے، سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔"(۳)

پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جماعت "حزب اللہ" ہے جو سب پر غالب آکر رہی، اسی جماعت کے ایک فرد حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔ لیکن جناب مصنف ان آیات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں، چنانچہ پہلی آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ اس آیت کے شانِ نزول میں اِختلاف ہے، اور بعض اقوال کے موافق حضرت علی ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو صفات خداوندِ عالم نے اس آیت میں بیان کیے ہیں اس کا سچا مصداق آپ کے سوا اصحابِ رسولؐ میں دُوسرا نہیں ہوسکتا۔"(۴)

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۲۰۸
(۲) المائدۃ:۵۵-۵۶
(۳) بیان القرآن، ج:۳، ص:۴۲
(۴) ترجمہ فرمان علی، ص:۲۰۸

اور دُوسری آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت باتفاقِ مفسرین-شیعہ وسنی، موافق ومخالف-حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور اس سے تصریحی طور پر حضرت علی کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت وواضح ہوتا ہے، جب آپ نے حالتِ رُکوع میں سائل کو انگشتری دی۔''(۱)

یہ روایت تو رافضیوں کی تصنیف ہے جس کے سہارے جناب مصنف اس آیت کو حضرت علیؓ کی خلافتِ بلافصل پر نصِ صریح فرمارہے ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان آیات میں جس فتنۂ اِرتداد کی خبر دی گئی ہے اور جس کے مقابلہ میں ایک قوم کو لانے کا وعدہ دیا گیا ہے، اور جسے ''حزب اللہ'' کہہ کر ان کے غلبہ کی بشارت دی گئی ہے، وہ فتنۂ اِرتداد کون سا تھا؟ کس نے ان مرتدین کا مقابلہ کیا؟ اور ''حزب اللہ'' کی حیثیت سے کون غالب آیا؟ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت تھی، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

۷:... ''سورۃ الفتح'' کی آخری آیت: ''محمد رسول اللّٰہ والذین معہ.... الخ'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوئ رسالت کے ثبوت میں آپ کے رُفقاء کی صفاتِ خیر کا تذکرہ کر کے آخر میں فرمایا گیا ہے:

''لیغیظ بھم الکفار''

''اور اتنی (جلد ترقی اس لیے دی) تا کہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے۔''(۲)

جناب مصنف کے نزدیک اس آیت کے مصداق صرف حضرت علیؓ ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''یہ تمام صفتیں جس میں پائی جاتی ہیں وہی اس کا مستحق ہے، چونکہ بقولِ رسول اس کے بعد کی آیت (بعد کی آیت سے مراد شاید آیت کا آخری حصہ ہے-ناقل!) علی بن ابی طالب کی شان میں ہے، لہٰذا قرینہ یہ کہتا ہے کہ یہ بھی ان ہی کے یا ان کے مثل جو ان تمام صفات سے متصف ہوں، ان کی شان میں ہے۔ اللہ بس، باقی ہوس!''(۳)

قرآنِ کریم نے تو ''والذین معہ'' کی تعریفیں فرمائی ہیں، اس لیے حضرت علیؓ بھی یقیناً ان کا مصداق ہیں، اور جن اکابر کو آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہے، وہ حضرت علیؓ سے بڑھ کر اس کا مصداق ہیں۔ اور جو لوگ ''والذین معہ'' سے جلتے ہیں، وہ اِرشادِ خداوندی ''لیغیظ بھم الکفار'' (تا کہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے) کے زُمرہ میں آتے ہیں۔

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۲۰۹ (۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۹۲۴
(۳) ترجمہ فرمان علی، ص:۹۲۳

۸:...اسی آیتِ کریمہ کے آخر میں فرمایا:

"وعد اللّٰہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت منھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا." (۱)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے، خدا نے ان سے بخشش اور اَجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔"

جناب مصنف نے اس آیت کے لیے مندرجہ ذیل افسانہ تصنیف کیا ہے:

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں نے حضرت رسول سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارہ میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن نور کا ایک علم (لواءِ حمد) تیار ہوگا، اور ایک منادی آواز دے گا کہ سیدالمؤمنین اور مؤمنین کھڑے ہو جائیں! یہ سن کر علی ابن ابی طالب کھڑے ہو جائیں گے تو ان کے ہاتھ میں وہ عَلم دیا جائے گا، اس کے نیچے مہاجرین وانصار میں سے وہ مؤمنین جو سابقینِ اَوّلین ہیں، سب کے سب جمع ہو جائیں گے اور ان میں ان کے سوا کوئی اور نہ ہوگا، پھر علی ایک نور کے منبر پر بیٹھیں گے اور ایک ایک کر کے سب لوگ ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور یہ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا کریں گے، جب آخر شخص کی نوبت آئے گی تو ان لوگوں سے کہا جائے گا: تم لوگوں نے اپنے اپنے مقام ومنزلت کو جنت میں دیکھا، تمہارے پروردگار نے تو تم سے یہ کہہ دیا تھا کہ میری بارگاہ تمہارے لیے مغفرت اور اَجرِ عظیم یعنی بہشت ہے۔ پھر علیؑ اُٹھیں گے، اور یہ سب مؤمنین ان کے عَلم کے نیچے ہوں گے، پھر ان سب کو جنت میں جا پہنچائیں گے، پھر اپنے منبر کی طرف پلٹیں گے، اور برابر مؤمنین ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے، اور ان کے ہاتھ سے بہشت کا اپنا اپنا حصہ لیں گے، اس کے بعد کچھ لوگوں کو جہنم میں ڈلوا دیں گے، یہی مطلب ہے خدا کے قول "الذین امنوا" الآیۃ اور "الذین کفروا و کذبوا بایٰتنا اولٰئک اصحٰب الجحیم" کا، یعنی علی کے حق کی ولایت کی وجہ سے لوگ جنت وجہنم کے مستحق ہوں گے، اور ان کا حق سارے جہان پر واجب ہے۔ دیکھو: شواھد التنزیل حاکم ابوالقاسم حسکانی۔" (۲)

یعنی اَجر ونور اور جنت ودوزخ سب علیؓ کے قبضہ میں ہیں، جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں، صد شکر! سابقینِ اَوّلین مہاجرین واَنصار (جن میں حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ سب سے پہلے شامل ہیں) سیدالمؤمنین کے ساتھ سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے، اور ان کے دُشمن وہاں بھی "لیغیظ بھم الکفار" کا منظر پیش کریں گے۔

(۱) الفتح: ۲۹ (۲) ترجمہ فرمان علی ص: ۹۲۴

د:...شیعہ اور آلِ رسول:

شیعہ جو حُبِّ علیؓ میں غلو کرتے اور ان کی مدح میں آسمان و زمین کے قلابے ملاتے ہیں اس کا منشا-جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا- قرآنِ کریم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اِسلام کے خلاف اپنی نفرت وبغض کا اظہار ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مظلومیت کی جو فرضی تصویر شیعہ کھینچتے ہیں، اس سے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مجروح ہوجاتی ہے، اور ان کے کمالات پر پانی پھر جاتا ہے۔ مثلاً:

* ...انہوں نے پچیس برس تک منافقوں اور مرتدوں کی اِمامت میں نمازیں پڑھیں، اور تمام دِینی ودُنیوی معاملات میں ان کے ساتھ شریک رہے۔

* ...ان کی گردن میں رسّی ڈال کر انہیں بیعت کے لیے گھسیٹا گیا، اور ان سے بہ جبر بیعت لی گئی۔

* ...ان کی زوجہ مطہرہ خاتونِ جنتؓ پر کوڑے برسائے گئے، ان کا حمل ساقط کردیا گیا اور ان کا گھر جلادیا گیا۔

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ بلافصل نامزد کیا تھا، مگر کسی نے ان کو خلیفہ بنانا پسند نہ کیا۔

* ...وہ اپنی زوجہ مطہرہ خاتونِ جنتؓ کو گدھے پر سوار کرکے مہاجرین وانصار کے ایک ایک دروازے پر لیے پھرے، مگر سوائے تین کے کسی نے ان کی بات نہ مانی۔

* ...قرآنِ کریم میں ان کے سامنے تحریف کی گئی، اسے پارہ پارہ کیا گیا، اسے جلایا گیا، مگر وہ ردائے تقیہ اوڑھے رہے۔

* ...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت کو کفر اور نفاق کی طرف پلٹتے دیکھا، مگر ان کی ہدایت کے لیے کچھ نہ کہا۔

* ...ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت پر ظلم وجور کے پہاڑ ڈھائے گئے، ان کا حق چھینا گیا، مگر آپ کو کوئی جنبش نہ ہوئی۔ تا آنکہ ملا باقر مجلسی کے بقول حضرت خاتونِ جنتؓ نے اُنہیں یہ کہہ کر غیرت دِلانا چاہی:

> ''مانند جنین دررحم پردہ نشین شدہ ومثل خائنان درخانہ گریختہ وبعد ازاں کہ شجاعانِ دہر را بخاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ۔''(۱)

> ترجمہ: ''تو پیٹ کے بچے کی طرح پردہ نشین ہوگیا ہے، اور خائنوں کی طرح گھر میں بھاگ آیا ہے، اور بعد اس کے کہ زمانے کے سورماؤں کو خاکِ ہلاک میں ڈالا، ان نامردوں سے مغلوب ہوگیا ہے۔''

(۱) حق الیقین، ص:۲۰۳، مطبوعہ ایران۔

مگر آپ کو پھر بھی انگیخت نہ ہوئی، اور حد یہ کہ خود اپنے دورِ خلافت میں بھی آلِ رسول کا حق ان کو نہ دلایا۔ شیعوں نے آلِ رسول کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے جو فرضی واقعات تصنیف کیے ہیں، ان سے خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو شخصیت سامنے آتی ہے، اسے کوئی شخص بھی اپنے لیے پسند نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہ کے بارہ میں اس گھناؤنی تصویر کو پسندیدہ کہا جائے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بظاہر شیعہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں، مگر ان کے باطنی کمالات اور ان کی پُرکشش شخصیت کے ایسے قائل ہیں کہ باید و شاید.... مثلاً:

*...اہلِ عرب جو کسی کے مطیع اور فرماں بردار بن کر رہنا جانتے ہی نہ تھے، ان حضرات نے ان کو ایسا مسخر کیا کہ بس ان ہی کے ہو کر رہ گئے اور پچیس برس کے عرصہ میں ساری دُنیا پر چھاگئے۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے تیار کرنے میں تیئس سال لگے تھے، مگر ان حضرات نے چشم زدن میں اہلِ اسلام کو اپنے ساتھ ملالیا کہ مسلمان ان حضرات کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

*...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ کے مجمع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص کی تھی، مگر حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خلیفہ نہ بننے دیا، ان کا یہ کارنامہ ایک معجزہ سے کم نہیں کہ مختلف قبائل اور مختلف عادات کے ایک لاکھ انسانوں کو اس نص سے ٹکرادیا، اور لاکھ انسانوں کے مجمع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو چار ہزار حمایتوں کا میسر آنا بھی ناممکن بنادیا۔

*...ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے مقابلہ میں نیا قرآن بھی تصنیف کرلیا، اور تمام لوگ حتیٰ کہ خود حضرت علیؓ اور ان کے بعد ائمۂ معصومین بھی بڑے ذوق و شوق سے اس نئے تصنیف شدہ قرآن کی تلاوت کرکے ثواب کمانے لگے، اور حضرت علیؓ نے جو ''اصلی تے وڈا قرآن'' مرتب کیا تھا، وہ دُنیا کی نظروں سے رُوپوش کرادیا۔

*...ان حضرات کا ایک بڑا ہی حیرت انگیز کارنامہ یہ ہے کہ وہ آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں آسودہ ہیں، وہ ''صاحبِ غار'' بھی تھے اور آج تک ''صاحبِ مزار'' بھی ہیں۔

*...ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ ان حضرات نے جو منہاجِ خلافت قائم کردیا تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں اس منہاج سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہیں جاسکے، فدک کی جو کیفیت ان حضرات کے زمانہ میں تھی، وہی رہی، جو اذان ان کے زمانہ میں دی جاتی تھی، وہی حضرت علیؓ کے زمانہ میں دی جاتی رہی (شیعوں کی اَذان جاری نہ کرسکے)، تراویح پر پابندی عائد نہ کرسکے، اور متعہ جیسی ''پاک''

اور ''مقدس'' چیز کو رواج نہ دے سکے۔ الغرض! شیخین کے زمانہ کا منہاج و دستور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں بھی جاری رہا۔

اب شیعی عقائد کی روشنی میں حضرات شیخینؓ کا مقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اگر حضرت علیؓ اِمام تھے تو شیخینؓ اِمام الائمہ تھے، اگر حضرت علیؓ معصوم تھے تو شیخینؓ کو شاید عصمت سے بھی بڑھ کر کوئی مقام حاصل تھا، اور اگر حضرت علیؓ صاحبِ معجزہ تھے تو شیخینؓ کی معجزہ نمائی ان سے کہیں بڑھ کر تھی۔

واقعتاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ معصوم تھے، نہ خلیفہ بلافصل تھے، نہ صاحبِ معجزہ تھے، نہ ان کے اور حضرات شیخینؓ کے درمیان کوئی منافرت تھی، سب باہم شیر و شکر تھے، شیخینؓ کے زمانے میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے تمام معاملات میں مشیر و وزیر تھے۔ شیعوں نے شیخینؓ کو بدنام کرنے کے لیے جو فرضی کہانیاں تصنیف کی ہیں، وہ درحقیقت حضرات شیخینؓ کو نہیں بلکہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بدنام کرنے کے لیے ہیں۔

۲:... حضرت علیؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں شیعوں کے ہاتھوں جو دُکھ اُٹھائے، وہ ''نهج البلاغة'' کے خطبات سے واضح ہیں، آپ بار باران کی خیانت و بے وفائی کی شکایتیں فرماتے ہیں، اور ان کے حق میں بددُعائیں دیتے ہیں۔ ''نهج البلاغة'' مطبوعہ مصر قسم اوّل، صفحہ:۲۷ میں ہے:

> ''مجھے خبر ملی ہے کہ بُسر نے یمن پر چڑھائی کی ہے، اور میں خدا کی قسم! گمان کرتا ہوں کہ یہ لوگ تم سے بازی لے جائیں گے، کیونکہ وہ اپنے باطل پر متفق ہیں اور تم اپنے حق پر متفرق ہو، تم اپنے اِمام کی نافرمانی کرتے ہو، اور وہ اپنے اِمام کی باطل میں بھی اِطاعت کرتے ہیں، وہ اپنے صاحب کے ساتھ امانت داری کرتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو، اگر میں تم میں سے کسی کے پاس ایک قعب امانت رکھواؤں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ اس کی دستی لے جائے۔ اے اللہ! میں نے ان کو عاجز و رنجیدہ کردیا اور انہوں نے مجھے، لہٰذا مجھے ان کے عوض ان سے اچھے لوگ دے اور ان کو میرے عوض میں مجھ سے بُرا حاکم دے۔ اے اللہ! ان کو گھلادے جیسے پانی میں نمک گھلادیا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں یہ آرزو کرتا ہوں کہ کاش! مجھے تمہارے عوض میں ایک ہزار سوار قبیلۂ بنی فراس بن غنم کے مل جائے۔''

اس قسم کی بہت سی شکایتیں اور بددُعائیں شیعوں کے حق میں فرمائیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلافِ شیعہ جو خود حضرت اُمیر رضی اللہ عنہ کے مصاحب و رفیق تھے، اُن کے دِل میں حضرت کا ذرا بھی احترام نہیں تھا، حضرت اُمیرؓ ان کو نافرمان، بے وفا، بزدل، خائن، مفسد، حیلہ باز، بدعہد، نا قابلِ اعتماد،

بے غیرت وغیرہ وغیرہ کے ''خطابات'' دیتے تھے، ان شیعوں کی بدولت اپنی زندگی سے تنگ آگئے تھے اور شیعوں کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کے لوگوں کو لائقِ رشک فرماتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عزت وحرمت اسلافِ شیعہ کے دِلوں میں ہوتی تو حضرت ان کے رویہ سے نالاں وشکوہ کناں نہ ہوتے اور جب اَسلافِ شیعہ کا یہ حال تھا تو اَخلافِ شیعہ کا کیا حال ہوگا...؟

۳:... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد سبطِ اکبر ریحانۃ الرسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے، شیعوں نے ان کو اس قدر ستایا کہ آپ نے تنگ آکر حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ''احتجاج طبرسی'' مطبوعہ ایران، صفحہ:۱۴۸ میں ہے:

''زید بن وہب جہنی سے روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کو مدائن میں نیزہ مارا گیا تو میں ان کے پاس گیا، اس وقت ان کو زخم کی تکلیف تھی، میں نے کہا: اے فرزندِ رسول! آپ کی کیا رائے ہے؟ لوگ بہت متحیر ہو رہے ہیں۔ امام نے کہا کہ: اللہ کی قسم! میں معاویہ کو اپنے لیے ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں، انہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا، میرا اسباب لوٹا اور میرا مال لے لیا۔ اللہ کی قسم! میں معاویہ سے کوئی معاہدہ کرلوں جس سے میری جان اور میرے متعلقین کی حفاظت ہوجائے؛ یہ بہتر ہے اس سے کہ شیعہ مجھے قتل کردیں اور میرے متعلقین ضائع ہوجائیں۔ واللہ! اگر میں معاویہ سے لڑتا تو شیعہ میری گردن پکڑ کر مجھے معاویہ کے حوالہ کردیتے۔ واللہ! عزت کے ساتھ معاویہ سے صلح کرلینا: اس سے بہتر ہے کہ مجھے گرفتار کرکے قتل کریں یا احسان کرکے آزاد کریں۔ یہ احسان ان کا بنو ہاشم پر قیامت تک رہے گا، اور معاویہ برابر اس اِحسان کا اِظہار ہمارے زندہ ومُردہ پر کرتے رہیں گے۔''

اس سے واضح ہے کہ حضرت حسنؓ کے حق میں حضرت معاویہؓ شیعوں سے بہتر تھے۔ شیعہ حضرت امامؑ کے قتل کے درپے تھے اور پکڑ کر حضرت معاویہؓ کے حوالہ کردینے پر آمادہ تھے، آپ کو مارنا، پیٹنا، مال واسباب لوٹ لینا اور خواتین اہلِ بیت کی بےحرمتی کرنا تو شیعوں کے معمولی کارنامے تھے۔

۴:... حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد سبطِ اصغر ریحانۃ الرسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے ساتھ تو شیعوں کی بےوفائی وبےعہدی شہرۂ آفاق ہے کہ ان کو خطوط کے انبار بھیج کر کوفہ بلوایا، اور ان کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ان غداروں نے بیعت توڑ کر ان کو شہید کردیا۔ ملا باقر مجلسی ''جلاء العیون'' میں حضرت باقر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

''پھر لوگوں نے ان کے فرزند امام حسنؑ سے بیعت کی، اور بیعت کے بعد بدعہدی کی اور مکر کیا اور چاہا

کہ اُن کو دُشمن کے حوالہ کردیں اور اہلِ عراق ان کے سامنے کھڑے ہوگئے، اور ان کے پہلو میں خنجر مارا اور ان کا خیمہ لوٹ لیا، یہاں تک کہ آپ کی لونڈیوں کے پاؤں سے خلخال (پازیب) اُتارلیں اور آپ کو مجبور کردیا، حتیٰ کہ آپ نے معاویہ سے صلح کرلی، اور اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی جانوں کی حفاظت کرلی، اہلِ بیت ان کے بہت تھوڑے تھے، پھر بیس ہزار اہلِ عراق نے اِمام حسینؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی انہوں نے ان پر تلوار چلائی اور آنحضرت کی بیعت ان کی گردن میں تھی کہ آپ کو شہید کردیا۔''(۱)

۵:... حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے شیعوں کی غداری نے بعد کے ائمہ کو ایسا شکستہ دِل کردیا کہ انہوں نے خلافت کے خیال ہی سے دستبرداری حاصل کرلی۔ ''احتجاج طبرسی'' صفحہ:۱۵۷ میں ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد شیعوں نے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو فریب دینا چاہا اور اُن سے اپنی اِطاعت و جاں نثاری کا اِظہار کیا تو اُنہوں نے فرمایا:

''هيهات! هيهات! اے غدارو! مکارو! تمہاری مرادیں پوری نہ ہوں، کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے بھی فریب دو، جیسے تم نے میرے باپ دادا کو اس سے قبل فریب دیا؟ ہرگز نہیں! قسم ہے گردش والے آسمان کے رَبّ کی! ابھی تک میرے والد کی شہادت کا زخم مندمل نہیں ہوا۔''

ان حوالہ جات سے چند باتیں واضح ہوجاتی ہیں:

اوّل:... شیعوں کو ان بزرگوں سے - جن کو وہ ائمہ معصومین کہتے ہیں - کوئی دِلچسپی نہیں، نہ کوئی عقیدت ہے، بلکہ یہ ہمیشہ ان بزرگوں کی بے حرمتی کرتے اور ان کی بددُعاؤں کے انبار جمع کرتے رہے ہیں، یہ ہر مجلس میں رونا چلانا، بین کرنا انہی اکابر کی بددُعاؤں کا نتیجہ ہے جو شیعوں کو نصیب ہیں۔

دوم:... یہ بزرگانِ دین شیعوں پر قطعاً اِعتماد نہ کرتے تھے، بلکہ ان کو مفسد و مکار اور اپنے اہلِ بیت کے قاتل جانتے تھے۔

سوم:... حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بہت ہی بڑا احسان کیا کہ شروع ہی سے خلافت ان کے حوالے نہیں کی، اور ان کے پچیس برس عافیت سے گزر گئے، ورنہ شیعوں کی بے وفائی و غداری ان کو شروع سے مبتلائے عذاب رکھتی اور وہ بہت پہلے شیعوں کے ہاتھوں موت کی تمنائیں کرنے لگتے۔

چہارم:... حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اگر شیعوں کے ''اِمامِ اوّل'' کے ''اِمام'' تھے، تو حضرت

(۱) بحوالہ: ''قاتلانِ حسین کی خانہ تلاشی'' ص:۲۹

معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے ''اِمامِ دوم'' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ''اِمام'' ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بطوع ورغبت بیعت کی۔

۵:...خوش فہمیاں

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اَئمہؒ کے ساتھ شیعوں نے جو ''حسنِ سلوک'' کیا، اور ان بزرگوں نے اس کے صلہ میں شیعوں کو جو ''خطابات'' دیے اور جن دُعاؤں سے نوازا؛ وہ اُوپر کی سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن شیعوں کو خوش فہمی ہے کہ قرآنِ کریم کو غلط اور تحریف شدہ کہنا، اکابر صحابہؓ کو گالیاں دینا، اَئمہؒ کو ستانا اور اُن کی بددُعائیں لینا بڑا کارِ ثواب ہے، اِس لیے قیامت کے دِن صرف شیعوں کی نجات ہوگی۔ جناب مصنف نے بھی ان خوش فہمیوں کا جابجا ذکر کیا ہے، بطورِ نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

۱:... "سورة الفجر" کی آخری آیتوں: "یٰاَیَّتُها النفس المطمئنة....الخ" کے تحت مصنف لکھتے ہیں:

''اُصولِ کافی'' سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیعانِ علیؑ بن ابی طالب کا اس سے گہرا تعلق ہے، ان کا نفس احتضار کے وقت مطمئن ہوتا ہے، کیونکہ اس موقع پر ان کے زیرِ نظر حضرات چہاردہ معصومینؑ کی نورانی شکلیں ہوتی ہیں، قبضِ رُوح کے موقع پر ان کی رُوح سے کہا جاتا ہے کہ خوش وخرم باہر آجا، اور اے عبدِ خدا! محمد وآلِ محمد کی صف میں شامل ہوجا۔''(۱)

سبحان اللہ! کیا بشارت ہے...! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو سراپائے حیا وعفت تھیں، شیعہ (نامحرم ہونے کے باوجود) ان کی بھی زیارت کریں گے، لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شیعوں کو اِطمینان کی یہ دولت کس نیک عمل کی بدولت نصیب ہوگی؟ شاید اِس لیے کہ انہوں نے اَئمہؒ کو ساری عمر بے چین رکھا اور ان سے بددُعائیں لیں۔

۲:...''علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے حضرت رسول سے روایت کی ہے کہ آپ نے جناب اَمیر سے فرمایا کہ: اے علیؓ! تم اور تمہارے شیعہ حوضِ کوثر پر سیر وسیراب نورانی صورت ہوگے، اور دُشمن پیاسے زرد رُو وہاں سے نکالے جائیں گے۔''(۲)

اگر یہ روایت صحیح ہے تو حضرت علیؓ کے دوستوں سے مراد مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین ہیں، اور دُشمنوں سے مراد وہ لوگ ہوسکتے ہیں جن کو حضرت علیؓ نے ''خائن'' و ''مکار'' فرماکر بددُعائیں دی تھیں...!

۳:...''ایک حدیث میں اِمام جعفر صادق سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: واللہ! شفاعت کے واسطہ

(۱) ترجمہ فرمان علی، ص:۱۰۷۰ (۲) ترجمہ فرمان علی، ص:۱۰۵۸

ذریعہ اُن کی مدد کرے گا، اور پہلا شخص جوان کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ محمد ہوں گے (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور ان کے بعد حضرت علی۔''(۱)

''علل الشرائع میں امام محمد باقرؒ سے روایت کی ہے کہ جب ہمارا مہدی ظاہر ہوگا تو (اُمّ المؤمنین حضرت) عائشہ (صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہما) کو زندہ کیا جائے گا، تا کہ اُن پر حد جاری کی جائے اور (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا انتقام ان سے لیا جائے۔(۲)

''سب سے پہلے حضرت امام حسین کی رجعت ہوگی، اور وہ دُنیا میں اتنی طویل مدت تک حکومت کریں گے کہ بوڑھے آدمی کی ابرؤوں کے بال اس کی آنکھوں پر لٹک آئیں گے۔''(۳)

ان حوالہ جات سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ شیعوں کو عقیدۂ رجعت کے تصنیف کرنے کی ضرورت کیوں لاحق ہوئی؟ چند نکات میں اس کی مختصر وضاحت ضروری ہے:

*...شیعوں کا بنیادی عقیدہ - جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا - قرآنِ کریم کا غلط ہونا ہے، لیکن شیعوں کی بدقسمتی کہ وہ منافقوں کی طرح مسلمانوں کو دِکھانے کے لیے اسی قرآن کو پڑھنے پر مجبور ہیں، جسے وہ غلط اور تحریف شدہ مانتے ہیں، اس کے علاوہ قرآنِ کریم کے کسی اور نسخہ کا کوئی وجود نہیں، شیعہ مذہب کے بانیوں نے اپنے حواریوں کو مطمئن کرنے کے لیے رجعت کا عقیدہ ایجاد کیا، اور شیعوں کو بتایا کہ رجعت کے زمانے میں ''اصلی قرآن'' پڑھا جائے گا۔

*...شیعوں کا ایک بنیادی اور اصل الاصول عقیدہ یہ تھا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے، اور اس نے حضرت علیؓ کو اور ان کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے گیارہ حضرات کو خلیفہ بنایا، مگر واقعات کی دُنیا میں شیعوں کا یہ عقیدہ بالکل غلط نکلا، اس لیے کہ ان بارہ حضرات میں سے صرف دو کو خلافت ملی: ایک حضرت علی اور دُوسرے حضرت حسن (رضی اللہ عنہما)۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ساڑھے چار سال خلافت کی، اور اس دوران وہ شیعوں کے ہاتھوں ایسے تنگ آگئے کہ اپنے پورے دورِ خلافت میں شیعوں کو بددُعائیں دیتے، اور اپنے لیے موت کی تمنائیں کرتے رہے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے شیعوں کی غداری و مکاری سے تنگ آکر خلافت ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی۔ دیگر دس حضرات - جن کو شیعہ نے امام اور خلیفہ بنایا - ان میں سے کسی کو خلافت نہیں ملی۔ پس اگر یہ حضرات خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں خلافت و تمکین عطا نہ فرماتے۔ یہ ایک ایسی کھلی بات ہے کہ معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اس پر غور کرکے یہ سمجھ لیتا ہے کہ شیعوں کا ''نظریۂ امامت'' قطعاً باطل اور فیصلۂ خداوندی کے

(۲،۱) ص:۳۴۷ (۳) ص:۳۴۱

خلاف ہے۔ بانیانِ مذہبِ شیعہ نے سادہ لوح شیعوں کو رام کرنے کے لیے عقیدۂ رجعت گھڑا کہ اگر واقعات کی دُنیا میں ان بزرگوں کو خلافت نہیں ملی تو کیا ہوا؟ قیامت سے پہلے ان سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور وہ خلافت کی کسر نکالیں گے، مگر شیعوں کی یہ طفل تسلی فارسی مثل: ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلۂ خود باید زد'' کی مصداق ہے۔

* ...شیعہ؛ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو ظالم و غاصب مشہور کرتے ہیں، مگر دُنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آیتِ تمکین **"وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الأرض."**(۱) کے تحت ایسی خلافت و تمکین عطا فرمائی کہ انہوں نے یہود و مجوس کے غرور کو خاک میں ملادیا، قیصر و کسریٰ کے تخت اُلٹ دیے اور قلیل مدّت میں اِسلام کا پرچم مشرق و مغرب میں لہرادیا۔

* ... بانیانِ مذہبِ شیعہ (یہود و مجوس) کو ان حضرات سے اسی اِسلامی شوکت کی بنا پر عداوت تھی، اِس لیے رجعت کا عقیدہ گھڑا گیا تاکہ یہود و مجوس کا اِنتقام ان اکابر سے لیا جاسکے۔

شیعوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی وجہ سے اہلِ بیتِ نبوی سے بھی عداوت ہے، اس عداوت کے اِظہار کے لیے عقیدۂ رجعت اِیجاد کیا گیا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِمام مہدی کے ہاتھ بیعت کراکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی جائے گی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید رُسوا کرنے کے لیے شیعہ آپ کی بیویوں کو آپ کے سامنے کوڑے لگائیں گے۔ **نعوذ باللہ!**

اہلِ تشیع اگر عقل و فہم کی نعمت سے بہرہ ور ہیں تو اُنہیں سوچنا چاہیے کہ جو لوگ ایسے عقائد رکھتے ہوں کیا ان کے کفر و نفاق اور اِلحاد و زندقہ میں کوئی شک ہے...؟ (۲۰/۵/۱۴۰۲ھ)

(رسائل یوسفی، ص:۱۱۴ تا ۱۲۰)

خمینی کا وصیت نامہ

ایک شیعی ماہنامہ ''المبلغ'' سرگودھا (جلد:۵۵، شمارہ:۶، ۷، بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۹۰ء) میں ''اِمام خمینی کا وصیت نامہ'' شائع ہوا ہے، اُس کا ایک اِقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''میں جرأت کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ ملتِ ایران اور دورِ حاضر میں اس کے دسیوں لاکھ عوام، عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملتِ حجاز اور اَمیر المؤمنین اور حسین بن علی صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما کی ملتِ کوفہ و عراق سے بہتر ہیں۔ وہ حجاز؛ کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان بھی آپ

---

(۱) النور:۵۵

صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت نہیں کرتے تھے اور بہانے بناکر محاذ پر جانے سے گریز کرتے تھے، خداوندتعالیٰ نے سورۃ التوبۃ کی چندآیات میں ان کی مذمت کی اوران کے لیے عذاب کاوعدہ کیا ہے، ان لوگوں نے اس حدتک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ منسوب کیا کہ روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے ان پرلعنت بھیجی۔ اوراہلِ عراق وکوفہ نے اَمیرالمؤمنین کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی اورآپ کی اطاعت سے اس حدتک سرکشی کی کہ روایات اورتاریخ کی کتابوں میں حضرت نے ان کی جوشکایات کی ہیں وہ معروف ہیں۔ اورعراق وکوفہ کے مسلمانوں نے حضرت سیّدالشہداء علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا، اس سے آپ سے واقف ہیں، جن لوگوں نے ان کی شہادت میں اپنے ہاتھ کوآلودہ نہیں کیا، وہ معرکہ سے بھاگ گئے یا خاموش بیٹھ گئے، یہاں تک کہ وہ تاریخ کا مجرمانہ فعل انجام پایا۔''

اِس اِقتباس میں چنددعوے کیے گئے ہیں:

ا:... پہلا دعویٰ یہ کہ ''آج کے ایرانی شیعہ؛ جوخمینی کے حلقہ بگوش ہیں، دورِنبوی کے مسلمانوں سے افضل وبہتر ہیں'' یہ دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح تنقیص اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت کی صاف صاف نفی ہے۔ قرآنِ کریم نے متعدد جگہ اہلِ اِیمان پرحق تعالیٰ شانہٗ کے اس احسانِ عظیم کا ذکر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوصحابہ کرامؓ کامعلم ومربی بناکربھیجا ہے، چنانچہ ایک جگہ اِرشاد ہے:

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔''(۱)

ترجمہ:...''حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اِحسان کیا، جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبرکوبھیجا کہ وہ ان لوگوں کواللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں اوران لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں، اوران کوکتاب اورفہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں، اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔''(۲)

اس آیتِ کریمہ میں صحابہ کرامؓ پر دو اِحسان ذکرفرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اُن کی تعلیم وتربیت کے لیے سیّدالاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کومبعوث کیا گیا۔ اوردُوسرا احسان یہ کہ اس عظیم الشان معلّم ومربی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرّرخودحق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوا ہے۔

(۱) آل عمران:۱۶۴ (۲) ترجمہ حضرت تھانویؒ۔

کسی معلّم ومربی کا کمال اس کے لائق وباکمال تلامذہ کے ہنر ولیاقت سے ظاہر ہوا کرتا ہے، ''صحابہ کرامؓ'' وہ خوش نصیب وسعادت مند جماعت ہے، جن کی تعلیم وتربیت پر حق تعالیٰ شانہٗ نے نوعِ اِنسانی کا سب سے اعلیٰ، سب سے اکمل، سب سے افضل اور سب سے برتر معلّم ومربی... صلی اللہ علیہ وسلم... مقرّر فرمایا۔ اس سے ہر شخص بداہتاً یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت افراد (صحابہ کرامؓ) انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد پوری نوعِ اِنسانی میں سب سے افضل وبرتر ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام کو اِس لیے مستثنیٰ کیا گیا کہ وہ کسی اِنسان کے زیرِ تربیت نہیں ہوتے، بلکہ براہِ راست حق تعالیٰ شانہٗ سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیثِ نبوی: "ادبنی ربّی فاحسن تادیبی!" (جامع الصغیر) (یعنی میرے رَبّ نے مجھے اَدب سکھایا، پس خوب اَدب سکھایا!) میں اس طرف اِشارہ ہے۔ پس خمینی کا یہ کہنا کہ آج کے اِیرانی شیعہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے افضل ہیں، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خمینی کی تعلیم وتربیت... نعوذ باللہ!... محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے اعلیٰ وبرتر ہے، اور یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کا دِل اِیمان سے اور اس کا دماغ عقل وفہم سے یکسر خالی ہو، اور وہ: ''بے حیا باش ہرچہ خواہی کن'' کا مصداق ہو۔

یہیں سے یہ نکتہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پر نکتہ چینی کرتے ہیں، وہ درحقیقت اُن کے مرشد ومربی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکتہ چیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت وتاثیرِ نبوت کے منکر ہیں، اُن کو اصل بغض صحابہؓ سے نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہے، مگر وہ اپنے اس بغض وعناد کا اِظہار کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آڑ اور نشانہ بناتے ہیں، یہیں سے اس اِرشادِ نبوی کے معنی بھی معلوم ہوجاتے ہیں:

''اللہ! اللہ! فی اصحابی! اللہ! اللہ! فی اصحابی! لا تتخذوھم غرضًا من بعدی، فمن احبھم فبحبی احبھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔''(۱)

ترجمہ:''میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو! ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنالینا، پس جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی، اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا، اور جس نے اُن کو اِیذا دی، اُس

(۱) مشکاۃ، ص: ۵۵۴، ترمذی، ج: ۲، ص: ۲۲۶، مسند احمد، ج: ۴، ص: ۸۷

نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی، اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لیں۔''

۲:... خمینی کا دُوسرا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمان (صحابہ کرامؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت نہیں کرتے تھے۔ خمینی صاحب کا یہ دعویٰ خالص اور سفید جھوٹ ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے ان کی نفرت وعداوت اور بغض وکینہ پر مبنی ہے (اور یہی بغض وکینہ جناب خمینی کے شیعہ مذہب کا منشاء ومنتہیٰ ہے)، اگر خمینی صاحب کے قلب ونظر پر بغضِ نبی، بغضِ صحابہ اور بغضِ اسلام کی سیاہ پٹی نہ ہوتی تو انہیں تاریخ کی یہ حقیقت، جو آفتابِ نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، کھلی آنکھوں نظر آتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے طاعت وفرماں برداری، فدائیت وجاں نثاری اور تعظیم ومحبت کا وہ اعلیٰ معیار قائم کیا ہے، جس کا نمونہ پیش کرنے سے پوری اِنسانی تاریخ عاجز ہے، تاریخ وسیرت کی کتابوں میں اس کی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی، قریشِ مکہ کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کے بعد کفارِ قریش کو جو رپورٹ دیتا ہے، وہ یہ تھی:

"وفدت علیٰ قیصر و کسریٰ والنجاشی، واللّٰہ! ان رایت ملکاً قط یعظمهٔ اصحابهٔ ما یعظم اصحاب محمدٍ محمداً، واللّٰہ! ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجههٔ وجلده، واذا امرهم ابتدروا امرهٔ، واذا توضأ کادوا یقتتلون علیٰ وَضوئه." (۱)

''میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کی سی عقیدت ووارفتگی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے ہیں، تو سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا، وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا جو پانی گرتا ہے اُس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے، بلغم یا تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں، اور اسے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں، اور جب وہ انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیلِ حکم میں ایک دُوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

یہ کسی عقیدت مند کی نہیں بلکہ ایک غیرمسلم کی شہادت ہے، جو معاند کافروں کے مجمع میں وہ ادا کر رہا ہے، لیکن جناب خمینی کی تاریکیٔ قلب ونظر صحابہ کرامؓ کو تعمیلِ حکم میں کوتاہ کار بتا رہی ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الشروط، ج:۱، ص:۳۷۹

۳:... جناب خمینی کا تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بہانے بنا کر محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے، یہ دعویٰ بھی خالص دروغ و افتراء ہے، قرآنِ کریم کی نصِ صریح کا اِنکار ہے، قرآنِ کریم کا اِرشاد ہے:

۱-"هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ." (۱)

ترجمہ: "اللہ نے آپ کی تائید کی اپنی مدد سے اور اہلِ ایمان کے ذریعہ۔"

۲- "یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ." (۲)

ترجمہ: "اے نبی! کافی ہے آپ کو اللہ اور جو مؤمن آپ کے پیروکار ہیں۔"

ان آیاتِ شریفہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی تائید ونصرت اور کفایت کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کی تائید ونصرت اور کفایت کو بھی ذِکر فرمایا ہے، اس نصِ قطعی کے بعد جو شخص یہ کہتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بہانے بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت سے گریز کیا کرتے تھے، عجب نہیں کہ وہ کل کو یہ دعویٰ بھی کرنے لگے کہ حق تعالیٰ شانہٗ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وتائید سے گریز فرماتے تھے۔ نعوذ باللّٰہ من الغباوۃ والغوایۃ!

سیرتِ نبوی کے طالبِ علم جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کی تعداد ایک سو سے اُوپر ہے، اب اگر جناب خمینی کے بقول: صحابہ کرامؓ محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جنگیں کس کی معیت میں لڑی تھیں؟ اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ جس دِن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے ملأ اعلیٰ کا سفر فرمایا، پورے جزیرۃ العرب پر اِسلامی پرچم لہرا رہا تھا، اور اِسلامی جہاد کی لہریں اِیران وشام کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافتِ راشدہ کے مختصر سے دور میں قیصر وکسریٰ کے تاج وتخت تاراج ہوچکے تھے اور چین سے افریقہ تک کے وسیع وعریض خطے اِسلام کے زیرِ نگین آچکے تھے۔ سوال یہ ہے کہ اِسلامی تاریخ کا یہ معجزہ کن ہاتھوں سے ظہور میں آیا تھا؟ انہی صحابہ کرامؓ کے ذریعہ، جن کے بارہ میں قرآنِ کریم شہادت دیتا ہے:

"مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا." (۳)

ترجمہ: "اہلِ ایمان میں وہ مرد ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دِکھایا، البتہ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کرچکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر وتبدل نہیں کیا۔"

---

(۱) الانفال: ۶۲ (۲) الانفال: ۶۴ (۳) الاحزاب: ۲۳

جو شخص قرآنِ کریم کی اس شہادت کے بعد ان جاں نثارانِ اسلام کے بارہ میں یہ کہتا ہے کہ وہ بہانے بنا کر محاذِ جنگ پر جانے سے گریز کرتے تھے، اس سے بڑھ کر دِل کا اندھا کون ہوگا...؟

"وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا۔"(۱)

ترجمہ: "اور جو شخص ہو اس دُنیا میں (دِل کا) اندھا، وہ ہوگا آخرت میں اندھا، اور راہ سے بھٹکا ہوا۔"

۴:... خمینی صاحب کا چوتھا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبۃ کی چند آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں کی مذمت فرمائی ہے، اور ان کے لیے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔

سورۃ التوبۃ جس کا بیشتر حصہ غزوۂ تبوک کے بارہ میں نازل ہوا، اس میں منافقین کی مذمت میں متعدّد آیات ہیں، اور ان کے لیے عذاب کا وعدہ بھی ہے، لیکن یہ خالص جھوٹ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں کی مذمت کی گئی ہے، یا ان سے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے، بلکہ قرآنِ کریم کی دُوسری بے شمار آیات کی طرح سورۃ التوبۃ کی متعدّد آیات میں اہلِ ایمان کی مدح فرمائی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔"(۲)

ترجمہ: "اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور بقیہ اُمت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔"(۳)

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں، اور بالکل صحیح لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی ہے کہ وہ سابقینِ اوّلین مہاجرین و انصار سے اور اُن تمام لوگوں سے، جنھوں نے احسان کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کی، راضی ہیں۔ پس وائے ہلاکت ان لوگوں کی جو ان سے بغض رکھتے ہیں، یا ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، یا ان میں سے بعض کے ساتھ بغض اور بعض کی گستاخی کرتے ہیں، خصوصاً جو لوگ صحابہ کے سردار، تمام صحابہ سے بہتر، ان سب سے افضل، یعنی صدیقِ اکبر، خلیفۂ اعظم، حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں، چنانچہ رافضیوں کا مخذول ٹولہ افضل صحابہ سے عداوت رکھتا ہے، ان سے

(۱) بنی اسرائیل:۷۲　(۲) التوبہ:۱۰۰　(۳) ترجمہ حضرت تھانویؒ۔

بغض رکھتا ہے اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ان کی عقلیں معکوس ہیں اور ان کے دل اُلٹے ہیں، ان لوگوں کو ایمان بالقرآن کہاں نصیب ہوسکتا ہے؟ جب کہ یہ لوگ ان اکابرؓ کی گستاخی کرتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیا ہے۔‘‘(۱)

اسی سورۃ التوبۃ میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

’’إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.‘‘(۲)

ترجمہ: ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توراۃ میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مُسلّم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے؟ تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھہرایا ہے، خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘(۳)

سورۃ التوبۃ ہی میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

’’لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.‘‘(۴)

ترجمہ: ’’حق تعالیٰ نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی، جنہوں نے ایسے تنگی کے وقت میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دِلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا، پھر اللہ نے اُن کے حال پر توجہ فرمائی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق و مہربان ہے۔‘‘(۵)

نکتہ:... اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے ان تمام مہاجرین و انصار کے ساتھ اپنا رؤف و رحیم ہونا بیان فرمایا، جن کو غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و معیت کا شرف حاصل ہوا، اور سورۃ التوبۃ کی آخری سے پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرمایا ہے: ’’وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۳۸۳ (۲) التوبۃ:۱۱۱
(۳) ترجمہ حضرت تھانویؒ۔ (۴) التوبۃ:۱۱۷
(۵) ترجمہ حضرت تھانویؒ۔

رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ" اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرات مہاجرین وانصار کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ بھی رؤف ورحیم ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ الغرض! سورۃ التوبۃ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی جابجا مدح فرمائی ہے، ان سے اپنی رضامندی کا اعلان فرمایا ہے، ان سے جنت کا قطعی اور دوٹوک وعدہ فرمایا ہے، اور ان کے حال پر حق تعالیٰ شانہٗ کی خصوصی عنایت ورحمت کا ذکر فرمایا ہے، لیکن جناب خمینی کی معکوس عقل قرآنِ کریم سے صحابہ کرامؓ کے عیوب تلاش کرتی ہے، اور جو آیتیں منافقین کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں، انہیں اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر چسپاں کرتی ہے، سچ ہے: "وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا۔"

۵:... خمینی صاحب کا پانچواں دعویٰ یہ ہے کہ: ان لوگوں نے اس حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ منسوب کیا کہ روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے ان پر لعنت بھیجی۔

یہ بھی خمینی صاحب کا خالص اِفترا ہے، جس سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دامنِ تقدیس یکسر پاک ہے۔

حضرات مہاجرینؓ وانصارؓ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہو، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہو، اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر اکابر مہاجرینؓ وانصارؓ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ سیّد المہاجرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آخری ایام میں خطبہ اِرشاد فرمایا:

ا:... "عن ابی سعید ن الخدری قال: خطب رسول الله صلی الله علیه وسلم الناس وقال: ان الله خیّر عبدًا بین الدنیا وبین ما عنده، فاختار ذالک العبد ما عند الله. قال: فبکی ابوبکر، فتعجبنا لبکائه ان یخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن عبد خیّر، فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم هو المخیّر وکان ابوبکر هو اعلمنا، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان من امن الناس علیّ فی صحبته وماله ابوبکر، ولو کنت متخذًا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلاً، ولکن اخوة الاسلام ومودته لا یبقین فی المسجد باب الّا سدًا الا باب ابی بکر۔"(۱)

ترجمہ:... "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، اس میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دُنیا میں رہنے اور اپنے پاس کی نعمتوں کے درمیان

(۱) صحیح بخاری، ج:۱، ص:۵۱۶

کا اختیار دیا، تو اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس کی نعمتوں کو اختیار کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، ہمیں اُن کے رونے پر تعجب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندہ کے بارہ میں فرمارہے ہیں کہ اُسے اختیار دیا گیا ہے (یہ بلاوجہ کیوں رورہے ہیں؟) لیکن (بعد میں پتا چلا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے (کہ وہ اس کو سمجھ گئے اور فراقِ نبوی کے صدمہ سے رونے لگے)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے، جو انہوں نے اپنی رفاقت اور مالی ایثار سے کیا، اور اگر میں اپنے ربّ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، (اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے خلت تو نہیں) البتہ ابوبکر سے اسلامی اُخوت ومودّت کا رشتہ ہے، ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کردیئے جائیں۔''

۲:...''عن هشام بن زيد قال: سمعت انس بن مالك يقول: مر ابوبكر والعباس بمجلس من مجالس الأنصار وهم يبكون، فقال: ما يبكيكم؟ قالوا: ذكرنا مجلس النبي صلى الله عليه وسلم منا، فدخل على النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره بذالك، قال: فخرج النبي صلى الله عليه وسلم وقد عصب على رأسه حاشية بُرد، قال: فصعد المنبر ولم يصعده بعد ذالك اليوم، فحمد الله واثنىٰ عليه ثم قال: اوصيكم بالأنصار! فانهم كرشي وعيبتي، وقد قضوا الذى عليهم، وبقى الذي لهم، فاقبلوا من محسنهم، وتجاوزوا عن مسيئهم۔''(۱)

ترجمہ:...''حضرت ہشام بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما، انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے، یہ حضرات بیٹھے رورہے تھے، ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنا یاد آگیا (جس سے ہم علالتِ نبوی کی وجہ سے محروم ہوگئے ہیں)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، جب کہ سرمبارک پر چادر کے کنارہ کی پٹی بندھی ہوئی تھی، چنانچہ منبر پر رونق افروز ہوئے، آج کے بعد پھر کبھی منبر پر رونق افروز نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: میں تمہیں انصار کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں، چونکہ وہ میرے خاص احباب ورُفقاء ہیں، اُنہوں نے اپنی ذمہ داریاں پوری کردی ہیں اور اُن کا حق باقی ہے،

(۱) صحیح بخاری، ج:۱، ص:۵۳۶

پس ان کے نیکوکاروں سے عذر قبول کرو، اور ان میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو اس سے درگزر کرو۔''

۳:...''عن ابن عباس يقول: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه ملحفة منعطفا بها على منكبيه وعليه عصابة دسماء حتى جلس على المنبر، فحمد الله واثنى عليه ثم قال: اما بعد ايها الناس! فان الناس يكثرون ويقل الأنصار حتى يكونوا كالملح في الطعام، فمن ولي منكم امرًا يضر فيه احدًا او ينفعه، فليقبل من محسنهم ويتجاوز عن مسيئهم۔''(۱)

ترجمہ:...''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (آخری علالت میں) باہر تشریف لائے، ردائے مبارک کاندھوں پر تھی، اور سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی، منبر پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو! سب لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے، مگر انصار کم ہوتے جائیں گے، یہاں تک کہ اُن کی حیثیت آٹے میں نمک کی رہ جائے گی، پس تم میں جو شخص امیر ہو، جس کے ذریعہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے یا نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہو، اُسے چاہیے کہ ان کے نیکوکاروں سے عذر قبول کرے، اور اُن میں سے کسی سے غلطی ہو جائے تو درگزر کرے۔''

الغرض! خمینی صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف جو زہر افشانی کی ہے، واقعات و شواہد اس کی یکسر تردید کرتے ہیں، اور جناب خمینی کی یہ تمام تر داستان گوئی اُن کے قلب ونظر کی پیداوار ہے، البتہ خمینی صاحب نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ''ایران کے موجودہ شیعہ؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے شیعانِ کوفہ و عراق سے بہتر ہیں'' بلفظِ دیگر: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے شیعانِ علی؛ موجودہ دور کے شیعوں سے بدتر تھے'' اس کو خمینی صاحب ہی بہتر جانتے ہیں، کیونکہ ہر شخص اپنے اسلاف کی تاریخ سے زیادہ بہتر واقف ہوا کرتا ہے، اور جناب خمینی کا یہ فقرہ کہ:

''اہلِ عراق اور کوفہ نے امیر المومنینؓ کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی اور آپ کی اِطاعت سے اس حد تک سرکشی کی کہ روایات و تاریخ کی کتابوں میں حضرت نے ان کی جو شکایات کی ہیں وہ معروف ہیں۔''

اس کی تائید ''نهج البلاغة'' کے اُن خطبات سے ہوتی ہے جو سیّد مرتضیٰ رضی شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے ہیں، ان کے چند اِقتباسات مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانح ''المرتضیٰ'' میں ''نهج البلاغة'' کے حوالہ سے نقل کردیئے ہیں، ذیل میں انہیں ''المرتضیٰ'' سے نقل کیا جاتا ہے:

(۱) صحیح بخاری، ج:۱، ص:۵۳۶

''میں کب تک تم کو اس طرح سنبھالتا رہوں، جیسے ان نوعمر اُونٹوں کو سنبھالا جاتا ہے، جن کے کوہان اندر سے زخمی ہیں، اور ظاہری جسم توانا ہے، یا وہ کپڑے جو جابجا پھٹ گئے ہیں، اور جتنا سنبھال کے پہنو، پھٹتے ہی جاتے ہیں، اگر ایک جگہ سے سی دیئے گئے تو دُوسری جگہ سے چاک ہوجاتے ہیں، جب بھی اہلِ شام کا کوئی ہراول دستہ پہنچتا ہے، تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کے در بند کرلیتا ہے، اور ایسا چھپتا ہے جیسے گوہ اپنے سوراخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں رُوپوش ہوجاتے ہیں۔

بخدا! ذلیل وہ ہے جس کی تم مدد کے لیے اُٹھو، تم کو اگر کسی نے تیر بنا کر دُشمن پر پھینکا تو گویا اُس نے ایسے تیر پھینکے جن کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے، (تفریحی اور بے خطر) میدانوں میں تمہارا ہجوم نظر آتا ہے، اور جنگ کے جھنڈوں کے نیچے نہایت قلیل تعداد میں دِکھائی دیتے ہو، میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری اِصلاح کس طرح ہوسکتی ہے؟ اور کیا چیز تمہاری کمر سیدھی کرسکتی ہے؟ مگر واللہ! میں تمہاری اِصلاح کے لیے اپنے آپ کو نہیں بگاڑ سکتا۔

خدا تم سے سمجھے اور تم کو ذلیل کرے! تم کو حق کی اتنی پہچان نہیں جس قدر باطل کو تم پہچانتے ہو، اور باطل کی ایسی مخالفت نہیں کرتے جتنی حق کی مخالفت کرتے ہو۔

اے عراقیو! تم اس حاملہ عورت کی طرح ہو جس کا جب اس کی حمل کی مدّت پوری ہوئی تو اِسقاط ہوگیا، اور اس کا شوہر مرگیا، وہ عرصۂ دراز تک بیوگی کی زندگی گزارتی رہی اور اس کا وارث وہ بنا جو سب سے دُور کی قرابت رکھتا تھا۔

اور سنو! میں اس ذات پاک کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ یہ (دُشمن قوم) تم پر غالب آجائے گی، اِس لیے نہیں کہ وہ تم سے زیادہ حق پرست ہے، بلکہ صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے باطل پر تیزگام ہے، اور تم میرے حق میں سست گام اور کوتاہ خرام ہو۔ قومیں اپنے حکام کے ظلم سے ڈرتی ہیں، اور میرا حال یہ ہے کہ اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔

میں نے جہاد پر تم کو اُبھارا، مگر تم اپنی جگہ سے ہلے نہیں! تم کو سنانا چاہا، تم نے سنا نہیں! تم کو رازدارانہ انداز میں بلایا، اعلانیہ دعوت دی، مگر تم میں ذرا حرکت نہیں ہوئی! نصیحت کی، مگر تمہارے کانوں پر جوں نہ رینگی!

دیکھنے میں حاضر ہو، مگر درحقیقت غائب ہو! غلام ہو، مگر آقا بنے ہوئے ہو! تم کو حکمت کی باتیں سناتا ہوں، تم بدکتے ہو! تم کو بلیغ انداز میں وعظ ونصیحت کرتا ہوں، اور تم اِدھر اُدھر بھاگتے ہو! تم کو باغیوں سے مقابلہ کرنے پر اُبھارتا ہوں، مگر اپنی تقریر ختم بھی نہیں کرتا کہ دیکھتا ہوں کہ تم قومِ سبا کی طرح منتشر

ہو جاتے ہو! اپنی مجلسوں میں واپس جاتے ہو، اپنی رائے مشورے میں تمہارے دل لگتے ہیں، میں تم کو صبح کو سیدھا کرتا ہوں، اور شام کو تم میرے پاس ٹیڑھی کمان کی طرح لوٹتے ہو! سیدھا کرنے والا تنگ آ گیا، اور جن کو سیدھا کرنا مقصود ہے وہ اکڑ گئے! (جن کو سیدھا کیا ہی نہیں جا سکتا)۔

اے لوگو! جو جسم سے حاضر ہیں، مگر ان کی عقلیں غائب ہیں! جن کی خواہشات جدا جدا ہیں، جن سے ان کے حکام آزمائش میں ہیں! ان کا ساتھی (بہ معنی آقا، رہنما، لیڈر) اللہ کا اِطاعت گزار ہے، اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو! شام کا رہنما اللہ کی معصیت کرتا ہے، مگر اس کی قوم اس کے ساتھ ہے! بخدا! اگر معاویہ مجھ سے صرافوں کا معاملہ کریں، جو دینار کے بدلے درہم دیا کرتے ہیں، تو مجھ سے دس عراقی لے کر ایک شامی دے دیں تو مجھے منظور ہوگا۔ یہ لوگ حق کے معاملہ میں متفرق، جنگوں سے ہمت ہارے ہوئے، ان کے جسم یکجا، مگر خواہشات منتشر، ہر جا عہد و پیمانِ خداوندی کو ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، لیکن ان کے اندر حمیت بیدار نہیں ہوتی، یہ عرب کے چوٹی کے لوگ اور قوم کے باعزت و ممتاز اَفراد ہیں، لیکن ان کی کثرتِ تعداد سے کچھ فائدہ نہیں، اس لیے کہ ان کے دِل مشکل سے کسی اَمر پر مجتمع ہوتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے زخم کا مرہم بناؤں، اور تم ہی میرے زخم ہو، جیسے کوئی جسم میں چبھ کر ٹوٹ جانے والے کانٹے کو کانٹے ہی سے نکالنا چاہے، اور وہ جانتا ہے کہ وہ کانٹا اس سے پہلے کانٹے ہی کا ساتھ دے گا! (اور ٹوٹ کر اور مصیبت بن جائے گا)۔

میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم گوہ کی طرح ایک دُوسرے سے چمٹے ہوئے ہو، نہ تو حق کو ہاتھ میں لیتے ہو، نہ ظلم و زیادتی کو روکتے ہو، نہ جنگ و مقابلہ کے موقع پر جم کر لڑنے والے، نہ امن و سکون کے زمانہ میں قابلِ اعتبار رفیق و معاون، میں تمہاری صحبت سے بےزار ہوں، اور تمہارے ہوتے ہوئے اور کثرتِ تعداد کے باوجود تنہائی محسوس کرتا ہوں۔

اے وہ لوگو! جن کے جسم مجتمع ہیں، اور خواہشات مختلف! تمہاری گفتگو پتھروں کو نرم کر دیتی ہے، اور تمہارا طرزِ عمل دُشمنوں کو حملہ پر اُبھارتا ہے! جو تمہیں بلائے اور پکارے اُس کو مایوسی ہو، اور جس کا تم سے واسطہ پڑے، وہ کبھی اِطمینان کی سانس نہ لے سکے! باتیں بنانا اور فریب میں رکھنا تمہارا دستور ہے! تم نے مجھ سے مہلت مانگی، جیسے وہ مقروض مہلت مانگتا ہے جس پر مدّت سے قرض چڑھا ہوا ہے، کس وطن و دیار کی تم حفاظت کرو گے، جب اپنے گھر کی حفاظت نہیں کر سکے، اور میرے بعد کس امیر و قائد کی حمایت و معیت میں تم جہاد کرو گے؟ حقیقی فریب خوردہ وہ ہے جس کو تم نے دھوکا دیا، جس کے حصہ میں تم آئے، اس کے حصہ میں ایک خطا کرنے والا اور نشانہ پر نہ لگنے والا تیر آیا!''(۱)

(۱) المرتضیٰ ص:۲۹۵ تا ۲۹۸ طبع: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی۔

اسی طرح جناب خمینی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارہ میں جو لکھا ہے، وہ بھی بالکل صحیح ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱:... عراق اور کوفہ کے شیعانِ حسین نے پیہم اِصرار کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، اور کہا کہ خلافت کا پھل پکا ہوا ہے، بس اس کو کاٹنے کی ضرورت ہے۔

۲:... حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان نابجاروں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ سے عازمِ کوفہ ہوئے، ان کے مخلصین ومحبین نے ہرچند گزارش کی کہ آپؓ کوفہ وعراق کے شیعوں پر قطعاً اِعتماد نہ فرمائیں، یہ وہی لوگ ہیں جو آپؓ کے والد اور آپؓ کے بڑے بھائی کے ساتھ طوطاچشمی کا مظاہرہ کرچکے ہیں، مگر شیعانِ کوفہ کی دعوت اس قدر موٴثر اور پُرزور تھی کہ اس کے مقابلہ میں مخلصین کی فہمائش ونصیحت کارگر نہ ہوئی۔

۳:... جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق پہنچ گئے، تو شیعانِ حسین نے وہی طوطاچشمی دکھائی، جو ہمیشہ سے ان کا وتیرہ رہی تھی، چنانچہ عراق کے ہزاروں شیعانِ حسین میں سے ایک بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت وحمایت کے لئے آگے نہ بڑھا، اور جناب خمینی کے بقول تاریخ کا مجرمانہ فعل انجام پایا۔

۴:... جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شیعانِ کوفہ کی غداری کے نتیجہ میں خاک وخون میں تڑپا دیئے گئے تو ان شیعانِ حسین کو اپنے مجرمانہ فعل کا احساس ہوا، اور ''توابین'' پارٹی قائم ہوئی، حضرت حسین زبانِ حال سے اپنے ان شیعوں کی یہ شکایت ضرور کرتے ہوں گے:

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا!

چنانچہ شیعہ جب سے اب تک ہر سال اپنی بے وفائی پر ماتمِ حسین کرتے ہیں، مگر ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے باوجود اُن کا یہ گناہِ عظیم اب تک معاف نہیں ہوا، اور نہ قیامت تک معاف ہوگا۔

جن لوگوں نے شیعانِ علی اور شیعانِ حسین کا لبادہ اوڑھ کر ان اکابرؓ کے ساتھ غداری کی، اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو اُن کے نفاق وشقاق سے محفوظ رکھے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۱۱ھ)

❊ ❊ ❊

اِسماعیلی، بوہری اور آغا خانی مذہب

ہمارے اِسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اُس کا نظام

جناب ڈاکٹر زاہد علی۔ صفحات: ٦٦٣۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ پتا: مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی نمبر ۵۔

مکتبہ ''بینات'' خالص دینی، اسلامی اور مذہبی، مستند، نایاب اور جدید علمی خزانے اہلِ علم کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے، جو اپنے قیام کے نہایت قلیل عرصہ میں نادر و نایاب کتب میں سے ایک اہم، مستند، مفید اور تحقیقی علمی ذخیرہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ زیرِ نظر اہم علمی کتاب اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ مؤلف جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، موصوف اسماعیلی مذہب کے عقائد و نظریات کی تردید میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

کتاب ۱۹۵۴ء میں حیدرآباد، دکن سے شائع ہو کر نایاب ہو چکی تھی کہ مکتبہ ''بینات'' نے اس کی طباعت کا بیڑا اُٹھایا۔

کتاب کا ہر ہر صفحہ نئے نئے انکشافات کا حامل اور نادر تحقیقات کا مرقع ہے، انداز داعیانہ اور دِل و دماغ میں اُتر جانے والا ہے، جس کا حرف حرف جذبۂ نصح و خیر خواہی کا منہ بولتا ثبوت ہے، غیر جانب دارانہ مطالعہ کرنے والوں کے لیے مفید اور تعصب کی عینک سے دیکھنے والوں کے لیے مسکت...!

مختصر یہ کہ کتاب آغا خانی مذہب کا انسائیکلوپیڈیا ہے، جس کے مضامین مستند اِسماعیلی کتب سے ماخوذ ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کتاب کا ہر لائبریری اور علمی شخصیت تک پہنچانا از حد ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۹ھ)

اِسماعیلیہ

(بوہریوں اور آغا خانیوں کا تعارف؛ تاریخ کی روشنی میں)

جناب سیّد تنظیم حسین۔ صفحات: ۲۱۵۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: الرحیم اکیڈمی، اے/۷/۷، اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰۔

"مقدمہ"

اسماعیلی مذہب پر کتابوں کی کمی کی شکایت قریباً ہر زمانہ میں رہی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اسماعیلی مذہب ایک باطنی تحریک ہے، وہ اپنی دعوت خفیہ ذرائع سے پھیلانے کے قائل ہیں، یہ لوگ اپنی تحریک کا کھلا تعارف پسند نہیں کرتے، بلکہ ایسا بھی ہوا کہ بعض حضرات نے بڑی محنت و جستجو سے باطنیوں کے حالات پر کتابیں لکھیں، لیکن اس تحریک کے اکابر نے انہیں منظرِ عام سے غائب کرادیا۔

اِس اِخفا کی وجوہات کئی ایک ہوسکتی ہیں۔ ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہ باطنی دعوت "اہلِ بیت" کے نام پر پیش کی جاتی تھی، مگر اہلِ بیت کے اکابر جو عام لوگوں کے سامنے موجود تھے، ان کو اس دعوت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، اگر اعلانیہ یہ دعوت پیش کی جاتی تو ائمۂ اہلِ بیت اس کو فوراً جھٹلا دیتے۔ اس لیے باطنی تحریک کے داعیوں نے نہ صرف اپنی دعوت اور اس کی سرگرمیوں کو صیغۂ راز میں رکھا، بلکہ خود ائمۂ اہلِ بیت کو بھی مکتوم اور مستور بنادیا، جب ان سے پوچھا جاتا کہ: "وہ امام کہاں ہیں، جن کی تم دعوت دیتے ہو؟" تو کہہ دیا جاتا کہ: "بحکمِ الٰہی وہ کسی نامعلوم جگہ پر چھپے ہوئے ہیں اور اُن سے ملاقات کی کسی کو اجازت نہیں۔"

ظاہر ہے کہ ایک ایسی دعوت جس کے مرکزی کردار بھی "پردۂ ستر" میں ہوں، اس کو کھلے بندوں کیسے جاری رکھا جاسکتا تھا...؟

دُوسری بڑی وجہ یہ ہوئی کہ باطنی داعیوں کے پاس کوئی مربوط اور مفصل نظام نہیں تھا، اس لیے جس داعی کی سمجھ میں جو بات آجاتی وہ کہہ دیتا، اعلانیہ دعوت کی صورت میں ان کے آپس میں اِختلافات رُونما ہوتے، اِس لیے دعوت کا رُخ ظاہر سے باطن کی طرف کردیا گیا تاکہ داعیوں کے خودتراشیدہ "حقائق" منظرِ عام پر آسکیں۔

اور اس سے بھی بڑی وجہ اس اِخفا کی یہ تھی کہ اسماعیلی دعوت میں جو باتیں بنیادی اُصول کے طور پر پیش کی جاتی تھیں، وہ ایک مسلمان کے لیے اتنی متوحش تھیں کہ بھلے زمانوں کے مسلمان ایسی باتوں کو کبھی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ باطنی اُصول کہ: "اللہ تعالیٰ کا نور علیؓ میں حلول کرگیا ہے، اس

لیے علیؑ خود اللہ ہے، اور پھر یہی منصبِ اُلوہیت بعد میں دیگر ائمہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔'' کون مسلمان ہوگا جو اس باطنی اسماعیلی عقیدہ کو سن کر آسانی سے ہضم کر جائے اور اس عقیدہ کو اعلانیہ طور پر پھیلانے کی اجازت دے؟ اس لیے اس دعوت کا، اس کے بنیادی اُصولوں اور اس کے مرکزی کرداروں کا یہاں تک اِخفا کیا گیا کہ یہ تحریک ہی باطنی تحریک کے نام سے مشہور ہوگئی، اس تحریک کے پردۂ راز میں رہنے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اس تحریک پر بہت کم کتابیں لکھی گئیں، اور جو کچھ لکھا گیا وہ بھی مسلمانوں کے لیے شجرِ ممنوعہ قرار دیا گیا۔ اس لیے باطنی تحریک کے باطنی اَحوال وکوائف یہاں تک پردۂ راز میں رہے کہ اس تحریک کی تاریخ، اس کے اُصول وقواعد، اس کے مذہبی رُسوم وفرائض، اس کے اغراض ومقاصد، اس کے داعیوں کے حدود دوالقاب اور اس کی دعوت کے مدارج؛ عام لوگوں کی نظر ہی سے اوجھل نہیں رہے، بلکہ خود اسماعیلی باطنی بھی ان سے بے خبر رہے۔

ان وجوہ واسباب کی بنا پر اسماعیلی تحریک کے لٹریچر کی کمی کی شکایت ہمیشہ رہی، مگر اب کچھ عرصہ سے مستشرقین کی دِلچسپی کی بنا پر خود اسماعیلیوں کی لکھی ہوئی کتابیں منظرِ عام پر آگئی ہیں اور انگریزی، عربی اور گجراتی میں اس تحریک پر کافی مواد دستیاب ہونے لگا ہے، اور ان مستند مآخذ کو سامنے رکھ کر جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے اسماعیلی مذہب پر (جو ان کا خاندانی مذہب تھا) دوگراں قدر کتابیں لکھیں: ۱:...تاریخ فاطمینِ مصر۔ ۲:...ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام۔

یہ دونوں کتابیں بہت ہی محنت وکاوش سے لکھی گئی ہیں اور اس موضوع پر گویا حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہیں، مگر یہ کتابیں بھی بازار میں کم یاب ہیں۔

ہمارے محترم جناب سیّد تنظیم حسین صاحب نے پیشِ نظر کتاب میں قدیم وجدید مآخذ سے اِستفادہ کرتے ہوئے اسماعیلی دعوت کے سمجھنے میں ایسا وقیع مواد جمع کردیا ہے کہ اس کا مطالعہ اس دعوت کے سمجھنے میں نہایت مفید اور ضروری ہوگا۔ کتاب میں طرزِ نگارش نہ صرف غیر جانب دارانہ ہے، بلکہ ایسا عام فہم بھی ہے کہ ایک متوسط استعداد کا شخص بھی مطالب کے سمجھنے میں کوئی اُلجھن محسوس نہیں کرے گا۔

چھٹے باب میں مؤلف نے ''اسماعیلیوں کے منفی کردار'' سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں قرامطہ کی ہوش ربا سرگرمیوں اور حسن بن صباح کی تیار کردہ جماعت ''فدائین'' (جو تاریخ میں ''حشاشین'' کے لقب سے معروف ہیں) کی ہول ناک تباہ کاریوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اسماعیلیوں کی سفاکی وبے رحمی کی ایک مثال ابن النابلسی شہیدؒ کے قتل کا وہ واقعہ ہے، جس کا تذکرہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے ''البداية و النهاية'' (۱)

(۱) ص:۲۸۴، ج:۱۱

میں اور حافظ شمس الدین الذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں کیا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے:

"اِمام ابوبکر محمد بن سہل الرملی المعروف بہ "ابن النابلسی" اپنے دور کے بہت بڑے محدث تھے، عابد وزاہد اور صائم الدہر تھے، حدیث وفقہ میں اِمام تھے۔ فاطمیوں نے جب مصر پر غلبہ حاصل کیا تو اِسماعیلی عقائد کو لوگوں پر بزورِ شمشیر مسلط کرنا چاہا، ابن النابلسی شہیدؒ ان کی اس حرکت سے نالاں تھے اور وہ نہ صرف ان کے اس طرزِ عمل پر تنقید کرتے تھے، بلکہ اُن کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیتے تھے۔ اسماعیلی حکمران انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے، وہ رملہ سے دمشق چلے گئے، وہاں کے گورنر نے انہیں گرفتار کر کے لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے مصر بھیج دیا، یہ ۳۶۵ھ کا واقعہ ہے۔ اُس وقت ابوتمیم معز فاطمی حکمران تھا اور اس کا غلام اَمیرِ عساکر "جوہر" سیاہ وسفید کا مالک تھا۔ ابن النابلسی شہیدؒ کو قائد جوہر کے سامنے پیش کیا گیا، جوہر نے پوچھا کہ تم نے یہ فتویٰ دیا کہ: "اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں تو وہ اُن میں سے ایک تیر رُوم کے نصرانیوں کے خلاف اور نو اسماعیلیوں کے خلاف اِستعمال کرے"؟ ابن النابلسی شہیدؒ نے فرمایا: "جناب! آپ کو روایت غلط پہنچی ہے، میں نے یہ فتویٰ نہیں دیا، بلکہ میرا فتویٰ یہ ہے کہ: اگر کسی کے پاس دس تیر ہوں، تو وہ نو تیر تو تمہارے خلاف اِستعمال کرے اور دسواں تیر بھی رُوم کے نصرانیوں کے بجائے تم لوگوں پر برسائے، فانکم غیّرتم الملّة وقتلتم الصّالحین وادعیتم نور الالٰهیة."

ترجمہ:... "کیونکہ تم نے دِین کو بدل ڈالا، خدا کے نیک بندوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور تم نورِ اُلوہیت کے مدعی بن بیٹھے۔"

جوہر نے حکم دیا کہ ان کی تشہیر کی جائے (منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے)۔ دُوسرے دن اُن کی پٹائی کا حکم دیا، تیسرے دن ایک یہودی کو حکم دیا کہ ان کی زندہ حالت میں کھال کھینچ لی جائے۔ یہودی نے سر کی چوٹی سے ان کی کھال کھینچنی شروع کر دی، چہرے تک کھال اُتاری گئی، مگر انہوں نے اُف نہیں کی، بلکہ نہایت صبر وسکون کے ساتھ ذکرِ اِلٰہی میں مشغول رہے اور قرآن کریم کی آیت: "وکان أمر الله قدرًا مقدورًا" (۱) کی تلاوت فرماتے رہے، یہاں تک کہ سینے کی کھال تک اُتاری گئی اور اُن کے صبر و اِستقامت میں لغزش نہیں آئی۔ بالآخر کھال کھینچنے والے یہودی کو ان پر ترس آیا اور اُس نے دِل کی جگہ چھری گھونپ کر ان کا قصہ تمام کر دیا۔ کھال اُتارنے کے بعد اس میں بھوسہ بھرا گیا اور بھوسہ بھری کھال کو سولی پر لٹکایا گیا۔ رحمه الله تعالیٰ۔" (۲)

(۱) الاحزاب: ۳۸

(۲) الذهبی، سیر الاعلام، ص: ۱۴۸، ۱۴۹، ج: ۱۶

یہ اِسماعیلیوں کی سفاکی و بربریت کی ایک مثال ہے، جس کے پڑھنے سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں! اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسماعیلی خوں خواروں کے ہاتھوں کتنے علمائے حقانی نے جامِ شہادت نوش کیا ہوگا...!

حق تعالیٰ شانہٗ ان کے فتنہ سے اُمت کی حفاظت فرمائے۔ آمین! وللّٰہ الحمد أوّلًا و آخرًا!

''آغا خانیت'' علمائے اُمت کی نظر میں

مولانا قاری فیض اللہ چترالی۔ صفحات: ۱۴۵۔ ناشر: سوادِ اعظم اہلِ سنت، چترال پاکستان۔
پتا: دار العلوم تعلیم القرآن، سول کوارٹر، پشاور صدر۔

''مقدمہ''

آغا خانیوں کے جن عقائد کی بنا پر یہ کتاب شائع کی گئی ہے، ان کا خلاصہ کتاب میں موجود جناب مولانا مفتی ولی حسن خان صاحب ٹونکی (مفتیٔ اعظم پاکستان) کی تحریر میں اور اس کی کافی تفصیل کتاب میں موجود دار العلوم کراچی کے فتوے میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن آغا خانیوں کے بارہ میں چند ضروری مباحث کا ذکر کردینا ضروری ہے، تاکہ قارئین کو آغا خانی مذہب کے بارہ میں کافی حد تک بصیرت حاصل ہوسکے۔

۱:... آغا خانی سلسلۂ اِمامت:

اِسماعیلی مذہب میں سلسلۂ اِمامت کو کلیدی حیثیت ہے، ان کے نزدیک حاضر اِمام کا فیصلہ ناطق ہے، اس لیے سب سے پہلے ان کے سلسلۂ اِمامت پر نظر ڈالنا ضروری ہے، ان کے یہاں اَئمہ کا سلسلہ حسبِ ذیل ہے:

۱:... حضرت علی رضی اللہ عنہ	۴۹ھ
۲:... حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما	۶۱ھ
۳:... حضرت زین العابدین علیؒ بن حسینؒ	۹۴ھ
۴:... حضرت محمد باقرؒ	۱۱۴ھ
۵:... حضرت جعفر صادقؒ	۱۴۸ھ

حضرت جعفر صادقؒ کے بعد فرقۂ اِمامیہ میں مسئلۂ اِمامت پر اِختلاف ہوا، فرقۂ اثنا عشریہ نے حضرت جعفر صادقؒ کے صاحب زادے حضرت موسیٰ کاظمؒ کو اِمام مانا، اور اِسماعیلی آپ کے بڑے صاحب زادے

حضرت اسماعیل بن جعفر صادقؒ کی امامت کے قائل ہوئے۔ جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب ''تاریخ فاطمینِ مصر'' میں ''عام مؤرخین کی غلطیاں'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

''جہاں کہیں عام مؤرخین نے سلسلۂ نسلِ ائمہ کا ذکر کیا ہے، وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امامِ اوّل بتایا ہے اور اس طرح سلسلہ قائم کیا ہے:

ا:...حضرت امام علیؓ۔ ۲:...امام حسنؓ۔ ۳:...حسینؓ۔ ۴:...امام علی زین العابدینؒ۔ ۵:...محمد الباقرؒ۔ ۶:...امام جعفر صادقؒ۔ ۷:...امام اسماعیلؒ۔ اس طرح امام اسماعیلؒ کو ساتواں امام شمار کیا ہے، حالانکہ حضرت علیؓ عقائدِ اسماعیلیہ کے مطابق امامِ اوّل نہیں ہیں، اسماعیلیوں کے ہاں امامت کا سلسلہ حضرت امام حسنؓ سے شروع ہوتا ہے، حضرت علیؓ تو اساس اور وصی ہیں۔ البتہ فرقۂ اثناعشریہ نے حضرت علیؓ کو بھی ائمہ کے سلسلہ میں شریک کیا ہے، اس طرح ان کے عقیدہ کے مطابق بارہویں امام محمد المنتظر ہیں۔ مؤرخین نے اسی پر قیاس کر کے ائمۂ فرقۂ اسماعیلیہ کے سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی امامِ اوّل قرار دے دیا۔ لیکن اسماعیلیہ کے عقیدہ کی رُو سے یہ بالکل غلط ہے، ان کے ہاں حضرت امام حسنؓ پہلے امام ہیں اور ساتویں امام اسماعیل کے فرزند محمد ہیں۔ جو ''سابع الطلقاء'' کہے جاتے ہیں، اسماعیلی عقائد کا بڑا دارومدار اس عدد پر ہے۔

لیکن آغا خانی ائمہ کی مستند تاریخ جو ''نورِ مبین'' کے نام سے آغا خاں ثالث کے دور میں لکھی گئی اور تاریخ ائمۂ اسماعیلیہ جو حال ہی میں خود آغا خان کی طرف سے کراچی سے شائع ہوئی ہے، ان میں امامِ اوّل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیا گیا ہے اور امامِ دوم حضرت حسینؓ کو، حضرت حسنؓ کو سلسلۂ ائمہ میں سرے سے لیا ہی نہیں گیا، چنانچہ ''نورِ مبین'' کی عبارت درج ذیل ہے:

''حضرت امام حسین (سنِ امامت از: ۴۰ھ تا ۶۱ھ کوفہ کی مسجد میں جب حضرت علی کو عبدالرحمٰن بن ملجم نے شہید کیا تو مسندِ امامت پر حضرت امام حسین جلوہ افروز ہوئے۔''(۱)

''تاریخ ائمۂ اسماعیلیہ'' کی عبارت درج ذیل ہے:

''حضرت امام حسین دورِ امامت ۴۰ھ تا ۶۱ھ-۶۶۱ء تا ۶۸۰ء حضرت علی کی شہادت کے بعد ۲۱ رمضان ۴۰ھ/ ۲۸ جنوری ۶۶۱ء کو حضرت امام حسین مسندِ امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔''(۲)

جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب نے ''تاریخ فاطمینِ مصر'' میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ

(۱) ص:۴۸-۴۹ (۲) ص:۱۱۶-۱۱۷، ج:۱

یہ ہے کہ اِمام جعفر صادقؒ کے ترتیب عمر کے لحاظ سے سات بیٹے تھے: ۱:...اسمٰعیل،۲:...عبداللہ، افطع، ۳:...موسیٰ کاظم،۴:...محمد معروف بہ دیباج،۵:...اسحٰق،۶:...عباس،۷:...علی عریضی۔

اَوّل الذکر چاروں نے اِمامت کا دعویٰ کیا، جس سے متعدّد فرقے پیدا ہوگئے، ان میں مشہور اور اہم فرقۂ اِسماعیلیہ اور فرقۂ موسویہ ہے۔ اِسماعیلیہ؛ اِمام جعفر صادقؒ کے بعد حضرت اسماعیل کی اِمامت کے قائل ہیں، اور اثناعشری یا موسوی؛ حضرت موسیٰ کاظم کو اِمام مانتے ہیں۔ اسماعیلیوں کا کہنا ہے کہ حضرت اسمٰعیل: حضرت اِمام جعفرؒ کے بڑے صاحب زادے تھے، اِمام جعفرؒ نے ان کی اِمامت پر نص کی تھی، اور اسمٰعیل کی والدہ کی موجودگی میں انہوں نے نہ کوئی نکاح کیا، نہ لونڈی خریدی، لہٰذا وہی اِمام ہیں۔ اثناعشریوں کا کہنا ہے کہ: اسمٰعیل پر اِمام جعفرؒ نے نص ضرور کی تھی، مگر ان کا اِنتقال باپ کی موجودگی میں ہوگیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کو بدا ہوگیا (یعنی رائے بدل گئی) اور اِمامت موسیٰ کاظم کی طرف منتقل ہوگئی۔

علامہ مجلسی کی روایت کے مطابق اِمام جعفر صادقؒ نے اسمٰعیل کو اپنا جانشین بنایا تھا، لیکن ایک موقع پر اُنہوں نے شراب پی لی، تو اُن کے والد برافروختہ ہوگئے اور اُن کو معزول کرکے اِمامت موسیٰ کاظم کو منتقل کردی، مگر فرقۂ اِسماعیلیہ نے اس کو نہیں مانا۔ اسمٰعیل بن جعفر کے بارہ میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اُن کا اِنتقال والد کی زندگی میں ہوگیا تھا، اور دوم یہ کہ اُن کا اِنتقال نہیں ہوا تھا، مگر تقیہ کے طور پر وہ رُوپوش ہوگئے تھے، اور اپنی موت مشہور کرادی تھی، تاکہ قتل سے بچ جائیں۔ (۱)

بہرحال اسماعیلی؛ حضرت جعفر صادقؒ کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے اسمٰعیل کو چھٹا اِمام مانتے ہیں اور یہاں سے اُن کے اَئمہ کا دورِ ستر شروع ہوتا ہے، اس دور میں ان کے حسبِ ذیل پانچ اِمام ہوئے:

۶:...حضرت اسمٰعیل بن جعفر صادقؒ	۱۵۸ھ
۷:...حضرت محمد بن اسمٰعیل المکتوم	۱۹۷ھ
۸:...عبداللہ بن محمد وصی احمد	۲۱۲ھ
۹:...احمد بن عبداللہ تقی محمد	۲۲۵ھ
۱۰:...حسین بن احمد رضی عبداللہ	۲۶۸ھ

دورِ ظہور:

حسین بن احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے ۲۹۷ھ میں مغرب (افریقہ) میں حکومت قائم کرلی اور ''المہدی'' کا لقب اختیار کیا، یہاں سے بقول اُن کے اَئمہ کا دورِ کشف شروع ہوتا ہے۔ عبداللہ المہدی کی

(۱) تلخیص تاریخ فاطمیین مصر، ص:۳۹ تا ۴۱، ج:۱

قائم کی ہوئی سلطنت ۳۶ء۴ھ تک افریقہ میں اور ۳۸۵ھ سے ۵۶۷ھ تک مصر پر رہی۔ ان خلفاء کو خلفائے عبیدیین یا فاطمین کہا جاتا ہے اور اُن کی فہرست یہ ہے:

	ولادت	آغازِ حکومت	وفات
۱۱:...عبیداللہ المہدی	۱۲رشوال ۲۶۰ھ	۲۹۷ھ	—
۱۲:...ابوالقاسم محمد القائم بأمراللہ	۲۷۵ھ	۳۲۲ھ	۱۳رشوال ۳۳۴ھ
۱۳:...ابوطاہر اسمٰعیل المنصور باللہ	۳۰۲ھ	۳۳۴ھ	۲۸رشوال ۳۴۱ھ
۱۴:...ابوتمیم معد المعز لدین اللہ	۳۱۹ھ	۳۴۱ھ	۱۱رربیع الثانی ۳۶۵ھ
۱۵:...ابومنصور نزار العزیز باللہ	۳۴۴ھ	۳۶۵ھ	۱۲ررمضان ۳۸۶ھ
۱۶:...ابوعلی الحسین الحاکم باللہ	۳۷۵ھ	۳۸۶ھ	۲۷رشوال ۴۱۱ھ
۱۷:...ابومعد علی الظاہر لاعزاز دین اللہ	۳۹۵ھ	۴۱۱ھ	شعبان ۴۲۷ھ
۱۸:...ابوتمیم معد المستنصر باللہ	۴۲۷ھ	۴۲۷ھ	۴۸۷ھ

مستنصر باللہ اسماعیلیوں کے اٹھارویں اِمام تھے، اُن کے اِنتقال کے بعد اُن کی جانشینی کے مسئلہ پر اِختلاف پیدا ہوا، مستنصر کے امیر الجیوش افضل نے ان کے چھوٹے لڑکے مستعلی کو اس کا جانشین بنادیا، اس کے بڑے بیٹے نزار نے اس کی اِمامت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ خود اِمامت کا مدعی ہوا۔

حسن بن صباح جو اُس زمانہ میں بہت بڑا اسماعیلی داعی تھا، اُس نے نزار کی حمایت کی، یہاں سے اسماعیلیوں کی دو شاخیں ہوگئیں۔ ایک ''نزاریہ'' کہلائی اور دُوسری ''مستعلیہ''۔ نزار نے مصر سے بھاگ کر اسکندریہ پر اپنی حکومت قائم کرلی اور ''المصطفیٰ لدین اللہ'' کا لقب اختیار کیا۔ امیر الجیوش افضل نے اس کے مقابلہ میں لشکر بھیجا، جس کو نزار کے مقابلہ میں ہزیمت اُٹھانی پڑی، ایک سال کے بعد پھر ایک لشکر بھیجا، اس دفعہ نزار کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار کر کے قاہرہ لے جایا گیا، مستعلی نے نزار کو دو دیواروں کے بیچ میں کھڑا کر کے اُس پر دیواریں چنوادیں اور ایک روایت یہ ہے کہ اُس کو قید کردیا، جس کے بعد وہ اس چار دیواری سے باہر نہیں نکل سکا اور ۴۹۰ھ میں اِنتقال کیا۔

اگرچہ نزار کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی، مگر اس کے حامیوں نے اس کی دعوت جاری رکھی، جس کے نتیجہ میں حسن بن صباح نے قلعہ الموت پر نزاری حکومت قائم کردی، کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح نے نزار کے بیٹے ہادی کو مصر سے بلاکر اس کے باپ نزار کی مسندِ اِمامت پر بٹھایا اور یہ حکومت تقریباً ڈیڑھ سو سال تک جاری رہی۔ مستنصر کے بعد نزاریوں کے مندرجہ ذیل اِمام ہوئے:

	وفات
۱۹:...نزار بن مستنصر	۴۹۰ھ
۲۰:... ہادی بن نزار	۵۳۰ھ
۲۱:...مہدی بن ہادی	۵۵۲ھ
۲۲:...قاہر بن مہدی	۵۵۷ھ
۲۳:...حسن علی ذکرہ سلام	۵۶۱ھ
۲۴:...علی محمد	۶۵۳ھ
۲۵:...جلال الدین حسن	۶۱۸ھ
۲۶:...علاء الدین محمد	۶۵۳ھ
۲۷:...رکن الدین خورشاہ	۶۶۴ھ

رُکن الدین کے دور میں قلعۃ المُوت کو تاتاریوں نے تاراخت کردیا اور رکن الدین کو قتل کردیا، جس سے نزاری اِقتدار کا خاتمہ ہوا، اور نزاری اِماموں کا مرکز الموت اِیران منتقل ہوگیا۔ کہا جاتا ہے اس دور میں ان کے مندرجہ ذیل امام ہوئے:

	اِمامت	وفات
۲۸:...شمس الدین	۶۵۴ھ	۷۱۰ھ
۲۹:...قاسم شاہ	۷۱۰ھ	۷۷۱ھ
۳۰:...اسلام شاہ	۷۷۱ھ	۸۲۷ھ
۳۱:...محمد بن اسلام شاہ	۸۲۷ھ	۸۲۸ھ
۳۲:...مستنصر باللہ دوم	۸۶۸ھ	۸۸۰ھ
۳۳:...عبدالسلام	۸۸۰ھ	۸۹۹ھ
۳۴:...شاہ غریب مرزا	۸۹۹ھ	۹۰۲ھ
۳۵:...ابوذر علی	۹۰۲ھ	۹۱۵ھ
۳۶:...مراد مرزا	۹۱۵ھ	۹۲۰ھ
۳۷:...ذوالفقار علی	۹۲۰ھ	۹۲۲ھ
۳۸:...نورالدین علی	۹۲۲ھ	۹۵۷ھ

	امامت	وفات
۳۹:...خلیل اللہ علی	۹۵۷ھ	۹۹۳ھ
۴۰:...نزار دوم	۹۹۳ھ	۱۰۳۸ھ
۴۱:...سید علی	۱۰۳۸ھ	۱۰۷۱ھ
۴۲:...حسن علی	۱۰۷۱ھ	۱۱۰۶ھ
۴۳:...قاسم علی شاہ	۱۱۰۶ھ	۱۱۴۳ھ
۴۴:...ابوالحسن علی	۱۱۴۳ھ	۱۱۹۴ھ
۴۵:...خلیل اللہ علی دوم	۱۱۹۴ھ	۱۲۲۳ھ

''آغاخان'' کا لقب

خلیل اللہ علی ایک شورش میں قتل کردیے گئے، جس پر اِسماعیلیوں کی طرف سے شورشیں شروع ہوگئیں، اِیران کے بادشاہ فتح علی قاچار نے اسماعیلیوں کو مطمئن کرنے کے لیے خلیل اللہ کے دوسالہ لڑکے حسن علی کو ''آغاخان'' کا لقب دیا اور اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی، لیکن فتح علی کی وفات کے بعد حسن علی آغاخان کو اِیران میں مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے اپنا مستقر اِیران کے بجائے ہندوستان بنالیا اور بمبئی میں سکونت اِختیار کی۔ یہاں سے اِسماعیلی اِماموں کے نام کے ساتھ ''آغاخان'' کا لقب شروع ہوا۔

۴۶:...آغاخان اَوّل: حسن علی	۱۲۹۸ھ
۴۷:...آغاخان دوم: علی شاہ	۱۳۰۲ھ
۴۸:...آغاخان سوم: سلطان محمد شاہ	۱۳۷۶ھ
۴۹:...آغاخان چہارم: کریم شاہ	حاضر اِمام

تبصرہ

اُوپر بتایا جاچکا ہے کہ اسماعیلی مذہب کی بنیاد سلسلۂ اِمامت پر قائم ہے، اِس لیے تمام قارئین کو خصوصاً اسماعیلی مذہب سے منسلک حضرات کو فہم واِنصاف کے ساتھ چند اُمور پر غور کرنے کی دعوت دی جاتی ہے:

۱:...حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کیوں نہیں لیا گیا؟

میں اُوپر ''نورِ مبین'' اور ''تاریخ اَئمۂ اِسماعیلیہ'' کے حوالوں سے بتاچکا ہوں کہ آغاخانی حضرات؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جانشین اور اِمام ثانی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اُصول یہ ہے کہ اِمام کا فرزندِ اکبر تختِ اِمامت کا مالک ہوتا ہے، اِس اُصول کے تحت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ کا مسند نشین تسلیم کرنا چاہیے تھا، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد مسندِ خلافت کے وہی وارث ہوتے اور اُن کی وفات کے بعد ان کے فرزندِ اکبر کو اُن کا جانشین ہونا چاہیے تھا۔ غرض یہ کہ سلسلۂ امامت حسنی ہونا چاہیے تھا نہ کہ حسینی! لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ آغاخانیوں نے حضرت حسنؓ اور اُن کی اولاد کو سلسلۂ اِمامت میں داخل کرنے کے لائق نہیں سمجھا؟ اس کی وجہ کہیں یہ تو نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہوگئے تھے اور ان کے اس قصور کی سزا اُنہیں یہ دی گئی کہ اُنہیں اور اُن کی اولاد کو اِمامت سے معزول کردیا گیا؟ پھر کیا یہ معقول ہے کہ اِمام تو چھوٹا بھائی ہو، لیکن خلافت کا مستحق بڑے بھائی کو تصوّر کیا جائے؟ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ نظریۂ اِمامت نام کی کوئی چیز حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہیں تھی۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ حضرت علیؓ اپنے فرزندِ اکبر کو اپنا جانشین نہ بناتے اور نہ حضرت حسینؓ اپنے برادرِ اکبر کی موجودگی میں خود مدعیٔ اِمامت بن بیٹھتے۔ الغرض! اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو اِسماعیلی سلسلۂ اِمامت کی پہلی بسم اللہ ہی غلط ہے۔

۲:... حضرت اسمٰعیل بن جعفر کی اِمامت:

سلسلۂ اِمامت میں اِمام جعفر صادقؒ کے فرزندِ اکبر حضرت اسمٰعیل بن جعفر کو چھٹے اِمام کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اسماعیلی مذہب انہی کی طرف منسوب ہے اور ان کا سن وفات ۱۵۸ھ ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ تاریخی طور پر حضرت اسمٰعیل کی اِمامت کا مسئلہ قطعاً مشکوک ہے۔ خیرالدین زرکلی "الاعلام" میں لکھتے ہیں:

"ولیس فیما بین ایدینا من کتب التاریخ ما یدل علیٰ انہ کان فی حیاتہ شیئًا مذکورًا۔ توفی فی حیاۃ والدہ وفی الاسماعیلیۃ من یریٰ ان اباہ اظہر موتہ تقیۃ حتیٰ لا یقصدہ العباسیون بالقتل۔"(۱)

"اور ہمارے سامنے تاریخ کی جتنی کتابیں ہیں، ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو یہ بتاتی ہو کہ وہ اپنی زندگی میں قابلِ ذکر چیز تھے، اُن کا اِنتقال اُن کے والد کی حیات ہی میں ہوگیا تھا اور اِسماعیلیوں میں سے بعض کی رائے ہے کہ اُن کے باپ نے تقیہ کے طور پر ان کی موت ظاہر کردی، تاکہ عباسی ان کے قتل کا قصد نہ کریں۔"

جس شخصیت کے بارہ میں قطعیت کے ساتھ یہ بھی نہ کہا جاسکے کہ وہ پانچویں اِمام (جعفر صادقؒ) کے

(۱) ص:۳۱۱، ج:۱

بعد زندہ تھے، نہ اس کا کوئی تاریخی ریکارڈ ہی موجود ہو، ایسی مشکوک وموہوم چیز پر ایمان کی بنیاد رکھنا اہلِ عقل سمجھ سکتے ہیں کہ کس حد تک صحیح ہے...؟

۳:.... أئمہ مستورین:

امام اسمٰعیل بن جعفر کے بارہ میں تو صرف یہی بات مشکوک تھی کہ آیا ان کا سلسلۂ حیات اُن کے والد ماجد کی وفات کے بعد تک دراز رہا یا نہیں؟ لیکن اس امر میں کسی اسماعیلی کو بھی اختلاف نہیں کہ وہ اپنے باپ کی حیات ہی میں رُوپوش ہوگئے تھے، صرف عوام ہی سے نہیں بلکہ معدودے چند افراد کے سوا ان کے خاص مریدوں کو بھی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ یہی حال ان کے بعد کے أئمہ مستورین کا رہا، یہی وجہ ہے کہ اُن کے شجرۂ نسب میں بھی اختلافات رُونما ہوئے۔(۱)

اُس دور میں نہ کسی کو ائمہ کے نام کا صحیح علم تھا، نہ ان سے تعارف تھا، نہ ان کی تعلیمات سے آگاہی تھی۔ جو لوگ اپنے آپ کو "ائمہ کے داعی" کی حیثیت سے پیش کر کے اہلِ بیت کے نام پر دعوت دیتے تھے، وہ ائمہ کے معتقدین کو جیسی چاہتے تھے تعلیم دیتے تھے، نہ ان کے بارہ میں کسی کو یہ معلوم تھا کہ وہ واقعتا امام کی طرف سے مقرر کردہ داعی ہے، یا اس نے محض لوگوں کو راستہ سے بہکانے کے لیے ائمہ اہلِ بیت کی آڑ لے رکھی ہے!

الغرض! اس دورِ ستر میں داعیوں کی طرف سے جو تعلیم پیش کی جاتی، اسماعیلی عوام کے پاس اس کے سچ اور جھوٹ کے درمیان اِمتیاز پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، بلکہ داعی کی چرب زبانی ہی اسماعیلی عوام کے لیے یقین و ایمان کا واحد معیار تھی۔ امام تو خیر اسماعیلی عقیدہ میں معصوم ہوتے ہی ہیں، لیکن انصاف کرنا چاہیے کہ غیر معصوم داعیوں کے بیانات اور ان کے بلند بانگ دعووں پر ایمان لانا کہاں تک صحیح ہے...؟

ائمہ کے داعی محض اپنی اغراض کے لیے زمین و آسمان کے قلابے کس طرح ملاتے تھے؟ اُس کی ایک واضح مثال مختار بن ابی عبید ثقفی کذّاب کی شخصیت ہے۔ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ اور اس کے اطراف میں حضرت علیؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت محمد بن حنفیہؒ کے نام سے دعوت دی۔ یہاں تک کچھ علاقوں پر اپنی حکومت قائم کرلی وہ حضرت محمد بن حنفیہؒ کو مدعیٔ امامت قرار دے کر نہایت غلط تعلیم ان کے حوالہ سے پیش کرتا تھا۔ اور حضرت کے جعلی خطوط لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا، حالانکہ حضرت محمد بن حنفیہؒ مدینہ طیبہ میں موجود تھے اور وہ مختار کی دعوت سے منکر تھے، اس کے باوجود اسے جھوٹ پھیلانے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ ائمہ مستورین کی حالت ایسی تاریکی میں تھی کہ نہ عوام کو اُن کا نام معلوم، نہ اُن کے

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: "تاریخ فاطمین مصر"، فصل: ۵-۶

مقام کا پتا، نہ اُن سے رابطہ کی کوئی صورت، نہ داعیوں کے دعووں اور اُن کی تعلیمات کے صدق وکذب کو جانچنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ ایسی تاریکی میں داعیوں نے اُن کی طرف جو کچھ منسوب کردیا، اُس پر آنکھیں بند کرکے ایمان لانے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ یہ اسماعیلی سلسلۂ اِمامت میں ایسا جھول ہے، جسے کوئی شخص بقائمی فہم واِنصاف نظر انداز نہیں کرسکتا۔ اور کوئی شخص جس کو مذہب کی قدر وقیمت معلوم ہو، ایسی مشکوک چیزوں پر اِیمان لاکر اپنی عاقبت خطرہ میں نہیں ڈال سکتا...!

۴:...میمون قداح:

حضرت اسمٰعیل بن جعفر اور ان کے صاحب زادے محمد المکتوم کے دور میں میمون قداح اور عبداللہ بن میمون اسماعیلی مذہب کے بہت بڑے داعی ہوگزرے ہیں۔ اسماعیلی تاریخیں ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہیں۔ ''نورِ مبین'' میں ہے:

> ''عبداللہ بن میمون ایک جلیل القدر داعی تھے، آپ سلمان الفارسی کی نسل سے تھے اور جید عالم تھے، عبداللہ بن میمون اور اُن کے والد ابومیمون حضرت اِمام جعفر صادق کے عاشق تھے اور ساری زندگی ان کی غلامی میں بسر کی، اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ داعیٔ کبیر کے درجہ کو پہنچے اور اسماعیلی مذہب کے درجہ ''باب'' سے بھی مشرف ہوئے۔''(۱)

واقعتاً اسماعیلی مذہب کے بانی یہی دونوں باپ بیٹا (عبداللہ اور اس کا باپ میمون) ہیں، جیسا کہ اُوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل بن جعفر صادق اپنے والد کی زندگی میں فوت ہوگئے ہوں یا رُوپوش ہوگئے ہوں، بہرحال! عام لوگوں کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا، نہ انہوں نے اسماعیلی عقائد کی تعلیم دی، بلکہ جس طرح حضرت علیؓ کے صاحب زادے حضرت محمد بن حنفیہ کی طرف خود ان کی زندگی میں مختار بن ابی عبید ثقفی غلط عقائد گھڑ گھڑ کر منسوب کیا کرتا تھا، اس طرح حضرت اسمٰعیل کی رُوپوشی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے باطنی عقائد کا ایک طومار گھڑ کر جس شخص نے اُن کی طرف منسوب کیا، وہی دراصل اسماعیلی مذہب کا بانی ہے۔ جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب لکھتے ہیں:

> ''مہدی کی نسبت عبداللہ بن میمون القداح کی طرف اور اس کا سبب:
> اکثر مؤرّخین نے مہدی کو عبداللہ بن میمون القداح کی طرف منسوب کیا ہے ان کی مختلف روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ: میمون ایران کا ایک باشندہ تھا، جس کے باپ کا نام دیصان تھا، یہ شخص مختلف ادیان ومذاہب کے اُصول سے خوب واقف تھا، اس نے زنادقہ کی تائید میں ''کتاب المیزان'' لکھی ہے،

(۱) ص:۱۲۸

جس کے پڑھنے سے آدمی لامذہب ہو جاتا ہے، یہ ظاہر میں اپنے مریدوں سے محمد بن اسمٰعیل کے نام پر بیعت لیتا تھا، لیکن حقیقت میں یہ خود ملحد و زندیق تھا، آخرت کا قائل نہ تھا، اس کا جانشین اس کا بیٹا عبداللہ ہوا، جس نے اپنے باپ سے اَسرارِ دعوتِ اسماعیلیہ سیکھے، اس نے اپنا پیشہ آنکھوں کا معالجہ اختیار کیا، اس لیے یہ ''قداح'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اسی نے دعوتِ اسماعیلیہ کے نو مدارج فری میسنری کے مدارج کے مانند مرتب کیے، جن کو سلسلہ سے طے کرنے کے بعد آدمی معطل اور اِباحی بن جاتا ہے، یعنی اعمالِ شریعت چھوڑ دیتا ہے اور محرمات کو مباح سمجھتا ہے۔ یہ اپنے وطن ''قوزح العباس'' سے جو اہواز میں ایک موضع ہے، عسکر مکرم کو روانہ ہوا، جہاں اس نے اپنے باپ کی طرح اپنا کفر چھپانے کے لیے تشیع ظاہر کیا، اس حیلہ سے اُس نے بڑی شہرت حاصل کی اور زرِ کثیر بھی جمع کیا، یہاں کے شیعہ باشندوں پر جب اُس کا راز کھل گیا تو وہ بصرہ ہوتا ہوا سلمیہ پہنچا، جسے اُس نے اپنا مستقر بنایا، مہدی کے ظاہر ہونے تک یہ اور اِس کے جانشین یہیں رہے، عبداللہ کے اِنتقال کے بعد اس کے لڑکے احمد نے اس کی جگہ لی۔''(۱)

علامہ محمد فرید وجدی ''دائرۃ المعارف'' میں لکھتے ہیں:

"واصبحت فی القرن الثانی الهجری علیٰ وشک الانحلال الّا انه ظهر رجل مدلس اسمه عبدالله بن میمون من فارس مملوءً آمالاً واقدامًا فاراد ان یستخدم الاسمٰعیلیة لأغراضه فادعی انه شیعی غیور وهو فی الحقیقة دهری لا یعتقد بشیٔ واسّس بین الاسمٰعیلیة جمیعة سریة واستعمل لذلک من الدهاء والحیل ما لا مذید علیه ورتبها علیٰ تسعة رتب لا یرقیٰ احد من رتبته الیٰ ما فوقها الا بالاستعداد والاهلیة."(۲)

ترجمہ: ''دُوسری صدی ہجری میں اسماعیلی مذہب کا شیرازہ بکھرنے کے قریب تھا، مگر ایک مکار شخص جس کا نام عبداللہ بن میمون تھا، فارس سے ظاہر ہوا، جو آرزوؤں اور اقدامات سے بھرا ہوا تھا، اُس نے اسماعیلیت کو اپنی مقصد براری کا ذریعہ بنانا چاہا، پس اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ غیور شیعہ ہے، حالانکہ وہ خالص دہریہ تھا، کسی چیز پر عقیدہ نہیں رکھتا تھا، اُس نے اسماعیلیوں کی ایک خفیہ تنظیم بنائی اور اس کے لیے ایسے مکر و فریب اور حیلوں سے کام لیا، جن پر اضافہ نہیں ہوسکتا تھا، اور اُس نے اسماعیلی دعوت کے

(۱) تاریخ فاطمیین مصر ص: ۷۶-۷۷، ج:۱

(۲) دائرۃ المعارف القرن العشرین ص: ۲۴۸، ج:۱

بالترتیب نو مدارج قائم کیے کہ کوئی شخص نیچے سے اُوپر کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا تھا، جب تک کہ اس میں اس کی خاص اِستعداد اور صلاحیت نہ ہو۔'' (ان مدارج کی تفصیل آگے آتی ہے- ناقل)

مسندالہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی ''تحفۂ اثناعشریہ'' کے پہلے باب میں اسماعیلی مذہب کے بانی کی حیثیت سے عبداللہ بن میمون القداح کا تذکرہ کیا ہے، حضرت شاہ صاحب اس شخص کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''واین عبداللہ بن میمون قداح شخصے بود ملحد وزندیق ودشمن اسلام میخواست کہ در دین فساد نماید، قابونمی یافت، اکنوں او را نان در روغن افتاد، بدستور عبداللہ بن سبا کہ اصل ومنشا تشیع است۔''(۱)

ترجمہ: ''یہ عبداللہ بن میمون قداح بڑا ملحد اور زندیق، دُشمن دِین واسلام کا تھا، مدّت سے چاہتا تھا کہ اس دِین میں فساد ڈالے، مگر قابو میں نہیں پاتا تھا، اس وقت اس کو خوب گھی چُری روٹی مل گئی اور مراد حاصل ہوئی۔ مثل عبداللہ بن سبا کے، کہ اصل ومنشا مذہب تشیع کا ہے۔''(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اسماعیلی مذہب کی تعلیم نہ تو حضرت اِمام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے اور نہ ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل بن جعفر کی طرف! اس مذہب کا اصل بانی میمون اور اس کا بیٹا عبداللہ بن میمون القداح ہے۔

۴:...کیا خلفائے فاطمین کا نسب صحیح تھا؟

اسماعیلی فرقہ مغرب اور مصر کے خلفائے عبیدیین کا نسب ائمۂ مستورین کے ذریعہ اہلِ بیت سے ملاتا ہے، لیکن جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ اکثر مؤرّخین ان کا نسب میمون قداح مجوسی سے ملاتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب ''تاریخ فاطمینِ مصر'' میں موافق اور مخالف آرا پر طویل بحث کے بعد خود خلفائے عبیدیین کے طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خود فاطمین اور اُن کے مشہور داعیوں کی مسئلۂ نسب کی طرف عدم توجہ:

ان تمام مباحث کے بعد اَب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ خود فاطمین یا ان کے عہد کے مشہور داعیوں نے اثباتِ نسب میں کیا حصہ لیا؟ متعدّد دفعہ ظہور کے زمانہ میں نسب کا سوال اُٹھایا گیا، لیکن کسی اِمام نے اِطمینان بخش جواب نہ دیا، یہ لوگ کبھی اتنی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ اپنا نسب منبر یا کسی مجمع میں بیان

(۱) تحفۂ اثناعشریہ ص:۸، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور۔
(۲) ہدیہ مجیدیہ، ترجمہ تحفۂ اثناعشریہ ص:۱۵، مطبوعہ: میر محمد کتب خانہ، مرکز علوم، کراچی۔

کریں۔(۱) معز سے مصر میں داخل ہونے کے بعد کسی امیر نے پوچھا: آپ کا نسب کیا ہے؟ اس کے جواب میں معز نے ایک جلسہ منعقد کیا اور اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا: "یہ میرا نسب ہے!" پھر اُس نے سونا حاضرین پر نثار کر کے کہا: "یہ میرا حسب ہے!"(۲) اسی طرح عزیز سے بھی پوچھا گیا، لیکن اس نے خاموشی اختیار کی۔(۳) عضدالدولہ (بویہی) نے عزیز سے اس کا نسب دریافت کیا، عزیز نے اپنے قاضی اِبنِ نعمان کے ذریعہ جو اُس وقت دعوت کی انجمن کا صدر تھا، ایک نسب نامہ تیار کرا کے بغداد بھیجا، عضدالدولہ کے قاصد کو (جس کے ساتھ یہ نسب نامہ بھیجا گیا تھا) کسی نے اثنائے سفر میں زہر دے دیا، جس سے وہ مر گیا۔(۴) الغرض! یہ نسب نامہ بغداد نہ پہنچ سکا۔(۵) اُس زمانہ میں شہر دمشق میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے، اس میں ائمۂ مستورین کے اسماء کی جگہ ممتحنین یا مستضعفین جیسے الفاظ پڑھے جاتے تھے۔(۶) حاکم کے عہد میں اِبطالِ نسب کے لیے بنوعباس نے ایک محضر تیار کرایا، لیکن فاطمیین کی جانب سے کوئی تردید نہ ہوئی۔(۷)

زمانہ ظہور کے مشہور اسماعیلی داعیوں میں سے کسی نے اس امر کی طرف توجہ نہیں کی، قاضی القضاۃ داعی الدعاۃ نعمان بن محمد متوفی: ۳۶۳ھ نے اپنی تصانیف شرح الاخبار، کتاب المناقب والمثالب افتتاح الدعوۃ وغیرہ میں ائمۂ مستورین کا مطلق ذکر نہیں کیا، حالانکہ ان کتابوں میں امام جعفر صادقؑ تک کے ائمہ اور "ظہور" کے ائمۂ مہدی، قائم منصور اور معز کے تفصیلی حالات موجود ہیں، ہر کتاب اپنے زمانہ کے امام کی نظر سے گزر چکی ہے اور اُس پر اس کے دستخط ہو چکے ہیں، جیسا کہ اس کے مقدمہ سے ظاہر ہے۔ شرح الاخبار کے چودھویں جز میں جہاں اسمٰعیل کے اِنتقال کی خبر لکھی ہے، صرف اتنا لکھا ہے کہ: ایک فرقہ امامِ مذکور کے لڑکے محمد کی امامت کا قائل ہے، جو اُس وقت بالغ ہو چکا تھا۔(۸) اس مقام پر بھی داعیٔ مذکور نے بالکل سکوت اختیار کیا ہے، حالانکہ کتبِ مذکورہ کی تالیف کا زمانہ ظہور کا زمانہ تھا، تقیہ کا کوئی محل نہ تھا، پھر بھی اس نے اپنے منظوم تاریخی

(۱) اخوحسن محمد بن علی، اتعاظ الحنفاء: ۱۵
(۲) ترجمہ ابن طباطبا، ابن خلکان: ۱/۲۵۹
(۳) فصل ۱۵، عزیز کی سیرت اور اُس کا انتقال۔
(۴) اتعاظ الحنفاء: ۱۵
(۵) Waustenfeld. pg.144
(۶) اتعاظ الحنفاء: ۱۵
(۷) فصل: ۱۶، بنوفاطمہ کے نسب کو باطل کرنے کے لیے ایک محضر کی تیاری۔
(۸) شرح الاخبار: ۱۴-۱۵

ارجوزہ میں أئمۂ مستورین کے متعلق یہ لکھا ہے: "ولم یکن یمنعنی من ذکرھم الا احتفاظی بمصون سرّھم."[(۱)]

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اِمام مہدی کے ظہور سے لے کران کے بیٹے محمد (متوفی: ۳۳۴ھ) کے عہد یعنی تقریباً ۳۷ سال تک بھی نسب کا مسئلہ سربستہ راز تھا، اس کے بعد بھی نہ معلوم کب تک یہ مسئلہ معرضِ خفا میں رہا۔ قاضیٔ مذکور کی ایک دُوسری تصنیف "المجالس والمسائرات" جومعز (متوفی: ۳۶۵ھ) کے عہد میں لکھی گئی ہے، اس کی دُوسری جلد میں ایک روایت ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: معز کے پاس ایک شخص کسی داعی کی طرف سے ایک کتاب لایا، جس میں یہ درج تھا کہ کسی اِمام کے بعد اِمامت میمون القداح اور فلاں فلاں کی طرف منتقل ہوئی، اس کے جواب میں معز نے صرف اتنا کہا کہ سببِ اِمامت ہم سے منقطع نہیں ہوسکتا۔ میمون القداح مستودع تھا۔ اِمامت کا حقیقی مالک مستقر اِمام تھا۔[(۲)] اس اِمام کا نام نہیں بتایا نہ اس کے بعد کے اِماموں کا ذکر کیا۔ عجیب ترین امر یہ ہے کہ قاضیٔ مذکور نے اپنی مشہور فقہ کی کتاب "دعائم الاسلام" میں جو دُعائے تقرب لکھی ہے، اس میں اِمام جعفر صادقؒ کے نام کے بعد کسی اِمام کا نام نہیں پایا جاتا، حالانکہ یہ دُعا ہر نماز کے بعد عقیدت مندی سے پڑھی جاتی ہے اور بہت مبارک سمجھی جاتی ہے۔[(۳)]

قاضیٔ مذکور کے ''مولیٰ'' داعی جعفر بن منصور الیمن کی تصانیف بھی اس بحث سے معریٰ ہیں، اس کی ایک کتاب "الفرائض وحدود الدین" میں أئمۂ مستورین کا ذکر اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس سے بجائے یقین حاصل ہونے کے شک اور بڑھ جاتا ہے، خود مصنف نے اِقرار کیا ہے کہ مجھے سلسلہ سے مہدی کا کلام یاد نہیں رہا۔''[(۴)]

سب سے پہلی کتابیں جن میں أئمۂ مستورین کا ذکر ہے "تنبیہ الھادی والمستھدی" مصنفہ داعی حمید الدین الکرمانی اور استتار الامام مصنفہ داعی احمد بن ابراہیم ہیں، جو ظہور کے ایک سو پندرہ سال بعد کی

---

(۱) الارجوزہ المختارة: ۲: ۱۷۲-۱۷۳

(۲) المجالس والمسائرات: ۲/ ۲۵۶

(۳) اسی بنا پر مصنفِ "مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل" نے لکھا ہے کہ: قاضی نعمان بن محمد حقیقت میں اسماعیلی نہیں تھے، اس نے یہ حجت پیش کی ہے: "لو کان اسماعیلیا لذکر بعد جعفر الصادق اسمٰعیل بن جعفر ثم محمد بن اسمٰعیل الی امام عصرہ ولم یکن له داع الی الابھام إمّا باطنًا فلکونه معتقده وإمّا ظاھرًا فللموالقه لطریقة خلیفة عصرہ." اس سلسلہ میں "دعائم الاسلام" کی اور روایتیں بھی پیش کی گئی ہیں۔'' (الحاج مرزا محمد حسین النوری، مستدرک الوسائل: ۳/ ۳۱۳)

(۴) الفرائض وحدود الدین ص: ۱۶-۱۸

ہیں، ان میں بھی صرف أئمۂ مستورین کے نام ہیں۔نسب پر کوئی بحث نہیں کی گئی ہے، اِستتار الامام حال ہی میں قاہرہ میں چھپی ہے، اس کے شائع کرنے والے کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب تاریخ میں شمار نہیں کی جاسکتی اس میں جو باتیں پائی جاتی ہیں ان پر افسانوں کی رُوح غالب ہے،(۱) اس کا ذِکر ہم اِبتدا میں کرچکے ہیں۔

بحثِ نسب کا خلاصہ:

بحثِ نسب کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق اور عبداللہ بن میمون القداح دونوں کا وجود تاریخ سے ثابت ہے، جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔ ثبوت طلب امر حسب شجرۂ ذیل صرف اتنا ہے کہ دولتِ فاطمیہ کا پہلا اِمام مہدی محمد بن اسمٰعیل کی نسل سے ہے، نہ کہ عبداللہ بن میمون القداح کی نسل سے جو دعوتِ اسماعیلیہ کا صدر تھا، اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں عقیل بن ابی طالب کی ذُرّیت سے ہوں، یا جس کے بیٹے احمد نے جب اسے کافی قوت حاصل ہوگئی، تو یہ دعویٰ کیا کہ میں حضرت علی کی اولاد میں شامل ہوں، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے۔(۲)

۱-محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق-عبداللہ-احمد-حسین-المہدی۔

۲-میمون القداح (کفیل)-عبداللہ-احمد-حسین-المہدی۔

یہ بحث نہایت اہم ہے کیونکہ فاطمیین کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم حضرت فاطمہؓ کی ذُرّیت سے ہیں، اگر یہ أئمہ یا ان کے ہم عصر داعی کوئی مفصل رسالہ اس موضوع پر لکھتے تو مؤرخین میں اِختلاف نہ ہوتا۔

۵:...اِمام نزار کے بعد:

پہلے گزر چکا ہے کہ ۴۸۷ھ میں آٹھویں فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کے مسئلہ میں اِختلاف ہوا، آغا خانیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے نزار پر نص کی تھی، اس لیے وہی باپ کے جانشین تھے لیکن امیر افضل نے ایک سازش کے تحت ان کے چھوٹے بھائی احمد مستعلی کو تختِ خلافت پر بٹھادیا، اِمام نزار قاہرہ سے بھاگ کر اِسکندریہ چلے گئے، وہاں کے حاکم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اس طرح اِمام نزار نے اپنی الگ خلافت قائم کرلی اور ''المصطفیٰ لدین اللہ'' کا لقب اِختیار کیا، لیکن دو جنگوں کے بعد اِسکندریہ کے گورنر اور اِمام نزار کو امیر افضل قید کرکے قاہرہ لے گیا اور دونوں کو مروادیا۔

آغا خانیوں کا دعویٰ ہے کہ اِمام نزار کے بعد اِمامت قلعۃ الموت میں منتقل ہوگئی، اس سلسلہ میں دو روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ایک یہ کہ: اِمام نزار نے اپنا ایک بیٹا ہادی؛ حسن بن صباح کے سپرد کردیا تھا، جسے وہ

(۱) مقدمہ استتار الامام ص:۸۹

(۲) فصل:۶، میمون القداح اور محمد بن اسمٰعیل کا باہمی تعلق۔

الموت لے گئے۔ اور دُوسری روایت یہ کہ: حسن بن صباح کے زمانہ میں ابوالحسن سعیدی نامی کوئی شخص اِمام نزار کے بیٹے اِمام ہادی کو مصر سے الموت لایا۔ (۱)

لیکن اِمام نزار کے بعد سلسلۂ اِمامت کے مصر سے الموت منتقل ہونے کی داستان نہ صرف مشکوک ہے، بلکہ صاف نظر آتا ہے کہ بھولے بھالے اسماعیلیوں کو پھانسنے کے لیے یہ داستان تصنیف کی گئی ہے، اور مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر کوئی شخص اس کو عقل و اِنصاف کی روشنی میں تسلیم نہیں کرسکتا:

اوّل:... اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ اِمام نزار کے بعد اُن کے کسی وارث کو زندہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

دوم:... اِمام ہادی کے مصر سے الموت منتقل ہونے کی دونوں اسماعیلی روایتیں آپس میں متضاد ہیں، اور یہ تضاد بیانی غمازی کرتی ہے کہ یہ افسانہ خود تصنیف کر کے بھولے بھالے بے خبر اسماعیلیوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوم:... اسماعیلی آغاخانی عقیدہ کے مطابق اِمام نزار کے بعد مندرجہ ذیل اِمام ہوئے ہیں:

	ولادت	اِمامت
اِمام ہادی	۴۷۰ھ	۴۹۰ھ تا ۵۳۰ھ
اِمام مہتدی	×	۵۳۰ھ تا ۵۵۲ھ)
اِمام قاہر	×	۵۵۲ھ تا ۵۵۷ھ)
حسن علی ذکرہ سلام	×	۵۵۷ھ تا......

لیکن یہ دیکھتے ہیں کہ اس ستر سالہ طویل دور میں ہادی سے قاہر تک تینوں اِمام گوشۂ گمنامی میں فروکش ہیں، معاشرتی سرگرمیوں میں اُن کا کوئی عمل دخل نہیں۔ قلعۂ الموت کی اسماعیلی حکومت پر یکے بعد دیگرے حسن بن صباح (المتوفی: ۵۱۸ھ)، کیا بزرگ (المتوفی: ۵۵۳ھ)، محمد بن کیا بزرگ (المتوفی: ۵۵۷ھ) قابض نظر آتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب حکومت اسماعیلی ہے، تو اس ستر سالہ دور میں حسن بن صباح، کیا بزرگ اور محمد بن کیا بزرگ تختِ خلافت پر کیوں متمکن نظر آتے ہیں؟ اسماعیلی نزاری اِمام اگر واقعتاً موجود تھے تو اُن کو تین نسلوں تک رُوپوش رہنے کی کیا ضرورت تھی...؟

چہارم:... اصل قصہ یہ ہے کہ اسماعیلی عوام بے چارے ''اَئمہ'' کے نام سے بہلائے گئے ہیں، ورنہ ان کی (اسماعیلی عوام کی) رسائی اپنے اِمام تک کبھی نہیں ہوئی، ستر سال تک حسن بن صباح، کیا بزرگ اور محمد بن کیا نے اِماموں کے نام سے حکومت کی، لیکن جب محمد بن کیا کے بعد اس کا بیٹا حسن قلعۂ الموت کا حکمران بنا،

(۱) تاریخ اَئمہ اسماعیلیہ، ص:۱۲-۱۳، جلد سوم۔

تو اس نے ''حسن علی ذکرہ سلام'' کا لقب اختیار کر کے اپنا نسب نامہ امام نزار سے ملا دیا، گویا سیّد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اپنا نسب نامہ بھی لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا۔

تاریخ ائمۂ اسماعیلیہ کے مصنفین لکھتے ہیں:

''جہاں تک الموت کی اسماعیلی ریاست کی تاریخ کا تعلق ہے! ہمارے پاس کوئی ٹھوس اسماعیلی ماخذ نہیں ہے، جتنے بھی ابتدائی ماخذ ہیں، سب غیر اسماعیلی اور اسماعیلیوں کے مخالفین کے لکھے ہوئے ہیں۔ عطا ملک جوینی جس کی کتاب تاریخ جہاں گشا اس دور کا قدیم ترین ماخذ ہے، اس کے تعصب کا یہ عالم ہے کہ اسماعیلی ائمہ کے مبارک ناموں کے ساتھ گالیوں کا استعمال کرتا ہے، ان حالات میں الموت کے اسماعیلی ائمہ کی تاریخ کے متعلق صحیح اطلاعات کی تلاش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

جہاں تک حضرت امام حسن علی ذکرہ سلام کے نسب کا تعلق ہے، جوینی اور اس کے تبعین کا بیان ہے کہ آپ لوگوں میں محمد بن کیا بزرگ کے فرزند کی حیثیت سے مشہور تھے، لیکن محمد بن کیا بزرگ کی زندگی ہی میں آپ اپنے علم کی بدولت عوام میں بے حد مقبول ہو گئے تھے اور عوام سمجھ گئے تھے کہ یہ وہی امام ہیں جن کی پیشین گوئی سیّدنا حسن بن صباح نے کی تھی، جوینی کے مطابق جب اس کی اطلاع محمد بن کیا بزرگ کو ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ حسن میرا فرزند ہے اور نہ میں امام ہوں اور نہ میرا بیٹا امام ہے۔ مگر جب محمد بن کیا بزرگ کے بعد حسن مسندِ حکومت پر آئے تو انہوں نے پہلے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ایک داعی کی حیثیت سے پیش کیا، مگر بعد میں امام کی حیثیت سے متعارف کرایا اور کہا کہ میں نزار کی اولاد سے ہوں۔''(۱)

ان مصنفین کو اعتراف ہے کہ ان کے پاس کوئی اسماعیلی ماخذ نہیں، لیکن دُوسرے مؤرخین کے بیانات کو مبنی بر تعصب قرار دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی صحیح ماخذ ہی نہیں تو آپ بغیر سند اور حوالہ کے کیسے یہ ایمان رکھتے ہیں کہ ''حسن علی ذکرہ سلام'' واقعتاً امام نزار کی اولاد سے تھا؟ اور یہ کہ اس نے جو اپنا نسب نامہ لوگوں کے سامنے پیش کیا، محض اس کے کہہ دینے سے آپ کو اس پر کیسے یقین آگیا؟ آپ کے یہاں سلسلۂ امامت ایمان کی بنیاد ہے، اور آپ کے عقیدہ میں امام کی شخصیت اتنی اہم ہے کہ وہ خدا و رسول کے احکام منسوخ کر سکتا ہے، شریعت میں ترمیم و تنسیخ کر سکتا ہے، قرآنِ ناطق ہونے کی حیثیت سے اس کا حکم اور فیصلہ قرآنِ کریم سے بھی بالاتر ہے...... ایک طرف امام کے بھاری بھرکم منصب کو رکھیے اور دُوسری طرف یہ دیکھیے کہ آپ نے ایسی مجہول النسب شخصیتوں کو منصبِ امامت تفویض کیا، جن کے بارہ میں آپ کو خود بھی

(۱) تاریخ ائمۂ اسماعیلیہ، حصہ سوم صفحہ:۵۸

اِعتراف ہے کہ ہمارے پاس کوئی صحیح مأخذ موجود نہیں ہے۔

میں انسانی نفسیات سے واقف ہوں کہ بعد میں آنے والے اپنے باپ دادا کی لکیر سے ہٹنے کا سوچ ہی نہیں سکتے، اور نہ ہی کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ ان کے باپ دادا کو غلطی بھی لگ سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً ہندو کا لڑکا ہندو، سکھ کا لڑکا سکھ، فارسی کا فارسی، یہودی کا یہودی اور عیسائی کا عیسائی ہوتا ہے (الا ماشاء اللہ!) انہیں اپنے باپ دادا کی لائن سے ہٹ کر سوچنے کا خیال ہی نہیں آتا، اس نفسیات کے پیش نظر اسماعیلی بھائیوں کے سامنے خواہ کیسے ہی قطعی دلائل پیش کردیے جائیں، مگر وہ اپنے باپ دادا کی لائن سے ہٹنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ لیکن ہر صاحبِ عقل وشعور کو اس پر ضرور غور کرلینا چاہیے کہ جس چیز پر وہ اپنے دین وایمان کی بنیاد رکھتا ہے آیا وہ مشکوک تو نہیں...؟

۶:... آغاخانیوں کے موجودہ حاضر اِمام کریم آغاخان کے مادری حسب ونسب میں زیادہ دِلچسپ اور عبرت آموز باتیں ہیں، اُن کو یہاں ذکر کرکے ہم کتاب کے معیار کو گرانا نہیں چاہتے، تفصیل کے لیے دیکھیے: ''آغاخانیوں کے سیاسی عزائم؛ اہلِ وطن کے لیے ایک لمحہ فکریہ!''

۷:... آغاخانیوں کے نزدیک ''اِمام'' کا مرتبہ:

ایک طرف اسماعیلی ائمہ کے حسب ونسب میں سوطرح کے شکوک وشبہات ہیں، اور دُوسری طرف اسماعیلی عقائد میں ''حاضر اِمام'' کو معبود کا مرتبہ دیا گیا ہے، آغاخانی حضرات اللہ تعالیٰ کے بجائے ''حاضر اِمام'' کی عبادت کرتے ہیں۔ آغاخان سوم کہتے ہیں:

> ''میں براہِ راست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے تعلق رکھتا ہوں اور دو کروڑ مسلمانوں کی کثیر تعداد مجھ پر اِیمان رکھتی ہے، مجھے اپنا رُوحانی پیشوا مانتی ہے، مجھے خراج ادا کرتی ہے اور میری عبادت کرتی ہے۔''(۱)

۸:... آغاخانیوں کے بارہ میں فتویٰ شائع کرنے کی ضرورت:

بہت سے مسلمان؛ آغاخانیوں کے عقائد ونظریات سے واقف نہیں، اس لیے وہ آغاخانیوں کو بھی مسلمانوں کا فرقہ تصوّر کرتے ہیں، اور خود آغاخانی اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ایک مسلمان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، عام مسلمانوں کی آگاہی اور خود بھولے بھالے آغاخانیوں کی اِطلاع کے لیے یہ فتویٰ (کتابی شکل میں) شائع کیا گیا ہے، تاکہ انہیں معلوم ہوسکے کہ آغاخانی عقائد اِسلام کی ضد ہیں، اور جو شخص آغاخانی عقائد پر اِیمان رکھتا ہو اس کا اِسلامی برادری سے کوئی تعلق نہیں، وہ ملتِ اِسلامیہ سے خارج، کافر،

(۱) ایور لیونگ گائیڈ، از: قاسم علی ایم جے، شائع کردہ: اسماعیلیہ ایسوسی ایشن پاکستان، کراچی۔

مرتد اور زِندیق ہے۔ آغاخانیوں کے جو عقائد اس فتویٰ میں باحوالہ درج کیے گئے ہیں، ان کے ملاحظہ کے بعد کسی ادنیٰ عقل وفہم کے آدمی کو بھی شک نہیں رہ جاتا کہ آغاخانی مسلمان نہیں، بلکہ کافروں کا ایک ٹولہ ہے۔ ذرا اِنصاف فرمائیے کہ:

۱:... جو فرقہ حضرت علیؓ کی اُلوہیت کا قائل ہو، اور اس کے کلمہ میں یہ داخل ہو: اشھد ان علی اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ علی اللہ ہیں) وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے...؟

یاد رہے کہ اسماعیلی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ میں حلول کرگیا تھا، اس لیے حضرت علی خود خدا تھے، اور حضرت علیؓ کے بعد یکے بعد دیگرے اسماعیلی اَئمہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوتا رہا، گویا اسماعیلیوں کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''حاضر اِمام بعینہٖ علی ہے، اور علی بعینہٖ اللہ ہے، لہٰذا حاضر اِمام بعینہٖ اللہ ہے!''

یہی وجہ ہے کہ اسماعیلی فرقہ حاضر اِمام کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت کرتا ہے، اسی کو قاضی الحاجات سمجھتا ہے، اسی سے دُعائیں کرتا ہے، اسی کو حی وقیوم مانتا ہے اور اسی کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔

۲:... اِسلامی عقیدہ کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں، اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے، لیکن آغاخانی عقیدہ کے مطابق ساتویں اِمام مولانا محمد بن اسمٰعیل سابع النطقاء ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ جس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت رسول تھے، جن کی شریعت سے پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں، اس طرح آغاخانیوں کے نزدیک ساتویں اِمام محمد بن اسمٰعیل بھی مستقل صاحبِ شریعت رسول ہیں، جن کی باطنی شریعت سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری شریعت منسوخ ہوگئی۔[۱]

سب جانتے ہیں کہ قادیانی فرقہ باجماعِ اُمت کافر ومرتد اور زِندیق ہے، کیونکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ورسول مانتا ہے، حالانکہ قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب شریعت رسول نہیں، بلکہ غیرشرعی نبی ہے۔[۲] جب مرزائی قادیانی، مرزا کو غیرتشریعی نبی ماننے کی وجہ سے اِسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہیں، تو آغاخانی ٹولہ؛ اِمام محمد بن اسمٰعیل کو صاحبِ شریعت رسول مان کر، کیوں کافر اور خارج از اِسلام نہیں ہوگا...؟

۳:... آغاخانیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حاضر اِمام جب چاہے، ظاہر شریعت کو معطل کرسکتا ہے، چنانچہ آغاخانیوں کے اِمام حسن علی ذکرہ سلام نے ۵۵۹ھ میں شریعت کے معطل ہونے کا اِعلان کیا ہے اور

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: جناب ڈاکٹر زاہد علی صاحب کی کتاب ''تاریخ فاطمین مصر'' حصہ دوم فصل: ۳۵۔ نیز ''ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام'' فصل: ۶
(۲) لیکن اُن کا یہ دعویٰ غلط ہے وہ بھی اسماعیلی باطنیوں کی طرح مرزا صاحب کو صاحبِ شریعت رسول سمجھتے ہیں، جس کی کچھ تفصیل میرے رسالہ ''قادیانیوں کی طرف سے کلمہ طیبہ کی توہین'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اسماعیلیوں کو طوقِ شریعت سے آزاد کردیا۔(۱)

۴:...اسماعیلی فرقہ قیامت، حشر و نشر، حساب و کتاب اور ثواب و عذاب کا بھی قائل نہیں۔ ان کے نزدیک قیامت کا مفہوم یہ ہے:

''دبستان المذاہب کی روایت کے بموجب اسماعیلی عقائد میں اِمامِ حق کے طرف سے جو نفس کی تفتیش ہوتی ہے، اس کا نام قیامت ہے، ان کا عقیدہ ایسا ہے کہ لوگ جب خدا کے قرب میں پہنچتے ہیں اس وقت (قیامت) قائم ہوتی ہے اور اس وقت شریعت کی تکالیف سب دُور ہوجاتی ہیں، اس قیامت کے معنی یہ ہیں کہ حضرت اِمام اپنے اِمامت کے زمانہ میں مخلوق خالق کے ساتھ توسل کراتا ہے، اس لیے ان کے اُوپر سے شریعت کے مراسم اُٹھالیتا ہے۔''

''آثارِ محمدی کی روایت کے بموجب حضرت اِمام حسن علی ذکرہ سلام نے ان لوگوں کو علم تأویل سکھائے اور بتایا کہ دُنیا قدیم ہے، جاودانی ہے، قیامت صرف رُوحانی ہے، بہشت و دوزخ معنوی (باطنی) ہیں، ہر ایک شخص کی قیامت اس کی موت ہے، باطن میں خلقت کو خدا تعالیٰ کی خدمت میں رہنا چاہیے اور ظاہر میں صوابی زندگی کے طور پر زندگی بسر کرنی چاہیے، جس کے لیے تمام شریعت کے اعمال کی پابندی اور بندشیں مخلوق سے اُٹھالی جاتی ہیں۔''(۲)

''حضرت اِمام حسن علی ذکرہ سلام نے اپنی سلطنت کے تمام ملکوں کے اسماعیلیوں کو جمع کیا، اور اِمامت و سلطنت کے تخت پر جلوہ افروز ہوکر مجمع عام کے سامنے فرمایا کہ: قائم القیامۃ میرے ذریعہ ہے، اس دن کو الموت کے تمام اسماعیلیوں نے بڑا جشن منایا اور یہ دن تاریخ میں ''عید القیام'' کے طور پر مشہور ہوا۔''(۳)

گویا اسماعیلی عقیدہ کے مطابق جب اِمام شریعت کی بندشیں اُٹھاکر لوگوں کو شریعت کے اعمال آزاد کردیتا ہو تو یہی قیامت ہے۔

جس شخص نے قرآنِ کریم میں قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا کی تفصیل پڑھی ہو، کیا وہ آغاخانیوں کے اِنکارِ قیامت کے عقیدہ کو کفر و زندقہ قرار دینے میں تأمل کرسکتا ہے...؟

۴:...ہر مسلمان جانتا ہے کہ اِسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے:

(۱) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ''نورِ مبین'' ۳۹۸، ۴۰۲، ۴۲۰ اور ''تاریخ فاطمین مصر'' حصہ دوم، صفحہ: ۱۷۶-۱۷۸
(۲) الموت میں اسماعیلیوں کی عید القیام۔
(۳) نورِ مبین، صفحہ: ۳۹۹-۴۰۰

۱- توحید و رسالت کی شہادت دینا۔ ۲- پنج گانہ نماز ادا کرنا۔ ۳- ماہِ رمضان کے روزے۔ ۴- زکوٰۃ۔ ۵- حج بیت اللہ۔

کوئی شخص جو ان پانچ ارکان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔ آغاخانی ان پانچوں ارکان کے منکر ہیں، نہ وہ توحید و رسالت کے قائل ہیں، نہ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے، جو لوگ ان پانچوں ارکان کے منکر ہوں ان کا اِسلام اور مسلمانوں سے کیا تعلق ہے اور ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے...؟

۵:... تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم آخری کتابِ ہدایت ہے، اور وہ ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے، لیکن آغاخانی قرآنِ کریم کو تحریف شدہ سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ایک اِمام کا فرمان قرآن سے بالاتر ہے۔

آغاخان سوم کے فرامین کا جو مجموعہ "کلامِ اِمامِ مبین" کے نام سے شائع کیا گیا ہے، اس کے چند حوالے ملاحظہ فرمائیے:

"خلیفہ عثمان کے وقت میں کچھ قرآن شریف میں سے نکال دیا گیا ہے اور کچھ بڑھا دیا گیا ہے۔ اِمام حاضر کے پاس ہر وقت ایک چیز نئی ہوتی ہے، یہ اس وقت بتانے کی نہیں ہے، بعد میں ہم بتلائیں گے۔"(۱)

"جس اِمام کی باری ہوتی ہے، اس کے فرمان پر عمل کرو تو فائدہ ہوگا، اصل میں توریت، انجیل، زبور اور فرقان، یہ سب کتابیں الگ الگ قوم پر الگ الگ وقفہ پر نازل ہوئی تھیں، قرآن شریف بھی حق تھا، مگر خلیفہ عثمان کے وقت میں رَدّ و بدل کردیا گیا ہے، آگے کے الفاظ پیچھے اور پیچھے کے الفاظ آگے رکھ دیے گئے ہیں، اس معاملہ میں سارے خلاصے ہمارے پاس ہیں۔ تم لوگ ہم سے پوچھو گے تو ہم تم کو یہ خلاصے دِکھلائیں گے۔(۲)

آپ لوگوں کے لیے جو علم ہے، وہ گنان ہے، قرآن شریف کو تیرہ سو سال ہوچکے ہیں، وہ ملکِ عرب کی آبادی کے لیے ہے، گنان کو سات سو سال ہوئے ہیں، تم لوگوں کے لیے گنان ہے اور اسی پر عمل کرنا۔"(۳)

(۱) کلامِ اِمامِ مبین، صفحہ:۹۷، فرمان:۳۸، کیےاز مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن، انڈیا، بمبئی۔
(۲) صفحہ:۹۶ کلامِ اِمامِ مبین۔
(۳) صفحہ:۸۱، فرمان ۳۱، کلامِ اِمامِ مبین۔

''حضرت علی مرتضیٰ نے لوگوں کو فرمایا کہ: یہ کتاب مجھ کو رسول اللہ نے دی ہے اور آپ لوگوں تک پہنچانے کی وصیت کی ہے، اس لیے آپ اس کو لیجیے۔ اس پر سب لوگوں نے کہا کہ: ہمارے پاس حضرت عثمان کی کتاب ہے، وہ کافی ہے۔ آپ کی کتاب کی ہم کو ضرورت نہیں ہے اس پر مرتضیٰ علی نے فرمایا کہ: اس کتاب کی رَتی برابر خبر آپ لوگوں کو تا قیامت نہیں ملے گی، یہ کہہ کر کتاب اپنے گھر واپس لے گئے۔ وہ کتاب بقیہ دس سپارے ہیں، جس کے بارہ میں پیر صدرالدین نے ''گنان'' میں سمجھایا ہے، اس کے مطابق عمل کرو۔''(۱)

'' آپ جانتے ہیں کہ اِنسان کی زندگی اور دُنیا ہر وقت بدلتی رہتی ہے، ہر چیز بدلتی رہتی ہے، جس میں صحیح ہدایت اِمامِ حاضر ہی دے سکتے ہیں، اسماعیلیوں کے پاس ہدایت کے لیے کوئی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے، مگر زِندہ اِمام ہے۔ (ہدایت کے لیے)''(۲)

آغاخانیوں کے کفریہ عقائد بے شمار ہیں، مگر میں انہی پانچ نکات پر اِکتفا کرتے ہوئے اہلِ فہم کو اِنصاف کی دعوت دیتا ہوں، وہ خود فیصلہ کریں کہ کیا ان عقائد کے بعد آغاخانیوں پر کفر کا فتویٰ حق بجانب نہیں ہے...؟

یہاں یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ آغاخانیوں کے کفر کا فتویٰ صرف موجودہ دور کے اہلِ علم اور مفتیانِ کرام نے نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ سے علمائے اُمت ان کے کفر و اِرتداد اور زَندقہ و اِلحاد پر متفق چلے آئے ہیں، گویا قادیانی گروہ کی طرح آغاخانی گروہ کا خارج اَز اِسلام ہونا بھی قطعی و یقینی اور متفق علیہ مسئلہ ہے، مناسب ہوگا کہ اس ضمن میں دورِ قدیم کے چند اکابر کے فتوے بھی نقل کردیے جائیں:

اِمام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ (المتوفی:۵۰۵ھ) اپنے رسالہ ''المستظهری'' میں جو ''فضائح الباطنیه'' کے نام سے مشہور ہے لکھتے ہیں:

"والقول الوجيز فيه انه يسلك بهم مسلك المرتدين في النظر في الدم والمال والنكاح والذبيحة ونفوذ الأقضية وقضاء العبادات، أما الأرواح فلا يسلك بهم مسلك الكافر الأصلي، اذ يتخيّر الامام في الكافر الأصلي بين أربع خصال: بين المنّ والفداء والاسترقاق والقتل، ولا يتخير في حق المرتد، بل لا سبيل الى استرقاقهم، ولا الى قبول الجزية منهم ولا الى المنّ والفداء، وانما الواجب قتلهم

(۱) کلام امام مبین، صفحہ:۶۴، فرمان ۲۰

(۲) کلام امام مبین، صفحہ:۳۹۳، فرمان:۵۳۰، مطبوعہ: اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے انڈیا، بمبئی۔

وتطهير وجه الأرض منهم. هذا حكم الذين يُحكم بكفرهم من الباطنية.“(۱)

ترجمہ: ”ان کے (اسماعیلیوں کے) بارہ میں مختصر بات یہ ہے کہ خون، مال، نکاح، ذبیحہ فیصلوں کے نفاذ اور قضائے عبادات کے بارہ میں ان کا حکم مرتدین کا ہے، لیکن ان کی جان لینے کے بارہ میں ان کے ساتھ کافرِ اصلی کا معاملہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ کافرِ اصلی کے معاملہ میں براہِ راست حکومت کو اِختیار ہے کہ بطورِ احسان ان کو چھوڑ دے، یا فدیہ لے کر چھوڑ دے، یا ان کو قتل کردے، یا ان کو غلام بنالے، لیکن مرتدین کے معاملہ میں اس کو یہ اِختیار نہیں، ان کو غلام نہیں بنایا جاسکتا نہ ان سے جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو بطورِ احسان یا فدیہ لے کر چھوڑا جاسکتا ہے، بلکہ ان کا قتل واجب ہے، اور خدا کی زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کردینا ضروری ہے۔ یہی حکم ان باطنیوں اسماعیلیوں کا ہے جو کفریہ عقائد رکھتے ہیں۔“

اِمام ابومحمد علی بن احمد اِبنِ حزم الظاہری (المتوفی:۴۵٦ھ) ”كتاب الفصل فى الملل والاهواء والنحل“ میں عقیدۂ حلول کے بارہ میں لکھتے ہیں:

”واما من قال ان اللّٰه عز وجل هو فلان لانسان بعينه، أو ان الله تعالىٰ يحل فى جسم من اجسام خلقه، أو ان بعد محمد صلى الله عليه وسلم نبيًا غير عيسىٰ بن مريم، فانه لا يختلف اثنان فى تكفيره لصحة قيام الحجة بكل هذا على كل أحد“(۲)

ترجمہ: ”جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کے جسم میں حلول کرتا ہے، یا یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے آئے گا، تو ایسے شخص کے کافر ہونے کے بارہ میں دو آدمیوں کا بھی اِختلاف نہیں، کیونکہ ان تمام اُمور میں ہر شخص پر حجت قائم ہوچکی ہے۔“

دُوسری جگہ اِمامیہ کے عقائد کو ذکر کرکے اِمام اِبنِ حزم لکھتے ہیں:

”(قال ابو محمد) وكل هذا كفر صريح لا خفاء به فهذه مذاهب الامامية وهي المتوسطة في الغلو من فرق الشيعة واما الغالية من الشيعة فهم قسمان قسم اوجبت النبوة بعد النبي صلى الله عليه وسلم لغيره والقسم الثاني اوجبوا الالٰهية

(۱) فضائح الباطنیہ:۱۵٦ طبع: قاہرہ۔

(۲) كتاب الفصل فى الملل والاهواء والنحل، حافظ ابن حزم، ص:۱۸۳، ج:۴

لغیر اللّٰہ عز وجل فلحقوا بالنصاریٰ والیھود وکفروا اشنع الکفر."(١)

ترجمہ: ''یہ تمام باتیں صریح کفر ہیں، جن میں کوئی خفا (پوشیدگی) نہیں، یہ اِمامی کے مذاہب ہیں، جو غلو میں متوسط ہیں، رہے شیعوں کے غالی فرقے، تو ان کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُوسرے لوگوں کے لیے نبوت ثابت کی۔ دُوسری قسم وہ ہے جنہوں نے غیراللہ کے لیے اُلوہیت ثابت کی، جس کی وجہ سے وہ یہود ونصاریٰ کے زُمرے میں شامل ہوگئے اور بدترین کفر کے مرتکب ہوئے۔''

اِمام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی (المتوفی:٤٢٩ھ) ''الفَرق بین الفِرَق'' میں لکھتے ہیں:

"قال عبدالقاھر: الذی یصح عندی من دین الباطنیة انھم دھریة زنادقة، یقولون بقدم العالم وینکرون الرسل والشرائع کلھا، لمیلھا الی استباحة کل ما یمیل الیه الطبع."(٢)

ترجمہ: ''باطنیہ (اسماعیلیہ) کے دِین کے بارہ میں جو چیز میرے نزدیک محقق ہوئی، وہ یہ ہے کہ یہ لوگ دہریے ہیں، زِندیق ہیں، عالم کو قدیم مانتے ہیں، رسولوں اور شریعت کے یکسر منکر ہیں اور ان تمام چیزوں کو جن کی طرف ان کی طبیعت مائل ہو ان کو حلال سمجھتے ہیں۔''

مسندالہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (المتوفی:١٢٣٩ھ) ''تحفۂ اثناعشریہ'' میں لکھتے ہیں:

''ونیز معلوم شد کہ تکفیر وحکم اِرتداد شیعہ بلا اختلاف منطبق ست بر حال غلاۃ وکیسانیہ واسماعیلیہ۔''(٣)

ترجمہ: ''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غالی شیعوں، کیسانیہ اور اسماعیلیوں پر بغیر کسی اِختلاف کے کفر و اِرتداد کا حکم نافذ ہے۔''

علامہ محمد امین اِبنِ عابدین شامی (المتوفی:١٢٥٢ھ) ''رَدّ المحتار'' میں لکھتے ہیں:

"[تنبیه] یعلم مما ھنا حکم الدروز والتیامنة فانھم فی البلاد الشامیة یظھرون الاسلام والصوم والصلاة مع أنھم یعتقدون تناسخ الأرواح وحل الخمر والزنا وأن الألوھیة تظھر فی شخص بعد شخص ویجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج، ویقولون المسمی به غیر المعنی المراد، ویتکلمون فی جناب نبینا صلی

(١) کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، حافظ ابن حزم ص:١٨٣، ج:٤

(٢) کتاب، الفرق بین الفرق ص:١٧٧

(٣) تحفۂ اثناعشریہ، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور، ص:١١

الله عليه وسلم كلمات فظيعة. وللعلامة المحقق عبدالرحمٰن العمادی فيهم فتوىٰ مطولة وذكر فيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والاسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف، ونقل عن علماء المذاهب الأربعة أنه لا يحل اقرارهم فی ديار الاسلام بجزية ولا غيرها، ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم، وفيهم فتوىٰ فی الخيرية أيضا فراجعها."

مطلبٌ جملة "من لا تقبل توبته"

"والحاصل أنهم يصدق عليهم اسم الزنديق والمنافق والملحد، ولا يخفى أن اقرارهم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لا يجعلهم فی حكم المرتد لعدم التصديق، ولا يصح اسلام أحدهم ظاهرًا الا بشرط التبری عن جميع ما يخالف دين الاسلام لأنهم يدعون الاسلام ويقرّون بالشهادتين وبعد الظفر بهم لا تقبل توبتهم اصلا."(۱)

ترجمہ: "یہیں سے دروزیوں اور تیامنہ کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، یہ لوگ شام کے علاقوں میں اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور نماز روزہ بھی کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں، شراب اور زنا کو حلال سمجھتے ہیں اور یہ کہ اُلوہیت ایک کے بعد دُوسرے شخص میں ظاہر ہوتی رہتی ہے، یہ لوگ حشر اور نماز، روزہ اور حج کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حقیقت معنی مراد کے علاوہ ہے، اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گھناؤنے الفاظ بولتے ہیں۔ ان کے بارہ میں علامہ محقق عبدالرحمٰن عمادی کا ایک طویل فتویٰ ہے، جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ نصیری اور اسماعیلی عقائد رکھتے ہیں، جن کو قرامطہ و باطنیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کا تذکرہ صاحب مواقف نے کیا ہے اور مذاہب اَربعہ کے علماء سے یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ ان کو دارالاسلام میں ٹھہرنے کی اجازت دینا حلال نہیں، نہ جزیہ کے ساتھ اور نہ بغیر جزیہ کے، نہ ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، اور نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ نیز ان کے بارہ میں فتاویٰ خیریہ میں بھی فتویٰ ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ ان پر زندیق، منافق اور ملحد کا لقب صادق آتا ہے اور مخفی نہیں کہ ان خبیث عقائد کے باوجود ان کا دعویٰ اسلام ان کو مرتد کے حکم میں قرار نہیں دیتا، کیونکہ تصدیق مفقود ہے اور ان میں سے کسی کا بظاہر دعویٰ اسلام قابلِ اعتبار نہیں، جب تک کہ ان تمام عقائد سے براءت کا اعلان

(۱) ردّ المحتار على هامش الدر المختار، شامی، ص:۲۴۴، ج:۴ طبع بیروت۔

نہیں کرتا، جو دینِ اسلام کے خلاف ہیں، کیونکہ اسلام کا تو وہ دعویٰ کرتے ہیں اور شہادتوں کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ (لہٰذا ان کا صرف دعویٰ اسلام کافی نہیں، بلکہ تمام غلط عقائد سے بے زاری کا اعلان شرط ہے) اور اگر ان میں سے کوئی ہاتھ آجائے تو اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی (بلکہ اس کا قتل واجب ہوگا)۔''

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ''امداد الفتاویٰ'' جلد ششم، صفحات ۱۱۰ سے ۱۱۵ تک میں آغا خانی جماعت کے بارہ میں کفر کا فتویٰ موجود ہے۔ اس کا ایک فقرہ یہاں نقل کرتا ہوں:

''اور ان کفریات کے ہوتے ہوئے نہ ایسے شخص کا دعویٰ اسلام کافی ہے، نہ اس کا نمازی اور روزہ دار ہونا کافی ہے، نہ اس پر نمازِ جنازہ ہے، نہ مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے، اور نہ مصلحت کے سبب کافر کو مسلمان کہنا، یا اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا جائز ہے۔''(۱)

***

(۱) امداد الفتاویٰ، ج:۶، ص:۱۱۴

عیسائیت

ابوالفریب (حصہ اوّل)

جناب قمر الدین احمد۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت درج نہیں۔ ملنے کا پتا: چائنا ہاؤس، میٹھادر چوک، کراچی نمبر ۲۔

نصرانیت نے آغازِ اسلام سے آج تک مسلمانوں کے خلاف کیا کیا سازشیں کیں؟ یہ ہے کتاب کا موضوع۔ ''سات قیامتیں'' کے زیرِ عنوان مصنف نے ان سات حوادث کا ذکر کیا ہے جو نصرانی سازشوں سے وقوع پذیر ہوئے، اُن کے نزدیک فاروقِ اعظم اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کی شہادت، نیز فتنۂ تاتار بھی نصرانی سازشوں کے نتائج تھے۔

''تثلیث کے سپوت'' کے تحت مصنف بتاتے ہیں کہ یہودیوں کی صہیونی تحریک اور ہندوؤں کی ہندومت تحریک بھی انگریز کے شجرۂ خبیثہ کے برگ و بار ہیں، اس ضمن میں جناب مصنف نے بعض دلچسپ انکشاف کیے ہیں، ''ساختہ انگلستان'' میں لفظ ہندو، ہندوستان، ہندوؤں کے تاریخی پس منظر، اُن کے تعصب، اُن کی تاریخی جعل سازیوں، اور انگریز اور ہندوؤں کے روابط کا جائزہ لیا ہے۔

ضمیمہ نمبر ا:... ''ناموں کا اُلٹ پھیر'' میں بتایا گیا ہے کہ شیعہ سنی الفاظ کو مذہبی رنگ دینا بھی انگریزوں کی کارستانی ہے۔

ضمیمہ نمبر ۲:... میں مختصراً یہودیوں اور قادیانیوں کے گھناؤنے کردار اور انگریز کے آلۂ کار ہونے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

جناب مصنف کے بعض خیالات بالکل اجنبی اور غیر مانوس ہیں، جن سے اتفاق نہیں کیا جائے گا۔ مثلاً: یہ کہ دو سو سال پہلے ہندو مذہب اور ہندوستان کا کوئی وجود نہیں تھا، یہ سب انگریز کا ساختہ پرداختہ ہے، یا

یہ کہ شیعہ سنی اِصطلاحات کی مذہبی حیثیت بھی انگریز کی تخلیق ہے، یا یہ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ ایران کے خلاف جہاد کا حکم دیا، نہ مصر پر، نہ ہندوستان پر بلکہ صرف قیصر کے خلاف حکم دیا، یا یہ کہ جناب مصنف نصاریٰ کے مقابلہ میں یہود کی اِسلام دُشمنی کو بہت ہی ہلکا کر کے پیش فرماتے ہیں، جب کہ قرآنِ کریم یہود کو اِسلام اور مسلمانوں کا سب سے بدتر دُشمن قرار دیتا ہے۔ اِس قسم کی متعدد چیزیں ہیں جن کو بداہتاً غیر صحیح کہا جائے گا، تاہم اِس میں شک نہیں کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جسے جناب مصنف نے برس ہا برس کی حیرت انگیز سعی ومحنت اور بے شمار تاریخی ذخائر کھنگال کر مرتب کیا ہے۔ کتاب کا لفظ لفظ انگریز اور انگریزیت کے خلاف صدائے احتجاج ہے، اور ہمارے نوجوانوں کے لیے دعوتِ تحقیق وجستجو...! ضرورت ہے کہ اِس دعوت کو عام کیا جائے اور اِسلامی معاشرہ سے انگریز کی تمام باقیات السیئات کو کھرچ کر صاف کر دیا جائے۔ کتاب مصنف کے پتے سے طلب کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۷ھ)

عیسائیت میں اِنسانیت کی توہین

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی۔ صفحات: ۱۷۔ شائع کردہ: اِدارہ فروغِ حقانیتِ اسلام، ڈیرہ غازی خان۔ پتا: عمر فاروق پینٹ اینڈ ہارڈ ویئر اسٹور، صدر بازار، بلاک ۲، ڈیرہ غازی خان۔

زیرِنظر رسالہ میں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ عیسائیت کے باطل اور کھوکھلے نظریات کی نہایت ہی عام فہم انداز میں تردید کی گئی ہے، اور بتلایا گیا ہے کہ عیسائی مذہب میں انسان کو۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت کے اِعزاز سے نوازا ہے۔ کس قدر رذیل اور ناپاک سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی طور پر پاک ہی نہیں ہوسکتا! چاہے وہ کتنی بار توبہ کرے اور کیوں نہ اعمالِ صالحہ کرے مگر وہ پاک نہیں ہوسکتا، حتیٰ کہ اِس باطل مذہب میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بھی...نعوذ باللہ!... گناہ گار ہیں، کیونکہ وہ صلبِ آدم سے ہیں۔

زیرِ تبصرہ مختصر رسالہ دراصل مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے ایک خطاب کا خلاصہ ہے، جسے مرتب کر کے افادۂ عام کے لیے شائع کر دیا گیا ہے۔ رسالہ تبلیغی مقاصد کے لیے مندرجہ بالا پتے سے مفت طلب کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۰۸ھ)

عیسائیت کیا ہے؟

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ "البلاغ" کراچی)۔صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: ۶/۷۵ روپے۔
پتا: دارالاشاعت، ایم اے جناح، روڈ، کراچی۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کی تصنیف "اظہار الحق" کا اُردو ترجمہ جو'بائبل سے قرآن تک' کے نام سے جامعہ دارالعلوم کراچی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا ہے، اُس پر برادرم مولانا محمد تقی عثمانی نے ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا تھا۔ جس میں بڑے وقیع انداز میں مستند حوالوں سے عیسائیت کے اُصول وعقائد کی تشریح اور اس کے مختلف ادوار کا تاریخی خاکہ پیش کیا گیا، نیز ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا کہ موجودہ عیسائیت کا سارا تاروپود جناب پولس کا تیار کردہ ہے۔ جو عقائد ونظریات موجودہ عیسائیت کی جان ہیں، اُن میں سے ایک بات بھی خود حضرت مسیح علیہ السلام یا آپ کے حواریوں سے ثابت نہیں۔ مقدمہ کی اِنفرادیت وافادیت کے پیش نظر اسے الگ شائع کیا گیا ہے، جو اِس وقت زیرِ نظر ہے۔

اِس میں ایک اور مضمون "اِنجیل برناباس" کا بھی اِضافہ ہے جو ایک طویل حاشیہ کی صورت میں فاضل مؤلف نے "ترجمہ اظہار الحق" کی تیسری جلد میں لکھا تھا۔ اِس میں دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت ہی معزز حواری جناب "برناباس" کی لکھی ہوئی یہ اِنجیل عیسائیوں کے وضع کردہ اُصول کے مطابق اَناجیلِ اربعہ سے کسی طرح کم مرتبہ نہیں، مگر اِس سے چونکہ دینِ پولس (پولس کی وضع کردہ عیسائیت) کی تردید ہوتی ہے، اِس لیے عیسائی حضرات اِسے "جعلی" کہنے پر مجبور ہیں۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی یہ کتاب ہمارے علم میں اپنے انداز کی پہلی کتاب ہے، جس میں بڑی ژرف نگاہی سے عیسائیت پر بے لاگ اور اچھوتی تحقیق کی گئی ہے، اِس میں پیش کردہ بہت سے حقائق عیسائی مفکرین کو بھی غور وفکر اور عبرت وبصیرت کی دعوت دیتے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان ۱۳۹۲ھ)

بائبل کیا ہے؟

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ "البلاغ" کراچی)۔صفحات: ۹۲۔ قیمت (مجلد): ۱/۸۰ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

بائبل سے متعلق "بائبل سے قرآن تک" (ترجمہ "اظہار الحق": مؤلفہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ) کے

باب سے چند اِقتباسات اور اِنجیل برنا باس پر مولانا محمد تقی عثمانی کا تحقیقی مقالہ۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ)

بائبل سے قرآن تک (جلد اوّل)

تصنیف: مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ۔ ترجمہ: مولانا اکبر علی (اُستاذِ حدیث دارالعلوم کراچی)۔
شرح وتحقیق: مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)۔ صفحات: ۶۱۲۔ قیمت (مجلد): ۱۵روپے۔
پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

''اظہار الحق'' رَدِّ عیسائیت کے موضوع پر مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکیؒ کی معرکۃ الآرا اور آخری تصنیف ہے، جسے مصنف کی عمر بھر کی تحقیق کا خلاصہ اور عطر کہنا چاہیے۔

کتاب کے سرسری مطالعہ سے قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ عیسائیت کے موضوع کے ایک ایک حرف پر مصنف کی نظر ہے، وہ عیسائیت کی تاریخ اور فلسفۂ تاریخ کا ماہر، عیسائیت کے تمام قدیم وجدید لٹریچر کا حافظ اور عہدِ جدید وقدیم کے تمام مالہٗ وماعلیہ کا متبحر عالم ہے۔

مصنف کی دُوسری خصوصیت اس کی دقیقہ رسی، نکتہ سنجی اور تجزیہ وتحلیل کی بے پناہ قدرت ہے، وہ بحث کے دوران سطحیت کو پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی گہرائیوں میں اُتر کر بال کی کھال نکالتا ہے، کسی کلام کے جتنے مفہوم اور جتنی تعبیریں کی گئی ہیں، یا کی جاسکتی ہیں، وہ ایک ایک کو تحقیق کی میزان میں تولتا اور تنقید کی چھلنی میں چھانتا ہے اور مسئلہ کے کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔

مصنف کی تیسری خصوصیت مناظرانہ صلاحیت کا بھرپور اِظہار ہے، وہ آندھی کی طرح اُٹھتا، بادل کی طرح گرجتا، رَعد کی طرح کڑکتا اور بجلی کی طرح ٹوٹتا ہے، وہ مقابل کو اِلزام کی بیڑیوں میں جکڑ کر اُس کے مسلّمات کی زنجیر سے کھینچتا ہوا عدالتِ تحقیق کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتا ہے، عقل ونقل کے دو عینی شاہدوں کی شہادت سے اس کے خلاف فردِ جرم عائد کردیتا ہے۔

مصنف کی چوتھی خصوصیت اس کی عالمانہ دیانت وثقاہت ہے، وہ ایک لمحے کے لیے اس کا روادار نہیں کہ جوشِ تنقید میں مخالف کی طرف کوئی بے جا بات منسوب کی جائے، یا اسے ناروا اِلزام دیا جائے، یا علم وتحقیق کی سطح سے اُتر کر کوئی فقرہ چست کیا جائے۔ کتاب کی یہی خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے مشرق ومغرب میں اس کا غلغلہ بلند ہوا اور موافق ومخالف سب کی طرف سے اسے خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ لندن ٹائمز نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صحیح لکھا تھا کہ:

''لوگ اگر اس کتاب کو پڑھتے رہیں گے تو دُنیا میں مذہبِ عیسوی کی ترقی بند ہوجائے گی۔''

اصل کتاب عربی میں تھی اور ترکی، انگریزی، گجراتی وغیرہ میں اس کے تراجم بھی شائع ہوچکے تھے، مگر عجیب بات ہے کہ مصنف کی مادری زبان ''اُردو'' کا دامن ابھی تک اس معرکۃ الآرا کتاب سے خالی تھا، مقامِ شکر ہے کہ دارالعلوم کراچی نے اس خلا کو پُر کردیا، جو''بائبل سے قرآن تک'' کی صورت میں ہمارے پیشِ نظر ہے۔

مولانا اکبر علی صاحب (اُستاذِ حدیث دارالعلوم کراچی) کا ترجمہ اِتنا شستہ اور سلیس ہے کہ اس پر ترجمہ کا گمان مشکل سے ہوتا ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر''البلاغ'') نے اسے چار سال کی طویل محنتِ شاقہ کے بعد باقاعدہ ایڈٹ کیا، اس پر حواشی لکھے اور شروع میں ایک مبسوط مقدمہ لکھا، علمی دُنیا میں اگر کوئی چیز قابلِ رشک ہوسکتی ہے تو برادرِ محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کا مقدمہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔

اصل عربی کتاب دو جلدوں میں تھی، مگر اُردو ترجمہ کو تین جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر جلد اوّل میں مقدمہ کے علاوہ کتاب کے بابِ اوّل کی کل چار فصلیں سماسکی ہیں؛ جن میں بائبل کا مکمل تعارف، بائبل کے تناقضات، بائبل کے اَغلاط اور بائبل کے غیر الہامی ہونے کے دلائل شرح وبسط سے بیان کیے گئے ہیں۔

بغیر کسی مبالغہ کے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر منفرد اور بے نظیر ہے، جس کے بغیر عیسائیت کا مطالعہ ادھورا رہے گا۔ کتابت وطباعت بڑی معیاری ہے، البتہ قیمت کسی قدر ناقابلِ تحمل ہے، اچھا ہوتا اگر تعیینِ قیمت میں مناسب تخفیف ملحوظ رکھی جاتی تاکہ اس کی اِفادیت عام وتام ہوسکتی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)

بائبل سے قرآن تک (جلد دوم)

تصنیف: حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ۔ ترجمہ: مولانا اکبر علی (اُستاذِ حدیث جامعہ دارالعلوم کورنگی، کراچی)۔ تحقیق وتشریح: مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی)۔ صفحات: ۵۳۸۔ قیمت (مجلد): ۱۵روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴۔

زیرِ نظر کتاب رَدِّ عیسائیت میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''اِظہارالحق'' کا اُردو ترجمہ ہے۔ ''بینات'' میں اس کی جلد اوّل پر تبصرہ آچکا ہے۔ زیرِ نظر جلد دوم: باب دوم، سوم، چہارم اور پنجم پر مشتمل ہے۔

عیسائی دُنیا کا دعویٰ ہے کہ موجودہ بائبل صحیفۂ آسمانی ہے، اور یہ ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے۔ مصنف

نے بائبل کے شواہد، مسیحی محققین کے بیانات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں دعوے غلط ہیں۔ کیونکہ:

٭... حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ السلام اور دُوسرے انبیائے کرام علیہم السلام پر جو کتابیں نازل ہوئی تھیں، وہ اپنی اصل حالت میں محفوظ نہیں رہیں، بلکہ صفحۂ ہستی سے ان کا وجود مٹ چکا تھا، بعد میں کچھ لوگوں نے مختلف ناموں سے کچھ یادداشتیں مرتب کرلیں، اور انہیں یادداشتوں کو ''عہد نامہ قدیم وجدید'' کہا گیا۔

٭... ان یادداشتوں کا حال یہ ہے کہ بعض مرتبین کے حالات پوری روشنی میں نہیں، نہ ان کے زمانہ کا ٹھیک تعین کیا جاسکا، نہ یہ معلوم کیا جاسکا کہ یہ یادداشتیں دراصل کس زمانہ میں اور کس زبان میں مرتب کی گئی تھیں؟

٭... اور ان یادداشتوں کا اصل متن بھی زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکا، اَب مسیحی دُنیا کے پاس جو کچھ ہے، وہ ان یادداشتوں کا ترجمہ در ترجمہ اور نقل در نقل ہے۔ دِلچسپ بات یہ ہے کہ نہ اصل مترجمین کا پتا ہے، نہ ان تراجم کی کوئی سند متصل اور تاریخی تسلسل ہے، نہ ہی یہ معلوم ہے کہ فلاں مجموعہ کا سب سے پہلا ترجمہ کس وقت اور کس زبان میں کیا گیا؟ جس کا حاصل یہ ہوا کہ ''عہد نامہ قدیم'' اور ''عہد نامہ جدید'' کے نام سے مرتب شدہ یادداشتوں کا نہ صرف اصل متن گم ہے، بلکہ ان کا اصل ترجمہ بھی معدوم ہے۔

٭... اس پر ستم یہ کہ یہودی اور عیسائی علماء مختلف اَغراض سے ان تراجم کی اصلاح ومرمت کی جو ''اَہم خدمت'' انجام دیتے آئے ہیں، اس نے ان تراجم کا حلیہ بالکل ہی مسخ کرڈالا ہے۔ بائبل کے ایڈیشن ہر چند سال بعد بدلتے رہے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ بائبل اغلاط اور تضاد بیانی کا شاہکار بن کر رہ گئی ہے۔

٭... علاوہ ازیں خود بائبل کی اندرونی شہادتیں یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ نہ وہ خدا کا کلام ہوسکتا ہے، نہ اس کے کسی مقدس رسول کا...! جو شخص انبیائے کرام علیہم السلام کے اخلاق وملکات کا تھوڑا بہت بھی علم رکھتا ہو، اور جو وحی و رسالت کے اہم منصب سے کسی قدر واقف ہو، وہ کیسے تسلیم کرسکتا ہے کہ:

لوط علیہ السلام معاذ اللہ اپنی دو صاحب زادیوں کے ساتھ ملوّث ہوئے!

یعقوب علیہ السلام نے اپنے والد ماجد سے دغا کرکے خیر و برکت حاصل کی!

یعقوب علیہ السلام کے صاحب زادہ نے اپنے باپ کے حرم پر ہاتھ ڈالا!

یعقوب علیہ السلام کے دُوسرے صاحب زادہ نے اپنی بہو سے خواہش پوری کی!

حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داوٗد، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور دیگر اَنبیائے کرام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والتسلیمات) کے بارہ میں بائبل نے قدم قدم پر جو باتیں منسوب کی

ہیں، بداہتِ عقل اُنہیں غلط قرار دینے پر مجبور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کے مرتبین نبوت ورسالت کے منصب سے ناآشنا تھے، یا پھرانہوں نے جان بوجھ کران برگزیدہ ہستیوں کو متہم کرنے کی سازش کی ہے۔

مصنف مرحوم نے ''اِظہارالحق'' کے دُوسرے باب میں تحریفِ بائبل کی بحث کو جو-زیرنظر ترجمہ میں ۱۹۴ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے-اس قدر منقح اور مدلل لکھا ہے کہ ایک اِنصاف پسند کے لیے بائبل کی تحریف کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔

تیسرے باب میں مصنفؒ نے مسئلہ ''نسخ'' سے بحث کی ہے۔ یہودی اوران کی تقلید میں عیسائی اپنی شریعت کو دائمی ثابت کرنے کے لیے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے ایک بار جوحکم دے دیا، خواہ حالات کچھ ہی ہوجائیں، اس کو منسوخ کرکے اس کی جگہ دُوسرا حکم نہیں دے سکتا (مگر عجیب بات یہ ہے کہ مسیحیت ''پوپ'' اور ''کلیسا'' کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ جس حکم کو چاہے بدل سکتا ہے)، اس کے برعکس اہلِ اِسلام کا موقف یہ ہے کہ خدائی اُحکام میں بندوں کو اُدل بدل کی اجازت نہیں کہ یہ آسمانی شریعت کی تحریف ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو کامل اِختیار ہے کہ وہ بندوں کی مصالح کے پیشِ نظر ایک حکم کو اُٹھاکر اس کی جگہ دُوسرا حکم لے آئے۔

مصنفؒ نے ''نسخ'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اہلِ اِسلام کے نزدیک کن کن چیزوں میں نسخ واقع نہیں ہوسکتا؟ اور کس قسم کے اُحکام منسوخ ہوسکتے ہیں؟ اور اہلِ اِسلام جو پہلی آسمانی کتابوں کو منسوخ مانتے ہیں، اُن کا صحیح موقف کیا ہے؟ اس کے بعد دلائل وشواہد کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ اس قسم کا ''نسخ'' خود بائبل سے ثابت ہے۔

چوتھے باب میں عیسائیت کے بنیادی عقیدہ ''تثلیث'' پر گفتگو ہے۔ عیسائی مذہب کی ساری عمارت اِس ناقابلِ فہم معما پر کھڑی ہے کہ ''خدا تین ہیں، تین ایک ہے، ایک تین ہیں!'' یہ ''تین ایک اور ایک تین!'' کی پہیلی نہ آج تک کسی کی سمجھ میں آئی ہے، نہ آئے گی، اور کوئی عیسائی محقق نہ آج تک اس گورکھ دھندے کو ٹھیک حل کرسکا ہے، نہ قیامت تک کرسکے گا، مگر عیسائی دُنیا اپنی تمام تر عقل پرستیوں کے باوجود اس عقیدہ سے چمٹی ہوئی ہے کہ مسیح علیہ السلام بندہ بھی ہے اور خدا بھی، وہ اِبنِ آدم بھی ہے اور خدا کا اکلوتا بیٹا بھی، باپ، بیٹا اور رُوح القدس: یہ تینوں ایک ہیں، اور ایک تین ہیں...!

مصنفؒ نے نہایت علمی انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ ''تین ایک اور ایک تین!'' کا مسئلہ نہ صرف عقلی دلائل سے باطل ہے، بلکہ سیّدنا مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں کی منادی نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کے داعی تھے، اُن کا عقیدہ ''تثلیث'' نہیں، ''توحید'' تھا۔

پانچویں باب میں حضرت مصنفؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کے دلائل شرح و بسط سے بیان کرتے ہوئے عیسائیوں کے شبہات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔ اسی باب کی تیسری فصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَحادیثِ طیبہ کی صحت کو ثابت کیا گیا ہے۔ (باب پنجم کے بقیہ مباحث تیسری جلد میں آئیں گے۔)

برادرم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب تمام اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنہوں نے اِس کتاب کو بہتر سے بہتر اُردو کے قالب میں ڈھالنے اور گراں قدر حواشی سے مزین کرنے میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۳۹۰ھ)

بائبل سے قرآن تک (جلد سوم)

تصنیف: مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ۔ ترجمہ: مولانا اکبر علی (اُستاذِ حدیث دارالعلوم کراچی)۔ تحقیق و تعلیق: مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ "البلاغ" کراچی)۔ صفحات: ۶۷۲۔ قیمت (مجلد): ۱۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر۱۴۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف "اِظہار الحق" کا یہ اُردو ایڈیشن ہے، جس کی جلد اوّل و دوم پر ان سطور میں تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ زیرِ نظر جلد باب پنجم کی باقی ماندہ چوتھی فصل اور باب ششم پر مشتمل ہے۔

پانچواں باب حدیثِ نبوی سے متعلق تھا، اس کی چوتھی فصل میں ان پانچ اِعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے جو عیسائیوں کی جانب سے حدیث پر وارد کیے جاتے ہیں، اور مصنفؒ نے بڑی تفصیل سے اُن کے تحقیقی و اِلزامی جواب دیے ہیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ عیسائیوں کے یہی اعتراض۔ جن سے مصنفؒ نے بحث کی ہے۔ عنوان کی تبدیلی کے ساتھ آج منکرینِ حدیث کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، گویا یہ فصل فتنۂ اِنکارِ حدیث کا مدلل رَدّ ہے۔ کتاب کا چھٹا باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے، جس کی پہلی فصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت کو چھ طریقوں سے ثابت کیا گیا ہے، یعنی ۱:... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی و عملی معجزات، ۲:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و اخلاق، ۳:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شریعت، ۴:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی اِشاعت، ۵:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی کارنامہ اور ۶:... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کتبِ سابقہ کی بشارتیں اور پیش گوئیاں۔

معجزات کے بیان میں مصنفؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۲ علمی اور ۴۰ عملی معجزات کا ذکر کیا ہے، اور اس ضمن میں واقعہ معراج اور معجزۂ شق القمر پر بڑی عمدہ بحث آئی ہے، کتبِ سابقہ کی بشارتوں میں اٹھارویں بشارت انجیل یوحنا کی ''فارقلیط'' سے متعلق بشارت ہے، اس پر مصنفؒ نے تفصیل سے بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اس کا مصداق قطعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور عیسائیوں کی تأویلات واضح طور پر غلط ہیں۔

ایک بشارت ''اِنجیل برناباس'' سے نقل کی ہے، چونکہ یہ اِنجیل آج کے عیسائیوں کے نزدیک معتبر نہیں سمجھی جاتی، اس لیے مصنفؒ نے اس پر مختصر گفتگو کی ہے اور برادرم مولانا محمد تقی عثمانی نے حاشیہ میں اس پر بیس صفحے کا بہترین مقالہ سپردِ قلم کیا ہے۔

چھٹے باب کی دُوسری اور کتاب کی آخری فصل میں ان شبہات سے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر عیسائیوں کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، بحث کی گئی ہے اور مصنفؒ نے ان کے بڑے عالمانہ اور مسکت وشافی جواب دیے ہیں، کتاب کی کتابت وطباعت بڑی معیاری ہے اور اَغلاط شاذ ونادر! آخر میں ستر صفحے کا اِشاریہ ملحق ہے۔

ہم اِس عظیم القدر کتاب کی تکمیل واِشاعت پر جناب مترجم، محشی اور اِدارہ دارالعلوم کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۲ھ)

ما هي النّصرانية؟

تالیف: مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'')۔ تعریب: مولانا نور عالم خلیل امینی (انڈیا)۔
صفحات: ۲۶۴۔ قیمت (مجلد): ۴۵ روپے۔ پتا: مکتبہ دارالعلوم کورنگی، کراچی نمبر ۱۴۔

رَدِّ عیسائیت پر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نوراللہ مرقدہٗ کی شہرۂ آفاق کتاب ''اِظہارالحق'' حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے عربی سے اُردو میں منتقل کی گئی (جو ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے تین جلدوں میں ''مکتبہ دارالعلوم کراچی'' سے شائع ہوئی) تو مولانا محمد تقی عثمانی نے اس پر ایک مبسوط اور محققانہ مقدمہ لکھا جو ''عیسائیت کیا ہے؟'' کے نام سے الگ شائع ہوا۔

زیرِ نظر کتاب ''عیسائیت کیا ہے؟'' کا عربی ایڈیشن ہے، جسے دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے شعبۂ اَدبِ عربی کے اُستاذ جناب مولانا نور عالم خلیل الامینی نے اُردو سے عربی میں منتقل کیا ہے۔ اصل کتاب پر

ماہنامہ ''بینات'' میں مفصل تبصرہ آچکا ہے۔ مختصر یہ کہ جو شخص عیسائیت کی حقیقت جاننا چاہتا ہو، اس کے لیے اِن شاء اللہ! صرف اس ایک رسالہ کا مطالعہ کافی وشافی ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ)

اِنجیل برناباس کا مطالعہ

جناب محمود حسین (ایم اے)۔ صفحات: ۱۸۰۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: شعبۂ تصنیف وتالیف، دار العلوم اسلامیہ، بفہ، ہزارہ۔

فاضل مصنف ''حرفِ آغاز'' میں لکھتے ہیں:

''۱۹۷۳ء کے آغاز میں قرآن کونسل آف پاکستان کراچی نے برناباس کی اِنجیل کا انگریزی متن شائع کیا تو اس کے مطالعہ سے اُردو ترجمہ کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ صرف منتخب ابواب کے ترجمہ کا کام شروع کردیا گیا، تاکہ اس طرح اس اِنجیل کے اہم مندرجات سے عام آگاہی کی راہ باز ہوجائے، اُردو ترجمہ کے ساتھ اِنجیل مذکورہ اور اس کے مؤلف کے بارہ میں ضروری معلومات کی فراہمی بھی بہت ضروری معلوم ہوئی، چنانچہ اسی سلسلہ میں تلاش وتحقیق کا دامن حتی الوسع پھیلایا گیا اور ہر طرح کے متعلقہ ضروری مواد کے مطالعہ کی کوشش کی گئی، اس مطالعہ کے دوران خود مسیحی علماء کے حوالہ سے یہ بات آئینہ ہوگئی کہ ''اِنجیل برناباس'' کو ایک معتبر اور سچی اِنجیل تسلیم نہ کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ٹھوس علمی اور عقلی دلائل وشواہد موجود نہیں.....''

کتاب دو حصوں پر منقسم ہے: پہلے حصہ میں اِنجیل برناباس کی ۲۲۲ فصول میں سے چیدہ چیدہ مباحث کا سلیس ترجمہ ۲۸ عنوانات کے تحت دیا گیا ہے۔ اور دُوسرے حصہ میں جناب برنباس کی شخصیت اور ان کی اِنجیل کی تاریخی حیثیت پر نہایت محققانہ کلام کیا گیا ہے۔

جناب برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس صحابی اور ان کے بارہ حواریوں سے تھے جو اس دِینِ جدید کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے، کلیسا نے سرکاری تحکم کے ذریعہ چار صحائف کے علاوہ (جن کے مصنفین کی تعیین آج تک مسیحی علماء نہیں کرسکے) باقی تمام کتابوں کو ''ممنوع'' قرار دے دیا، اس سلسلہ میں اِنجیل برناباس خصوصیت کے ساتھ کلیسا کے اِستبداد کا نشانہ بنی، ایسے تمام افراد کو گردن زدنی قرار دیا گیا جن کے پاس اس اِنجیل کی موجودگی کا سراغ مل سکے، مسیحی تاریخ کی اِبتدائی پانچ صدیوں کے لٹریچر میں اِنجیل برناباس کی صدائے بازگشت کبھی کبھی سنائی دیتی ہے، اور پھر اس کا ذکر مذکور یک لخت صفحۂ ہستی سے ایسا مٹ جاتا ہے

گویا نہ برناباس نام کی کوئی شخصیت دُنیا میں ہوئی اور نہ انہوں نے اپنے مقدس رسول کے حالات وتعلیمات سے دُنیا کو آگاہ کیا، کلیسا کو اطمینان تھا کہ اَب دُنیا کبھی اس انجیل سے رُوشناس نہیں ہوگی، لیکن اٹھارویں صدی میں اس انجیل کی بازیافت نے مسیحی دُنیا کو ایک بار پھر چونکا دیا۔

ہوا یہ کہ ایک عیسائی راہب ''فرامرِنو'' نے اس کا اصل نسخہ پوپ سکٹس پنجم کے کتب خانہ سے حاصل کرلیا، وہ اسے پڑھ کر نہ صرف مسلمان ہوگیا، بلکہ اس عبرانی نسخہ کا ترجمہ اپنی مادری زبان اطالوی میں کیا، مگر یہ اطالوی ترجمہ بھی مدّت تک دُنیا کی نظروں سے غائب رہا، بالآخر ۱۷۰۹ء میں انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا۔ ۱۹۰۸ء میں مصر کے ایک مسیحی عالم ڈاکٹر خلیل سعادت نے اسے عربی میں منتقل کیا اور ۱۹۱۴ء میں مولوی انشاء اللہ خان ایڈیٹر اخبار ''وطن'' کی فرمائش پر مولوی محمد حلیم انصاری نے اسے اُردو کا جامہ پہنایا جو ۱۹۱۶ء میں لاہور سے شائع ہوا، اَب ایک عرصہ سے نایاب ہے۔

مسیحی اہلِ علم اس انجیل کو ''اصلی'' تسلیم کرنے سے ہچکچاتے ہیں، کیونکہ اس انجیل کے مندرجات عیسائیوں کے ان مروجہ عقائد کے خلاف ہیں جن کی تعلیم پولوس نے دی تھی، برناباس ایک ممتاز حواری تھے، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت اور آپ کی تعلیمات کو خود آپ کی وصیت کے مطابق مرتب کیا تھا، جو ''انجیل برناباس'' کے نام سے معروف ہوئی، یہ انجیل حضرت رُوح اللہ علیہ السلام کی ٹھیک تعلیمات کا سب سے مستند ماخذ تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رَفعِ آسمانی کے کچھ عرصہ بعد مسیحی برادری میں ایک ایسی یہودی الاصل شخصیت کا اضافہ ہوا، جس کی قبل اَزیں عیسیٰ علیہ السلام سے عداوت اور دُشمنی ضرب المثل تھی، یہ جناب پولوس کی شخصیت تھی، جو جناب برناباس ہی کے طفیل مسیحی حلقوں میں باریاب ہوئے، پولوس نے مسیحی دِین میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلا دعویٰ یہ کیا کہ ان پر خداوندی کے جلال اور رُوح القدس کا نزول ہوا ہے، اور انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے واحد نمائندہ کی حیثیت سے مامور ومنتخب کیا گیا ہے۔ جناب پولوس نے اپنے ''اِلہام'' کی سند سے رفتہ رفتہ مسیحی دِین کی اِصلاح شروع کردی، انہوں نے سب سے پہلے مسیحی حلقوں سے یہ یہودی عقیدہ منوایا کہ حضرت مسیح نے واقعتاً صلیب پر جان دے کر لعنتی موت اِختیار کی، مگر یہ موت ان کے لاہوت پر نہیں بلکہ ناسوت پر وارد ہوئی، اس یہودی عقیدہ کی رنگ آمیز تعبیر وتشریح نے مسیحی علم عقائد کا پورا ڈھانچہ تیار کرڈالا، شریعت کے نسخ کا اِعلان کردیا اور ''کفارہ'' وغیرہ کے ذریعہ ایمان واعمال کی پوری دُنیا ہی بدل کر رکھ دی، بدقسمتی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحبت یافتہ حواریوں کے علی الرغم مسیحیت نے ''پولوسیت'' کی شکل اِختیار کرلی۔

فاضل مصنف نے ''انجیل برناباس کا مطالعہ'' میں اس انجیل کی سرگزشت، تاریخی حیثیت اور اس کے بارہ میں مسیحی برادری کے موقف کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے، اس موضوع پر اگرچہ ان سے پہلے بہت سے علماء اظہارِ خیال کر چکے ہیں، مگر موصوف نے اس سلسلہ کی موافق ومخالف تحریروں کا حتی الوسع بالاستیعاب مطالعہ کر کے تحقیقی نتائج سپردِ قلم کیے ہیں، جو لائقِ تحسین ہیں۔ کتاب کے شروع میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا ''پیش لفظ'' ہے اور آخر میں سیّد رشید رضا مصری کے مقدمہ کا ترجمہ بھی شامل ہے جو انہوں نے ڈاکٹر خلیل سعادت کے عربی ترجمہ پر لکھا تھا۔ فاضل مصنف کی یہ تحقیق لائقِ صد شکر ہے، جس پر علمی حلقوں کی جانب سے سراہا جائے گا۔

ہماری ناقص رائے یہ ہے کہ چونکہ انجیل برناباس کا اُردو ایڈیشن نایاب ہو چکا ہے، اس لیے صرف اس کے منتخبات پر کفایت نہ کی جائے، بلکہ پورے متن کا نیا اُردو ایڈیشن آنا چاہیے، نیز کتابت وطباعت کے اعلیٰ معیار پر اس کی بکثرت اشاعت ہونی چاہیے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۵ھ)

آئینۂ حق

مولانا منظور احمد شاہ صاحب۔ صفحات: ۱۲۸۔ قیمت (مجلد): ۶/۵۰ روپے۔ پتا: مکتبہ فریدیہ، ہائی اسٹریٹ، ساہیوال، پنجاب۔

جناب مصنف عیسائیت پر اچھی نظر رکھتے ہیں، مسیحی پادریوں سے کئی مباحثے بھی فرما چکے ہیں، جن میں فریقِ مخالف کو شکست ہوتی رہی، رَدِّ عیسائیت میں متعدد رسائل بھی تصنیف کیے، زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں بڑی جامعیت اور اِختصار کے ساتھ ان تمام معرکۃ الآرا اُمور پر گفتگو کی گئی ہے، جن پر پادریوں کو ناز ہے اور جو اِسلام اور عیسائیت کے مابین فیصلہ کن اہمیت کے حامل ہیں۔ کتاب میں اچھوتا پن یہ ہے کہ اسے سوال وجواب کے انداز میں مرتب کیا گیا ہے، سوال عیسائیوں کی جانب سے اور جواب مسلمانوں کی طرف سے۔

صفحہ: ۱۰۲ پر "لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء"(۱) کی جو تفسیر کی گئی ہے، وہ قواعدِ عربیت کے اعتبار سے بھی بداہتاً غلط ہے، اور ائمۂ تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

(۱) الاعراف: ۱۸۸

صفحہ:۱۱۳ پر ''انجیل یوحنا'' ۱۳/۱۶ کے فقرہ: ''اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔'' سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا کہ: ''انجیل میں بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا بعطائے اِلٰہی ثابت ہے'' طرداً وعکساً غیرصحیح ہے۔ اس نوعیت کا اِستدلال مناظروں میں تو چل جاتا ہے مگر یہ علم سے بے انصافی ہے۔ صفحہ:۴۷ پر تین جگہ "وھو ربھم" کا لفظ آیا ہے، یہ غالباً سہوِ کتابت ہے، "ابھم" یا "أب لھم" ہونا چاہئے تھا۔ اس نوعیت کی جزوی فروگزاشتوں سے قطع نظر کتاب بڑی مفید، دِلچسپ اور معلوماتی ہے، اور فاضل مصنف اس کی تالیف پر تمام اہلِ اِسلام کی جانب سے ستائش کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۵ھ)

عیسائیت اور اِسلام

جناب حفیظ اللہ لاری (ایم اے علیگ، ایل ایل بی)۔ صفحات: ۱۶۰۔ قیمت (قسم اَوّل): ۹۵ پیسے۔
پتا: انجمن تحفظ اِسلام، نیم کی چاڑی، سکھر۔

مصنف نے مقدمہ میں مستند حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ:

''قیامِ پاکستان کے وقت پاکستان میں عیسائیوں کی تعداد اَسی ہزار تھی۔ ۱۹۵۸ء میں یہ تعداد بڑھ کر دو لاکھ اٹھاسی ہزار دو سو تریسٹھ ہوگئی۔ ۱۹۶۱ء میں سات لاکھ سینتیس ہزار کو پہنچ گئی۔ اور ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء تک کی مدّت میں یہ تعداد دُگنی ہوگئی۔ عیسائیوں کے صرف ایک فرقہ نے دس ہزار تعلیم یافتہ نوجوانوں کو عیسائی بنایا، صرف ایک گاؤں (کلارک آباد، ضلع لاہور) میں عیسائی مشن کے بارہ مبلغ لوگوں کو مرتد کرنے میں مصروف ہیں۔ کینیڈا کے ایک رومن کیتھولک رسالہ ''پراسپکٹر'' نے فخریہ لکھا ہے کہ ''پاکستان میں عیسائی بنانے میں ہمیں سب سے زیادہ کامیابی ہوئی۔'' اور ۱۹۶۱ء میں پاکستان کے وزیرِ داخلہ نے پاکستان میں عیسائیت کے روزافزوں غیرمعمولی اِضافہ کا اِعتراف کرتے ہوئے اس پر حیرت وتشویش کا اِظہار کیا۔''

مصنف لکھتے ہیں کہ:

''یہ تو ہمارے ملک میں فتنۂ ارتداد کا حال ہے۔ عالمی سطح پر پہنچیے! صرف رومن کیتھولک فرقہ نے صرف ایک سال (۱۹۶۶ء) میں ایک کروڑ دس لاکھ لوگوں کو عیسائی بنایا۔ مشنری رسالہ ''ڈی سی شن'' (دسمبر ۱۹۶۷ء) کے مطابق مغربی جاوا کے شہر ''لوگور'' میں روزانہ ۱۲۱ اَفراد کو عیسائی بنایا جاتا ہے، سوئی شہر کے

۲۹ افراد کے مشن نے شہر تیمور (انڈونیشیا) کے ارد گرد دورے کیے اور دو ہفتوں میں نو ہزار مسلمانوں کو مرتد کیا۔ یونیورسٹی کے مسیحی طلبہ کی ایک مختصر جماعت نے دو ہزار مسلمانوں کو اِرتداد کے لیے تیار کیا۔'' (ملخصاً)

مسلمانوں کے ضعفِ اِیمان، اُمراء کی دادِ عیش، حکام کی غفلت شعاری، نوجوان غیرت مندوں کی بے حسی اور اہلِ علم کی تساہل پسندی پر اِحتجاج کرتے ہوئے مصنف نے رَدِّ عیسائیت کے لیے قلم سنبھالا اور سلسلۂ مضامین شروع کیا۔ زیرِ نظر کتاب ان ہی چھ مضامین کا مجموعہ ہے:

ا:...فریضۂ تبلیغ سے غفلت کے نتائج۔ ۲:...توحید یا تثلیث؟۔ ۳:...حق کا متلاشی؛ بائبل سے قرآن کی طرف۔ ۴:...عیسائیوں کا خدا۔ ۵:...دو مسیح۔ ۶:...بشاراتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان مضامین میں عیسائی عقائد کی لغویت، بائبل کے مجموعوں کی تحریف، اور اِسلام کے محاسن بیان کرتے ہوئے مصنف نے جگہ جگہ اسلامی طبقوں کو عیسائیت کی زہرناکی کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ اس مجموعہ کی تالیف پر مصنف اَجر و شکر کے مستحق ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۸۸ھ)

تسہیل اسلامیات

پروفیسر سمیع ہاشمی۔ ناشر: نذر سنز، لاہور۔

بی اے کلاسز کے طلباء و طالبات کے لیے ''تسہیل اسلامیات'' کے نام سے یہ کتاب نذر سنز لاہور سے شائع ہوئی ہے، جسے جناب پروفیسر سمیع ہاشمی نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے چند مقامات محتاجِ اِصلاح ہیں۔

ا:...خلع کے بیان میں لکھا ہے:

''عورت خلع خود نہیں کر سکتی، اس کے لیے عدالت سے رُجوع کرنا پڑے گا۔''(۱)

خلع کے لیے شرعاً عدالت کی کوئی شرط نہیں، میاں بیوی دونوں رضامندی سے، یا کسی ثالث کے ذریعہ بھی خلع کر سکتے ہیں، البتہ اگر شوہر کسی طرح بھی عورت کی گلوخلاصی کے لیے تیار نہ ہو، تب عدالت سے رُجوع کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۱) ص:۳۴

۲:...خلع ہی کے بیان میں لکھا ہے:

''خلع کی عدّت صرف ایک حیض ہے، تاکہ علم ہو کہ دُوسرے نکاح سے پہلے عورت حاملہ تو نہیں۔''(۱)

خلع؛ طلاق کے قائم مقام ہے، اور اس کی عدّت وہی ہے جو طلاق کی ہوتی ہے، اس لیے یہ مسئلہ واضح طور پر غلط ہے۔

۳:...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''موسوی شریعت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش اور تربیت کی گئی، کچھ عرصہ بعد مریم نے اپنی قوم کے ایک فرد یوسف نجار سے شادی کرلی اور اَناجیل سے پتا چلتا ہے کہ پھر مریم اور یوسف کے ہاں اور بھی بچے پیدا ہوئے۔''(۲)

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا یوسف نجار سے شادی کرنا اسلامی نظریہ نہیں ہے، اور اَناجیل کے حوالہ سے اسے ''اسلامیات'' میں شامل کرنا غلط ہے۔

۴:...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو قرآنِ کریم میں ذکر کیے گئے ہیں، ان کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

''مسلمان علماء میں اَشاعرہ ان معجزات کو بعینہٖ تسلیم کرتے ہیں، مگر معتزلہ انہیں برنگ مجاز خیال کرتے ہیں۔''(۳)

یہ فقرہ مبتدی طلباء وطالبات کے لیے گمراہ کن ہے، مؤلف نے اس بات کو ایسے انداز سے بیان کیا ہے گویا معجزات کو حقیقت پر محمول کرنا اور ان میں ایسی تأویل کرنا کہ معجزہ معجزہ نہ رہے، دونوں باتیں یکساں ہیں، حالانکہ اہلِ حق کے نزدیک ان معجزات میں تأویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۵:...حضرت مسیح علیہ السلام اور واقعہ صلیب کے تحت لکھا ہے:

''حضرت مسیح کی ذات کے گرد واقعات کچھ اس طرح اُلجھ گئے ہیں کہ یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں نے جداگانہ نتائج مرتب کیے ہیں۔''

مصنف کا یہ اندازِ بیان بھی غلط ہے، کیونکہ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے واقعات مشتبہ ہیں، اس لیے یہود ونصاریٰ اور مسلمان تینوں فریق اپنے اپنے نقطۂ نظر سے ان کی تعبیر کرتے ہیں، اس کے بجائے مصنف کو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ قرآنِ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہود ونصاریٰ کے اشتباہات کو رفع کیا ہے، اور واقعات کی صحیح نوعیت کو واشگاف کیا ہے، قرآنی بیان کے

(۱) ص:۳۴ (۲) ص:۶۰ (۳) ص:۶۳

مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے گرد واقعات کو اُلجھے ہوئے کہنا بڑی غلط بات ہے۔

۶:... آگے ''اِسلامی نقطۂ نظر'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سرے سے صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے بلکہ خدا نے انہیں یہودیوں سے پُراسرار طریق پر بچا کر زندہ اُوپر اُٹھالیا۔ "وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم" اب وہ قیامت سے قبل تشریف لاکر اسلام کا غلبہ دُنیا میں قائم کریں گے اور اپنی طبعی عمر سے وفات پائیں گے، جب حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش عام اِنسانی قاعدہ سے الگ یعنی بن باپ کے ہوئی تو یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ آپ کا انجام بھی معمول سے ہٹ کر ہوا ہو۔''(۱)

یہاں تک تو اِسلامی نقطۂ نظر کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے، لیکن آگے لکھا ہے:

''مولانا مودودی کے الفاظ: قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و رُوح کے ساتھ کرۂ زمین سے اُٹھا کر آسمانوں میں کہیں لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی رُوح اُٹھالی گئی، اس لیے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جاسکتی ہے اور نہ اثبات، لیکن قرآن کے اندازِ بیان پر غور کرنے سے یہ بات بالکل نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے کہ اُٹھائے جانے کی نوعیت و کیفیت خواہ کچھ بھی ہو، بہرحال مسیح علیہ السلام کے ساتھ خدا نے کوئی ایسا معاملہ ضرور کیا ہے جو غیرمعمولی نوعیت کا ہے۔''

حالانکہ قرآنِ کریم نے جس رفع کا ذکر کیا ہے، پوری اُمت اس پر متفق ہے کہ اس سے رفعِ جسمانی مراد ہے، اس اِجماعِ قطعی کے بعد یہ کہنا کہ رفعِ مسیح کی کوئی نوعیت متعین نہیں کی، اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ: قرآنِ کریم نے ''اِقامتِ صلوٰۃ'' کا حکم تو دیا ہے، مگر اس کی کوئی کیفیت متعین نہیں کی، ''اِیتاءِ زکوٰۃ'' کا حکم تو دیا ہے، مگر اس کی متعین نوعیت نہیں بتائی، ظاہر ہے کہ یہ فلسفہ خالصتاً گمراہ کن ہے۔ تواتر کے ساتھ اُمت میں الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی جو شکل چلی آتی ہے، وہ قرآنِ کریم ہی کی متعین کردہ ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع کی جو صورت قرآنِ کریم نے بیان کی ہے، وہی اُمت کا متواتر عقیدہ ہے، لیکن جناب مصنف لکھتے ہیں:

''تاہم عقیدۂ حیات و رفعِ مسیح علیہ السلام اجزائے ایمان میں سے ہرگز نہیں، اور تاویل کے احتمال سے یکسر خالی نہیں۔''

حالانکہ جو اُمور قطعی تواتر سے ثابت ہوں وہ ''ضروریاتِ دِین'' کہلاتے ہیں، اور ان سے کسی ایک کے

(۱) ص:۶۳-۶۴

اِنکار کو کفر قرار دیا گیا ہے، پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و حیات اور آخری زمانہ میں ان کے نازل ہونے کا عقیدہ کتاب اللہ، سنتِ متواترہ اور اُمت کے قطعی اور متواتر اِجماع سے ثابت ہے تو اس پر اِیمان لانا کیوں واجب نہ ہوگا؟ اور اس کے منکر کی کیوں تکفیر نہ کی جائے گی...؟

یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں، نہ ضرورت۔ یہاں ہمارے ''اسلامیات'' کے معیار کو ذکر کرنا مقصود ہے کہ کیسی کیسی غلط باتیں ''اسلامیات'' کے نام سے ناپختہ ذہنوں میں اُنڈیلی جارہی ہیں! ہم جناب مصنف اور کتاب کے ناشرین سے مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ خدارا! ان غلطیوں کی اِصلاح کی جائے اور نئی نسل کو جہلِ مرکب کے مرض سے بچایا جائے۔ اور حکومت کے محکمۂ تعلیم سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ اگر ''اسلامیات'' کو نصاب میں رکھنا ہے تو اس کے مندرجات مستند ہونے چاہئیں، کچی پکی باتیں طلباء کے ہاتھ میں تھمادینا بڑا ہی ظلم ہے۔

(تحفۂ قادیانیت، ج:۲،ص:۴۹۴)

توراۃ موسوی اور آخری نبی

مولانا بشیر احمد جالندھری (خطیب جامع مسجد شورکوٹ روڈ)۔ صفحات: ۴۶۲۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: مکتبہ محمودیہ، شورکوٹ روڈ، ضلع جھنگ۔

زیرِ نظر کتاب بھارت کے پادری برکت کی ''توراۃِ موسوی اور محمدِ عربی'' کا جواب ہے۔ پادری صاحب نے یہ موقف اِختیار کیا تھا کہ ''عہد نامہ قدیم وجدید'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی بشارت نہیں اور یہ کہ... نعوذ باللہ!... حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے خارج تھے، وہ خود بھی نبی نہیں تھے، نہ ان کی نسل میں نبوّت رکھی گئی۔ فاضل مجیب نے پادری صاحب کے تمام ہفوات کا نہایت مدلل اور مسکت جواب دیا ہے۔

کتاب گیارہ ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے چار ابواب میں کتبِ سابقہ کی ان بشارات کا ذکر ہے جن میں نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔ مصنف نے پادری صاحب کی تأویلاتِ باطلہ کا تار و پود بکھیرتے ہوئے ایسے دلائل سے ان پیش گوئیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کیا ہے کہ ایک انصاف پسند کے لیے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ پانچویں باب میں پادری صاحب کے دعویٰ کے علی الرغم یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نہ صرف یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شرعی اولاد ہیں، بلکہ دُعائے ابراہیمی کا وہی ثمرہ ہیں، اور حضرت اسحٰق اور ان کے صاحب زادہ حضرت یعقوب

علیہما السلام دُعا کا نتیجہ نہیں بلکہ قربانی کا انعام اور صلہ تھے۔ نافلہ میں مصنف کے نزدیک دونوں باپ بیٹا شامل ہیں۔ چھٹے اور ساتویں باب میں قرآنِ کریم اور توراۃ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نبوت کا اِثبات کیا گیا ہے، جس سے پادری صاحب نے انکار کیا تھا۔ آٹھویں اور نویں باب میں ثابت کیا گیا کہ ذبیح حضرت اسحٰق (علیہ السلام) نہیں بلکہ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) تھے، اس پر قرآنِ کریم سے آٹھ اور توراۃ سے دلائل پیش کیے ہیں۔ دسویں باب میں پادری صاحب کے اس زعم کو توڑا گیا ہے کہ حضرت ہاجرہ (رضی اللہ عنہا) کنیزہ تھیں۔ گیارہویں اور آخری باب میں حضرت خلیل اللہ اور تعمیرِ بیت اللہ سے بحث کی گئی اور ثابت کیا گیا ہے کہ مکہ کی وادی میں خدا کا گھر حضرت خلیل واسماعیل (علیہما السلام) نے تعمیر کیا تھا۔

پادری برکت اللہ نے مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا کہ وہ اس کے اُٹھائے ہوئے سوالات کا جواب دیں، ہم مولانا بشیر احمد جالندھری کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کی جانب سے یہ فرضِ کفایہ نہایت احسن طریق سے ادا کردیا ہے۔ اُن کی یہ کتاب رَدِّ عیسائیت کے موضوع پر ایک گراں قدر اِضافہ متصوّر ہوگی۔ فجزاه الله احسن الجزاء!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ)

***

رَدِّ قادیانیت

اکفار الملحدین (عربی)

اِمام العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ صفحات: ۱۹۶۔ قیمت: ۵ روپے۔ شائع کردہ: مجلس علمی، میری ویدر ناور، پوسٹ بکس: ۴۸۸۳، کراچی۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا سب سے اَہم اور عظیم مقصد اِنسانیت کو کفر و شرک اور فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکال کر اِسلام کی خنک روشنی میں لانا ہے۔ "یُخرِجُھم مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوُرِ" جو سعادت مند اَفراد اُن کی دعوت کو لبیک کہتے ہیں وہ "مسلم" کے لقب سے مشرف ہوتے ہیں، اور جو لوگ اس دعوت پر کان نہیں دھرتے وہ "کافر" کہلاتے ہیں۔ کہنا چاہیے کہ دعوتِ نبوّت اِسلام اور کفر کے مابین حدِ فاصل کھینچ دیتی ہے، اس دعوت کو ماننے یا نہ ماننے کے نتیجہ میں اِنسانیت دو کیمپوں میں بٹ جاتی ہے: مسلم، کافر۔

حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس مبارک خطہ میں کلمۂ اِسلام غالب ہوا تو ایک تیسری قسم وجود میں آئی، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو صدقِ دِل سے قبول نہیں کیا تھا، نہ آپ کی تصدیق کے لیے وہ اپنے دِلوں کو آمادہ پاتے تھے (ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم) لیکن اِسلامی سطوت کے سامنے اپنے کفر کے علانیہ اِظہار کی ہمت بھی اُن میں نہیں تھی۔ اُنہوں نے حالات کا رُخ دیکھ کر زبانی تصدیق اور قلبی تکذیب کا راستہ اختیار کیا اور "منافقین" کہلائے۔ یہ گویا اس اَمر کی تمہید تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے نتیجہ میں اِنسانیت کے تین کیمپ ہوں گے: اِسلام، کفر اور نفاق۔

دورِ نبوّت کے بعد نفاق کی تحریک نے دِین میں "تاویل و اِلحاد" کا راستہ اپنایا اور اِسلام کا دَم بھرنے اور رِسالتِ محمدیہ کا اِقرار کرنے کے ساتھ ساتھ فرائضِ اِسلام اور قطعیاتِ دِین میں من مانی تاویلیں شروع

کیں، لیکن صدیقی عزیمت نے (واللہ لأقاتلنّ من فرّق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ [۱] .... اینقص فی الدین وأنا حیّ [۲]) کہہ کر اس تلبیس کا پردہ چاک کیا اور اُنہیں مرتد قرار دے کر اُن کے خلاف فوج کشی کی اور یہ فتنہ جہاں سے اُٹھا تھا وہیں دفن ہو کر رہ گیا۔

فاروقی دور میں ہمیں اس تأویل والحاد کا سراغ صرف اِتنا ملتا ہے کہ صبیغ نامی ایک شخص کو یہ دوران سر ہوا تھا، لیکن کھجور کی تر شاخوں نے اس کا فوری علاج کر دیا۔

بعد میں یہ "تحریکِ نفاق"، "باطنیت" اور تفلسف کے مختلف مظاہر میں وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہی اور حق تعالیٰ شانہٗ صدیقی عزیمت اور فاروقی بصیرت کو اِمام احمد حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، اِمام ابوالحسن اشعری، ابومنصور ماتریدی، ابوبکر بیہقی، ابنِ حبان، اِمام غزالی، حافظ اِبنِ تیمیہ اور مجدّد الفِ ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر کی شکل میں ظاہر کرتا رہا، جو اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے انداز میں ان نفاق پیشہ متأوّلین کی قلعی کھولتے رہے۔

اِرشادِ خداوندی: "انّا نحن نزلنا الذکر وانّا له لحفظون" [۳] اور اِرشادِ نبوی: "یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله، ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتأویل الجاهلین." [۴]

"لا یزال اللّٰه یغرس لهٰذا الدین غرسًا." [۵]

غور کیا جائے تو اِسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق ان ہی دو فقروں کی تفسیر ناطق ہے، گویا بتلایا جا رہا ہے کہ ہر زمانہ میں غلط تأویل کرنے والے جاہل، اِسلام کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے باطل پرست اور دِین میں گڑبڑ مچانے والے غالی رہا کریں گے، مگر حفاظتِ دِین کا خدائی وعدہ ان کی سرکوبی کے لیے ایسے حضرات کی شکل میں پورا ہوگا جو صدق وصفا، عدل واِنصاف، دیانت وامانت اور علم وحکمت کا پیکر ہوں گے، چنانچہ یہی ہوتا بھی رہا، "ولن یخلف اللّٰه وعده!"

چودھویں صدی میں یہ تحریکِ نفاق ظل وبروز کی شکل میں ظاہر ہوئی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے (مختلف تدریجی قدم اُٹھانے کے بعد) نبوّت اور "تشریعی نبوّت" کا دعویٰ کیا، اور اپنے دعویٰ کے جواز کے لیے اُنہوں نے "ظلِ محمدی" اور "بروزِ احمدی" کی اِصطلاح اِیجاد کی، جس کا خلاصہ خود اُن ہی کے لفظوں میں یہ تھا:

---

(۱) مشکوٰۃ: ص:۱۵۷ (۲) مشکوٰۃ: ص:۵۵۶ (۳) الحجر:۹
(۴) مشکوٰۃ:۳۶ (۵) ابن ماجہ:۳

''لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النّبیین میں ایسا گم ہوگیا ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو، اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہوگیا ہو، تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ ''محمد'' ہی ہے، گو ظلی طور پر۔''(۱)

''مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے، مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور اس سے مہرِ ختمیت ٹوٹی نہیں، کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیتِ کریمہ: "واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم" بروزی طور پر وہی نبی الانبیاء ہوں اور اب سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے، اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی(۲) وجود قرار دیا ہے، پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوّت سے کوئی تزلزل نہیں آیا، کیونکہ ظل اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔''(۳)(۴)

مرزا غلام احمد صاحب نے ظلّی اور بروزی اِصطلاح کو بڑی فراخ دِلی سے اِستعمال کیا، اپنے کو ''ظلِ محمد'' کہا اور تمام اوصاف وکمالات، فضائل ومکارم (حتیٰ کہ نبوّت وختمِ نبوّت) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص تھے، اپنے لیے ثابت کیے، اپنی نبوّت کو ظلّی نبوّت کہا، اور نبوّتِ محمدیہ کے تمام خصائص اپنی طرف منسوب کیے۔ اپنی اہلیہ محترمہ کو اُمہات المؤمنین کا ظل قرار دیا، اور ظلّی اُمت میں وہ اُمّ المؤمنین کہلائیں۔ اپنے مریدوں کو صحابہ کرام کا ظل بتلایا، (بلکہ ۳۱۳ بدری صحابہ کی اِصطلاح بھی اپنے ۳۱۳ اَحباب کے لیے جاری فرمائی)۔ اپنے خلفاء کو خلفائے راشدین کا ظل، اپنی بستی (قادیان) کو مکہ و مدینہ کا ظل، مسجد کو مسجدِ نبوی کا ظل، الغرض! اپنی ہر چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی چیز کا ظل قرار دے کر وہ تمام اَحکام جو اصل کے تھے، اس ''ظل'' کے لیے ثابت کیے۔ اور قرآنِ مجید کی وہ آیات جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب تھا، یا ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات بیان ہوئے تھے، انہیں اپنی ذات پر منطبق کیا اور دلیل صرف یہی تھی کہ وہ ''ظلِ محمد'' ہیں اور ظل اپنی اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح مرزا صاحب نے ظلّی طور پر ''مثیلِ مسیح'' ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے متعلقہ نصوص پر اپنی ذات کو منطبق کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ ''اِبنِ مریم'' کہلاتے ہیں، اس

(۱) ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص:۲۶۳، ایک غلطی کا ازالہ۔
(۲) اکفار الملحدین میں یہاں ''بھی'' چھپا ہے۔
(۳) ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص:۲۶۵، ایک غلطی کا ازالہ۔
(۴) ہم نے یہ دونوں حوالے اکفار الملحدین سے نقل کیے ہیں۔

لیے مرزا صاحب نے ''ابنِ مریم'' بننے کے لیے بھی تأویل کی، گو اُنہیں اس میں کافی تکلف کرنا پڑا۔

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کے جاری رہنے کا اعلان کیا، گو ظلی طور پر ہو۔ اور خود مستقل شریعت و نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اپنی وحی کو ''قرآن جیسی قطعی و یقینی'' کہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کیا اور وہ تمام آیات و اَحادیث جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، یا ان کی تأویل کرلی یا اِنکار کردیا۔ لوگوں کو اپنی نبوّت و رسالت پر ''ایمان'' لانے کی دعوت دی، ماننے والوں کو ''مؤمن'' اور نہ ماننے والوں کو ''کافر'' قرار دیا۔ اور ان کے حق میں بعض ایسے الفاظ بھی استعمال کیے جن کا ذکر نامناسب ہوتا ہے۔ ان سے مناکحت کو ناجائز ٹھہرایا، اور ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت سے منع کیا۔

مرزا غلام احمد صاحب کی بعض عبارتوں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو صرف ظلِ محمدی اور ظلِ مسیحی ہی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ تمام کمالاتِ انبیاء کا جامع اور سب سے افضل جانتے تھے۔ وہ اپنے دور کی رُوحانیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی رُوحانیت سے اکمل تصوّر کرتے تھے۔ حاصل یہ کہ مرزا صاحب نے ظلِ احمد اور بروزِ محمدی کی تأویل سے پورے دِین میں اس قدر تصرف کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی دِین اور مرزا صاحب کے ''ظلی دِین'' میں اتنا ہی بونِ بعید نظر آتا ہے جتنا کہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزا صاحب میں۔

علمائے اُمت نے مرزا صاحب اور ان کے معتقدین سے زبانی اور تحریری مباحثے کیے، ان کی ایک ایک تأویل کی غلطی واضح کی اور اس نئی نبوّت کا کامل ردّ کیا، اور جب تأویل کی غلطی واضح ہوجانے کے بعد بھی وہ نبوّت و لوازمِ نبوّت سے دست کش نہیں ہوئے تو ان کے بارے میں ''خارج از اِسلام'' ہونے کا فتویٰ دیا۔

اس موقع پر یہ سوال تھا کہ دعویٰ نبوّت کے باوجود مرزا صاحب اور اُن کی اُمت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی پڑھتے ہیں، نماز روزہ کے بھی قائل ہیں، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بھی کہتے ہیں، اگرچہ وہ اس تفسیر کو نہیں مانتے جو چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے درمیان متواتر چلی آئی ہے، کیا ان حالات میں مرزا صاحب اور ان کی اُمت کو خارج اَز اِسلام کہنا صحیح ہے؟ یہ سوال بلاشبہ اپنے وقت کا اہم سوال تھا، اور اس میں چند وجوہ سے کچھ اُلجھنیں پیدا ہوگئی تھیں:

اوّل تو یہ کہ:... بعض لوگوں کو یہی علم نہیں تھا - اور بدقسمتی سے اب تک نہیں - کہ اِسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل کیا ہے؟ ان حضرات نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب تک ایک شخص از خود ''اِسلام'' کی طرف نسبت کا اِنکار نہ کرے اور صاف صاف تبدیلِ مذہب کا اِعلان نہ کرڈالے، خواہ وہ کیسے ہی نظریات رکھتا ہو، اُسے ''خارج از اِسلام'' کہنے کا کوئی جواز نہیں۔ گویا کسی کے مسلمان اور نامسلمان ہونے کا مدار اُصول اور نظریات پر نہیں، بلکہ اس کے مسلمان کہلانے یا نہ کہلانے پر ہے۔ اب اگر ایک شخص ان تمام عقائد و

اُصول کا اِنکار کردے جن پر اِسلام کی بنیاد قائم ہے، مگر وہ تبدیلِ مذہب کا اعلان نہ کرے، تب بھی ان حضرات کے نزدیک اسے مسلمانوں میں شمار کرنا لازم ہے، بلکہ اگر کسی نئے دِین و مذہب کو "اِسلام" کے نام سے پیش کرے، تب بھی وہ مسلمان ہی رہے گا۔ نئی نبوّت، نئی اُمت، نئے دِین کے باوجود مرزا صاحب کی بروزی تحریکِ نفاق کو اسی منطق نے "مسلمان" بنادیا ہے۔

دوم یہ کہ:... بعض غیر محتاط فتویٰ بازوں نے مسئلۂ تکفیر کو رُسوا کردیا تھا۔ جس طرح عدالت کے بعض افراد رشوت، جانب داری یا دُوسرے سفلی مقاصد کی خاطر قانون کا اِستعمال غلط کرنے لگیں تو پوری عدالت سے قوم کا اعتماد اُٹھ جاتا ہے، اسی طرح تکفیر کے بے محل اِستعمال نے نفسِ مسئلہ سے ناواقف لوگوں کو بدظن کردیا۔ غالباً اُس وقت کی اجنبی حکومت کے اِشارہ سے بعض حضرات نے کفر کی ٹکسال قائم کر رکھی تھی، جہاں پکے سچے مسلمانوں کی "کافرسازی" بڑی فراخ دلی سے ہوتی تھی اور "ایک سوایک وجہِ کفر" سے کم پر اِکتفا کم ہی کی جاتی تھی۔ اس غیر محتاط طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار کے معتوب مسلمانوں کو تو کافر نہ بنایا جاسکا، البتہ واقعی کافروں کو کافر کہنا بھی مشکل ہوگیا، چنانچہ "بروزی تحریک" کو بھی اسی کھاتے میں ڈال دیا گیا۔

نے بنی کہ گاوے در مرغزار

بیالاید ہمہ گاوانِ دہ را

سوم یہ کہ:... مرزا غلام احمد صاحب نے تأویل و تحریف کے اتنے دبیز پردے اپنے دعوائے نبوّت پر ڈال رکھے تھے کہ ان کو اُٹھانا بڑا دِقت طلب کام تھا۔ ان کے مختلف اور بعض دفعہ متضاد دعووں کی روشنی میں یہ معلوم کرنا آسان نہیں تھا کہ وہ دراصل کیا کہنا چاہتے ہیں اور کس اَمر کے مدعی ہیں؟ علاوہ ازیں ان کی اور ان کی جماعت کی طرف سے خدا اور رسول کی محبت اور اِسلام کی خدمت کا ڈھول اتنی شدّت سے پیٹا گیا کہ اس کے شور و غل میں بہت سے لوگوں کی توجہ ان کے نظریات سے ہٹ گئی۔

اس مسئلہ میں بعض علمی اِشکالات اس لیے پیدا ہوئے کہ اکابر کی بعض عبارتوں کو صحیح نہیں سمجھا گیا، یا شاید اس کی کوشش نہیں کی گئی۔

مثلاً یہ طے شدہ اُصول پیش کیا گیا کہ: "کسی کلمہ گو کی تکفیر جائز نہیں" مگر یہاں یہ نظرانداز کردیا گیا کہ "کلمہ گو" کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ کیا اگر ایک شخص کلمہ پڑھ کر قرآن مجید کی کسی آیت کی تکذیب کرے یا بت کو سجدہ کرے، اسے "کلمہ گو" کہا جائے گا؟

یا مثلاً یہ اُصول کہ: "مؤوِّل کی تکفیر صحیح نہیں" لیکن یہاں یہ تمیز نہیں رکھی گئی کہ "مؤوِّل" کون ہے؟ کیا کوئی شخص پنج گانہ نماز کا کسی تأویل سے اِنکار کرے، اسے مؤوِّل کہنا صحیح ہوگا؟

یا مثلاً اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ اِرشاد کہ ''اگر کسی میں ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اِسلام کی ہو، اُسے کافر نہ کہا جائے'' اس کا مفہوم یہ بنایا گیا کہ اگر کوئی شخص ۹۹ باتیں کفر کی بکے اور ایک بات اِسلام کی کہہ دے اسے کافر نہ کہا جائے، مگر یہ نہیں سوچا گیا کہ قرآن مجید کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات میں سے اگر کوئی شخص چھیاسٹھ (یک فی صد) کو مانے اور باقی کا اِنکار کردے، کیا اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مسلمان کہلائے گا؟

اِمام صاحبؒ کے اس اِرشاد کا مفہوم تو یہ ہے کہ اگر کسی مفتی کے پاس کسی شخص کا ایسا قول ذکر کیا جائے جس کی ۹۹ تاویلیں غلط بنتی ہوں اور ایک تاویل صحیح نکلتی ہو تو جب تک قائل کے صحیح حالات اس کے سامنے نہیں آجاتے، اس وقت تک اسے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کے کلام کا صحیح مطلب ہی لینا چاہیے، لیکن اگر وہ خود کہے کہ ''میرا مطلب یہ ہے'' تو ظاہر ہے کہ پھر ننانوے اور ایک کا سوال ختم ہوجاتا ہے۔

الغرض! اِسلام اور کفر کا مسئلہ غلط فہمیوں اور بے احتیاطیوں میں اُلجھ کر رہ گیا، اور بعض ناواقفوں کو یہاں تک دھوکا ہوا کہ یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ اس موقع پر ضرورت تھی کہ دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں اسے پوری طرح نکھار کر رکھ دیا جائے، جس کے بعد نہ صرف زیرِ بحث ''بروزی تحریک'' کا صحیح موقف واضح ہوجائے بلکہ آئندہ کے لیے بھی اِسلامی سرحدیں محفوظ ہوجائیں اور کسی ملحد کو در آنے کا موقع نہ رہے۔

حفاظتِ دِین کے خدائی وعدہ نے اس اہم اور عظیم الشان خدمت کے لیے اِمام العصر حضرۃ العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتخاب کیا، جن کے وجود میں علم و عمل، صلاح و تقویٰ، ورع و زُہد، دیانت و فقاہت، سیادت و نجابت، حسن و جمال، فضل و کمال اور عطاء و نوال جیسی بہت سی ایسی خوبیاں قدرت نے جمع کردی تھیں کہ کسی فردِ واحد میں ان تمام صفات کا اِجتماع شاذ و نادر ہی دیکھا گیا ہے۔ انہیں عالم اِسلام کا چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا، اُن کا نورانی چہرہ دیکھ کر ایسا لگتا تھا گویا آسمان سے ابھی ابھی فرشتہ نازل ہوا ہے۔[1] ان کے ہم عصر اکابر علمائے عرب و عجم اُن کے علمی تفوق اور ''عبقریت'' کے معترف تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (قدس سرہٗ) جو سن و سال اور درجہ اساتذہ کے اعتبار سے آپ کے اکابر کی صفت میں آتے ہیں، فرماتے تھے:

''مجھے بڑے بڑے نوابوں اور رئیسوں کی مجلس میں وعظ کہنے کا اِتفاق ہوا، لیکن الحمدللہ! کبھی کسی سے

(۱) اور دیکھنے والوں نے تو وہ منظر بھی دیکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ بازار میں نکلے تو ہندو دُکان دار ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے اور کلمہ پڑھتے رہے۔

مرعوب نہیں ہوا، البتہ جس مجلس میں مولانا سید محمد انور شاہ اور مولانا محمد شفیع صاحب (ایک غیر معروف صاحبِ کشف بزرگ تھے) موجود ہوں، وہاں وعظ کہتے ہوئے جھجکتا ہوں، مولانا انور شاہ کے علمی رُعب سے کہ کسی علمی بات پر ٹوک نہ دیں، اور مولانا محمد شفیع صاحب کے باطنی کشف سے۔"(۱)

الغرض! حضرت اِمام العصر رحمہ اللہ نے کتاب وسنت، حدیث وفقہ، اُصول وعقائد کی روشنی میں اس موضوع پر نہایت حزم واِحتیاط اور اِنصاف ودیانت سے قلم اُٹھایا۔ مسئلہ اِیمان وکفر کے ایک ایک گوشہ کو منقح کیا۔ اِسلام اور کفر کے حدود واضح کیے، تمام علمی اِشکالات کو حل کیا اور متقدمین کے تمام ذخائر کھنگال کر ایک منقح خلاصہ قاری کے سامنے رکھ دیا، جو آج ہمارے سامنے "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" کی شکل میں موجود ہے۔

بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع کی جامع ترین کتاب اور متقدمین ومتأخرین کے نقول کا دائرۃ المعارف ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، شوال ۱۳۸۸ھ)

اکفار الملحدین فی ضروریات الدین

اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۳۰ روپے۔

پتا: دارالکتب العلمیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

اِسلام اور کفر کے حدود کیا ہیں؟ کن وجوہ پر کسی کی تکفیر کی جاسکتی ہے؟ اور اِلحاد وزندقہ کے اَحکام کیا ہیں؟ یہ مسائل نہایت اَہم بھی ہیں اور نازک بھی۔ حضرت اِمام العصر مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیری نوّر اللہ مرقدہٗ نے زیرِ نظر کتاب میں نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ ان مسائل کو حل فرمایا ہے۔ یہ کتاب اہلِ علم کا مرجع ہے اور اسی کی روشنی میں متعدّد اَکابر نے اپنے اپنے انداز میں رسائل تالیف فرمائے ہیں، جن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رسالہ "وصول الافکار الی اصول الاکفار"، حضرت مولانا محمد اِدریس کاندھلوی رحمہ اللہ کا رسالہ "احسن البیان فی تحقیق مسئلۃ الکفر والایمان" اور حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کا رسالہ "تحقیق الکفر والایمان" خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

"اکفار الملحدین" کی تالیف ۱۳۴۳ ہجری میں ہوئی تھی، پہلی مرتبہ "مجلس علمی ڈابھیل" سے لیتھو

(۱) روایت حضرت الشیخ الاستاذ مولانا خیر محمد جالندھری دامت برکاتہم۔

میں شائع ہوئی، دوبارہ ۱۳۸۳ھ میں ''مجلس علمی کراچی'' نے اسے ٹائپ پر طبع کرایا۔

زیرِ نظر نسخہ اسی کا عکس ہے، اخلاقی وقانونی لحاظ سے اس کے لیے ''مجلس علمی'' سے اجازت ضروری تھی، لیکن غالباً ناشرین نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اور یہ ہمارے ناشرین کی عام کمزوری ہے کہ جس نسخہ کا عکس لیا جاتا ہے، اُس کا اتا پتا بھی غائب کردیتے ہیں، حالانکہ قانون واخلاق سے قطع نظر کتاب کے تاریخی اِستناد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس نسخہ کا عکس لیا گیا ہے، اس کی تمام علامتوں کو محفوظ رکھا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۰۴ھ)

اکفار الملحدین (اُردو ترجمہ)

اِمام العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ ترجمہ: حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی (اُستاذِ حدیث مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، کراچی)۔ صفحات: ۳۲۸۔ عمدہ کتابت وطباعت۔ قیمت مجلد: ۷ روپے۔ پتا: مجلس علمی، پوسٹ بکس نمبر ۳۸۸۳، نزد ناور، کراچی نمبر ۲۔

اِیمان اور کفر دو الگ الگ حقیقتیں ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دِین کو من وعن قلب وزبان اور دِل وجان سے قبول کرلینا اِیمان کہلاتا ہے، اور دِینِ محمدی کی کسی ایک بات کا اِنکار کردینا کفر ہے۔ پھر اِنکارِ دِین کبھی واضح ہوتا ہے کہ صاف لفظوں میں کسی حقیقتِ شرعیہ کا اِنکار کردیا جائے، مثلاً ارکانِ اربعہ کو عجمی سازش کہا جائے، یا نماز کے اوقاتِ پنج گانہ، تعدادِ رکعات اور مقادیرِ زکوٰۃ جیسے ضروریاتِ دِین کا صاف اِنکار کیا جائے، اور کبھی صاف صاف اِنکار کی جرأت نہیں کی جاتی بلکہ تاویل وتحریف سے دِینی حقائق کو مسخ کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ: ''ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس کے وہ معنی نہیں جس پر عہدِ نبوّت سے آج تک اُمت کا اِتفاق ہے۔'' یا یہ کہا جائے کہ: ''ہم آپ کو نبی ورسول مانتے ہیں، مگر آپ کی حیثیت شارع کی نہیں بلکہ ''اخلاقی مصلح'' کی تھی'' یا یہ کہا جائے کہ: ''ہم آپ پر نزولِ وحی کو مانتے ہیں، لیکن اس کے یہ معنی کہ ''جبریل کا وجود خارج میں ہے اور وحیٔ اِلٰہی خارج سے رسول اللہ پر نازل ہوئی، جس طرح کہ مسلمان مانتے ہیں، محض ایک فرضی کہانی ہے، جس کا مبنیٰ عقلی ناپختگی اور حقیقتِ حال سے ناآشنائی ہے۔''(۱)

اِنکارِ دِین کی اِس دُوسری قسم کو ''اِلحاد وزندقہ'' کہا جاتا ہے، اور یہ کفر کی بدترین صورت ہے، قرآنِ کریم

(۱) یہ اِدارۂ تحقیقاتِ اِسلامی کے ڈاکٹر فضل الرحمن کی ''جدید دریافت'' ہے۔ ملاحظہ ہو: ''فکر ونظر'' راولپنڈی، اگست، ۱۹۶۷ء، ص:۹۳-۹۴۔

ایسے ملحدوں کے جہنم رسید کیے جانے کی اطلاع دیتا ہے۔(۱)

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) نے دعوئ نبوت و مسیحیت کے لیے کفر و بددینی کا یہی ملحدانہ راستہ اختیار کیا تھا۔ اس نے تمام ضروریاتِ دین کو تاویل والحاد کے خراد پر چڑھایا، اور اس طرح پورے دین کو بازیچۂ اطفال اور نشانہ بوالہوسی بنا کر رکھ دیا۔ بعض نادان اس کے الحادی شعبدوں کے دام میں آ گئے، اور بعض تساہل پسند، مصلحت بین یا ضرورت سے زیادہ تقویٰ کے مریض اس کے کفر میں متردد ہوئے۔ ان نا قابلِ اعتبار اشخاص کے علاوہ عرب و عجم کے تمام علمائے اُمت نے بلا امتیاز مسلک و مشرب مرزائے قادیان اور اس کی ذرّیت پر فتوائے کفر عائد کر کے انہیں جہنم رسید کیا۔ امام العصر حضرت العلامہ مولانا الشیخ سید محمد انور شاہ کشمیری (رحمہ اللہ) نے جو علم و عمل، تحقیق و تدقیق، ورع و تقویٰ، فہم و فراست، خشیت و للہیت، امانت و دیانت اور ایمان و یقین کے لحاظ سے اپنے دور میں امامتِ کبریٰ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ مسئلہ تکفیر پر نہایت عالمانہ، محققانہ اور بغایت منصفانہ انداز سے قلم اُٹھایا اور قرآن و حدیث، صحابہ و تابعین، فقہاء و محدثین اور مفسرین و متکلمین کے فیصلوں کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ مدار ایمان اور مناط کفر کیا ہے؟ ایمان و کفر کے درمیان امتیازی لکیر کون سی ہے؟ کن چیزوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کن سے نہیں ہوتا؟ پھر ان منقح تحقیقات کو اکابر علمائے اُمت کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام حضرات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔ یہ شاندار علمی کارنامہ اجماعی دستاویز کی صورت میں "اکفار الملحدین و المتاولین فی شیء من ضروریات الدین" کے نام سے سب کے سامنے ہے۔ جس سے نہ صرف مرزا غلام احمد اور اس کی ذرّیت کے کفر کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے، بلکہ وہ تمام بوالہوس جو دین و شریعت کو نئی ملحدانہ تعبیر و تشریح کا نشانہ بناتے ہیں، ان کے ایمان و کفر کا مسئلہ بھی بڑی آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ مسئلہ کفر و ایمان جیسے نازک مسئلہ کی تنقیح کے بعد علمائے اُمت کا اس پر اتفاق کرا لینا حضرت امام العصرؒ کا اُمتِ اسلامیہ پر دوگونہ احسان ہے۔ اگر خدانخواستہ اس بنیادی مسئلہ میں اُلجھن رہ جاتی تو آج کے طوفانِ الحاد میں اسلام کی حدود کو محفوظ رکھنا بھی مشکل ہو جاتا۔

کتاب کی زبان عربی تھی اور غایت اختصار کی وجہ سے "دریا بحباب اندر" کا مصداق۔ اس لیے اس کی توضیح و تشریح اور اردو ترجمہ کا قرض امام العصرؒ کے تلامذہ و منتسبین پر بدستور چلا آتا تھا تاکہ عوام و خواص اس سے برابر مستفید ہو سکیں۔ "ادارۂ مجلس علمی کراچی" کے سرپرست اور ناظم ہمارے بے حد شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی تحریک سے حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی (مدیر مسئول ماہنامہ "بینات" و اُستاذ تخصص فی الحدیث،

(۱) سورۂ حٰم سجدہ، آیت: ۴۰

مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، کراچی) نے یہ قرض اپنے ذمہ لیا اور تین سال کی محنت وجانفشانی کے بعد اسے ادا فرمادیا۔ شکر اللّٰہ سعیہ!

موصوف نے کتاب کے ترجمہ وتسہیل میں اپنی بساط کے موافق محنت کا حق ادا فرمادیا ہے۔ اب اسے "اکفار الملحدین" کا مفصل ترجمہ کہہ لیجیے یا مختصر شرح کا نام دے لیجیے! کتاب کے شروع میں محدث العصر حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد یوسف بنوری دام فیضہم کا مقدمہ ہے، جو بجائے خود علمی شاہکار بھی ہے اور پوری کتاب کی رُوح بھی۔ اُمید ہے کہ ملتِ اِسلامیہ کے عوام وخواص اس تریاقِ ایمان کی قدر فرمائیں گے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۳۸۷ھ)

خاتم النبیین (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

اِمام العصر حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت۔

یہ حضرت بنوریؒ کے شیخ اِمام العصر حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کی آخری تالیف ہے، جو مسئلۂ ختمِ نبوّت پر انوری علوم ومعارف کا گنجینہ ہے۔ اس کی زبان فارسی تھی اور ایک مدّت سے اس کے اُردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی، اس لیے حضرت بنوریؒ نے راقم الحروف کو اس کے ترجمہ وتشریح کا حکم فرمایا۔ بحمداللہ! حضرتؒ کی عنایت وتوجہ سے بہت مختصر عرصہ میں اس کے ترجمہ وتشریح اور تبویب وتخریج کا کام ہوا۔ پہلے ماہنامہ "بینات" میں بالاقساط شائع ہوچکی تو اسے مستقل شائع کرنے کا حکم فرمایا، اور اس پر ایک گراں قدر مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب حضرتؒ کے وصال کے تین دِن بعد پریس سے آئی!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

تاریخ مرزا

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ۔ صفحات: ۷۲۔ قیمت: ۲/۲۵ روپے۔ پتا: مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے آغازِ دعوت سے وفات تک مختصر اور مستند حالات۔ عقلِ صحیح ہو تو قادیانیت کو سمجھنے کے لیے ایک یہی رسالہ کافی ہے!

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان وشوال ۱۳۹۴ھ)

فلسفۂ ختمِ نبوّت

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۳روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، وزیر پورہ، سیالکوٹ۔

"قصص القرآن" اور "اِسلام کا اِقتصادی نظام" کے مصنف کی حیثیت سے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا اِسمِ گرامی شہرۂ آفاق ہے۔ زیرِ نظر رسالہ دراصل مولانا مرحوم کا وہ مقالہ ہے جو "قصص القرآن" جلد چہارم کی طبعِ دوم میں اُنہوں نے شامل کیا تھا، اس میں عقیدۂ ختمِ نبوّت کے بہت سے دقیق پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن کے مطالعہ سے اِیمان ویقین میں ترقی ہوتی ہے۔ "مسلم اکادمی" ختمِ نبوّت کے موضوع پر قبل ازیں "اقبال اور قادیانی" شائع کرچکی ہے، اور زیرِ نظر رسالہ کی اشاعت اس اِدارہ کی دُوسری پیش کش ہے۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ)

۱:...دِینِ مرزا کفرِ خالص ۔ ۲:...قادیانیوں سے ستر سوالات

حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ (سابق ناظمِ تعلیمات دارالعلوم)۔ ناشر: مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان (تغلق روڈ، ملتان)۔ ملنے کا پتا: حاجی حافظ محمد مسلم بن برکت اللہ، ٹھٹائی کمپاؤنڈ، بندر روڈ، کراچی۔

۱:...اس رسالہ میں حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی عبارتیں کافی مقدار میں جمع کردی ہیں، جن کی وجہ سے قادیانیوں کو خارج از اِسلام قرار دیا گیا، آج تک قادیانی اس کے کسی حوالہ کو چیلنج نہیں کرسکے۔

۲:...مناظرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے دِین ومذہب کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیے قادیانیوں سے ستر سوال کیے تھے، جن کے جواب دینے سے قادیانی آج تک عاجز ہیں، مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کی جانب سے الحاج الحافظ محمد مسلم صاحب نے یہ دونوں رسالے شائع کیے ہیں، دونوں رسالے مجلس تحفظ ختمِ نبوّت پاکستان کے ہر دفتر سے مل سکتے ہیں، مندرجہ بالا پتے سے ڈاک کے ٹکٹ بھیج کر طلب کیے جاسکتے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، محرم ۱۳۹۶ھ)

مجموعہ رسائل

حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت۔

حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ دورِ ثانی کے اکابر دیو بند میں سے تھے، میدانِ مناظرہ میں قادیانیوں نے ان کے ہاتھوں بارہا عبرت ناک شکست کھائی، تحریر کے میدان میں قدم رکھا تو ایسے کلمہ شکن رسائل لکھے کہ قادیانی آج تک ان کے جواب نہیں دے سکے۔ مجلس تحفظ ختم نبوّت نے ان کے تمام رسائل کو دوبارہ شائع کیا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاول ۱۳۹۸ھ)

رئیسِ قادیان (پہلا تبصرہ)

حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ۔ صفحات: ۴۴۸۔ تقطیع: ۲۰×۲۶/۸۔ قیمت: ۲۴ روپے۔
ناشر: مجلس تحفظ ختم نبوّت، تغلق روڈ، ملتان۔

حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمہ اللہ ایک بالغ نظر عالم، پختہ قلم ادیب اور بلند پایہ مصنف تھے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ سے تلمذ تھا اور صحافتی زندگی کی ابتدا انہوں نے دارالعلوم دیو بند کے رسالہ ''القاسم'' کی اِدارت سے کی تھی، اس کے بعد جب تک جان وتن کا رشتہ باقی رہا، انہوں نے خامہ وقرطاس سے رشتہ اُستوار رکھا۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے انہیں بہت صاف قلب، طاقتور قلم، شستہ زبان اور شگفتہ اُسلوبِ بیان عطا فرمایا تھا، ''عمادالدین''، ''سیرت کبریٰ''، ''عثمان ذوالنورین''، ''ائمہ تلبیس'' ایسی بلند پایہ کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔

زیرِ نظر کتاب ''رئیسِ قادیان'' بھی ان کی معرکہ کی کتاب ہے، جس میں نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے صحیح حالات درج ہیں، بلکہ اس دور کی بے مثال دینی وادبی اور تاریخی معلومات فراہم کردی گئی ہیں۔ مولانا مرحوم اس کی وجہ تالیف یوں بیان فرماتے ہیں:

> ''گزشتہ نصف صدی میں فتنۂ مرزائیت کے خلاف ہزاروں لاکھوں کتابیں شائع ہوئیں، لیکن کسی مصنف نے خود داعیٔ مذہب کے پوست کندہ حالات لکھ کر قادیانی لن ترانیوں کا طلسم نہ توڑا، اور اس طرح قادیانی تقدس کی دسیسہ کاریاں پردۂ خفا میں پڑی رہیں، حالانکہ اگر قادیانی دُکان آرائی کے صحیح واقعات منظر عام پر آجاتے تو پھر کسی اختلافی مسئلہ پر بحث ومناظرہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی،

انجام کار خاکسار راقم الحروف نے اس ضرورت کا احساس کیا اور موفقِ حقیقی نے اپنی رحمت نوازی سے اس عاجز کو اس کام کی طرف متوجہ کردیا، چنانچہ اس احقر العباد نے قریباً ڈیڑھ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد قادیانی صاحب کے سوانح حیات مدوّن کیے، جن کو تین جلدوں میں تقسیم کردیا گیا ہے۔''

مولانا مرحوم کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے قادیانی فتنہ کے موجد کے صحیح اور مستند حالات آئندہ نسلوں کے لیے مرتب کردیے۔ یہ کتاب ایک عرصہ سے نایاب تھی، مجلس تحفظ ختم نبوّت نے اسے اشاعتی مقاصد کے پیش نظر شائع کیا ہے، اس لیے اس کی قیمت بڑی مناسب رکھی ہے، اور اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، لائبریریوں اور مدارسِ عربیہ کے علماء وطلبہ کے لیے رعایتی قیمت سولہ روپے رکھی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کتاب ہر اچھی لائبریری کی زینت ہونی چاہیے۔

نوٹ:... مولانا مرحوم نے کتاب کی تین جلدیں ذکر فرمائی ہیں، مگر تیسری جلد کہیں دیکھنے میں نہیں آئی، غالباً وہ مسودے کی شکل میں ضائع ہوگئی ہوگی۔ ناشرین نے اِلتماس کی ہے کہ اگر کسی صاحب کو تیسری جلد کا سراغ ہو تو مطلع فرمایا جائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ)

رئیسِ قادیان (دُوسرا تبصرہ)

حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ۔ صفحات: ۴۴۸۔ تقطیع: $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$۔ قیمت: ۲۴ روپے۔

ناشر: مجلس تحفظِ ختم نبوّت، تغلق روڈ، ملتان۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے پوست کندہ حالات اور اس دور کی تاریخ پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

اِیمان کے ڈاکو

حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ۔ صفحات: ۱۴۴۔ قیمت: ۲ روپے ۲۵ پیسے۔ پتا: مکتبہ صدیقیہ، بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان۔

زیرِ نظر کتاب اَسودِ عنسی اور مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا بہاء اللہ تک ۲۵ بڑے بڑے مدعیانِ کذاب کا عبرت آموز تذکرہ ہے، جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے طرز پر نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا، عجیب وغریب

اعجوبوں سے خلقِ خدا کو گمراہ کیا، بالآخر کیفرِ کردار کو پہنچے، اور دُنیوی ذلت واُخروی ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ گول مول پیش گوئیوں اور مصنوعی کرشموں کے سہارے دعویٰ نبوّت کی ڈینگ مارنا کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ مرزا صاحب سے پہلے بھی بہت سے لوگ اس خبط میں مبتلا رہے، اور قدرتِ خداوندی سے مرزا صاحب کی طرح ان کی کذابیت بھی عالم آشکارا ہوکر رہی۔ کتاب بڑی دلچسپ، عبرت آموز اور معلوماتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ)

هداية الممترى عن غواية المفترى
یعنی
اِسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ

حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت مجلد: ۱۶روپے۔ جلد کارڈ بورڈ: ۱۰روپے۔
ناشر: مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، تغلق روڈ، ملتان۔

''مقدمہ''

علمائے اُمت نے قادیانی فتنہ کے کسی پہلو کو تشنہ بحث نہیں چھوڑا، بلکہ اس کے جلی وخفی تمام گوشوں کو بالکل واضح کردیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اس کے بندوں پر قائم ہوجائے، اور کوئی شخص کل میدانِ محشر میں یہ نہ کہہ سکے کہ اہلِ علم کے ذمہ ہماری راہ نمائی کا جو فریضہ عائد تھا وہ اُنہوں نے ادا نہیں کیا۔

قادیانیت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، اُن میں سے یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں اِسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ قادیانیت نے کن کن اُمور میں اِسلام سے خروج وانحراف کا راستہ اِختیار کیا ہے؟ اور اِسلامی عقائد بالخصوص عقیدۂ ختمِ نبوّت اور حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے قطعی دلائل وبراہین سے آراستہ کیا ہے کہ ایک سلیم الفطرت آدمی کو اِسلامی عقائد کی حقانیت میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ جاتا۔

''مجلس تحفظ ختمِ نبوّت'' کی جانب سے ''رئیسِ قادیان'' مؤلفہ: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم، ''خاتم النبیین'' (فارسی، اُردو) مؤلفہ: امام العصر حضرت مولانا علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ، ''التصریح

بما تواتر فی نزول المسیح" از: حضرت کشمیریؒ، "مغلطاتِ مرزا" از: مولانا نور محمد خان، "مجموعہ رسائل" از: حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور دیگر بہت سے رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ! کہ احباب کی فرمائش پر آج مجلس؛ مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ کی اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ ہمارے حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے مدرسہ" جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵" میں یہ کتاب شاملِ نصاب کرلی گئی ہے۔ ہم دیگر اکابر سے توقع رکھیں گے کہ وہ اس طرف بطورِ خاص توجہ فرمائیں گے۔

اِسلام اور قادیانیت

حضرت مولانا عبدالغنی خان۔ صفحات: ۲۵۶۔ قیمت (مجلد): ۱۶روپے۔ جلد کارڈ بورڈ: ۱۰روپے۔
ناشر: مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت، تغلق روڈ، ملتان۔

قادیانیت کا کفر و اِرتداد کسی وضاحت کا محتاج نہیں، لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ قادیانیوں نے بھولے بھالے لوگوں کو پھانسنے کے لیے ایسے شبہات اِیجاد کر رکھے ہیں، جن میں عوام اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اِدھر ہمارے نوجوان علماء کو چونکہ قادیانی لٹریچر اور اُن کے برخود غلط طریقِ کار سے واقفیت نہیں ہوتی، اس لیے وہ قادیانی شبہات کا توڑ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب داخلِ نصاب کردی جائے، جس میں اس طائفہ کے گمراہ کن شبہات کا شافی جواب موجود ہو، چنانچہ مولانا محمد اسحق صدیقی، مولانا مفتی احمدالرحمٰن اور دیگر اکابر کی فرمائش پر حضرت مولانا عبدالغنی خان پٹیالوی (جو اپنے دور میں قادیانیت کے ماہر اور مدرسہ عین العلم، شاہ جہاں پور کے صدر مدرّس تھے) کی کتاب "**ھدایة الممتری عن غوایة المفتری**" مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کی طرف سے شائع کی گئی، جسے ہمارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلِ نصاب کیا گیا ہے۔

راقم الحروف کو قادیانیت پر بہت سی کتابیں پڑھنے کا اِتفاق ہوا ہے، لیکن جس عالمانہ ومحققانہ انداز میں اس کتاب میں بحث کی گئی ہے، اور جس قدر علمی مواد اس میں جمع کردیا گیا ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہم مدارسِ عربیہ کے اکابر سے پُرزور اِلتماس کریں گے کہ وہ اپنے اپنے اِداروں میں اس کتاب کا مطالعہ لازمی قرار دیں، تاکہ نوجوان طلبہ قادیانی فتنہ کے اُصول ومبادی اور ان کے پیدا کردہ شبہات سے بے خبر نہ رہیں،

نیز ہم پڑھے لکھے مسلمانوں سے گزارش کریں گے کہ اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں اور قادیانیوں کو بھی کرائیں۔ اگر کسی بندۂ خدا کو بھی ہدایت مل گئی تو آپ کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

ختمِ نبوّت (کامل)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مہتمم دارالعلوم کراچی)۔ صفحات: ۳۹۵۔
قیمت (مجلد): ۱۳ روپے ۵۰ پیسے۔ پتا: اِدارۃُ المعارف، دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴۔

''عقیدۂ ختمِ نبوّت'' اِسلام کے اُن بنیادی عقائد میں سے ہے جسے چودہ سو سال سے پوری اُمت بغیر کسی تأویل اور استثناء کے تسلیم کرتی آئی ہے۔ ہر عالم وجاہل اور عام وخاص بلکہ مسلم وغیر مسلم جانتا ہے کہ اسلامی عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر قصرِ رسالت مکمل ہوچکا، اور آپ کے بعد کسی شخص کو نبوّت ورسالت اور وحیٔ اِلٰہی سے سرفراز نہیں کیا جائے گا، اسی عقیدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مدعیانِ نبوّت کو کذاب اور دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دیا گیا اور ان کی کسی تأویل کو لائقِ اِلتفات نہیں سمجھا گیا۔

انگریزی دور میں مرزا غلام احمد آنجہانی نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کو تأویل وتحریف کا نشانہ بنایا، ظل وبروز کی نئی نئی اِصطلاحیں وضع کیں اور بالآخر کھل کر نبوّت ورسالت کا دعویٰ کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل محاذی ایک نئی نبوّت اور نئی اُمت کا اعلان کیا، جو لوگ مرزا صاحب پر اِیمان لاکر اس نئی اُمت میں شامل نہیں ہوئے، ان پر کفر کا فتویٰ صادر ہوا، ان سے رشتہ مناکحت اور ان کے جنازہ میں شرکت کو ناجائز اور ممنوع قرار دیا، یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ مرزا صاحب کی اُمت؛ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے عقائد ونظریات اور مذہب وتمدّن کے ہر دائرہ میں ایک الگ اُمت ہے۔ جس طرح عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اِیمان رکھتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں کہلاتے، کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا کے ایک اور نبی (عیسیٰ علیہ السلام) پر بھی اِیمان رکھتے ہیں، اور جس طرح مسلمانوں کو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھنے کے باوجود یہودی یا عیسائی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ وہ ان دونوں کے بعد ایک اور نبیٔ برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لاتے ہیں، اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی نئی نبوّت پر اِیمان لانے والے خواہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر اِیمان لانے کا ہزار دعویٰ رکھتے ہوں، کسی منطق کی

رُو سے وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے، اور نہ اسلامی برادری میں ان کے لیے کوئی جگہ ہے، کیونکہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نئے نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔

الغرض! ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان کا دعویٰ کرنے والا اُس وقت تک ''مسلمان'' نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ یہ تسلیم نہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت و رسالت اور وحیِ الٰہی سے کوئی شخص مشرف نہیں ہوسکتا، اور جو آپ کے بعد نبوت کا کسی معنی میں بھی دعویٰ کرے، وہ مفتری اور کذاب ہے، اور یہ کہ اس کے اور اس کے ماننے والوں کے لیے اسلامی برادری میں کوئی جگہ نہیں۔

جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، ختمِ نبوت کا یہ عقیدہ اسلام کا قطعی اور واضح عقیدہ ہے، اس پر قرآن وسنت سے دلائل پیش کرنا بالکل ایسا ہے کہ کوئی آفتاب نصب النہار کے وجود پر دلائل پیش کرنے لگے، مگر جب مادرزاد اندھوں کی ایک ٹولی دوپہر میں سورج غروب ہونے کا اعلان کرتی پھرے، اور اپنے جیسے دُوسرے اندھوں کو روزے اِفطار کرنے پر مجبور کرے، تو جو لوگ سر کی آنکھوں سے آفتاب دیکھ رہے ہوں، ان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اندھوں کے سامنے دلائل سے وجودِ آفتاب کو ثابت کریں۔

ختمِ نبوت کا مسئلہ بالکل بدیہی اور آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، مگر جب مرزا غلام احمد نے ''من کان فی ھذہ اعمٰی'' قسم کے لوگوں کو نئی نبوت کی دعوت دی اور ختمِ نبوت کے عقیدہ کو ظل و بروز کے خراد پر چڑھایا تو علمائے اُمت نے اس اِلحاد و تلبیس اور مکر و فریب کا پردہ ہٹانے کے لیے اس مسئلہ کو کتاب وسنت سے منقح کرنا ضروری سمجھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء!

اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں، ان میں زیرِ نظر کتاب ''ختمِ نبوت کامل'' بڑی جامع اور ٹھوس کتاب ہے، جو حضرت مفتی صاحب مدفیضہم نے اپنے شیخِ محترم اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم سے تالیف فرمائی، یہ کتاب اپنے زمانۂ تالیف سے آج تک علمائے کرام کے نزدیک مقبول، مستند اور پسندیدہ ہے۔ کتاب کا چوتھا ایڈیشن اس وقت پیشِ نظر ہے جو اِصلاح و ترمیم اور جدید اِضافات کے ساتھ آفسٹ پر چھپا ہے۔

کتاب مقدمہ کے علاوہ تین حصوں پر مشتمل ہے، مقدمہ میں مصنف نے مسئلۂ ختمِ نبوت کی تشریح کرتے ہوئے اس مسئلہ میں مرزا غلام احمد ''قادیانی'' کے عقائد و نظریات اور دعاوی کا جائزہ لیا ہے، یہ بیس صفحات کا مقدمہ ہی اس مسئلہ میں ایک منصف کے لیے کافی وشافی ہے۔ کتاب کے پہلے حصہ میں قرآنِ کریم کی ایک سو آیات سے ختمِ نبوت پر اِستدلال کیا گیا ہے۔

آیات کی تشریح و تفسیر کے ضمن میں اَحادیثِ طیبہ، ارشاداتِ صحابہؓ اور اَقوالِ مفسرین بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ نیز قرآنِ کریم کی تفسیر کا صحیح معیار کیا ہے؟ اس پر گفتگو کرتے ہوئے مرزا صاحب اور اُن کی اُمت کے لیے اِلحاد و تحریف کا راستہ بند کر دیا گیا ہے، اور اُمتِ ''کادیانہ'' کی طرف سے آفتابِ ختمِ نبوّت پر جو غبار ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، اسے پوری طرح صاف کر دیا گیا ہے۔

کتاب کے دُوسرے حصہ ''ختمِ نبوّت فی الحدیث'' میں ثابت کیا گیا ہے کہ ختمِ نبوّت کی احادیث متواتر ہیں، اور ان کا منکر و مؤوِّل دونوں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں، چنانچہ ذخیرۂ اَحادیث سے دوسو دس اَحادیث ختمِ نبوّت مع ضروری تشریحات کے جمع کی گئی ہیں۔

کتاب کے تیسرے حصہ ''ختمِ نبوّت فی الآثار'' میں صحابہ کرامؓ سے لے کر تمام اُمت کے اکابر اور مُسلّم الثبوت علماء، فقہاء، صوفیاء، محدثین، مفسرین، متکلمین کے اقوال و اِرشادات جمع کیے گئے ہیں، جن سے واضح ہوجاتا ہے کہ تمام اُمتِ محمدیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں، اور آپ کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنے والا... خواہ اپنے دعویٰ کی لاکھ تأویلیں کرے... کذّاب و دجال اور دائرۂ اِسلام سے خارج و مرتد ہے۔

کتاب کے خاتمہ میں کتبِ سابقہ اور انبیائے سابقین کے حوالوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ ختمِ نبوّت کی صراحت نقل کی گئی ہے، نیز مسئلۂ ختمِ نبوّت کو عقلی دلائل و براہین سے بھی روشن کیا گیا ہے، گویا پوری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسئلۂ ختمِ نبوّت قرآنِ کریم، اَحادیثِ متواترہ اور اُمتِ محمدیہ کے اِجماع سے، نیز کتبِ سابقہ، انبیائے سابقین اور اُممِ سابقہ کے اِتفاق سے ثابت اور عقل سے مؤید ہے، اور جو شخص اس میں تحریف کا مرتکب ہے، وہ نہ صرف کتاب و سنت کا منکر ہے، بلکہ خدا اور رسول، صحابہ کرامؓ اور پوری اُمت کو جھٹلاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ)

فتنۂ قادیانیت پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تصنیفات

رَدِّ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی اہم ترین خدمت ان کی وہ گراں قدر تصنیفات ہیں جو آپ نے اسلام اور قادیانیت کے درمیان زیرِ بحث مسائل پر مرتب فرمائیں، مناسب ہوگا کہ ان کا مختصر سا تعارف یہاں پیش کر دیا جائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی تمام تالیفات میں چند خصوصیات ایسی ہیں جو صرف ان کی تحریر کا مخصوص رنگ کہلا سکتی ہیں، اور جن کی وجہ سے ان کی تالیفات مفید خاص و عام ہیں۔

پہلی خصوصیت ان کی زبان کی بے ساختگی اور سلاست ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کسی مسئلے پر قلم اُٹھاتے ہیں تو ایسے عام فہم انداز میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ متوسط اِستعداد کا آدمی بھی اس سے بھرپور اِستفادہ کرسکتا ہے، عبارت میں بے جا طول اور مطالب میں پیچیدگی سے ان کی تحریر مبرا ہوتی ہے۔

دُوسری خصوصیت ان کے لب ولہجہ میں متانت اور سنجیدگی ہے، وہ کٹر سے کٹر مخالف کے مقابلہ میں تحمل اور متانت سے بات کرتے ہیں، اور تلخی واکتاہٹ سے ہمیشہ دامن کشاں رہتے ہیں، ان کی تحریر میں آپ فقرے بازی کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس موضوع کو لیتے ہیں، اس کے ساتھ پوری وفاداری کرتے ہیں، اور موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے۔

چوتھی خصوصیت ان کا تفقہ، نکتہ سنجی اور اِستدلال کی قوت ہے، جو ان کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے، وہ فقیہ النفس ہیں اور ان کی ہر عبارت تفقہ کی آئینہ دار ہے۔

پانچویں خصوصیت مطالب کی تہذیب اور مضامین کی ترتیب کا خداداد سلیقہ ہے۔

ان تمام خصوصیات کے بعد اب ان کی رَدِّ قادیانیت کے موضوع پر تصانیف کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

هدية المهديين فى آية خاتم النبيين

آپ نے یہ رسالہ اِمام العصر حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم پر عربی میں تالیف فرمایا، اس کے مقدمہ میں فتنۂ قادیانیت کی شدّت اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاویٔ باطلہ کا خلاصہ ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"وانا سمعنا انها (اى الفتنة القاديانية) تجاوزت حدود الهند وكادت تشيع فى ارض العراق. وقاها الله وبلاد المسلمين كلها عن فتنتهم وفتنة المسيح الدجال. ولهذا اشار الىّ من اشارته حكم، واطاعته غنم اعنى قدوة المحدثين والمفسرين فى اوانه وزبدة العلماء والفقهاء المتقين فى زمانه شيخنا الأكبر محمد انور الكشميرى صدر المدرسين بدار العلوم الديوبندية، متعنا الله تعالىٰ بطول بقائه،

ان اکتب فی ھذا الباب رسالۃ وجیزۃً اجمع فیھا ما ورد فی مسئلۃ ختم النبوۃ من نصوص قاطعۃٍ والحۃٍ، واحادیث متواترۃٍ بینۃ، ومن اجماع الأمۃ واقوال السلف الصالحین علیٰ ان دعوی النبوۃ کیف کان بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کفر بواح۔"(۱)

اس رسالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ مسئلۂ ختم نبوّت پر قرآنِ کریم کی ۳۳ آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۶۴ احادیثِ طیبہ جمع کی گئی ہیں، ۶ صحابہ کرامؓ اور بے شمار اکابر سلفؒ کی تصریحات ذکر کی گئی ہیں، اور آخر میں کتبِ سابقہ سے مسئلۂ ختم نبوّت پر نقول پیش کی گئی ہیں۔

یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں دیوبند سے شائع ہوا، اور اس پر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی اور مولانا محمد رحیم اللہ بجنوری... رحمہم اللہ تعالیٰ... کی تقریظات ثبت ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوّت پاکستان کی جانب سے یہ رسالہ دو مرتبہ شائع ہوا۔ اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اس کی عام طباعت واشاعت اور ترسیل کی طرف خصوصی توجہ فرمائی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کو جو خط تحریر فرمایا، وہ نقل کیا جارہا ہے:

''مولانا عبدالحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حال ہی میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان'' کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ (بانی دارالعلوم کراچی) کا عربی رسالہ "ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین" شائع کیا گیا، جو موصوف نے حضرت الاستاذ امام العصر علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حکم سے حضرتؒ کی نگرانی میں مرتب فرمایا تھا، اس میں مسئلۂ ختم نبوت پر ۳۳ آیات، ۱۶۵ احادیث، صحابہؓ وتابعینؒ کے آثار، علمائے اُمت کے ارشادات اور کتبِ سابقہ کی شہادتوں کا بے نظیر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں اپنے موضوع پر جامع ترین کتاب ہے، جس پر حضرت امام العصرؒ نے حضرت مؤلفؒ کو بہت داد دی تھی۔ ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی جانب سے اس کی اشاعت اس مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے کہ نہ صرف اندرونِ ملک ہر عالم اور عربی داں اس سے مستفید ہو، بلکہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے ان تمام ممالک کے اہلِ علم تک

(۱) ص:۶

یہ کتاب پہنچائی جائے جہاں قادیانی فتنۂ ارتداد کے اثرات ہیں، اور جہاں عالمی زبانوں میں مستند اور ٹھوس لٹریچر کا تقاضا شدت سے ہو رہا ہے۔ ارادہ ہے کہ سر دست اس کتاب کا ایک نسخہ بھجوانے کا بندوبست کیا جائے اور اس کی شکل یہ تجویز کی گئی ہے کہ وہ تمام اہلِ خیر جنہیں دین اور اس کے عالمی تقاضوں کا احساس ہے، انہیں اس صدقۂ جاریہ کی طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ حسبِ استطاعت اس کے سوسو، ہزار ہزار نسخے خرید کر خود بھجوائیں، یا یہ کام ''مجلس تحفظِ ختمِ نبوت'' کے سپرد کردیں۔ جو حضرات اس صدقۂ جاریہ کی تحریک میں حصہ لیں گے، انہیں کتاب اصل لاگت پر مہیا کی جارہی ہے، یعنی فی سیکڑہ ۳۰۰ تین سو روپے، اور فی ہزار ۲۴۰۰ چوبیس سو روپے۔ اس چھوٹی سی کتاب کے ایک لاکھ نسخے بھجوادینا قومی سطح پر معمولی بات ہے، مگر اس کے اثرات اِن شاء اللہ دُنیا و آخرت میں خیر و برکات کا موجب ہوں گے۔ میں تمام اَحباب و مخلصین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اِس قومی و ملّی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں اور اس تحریک میں بیش از بیش حصہ لیں۔ واللہ الموفق لکل خیر و سعادۃ!

(تمام خط و کتابت درج ذیل پتے پر کی جائے: ناظم شعبۂ نشر و اشاعت مجلس تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان، تغلق روڈ۔ ملتان)

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

اَمیر مرکزیہ مجلس تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان (کراچی)

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ''

ختمِ نبوّت (کامل)

متوسط تقطیع پر چار سو صفحے کی یہ ضخیم کتاب گویا "ھدیۃ المھدیین" کا اُردو ایڈیشن ہے۔ اس میں حضرت مفتی صاحبؒ نے مسئلۂ ختمِ نبوّت پر قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، اِجماعِ اُمت اور کتبِ سابقہ کی نقول کا ذخیرہ پوری شرح و تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور اسے تین حصوں پر تقسیم فرمایا ہے:

۱:... ختم النبوۃ فی القرآن۔

۲:... ختم النبوۃ فی الحدیث۔

۳:... ختم النبوۃ فی الآثار۔

"ختم النبوۃ فی القرآن" میں قرآنِ کریم کی ۹۹ آیات مع تشریح و تفسیر کے درج کی گئی ہیں۔ "ختم النبوۃ فی الحدیث" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۱۰ اِرشادات نقل کیے گئے ہیں۔ اور "ختم النبوۃ

فی الآثار" میں صحابہؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، محدثین، مفسرین، صوفیا، متکلمین، الغرض اُمت کے تمام طبقات کے اکابر کی تصریحات جمع کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ انبیائے سابقین کے اِرشادات اور کتب سابقہ کی نقول کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے۔ قادیانیت کی طرف سے آیات و احادیث کی جو تحریفات کی جاتی ہیں ان کا بھی نہایت شافی اور مدلل جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب حضرت مصنفؒ کے ان محاسن میں سے ہے کہ اگر فتنۂ قادیانیت کے رَدّ میں اس کے سوا ان کی اور کوئی تحریر نہ ہوتی تب بھی ان کی دُنیوی و اُخروی سعادت کے لیے کافی تھی، یہ کتاب تقسیم سے قبل دیوبند سے شائع ہوتی رہی اور پاکستان میں بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے اِدارہ سے بارہا شائع ہوئی۔

التصريح بما تواتر في نزول المسيح

قادیانیت کا سب سے بڑا مسئلہ حیاتِ مسیح ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک پوری اُمت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ابھی تک اِنتقال نہیں ہوا، وہ زندہ ہیں، قیامت سے پہلے اُن کا نزول ہوگا اور تمام اہلِ کتاب جو اُس وقت موجود ہوں گے ان پر ایمان لائیں گے، آپ دِینِ اِسلام کی دعوت دیں گے اور پوری دُنیا میں صرف ایک ہی دِین ہوگا۔

حضرت اِمام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق تمام احادیث کو ذخیرۂ حدیث سے تلاش کر کے جمع فرمایا اور حضرت مفتی صاحبؒ کو ان کے مرتب کرنے کا حکم فرمایا۔ آپؒ نے ان احادیث کو "التصریح" کے نام سے مرتب کیا اور اس کے لیے ایک طویل اور پُرمغز مقدمہ تحریر فرمایا۔ یہ عظیم الشان کتاب نہ صرف اپنے موضوع پر اپنی نوعیت کی بے مثل کتاب ہے، بلکہ ذخیرۂ حدیث میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے، جس میں علاماتِ قیامت، خصوصاً ظہورِ مہدی، خروجِ دجال، نزولِ عیسیٰ بن مریم، خروجِ یاجوج ماجوج، خروجِ دابۃ الارض کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ وحی ترجمان کے لعل و جواہر جمع کر دیئے گئے ہیں۔

یہ کتاب پہلے دیوبند سے شائع ہوئی، پاکستان میں "مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ" نے اسے شائع کیا، اور چند سال پہلے الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ مدظلہ العالی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ حلب سے اس کا جامع ترین ایڈیشن نکلا جو ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اہتمام سے اس کا عکس شائع کیا گیا ہے۔

مسیحِ موعود کی پہچان

یہ مختصر سا رسالہ "التصریح" کا گویا اِشاریہ یا خلاصہ ہے۔ قرآنِ کریم اور اَحادیثِ شریفہ میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جتنی صفات، حالات اور علامات آئی ہیں؛ حضرت مفتی صاحبؒ نے ان کو مرتب کر کے مرزا قادیانی کا ان سے مقابلہ کر کے دِکھایا ہے کہ ان صفات میں سے کوئی صفت بھی مرزا قادیانی کو نصیب نہیں، لہٰذا جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نہ کہ مرزا قادیانی۔ "التصریح" کے حلبی ایڈیشن میں اس رسالہ کا عربی ترجمہ برادرم مولانا محمد تقی عثمانی کے قلم سے شائع کر دیا گیا ہے۔

نزولِ مسیح اور علاماتِ قیامت

یہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کا اُردو ترجمہ ہے، جو مولانا محمد رفیع عثمانی کے قلم سے ہے، اس کے ساتھ موصوف نے علاماتِ قیامت کا ایک جدوَل مرتب کر دیا ہے، جس سے واقعات کی ترتیب ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

وصول الافکار اِلی اُصول الاکفار

کسی مسلمان کو کافر کہنا بھی بڑا سخت گناہ ہے، اور کسی کافر کو مسلمان ثابت کرنا بھی فسادِ عظیم کا موجب ہے، کیونکہ اس سے اِسلام اور کفر کی حدود مٹ جاتی ہیں۔ اِس لیے ضرورت تھی کہ اِسلام اور کفر کے مسئلہ کو منقح کیا جائے۔ حضرت اِمام العصر مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ نے اپنے مخصوص انداز میں اس موضوع پر "اکفار الملحدین" تالیف فرمائی، جسے حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے، مگر وہ عام فہم نہیں تھی، اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ نے خالص فقہی انداز میں اس پر قلم اُٹھایا اور اِسلام اور کفر کے معیار کو بالکل منقح کر کے رکھ دیا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں ...جو جناب مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کے نام ۷؍شعبان ۱۳۵۱ھ کو تحریر فرمایا اور ماہنامہ ''النور'' تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا...: اس رسالہ کے بارہ میں تحریر فرمایا:

> ''مولوی محمد شفیع صاحب نے اُصولِ تکفیر میں ایک مختصر اور جامع مانع اور نافع رسالہ لکھا ہے، بعض اجزا میں میں بھی اُلجھا تھا، مگر ان کی تحریر وتقریر سے قریب قریب مسئلہ صاف ہوگیا، وہ عنقریب چھپ جاوے گا، میں نے اس کا نام رکھا ہے:"اصول الافکار الیٰ اُصول الاکفار"
>
> ۷؍شعبان ۱۳۵۱ھ۔''

یہ رسالہ الگ بھی کئی بار طبع ہوا، اور اب اسے "جواهر الفقه" میں...جو حضرت مفتی صاحب کے فقہی مسائل کا مجموعہ ہے...شامل کردیا گیا ہے۔

مرتد کی سزا

کابل میں نعمت اللہ قادیانی کو بہ سزائے اِرتداد سنگسار کیا گیا تو قادیانی اس سے آتش زیرپا ہوئے، اور اِسلام کے اس قطعی مسئلہ کا کہ ''مرتد کی سزا قتل ہے'' اِنکار کردیا۔ اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے قرآنِ کریم، حدیثِ نبوی، تعاملِ صحابہؓ اور اِجماعِ اُمت سے زیرِ بحث مسئلہ کو ثابت کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: عقلِ صریح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے، یہ رسالہ بھی ''جواهر الفقه'' میں شامل ہے۔

البيان الرفيع

بہاولپور کے مشہور تاریخی مقدمہ میں وکیل مدعیہ کی طرف سے جو بیان حضرت مفتی صاحبؒ نے دیا تھا، اسے "البيان الرفيع" کے نام سے ''بیاناتِ علمائے ربانی'' میں شائع کیا گیا ہے، اس میں آپؒ نے قادیانیوں کے دعاوی، ان کی حیثیت اور ان کے بارہ میں شرعی حکم کی وضاحت فرمائی۔

یہ آٹھ رسائل راقم الحروف کے مطالعہ سے گزرے ہیں، ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی مفید ترین تفسیر "معارف القرآن" میں اور عربی تفسیر "احكام القرآن" میں قادیانیت سے متعلقہ مباحث پر جو گراں قدر علمی ذخیرہ سپردِ قلم فرمایا ہے، اگر اسے یکجا کردیا جائے تو ایک ضخیم اور جامع کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔

(تحفۂ قادیانیت، ج:۳، ص:۳۳۸)

ا:...تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء میں تحریری بیان
۲:...مرزائیوں سے ہائی کورٹ کے سات سوالات اور مرزائیوں کے مغالطہ آمیز جوابات کا جواب الجواب

مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نوّر اللہ مرقدہٗ۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نوّر اللہ مرقدہٗ: اِمام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

کے تلمیذِ رشید، قطب العالم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے مسترشد، اُمیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے دست راست اور کاروانِ تحریکِ ختمِ نبوّت کے سالار تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کو بعض ایسے کمالات وصفات سے آراستہ فرمایا تھا، جن میں اپنے اقران وامثال میں عدیم النظیر تھے، عقل ودانش اور فہم وفراست میں اِس درجہ ممتاز تھے کہ تمام ہم عصرا کابر اُن کی رائے کا اِحترام کرتے تھے، زبان وبیان کا ایسا سلیقہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل ایک عامی سے عامی آدمی کے ذہن نشین کرانے کی مہارت رکھتے تھے۔ جس موضوع پر بھی گفتگو فرماتے، اُس کو ایسا مدلل کرتے کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی اِستدلال کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ ہمارے حضرت محدث العصر مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اُن کو ''وکیل العلماء'' کے خطاب سے یاد فرماتے تھے۔

تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء کے بعد حکومت نے رُسوائے زمانہ جسٹس منیر کی سربراہی میں ایک تحقیقی عدالت قائم کی جس کا دائرۂ کار اس تحریک کے اُسباب وعلل کا دریافت کرنا تھا۔ اس عدالت کی رپورٹ ''تحقیقاتی رپورٹ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے، اس عدالت کے سامنے متعلقہ فریقوں میں سے ہر ایک نے اپنا موقف تحریری طور پر پیش کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے دو بیان عدالت کے ریکارڈ میں داخل کرائے: ایک بیان میں مجلس اَحرارِ اسلام (جس کو حکومت ''تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء'' کا بلاشرکتِ غیرے ذمہ دار سمجھتی تھی) کے موقف کی وضاحت، اور قادیانیت کے بارہ میں اِسلامی اَحکامات کی تشریح نہایت دِل کش اور مدلل انداز میں کی گئی۔

دُوسرا بیان قادیانیوں کے جواب کا جوابُ الجواب تھا، اُس کا پس منظر یہ ہے کہ ''منیر تحقیقاتی عدالت'' نے قادیانیوں کے لیڈر مرزا محمود سے چند اَہم نوعیت کے سوال کیے تھے، اگر ان سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے جاتے تو قادیانیت کا سارا طلسم ہوش ربا ٹوٹ جاتا اور قادیانی عقائد وعزائم کا سارا بھرم کھل جاتا! مگر چونکہ قادیانی نبوّت اور قادیانی تحریک تمام تر دجل وفریب اور مکاری وعیاری پر قائم ہے، اِس لیے مرزا محمود نے ان سات سوالوں کے جواب میں ایسی ابلہ فریبی سے کام لیا کہ اصل حقائق عدالت کے سامنے نہ آسکے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے اپنے جوابُ الجواب میں قادیانی دجل وفریب سے پردہ اُٹھایا اور عدالت کے سامنے واضح کیا کہ عدالت نے مرزا محمود سے جو کچھ پوچھا تھا، مرزا نے اُس کا جواب نہیں دیا، بلکہ تقیہ سے کام لے کر اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مجاہدِ ملتؒ کے یہ دونوں تاریخی بیان برادرِ محترم جناب مولانا اللہ وسایا زید مجدہٗ کی کتاب ''تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء'' میں شائع ہوئے تو اُن کی اَہمیت کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں

کو الگ بھی شائع کیا جائے۔

چنانچہ اَربابِ فکر و نظر اور اہلِ دانش سے اُمید ہے کہ مولانا مرحوم کے ان بیانات کی مقبولیت و متانت کا وزن محسوس کریں گے اور اِسلام اور قادیانیت کے تصادُم کو سمجھنے کے لیے اِس عجالہ کا بغور مطالعہ فرمائیں گے۔

حضرت مجاہدِ ملتؒ ایک طرف تقریر و بیان کے بادشاہ تھے، اور دُوسری طرف اُن کی ہیجان انگیز زِندگی نے اُن کو قلم تک پکڑنے کی مہلت نہ دی، اُن کی خداداد صلاحیتوں کے پیشِ نظر مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس میدان کا رُخ کرتے اور خامہ و قرطاس سے رِشتہ جوڑتے تو ان کے دور میں اُن کی ٹکر کا کوئی اَدیب اور اِنشاپرداز مشکل ہی سے ملتا۔ قلم و قرطاس سے یک قلم لاتعلقی کے باوجود حضرت مرحوم نے دقیق علمی مضامین کو جس طرح نوکِ قلم سے دِلوں میں اُتارنے کی کامیاب کوشش کی ہے، وہ بجائے خود اُن کی کرامت ہے۔ دُعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اور اُن کی فاتح جماعت مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کو اپنی مرضیات کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور مجلس نے جو ''صدیقی'' مشن اپنایا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اُس کا صحیح حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

تیغ براں بہرِ مہرِ زندیق باش
اے مسلمان پیرو صدیق باش

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوت''، جلد:۱۲، شمارہ:۴۱)

قادیانیت

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ۔ صفحات: ۲۰۲۔ تقطیع: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$۔ قیمت (مجلد): ۱۲ روپے۔ پتا: مجلس نشریاتِ اِسلام، اے، کے ۳، ناظم آباد نمبر ۱، کراچی نمبر ۱۸۔

۱۹۵۸ء میں مولانا ندوی مدظلہٗ نے اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کی فرمائش پر "القادیانی و القادیانیة" کے نام سے ایک کتاب عربی میں تالیف فرمائی تھی، اور پھر شیخ ہی کے حکم سے اسے اُردو میں منتقل فرمایا، جس کا پورا نام ہے: ''قادیانیت! اِسلام اور نبوّتِ محمدی کے خلاف ایک بغاوت''۔

یہ کتاب چار ابواب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں قادیانیت کے نشو و نما، تاریخی ماحول اور اس کی اہم شخصیتوں کا تعارف ہے۔ دُوسرے باب میں قادیانی دعووں کی تاریخ وترتیب سے بحث کی گئی ہے۔ تیسرے باب میں بانیٔ قادیانیت کی سیرت و کردار کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اور چوتھے باب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ تنقید

کی میزان میں قادیانیت کیا وزن رکھتی ہے؟

یہ کتاب متانت وسنجیدگی اور مطالعہ وتحقیق کا شاہکار ہے، جسے پڑھ کر ہر منصف قادیانیت کے بارہ میں صحیح رائے قائم کرسکتا ہے۔ کتاب کئی بار چھپی، زیرِ نظر اشاعت عمدہ ہے، ہمارے خیال میں اس کتاب کے ''حقوق محفوظ'' نہیں ہونے چاہئیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ)

قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ

مولانا محمد منظور نعمانی۔ صفحات: ۴۸۔ بہترین کتابت وطباعت۔ قیمت: ۴۰ پیسے۔ پتا: مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ، بھکر، ضلع میانوالی۔

مرزا غلام احمد قادیانی بقولِ خود ''گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا تھے، اور ان کی قادیانیت قیصرۂ ہند کی پاک نیتوں کی تحریک کا نتیجہ تھی'' نبوّت کاذبہ کے فریب میں مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کی تنقیص، حسبِ موقع کذب بیانی، مہمل پیش گوئیوں کا تکرار اور طاغوتی حکومت کی گھٹیا خوشامد، ان کا وظیفۂ حیات رہا۔

زیرِ نظر کتابچہ میں مولانا محترم نے چار موٹے موٹے اُصول پیش فرمائے ہیں؛ جنھیں سامنے رکھ کر معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی مرزا صاحب کے کذب، غلط بیانی اور فریب کو آسانی سے پہچان سکتا ہے۔ حق تعالیٰ مؤلف اور ناشرین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ)

مسئلۂ ختمِ نبوّت

مولانا محمد اِسحٰق صدیقی۔ صفحات: ۱۶۸۔ قیمت: ۸ روپے۔ پتا: مجلس دعوت تحقیق اسلامی، پوسٹ بکس ۳۴۶۵، کراچی نمبر ۵۔

مسئلۂ ختمِ نبوّت اِسلام کا مرکزی محوَر ہے، جس پر اِسلام کے اُصول وعقائد اور اخلاق واعمال کا پورا ڈھانچہ قائم ہے، اور تمام اِسلامی تصوّرات اسی کے گرد گھومتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اِسلامی تاریخ میں اس مسئلہ میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں، بلکہ ''دو اور دو چار'' کی طرح یہ عقیدہ ہمیشہ سے بدیہی اور مُسلَّم رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہے۔

اس عقیدہ سے انحراف کی جرأت صرف انہی شورہ پشتوں کو ہوئی جو خشکیٔ دماغ کے عارضہ میں مبتلا تھے، یا جن کی فطرت میں شر وفساد، جاہ طلبی وزر اندوزی اور اسلام سے غداری وبغاوت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان کی حیثیت ان قزاقوں سے زیادہ نہیں تھی جو رات کے اندھیرے میں شاہی خزانہ پر شب خون مارتے ہیں، لیکن چوکس پہرے دار کی گولی کا نشانہ بن کر ڈھیر ہو جاتے ہیں...!

مرزا غلام احمد قادیانی (جو ذیابیطس، ہسٹریا اور مراقی مالیخولیا کا مریض تھا) نے انگریز کے سایۂ عاطفت میں نبوت ومسیحیت کا دعویٰ کیا، جس کا مقصد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت اور آقایانِ افرنگ کی نمک حلالی تھا۔ بہت سے ایسے لوگ جن کی نشو ونما مغربی تہذیب، مغربی عقلیت اور مغربی اخلاق کے ماحول میں ہوئی تھی، اور جو اسلامی رُوح سے ناآشنا منصبِ نبوت سے بےخبر اور اسلامی تعلیمات کی ابجد سے بھی ناواقف تھے، وہ مرزا قادیانی کی فرنگی نبوت اور پنجابی مسیحیت پر لٹو ہو گئے، اس طرح انگریز کے منشا کے مطابق اُمت میں ایک طوفانی فتنہ برپا کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شر سے خیر کا پہلو پیدا کر دیتے ہیں، قادیانی تأویلات کی تردید کے لیے امامُ العصر حضرت مولانا سیّد محمد اَنور شاہ کشمیریؒ ایسے عالم ومحدث، حضرت شیخ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ ایسے اَربابِ ولایت اور ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم ایسے فلسفی میدان میں آئے اور مسئلہ ختمِ نبوت کو عقل ونقل کی روشنی میں ایسا نکھار کر رکھ دیا کہ باید وشاید...! علمائے اُمت اور زعمائے ملت نے اس مسئلہ پر اتنا کچھ لکھا ہے کہ کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ شاید اس موضوع پر اور کچھ کہنے کے لیے اب مزید کوئی چیز باقی نہیں رہی، لیکن مولانا صدیقی مدظلہ کی زیرِ نظر کتاب کے مطالعہ سے شیخ شیرازیؒ کے اس شعر کی تصدیق ہوگئی۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیر د تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

کتاب میں ''ختمِ نبوت'' پر ایسے عقلی ونفسیاتی نکات پیش کیے گئے ہیں جن سے رُوحِ ایمان وجد میں آجاتی ہے۔ اُمید ہے کہ جدید حلقوں میں یہ کتاب بہت ہی پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ)

القادیانی و معتقداتہ (عربی)

مولانا منظور اَحمد چنیوٹی۔ پتا: اِدارہ مرکزیہ دعوت وارشاد، چنیوٹ، جھنگ، پنجاب۔

جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب پاکستان ہی میں نہیں، بلکہ بلادِ عرب میں بھی رَدِّ قادیانیت کے لیے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ وہ ''ختمِ نبوّت'' کے لیے وقف ہیں، اُنہوں نے اُردو زبان میں عام فہم انداز میں مختلف عنوانات کے تحت رَدِّ قادیانیت پر مختلف رسالے اور پمفلٹ لکھ کر عوام الناس کو مرزائیوں کے مکر وفریب سے آگاہ کیا۔ اب ضرورت اِس بات کی تھی کہ عرب ممالک میں ان کا قلع قمع کرنے کے لیے عربی زبان میں ٹھوس حقائق پر مبنی پمفلٹ اور چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھ کر بلادِ عرب کے باشندوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا جائے، زیرِ نظر کتابچہ اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ تمام علماء اور طلبہ کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ اَز حد ضروری ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ)

رَدِّ قادیانیت کے زرّیں اُصول

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ صفحات: ۴۴۰۔ ناشر: اِدارہ مرکزیہ دعوت وارشاد، چنیوٹ۔

''تقریظ''

مرزا غلام احمد قادیانی ۴۰-۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دُنیا سے کوچ کرگیا۔ قریباً ۶۷ سالہ زندگی میں اس نے اتنے متضاد اور متناقض دعوے کیے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ ایک شخص بقائمی ہوش وحواس اتنی متناقض باتیں کیسے کہہ سکتا ہے! مرزا قادیانی نے ان متناقض دعووں کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو راہِ راست سے برگشتہ کیا، بالآخر خود تو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لیے دارالجزا میں پہنچ گیا، لیکن اس کے ماننے والے اس کی پیروی میں اب تک اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون!

میرے مخدوم ومکرم جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی دامت برکاتہم نے رَدِّ قادیانیت کو اپنی زندگی کا مقصدِ وحید بنالیا ہے، اور ''لکل فرعون موسٰی'' کے مطابق انہوں نے رَدِّ قادیانیت کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہے۔ زیرِ نظر کتاب مولانا زید مجدہم کے ان دُروس کا مجموعہ ہے جو آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اہلِ علم کو اِملا کرائے تھے، بعد میں ان کو کیسٹ سے اُتارلیا گیا۔ راقم الحروف نے ان کی اسی کتاب کو (جو دارالعلوم دیوبند نے راقم الحروف کو بھیجی تھی) حرفاً حرفاً پڑھا اور جناب مصنف کے لیے دِل سے دُعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سعادتیں اور برکتیں نصیب فرمائیں۔ آمین! طبعِ ثانی کے لیے مصنف نے مزید اضافے کیے ہیں، علامہ خالد محمود دامت برکاتہم کا طویل مقدمہ بھی شامل کیا ہے جو مستقل کتاب ہے۔

براءتِ حضرت تھانویؒ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب۔ قیمت درج نہیں۔

قادیانیت کا کل سرمایہ غلط بیانی اور فریب دہی ہے، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذرّیت کے قول وفعل کا جس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے اس میں دجل وتلبیس، دھوکا اور فریب کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ راست گوئی وحق بیانی ان کی مذہبی لغت سے خارج ہے، وہ کذب بیانی وافترا پردازی میں گوئبلز کے اُستاذ مانے جاتے ہیں، ان کے تازہ ترین غلط بہتان کی ایک عجیب وغریب مثال ملاحظہ فرمایئے:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "المصالح العقلیه" ۱۳۳۵ھ میں لکھی گئی، اور اس وقت سے آج تک اس کے نامعلوم کتنے ایڈیشن نکل چکے ہیں، لیکن ستر سال بعد قادیانیوں نے انکشاف کیا کہ اس میں پانچ جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پانچ کتابوں سے عبارتیں لفظ بہ لفظ نقل کی گئی ہیں۔ یہ انکشاف پہلے محمد شاہد قادیانی کے نام سے ۵/اور ۷/مئی ۱۹۸۴ء کے ''الفضل ربوہ'' میں کیا گیا، اس کے بعد قادیانی ہفت روزہ ''لاہور'' نے اسے شائع کیا، اور پھر کسی عبداللہ ایمن زئی نامی شخص کے نام سے ایک کتابچہ ''کمالاتِ اشرفیہ'' کے نام سے شائع کیا گیا، جس میں بڑی تحدی سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے ''کسبِ فیض'' کیا ہے۔

حالانکہ قادیانیوں میں اگر عقل وانصاف کی ذرا بھی رمق ہوتی تو حضرت تھانویؒ کی کتاب کا مقدمہ اصل حقیقت کے اظہار کے لیے کافی تھا، چنانچہ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

> ''........اس وقت بھی ایک ایسی کتاب جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے، مگر علم وعمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب ویابس وغث وسمین سے پُر ہے، ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض رکھی ہوئی ہے......احقر نے ثابت بے تعصبی سے اس کتاب (المصالح العقلیه) میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی۔ جو کہ موصوف بصحت تھے۔ لے لیے ہیں۔''

اس عبارت کے پیش نظر قادیانیوں کو بھی معلوم تھا کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نہیں، بلکہ اس کتاب سے بعض مضامین لیے ہیں جس کا ذکر انہوں نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے، مگر قادیانیوں کو اطمینان تھا کہ جو کتاب حضرت تھانویؒ کا اصل مأخذ ہے اور جس کا حوالہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں دیا ہے؛ اب دُنیا سے نایاب ہو چکی ہے، نہ کوئی اس کتاب کو تلاش کر سکتا ہے، نہ حضرت تھانویؒ کے اصل مأخذ کی نشان دہی کی جا سکتی ہے، اور نہ کوئی اس شخص کا نام بتا سکتا ہے جس کا حضرت تھانویؒ نے حوالہ دیا ہے، اس

لیے اس تاریکی سے فائدہ اُٹھاؤ اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوّت کو سہارا دینے کے لیے ایک جھوٹ اور گھڑ ڈالو کہ حضرت تھانویؒ نے مرزا غلام احمد کی کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ جناب علامہ ڈاکٹر خالد محمود کو جزائے خیر عطا فرمائیں، انہوں نے حضرت تھانویؒ کے حوالہ کی کتاب ڈھونڈ نکالی اور قادیانی مکروفریب کا سارا طلسم چاک کردیا۔

یہ کتاب جو حضرت تھانویؒ کا اصل ماخذ تھی، مرزا قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی فضل محمد خان کی کتاب ''اسرارِ شریعت'' ہے، جو تین جلدوں میں ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔

علامہ صاحب نے اپنے مضمون میں (جو پہلے ''الخیر'' ملتان میں اور پھر ماہنامہ ''بینات'' بنوری ٹاؤن کراچی بابت ماہِ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوا) یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت تھانویؒ کی عبارتیں من وعن ''اسرارِ شریعت'' میں موجود ہیں، اور یہ کہ مرزا قادیانی نے نقل کرتے ہوئے عبارتوں میں قدرے تصرف کیا ہے۔

علامہ خالد محمود صاحب کا یہ مضمون مطالعہ کے لائق ہے، اس کے ملاحظہ سے اس یقین میں مزید پختگی پیدا ہوگی کہ قادیانی لیڈروں کے پاس دجل وفریب اور مغالطہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں: وفی کل شیء له آیة تدل أنه کاذب!

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل وفہم نصیب فرمائیں تاکہ یہ لوگ سوچیں کہ جس مذہب کی گاڑی ہی مکروفریب سے چلتی ہے، دُنیا وآخرت میں رُسوائی کے سوا کیا دے سکتا ہے! اس لیے تاریخ کی دُرستگی اور قادیانی دجل وتلبیس کا پردہ چاک کرنے کے لیے حضرت علامہ خالد محمود صاحب کے اس مضمون کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

(ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی، ج:۳، ش:۲۴)

قادیانیت اور ملتِ اِسلامیہ کا موقف (پہلا ایڈیشن)

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی) ومولانا سمیع الحق (مدیر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۲۴۵۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت۔

دو سو صفحے کی یہ کتاب ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے نمائندگانِ اسمبلی کی جانب سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے مسلمانوں کا موقف پیش کرنے کی غرض سے جدید انداز میں مرتب کی گئی۔ جس میں قادیانیت کی مذہبی، سماجی اور سیاسی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کہ قادیانی کیوں دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں؟ یہ پہلی کتاب تھی جو محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کے دورِ امارت میں شائع

ہوئی، اس کی تالیف وطباعت بھی حضرتؒ کی کرامت تھی، دوصد صفحے کی کتاب؛ مگر سننے والوں کو یقین نہیں آئے گا کہ مواد کی فراہمی سے لے کر اس کی تجلید تک تالیف، کتابت اور طباعت وغیرہ کے تمام مراحل چھ دن میں طے ہوئے، راولپنڈی میں حضرتؒ نے علماء کا ایک بورڈ مقرر کر دیا تھا، مولانا محمد حیات اور مولانا عبدالرحیم اشعر مواد فراہم کر رہے تھے، مولانا محمد تقی عثمانی اور مولانا سمیع الحق اس کی تالیف میں مصروف تھے، اور حضرت المخدوم جناب سیّد انور حسین نفیس رقم الحسینی اپنے رُفقاء سمیت اس کی کتابت میں مصروف تھے، روزانہ جتنا حصہ لکھا جاتا، وہ علماء کی مجلس میں سنایا جاتا اور کتابت ہو جاتا۔

کتاب کی تالیف وکتابت مکمل ہوئی تو طباعت کا مرحلہ درپیش تھا، مشکل یہ تھی کہ پریس پر پابندی عائد تھی اور قادیانیوں کے خلاف کسی چیز کا چھپنا ممنوع تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو بھی آسان فرما دیا، اس طرح یہ کتاب مواد کی فراہمی سے لے کر طباعت وتجلید تک چھ دن میں تیار ہوگئی۔

تمام ارا کینِ اسمبلی میں تقسیم کی گئی اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اسمبلی میں حرفاً حرفاً پڑھ کر سنائی۔ پھر بعد میں حضرت بنوریؒ نے اس کی دوبارہ طباعت کا حکم فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

قادیانیت اور ملتِ اِسلامیہ کا موقف (دوسرا ایڈیشن)

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی) و مولانا سمیع الحق (مدیر ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک)۔ صفحات: ۲۴۵۔

زیرِ نظر کتاب وہ مفصل ومدلل قرارداد ہے جو ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت کے دوران قومی اسمبلی میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور اُن کے رُفقاء کی جانب سے ''ملتِ اِسلامیہ کا موقف'' کے نام سے مطبوعہ شکل میں پیش کی گئی تھی، اور جس کی روشنی میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اس کتاب میں قادیانی مسئلہ کو بڑے سلیقہ سے پیش کیا گیا ہے، اور قادیانیت کا مذہبی حدودِ اَربعہ اور اس کے سیاسی عزائم کا بڑی متانت وسنجیدگی اور دقیقہ رسی سے تجزیہ کیا گیا ہے، اس کی افادیت کے پیشِ نظر اس کا عربی وانگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ناشرین نے اصل کتاب کا عکس من وعن شائع کر دیا ہے، اس لیے مطبعی اغلاط بھی جوں کے توں باقی رہ گئی ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ)

موقف الأمة الاسلامية من القاديانية

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر۔ ناشر: عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت۔

بیرون ممالک کی ضروریات کا تقاضا تھا کہ ''قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف'' کے عربی اور انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیے جائیں۔ چنانچہ حضرت بنوریؒ نے اپنے رفیق وخادم جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کو اس کے عربی ترجمہ کا حکم فرمایا، موصوف نے "موقف الأمة الاسلامية من القاديانية" کے نام سے اس کا عربی ترجمہ کیا، حضرتؒ نے خود اس پر ایک نفیس مقدمہ لکھا اور افریقی ممالک کے دورہ پر جانے سے پہلے اسے اعلیٰ کاغذ اور عمدہ ٹائپ سے طبع کرایا، اور عالمِ اسلام خصوصاً افریقی ممالک میں اسے تقسیم فرمایا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف (انگریزی ایڈیشن)

مولانا محمد تقی عثمانی (مدیر ماہنامہ البلاغ کراچی)۔ ناشر: مکتبہ دارالعلوم، کورنگی، کراچی۔

''قادیانیت اور ملتِ اسلامیہ کا موقف'' کے انگریزی ترجمہ کے لیے حضرت بنوری رحمہ اللہ نے کتاب کے مصنف جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کو فرمایا، بحمد اللہ! موصوف نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو ''دارالعلوم کراچی'' سے شائع ہوا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت

جناب مولانا اللہ وسایا صاحب (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، پاکستان)۔ صفحات: ۴۴۹۔ قیمت: ۵۰ روپے۔ پتا: عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت حضوری باغ روڈ، ملتان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين."(۱)

(۱) مشكاة المصابيح، ص:۳۶، ط: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی۔

''اس علم کے حامل ہر آئندہ نسل سے ایسے لائقِ اعتماد اور عادل حضرات ہوں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف کو، باطل پرستوں کے غلط دعووں کو اور جاہلوں کی تأویل کو اس سے دفع کرتے رہیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے مطابق اہلِ علم نے ہر دور میں فتنوں کی سرکوبی کا فریضہ انجام دیا۔ گزشتہ صدی کے آغاز میں فتنۂ قادیانیت برپا ہوا، مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدّدیت، محدثیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوّت سے لے کر خدائی صفات تک کے باطل پرستانہ دعوے کیے، اور بے شمار نصوص میں جاہلانہ تأویلات وتحریفات کیں۔ شاید اُمت کی تاریخ میں اِس سے بدتر فتنہ کھڑا نہیں ہوا، اور دجالِ اکبر کا فتنہ ہی اس سے بڑا فتنہ ہوگا، جس کے لیے فتنۂ قادیانیت ایک تمہید ہے۔ نعوذ باللّٰہ من جمیع الفتن ما ظھر منھا وما بطن!

مذکورہ بالا نبوی پیش گوئی کے مطابق علمائے اُمت فتنۂ قادیانیت کی تردید کے لیے کمربستہ ہوئے اور اس فتنہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس کو طشت از بام نہ کیا گیا ہو، گزشتہ صدی کی اِبتدا سے لے کر آج تک اس فتنہ پر اِتنا کچھ لکھا گیا کہ غالباً اس سے پہلے کسی فتنہ پر اتنا نہیں لکھا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے ''حفاظتِ ایمان کی کتابوں'' کے زیرِ عنوان اسّی کتابوں کی فہرست درج فرمائی جو فتنۂ قادیانیت پر لکھی گئیں، اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے رسالہ ''قائدِ قادیان'' کے آخر میں ایک سو بارہ (۱۱۲) کتابوں کا ذکر فرمایا۔

لیکن ضرورت تھی کہ اس سلسلہ کی تمام کتابوں کی فہرست یکجا کردی جائے، حق تعالیٰ شانہٗ نے اس خدمت کی رفیقِ محترم جناب مولانا اللہ وسایا صاحب کو توفیق عطا فرمائی، انہوں نے نہایت محنت وجانفشانی سے ان کتابوں کی تلاش وجستجو فرمائی جن تک رسائی ممکن تھی، اور ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' کے نام سے ایک ہزار کتابوں کی فہرست جمع کردی۔ کتاب کو درج ذیل دس ابواب پر تقسیم کیا گیا:
۱:...ختمِ نبوّت، ۲:...حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام، ۳:...کذبِ قادیانی، ۴:...مرزائیت کے خلاف فتوےٰ جات، ۵:...مرزائیوں کے خلاف مناظرہ ومباہلہ، ۶:...مرزائیوں کا قانونی احتساب، ۷:...مرزائیوں کا سیاسی احتساب، ۸:...مرزائیت اپنے کردار کے آئینہ میں، ۹:...متفرقات، ۱۰:...مصنفین اور اُن کی تصنیفات۔

ہر کتاب کا مختصر تعارف اور سنِ طباعت بھی درج کیا گیا، اور آخری باب میں تمام مصنفین کے نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کرکے ہر مصنف کی کتابوں کے یکجا نام بھی دے دیے گئے۔ یہ نقشِ اوّل ہے، اس میں مزید اِضافوں کی بڑی گنجائش ہے، اور یہ نہ صرف ایک علمی وتحقیقی کارنامہ ہے، بلکہ آئندہ تحقیق کا کام کرنے والوں کے لیے ایک وقیع علمی دستاویز ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ علم اس کی پذیرائی فرمائیں گے،

جی چاہتا ہے کہ کوئی اہم کتب خانہ اس سے محروم نہ رہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۱۱ھ)

قصرِ مرزائیت میں ایک اور شگاف: عدالتی فیصلہ

مولانا عبداللطیف مسعود صاحب۔ صفحات: ۱۶۵۔ قیمت: ۲۰ روپے۔ پتا: انجمن اشاعۃ الاسلام، جامع مسجد خضریٰ، متصل گراؤنڈ کرسچئن ہائی اسکول، ڈسکہ۔

حکمتِ خداوندی کا عجیب کرشمہ دیکھیے کہ منکرینِ ختمِ نبوّت مرزا غلام احمد قادیانی کی ذُرّیت جب اور جہاں کہیں شکست سے دوچار ہوئی، وہ ان کے اپنے ہی کرتوتوں کا ثمرہ ہے۔

چنانچہ مرزائیت کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیے! ۱۹۷۴ء کا فیصلہ ہو یا امتناعِ قادیانیت آرڈیننس یا مباہلہ ۱۹۸۸ء؛ ہر جگہ اِقدام ان کی طرف سے ہوا، ہزیمت بھی اُنہی کو اُٹھانا پڑی۔ زیرِ نظر کتاب میں بھی اسی طرح کے ایک واقعہ کی تفصیل ہے؛ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزائیوں نے حسبِ عادت ڈسکہ میں ایک دیہات موسیٰ والا کی مسجد پر قبضہ کی ناروا کوشش کی اور اس پر مقدمہ دائر کیا، جس میں بحمداللہ! بعد از خرابی بسیار قادیانیوں کو حسبِ سابق ذلت ورُسوائی کے ساتھ ہزیمت کا سامنا ہوا، اور سول جج نے ایسا پُرزور فیصلہ لکھا کہ قادیانی ساری زندگی روتے رہیں پھر بھی وہ اس ذلت کا سیاہ داغ اپنے چہروں سے نہیں دھو سکتے۔ اصل فیصلہ انگریزی میں ہے، مگر مولانا عبداللطیف صاحب نے اُسے اُردو میں مرتب فرما کر مرزائیت کے قصر میں ایک ناقابلِ تلافی شگاف ڈال دیا ہے۔

کتاب میں فیصلہ کی کارروائی اس انداز سے مرتب کی گئی ہے کہ پہلے قادیانی موقف، اور پھر اس کے بعد اس کی تردید، اور صحیح اِسلامی موقف، اور قادیانی شکوک وشبہات ایک ایک کرکے زائل کیے گئے ہیں، اس فیصلہ سے اِن شاء اللہ! جہاں ہر خاص وعام مستفید ہوں گے، وہاں جج صاحبان کے لیے بھی ان شاء اللہ! مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۱۰ھ)

مغلظاتِ مرزا (پہلا تبصرہ)

مولانا نور محمد (سابق مبلغ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور)۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔ ناشر: مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، تغلق روڈ، ملتان، پاکستان۔

مرزا غلام احمد قادیانی فنِ دُشنام طرازی کے ماہر ومشاق بلکہ مجدّد تھے، موصوف نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ عظام رضی اللہ عنہم، اکابرِ اُمت رحمہم اللہ اور دیگر اہلِ مذاہب کے پیشواؤں کے حق میں ایسے فحش اور بازاری الفاظ اِستعمال کیے ہیں کہ ایک شریف آدمی اپنی زبان وقلم کو اس سے آلودہ کرنا ننگِ اِنسانیت سمجھتا ہے۔

مرزا کی فحش طرازی کا شکوہ کرتے ہوئے مشہور عیسائی مصنف مسٹر اکبر مسیح نے اپنی کتاب ''ضربت عیسوی'' میں لکھا تھا:

> ''جن لوگوں کو ضرورتاً مرزاجی کی تصانیف پڑھنے کا ناگوار اِتفاق ہوا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ مناظرہ میں فحش بیانی، سخت کلامی، بدزبانی بلکہ گالی کوسنے کا مرزاجی نے سرکار سے ٹھیکا لے لیا ہے، آپ اس فن کے جگت اُستاد مانے جاتے ہیں، ہر مذہب کے بزرگوں کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں، آپ کے دست وزبان سے کسی مؤمن کو اَمان نہیں، بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ ہی کی اِنشاپردازی سے گبرو مسلمان کا چلن بگڑا۔''(۱)

زیرِ نظر رِسالہ میں جناب مصنف نے مرزائی مغلظات کو باحوالہ جمع کرکے اور اُنہیں حروفِ تہجی پر ترتیب دے کر ''مرزا قادیانی کا گالی نامہ'' تیار کیا ہے، یہ دِلچسپ اور عبرت آموز رِسالہ مرزائی تہذیب وشرافت کا ایسا شفاف آئینہ ہے، جس میں مرزائیت کی اخلاقی ونفسیاتی تصویر بالکل صاف اور نمایاں نظر آتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۳۹۷ھ)

مغلظاتِ مرزا (دُوسرا تبصرہ)

مولانا نور محمد (سابق مبلغ جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور)۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت: ۲/۵۰ روپے۔
ناشر: مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، تغلق روڈ، ملتان، پاکستان۔

اس کتابچہ میں مرزا قادیانی کی دُشنام طرازی اور فحش گوئی کو باحوالہ ردیف وار جمع کیا گیا ہے۔ حضرت بنوریؒ فرماتے تھے کہ: ایک سنجیدہ آدمی کو قادیانیت کے دجل وفریب سمجھنے کے لیے بس یہی ایک رسالہ کافی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم، صفر، ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ)

(۱) مغلظاتِ مرزا، ص: ۷۰

اَخلاقِ مرزا و اَعمالِ مرزا

مولانا نور محمد (سابق مبلغ و مناظر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)۔ صفحات: ۲۶۸۔ پتا: حافظ محمد مسلم بن برکت، ٹھٹائی کمپاؤنڈ، بندر روڈ، کراچی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت و رسالت اور مسیحیت و مہدویت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جسے اُمتِ مسلمہ نے بے نقاب نہ کیا ہو! علمی تحقیقات سے لے کر مرزا قادیانی کی سیرت و کردار کے ایک ایک پہلو پر رسائل اور کتابیں موجود ہیں۔ مولانا نور محمد خان صاحبؒ (سابق مبلغ و مناظر مظاہر علوم سہارنپور) نے ''مغلظاتِ مرزا'' کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا تھا، جس میں اُن تمام مرصع و مقفیٰ گالیوں کو باحوالہ جمع کر کے انہیں حروف تہجی پر جمع کر دیا تھا جو مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر اکابر کو دی تھیں، اور جنہیں پڑھ کر تہذیب و شرافت منہ پیٹ لیتی ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے اَندازہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نبی، رسول، مسیح، مہدی اور مجدد تو کجا! ایک عام مہذب اور شریف آدمی کے معیار پر بھی پورا نہیں اُترتا...!

زیرِ نظر کتاب میں ''مغلظاتِ مرزا'' کے ساتھ مزید اِفادہ کے لیے حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ کی بے نظیر کتاب ''رئیسِ قادیاں'' سے جستہ جستہ اِنتخاب پیش کیا گیا ہے، جس سے مرزا قادیانی کی سیرت و کردار اور اس کے کذب و اِفترا کا کچا چٹھا کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب تبلیغی مقاصد کے لیے شائع کی گئی ہے، ۲۵ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر ناشر کے پتے سے طلب کی جاسکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۳۹۷ھ)

اسلامیہ پاکٹ بک (پہلا ایڈیشن)

جناب الحاج محمد مسلم بن برکت اللہ صاحب۔ صفحات: ۲۲۴۔ پتا: ٹھٹھائی کمپاؤنڈ، بندر روڈ، کراچی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی تردید میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں خود مرزا کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد کو مسیح، مہدی، رسول، نبی، مجدّد، محدث، ملہم، مامور تو کیا! ایک معاملہ دار شریف اِنسان بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جناب مصنف نے کوشش کی ہے کہ قادیانی نبوّت کا کوئی پہلو تشنہ نہ چھوڑا جائے، انہوں نے مختصر سی تمہید کے بعد کتاب کا آغاز مرزا کی کذب بیانیوں سے کیا ہے، اور اس کے پینتیس (۳۵) جھوٹ ایسے ذکر کیے ہیں، جن

کا صحیح جواب دینے سے قادیانی اُمت عاجز ہے، اُمید ہے اس کتاب کا مطالعہ قادیانی دین ومذہب کے رَدّ وابطال میں بہت مفید ثابت ہوگا۔

جناب مصنف کا اِخلاص ہے کہ انہوں نے اس کی کوئی قیمت نہیں رکھی، بلکہ ڈاک کے ٹکٹ (۱۸ پیسے فی نسخہ) بھیج کر ہر شخص بقدرِ ضرورت نسخے طلب کرسکتا ہے، اَب یہ مسئلۂ ختمِ نبوّت اور رَدِّ قادنیت سے دِلچسپی رکھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس کی زیادہ سے زیادہ اِشاعت کریں اور جو لوگ مرزا کی ملمع کاری سے متأثر ہوکر قادیانیت کا شکار ہوگئے ہیں، مگر ان کے دِل میں طلبِ حق کی کوئی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے، انہیں اس کا مطالعہ کرائیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ)

اِسلامیہ پاکٹ بک (دُوسرا ایڈیشن)

جناب الحاج محمد مسلم صاحب۔ صفحات: ۲۳۴۔ پتا: محمد مسلم بن برکت اللہ، ٹھٹائی کمپاؤنڈ، بندر روڈ، کراچی۔

جناب حاجی صاحب نے چند مہینے پہلے اِس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع کیا تھا، زیرِ نظر دُوسرا ایڈیشن ہے، جس میں انہوں نے متعدّد اِضافے کیے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹ تو ان گنت ہیں، مثلاً مرزا نے ''اربعین'' نمبر: ۲ کے صفحہ نمبر: ۲۳ پر لکھا ہے:

> ''انبیائے گزشتہ کے کشوف نے اِس بات پر مہر لگادی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''(۱)

اِس ایک سطری عبارت میں مرزا نے کتنے جھوٹ بولے؟ اِس کا اندازہ کرنے کے لیے زیادہ باریک سمجھ کی ضرورت نہیں، اس میں مرزا قادیانی نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف دو دعوے منسوب کیے ہیں:

۱:... مسیح کا چودھویں صدی کے سر پر آنا، اور ۲:... پنجاب میں آنا۔ حالانکہ کسی ایک نبی سے بھی ان دونوں دعوؤں میں سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں، گویا اس ایک سطری گپ میں مرزا نے کم وبیش دو لاکھ اڑتالیس ہزار جھوٹ بولے، اور جھوٹ بولنا یوں بھی موجبِ لعنت ہے، مگر نبی کے نام کوئی جھوٹی بات منسوب کرنا تو ایسی چیز ہے کہ آدمی کو دوزخ کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے، اِس لیے اِس ایک سطری فقرہ سے مرزا قادیانی کم ازکم

(۱) اِسلامیہ پاکٹ بک۔

دولاکھ اڑتالیس ہزار مرتبہ لعنت وعذابِ نار کا تحفہ لے کر گیا۔

الغرض! مرزا قادیانی کے جھوٹ، فریب اور بہتان وافترا تو لا تعد ولا تحصیٰ ہیں، حاجی صاحب نے مرزا کے موٹے موٹے جھوٹ ایک سواڑسٹھ (۱۶۸) گنائے ہیں، جن کا مرزائیوں نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا، نہ اِن شاء اللہ! قیامت تک دے سکیں گے۔

یہ ایڈیشن بھی مفت تقسیم کے لیے ہے، جو صاحب منگوائیں صرف ایک نسخہ منگوائیں اور ڈاک خرچ کے لیے بیس پیسے کا ٹکٹ بھیجیں۔ اسکولوں، کالجوں، عربی مدارس اور بار رُوم کی لائبریریوں کے لیے صرف ایک کارڈ لکھ دینا کافی ہے، ڈاک کے ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ)

عقیدۂ ختمِ نبوّت اور فتنۂ قادیانیت

جناب محمد عثمان الوری۔ صفحات: ۸۰۔ قیمت: ۸/۵۰ روپے۔ پتا: اِسلامی کتب خانہ، عقب جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

عقیدۂ ختمِ نبوت دینِ اسلام میں بنیادی اُہمیت کا حامل ہے، اس موضوع پر ہر دور کے علماء نے مختصر ومفصل ہر طرح کی تصنیفات چھوڑی ہیں۔

زیرِ تبصرہ رسالہ بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں فاضل مرتب نے تردیدِ قادیانیت کے سلسلہ میں چند اِقتباسات کا ایک گلدستہ تیار کر کے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اِس سعی کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ)

قادیان سے اِسرائیل تک

جناب ابو مدثرہ صاحب۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۱۵ روپے۔ پتا: مؤتمر المصنفین، جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، پشاور۔

قادیانیت ایک مذہبی نما سیاسی تحریک ہے، جسے یہود ونصاریٰ کے سازشی دماغ نے پروان چڑھایا، یہ

اِسلام کی کاٹ کے لیے دو دَھاری تلوار تھی، جسے ایک طرف اِسلامی عقائد کو ذبح کرنے اور دُوسری طرف عالمِ اِسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا، قادیانیت کے مذہبی پہلو پر بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جارہا ہے، لیکن اس کی سیاسی سرگرمیوں، انگریزوں کے آلۂ کار کی حیثیت سے اس کی سازشوں، یہود و نصاریٰ کے مکار عناصر سے اس کے روابط اور صہیونیت سے اس کے گٹھ جوڑ پر یہ پہلی کتاب (قادیان سے اِسرائیل تک) ہے جو سامنے آئی ہے۔

فاضل مؤلف نے قادیانیت کی نوے سالہ تاریخ اور اِسلام اور عالمِ اِسلام سے ان کی غداریوں کی تفصیلات قلم بند کی ہیں، پاک و ہند کے علاوہ بالخصوص مشرقِ وسطیٰ میں قادیانیوں نے جو سازشیں کی ہیں، اُن کی دِل خراش داستان پڑھ کر صحیح اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ''مہدویت'' کے اصل عزائم کیا تھے...؟

ہم فاضل مرتب اور ناشرین کو اِس بہترین تاریخی مواد کی ترتیب پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے درخواست کریں گے کہ اِس موضوع پر تلاش و تحقیق کا سلسلہ نہ صرف جاری رہنا چاہیے، بلکہ اس کا دامن مزید پھیلانا ضروری ہے۔ نیز اس کا ترجمہ عربی، انگریزی، فرانسیسی اور دیگر اَہم زبانوں میں بھی ضرور آنا چاہیے۔ ہم عام مسلمانوں سے عموماً اور اہلِ خیر حضرات سے خصوصاً سفارش کریں گے کہ اِس کتاب کے ہزاروں نسخے تقسیم کیے جانے چاہئیں، یہ ایک عظیم سازش کا اِنکشاف ہے جو یہود و نصاریٰ کی جانب سے اِس صدی میں اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی گئی اور اس سازش سے مسلمانوں کو مطلع کرنا ایک اَہم ترین ملی فرض ہے۔

نوٹ: یہ کتاب ''مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، تغلق روڈ، ملتان'' کے پتے سے بھی مل سکتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۳۹۹ھ)

''خاتم النبیین'' کی فیصلہ کن تشریح

مولانا محمد انور کلیم (لائل پور)۔ صفحات: ۴۰۔ پتا: ناظم دار العلوم فیض محمدی، خالد آباد، لاہور۔

آیت ''خاتم النبیین'' کی تشریح کرتے ہوئے اس سلسلہ میں اہلِ باطل کی تحریفات کا مسکت جواب دیا گیا ہے، اپنے موضوع پر خاصا اچھا رسالہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان و شوال ۱۳۹۴ھ)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

جناب مصباح الدین صاحب۔ صفحات: ۶۷۲۔ پتا: مصباح الدین صاحب، ای ۱۰۴، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

عقیدۂ ختمِ نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اسلام میں اس کی اہمیت ومقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ربِّ کائنات نے اپنی کتابِ مقدس میں اپنے نبی کی ردائے تقدس کا تحفظ فرماتے ہوئے واضح انداز میں مسئلۂ ختمِ نبوت بیان فرمایا ہے۔

پھر ختمی مرتبت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا اور نہایت تفصیل سے بیان فرمایا کہ: ''میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہاں! کچھ لوگ چور دروازہ سے محلِ نبوت میں داخل ہونے کی کوشش ضرور کریں گے، مگر میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ ایسے سب لوگ کذاب ودجال ہوں گے، ان کے دجل وتلبیس سے بچتے رہنا!''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے بموجب وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں نے دعاویٔ نبوت کیے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور قرآنِ کریم کی رُو سے ان کا جھوٹا ہونا نکھر کے سامنے آگیا، اور ہر موقع پر علمائے اسلام نے اُمت کی راہنمائی کی۔

اُنیسویں صدی میں اسی گروہ کے نامی گرامی رکن مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دعویٔ نبوت کیا تو علمائے اُمت نے تقریر وتحریر، تصنیف وتالیف اور مناظرہ ومباہلہ؛ ہر میدان میں اس کو شکست دی اور اس کا جھوٹ واضح فرمایا اور اس موضوع پر کئی ایک پہلو سے تحقیق کی گئی اور کئی کتب وجود میں آئیں۔ ظاہر ہے کہ یہ موضوع ہی ایسا ہے کہ جس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت واُلفت کا تعلق ہوگا، وہ ایسے تمام مدعیانِ نبوت کے کذب وافترا کو قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔

زیرِ نظر تصنیفِ لطیف اس سلسلہ کی کڑی ہے، جس میں بحمداللہ! نہایت عمدہ پیرائے میں قادیانی جال کا تار وپود بکھیرا گیا ہے۔ کتاب نہایت سادہ مگر دل نشین اُردو پیرائے میں لکھی گئی ہے، اُسے پڑھ کر'' قادیانی مذہب'' مؤلفہ: پروفیسر الیاس برنی کا شبہ ہوتا ہے، ویسے کتاب کے اکثر مضامین وہاں سے ماخوذ ہیں۔

قیمت کے لیے مؤلف کا جذبہ یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاجِ خاتم النبیین کی مدلل تشریح اور مرزا غلام احمد کے دعاویٔ نبوت ومسیحیت کی قاطع ہے، اور ہماری یہ ادنیٰ خدمت ہے، اس لیے ہم ملی اور انسانی فریضہ سمجھتے ہیں کہ اس کی نشر واشاعت زیادہ سے زیادہ اور بلا معاوضہ ہو، جس کی تین صورتیں ہیں:

۱:... یا تو مزید اِشاعت کے لیے حسبِ توفیق ہماری اعانت فرمائی جائے۔
۲:... یا خود تقسیم کرنے کے لیے ہم سے اصل لاگت پر کتاب حاصل کریں۔
۳:... یا خود طبع کراکے تقسیم کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ)

فیصلہ مقدمہ جیمس آباد

عالی جناب محمد رفیق گوریچہ (پی، سی، ایس، سول جج)۔ مقدمہ: حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری۔ ناشران: مولانا مفتی احمد الرحمٰن، محمد عبداللہ، مدرسہ عربیہ اِسلامیہ، نیوٹاؤن، جامع مسجد، کراچی نمبر ۵۔

اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبها الصلوٰة والسلام) کے اِجماعی عقیدۂ ختمِ نبوّت کی رُو سے مرزائی دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں، یہ مسئلہ دلائل کی روشنی میں اس قدر منقح ہو چکا ہے کہ کوئی شخص بقائمی عقل و حواس اس سے اِنکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ عام اہلِ علم کے علاوہ متعدّد عدالتوں نے بھی اِسلامی دلائل کی بنا پر مرزائیوں کے کفر و اِرتداد اور خارج اَز اِسلام ہونے کے فیصلے دیئے ہیں، جن میں زیرِ نظر فیصلہ بوجوہ چند بڑی اہمیت کا حامل ہے، جسے ملک بھر کے اہلِ علم نے بنظرِ تحسین دیکھا ہے۔

ناشرین کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے یہ فیصلہ حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری مدظلہ کے گراں قدر مقدمہ کے ساتھ بہترین صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی پڑھا لکھا اس کے مطالعہ سے محروم نہ رہے، ناشرین سے ڈاک کے ٹکٹ بھیج کر بلا قیمت طلب کیا جاسکتا ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ)

اقبال اور قادیانی

جناب نعیم آسی۔ صفحات: ۱۸۸۔ قیمت: ۸۰ روپے۔ پتا: مسلم اکادمی، وزیر پورہ سیالکوٹ۔
قادیانی فتنہ کے بارہ میں شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اِقبال مرحوم کے نظریات سے پڑھا لکھا طبقہ ناواقف نہیں، جدید طبقہ میں اِقبالؒ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس خانہ ساز نبوّت کے پس منظر اور اس کے

خوف ناک آثار ونتائج کا صحیح مطالعہ کیا ہے، انہیں ''غدارانِ اِسلام'' کا خطاب دیا، اور انہیں ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے پر اِصرار کیا۔ علامہ مرحوم کا یہ موقف کسی غلط فہمی، تعصب یا تنگ نظری پر مبنی نہیں تھا، وہ خود ایک مدّت تک اس فتنہ کو ایک اِصلاحی تحریک سمجھ کر اس کے مداح رہے، مگر جس چیز نے اس فتنہ کے بارہ میں انہیں رائے تبدیل کرنے پر مجبور کیا، وہ خود ان کے الفاظ میں یہ تھی:

''ذاتی طور پر میں اس تحریک سے اس وقت بے زار ہوا جب ایک نئی نبوت - بانیٔ اِسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت - کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا، بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی، جب میں نے تحریک کے ایک رُکن کو اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا، درخت جڑ سے نہیں، پھل سے پہچانا جاتا ہے۔''(۱)

علامہ مرحوم پر قادیانی فتنہ کی اصل حقیقت منکشف ہوئی تو انہوں نے ہمت وعزیمت کے ساتھ اس کا شدید تعاقب کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے وقتاً فوقتاً جن فکر انگیز خیالات کا اِظہار فرمایا، زیرِ نظر کتاب میں انہیں بڑے سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ''سخن ہائے گفتنی'' کے عنوان سے ۴۷ صفحات کا فاضلانہ مقدمہ خود فاضل مرتب کے قلم سے ہے، جو قادیانیت کے تجزیہ وتحلیل میں بجائے خود ایک دفتر پر بھاری ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ فاضل مرتب کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی اس جانفشانی کو قبول فرما کر اس کتاب کو نافع اور مقبول بنائیں۔ آمین!

کتاب کی کتابت وطباعت بڑی معیاری ہے، ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب جدید طبقہ کے لیے عموماً اور قادیانی صاحبان کے لیے خصوصاً سرمۂ چشم بصیرت ثابت ہوگی، تاہم ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، من یهده الله فلا مضل له، ومن یضلل فلا هادی له!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ)

مسخروں کا محل یا ''کادیانی'' انبیاء

فرزند توحید۔ صفحات: ۳۸۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔ پتا: بیت التوحید، ۱۳۷/۷ ای، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

مرزا غلام احمد ''کادیانی'' نے بے تکے ہذیانات کو وحی کا نام دے کر نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور وقاحت

(۱) حرفِ اقبال۔

کی حد یہ کہ خود محمد رسول اللہ بن بیٹھا، مگر جھوٹے نبی کے جھوٹے مریدوں نے اس کے بھی کان کتر دیے، انہوں نے ''غلمدی'' سنت-مرزائی دوست ''غلام احمد'' کی نسبت سے ''احمدی'' کہلاتے ہیں اور یہ نقیب انگریزی سرکار کی طرف سے انہیں رجسٹرڈ ہوا تھا۔ (فیصلہ مقدمہ بہاولپور) لیکن یہ نسبت گرامر کے لحاظ سے غلط ہے، ''غلام احمد'' مرکب اِضافی ہے، اس کی طرف نسبت ''غلامی'' یا ''غلمدی'' کی تو ہوسکتی ہے، مگر ''احمدی'' کی نہیں...!- کو آگے بڑھاتے ہوئے خود مرزا صاحب کی زندگی میں نبوت کے دعوے کرکے مرزائی اُمت کو زک پہنچانی شروع کی، یوں قدرت نے جھوٹے نبی کی تردید مرزائیوں سے کروادی، اب تک مرزائی اُمت میں بیسیوں ''جھوٹے نبی'' اُٹھے اور اُٹھ رہے ہیں اور جب تک مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت کے پرستار دُنیا میں باقی ہیں، برابر اُٹھتے رہیں گے۔

زیرِ نظر کتابچہ میں اس قسم کے چودہ مسخروں کی داستانِ ''نبوت'' کا تذکرہ ہے جو دِلچسپ بھی ہے اور عبرت آموز بھی! اِس سلسلہ میں مصنف نے یہ عجیب واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ گوجرانوالہ کے دیوانہ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا، اپنے کو محمد رسول اللہ کہا، سربازار اس کا اعلان کیا، مگر ''اِسلامی حکومت'' کی مشنری حرکت میں نہیں آئی، اگلے دِن اس نے اعلان کیا کہ اسے ایوب خاں کی جگہ صدرِ مملکت بننے کا اِلہام ہوا ہے، ایوبی پولیس فوراً حرکت میں آئی اور اس پاگل کو جیل بھیج دیا گیا۔

اس پر مصنف نے اِظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِسلامی مملکت میں توہینِ رسالت ممنوع نہیں، مگر توہینِ صدارت ممنوع ہے۔ ایک ''پاگل'' دعویٰ کرے کہ وہ...معاذ اللہ!...محمد رسول اللہ ہے تو مجرم نہیں، اور اسے کرسیٔ صدارت سنبھالنے کا اِلہام ہوجائے تو یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ انا للہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۳۹۰ھ)

فتویٰ اِمامِ ربانی برمرزا غلام احمد قادیانی

مولانا حافظ عبدالحق خاں بشیر نقشبندی۔ صفحات: ۸۷۔ قیمت درج نہیں۔ پتا: مکتبہ مدینہ (نزد ڈاک خانہ) اُردو بازار، گوجرانوالہ۔

غیرمقلدین اور بریلویوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار نہیں دیا، جو سراسر تاریخی حقائق کے خلاف اور دیانت وامانت کے منافی ہے۔ مؤلف موصوف نے اس مختصر مگر جامع رسالہ میں اس غلط اور مکروہ

پروپیگنڈے کا محاسبہ کیا ہے، اس مکمل اور مدلل جواب سے تاریخی حقائق وانکشافات کے علاوہ مخالفین کے نفاق کی قلعی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ)

حکومتِ مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور اُن کا جواب

فرزند توحید۔ صفحات: ۴۸۔ کاغذ اعلیٰ۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔ ناشر: بیت التوحید، ای ۱۳۷، آصف کالونی، کراچی نمبر ۱۶۔

دیباچہ مصنف کے مطابق انہوں نے ۱۹۶۳ء میں ایک کتابچہ بہ عنوان ''مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں!'' شائع کیا تھا، جس میں اس موضوع پر راولپنڈی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج جناب محمد اکبر صاحب کا عدالتی فیصلہ درج کیا گیا ہے، اس کے دیباچہ میں قادیانی اُمت اور مسٹر ظفر اللہ خان کے سلسلہ میں صدرِ مملکت کی خدمت میں کچھ معروضات پیش کی گئی تھیں، اس پر مرتب کو حکومتِ مغربی پاکستان ہوم ڈپارٹمنٹ کا ایک مراسلہ موصول ہوا، جس میں کتابچہ پر پانچ سوال کرتے ہوئے مرتب سے وضاحت طلب کی گئی، کہ کیوں نہ اس کتابچہ کو بحق سرکار ضبط کرلیا جائے...؟

زیرِ نظر کتابچہ ان ہی پانچ سوالوں کا جواب ہے، جس میں مرتب نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے ٹھوس مواد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ ''مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں!'' نامی کتابچہ میں انہوں نے جو بھی کچھ لکھا ہے، وہ الزام نہیں، بلکہ ایک روشن حقیقت ہے۔

یہ کتابچہ اپنی نوعیت کا منفرد کتابچہ ہے، جس سے زیرِ بحث موضوع کے بعد دلچسپ اور عجیب وغریب پہلو سامنے آتے ہیں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۸ھ)

تائیدِ آسمانی دررَدِ ''نشانِ آسمانی''

منشی محمد جعفر تھانیسری۔ صفحات: ۴۰۔ قیمت: ۱ روپیہ ۵۰ پیسے۔ ملنے کا پتا: المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو مولوی محمد جعفر تھانیسری کے یہاں سے ایک رسالہ (عربی) ''الأربعین فی

احوال المھدیین" ہاتھ آ گیا، جس کے ساتھ "نعمت اللہ ولی" نامی کسی شاعر کی طرف منسوب ایک قصیدہ بھی تھا جو پیش گوئیوں پر مشتمل تھا، مرزا غلام احمد قادیانی نے ان پیش گوئیوں کے لیے "نشانِ آسمانی" کے نام سے ایک رسالہ لکھ مارا، مولوی محمد جعفر نے "تائیدِ آسمانی" میں اسی رسالہ کا تار و پود بکھیرا ہے۔ مؤلف موصوف خود دیباچہ میں اس تالیف کی غرض یوں بیان کرتے ہیں:

"رسالہ "نشانِ آسمانی" جس میں مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح زمان اور مہدیٔ دوران اور مجدّد الوقت قرار دے کر...... چند اشعار نعمت اللہ ولی کے اپنے دعووں پر استدلال کر کے اس شہادت کو نشانِ آسمانی ٹھہرایا ہے، میری نظر میں بھی گزرا۔ چونکہ اس رسالہ میں مرزا صاحب نے بے حد خودستائی کر کے دھوکے بازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا ہے، اس واسطہ بنظرِ اظہارِ حق ایک مختصر جواب اس رسالہ کا میں بھی عرض کرتا ہوں۔"(۱)

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ)

حیاتِ مسیح بجواب وصالِ ابنِ مریم

حکیم ملک محمد اسلم دسیر راجپوت (بانی دارالشفاء) عیدگاہ روڈ، بالمقابل پرائمری اسکول، چنیوٹ، ضلع جھنگ۔ صفحات: ۵۶۔ قیمت درج نہیں۔

یہ رسالہ ایک مرزائی کے رسالہ "وصالِ ابنِ مریم" کے جواب میں لکھا گیا ہے، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ جسمانی کو ثابت کیا اور ساتھ ہی مرزائیوں کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان و شوال ۱۴۰۱ھ)

بائیس جھوٹے نبی

نثار احمد خان فتحی۔ صفحات: ۲۲۴۔ ناشر: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت، ملتان۔

"پیش لفظ"

قرآنِ کریم اور احادیثِ متواترہ کی بنا پر اُمتِ مسلمہ کا قطعی عقیدہ چلا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

(۱) ص: ۹

وسلم خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دجال وکذاب ہے۔ نبیٔ آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات کے آخری حصہ میں مسیلمہ کذّاب اور اَسودعنسی نے عقیدۂ ختمِ نبوّت پر ڈاکا ڈالتے ہوئے جھوٹا دعویٰ نبوّت کیا۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الوفات طاری ہوا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیائے رفتنی وگزشتنی کو الوداع کہہ کر رفیقِ اعلیٰ سے جاملے تھے۔ اس بیماری کے اثنا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کنگن ہیں، جس سے آپ کو نفرت محسوس ہوئی تو آپ نے ان پر پھونک ماردی، جس سے دونوں کنگن معدوم ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ اس سے مراد یہ دونوں دجال ہیں اور یہ کہ میرے جاں نثاروں کے ہاتھوں انجامِ بد کو پہنچیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اَسودعنسی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں، اور مسیلمہ کذّاب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کے سپاہی ''وحشی رضی اللہ عنہ'' کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے۔

جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے دجل وکذب کا جو سلسلہ اُس وقت شروع ہوا تھا آج مرزا غلام احمد قادیانی تک اس کا تسلسل جاری ہے۔ غرض یہ کہ بہت سے جھوٹے مدعیانِ نبوّت نے اُمت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ان جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے حالات کو ہمارے مختلف علماء نے ایک جگہ جمع کیا۔ محترم جناب حاجی نثار احمد خان فتحی صاحب (خلیفہ مجاز حضرت قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے حالات کو اس کتاب میں جمع کیا ہے، اگرچہ آپ سے قبل ''ائمۂ تلبیس'' کے نام سے حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان تمام کذّابوں کے حالات جمع فرمائے تھے۔ ہمارے ممدوح محترم نے اُن کے طرزِ نگارش کو نہایت آسان اور سلیس زبان میں ''تلخیص'' فرما کر اُمت کے لیے ایک بہترین ذخیرہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اُمت کے لیے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین!

۱۹۲۶ء میں ایک مسلم خاتون مسماۃ غلام عائشہ نے اپنے شوہر مسمّی عبدالرزاق کے خلاف (جو مرزائی مذہب اِختیار کرکے مرتد ہوگیا تھا) سابق ریاست بہاولپور کی عدالت میں تنسیخِ نکاح کا دعویٰ دائر کیا، جو مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں فیصل ہوا، یہ فیصلہ ''فیصلہ مقدمہ بہاولپور'' کے نام سے شہرۂ آفاق ہے، جس میں یہ قرار دیا گیا کہ چونکہ مسماۃ غلام عائشہ کا شوہر قادیانیت اِختیار کرکے مرتد ہوچکا ہے، اس لیے مسماۃ مذکورہ کا نکاح اس کے ساتھ باقی نہیں رہا۔

اس معرکۃ الآرا مقدمہ کی مکمل رُوئیداد اَب تک منظرِ عام پر نہیں آئی تھی، چند سال پہلے چند اُولوالعزم حضرات نے کئی سال کی محنتِ شاقہ اور لاکھوں روپے کے مصارف کے ساتھ اس کو تین جلدوں میں شائع کردیا ہے۔ راقم الحروف کو اس کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا ہے، میں تمام دینی مدارس اور جامعات کے سربراہوں سے اِلتماس کرتا ہوں کہ وہ اس علمی وقانونی دستاویز کی پذیرائی کریں۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان وشوال ۱۴۱۲ھ)

مرزائی دائرۂ اِسلام سے خارج ہیں

جناب محمد اکبر (ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی)۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۶۰ پیسے۔ پتا: بیت التوحید، ۱۳۷/اے، آصف کالونی، کراچی نمبر۱۶۔

زیرِ نظر کتابچہ راولپنڈی کے مشہور مقدمہ کا عدالتی فیصلہ ہے، جس کی رُو سے فاضل عدالت نے یہ قرار دیا کہ: ''مرزا (غلام احمد) صاحب نے اپنی حیثیت کا اِظہار ایک مکمل نبی کی طرح کیا، جیسا کہ عالمگیر حیثیت رکھنے والے نبیوں کو ہے۔ ہمارے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحیِ نبوّت کا نزول ناممکن ہے، اور جس کا اس پر اِیمان ہے، وہ دائرۂ اِسلام سے خارج ہے۔'' یہ فیصلہ تمام مسلمانوں کے لیے لائقِ مطالعہ ہے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رمضان ۱۳۸۹ھ)

ختمِ نبوّت پر قادیانی حملہ کا نیا انداز اور اُس کا محاسبہ

مولانا مفتی شاہ محمد تفضّل علی صاحب۔ پتا: ندوۃ العلم، کراچی۔

''تقریظ''

قرآنِ کریم، اَحادیثِ متواترہ اور اِجماعِ اُمت کی روشنی میں پوری اُمتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی کو منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر و مرتد اور دجال وکذّاب ہے۔

گزشتہ تیرہ صدیوں میں بہت سے طالع آزماؤں نے مہدی و مسیح اور نبی و رسول ہونے کے دعوے کیے اور اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ بدقسمتی سے متحدہ ہندوستان میں چودھویں صدی میں انگریزوں اور حکومتِ برطانیہ کے نمک خوار اور اُن کے مفادات کے محافظ غلام ابنِ غلام مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی درجہ بدرجہ؛ مجدّد، مہدی، مسیح اور نبی و رسول ہونے کے ناپاک دعووں کی جسارت کی، اور اَبلہ فریبی کے لیے اُنہوں نے قرآن وسنت کی نصوصِ واضحہ میں تحریف کی ناپاک جسارت کی، قادیانی فتنہ سابقہ تمام فتنوں کی نسبت دجل وفریب میں سب سے سنگین تھا، اِس لیے علمائے اُمت نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی اور مؤثر کارروائی کرکے اُس کی سرکوبی کی، مگر قادیانی زخمی سانپ کی طرح مسلمانوں کو ڈسنے اور اُن کے ایمان کو خراب کرنے کی سازشوں سے کبھی باز نہیں آئے، اور مرزا غلام احمد قادیانی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ دجل وفریب سے کام لیا اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان کو متزلزل کرنے کے لیے شکوک وشبہات کا سہارا لیا۔

پیشِ نظر مجموعہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس پر کینیڈا سے قادیانیوں کی طرف سے اُٹھائے گئے پندرہ سوالوں کا جواب دیا گیا ہے۔ جناب مولانا مفتی شاہ محمد تفضل علی صاحب نے نہایت سلیقہ سے ان کا مدلل جواب دیا اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے اُن پر ردّ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قادیانیوں کی ہدایت کا ذریعہ اور مؤلف وناشر اور ہم سب کے لیے نجات کا وسیلہ بنائے۔ آمین!

گستاخِ رسول کی سزا

مولانا رعایت اللہ فاروقی۔ قیمت درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ حلیمیہ، متصل جامعہ بنوریہ، نزد سائٹ تھانہ کراچی ۱۶۔

''تقریظ''

اِسلامی شریعت میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی ادنیٰ توہین وتنقیص بھی کفر ہے، اس موضوع پر حافظ اِبنِ تیمیہؒ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، شیخ تاج الدین السبکیؒ کی کتاب "السیف المسلول علی شاتم الرسول" اور حضرت علامہ اِبنِ عابدینؒ کا رسالہ "تنبیہ الولاۃ

و الحکام" لائق مطالعہ ہیں۔دیگر اکابر نے بھی "کتاب السیر، باب احکام المرتدین" میں اس مسئلہ کی جزئیات کو قلم بند کیا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں اس مسئلہ پر کتاب وسنت اور اکابر کے اِرشادات نقل کیے گئے ہیں، جن سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی بے ادبی کا موجب کفر وارتداد ہونا واضح ہوتا ہے۔اور شروع میں دورِ حاضر کے دجالِ اکبر مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ گستاخانہ اقوال ذکر کیے ہیں، جن میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی تنقیص کی گئی ہے۔حق تعالیٰ شانہٗ برادرم مولانا رعایت اللہ صاحب کی اِس محنت کو قبول فرمائیں اور اُن کے علم وفہم اور اِخلاص میں ترقیات عطا فرمائیں۔آمین!

تحفظ ناموسِ رسالت اور گستاخِ رسول کی سزا

جناب ساجد اعوان صاحب۔ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔

برادرِ مکرم جناب ساجد اعوان صاحب زِیدلطفہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ سے یہ معلوم ہوکر نہایت مسرت ہوئی کہ آنجناب نے "تحفظ ناموسِ رسالت اور گستاخ رسول کی سزا" کے موضوع پر کتاب مرتب فرمائی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء!

کتاب کا ابتدائیہ یا دیباچہ یا اُس پر تقریظ لکھنا تو کتاب کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں، لیکن آنجناب نے کتاب کے سولہ ابواب کے جو عنوانات درج فرمائے ہیں، اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے موضوع پر جامع ترین دستاویز ہوگی۔حق تعالیٰ شانہٗ دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں اور اپنی رحمت وعنایت سے اس کو شرفِ قبول نصیب فرمائیں۔

عظمتِ رسالت دین وایمان کی بنیاد ہے، خدانخواستہ یہ بنیاد کمزور پڑ جائے تو دین وایمان کا سارا کارخانہ درہم برہم ہوجائے گا۔ اِس لیے عقلاً ونقلاً توہینِ رسالت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق ہے۔ اَعدائے دین یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین وایمان کی بنیاد کو منہدم کردیا جائے، اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اِس بنیاد کی حفاظت کے لیے اپنی ساری توانائیاں صَرف کردیں، تاکہ کل قیامت کے دن بارگاہِ اِلٰہی اور دربارِ نبوی میں سرخ رُو ہوں۔ واللہ الموفق!

محمد یوسف لدھیانوی

دفتر ختم نبوّت، پرانی نمائش، کراچی

حیاتِ مسیح اور ختمِ نبوّت

(مولانا قمر احمد عثمانی کے نقطۂ نظر کا جائزہ)

نور محمد قریشی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)۔ پتا: انسٹی ٹیوٹ آف سیرت اسٹڈیز، بیت الحکمت، لاہور۔

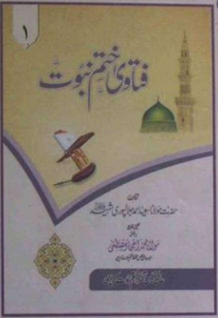
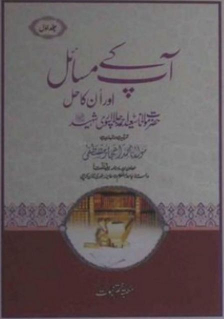
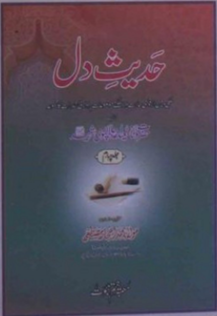
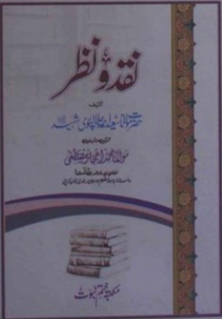
جناب محترم نور محمد قریشی صاحب زید لطفہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

معروض آنکہ قمر احمد عثمانی کے رسالہ کے جواب کا جو مسوّدہ جناب نے بھجوایا تھا، میں نے دیکھ لیا ہے، ماشاء اللہ! اپنے انداز میں خوب لکھا ہے، بہت جی خوش ہوا، دِل سے دُعائیں نکلیں۔ والسلام

محمد یوسف لدھیانوی

*****


فتاوی ختم نبوت
1

آپ کے مسائل
اور اُن کا حل

حدیثِ دل

نقد و نظر
مکتبہ ختم نبوت